فَقِيهٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطٰنِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ

فتاویٰ عالمگیری

اردو جدید

مترجم

مولانا سید امیر علی رحمۃ اللہ تعالیٰ

تسہیل و عنوانات

مولانا ابو عبید اللہ

مکتبہ رحمانیہ

اقرأ سنٹر۔ غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

فَقِیۡہٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیۡطٰنِ مِنۡ اَلۡفِ عَابِدٍ

فتاویٰ عالمگیری جدید اردو

جلد ششم

مترجم
مولانا سیّد امیر علی رحمۃ اللہ تعالیٰ
مصنف تفسیر مواہب الرحمٰن و عین الہدایہ وغیرہ

تسہیل و عنوانات
مولانا ابو عبید اللہ
خطیب جامع مسجد رحمۃ للعلمین
ڈیفنس روڈ لاہور

- کتاب الدعوٰی
- کتاب الاقرار
- کتاب الصلح
- کتاب المضاربۃ

مکتبہ رحمانیہ
اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب ——— فتاویٰ عالمگیری جدید اردو

مترجم ——— مولانا سید امیر علی رحمہ اللہ تعالیٰ

تسہیل وعنوانات ——— مولانا ابو عبید اللہ

تصحیح ——— طارق اسمٰعیل صاحب ایم اے اسلامیات

مطبع ——— علی اعجاز پرنٹرز

ناشر ——— مکتبہ رحمانیہ

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔

بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو از راہ کرم مطلع فرما دیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لئے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے۔

(ادارہ)

فہرست

کتاب الدعویٰ

اِس میں چند ابواب ہیں

باب اوّل☆

دعویٰ کی تفسیر شرعی، رکن، شروطِ جواز، حکم، انواع اور مدعی کو مدعا علیہ سے پہچاننے کے بیان میں

دعویٰ کی تفسیر شرعی یہ ہے کہ جھگڑے کی حالت میں کسی شے کو اپنی طرف منسوب کرے اور یہی اُس کا رکن ہے۔ مثلاً یوں بیان کرے کہ یہ مال میرا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ دعویٰ صحیح ہونے کی شرطوں میں سے ایک یہ ہے کہ مدعی اور مدعا علیہ عاقل ہوں پس مجنون اور لڑکے غیر عاقل کا دعویٰ صحیح نہیں ہے۔ حتیٰ کہ جوابدہی لازم نہیں ہے اور گواہوں کی سماعت نہ ہوگی۔ ایک یہ ہے کہ خصم حاضر ہو پس بدون موجودگی خصم کے دعویٰ اور گواہوں کی سماعت نہ ہوگی لیکن اگر حکم قضا کے واسطے حکمی خط کی درخواست کی تو قاضی منظور کرے گا اور دوسرے قاضی کو جو کچھ اس کا دعویٰ اور گواہی سنی ہے خط لکھ کر اس کے ہاتھ میں دے دے گا تاکہ دوسرا قاضی اس کے موافق حکم کرے یہ بدائع میں ہے۔ ایک یہ ہے کہ مدعی سے کوئی چیز معلوم ہو اور اُس سے کوئی حکم مطلوب سے متعلق ہوتا ہے کہ اگر مدعی بہ مجہول ہو یا مطلوب پر کوئی حکم لازم نہ آتا ہو مثلاً یوں دعویٰ کیا کہ میں اس خصم کے کاموں میں سے کسی کام کا وکیل ہوں اور خصم نے انکار کیا تو قاضی ایسے دعویٰ کی سماعت نہ کرے گا کذا فی النہایہ۔ ایک یہ کہ قاضی کی کچہری میں دعویٰ ہو پس سوائے قاضی کی کچہری کے اگر دعویٰ کیا تو صحیح نہیں ہے حتیٰ کہ مدعا علیہ پر جوابدہی واجب نہیں ہے کذا فی الکافی۔ ایک یہ ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر مدعی کو کچھ عذر نہیں ہے اور وہ معذور نہیں ہے تو خود اپنی زبان سے دعویٰ کرے لیکن اگر مدعا علیہ دوسرے کو وکیل خصومت کرنے پر راضی ہو جائے تو جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے پس اگر مدعی نے بلا عذر کسی کو نالش کرنے کے واسطے وکیل کیا اور مدعا علیہ راضی نہیں ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دعویٰ صحیح نہیں ہے پس جوابدہی لازم نہ ہوگی اور گواہوں کی سماعت نہ ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک دعویٰ صحیح ہے اور جوابدہی لازم اور گواہوں کی سماعت ہوگی یہ بدائع میں ہے۔ اگر مدعی اپنے دعویٰ کو تہ دِل سے بیان کرنے سے عاجز ہو تو اپنا دعویٰ تحریر کر کے پیش کرے کہ اُس کی سماعت ہوگی اور اگر مدعی کی زبان قاضی کی زبان سے جدا ہو تو درمیان میں کوئی مترجم مقرر کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک یہ ہے کہ دعویٰ میں تناقض نہ ہو سوائے نسب اور حریت کے دعویٰ کے اور تناقض کی یہ صورت ہے کہ پہلے اُس سے کوئی ایسی بات نہ ہو چکی ہو کہ جو اُس کے دعویٰ کی مناقض ہے مثلاً اپنی ملکیت ذاتی کا اقرار کیا پھر مدعا علیہ سے خریدنے کا اس سے پہلے دعویٰ کیا اور اگر بعد یا مطلقاً خرید کا دعویٰ کیا تو مناقض نہیں ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔ ایک یہ ہے کہ جس چیز کا دعویٰ کرتا ہے وہ ثابت ہو سکتی

ہو حتی کہ اگر کسی نے ایک ایسے شخص پر اپنا بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا کہ جو اُس مدعی سے پیدا ہونے کا احتمال نہیں رکھتا ہے تو اُس کے دعویٰ کی سماعت نہ ہوگی یہ بدائع میں لکھا ہے اور دعویٰ کا حکم یہ ہے کہ خصم پر جوابدہی ہاں یا نہیں کہنا لازم ہوتی ہے پس اگر اُس نے اقرار کیا تو دعویٰ ثابت ہو گیا اور اگر انکار کیا تو قاضی مدعی سے دریافت کرے گا کہ تیرے پاس گواہ ہیں پس اگر اُس نے کہا کہ نہیں ہیں تو اس سے کہے گا کہ تو اس سے قسم لے سکتا ہے اور اگر مدعا علیہ نے ہاں یا نہیں کچھ جواب نہ دیا تو قاضی اُس کو منکر شمار کر کے مدعی کے گواہوں کی سماعت کرے گا اگر اُس نے گواہ پیش کئے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ دعویٰ دو قسم ہے ایک صحیح دوسرا فاسد دعویٰ صحیح وہ ہے جس کے ساتھ اُس کے احکام مثل خصم کا حاضر کرنا اور مطالبۂ جواب اور اُس پر جوابدہی واجب ہونا وغیرہ متعلق ہوں اور فاسد وہ ہے جس کے ساتھ یہ احکام متعلق نہ ہوں یہ کافی میں ہے۔ اگر دعویٰ غیر صحیح ہے اور مدعا علیہ نے دفع دعویٰ کیا تو کیا اُس کی سماعت ہوگی اور بدون تصحیح دعویٰ کے اُس کے دفعیہ کا اثبات ممکن ہے یا نہیں پس اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور کتاب الرجوع عن الشہادات میں مذکور ہے وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دفعیہ کے مدعی سے تصحیح دعویٰ کا مطالبہ کیا جائے گا پھر اُس کے دعویٰ کا اثبات ہوگا اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ مدعی کو مدعا علیہ سے پہچاننے کی یہ صورت ہے کہ جو شخص خصومت کے واسطے اگر ترک کر دے تو مجبور نہ کیا جائے گا وہ مدعی ہے اور مدعا علیہ وہ ہے جو خصومت کے واسطے مجبور کیا جائے اور یہ تعریف عام سب کو شامل ہے اور صحیح ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاصل میں فرمایا کہ مدعا علیہ وہ ہے جو منکر ہو اور یہ صحیح ہے مگر اس کی شناخت اس اعتبار سے اُن لوگوں کو ہو سکتی ہے جو معرفت فقہ میں نہایت ہوشیار ہیں کیونکہ ظاہری انکار سے مدعا علیہ نہ ہوگا بلکہ اعتبار معانی کا ہوتا ہے پس اگر ودیعت رکھنے والے نے مثلاً کہا کہ میں نے ودیعت واپس کر دی تو قسم سے اُسی کا قول لیا جاتا ہے حالانکہ ظاہر میں اُس نے واپس کر دینے کا دعویٰ کیا ہے لیکن حقیقت میں وہ ضمانت اور ڈانڈ دینے سے انکار کرتا ہے ہذا حاصل ما فی البدایہ۔

دوسرا باب ☆

اُن چیزوں کے بیان میں جس میں بیع کے ساتھ دعویٰ صحیح ہے اور جن میں نہیں مسموع ہوتا ہے اور اس میں تین فصلیں ہیں

فصل اوّل ☆

دین اور قرض کے دعویٰ کے بیان میں

اگر مدعی بہ دین ہو تو مذکور ہے کہ مطالبہ کیا جا سکتا ہے کذا فی الکافی اور دعویٰ قرض کا صحیح نہیں ہوتا ہے مگر قدر جنس وصفت کے بیان کر دینے کے بعد صحیح ہوتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ پس اگر کیلی چیز ہو تو دعویٰ اُس وقت صحیح ہوتا ہے کہ جب مدعی اُس کی جنس ذکر کر دے کہ گیہوں ہے یا جو ہے پس اگر ذکر کیا کہ گیہوں ہے تو اُس کے ساتھ اُس کی قسم ذکر کرے کہ سقی ہے یا بری ہے خریفی ہے یا ربیعی ہے اور اُس کی صفت ذکر کرے کہ گندم سفیدہ ہے یا سرخہ ہے اور جید ہیں یا درمیانی ہیں یا ردی ہیں اور پیمانہ سے اُس کی مقدار ذکر کرے کہ اس قدر ری قفیز ہیں اور یہ بھی ذکر کرے کہ فلاں قفیز سے اس قدر قفیز ہیں کیونکہ قفیز ین فی ذاتہا متفاوت ہوتی ہیں

کذا فی الذخیرہ۔

قلت ☆

یہ صورتیں جو قسم اور صورتیں بیان کی گئی ہیں موافق رسم اُس ملک کے ہیں اور ہمارے ملک میں ہمارے ملک کے موافق قسم اور صفت اور مقدار ذکر کرنا چاہئے۔ سبب وجوب کا بھی ذکر کرے کہ کیوں واجب ہوئے یہ محیط میں ہے۔ اگر دس قفیز گیہوں قرض ہونے کا دعویٰ کیا اور یہ ذکر کیا کہ کس سبب سے واجب ہوئے تو سماعت نہ ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اور بیع سلم میں اُس کے صحیح ہونے کی شرطیں بھی ذکر کرے اور اگر دعویٰ میں کہا کہ بسبب سلم صحیح کے واجب ہوئے اور اُس کی شرائط صحت نہ بیان کی تو امام شمس الاسلام اوز جندی اس دعوے کو صحیح کہتے تھے اور دوسرے مشائخ اس کو صحیح نہیں کہتے ہیں اور اگر بیع کے دعوے میں کہا کہ بسب بیع صحیح کے واجب ہوئے تو بلا خلاف صحیح ہے وعلیٰ ہذا۔ ہر ایسے سبب میں جن کی شرائط بہت ہیں دعوے میں عامہ مشائخ کے نزدیک اُن شرائط کا ذکر کرنا ضروری ہے اور جس سبب کی شرطیں کم ہیں اُس میں صرف سبب کہہ دینا کافی ہے۔ یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ اور قرض کے دعوے میں قبضہ کرنا اور مستقرض کا اپنی ضرورت میں صرف کرنا بھی ذکر کرے تا کہ بالاجماع یہ مال اُس پر قرض ہو جائے اور بھی دعوے قرض میں بیان کرے کہ میں نے اپنے ذاتی مال سے اس قدر قرض دیا۔ کذا فی الذخیرہ۔ صدر الاسلام نے فرمایا کہ قرض میں مکان ایفاء اور تعیین مکان عقد بیان کرنا ضروری نہیں ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میرا اِس مدعا علیہ پر اس قدر مال بسبب باہمی حساب کے جو ہمارے درمیان ہے واجب ہے تو یہ صحیح ہے کیونکہ حساب کچھ مال واجب ہونے کا سبب نہیں ہوتا ہے کذا فی الخلاصہ۔ اور اگر دعویٰ وزنی چیز میں ہو تو صحت کے واسطے جنس بیان کرنا مثلاً چاندی ہے یا سونا ہے ضرور ہے۔ پس اگر سونا بیان کیا اور وہ مضروب ہے تو اشرفی جے پوری یا کلدار وغیرہ بیان کرنا چاہیے اور یہ بیان کرے کہ اس قدر اشرفیاں تھیں کذا فی المحیط۔ اور دیناروں کے دعوے میں اور وہی یا وہی نہی بیان کرنا ضرور ہے کذا فی الخلاصہ۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ اس کی صفت کہ جید یا وسط یا ردی ہے بیان کرنا چاہیے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور یہ دعویٰ اگر بسبب بیع کے ہو تو صفت ذکر کرنے کی حاجت نہیں ہے بشرطیکہ شہر میں ایک ہی نقد رائج و معروف ہو مگر اس صورت میں بیان کرنا چاہیے کہ جب وقت بیع سے دعوے کے وقت تک اس قدر زمانہ گزر گیا کہ معلوم نہیں کہ شہر میں کون نقد رائج ہے پس اس طرح بیان کرے کہ خوب شناخت میں آجائے۔ یہ ذخیرہ میں ہے اگر شہر میں نقود مختلف چلتے ہوں اور سب کا رواج یکساں ہو کوئی زیادہ نہ چلتا ہو تو بیع جائز ہے اور مشتری کو اختیار ہے چاہے جس نقد کو ادا کرے لیکن دعویٰ میں کسی نقد کا تعیین ضرور ہے اور اگر سب کا رواج برابر ہے لیکن بعض کا بعض پر زیادہ صرف ہے جیسے ہمارے ملک میں عظر یلی اور عدالی میں تھا تو بدون بیان کے بیع جائز نہیں ہے اور نہ بدون بیان کے دعویٰ صحیح ہے یہ محیط میں ہے اور اگر ایک نقد زیادہ رائج ہوا اور دوسرا اُس سے افضل ہو تو بیع جائز اور نقد رائج ملے گا اور میں نے استروشنی کے ہاتھ کی تحریر دیکھی کہ اگر شہر میں چند نقود کا رواج ہو اور ایک زیادہ رائج ہو تو دعویٰ بدون بیان کے صحیح نہیں۔ یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر دعویٰ بسبب قرض اور تلف کر دینے کے ہو تو ہر حال میں صفت بیان کرنا ضرور ہے یہ نہایہ میں ہے۔ اگر دعویٰ بسبب قرض اور تلف کر دینے کے ہو تو ہر حال میں صفت بیان کرنا ضرور ہے یہ نہایہ میں ہے۔ اگر یوں ذکر کیا کہ اس قدر دینار نیشا پوری منقد اور جید ذکر نہ کیا تو مشائخ نے اختلاف کیا ہے۔ بعضوں نے کہا کہ جید کی ضرورت نہیں ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر جید ذکر کیا اور منقد نہ کہا تو بھی دعویٰ صحیح ہے کذا فی المحیط اور نیشا پوری یا بخاری ذکر کرنے کے بعد احمر ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ سوائے احمر کے وہاں دوسرے نہیں ہوتے ہیں ہاں جید ذکر کرنا ضروری ہے اور یہی عامہ مشائخ کا مذہب ہے

اور فتاویٰ نسفی میں ہے کہ اگر احمر خالص ذکر کیا تو جید بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور بعضے مشائخ کے نزدیک یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ کس بادشاہ کے وقت کا سکہ ہے اور بعضوں کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے۔ صحیح یہ ہے کہ اس میں وسعت ہے اور ذکر کرنے میں زیادہ احتیاط ہے' کذافی الذخیرہ۔ اگر سونا مضروب نہ ہو تو دینار نہ کہے بلکہ مثقال کے وزن سے بیان کرے اور اگر میل نہ ہو تو بیان کر دے اور اگر اس میں میل ہے تو وہ بھی یادہ ہشتی وغیرہ بیان کر دے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر چاندی ہو اور مضروب ہو تو اس کی نوع یعنی جس طرف منسوب ہے اور اس کی صفت کہ جید ہے یا درمیانی یا ردی اور اس کا وزن مثلاً وزنِ سبعہ سے اس قدر درم ہیں بیان کر دے کذافی المحیط اور اگر چاندی مضروب ہو اور اس میں میل غالب ہو پس اگر لوگوں میں وزن سے اس کا معاملہ ہوتا ہے تو اس کی نوع و صفت و وزن ذکر کرے اور اگر شمار سے معمول ہیں تو گنتی ذکر کرے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور اگر چاندی غیر مضروب ہے اور اس میں میل نہیں ہے تو خالص ہونا اور اس کی قسم ذکر کر دے مثلاً نقرۂ فرنگ یا روس یا طمغاجی اور صفت کہ جید ہے یا ردی ذکر کرے اور بعض نے کہا کہ طمعانی ذکر کرنے کے بعد جید و ردی ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور سفید چاندی ذکر کرنا کافی نہیں ہے تاوقتیکہ طمغاجی یا کلیجی ذکر نہ کرے کذافی الوجیز الکردری اور درم سے اس کی مقدار بیان کرے کہ کذافی المحیط اگر گیہوں یا جو کا منوں سے دعویٰ کیا تو فتویٰ کے واسطے مختار یہ ہے کہ مدعی سے دریافت کیا جائے اگر اسے بسبب قرض وتلف کر دینے کے دعویٰ کیا ہے تو دعویٰ کی صحت کا فتویٰ نہ دیا جائے اور اگر بسبب اپنے مالِ معین فروخت کرنے کے یا بسبب سلم کے دعویٰ صحیح ٹھہرا اور گواہ لایا کہ مدعا علیہ نے اس قدر گیہوں یا جو کا اقرار کیا ہے اور اقرار میں صفت کا ذکر نہیں ہے تو گواہی اس باب میں مقبول ہوگی کہ اس سے بیان صفت کے واسطے جبر کیا جائے نہ یہ کہ حق ادا میں جبر کیا جائے گا۔ یہ محیط میں ہے اور کنگنی اور ماش میں عرف معتبر ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے اگر آٹے کا دعویٰ کیا اور تقیر کے ساتھ اس کا وزن بیان کیا تو صحیح نہیں ہے اور جب وزن بیان کر دیا تا کہ دعویٰ درست ہو گیا تو اس کے ساتھ خشک آٹا' شستہ بیان کرنا اور پختہ یا ناپختہ بیان کرنا اور جید یا وسط یا ردی بیان کرنا چاہیے یہ ظہیریہ میں ہے اگر ایک نے دوسرے پر سو عدالی کے غصب کر لینے کا دعویٰ کیا اور عدالی دعوے کے مفقود ہیں تو ان کی قیمت کا دعویٰ کرنا چاہیے اور امام اعظمؒ کے نزدیک دعویٰ وخصومت کے روز کی قیمت لگائی جائے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غصب کے روز کی قیمت اور امام محمدؒ کے نزدیک اُس روز کی قیمت کہ جب وہ مفقود ہوئے ہیں اور ایسی صورت میں درموں کے واجب ہونے کا سبب بیان کرنا ضروری ہے۔ یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر میت پر قرض کا دعویٰ کیا اور کہا کہ اس قرضہ میں سے کچھ ادا نہیں کرنے پایا تھا کہ وہ مر گیا اور ان وارثوں کے ہاتھ میں اس قدر ترکہ چھوڑ گیا ہے کہ یہ قرض ادا ہو جائے اور کچھ بچ رہے اور ورثہ کے اموال معینہ بیان نہ کیے تو فتویٰ یہ ہے کہ دعوے کی سماعت ہوگی لیکن وارث پر ادائے قرض کا حکم جب تک اس کے پاس ترکہ نہ پہنچے نہ کیا جائے گا۔ پس اگر اس نے وصولِ ترکہ سے انکار کیا اور مدعی نے اثبات کرنا چاہا ہے تو جب تک اموالِ معینہ ترک کر کے اس طرح بیان نہ کرے کہ اس سے آگاہی حاصل ہو جائے تب تک اس پر قدرت نہ ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے۔ اگر مدیون نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو اس قدر درم بھیج دیے ہیں یا میرے بلاحکم فلاں شخص نے اس کو قرضہ ادا کر دیا ہے تو دعویٰ صحیح ہے اور قسم لی جائے گی اگر اُس پر ہزار درم قرض کا دعویٰ کیا اور کہا کہ تیرے ہاتھ میں فلاں شخص کے ہاتھ سے پہنچے ہیں اور وہ میرا مال ہے تو اُس کے دعویٰ کی سماعت نہ ہوگی جیسے عین میں غیر مسموع ہے کذافی الخلاصہ اور اگر بسبب کفالت کے مال کا دعویٰ کیا تو بیان سبب ضرور ہے اور اسی مجلس کفالت میں مکفول عنہ کا قبول کر لینا بیان کرے اور اگر بیان کیا کہ مکفول نے اپنی مجلس میں قبول کیا تو صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح اگر عورت نے اپنے شوہر کی وفات کے بعد وارثوں پر مال کا دعویٰ کیا تو بدون بیان سبب کے صحیح نہیں ہے۔

مشائخ نے فرمایا کہ بیع یا اجارہ وغیرہ کے سبب سے مال لازم ہونے کے دعویٰ میں یہ بھی بیان کرے کہ یہ عقد خوشی خاطر سے اُس حال میں کہ اُس کے تصرفات اُس کے نفع ونقصان کی راہ سے نافذ ہوتے تھے واقع ہوا تا کہ دعویٰ وجوب صحیح ہو جائے یہ چیز کردری میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ کی بابت شیخ ابونصر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ☆

اگر اجارہ بسبب اجارہ دینے والے کی موت کے فسخ ہو گیا اور مال کا دعویٰ کیا پس اگر اجرت درم یا عدالی ہیں تو یوں بیان کرنا چاہئے کہ اس قدر درم یا عدالی کہ وقت عقد سے وقت فسخ تک رائج رہیں کذا فی الذخیرہ۔ ایک شخص نے قاضی کے پاس دوسرے پر دس درم کا دعویٰ کیا اور کہا کہ میرے اس پر دس درم ہیں اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ دعویٰ صحیح ہے اور بعضوں نے کہا کہ جب تک ایک بار بھی قاضی سے نہ کہے کہ مجھے اس سے دلائے جائیں تب تک صحیح نہیں ہے اور نوازل میں ہے کہ شیخ ابونصر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ دعویٰ کی سماعت ہوگی یہ خاصہ میں ہے۔ اگر کسی شخص پر دعویٰ کیا کہ اس نے بیع پر قبضہ کرلیا مجھے ثمن دلایا جائے اور بیع کو بیان نہ کیا یا محدود کے حدود بیان نہ کئے تو جائز ہے اور یہی اصح ہے اسی طرح کرایہ مکان کے دعویٰ میں جس کا اجارہ فسخ ہو گیا ہے اس مکان کے حدود بیان کرنا شرط نہیں ہے اور اگر دعویٰ کیا کہ اس شخص نے مجھے فلاں چیز کی کہ جس کا یہ وصف ہے حفاظت کے واسطے اس قدر ماہواری پر مزدور کیا تھا اور میں نے اس قدر مدت اس کی حفاظت کی پس مجھے مزدوری ماہواری چاہئے اور یہ چیز معین اُس مجلس دعویٰ میں موجود نہیں ہے تو بھی دعویٰ صحیح ہونا چاہئے۔ اگر بیع غیر مقبوض کے ثمن کا دعویٰ کیا تو مجلس قضا میں بیع کو حاضر کرنا چاہئے تا کہ قاضی کے سامنے بیع ثابت ہو یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ میرے وصی نے میرے صغرسنی میں تیرے ہاتھ میرا فلاں وفلاں مال اس قدر داموں کو تیرے ہاتھ فروخت کیا اور اُس نے کچھ دام نہیں پائے تھے کہ وہ مر گیا تو وہ دام تو مجھے ادا کردے پس بعض مشائخ نے کہا کہ یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے کیونکہ وصی کے مرنے کے بعد دام وصول کرنے کا حق اُس کے وارث یا وصی کو ہے اور اگر اُس کا کوئی وصی یا وارث نہ ہو تو قاضی اُس کی طرف سے مقرر کرے گا۔ شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو مشائخ یہ فرماتے ہیں کہ وکیل بیع کے انتقال کے بعد ثمن وصول کرنے کا استحقاق موکل کو حاصل ہو جاتا ہے اُس کے موافق یہاں بھی لکھنا چاہئے کہ لڑکے کے بالغ ہونے کے بعد اُس کو دام وصول کرنے کا حق حاصل ہو جاتا ہے پس دعویٰ صحیح ہوگا یہ محیط میں ہے۔

دوسری فصل ☆

دعویٰ عین منقول کے بیان میں

جس مال معین منقول پر مدعی دعویٰ کرتا ہے اگر مجلس قضا میں حاضر ہو تو اُس کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرے کہ یہ میرا ہے اور سر سے اشارہ کرنا کافی نہیں ہے مگر اس صورت میں کہ اس کے اس طرح اشارہ سے وہی چیز معلوم ہو جائے جس پر دعویٰ کرتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر وہ چیز مدعا علیہ کے قبضہ میں ہو تو اُس کے حاضر لانے کے واسطے حکم کیا جائے گا تا کہ دعویٰ میں مثل گواہی وغیرہ کے اُس کی طرف اشارہ کرے کذا فی الکافی۔ شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ بعض منقولات کا قاضی کے سامنے حاضر لانا ممکن نہیں ہے جیسے اناج کی ڈھیری یا بکریوں کا گلہ تو اس میں قاضی کو اختیار ہے اگر اُس سے ممکن ہو تو خود اس مقام پر چلا

جائے ورنہ اگر اُس کو خلیفہ کرنے کی اجازت ہے تو اپنا خلیفہ وہاں بھیج دے یہ محیط میں ہے۔ اگر مدعا علیہ منکر ہوا اور دعویٰ کیا کہ جس چیز میں دعویٰ ہے حاضر کرے تو یوں چاہئے کہ کہے کہ اس مدعا علیہ کو لازم ہے کہ وہ چیز حاضر کرے تاکہ میں حجت میں پیش کروں اور اگر مدعا علیہ منکر نہ ہوا اقرار کرتا ہو تو حاضر کرانا کچھ ضرور نہیں ہے بلکہ مقرلہ اُس سے لے سکتا ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔

ایک شخص کے قبضہ میں ایک مال معین ہے اُس پر دعویٰ کیا اور مجلس قضا میں اُس کو حاضر کرانا چاہا اور مدعا علیہ نے وہ مال اپنے ہاتھ میں ہونے سے انکار کیا پھر مدعی دو گواہ لایا کہ انہوں نے گواہی دی کہ آج سے ایک سال پہلے وہ مال اُس کے پاس تھا تو سماعت ہوگی اور مدعا علیہ پر جبر کیا جائے گا کہ حاضر لائے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

اگر ایسے مال معین پر دعویٰ کیا کہ جو غائب ہے اور اُس کی جگہ معلوم نہیں ہے مثلاً کسی پر ایک کپڑے یا باندی غصب کر لینے کا دعویٰ کیا اور معلوم نہیں کہ وہ موجود ہے یا ضائع ہو گئی پس اگر جنس اور صفت اور قیمت بیان کر دی تو دعویٰ مسموع اور گواہی مقبول ہوگی اور اگر قیمت نہ بیان کی تو تمام کتابوں میں اشارہ کیا کہ دعویٰ مسموع ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر مدعی بہ ضائع ہو تو دعویٰ بدون بیان جنس و سن و صفت و حلیہ و قیمت کے صحیح نہیں ہے کیونکہ بدون ان چیزوں کے بیان کے اُس کا علم نہیں ہو سکتا ہے اور قیمت کا بیان کرنا خصاف رحمۃ اللہ علیہ نے شرط کیا ہے اور بعض قاضیوں کے نزدیک قیمت بیان کرنا شرط نہیں ہے کذا فی المحیط السرخی ادب القاضی میں ہے کہ فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بیان قیمت کے ساتھ مذکر و مؤنث بیان کرنا چاہئے کذا فی الکافی اور چوپائے کے دعویٰ میں رنگ و ہیئت کا ذکر کرنا ضرور نہیں ہے حتیٰ کہ اگر ایک شخص نے ایک گدھا غصب کر لینے کا دعویٰ کیا اور اُس کی ہیئت بیان کر دی اور موافق دعویٰ کے گواہ سنائے پس مدعا علیہ نے ایک گدھا حاضر کیا اور مدعی نے کہا کہ میں نے اسی گدھے کا دعویٰ کیا ہے اور گواہوں نے بھی یہی کہا پھر جو دیکھا گیا تو بعض ہیأت میں ان کے بیان سے اختلاف ہے مثلاً گواہوں نے اُس کو کان پھٹا ہوا بیان کیا تھا اور اُس کا کان ایسا نہ تھا تو مشائخ نے فرمایا کہ یہ امر مدعی کی ڈگری کر دینے کا مانع نہیں ہے اور اس سے اُن کی گواہی میں خلل نہیں آتا ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

امام ظہیر الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے پر ایک ترکی غلام غصب کر لینے کا دعویٰ کیا اور اُس کی صفات بیان کر دیں اور درخواست کی کہ غلام حاضر کرایا جائے پھر جب حاضر ہوا تو بعض صفتوں میں مدعی کے بیان سے اختلاف پایا گیا اور مدعی نے گواہ قائم کر دیے کہ یہ وہی ہے پس جن صفات میں اختلاف پایا گیا اگر ایسے ہیں کہ اُن میں تغیر و تبدل کا احتمال نہیں ہے اور مدعی نے کہا کہ میں نے اسی غلام کا دعویٰ کیا تو دعویٰ مسموع نہ ہوگا اور اگر اُس نے کہا کہ یہ میرا غلام ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو دعویٰ مسموع اور گواہی مقبول ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے ایک شخص نے چند معین چیزوں کا جن کی جنس و نوع و صفت مختلف ہے دعویٰ کیا اور سب کی اکٹھا قیمت بیان کر دی اور ہر ایک کی قیمت کی علیحدہ تفصیل نہ کی تو دعویٰ صحیح ہے اور تفصیل بیان کرنا شرط نہیں ہے اور یہی صحیح ہے یہ خزانۃ المفتین و فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک شخص نے کسی شخص پر ہزار دینار کا اس سبب سے دعویٰ کیا کہ اُس نے میری چند معین چیزیں تلف کر دی ہیں تو ضروری ہے کہ جہاں تلف کر دی ہیں وہاں کی قیمت بیان کرے اور اعیان کو بھی بیان کرے کیونکہ بعض اس میں سے مثلی ہوتی ہیں اور بعض قیمت والی ہوتی ہیں یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک شخص نے رفوگر کے پاس اپنا عمامہ تلمیذ کے ہاتھ روانہ کیا کہ اس کو درست کر دے پھر

رفو گر نے عمامہ وصول پانے سے انکار کیا اور تلمیذ مر چکا ہے یا غائب ہے پھر عمامہ والے نے دعویٰ کیا کہ میرا عمامہ ہے میں نے فلاں تلمیذ کے ہاتھ تیرے پاس بھیجا ہے تو ایسے دعویٰ کی سماعت نہ ہوگی جب تک یہ نہ کہے کہ تو نے اس کو تلف کیا اور قیمت کا دعویٰ کرے اور اگر یوں کہا کہ میں نے تیرے پاس بھیجا ہے تو سماعت ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر انگوروں موجودہ یا بقول کا دعویٰ کیا تو اشارہ کرے اور اوصاف دونوں ونوع بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے اور قرض ہیں اور فصل موجود ہے تو مقدار ونوع وصفت بیان کرے اور جید وردی ہونا بیان کرے اور اگر ایسا ہو کہ جس بازار میں بکتے تھے وہاں سے منقطع ہو چکے ہوں تو حاکم دریافت کرے گا تو کیا چاہتا ہے اگر اُس نے کہا کہ انگور چاہتا ہوں تو سماعت نہ ہوگی اور اگر اُس نے کہا کہ قیمت چاہتا ہوں تو اس کو سبب وجوب بیان کرنے کا حکم کرے گا کیونکہ اگر یہ دام بیع کے ثمن ہیں تو بسبب منقطع ہو جانے کے بیع ٹوٹ گئی اور اگر بسبب سلم یا تلف کر دینے یا قرض کے ہیں تو مطالبہ کر سکتا ہے اگر انگوروں کی فصل تک انتظار نہ کرے ایسا ہی امام ظہیر الدین نے فرمایا یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔

اگر دو قسم کے انگور حلائی و درخمتی درمیانی شیریں سومن کا دعویٰ کیا تو تفصیل بیان کرنا چاہئے کہ حلائی کس قدر اور درخمتی کس قدر تھے کذا فی المحیط اور انار وسیب کے دعویٰ میں وزن اور ترش وشیریں وصغیر یا کبیر بھی ذکر کرے اور گوشت کے دعویٰ میں سبب بیان کرنا ضرور ہے کذا فی الخلاصہ پس اگر یوں بیان کیا کہ میں اس سبب سے دعویٰ کرتا ہوں کہ اس نے بیع کا ثمن قرار دیا تھا تو دعویٰ صحیح ہے اگر اس کا وصف اور موضع بیان کر دے یہ وجیز کردری میں ہے۔

اگر کسی پر سومن کوک (قسم روٹی) کا دعویٰ کیا تو صحیح نہیں ہے مگر جب کہ سبب بیان کر دے کیونکہ روٹی کے سلم میں اور قرض لینے میں اختلاف ہے اور قسم روٹی تلف کر دینے کی صورت میں قیمت واجب ہوگی اور اگر سبب نہ بیان کیا کہ بیع کا ثمن ہے تو دعویٰ صحیح ہے لیکن بیان کرنا چاہئے کہ کیسے آٹے کی بنی ہوئی ہیں اور سپیدی مائل یا مزعفر ہیں اور اُس پر تل لگے ہوئے ہیں یا نہیں یہ ظہیریہ میں ہے۔ برف کا دعویٰ جب وہ منقطع ہو چکا ہو تو صحیح نہیں ہے کیونکہ اُس کے مثل دیا نہیں جا سکتا ہے تو اُس کو چاہئے خصومت کے روز کی قیمت لگا کر دعویٰ کرے کہ میری اس قدر قیمت چاہئے ہے یہ وجیز کردری میں ہے اور تیل وغیرہ ایسی چیزوں کے دعویٰ میں اگر بیع کا سبب ہو تو اشارہ کے واسطے حاضر لانا ضرور ہے اور اگر بسبب قرض یا تلف کر دینے یا ثمن قرار دینے کے ہو تو موجود کرنے کی ضرورت نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔

اگر کسی شخص پر دیباج کا دعویٰ کیا پس اگر وہ مال عینیہ ہے تو اس کا حاضر کرانا اور اُس کی طرف اشارہ کرنا شرط ہے اور وزن وتمام اوصاف بیان کرنے چاہئے ہیں اور اگر سبب سلم کے دین ہو تو اس صورت میں وزن ذکر کرنے کی شرط ہونے میں مشائخ کا اختلاف ہے عامہ مشائخ کے نزدیک شرط ہے اور یہی صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص کے ذمہ ایک خرگاہ بسبب مہر کے واجب ہونے کا دعویٰ پیش ہوا تو مشائخ نے صحیح ہونے کا فتویٰ دیا کیونکہ اس میں زیادہ جہالت نہیں ہے اور باب مہر میں جہالت اُس کی مانع نہیں ہوتی ہے کہ اُس کے ذمہ واجب ہو یہ محیط میں ہے۔

بعض مشائخ نے ذکر کیا کہ کسی نے زندنیجی کا دعویٰ کیا اور اس کا طول خوارزم کے گزوں سے کسی قدر بیان کیا پھر جب وہ پائی گئی تو زائد یا کم نکلی اور گواہی موافق دعویٰ کے دے چکے ہیں تو دعویٰ و گواہی دونوں باطل ہیں جیسا کہ چوپایہ کے دانتوں کے اختلاف میں ہوتا ہے۔ ایک شخص نے کسی قدر لوہے پر دعویٰ کیا اور اُس کا وزن دس من بیان کیا پھر وہ بیس من یا آٹھ من نکلا تو دعویٰ و

گواہی مقبول ہوگی کیونکہ جس چیز کی طرف اشارہ کیا اُس کا وزن بیان کرنا لغو ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ روئی کے دعویٰ میں یہ بیان کرنا کہ کہاں کی ہے تر قابلی ہے یا بیہقی یا جاجر ہے ضرور ہے کذا فی خزانۃ المفتین اور فتویٰ اس پر ہے کہ اتنے من اس قدر روئی سے گالا نکلتا ہے بیان کرنا شرط نہیں ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔

قمیص کے دعویٰ میں جب نوع وجنس وصفت و قیمت بیان کی تو اُس کے ساتھ مردانہ یا زنانہ چھوٹے یا بڑے بیان کرنا چاہئے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ کپڑا چاک کر ڈالنے یا چوپایہ کے زخمی کرنے کے دعویٰ میں چوپایہ یا کپڑے کا حاضر کرنا شرط نہیں ہے کیونکہ مدعی بہ حقیقت میں وہ جزو ہے جوفوت ہو گیا کذا فی الخلاصہ۔

اگر گوہر کا دعویٰ کیا تو اُس کا وزن بیان کرنا چاہئے اگر غائب ہو اور مدعا علیہ اپنے پاس ہونے سے انکار کرتا ہو یہ سراجیہ میں ہے۔ موتی کے دعویٰ میں اُس کا دور و چمک و وزن بیان کرے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر چند سوئیوں یا مسلوں (سوجون) کا دعویٰ کیا تو اس کا سبب بیان کرے کیونکہ اس کا حاضر کرنا لازم ہے اگر عین ہو اور اگر دین ہو بسبب سلم یا ثمن بیع کے تو جہالت رفع کرنے کے واسطے نوع وصفت بیان کرنا ضروری ہے اور تلف کر دینے سے ان کا مثل واجب نہیں ہوتا ہے کیونکہ یہ قیمت والی شمار ہیں نہ مثلی اور قرض کے سبب سے وجوب نہیں ہوتا ہے کیونکہ ان کا قرض جائز نہیں ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ اگر کسی قدر حنا کا دعویٰ کیا تو جید و وسط وردی بیان کرے اور ذکر کرے کہ برگ حنا سودہ یا کوفتہ کیسی تھی اور اگر کسی قدر توتیا کا دعویٰ کیا تو کوفتہ و نا کوفتہ ذکر کرے و بدون اس کے دعویٰ صحیح نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

ودیعت کے دعویٰ کی بابت فتاویٰ رشید الدین میں مذکورہ مسئلہ☆

ایک طاحونہ کا دعویٰ کیا اور حدود طاحونہ اور ادوات کو بیان کر دیا لیکن اُس نے ادوات کو مسمی نہ کیا اور نہ ان کی کیفیت بیان کی تو بعض نے کہا دعویٰ صحیح نہیں ہے اور یہی اصح ہے یہ محیط میں ہے۔ فتاویٰ رشید الدین میں ہے ودیعت کے دعویٰ میں یوں کہنا چاہئے کہ میری اس شخص کے پاس اس قدر ودیعت اس قیمت کی ہے پس میں اُس کے پیش کرنے کا خواستگار ہوں تاکہ میں اس امر کے گواہ سناؤں کہ یہ میری ملک ہے بشرطیکہ وہ منکر ہو اور اگر مقر ہو تو تخلیہ کرے کہ میرے قبضہ میں آئے اور یہ نہ کہے کہ رد کرنے کا حکم ہو یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ودیعت کے دعویٰ میں موضع ابداع کو کہ کس شہر میں واقع ہوا بیان کرے خواہ ودیعت ایسی چیز ہو کہ اُس کی بار برداری اور صرف ہے یا ایسی نہ ہو اور دعویٰ غصب میں اگر مغصوب ایسی چیز نہ ہو جس کی بار برداری ہے تو موضع غصب کا بیان کرنا ضروری نہیں ہے یہ خلاصہ میں ہے اگر گیہوں غصب کرنے کا دعویٰ کیا اور شرائط بیان کر دیے تو غصب کی جگہ بیان کرنا ضروری ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ غیر مثلی کے غصب و استہلاک میں غصب کے روز کی قیمت بیان کرنا چاہئے یہی ظاہر الروایت ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ دعویٰ تخارج میں بیان انواع ترکہ وتحدید[1] زمین و بیان متاع وحیوانات و اس کی قیمت ضرور ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ اُس کے حصہ سے زیادہ پر صلح نہیں واقع ہوئی کیونکہ اگر ترکہ کو بعض وارثوں نے تلف کر دیا پھر غیر متلف کے ساتھ اُس کے حصہ کی قیمت سے زیادہ پر صلح کی تو صاحبین کے نزدیک نہیں جائز ہے چنانچہ بعد غصب و اتلاف کے قیمت سے زیادہ پر صلح کرنے کے مسئلہ میں ایسا ہی ہے یہ وجیز کردری میں ہے اگر کسی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ فلاں مشترک مال میرے اور اس کے درمیان تھا اُس نے فروخت کیا اور جب مجھے بیع کی خبر پہنچی تو میں نے اجازت دے دی پس اُس پر آدھے ثمن کا مجھے سپرد کرنا واجب ہے تو یہ دعویٰ نہیں ہے جب تک

[1] تحدید حدود زمین وعقار کے بیان کرنا ۱۲

کہ دعویٰ میں یہ ذکر نہ کرے کہ یہ مال وقت اجازت کے مشتری کے ہاتھ میں قائم تھا اور ضرور ہے کہ وقت اجازت کے ثمن کا رائج ہونا بھی بیان کرے اور یہ بھی بیان کرے کہ بائع نے مشتری سے ثمن وصول کر لیا اور قاضی مدعی سے دریافت کرے گا کہ یہ مال معین تم دونوں میں ملکی شراکت کے طور پر تھا یا عقدی شرکت تھی پس اگر اُس نے کہا کہ ملکی شرکت تھی تو ان شرطوں کا بیان کرنا ضروری ہے اور اگر کہا کہ عقدی شرکت تھی تو وقت اجازت کے یہ عین مشتری کے پاس قائم ہونے کی شرط بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن ثمن پر قبضہ کرنے کا بیان شرط ہے تا کہ نصف ثمن کا مطالبہ درست ہو یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

مال شرکت کی تجہیل سے مر جانے کے دعویٰ میں یہ بیان کرنا چاہئے کہ مال شرکت کی تجہیل کے ساتھ مرا ہے یا جو چیز مال شرکت سے خریدی گئی تھی اُس کی تجہیل کے ساتھ مرا ہے کیونکہ مال شرکت کی ضمانت مثلی ہے اور جو چیز اس سے خریدی گئی اس کی قیمت کے ساتھ ضمان ہوتی ہے اور مطالبہ کا ذکر رد و تسلیم کے ساتھ واجب نہیں ہے کیونکہ مودع پر تخلیہ واجب ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

دعویٰ بضاعت و دیعت میں بسبب تجہیل وغیرہ کے مرنے کے بیان کرنا چاہئے کہ موت کے روز اُس کی کیا قیمت تھی ایسا ہی مال مضاربت کے دعویٰ میں اگر مضارب تجہیل کے ساتھ مر گیا تو بیان کرنا چاہئے کہ اُس کے مرنے کے روز مال مضاربت نقد تھا یا عروض یہ فصول عمادیہ میں ہے اگر دوسرے شخص پر دعویٰ کیا کہ اس نے اس قدر قفیز گیہوں مجھ سے امانت لے کر قبضہ میں کیے اُس پر اُس کا واپس کر دینا واجب ہے اگر قائم ہیں تو اس کی قیمت اور اگر تلف ہو گئے ہیں یا تلف کر دیے ہیں تو اس کے مثل واپس کرے پس یوں دعویٰ میں کہنا چاہئے کہ اگر قائم ہیں تو اس پر تخلیہ یعنی قبضہ دلا دینا واجب ہے اور اگر تلف ہو گئے ہیں تو بیان کرنا چاہئے کہ بعد انکار کے تلف ہوئے ہیں اور اگر تلف کر دیے ہیں تو بیان کرنا چاہئے کہ اس کی طرف سے تلف ہوئے ہیں یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھ سے اس قدر دریاں جس کا یہ طول یہ عرض یہ قیمت تھی چکانے کے طور پر لے کر قبضہ میں کر لی ہیں پس اس پر واجب ہے کہ اُن کو واپس دے اگر بعینہ قائم ہیں اور اگر تلف ہو گئی ہیں تو اُن کی قیمت ادا کرے تو یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے جب تک یوں نہ کہے کہ چکانے کے طور پر لے کر قبضہ میں کر لی تھیں تا کہ اگر پسند آئیں تو اس قدر داموں کو خرید لے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

راہن نے اگر مرہون واپس سپرد کر دینے کا مرتہن پر دعویٰ کیا پس جاننا چاہئے کہ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ مرہون راہن کو واپس دینے میں جو خرچ ہو وہ راہن کے ذمہ ہے اور اس بناء پر دعویٰ صحیح نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ وہ خرچ مرتہن پر ہوتا ہے اور اس قول کے موافق اگر مرتہن پر واپس تسلیم کرنے کا دعویٰ کیا تو مثل مستعیر کے صحیح ہے کذا فی المختار فی شرح الجامع کذا فی خزانۃ المفتین۔ ایک شخص نے کوئی مال معین فروخت کیا اور بائع غلام ہے اور اس کا مولیٰ حاضر ہے پھر مولیٰ نے اُس مال کا جس کو غلام نے فروخت کیا ہے اپنے واسطے دعویٰ کیا پس اگر غلام ماذون ہے تو دعویٰ صحیح نہیں ہے اور اگر مجور ہے تو صحیح ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ مجھ پر بیع کے واسطے زبردستی کی گئی اور چاہا کہ واپس کر لوں تو صحیح نہیں ہے جب تک یہ نہ کہے کہ میں نے بیچا و سپرد کیا اور دونوں حالتوں میں مجھ پر زبردستی کی گئی تھی اور اگر دام پر قبضہ کیا ہو تو ذکر کرنا چاہئے کہ میں نے ثمن پر بھی مجبوری سے قبضہ کیا اور سب پر برہان پیش کرے اور اگر اُس شخص نے جس پر زبردستی کی گئی یہ دعویٰ کیا کہ یہ چیز میری ملک ہے اور مشتری کے قبضہ میں ناحق ہے تو دعویٰ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی بیع کے ساتھ اگر قبضہ متصل ہو تو ملک ثابت ہوتی ہے اور علیٰ ہذا اگر بیع فاسد کہ جس میں قبضہ ہو گیا ہے یوں دعویٰ کیا کہ یہ بیع میری ملک ہے اور مشتری کے قبضہ میں ناحق ہے تو صحیح نہیں یہ وجیز کردری میں ہے۔

فتاویٰ رشید الدین میں ہے کہ اگر بائع نے اپنے اوپر بیع زبردستی ہونے کا دعویٰ کیا تو زبردستی کرنے والے کے تعین کی ضرورت نہیں ہے چنانچہ اگر بسبب سعایت کے کسی مال کا دعویٰ کیا تو جن سپاہیوں نے لیا ہے اُن کے تعین کی ضرورت نہیں ہے اور یہی

اصح ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

منتقی میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر یہ دعویٰ کیا کہ اس نے فلاں شخص کو حکم کیا اُس نے مجھ سے اس قدر لے لیا ہے بس اگر حکم کرنے والا بادشاہ وقت ہو تو دعویٰ صحیح ہے اور اگر سوائے بادشاہ کے کوئی شخص ہو تو اُس پر کچھ نہیں ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر مامور پر ضمان کا دعویٰ کیا پس اگر حکم کنندہ سلطان ہو تو مامور پر دعویٰ صحیح نہیں ہے اور اگر سلطان نہیں ہے تو مامور پر دعویٰ صحیح ہے اور مجرد حکم امام کا اکراہ ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور سعایت کے دعویٰ میں قابض مال کا نام ونسب ذکر کرنے کی حاجت نہیں ہے لیکن سعایت کو بیان کرے۔ اگر یوں کہا کہ فلاں شخص نے مجھے دبوچ لیا تا کہ ظالموں نے میرا نقصان کر دیا تو فقط اس کہنے سے دعویٰ صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح اگر یوں کہا کہ فلاں شخص نے ناحق میرا خسارا کرادیا تو بھی صحیح نہیں ہے یہ خلاصہ میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے پر یہ دعویٰ کیا کہ اس نے میرا اس قدر نقصان کرایا بسبب اس کے کہ بادشاہی آدمیوں کو لے کر ناحق مجھ پر سعایت کی اور گواہوں نے گواہی دی کہ اس شخص نے بادشاہی آدمیوں کو لے کر ناحق اس مدعی پر سعایت کی اور بادشاہی آدمیوں نے ناحق اس مدعی سے بسبب اس مدعا علیہ کے سعایت کی اس قدر مال موصوف نے لے لیا ایسا دعویٰ اور گواہی دونوں صحیح ہیں اگرچہ قابض مال کو معین کر کے ذکر نہ کیا اور سعایت کی تفسیر ضرور چاہئے تا کہ دیکھا جائے کہ آیا اُس پر مال واجب ہوتا ہے یا نہیں پس اگر ایک شخص بادشاہی آدمیوں کے پاس آیا اور کہا کہ میرا اس پر واجبی حق چاہئے ہے انہوں نے اس کو ادا کر دینے کے واسطے پکڑا اور اپنا حق لے لیا تو ایسی سعایت موجب ضمان نہیں ہے کیونکہ یہ حق پر ہے اسی طرح اگر سعایت کی اور کہا کہ وہ میری بیوی کے پاس آتا ہے پس سلطان نے اُس کو پکڑا اور اس سبب سے مال اُس سے لے لیا تو یہ موجب ضمان نہیں ہے اور جس سعایت سے ضمان واجب ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ایسی بات دروغ بیان کر دے جو مال لیے جانے کا باعث ہو جائے مثلاً بادشاہ کے پاس آیا اور کہا کہ فلاں شخص نے مال پایا ہے اور حقیقت اس کو مال ملا ہے مگر بادشاہ اُس سے ظاہر میں اس کہنے سے مال لے گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر دعویٰ کیا کہ اُس نے مجھ سے رشوت لی ہے تو بھی بدون تفصیل کے صحیح نہیں ہے پس اگر علی وجہ تفصیل کی تو سماعت ہو گی ورنہ نہیں کذا فی الخلاصہ۔

تیسری فصل ☆

عقار[1] کے دعویٰ کے بیان میں

اگر مدعی بہ عقار ہو تو اس کی چاروں حدیں ذکر کرے اور اُن کے مالکوں کے نام بیان کرے اور اُن کے باپ دادا تک بیان کرے کذا فی الاختیار شرح المختار اور دادا کا ذکر کرنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ضروری ہے اور یہی صحیح ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ وہ شخص مشہور نہ ہو اور اگر معروف ہو تو بالاجماع باپ و دادا کے ذکر کی ضرورت نہیں ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ حاکم امام ابونصر احمد بن محمد سمرقندی نے اپنی شروط میں بیان کیا ہے کہ اگر دعویٰ عقار میں واقع ہو تو اُس شہر کا جس میں گھر ہے پھر محلّہ پھر کوچہ کا ذکر کرنا ضروری ہے پس پہلے شہر کا پھر محلّہ کا پھر کوچہ کا اسی طرح عام سے خاص کی طرف اُترتا چلا جائے جیسا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے اور ابوزید بغدادی نے بیان کیا کہ خاص سے عام کی طرف چلے کہ یہ گھر فلاں کوچہ فلاں محلّہ فلاں شہر میں واقع ہے اور قول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا احسن ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے اور یہ ذکر کرے کہ وہ مدعا علیہ کے قبضہ میں ہے اور عقار میں مدعی و مدعا علیہ کے تصادق سے قبضہ ثابت نہیں ہوتا ہے بلکہ گواہی سے یا قاضی کے علم سے موافق مذہب صحیح کے قبضہ کا ثبوت

[1] عقار مانند زمین و مکان کے جو غیر منقولہ ہو لیکن درخت تابع زمین ہے ۱۲

ہوتا ہے یہ کافی میں ہے اور بیان کرے کہ میں مدعا علیہ سے اس کا مطالبہ کرتا ہوں کیونکہ اُس کا حق مطالبہ ہے پس مطالبہ کرنا ضروری ہے اور ایک احتمال بھی تھا کہ شاید مرہون ہوں یا ثمن کے عوض اُس کے پاس محبوس ہو وہ مطالبہ کہنے سے دفع ہو گیا ہے اور اس سے مشائخ نے کہا کہ منقولات میں یہ کہنا واجب ہے کہ اس کے قبضہ میں بلاحق ہے کذا فی الہدایہ۔

ایک گھر کا دعویٰ کیا اور اُسکی ایک حد پر زید کا گھر بیان کیا پھر دوبارہ دعویٰ کیا اور اس حد پر عمرو کا گھر بیان کیا ☆

ایک جماعت نے اہل شروط سے بیان کیا کہ حدود میں لزیق دار فلاں بیان کرنا چاہئے صرف دار فلاں نہ کہے اور ہمارے نزدیک دونوں لفظ یکساں ہیں جو کہے بہترین کذا فی المحیط اگر تین حدود بیان کر دیں اور چوتھی بیان کرنے سے خاموش رہا تو مضر نہیں ہے اور اگر خاموش نہ ہوا بلکہ چوتھی بیان کرنے میں خطا کی تو دعویٰ صحیح نہیں ہے حتیٰ کہ اگر مدعا علیہ نے بیان کیا کہ یہ محدود میرے قبضہ میں نہیں ہے یا اس محدود کا تسلیم کرنا مجھ پر واجب نہیں ہے تو یہ خصومت اس پر نہ چلے گی اور اگر یہ کہا کہ یہ محدود میرے قبضہ میں ہے مگر تو نے اس کی حدود میں خطا کی تو اس کے کہنے پر التفات نہ کیا جائے گا لیکن اگر دونوں خطا ہونے پر متفق ہوں تو دوبارہ نالش پیش ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک گھر کا دعویٰ کیا اور اُس کی ایک حد پر زید کا گھر بیان کیا پھر دوبارہ دعویٰ کیا اور اس حد پر عمرو کا گھر بیان کیا تو مقبول نہیں ہے اگرچہ مدعا علیہ اُس کی تصدیق کرے کہ اُس نے غلط کیا یا نہیں۔ ایک شخص نے دوسرے پر ایک باغ انگور کا دعویٰ کیا اور اُس کی حدود بیان کر دیں اور اُس کی بعض حد چہارم عمرو بن احمد ابن یوسف کے تاک انگور سے ملی ہوئی ہے اور انہوں نے عمرو بن احمد ابن عمرو کے تاک سے پیوستہ لکھی ہے اور یہی دعویٰ کیا اور گواہوں نے بھی یہی گواہی دی اور قاضی نے حکم کیا تو یہ حکم اُس مدعا علیہ کے قبضہ کے تاک انگور کے حق میں صحیح نہیں ہے چونکہ بعض حدود کو غلط بیان کیا ہے اور مدعی کو اُس میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے کذا فی خزانۃ المفتین۔

قال المترجم ☆

بلکہ اظہر لی واللہ اعلم بمراد عبادہ اور اگر حد چہارم میں بیان کیا کہ زقہ یا زقاق سے متصل ہے اور اسی طرف مدخل یا دروازہ ہے تو یہ کافی نہیں ہے کیونکہ زقہ سبب ہوتے ہیں ان کو کسی طرف منسوب کرنا چاہئے تاکہ معلوم ہو اور اگر کسی طرف منسوب نہ ہو تو محلّہ یا قریہ یا ناحیہ کا زقہ بیان کرے کہ اس سے ایک طرح کی پہچان ہو سکتی ہے یہ فصول عمادیہ و ذخیرہ میں ہے۔ اگر دو حدیں ذکر کیں تو ظاہر الروایت کے موافق کافی نہیں ہے اور یہ ہمارے اصحاب کے نزدیک ہے اور اگر تین حدیں ذکر کیں تو کافی ہے اور اس صورت میں حد چہارم کے حکم کرنے کی صورت میں خصاف رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ بمقابلہ حد ثالث کے لے کر ابتدائے حد اوّل تک ختم کر دی جائے گی کذا فی المحیط۔

اگر حد چہارم دو شخصوں کی ملکیت سے متصل ہو اور ہر ایک کی زمین علیحدہ ہو یا کسی کی زمین اور مسجد سے ملحق ہو اور مدعی نے بیان کر دیا کہ حد چہارم فلاں شخص کی زمین سے پیوستہ ہے اور دوسرے شخص یا مسجد کو بیان نہ کیا تو صحیح ہے اور بعض نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں دعویٰ صحیح نہ ہونا چاہئے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر کسی محدود کا دعویٰ کیا اور اُس کی ایک حد یا تمام حدیں مدعی کی ملک سے ملحق ہیں تو حد فاصل بیان کرنے کے حق میں بعض مشائخ نے کہا کہ ضرورت نہیں ہے اور اگر مدعا علیہ کی ملک سے متصل ہو تو فاصل ذکر کرنے کی ضرورت ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ اگر مدعی بہ زمین ہو تو یہی حکم ہے اور اگر بیت یا منزل یا دار ہو تو فاصل ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور دیوار فاصل ہوتی ہے یہ محیط میں ہے اور درخت نہیں فاصل ہوتا ہے اور مسناۃ یعنی بند آب فاصل ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے اور شجر اگر تمام مدعی بہ کو محیط ہو تو فاصل ہو سکتا ہے یہ خلاصہ میں ہے اور راستہ حد ہو سکتا ہے اور اصح یہ ہے کہ

اُس کے طول وعرض بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور نہر حد نہیں ہوسکتی ہے اور اصح یہ ہے کہ نہر مثل خندق کے حد ہوسکتی ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اصح یہ ہے کہ نہر کے طول وعرض بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے یہ خزانۃ الفتاویٰ میں ہے

اگر عام راستہ حد قرار دیا گیا تو طریق قریہ یا طریق شہر بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے کذا فی المحیط۔ ظاہر مذہب یہ ہے کہ چار دیواری حد ہوسکتی ہے فصول عمادیہ میں ہے اور یہی اصح ہے یہ خزانۃ الفتاویٰ میں ہے اور مقبرہ اگر ٹیکرا ہو تو حد ہوسکتا ہے ورنہ نہیں یہ وجیز کردری میں ہے اگر دس گھر زمین کا دعویٰ کیا اور نو کے حدود بیان کیے ایک کے بیان نہ کئے پس اگر یہ زمین ان سب کی زمینوں کے درمیان میں ہو تو حد میں آ گئی پس حجت سے ثابت ہونے کے وقت سب کا حکم دیا جاسکتا ہے اور اگر اس ایک کی زمین ایک کنارے ہو تو بدون حدود ذکر کرنے کے معلوم نہیں ہوسکتی ہے پس ڈگری نہ ہوگی یہ خزانۃ المفتین و ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر کہا کہ زمین وقف سے پیوستہ ہے تو مصرف بیان کرنا ضروری ہے اور اگر زمین مملکت سے پیوستہ بیان کی تو امیر مملکت کا نام و نسب بیان کرنا چاہئے اگر دو امیر ہوں کذا فی الخلاصۃ اور اگر حد میں یہ بیان کیا کہ فلاں کے وارثوں کی زمین سے پیوستہ ہے تو یہ کافی نہیں ہے یہ محیط میں ہے اور اگر لکھا کہ فلاں کے وارثوں کی ملک سے ملحق ہے تو کافی نہیں ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔

میں نے ایسے شخص کی تحریر دیکھی جس پر مجھے اعتماد ہے کہ اگر یوں لکھا کہ فلاں شخص کے ترکہ کے گھر سے پیوستہ ہے تو صحیح ہے اور یہ نہایت عمدہ ہے اور اگر حدیں بیان کیں کہ زمین میاں دیہی سے پیوستہ ہے تو کافی نہیں ہے اور اگر اُس کی کوئی حد میں ایسی زمینیں بیان کر دیں جن کے مالک کا پتہ نہیں ملتا ہے تو کافی نہیں ہے تاوقتیکہ یہ نہ ذکر کرے کہ کس کے قبضہ میں ہیں اور اگر کسی حد میں بیان کیا کہ اراضی مملکت سے پیوستہ ہے تو صحیح ہے اگرچہ یہ بیان نہ کرے کہ کس کے قبضہ میں ہیں لیکن فاصل بیان کرنا ضروری ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے اور مستثنیات مثل طریق و مقبرہ و حوض کے حدود بیان کرنے کی شرط ہونے کے باب میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے شرط کیا ہے اور بعضوں نے نہیں اور مستثنیٰ کی تحدید اس طرح ضرور ہے کہ امتیاز حاصل ہو جائے اور جس طرح ہمارے زمانہ میں لکھتے ہیں کہ حدود اربعہ مستثنیٰ اُس زمین سے پیوستہ ہیں جو اس دعویٰ میں داخل ہے یا اس بیع میں آئی ہے یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے امتیاز حاصل نہیں ہوتا ہے پس اس طرح ذکر کرے کہ امتیاز حاصل ہو یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور امام ظہیر الدین مرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ اگر مقبرہ کوئی ٹیکرا ہو تو اُس کے حدود بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے ورنہ ضرورت ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے امام سغی نے بیان کیا کہ امام سرخسی خاصۃً گاؤں کے خریدنے میں مسجدوں اور مقبروں و عام راستوں و حوضوں وغیرہ کے حدود و مقدار طولی وعرضی بیان کرنے کی شرط کرتے تھے اور جن محضروں اور سجلات و دستاویزوں میں ان چیزوں کی استثناء بدون بیان حدود کے مذکور ہوتی تھی ان کو رد کر دیتے تھے اور امام سید ابو شجاع نہیں شرط کرتے تھے امام نسفی نے فرمایا کہ ہم بھی مسلمانوں پر آسانی کرنے کے واسطے ایسا ہی فتویٰ دیتے ہیں یہ خلاصہ میں ہے اور جو ہمارے زمانہ میں تحریر کرتے ہیں کہ دونوں عقد کرنے والے اس تمام بیع کو پہچانتے و جانتے ہیں جس پر عقد واقع ہوا ہے پس اس کو بعض مشائخ نے رد کر دیا ہے اور یہی مختار ہے کیونکہ گواہی کے وقت اس قاضی کو بیع معلوم نہیں ہوسکتی ہے پس تعین کرنا ضروری ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک دار مقبوضہ غیر پر دعویٰ کیا قاضی نے دریافت کیا کہ تو اس کے حدود پہچانتا ہے اُس نے کہا کہ نہیں پھر اُس نے دعویٰ کیا اور حدود بیان کر دیں تو سماعت نہ ہوگی اور اگر کہا کہ میں اہل حدود کے نام سے واقف نہیں ہوں پھر دوبارہ دعویٰ میں بیان کئے تو سماعت ہوگی اور توفیق کی حاجت نہیں ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر اُس نے کہا کہ میں حدود نہیں جانتا ہوں پھر دوبارہ دعویٰ کر کے بیان کر دیں اور کہا کہ میری مراد یہ تھی کہ مجھے اہل حدود کے نام نہیں معلوم ہیں تو یہ توفیق مقبول ہو کر دعویٰ کی سماعت ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایک شخص نے ایک محدود کا دعویٰ کیا اور حدود بیان کر دیں اور یہ بھی بیان کیا کہ اُس میں درخت ہیں پھر معلوم ہوا کہ اُس کے حدود تو یہی ہیں جو اُس نے بیان کئے ہیں لیکن اُس میں درخت نہیں ہیں تو دعویٰ باطل نہ ہوگا اسی طرح اگر بجائے درختوں کے احاطہ ذکر کئے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مدعی نے بیان کیا کہ اُس میں کوئی درخت نہیں ہے نہ کوئی احاطہ پھلواری ہے پھر معلوم ہوا کہ اُس میں بڑے بڑے درخت ہیں کہ جن کا پیدا ہو جانا بعد دعویٰ کے متصور نہیں ہو سکتا ہے تو دعویٰ باطل ہوگا اگر چہ حدود اُس کے موافق دعوے کے ہوں اگر کسی زمین کا دعویٰ کیا اور حدود بیان کر دیں اور کہا کہ دس جریب ہے اور اس سے زیادہ نکلی تو دعویٰ باطل نہ ہوگا یا کہا کہ اُس میں دس من دانہ بویا جاتا ہے اور وہ اس سے زیادہ یا کم ہے مگر حدود بیان کر دیں وہ موافق دعویٰ کے ہیں تو دعویٰ باطل نہ ہوگا کیونکہ اس اختلاف میں احتمال توفیق ہے اور محتاج الیہ نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر کسی محدود کا دعویٰ کیا کہ فلاں موضع میں ہے اور حدود بیان کر دیں اور محدود کا نام نہ لیا کہ انگور کا باغ ہے یا زمین ہے یا دار ہے اور گواہوں نے بھی ایسی ہی گواہی دی تو شمس الائمہ سرخسی کا فتویٰ منقول ہے کہ دعویٰ و گواہی صحیح نہیں ہے اور شمس الاسلام اور خبندی کا فتویٰ منقول ہے کہ مدعی نے اگر شہر و محلہ و موضع و حدود بیان کر دیں تو دعویٰ صحیح ہے اور محدود کا بیان چھوڑ دینے سے مدعا میں جہالت نہیں آتی اور امام ظہیر الدین مرغینانی جواب فتویٰ میں تحریر کرتے تھے کہ اگر کسی قاضی نے ایسا دعویٰ سنا تو جائز ہے اور بعض نے کہا کہ شہر و گاؤں محلہ کا ذکر کرنا لازم نہیں ہے اور رشید الدین نے بیان کیا کہ یہ بیان کرنا ضرور ہے کہ کس جگہ ہے تا کہ جہالت مرتفع ہو اور یہی ذکر کیا کہ اگر کسی زمین کا قبالہ لکھا تو ضرور لکھنا چاہئے کہ یہ کس گاؤں میں ہے اور کس جگہ ہے کیونکہ حدود اگر چہ اُس نے بیان کر دیں مگر موضع بیان نہ کرنے سے جہالت باقی رہے گی اور میں کہتا ہوں کہ اہل شروط کے باہمی اختلافات کو عام سے خاص کی طرف بیان کرتے ہوئے آنا چاہئے یا خاص سے عام کی طرف[1] یہ اجماع ہے کہ بیان کرنا شرط ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر کسی شخص کے گھر میں اپنے پانی بہنے کے راستہ کا دعویٰ کیا تو ضرور بیان کرنا چاہئے کہ مینہ کے پانی بہنے کی نالی ہے یا دھوون اُس نالی سے بہتا ہے کذا فی خزانۃ المفتین اور یہ بھی بیان کر دے کہ مقدم بیت میں یہ نالی ہے یا مؤخر میں کذا فی المحیط کسی نے دوسرے کی زمین سے اپنے پانی کا برہا جاری ہونے کا دعویٰ کیا یا کسی کے گھر سے اپنا راستہ ہونے کا دعویٰ کیا تو بعض روایات میں مذکور ہے کہ بدون جگہ و طول و عرض بیان کرنے کے دعویٰ کی ساعت نہ ہوگی اور اصل میں مذکور ہے کہ دعویٰ مسموع اور گواہی مقبول نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک شخص پر نالش کی کہ اس نے میری زمین میں نہر کھود کر اُس سے اپنی زمین میں پانی لے گیا تو ضرور ہے کہ جس زمین میں نہر کھودی اس کو بیان کرے اور نہر کی جگہ کہ بائیں طرف ہے یا داھنی طرف ہے اور نہر کا طول و عرض عمق بیان کرے بعد ازاں اگر مدعا علیہ نے اقرار کیا تو دعویٰ ثابت باقرار ہوا اور اگر انکار کیا تو قسم لی جائے گی کہ واللہ میں نے اس شخص کی زمین میں نہر نہیں کھودی ہے جس کا یہ دعویٰ کرتا ہے اسی طرح اگر اپنی زمین میں عمارت بنا لینے کا دعویٰ کیا تو التفات نہ ہوگا جب تک کہ زمین کو اور عمارت کے طول و عرض کو اور یہ کہ لکڑی کی ہے یا مٹی کی ہے نہ بیان کرے اور اگر اپنی زمین میں درخت لگا دینے کا دعویٰ کیا تو بھی ایسا ہی ہے پس اگر مدعا علیہ نے عمارت بنانے یا درخت بو دینے کا اقرار کیا تو عمارت ڈھا دینے اور درخت اُکھاڑ ڈالنے کا حکم کیا جائے گا اور اگر انکار کیا تو قسم لی جائے گی کہ واللہ میں نے اس کی زمین میں عمارت نہیں بنائی یا درخت نہیں لگائے پس اگر قسم سے باز رہا تو عمارت گرا دینے اور درخت اُکھاڑ ڈالنے کا حکم کیا جائے گا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

اگر کسی شخص پر ایک گھر کے دس حصوں میں سے تین حصوں کا دعویٰ کیا اور کہا کہ اس گھر کے دس حصوں میں یہ تین حصہ میری

---

[1] یہ کہ انہوں نے اگر چہ بیان کی دو قسم مختلف میں اختلاف کیا لیکن مطلق بیان پر سب کا اجماع ہوا چنانچہ اجماع مرکب کی بحث اصول میں مقرر ہے ۱۲

ملک وحق ہیں اور اس مدعا علیہ کے قبضہ میں ناحق ہیں اور یہ نہ بیان کیا کہ پورا گھر اس مدعا علیہ کے قبضہ میں ہے اور گواہوں نے بھی اس کو نہ بیان کیا تو یہ دعویٰ و گواہی مقبول ہے یہ محیط میں ہے۔ نصف دار مشاع[1] کے غصب کے دعویٰ میں یہ بیان کرنا کہ تمام دار مدعا علیہ کے قبضہ میں ہے بعض مشائخ کے نزدیک شرط ہے کیونکہ نصف دار مشاع کے غصب میں تمام اور اُس کے قبضہ میں نہ ہوگا اور بعض مشائخ نے کہا کہ نصف دار مشاع کا غصب یوں متصور ہے کہ دار دو شخصوں کے قبضہ میں ہو اُس نے ایک کے قبضہ سے غصب کر لیا از نصف دار مشاع کا غصب ہوا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر یہ دعویٰ کرے کہ یہ چیز میری ہے اس سبب سے کہ میرے حصہ میں پڑی ہے تو ضرور بیان کرنا چاہئے کہ تقسیم باہمی رضامندی سے تھی یا بحکم قاضی تھی کذا فی الوجیز الکردری۔

مسئلہ مذکورہ کی بابت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول دو روایات ☆

ایک شخص نے دوسرے کا دار فروخت کر کے مشتری کے سپرد کر دیا اور مالک نے آ کر بائع پر دار کا دعویٰ کیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر اُس نے دار کے لینے کا دعویٰ کیا تو صحیح نہیں ہے اور اگر بسبب غصب کے ضمان لینے کا دعویٰ کیا تو حکم بنا بر اسی اختلاف مشہور کے ہے کہ عقار کا سبب موجب ضمان ہوتا ہے یا نہیں اور بیع کر کے سپرد کر دینے سے ضمان واجب ہونے میں امام اعظم سے دو روایتیں آئی ہیں کذا فی المحیط اور اصح روایت یہ ہے کہ بیع کر کے سپرد کر دینے سے ضمان عقار واجب ہوتی ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے اور اگر مالک نے اس دعویٰ میں بیع کی اجازت دینے اور دام لینے کا ارادہ کیا تو دعویٰ صحیح ہے کذا فی المحیط اپنے باپ کے ترکہ میں سے ایک دار کا دعویٰ کیا کہ میں نے اپنے باپ کے مرض میں یہ دار اُس سے خریدا تھا اور باقی وارثوں نے اس سے انکار کیا تو بعض نے کہا کہ یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ صحیح ہونا چاہئے یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایک شخص نے ایک عقار فروخت کیا اور اُس کا بیٹا یا بیوی یا بعض اقارب وقت بیع کے حاضر تھے اس کو جانتے تھے اور بائع قبضہ ہو گیا اور مشتری نے ایک زمانہ تک اُس میں تصرف کیا پھر بعض حاضرین نے دعویٰ کیا کہ یہ ہماری ملک ہے اور بیع کے وقت بائع کی ملک نہ تھی تو متاخرین مشائخ سمرقند کا اتفاق ہے کہ یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے اور اس وقت خاموش رہنا گویا اقرار کرنا ہے کہ یہ بائع کی ملک ہے اور مشائخ بخارا نے اس دعویٰ کے صحیح ہونے کا فتویٰ دیا ہے صدر الشہید نے اپنے واقعات میں فرمایا کہ مفتی نے اگر مدعا پر نظر کر کے جو احوط[2] ہے اس پر فتویٰ دیا تو بہتر ہے اور اگر ایسی نظر نہیں رکھتا ہے تو مشائخ بخارا کے قول پر فتویٰ دے اور اگر وہ شخص جو بیع کے وقت حاضر ہے یا مشتری کے پاس ثمن کا تقاضا کرنے کو آیا پس اگر اس کو بائع نے بھیجا ہے تو پھر اپنی ملک ہونے کا دعویٰ مسموع ہوگا اور تقاضے کی وجہ سے اُس نے گویا بیع کی اجازت دی پھر اپنی ملک ہونے کا دعویٰ کرنا صحیح نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے کے دار مقبوضہ پر دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو تیرے وصی سے تیری نابالغی میں خریدا ہے تو صحیح ہے جب کہ وصی کا نام و نسب ذکر کر دے ایسا ہی اگر کہا کہ میں نے تیرے وکیل سے خریدا ہے تو بھی صحیح ہے اور اگر کہا کہ تجھ سے میرے وکیل نے خریدا ہے تو صحیح نہیں ہے کذا فی الخلاصہ۔

ایک شخص نے ایک دار پر جو دوسرے کے قبضہ میں ہے یہ دعویٰ کیا یہ دار میرے باپ فلاں شخص کا ہے وہ مر گیا اور اُس نے اس کو میرے اور میری بہن کے واسطے میراث چھوڑا کہ ہم دونوں کے سوائے اُس کا کوئی وارث نہیں ہے اور بھی چوپائے و کپڑے میراث چھوڑے پس ہم نے میراث کو تقسیم کیا اور یہ گھر میرے حصہ میں آیا اور اب یہ تمام دار اس سبب سے میری ملک ہے اور اس مد

[1] دار مشاع یعنی وہ دار جو مشترک ہو ۱۲ [2] احوط جس میں زیادہ احتیاط ہو یعنی مفتی کو اگر یہ لیاقت حاصل ہے کہ واقعات میں اصل مضمون پر واقف ہو جائے تو حق کو لحاظ کرے خواہ موافق مشائخ بخارا ہو یا سمرقند ہو ورنہ قول مشائخ بخارا پر فتویٰ دے ۱۲

علیہ کے قبضہ میں ناحق ہے تو یہ دعویٰ صحیح ہے لیکن یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ میری بہن نے اپنا حصہ میراث میں سے لے لیا تا کہ مدعا علیہ سے یہ دعویٰ کرنا کہ تمام دار مجھے سپرد کرے صحیح ہے اور اگر مدعی نے اپنے دعویٰ میں یوں بیان کیا کہ میرا باپ مرا اور یہ دار میرے اور میری بہن کے واسطے میراث چھوڑا پھر میری بہن نے میرے واسطے تمام کا اقرار کر دیا اور اُس کی بہن نے اس اقرار کی تصدیق کی تو شیخ الاسلام اوزجندی سے منقول ہے کہ دعویٰ صحیح ہے اور صحیح یہ ہے کہ تہائی میں یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔

شمس اسلام اوزجندی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے پر کسی مال معین کا دعویٰ کیا اور کہا کہ یہ میرے باپ کی ملک ہے اُس نے بعد موت کے میرے اور فلاں وفلاں کے واسطے میراث چھوڑا ہے پس وارثوں کے نام بیان کر دیے اور اپنا حصہ نہ بیان کیا تو یہ دعویٰ صحیح ہے لیکن جب سپرد کرنے کے مطالبہ کا وقت آئے تو اپنا حصہ بیان کرنا چاہئے اور اگر اپنا حصہ بیان کیا مگر وارثوں کی تعداد نہ بتلائی مثلاً کہا کہ میرا باپ مرا اور اُس نے یہ مال میرے اور سوائے میری ایک جماعت کے واسطے میراث چھوڑا اور میرا حصہ اُس میں سے اس قدر ہے اور سپرد کر دینے کا مدعا علیہ سے مطالبہ کیا تو دعویٰ صحیح نہیں ہے اور وارثوں کی تعداد بیان کرنا ضروری ہے کذا فی الذخیرہ۔

اگر کسی دار پر اپنے باپ یا ماں سے میراث پہنچنے کا دعویٰ کیا اور مورث[1] کا نام ونسب نہ بیان کیا تو شمس الاسلام اوزجندی سے منقول ہے کہ دعویٰ مسموع نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی مال معین پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہے کیونکہ قابض نے میرا ہونے کا اقرار کیا ہے یا درمون کے دعوے میں کہا کہ میرے اس پر ہزار درم ہیں کیونکہ اس نے میرے واسطے ان کا اقرار کیا ہے یا یوں بیان کیا کہ اس شخص نے اقرار کیا ہے کہ یہ مال معین میرا ہے یا میرے اس پر اس قدر درم ہیں تو عامہ مشائخ کے قول پر یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے۔ خزانۃ المفتین میں ذخیرہ سے منقول ہے صدر الشہید نے شرح ادب القاضی میں لکھا ہے کہ اگر مدعی نے دعویٰ کیا کہ اس مدعا علیہ نے اقرار کیا ہے کہ یہ شے میری ہے پس اس کو حکم کیا جائے کہ میرے سپرد کرے اور یہ دعویٰ نہ کیا کہ یہ میری ملک ہے تو عامۂ علماء کے نزدیک سماعت ہوگی اور قاضی حکم کرے گا کہ مدعا علیہ مدعی کے سپرد کرے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

اگر مدعی نے کہا کہ یہ مال معین میری ملک ہے اور ایسا ہی قابض نے اقرار کیا ہے یا کہا کہ میرے اس پر ہزار درم قرض ہیں اور ایسا ہی مدعا علیہ نے اقرار کیا ہے تو بالاجماع دعویٰ صحیح ہے اور اقرار کے گواہ سنے جائیں گے کذا فی الذخیرہ اور اس صورت میں اگر اُس نے انکار کیا تو کیا اُس سے اقرار پر قسم لی جا سکتی ہے یا نہیں پس فتویٰ اس بات پر ہے کہ اقرار پر قسم نہ لی جائے گی بلکہ مال پر قسم لی جائے گی یہ فصول عمادیہ میں ہے اور جس طرح بسبب اقرار کے مال کا دعویٰ صحیح نہیں ہے اسی طرح نکاح کا دعویٰ بھی بسبب اقرار کے صحیح نہیں ہوتا ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اگر اپنے دعویٰ میں بیان کیا کہ قابض نے کہا کہ یہ مال معین تیرا ہے تو اُس کی سماعت ہوگی کیونکہ یہ ہبہ کا دعویٰ ہے اور ہبہ ملک کا سبب ہوتا ہے کذا فی الذخیرہ۔ اگر مدعا علیہ کی طرف سے دفعیہ کا دعویٰ اقرار اس طرح ہو کہ مدعی نے اقرار کیا کہ میرا مدعا علیہ پر کچھ حق نہیں ہے یا یہ اقرار کیا ہے کہ یہ شے مدعا علیہ کی ملک ہے اور گواہ سنائے تو ایسے دعوے اقرار کی سماعت میں اختلاف ہے عامہ مشائخ کے نزدیک دفعیہ کی جہت سے دعوے اقرار صحیح ہے کذا فی الفصول العمادیہ۔

---

[1] مورث میراث چھوڑ جانے والا ۱۲

تیسرا باب☆

قسم کے بیان میں اور اس میں تین فصلیں ہیں:

فصل اوّل☆

استحلاف ونکول کے بیان میں

استحلاف کے معنی معلوم ہونے کے واسطے قسم اور اُس کی تفسیر ورکن وشرط وحکم کا جاننا ضروری ہے۔ واضح ہو کہ یمین یعنی قسم عبارت ہے قدرت فوت ہونے سے ومراد ثرات سے یہاں یہ ہے کہ انکار دعویٰ پر قسم کھانے والا اس امر کی قوت حاصل کرتا ہے کہ فی الحال مدعی کا دعویٰ دفع کرے اور رکن اس کا اللہ تعالیٰ کا نام مقرون بخیر ذکر کرنا ہے اور منکر کا انکار اُس کی شرط ہے اور حکم یہ ہے کہ بعد قسم کے خصومت کا انقطاع ہو جاتا ہے اور جھگڑا ختم ہو جاتا ہے اگر مدعی کے پاس اپنے دعویٰ کے گواہ نہ ہوں تو اُس کے دعویٰ کی پھر سماعت نہ ہوگی حسن ابن زیاد نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ اگر کسی شخص کو دعویٰ میں شک ہو تو چاہئے کہ اپنے خصم کو راضی کرے اور قسم کے واسطے جلدی نہ کرے اور اس سے صلح کر لے اور اگر شبہ ہو پس اگر غالب رائے میں اُس کا دعویٰ صحیح ہے تو اس کو قسم لینے کی گنجائش نہیں ہے اور اگر غالباً باطل ہے تو قسم لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ استحلاف[1] صحیح دعووں میں جاری ہے نہ فاسد میں یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

اگر دعویٰ صحیح ہے تو مدعا علیہ سے دریافت کرے اگر اُس نے اقرار کیا تو فبہا ورنہ اگر انکار کیا اور مدعی نے دلیل پیش کی تو مدعی کے موافق حکم کرے ورنہ مدعی کی درخواست پر اس سے قسم لے یہ کنز الدقائق میں ہے اگر منکر پر قسم عائد ہو تو چاہئے قسم کھا لے اگر سچا ہے یا مال دے کر اپنی قسم کا فدیہ اُتار دے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر مدعی سے کہنے کے مدعا علیہ نے قاضی کے سامنے قسم کھالی اور قاضی نے قسم نہیں دلائی ہے تو یہ تحلیف نہیں ہے کیونکہ تحلیف قاضی کا حق ہے یہ قنیہ و بحرالرائق میں ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قاضی چار چیزوں میں قبل درخواست مدعی کے مدعا علیہ سے قسم لے گا۔ ایک یہ کہ شفیع نے اگر قاضی سے شفعہ کا حکم طلب کیا تو قاضی اُس سے قسم لے گا کہ واللہ میں نے شفعہ طلب کیا جس وقت مجھے خریداری کی خبر معلوم ہوئی اگرچہ مشتری اس قسم لینے کی درخواست نہ کرے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قاضی یہ قسم نہ لے گا۔ دوسرے یہ کہ عورت باکرہ نے بالغ ہو کر اگر نکاح سے جدائی اختیار کی اور قاضی سے تفریق کی درخواست کی تو قسم لے گا کہ تو نے بوقت بالغ ہونے کے ہی جدائی اختیار کر لی اگرچہ شوہر اس قسم لینے کی درخواست نہ کرے تیسرے یہ کہ مشتری نے اگر عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا ارادہ کیا تو قاضی اُس سے قسم لے گا کہ جب سے تو نے دیکھا تب سے تو عیب پر راضی نہیں ہوا اور نہ بیع کے واسطے پیش کیا چوتھے یہ کہ عورت نے اگر قاضی سے اپنے نفقہ کی درخواست کی کہ اُس کے شوہر غائب کے مال سے اُس کے واسطے نفقہ مقرر کر دے تو اُس سے قسم لے گا کہ شوہر نے اس کو جاتے وقت نفقہ نہیں دیا ہے اور واجب ہے کہ مسئلہ نفقہ میں اتفاقی سب کا قول ہو یہ فصول عمادیہ میں ہے اور صورت استحقاق میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدون طلب خصم کے مستحق سے قسم لے گا کہ واللہ میں نے نہ اُس کو فروخت کیا اور نہ ہبہ کیا ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدون درخواست خصم کے پھر قسم نہ لے گا۔ یہ خلاصہ و وجیز کردری میں ہے۔

[1] استحلاف یعنی قسم لینا اپنے دعویٰ پر خواہ ہر ایک دوسرے کے دعویٰ پر قسم لے یا ایک ہی طرف سے ہو بہر حال طلب کرنے پر قاضی اُس کے واسطے حلف لیگا۔

مدیون میت (جس پر قرضہ ہو) کی بابت ایک مسئلہ ☆

بالا جماع جو شخص میت پر قرضہ کا دعویٰ کرے اُس سے قاضی قسم لے گا بدون درخواست وصی و وارث کے کہ واللہ میں نے مدیون[1] میت سے اپنا قرضہ بھی نہیں پایا اور نہ کسی نے مجھے اُس کی طرف سے ادا کیا اور نہ میری طرف سے کسی نے قبضہ کیا اور نہ میں نے اُس کو کل قرضہ یا کسی قدر سے بری کیا اور نہ مجھے کل قرضہ یا کسی قدر کو کسی پر اُتر ادیا اور نہ میرے پاس تمام قرضہ یا کسی قدر کے عوض رہن ہے کذا فی الخلاصہ اور باوجود دلیل یعنی گواہوں کے قسم نہ لی جائے گی مگر چند مسئلوں میں ایک یہ کہ میت پر قرض کا دعویٰ کرنے والے نے اگر گواہ پیش کئے تو اُس سے قسم لی جائے گی اور کچھ خصوصیت قرض کے دعویٰ کی نہیں ہے بلکہ جس حق کا ترکہ میت میں دعویٰ ہوا اور گواہوں سے اُس کو ثابت کرے تو بدون درخواست خصم کے اُس سے قسم لی جائے گی کہ واللہ میں نے اپنا حق نہیں بھر پایا اور اس میں مثل حقوق اللہ تعالیٰ کے بدون دعویٰ کے قسم لی جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ بیع میں گواہوں سے استحقاق ثابت کرنے والے سے مستحق علیہ کو قسم لینے کا اختیار ہے کہ واللہ میں نے اُس کو فروخت نہیں کیا اور نہ ہبہ کیا اور نہ صدقہ کیا اور نہ یہ عین میری ملک سے خارج ہوئی ہے تیسرے یہ کہ جو شخص کسی بھاگے ہوئے غلام کا گواہوں سے دعویٰ کرے اس سے قسم لی جائے گی کہ واللہ یہ غلام میری ملک میں اب تک باقی ہے بیع کر دینے یا ہبہ کرنے کی وجہ سے خارج نہیں ہوا ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔

اگر مدعی نے کہا کہ اس مقدمہ کے گواہ میرے شہر میں موجود ہیں اور مدعا علیہ سے قسم کی درخواست کی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قسم نہ لی جائے گی لیکن اُس سے کہا جائے گا کہ تین دن کے واسطے اپنی ذات کا کفیل دے تاکہ تو غائب نہ ہو جائے کہ مدعی کا حق برباد ہو اور یہ واجب ہے کہ کفیل ثقہ ہو اور گھر اُس کا معروف ہو تاکہ کفیل لینے کا فائدہ حاصل ہو کذا فی الکافی۔

اگر اُس نے کہا کہ گواہ نہیں ہیں یا غائب ہیں یا بیمار ہیں تو مدعا علیہ سے قسم لی جائے گی ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اگر مدعی نے کہا کہ میرے گواہ غائب یا بیمار ہیں تو مدعا علیہ اس وقت قسم لی جائے گی کہ جب قاضی اپنا کوئی شخص امین اُس محلہ میں جہاں مدعی اپنے گواہوں کے نام ونشان بتلاتا ہے بھیج کر دریافت کرائے کہ گواہ غائب یا بیمار ہیں اور بدون اُس کے موافق اُس شخص کے قول کے جس کے نزدیک گواہوں کے شہر میں موجود ہونے کی صورت میں استحلاف[2] نہیں جائز ہے مدعا علیہ سے قسم نہ لے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر مدعا علیہ نے قسم سے انکار کیا تو بسبب اُس کے انکار کے ہمارے نزدیک مدعی کے مال کی ڈگری مدعا علیہ پر کر دی جائے گی اور یہ ضرور ہے کہ یہ انکار قسم مجلس قضا میں واقع ہو کذا فی الکافی اور مدعی پر قسم رد نہ کی جائے گی کذا فی الہدایہ اور قاضی کو چاہئے کہ یوں کہے کہ میں تجھ پر تین مرتبہ قسم پیش کرتا ہوں اگر تو نے قسم کھائی تو خیر ورنہ دعویٰ کی ڈگری تجھ پر کر دوں گا پس اگر مکرر تین بار پیش کیا اور اُس نے انکار کیا تو ڈگری کر دے گا کذا فی الکافی اور یہ تکرار خصاف رحمۃ اللہ علیہ نے زیادہ احتیاط اور دفع عذر کے مبالغہ کے واسطے ذکر کی ہے اور مذہب یہ ہے کہ اگر ایک بار پیش کرنے کے بعد انکار قسم سے اُس نے مدعی کی ڈگری کر دی تو جائز ہے اور یہی صحیح ہے اور اوّل اولیٰ ہے کذا فی الہدایہ اور اگر تین مرتبہ اُس پر قسم پیش کی گئی اور اُس نے نہ کھائی پھر اگر اُس پر ڈگری کر دی گئی پھر اُس نے کہا کہ میں قسم کھاتا ہوں تو التفات نہ کیا جائے گا اور اگر ہنوز ڈگری نہ ہوئی تھی کہ اُس نے کہا کہ میں قسم کھاتا ہوں تو قبول کیا جائے گا۔ بعض مشائخ کے نزدیک شرط یہ ہے کہ حکم قضا بقدر انکار قسم کے ہو اور خصاف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الفصول العمادیہ اور اگر قاضی نے اُس پر ایک بار قسم پیش کی اُس نے کہا کہ میں نہیں کھاتا ہوں پھر جب دوبارہ پیش کی تو کہا کھاتا ہوں پھر جب اُس سے کہا کہ کہہ کہ واللہ میں نے پس اُس نے کہا کہ میں نہیں کھاتا ہوں پھر جب تیسری بار اُس پر قسم پیش کی تو

---

[1] جس پر قرضہ ہو ۱۲ [2] استحلاف قسم لینے کی درخواست کرنا ۱۲

اُس نے انکار کیا تو اُس پر ڈگری کر دی جائے گی اور اگر قاضی کے دومرتبہ قسم پیش کرنے پر مدعا علیہ نے تین روز کی مہلت مانگی پھر تین روز بعد آیا اور کہا کہ میں قسم نہیں کھاتا ہوں تو قاضی اُس پر ڈگری نہ کرے گا یہاں تک کہ تین مرتبہ وہ قسم سے انکار کرے اور از سرنو تین مرتبہ قسم پیش کی جائے اور مہلت سے پہلے کا انکار معتبر نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

قسم سے انکار کبھی حقیقتاً ہوتا ہے جیسے کہا کہ میں قسم نہیں کھاتا ہوں اور کبھی حکماً ہوتا ہے مثلاً خاموش رہا اور اُس کا اور اوّل کا حکم ایک ہے بشرطیکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اُس کے کان بہرے یا گونگا نہیں ہے یہی صحیح ہے کذا فی الکافی۔ اگر مدعا علیہ سے قاضی نے دعویٰ مدعی کا جواب طلب کیا وہ خاموش رہا اور کچھ جواب نہ دیا اور جب قاضی نے دریافت کیا اُس نے سوائے خاموشی کے کچھ جواب نہ دیا تو قاضی مدعی کو حکم دے گا کہ اُس کا کوئی کفیل لے لے تا کہ اس کا حال دریافت کیا جائے کہ اس کو کوئی مرض تو نہیں ہے کہ جس سے بول نہیں سکتا یا نہیں سنتا ہے پس اگر ثابت ہوا کہ کوئی مرض نہیں ہے اور دوبارہ مجلس قاضی میں پیش ہوا اور اُس سے جواب طلب ہوا اور اُس نے سکوت کیا تو قاضی تین مرتبہ اُس پر قسم پیش کرے گا اگر خاموش رہا تو قسم سے انکار کے سبب سے ڈگری کر دے گا اور اگر یہ بولا کہ میں نہ اقرار کرتا ہوں نہ انکار کرتا ہوں تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قسم نہ لی جائے گی بلکہ قید کیا جائے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک منکر قرار دیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر قاضی کو معلوم ہوا کہ اس کی زبان میں کوئی مرض ہے کہ بول نہیں سکتا ہے مثلاً گونگا معلوم ہوا تو حکم کرے گا کہ اشارہ کرے اور اس کے اشارہ پر عمل کرے گا پس اگر اُس نے اقرار کا اشارہ کیا تو اقرار ہو گیا اور اگر انکار کا اشارہ کیا تو قسم پیش کرے گا پس اگر قبول کا اشارہ کیا تو قسم ہو گئی اور اگر انکار کا اشارہ کیا تو قسم سے باز رہا پس بسبب انکار قسم کے ڈگری کر دے گا کذا فی الذخیرہ۔

ایک شخص نے اپنی عورت پر دعویٰ کیا کہ میں نے اس سے نکاح کیا ہے اُس نے انکار کیا یا عورت نے نکاح کا دعویٰ کیا اور مرد نے انکار کیا یا طلاق و انقضائے عدت کے بعد مرد نے دعویٰ کیا کہ میں نے عدت میں اس سے رجوع کیا ہے اور عورت نے انکار کیا یا عورت نے ایسا دعویٰ کیا اور مرد نے انکار کیا یا مدت ایلاء کے گذر جانے کے بعد مرد نے دعویٰ کیا کہ میں نے مدت ایلاء میں اس سے وطی کر لی ہے اور عورت نے انکار کیا یا عورت نے ایسا دعویٰ کیا اور مرد نے انکار کیا یا کسی مجہول[1] پر دعویٰ کیا کہ یہ میرا غلام ہے یا کسی مجہول نے اس پر یہ دعویٰ کیا یا اس طرح ولاء عتاقہ یا ولاء موالاۃ میں ایسا جھگڑا پیش ہوا یا کسی شخص پر دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا یا باپ ہے یا عورت نے اپنے مالک پر دعویٰ کیا کہ مجھ سے یہ لڑکا پیدا ہوا ہے یا دعویٰ کیا کہ مجھ سے اس کے ایک اولاد ہوئی تھی وہ مر گئی اور میں اس کی ام ولد ہوں پس ان ساتوں مسئلوں میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک منکر سے قسم نہ لی جائے گی اور صاحبینؒ کے نزدیک لی جائے گی اور قسم سے انکار پر ڈگری کر دی جائے گی کذا فی النہایہ اسی طرح اگر دعویٰ نکاح پر راضی ہونے یا نکاح کے حکم میں ہو تو صاحبین کے نزدیک قسم منکر پر عائد ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر مالک نے ام ولد بنانے کا دعویٰ کیا تو اُس کے اقرار سے ثابت ہوگا اور باندی کا انکار لائق التفات نہ ہوگا پس ان مسائل میں طرفین سے دعویٰ متصور ہے مگر ام ولد بنانے میں ایسا نہیں ہے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ قاضی فخر الدین نے جامع صغیر میں فرمایا کہ صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے اور بعض نے کہا کہ قاضی کو چاہئے کہ مدعا علیہ کے حال کو دیکھے اگر اس کی طرف سے تعنت ظاہر ہو تو صاحبین کا قول اختیار کر کے اس سے قسم لے اور اگر مظلوم نظر آئے تو امامؒ کے قول کے موافق قسم نہ لے یہ کافی میں ہے۔

ینابیع میں لکھا ہے کہ اگر عورت اپنے شوہر کو قاضی کے پاس لے گئی اور اُس نے نکاح سے انکار کیا تو قاضی اس سے قسم لے گا

---

[1] وہ کہ جس کے حال سے لوگ واقف نہ ہوں کہ کون ہے مملوک یا آزاد ۱۲

پس اگر وہ قسم کھا گیا تو قاضی کہے گا کہ میں نے تم دونوں میں جدائی کرادی ایسا ہی خلف ابن ایوب نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے اور بعض نے کہا کہ قاضی یوں کہے گا کہ اگر یہ تیری عورت ہے تو اُس کو طلاق ہے پس شوہر کہے کہ ہاں یہ سراج الوہاج میں ہے۔

پھر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے موافق جب نکاح میں استحلاف جاری نہیں ہوتا ہے اور عورت نے نکاح کا دعویٰ کیا اور قاضی سے کہا کہ میں نکاح نہیں کر سکتی ہوں کیونکہ یہ میرا شوہر موجود ہے اور نکاح سے انکار کرتا ہے پس اس کو حکم دے کہ مجھے طلاق دے دے تاکہ میں کسی سے نکاح کروں اور شوہر اُس کو طلاق نہیں دے سکتا کیونکہ طلاق دینے سے وہ نکاح کا مقر قرار پاتا ہے تو ایسی صورت میں قاضی کو کیا کرنا چاہیے تو فخر الاسلام علی بزدوی نے فرمایا کہ شوہر سے کہے تو اس عورت سے کہہ کہ اگر تو میری عورت ہے تو تجھے طلاق ہے یہ محیط میں ہے اور اگر دعویٰ شوہر کی طرف سے ہو اور اُس نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اس کی بہن سے نکاح کروں یا اس کے سوائے چار عورتوں سے نکاح کروں تو قاضی اُس کو یہ اختیار نہ دے گا کیونکہ وہ اقرار کرتا ہے کہ یہ میری عورت ہے پس حکم دے گا کہ اگر تیرا یہ ارادہ ہے تو اس کو طلاق دے دے پھر تجھے اختیار ہے کذا فی البدائع اور مجرد نسب میں صاحبین کے نزدیک اُس وقت استحلاف ہو سکتا ہے کہ جب اُس کے اقرار سے ثابت ہو سکتا ہو یہ ہدایہ میں ہے مرد کا اقرار پانچ میں صحیح ہے والدین وولد وزوجہ اور مالک کیونکہ اُس نے ایسی شے کا اقرار کیا جو اس کو لازم ہے اور ماسوائے ان کے اقرار صحیح نہیں ہے اور عورت کا اقرار چار میں صحیح ہے والدین اور شوہر اور مولیٰ کا اور ولد کا اقرار اُس کا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس میں غیر پر نسب کا بار ڈالنا ہے لیکن اگر شوہر نے اس کے اقرار عمار کی تصدیق کی یا ولادت ولد کی شہادت گذری تو صحیح ہے یہ غایت البیان میں ہے۔

یہ سب اُس صورت (۱) میں ہے کہ مدعی سے ان اشیاء کے دعویٰ کے ساتھ مال کا دعویٰ نہیں کیا اور اگر مال کا دعویٰ ہے مثلاً عورت نے دعویٰ کیا کہ اس شخص نے مجھے اس قدر مہر پر نکاح میں لیا اور قبل وطی کے طلاق دی اور نصف مہر کا دعویٰ کیا یا طلاق کا دعویٰ نہ کیا بلکہ نفقہ کا دعویٰ کیا تو بلا خلاف قاضی شوہر سے وقت انکار (۲) کے قسم لے گا یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے۔

اگر مدعی نے کہا کہ میں باپ کی طرف سے مدعا علیہ کا بھائی ہوں اور ہمارا باپ مر گیا اور جو مال چھوڑا وہ اس مدعا علیہ کے قبضہ میں ہے یا مجوریت کا دعویٰ کیا مثلاً کہا کہ یہ نابالغ جس کو لقطہ کے طور پر لایا ہے میرا بھائی ہے مجھے اس پر مجبور کرنے کا اختیار حاصل ہے اور قابض نے انکار کیا یا مدعی نے کہا اور وہ لنجا ہے کہ میں مدعا علیہ کا بھائی ہوں میرے واسطے اس پر نفقہ مقرر کر دے اور مدعا علیہ نے بھائی ہونے سے انکار کیا یا واہب نے ملبہ سے رجوع کرنے کا ارادہ کیا پس موہوب نے کہا کہ میں تیرا بھائی ہوں تو مدعا علیہ سے وقت انکار کے دعویٰ نسب پر قسم لی جائے گی اور یہ بالاجماع ہے لیکن اگر قسم سے باز رہا تو سوائے نسب کے مال یا حق اُس کا ثابت ہو جائے گا یہ کافی میں ہے۔ سرقہ کے سوائے باقی حدود پر قسم نہ لیے جانے پر اجماع ہے لیکن چوری کا دعویٰ اگر کسی پر کیا اور اُس نے انکار کیا تو قسم لی جائے گی پس اگر قسم سے باز رہا تو ہاتھ نہ کاٹا جائے گا مگر مال کا ضامن ہوگا اسی طرح لعان میں بھی بالاجماع قسم نہ لی جائے گی کیونکہ لعان حد کے معنی میں ہے پس اگر عورت نے اپنے شوہر پر دعویٰ کیا کہ اُس نے مجھے زنا کی تہمت لگائی ہے اور قسم طلب کی تو قاضی اُس سے قسم نہ لے گا یہ سراج الوہاج میں ہے۔

صدر الشہید نے ذکر کیا ہے کہ حدود میں بالاجماع استحلاف نہیں ہے مگر اس صورت میں کہ کسی حق کو متضمن ہو تو حدود میں قسم لی جائے گی مثلاً اپنے غلام سے کہا اگر میں زنا کروں تو تو آزاد ہے پھر غلام نے دعویٰ کیا کہ اس شخص نے زنا کیا ہے اور گواہ موجود نہیں

(۱) یعنی غلام استحلاف ۱۲ (۲) یعنی انکار نکاح ۱۲

ہیں تو مالک سے قسم لی جائے گی پس اگر قسم سے باز رہا تو عتق ثابت ہو جائے گا زنا ثابت نہ ہوگا یہ تبیین میں ہے۔ پھر جب مولیٰ سے موافق مذہب مختار کے اس مقام پر قسم لی جائے تو سبب پر قسم لی جائے گی کہ واللہ میں نے جب سے اپنے زنا پر غلام آزاد ہو جانے کی قسم کھائی ہے اس کے بعد سے زنا نہیں کیا ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔

ایک شخص نے دوسرے پر قصاص کا دعویٰ کیا اور اُس نے انکار کیا تو بالا جماع اُس سے قسم لی جائے گی ☆

اگر کسی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اُس نے مجھے یا منافق اے زندیق اے کافر کہا یا اُس نے مجھے مارا یا تھپڑ مارا یا ایسے ہی امور کا دعویٰ کیا جن میں تعزیر واجب ہوتی ہے اور قسم کی درخواست کی تو قاضی مدعا علیہ سے قسم لے گا پس اگر اس نے قسم کھالی تو کچھ نہیں ورنہ اگر قسم سے باز رہا تو اُس پر تعزیر ہوگی اور اس میں تحلیف حاصل (۱) پر ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے پر قصاص کا دعویٰ کیا اور اُس نے انکار کیا تو بالا جماع اُس سے قسم لی جائے گی یہ ہدایہ میں ہے۔

پس اگر اُس نے قسم کھالی تو بری ہو گیا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر نفس کے دعویٰ سے ماسوائے میں قسم سے باز رہا تو قصاص لازم ہوگا اور اگر نفس کے دعویٰ میں قسم سے باز رہا تو قید کیا جائے گا یہاں تک کہ اقرار کرے یا قسم کھائے اور یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک دونوں صورتوں میں ارش واجب ہوگا کذا فی الہدایہ۔

دوسری فصل ☆

کیفیت میں اور استحلاف کے بیان میں جس شخص پر قسم عائد ہو قاضی اُس سے اللہ تعالیٰ کی قسم لے گا اور غیر اللہ تعالیٰ کی قسم نہ لے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر مدعی نے درخواست کی کہ اس سے قسم لی جائے کہ اپنی بیوی کی طلاق یا باندی و غلام کے آزاد ہو جانے کی قسم کھائے یعنی اگر ایسا ہو جیسا مدعا کہتا ہے تو اُس کی بیوی کو طلاق ہے تو موافق ظاہر الروایت کے قاضی اس کو منظور نہ کرے گا کیونکہ طلاق و عتاق وغیرہ کے مانند کی قسم کھانا حرام ہے اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر قسم میں تغلیظ کرتا ہو تو اللہ تعالیٰ کے اوصاف بڑھا دے کہ قسم ہے اُس اللہ پاک کی جس کے سوائے کوئی معبود نہیں ہے اور وہ ظاہر و پوشیدہ سے واقف ہے وہی رحمٰن و رحیم ہے اور پوشیدہ کو اس طرح جانتا ہے جس طرح علانیہ کو جانتا ہے کہ مجھ پر یا میری طرف یہ مال فلاں شخص کا جس کا دعویٰ کرتا ہے یعنی اس قدر یہ نہیں ہے اور نہ اس میں سے کچھ ہے اور اس کو اختیار ہے کہ تغلیظ میں اس پر زیادہ کر دے یا کم کر دے اور اگر احتیاط کرے تو لفظ و یا او کو ذکر نہ کرے تا کہ مکرر قسم اُس پر نہ ہو جائے اور اگر چاہے تو قاضی تغلیظ نہ کرے صرف واللہ یا باللہ کہلائے کذا فی الکافی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ قاضی اگر مدعا علیہ کی صورت سے نیکوں اور صالحین کے آثار پائے اور اپنے نزدیک اُس کو متہم نہ ٹھہرائے تو صرف اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کافی ہے اور اگر اس کے برخلاف ہو تو تغلیظ کرے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ مال کو دیکھے اگر مال کثیر ہے تو تغلیظ کرے ورنہ فقط اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم دلائے پھر مال عظیم کی تعداد بعضوں نے یہ بیان کی کہ بقدر نصاب زکوٰۃ کے ہو اور بعضوں نے بقدر نصاب سرقہ کے مال کثیر کہا ہے۔

اگر یہودی پر تغلیظ منظور ہو تو یوں قسم دلادے کہ قسم اُس اللہ تعالیٰ کی جس نے موسیٰ پر توراۃ نازل فرمائی اور اگر نصرانی پر تغلیظ[1] ہو تو یوں قسم دلائے کہ قسم اُس اللہ پاک کی کہ جس نے عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل فرمائی ہے کذا فی المحیط اور کسی خاص مصحف کی طرف اشارہ کر کے قسم نہ دلائے یعنی قسم اس اللہ تعالیٰ کی جس نے یہ انجیل یا یہ توراۃ نازل فرمائی ہے کیونکہ جب دونوں میں

[1] قسم میں تغلیظ یعنی قسم میں تشدد و استحکام ۱۲

(۱) یعنی حاصل دعویٰ اے محصول دعویٰ پر ہوگی ۱۲ م

سے کسی قدر کی تحریف ثابت ہوئی تو اس سے مامون نہیں کہ اشارہ محرف کی طرف واقع ہو پس اُس کی قسم دلانا تغلیظ کے ساتھ تغلیظ ایسی چیز کے ساتھ ہوگی جو اللہ تعالیٰ عزوجل کا کلام نہیں ہے کذا فی البدائع اور مجوسی کو اگر تغلیظ کے ساتھ قسم دلائے تو یوں دلائے کہ قسم اُس اللہ تعالیٰ کی جس نے آگ کو پیدا کیا ہے ایسا ہی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاصل میں ذکر کیا ہے کذا فی الهدایہ و کنز الدقائق اور ظاہر الروایت میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام ابو یوسف سے اس کے خلاف منقول نہیں ہے لیکن نوادر میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ اُنہوں نے فرمایا کہ قسم خالص اللہ تعالیٰ کے سوائے نہ لی جائے اسی طرح بعض مشائخ نے فرمایا کہ قسم کے وقت آگ کا ذکر نہ کرنا چاہئے یہ مبسوط میں ہے اور سوائے مجوسیوں کے اور مشرکین سے صرف اللہ تعالیٰ کی قسم لی جائے گی اور یوں نہ قسم کی جائے گی کہ قسم اُس اللہ تعالیٰ کی جس نے وثن اور صنم کو پیدا کیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور مشرکین سے ان کے عبادت خانوں کی قسم نہیں لی جائے گی کذا فی الاختیار شرح المختار۔

مسلمان پر تغلیظ قسم زمان یا مکان کے ساتھ واجب نہیں ہے یہ کافی میں ہے گونگے کا قسم دلانا اس طور سے ہے کہ قاضی اُس سے کہے کہ تجھ پر اللہ تعالیٰ کا عہد ہے اگر اُس شخص کا تجھ پر یہ حق ہو اور گونگا اپنا سر ہلائے یعنی ہاں اور یوں قسم نہ لے کہ واللہ تجھ پر اس شخص کے ہزار درم نہیں ہیں اور وہ سر ہلائے کہ ہاں یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر مدعی گونگا ہے اور اس کے اشارے سمجھ میں آتے ہیں اور معروف ہیں اور اُس کا خصم صحیح سالم ہے تو قاضی گونگے کی درخواست سے اُس سے قسم لے گا کہ قسم اللہ پاک کی جس کے سوائے کوئی معبود نہیں ہے جیسا کہ دونوں کے صحیح سالم ہونے کی صورت میں تھا اور اگر مدعا علیہ گونگے ہونے کے باوجود بہرا بھی ہو اور قاضی اُس کو بہرا جانتا ہو تو لکھ کر اُس سے جواب طلب کرے گا کہ تحریر سے جواب دے اور اگر وہ لکھنا نہیں جانتا ہے اور اُس کے اشارے سمجھے جاتے ہیں اور وہ معروف ہیں تو اُس کو اشارے سے بتلانے کا حکم دے گا اور مثل گونگے کے اُس کے ساتھ برتاؤ کرے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر قرض کا دعویٰ کیا اور کوئی سبب اُس کا بیان نہ کیا تو حاصل پر قسم لے گا کہ واللہ اس شخص کا مجھ پر یا میری طرف یہ مال جس کا دعویٰ کرتا ہے اور وہ اس قدر ہے نہیں اور نہ اس میں سے کچھ ہے اسی طرح اگر کسی ملک یا حق کا مال عین حاضر میں دعویٰ کیا اور کوئی سبب نہ بیان کیا تو بھی یوں قسم لی جائے گی کہ واللہ یہ مال معین فلاں بن فلاں کا نہیں ہے اور نہ اس میں سے کچھ ہے۔ احتیاطاً جزو وکل کو جمع کرے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی قدر درم یا دینار کا بسبب قرض یا خرید کے دعویٰ کیا یا کسی ملک کا بسبب بیع یا ہبہ کے دعویٰ کیا یا غصب یا رعایت کا دعویٰ کیا تو ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایت یہ ہے کہ حاصل دعویٰ پر قسم لی جائے اور سبب پر قسم نہ لی جائے یعنی یوں قسم نہ دلائی جائے کہ واللہ میں نے اُس سے یہ مال قرض نہیں لیا یا یہ کل مال معین میں نے غصب نہیں کیا یا میرے پاس ودیعت نہیں رکھا یا میں نے نہیں خریدا ہے یا میں نے یہ مال معین اس کے ہاتھ نہیں بیچا ہے خواہ مدعا علیہ کچھ عرض کرے یا نہ کرے لیکن ماسوائے ودیعت کے یوں قسم لی جائے کہ واللہ مجھ پر یا میری طرف یہ مال کہ جس کا دعویٰ کرتا ہے نہیں ہے اور نہ اس میں سے کچھ ہے اور ودیعت میں یوں قسم دلائی جائے کہ واللہ میرے ہاتھ میں یہ ودیعت کہ جس کا دعویٰ کرتا ہے نہیں ہے اور نہ اس میں سے کچھ ہے اور نہ میری طرف سے اس میں کوئی حق ہے اس واسطے کہ مدعی نے اگر ودیعت تلف کر دی یا کسی چور کو اس کا پتہ بتلایا تو مدعا علیہ کے ہاتھ میں نہ ہوگی لیکن اُس کا ضامن ہوگا اس لیے یوں ہی قسم لی جائے جس طرح ہم نے بیان کیا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

پھر واضح ہو کہ حاصل دعویٰ پر قسم دلایا جانا بھی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اصل ہے جب کہ ایسے سبب سے ہو کہ رفع واقع سے مرتفع ہوئی ہو اور اگر اس میں مدعی کے حق پر لحاظ جاتا رہتا ہو تو بالاجماع سبب پر قسم لی جائے گی مثلاً

کسی عورت مطلقہ نے جس کو طلاق تبہ دی گئی ہے نفقہ کا دعویٰ کیا اور شوہر کے مذہب میں یہ ہے کہ نفقہ نہیں ملنا چاہئے یا جوار[1] کے سبب سے شفعہ کا دعویٰ کیا اور مشتری کے نزدیک شفعہ جوار نہیں ہوتا ہے اس لیے کہ مثلاً وہ شافعی مذہب سے ہے تو اس صورت میں حکم مذکور جاری رہے گا کذافی الکافی اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ وامام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر مدعی نے مال کا مطلقاً دعویٰ کیا تو مال پر قسم لی جائے گی اور اگر سبب ذکر کر کے دعویٰ کیا تو مال پر اس سبب کے ساتھ قسم لی جائے گی کہ واللہ میں نے اس سے یہ مال مثلاً قرض نہیں لیا ہے مگر اُس صورت میں ایسا نہ ہوگا کہ جب قاضی سے مدعا علیہ عرض کرے کہ مجھے اس طرح قسم نہ دلائی جائے کیونکہ آدمی مال اکثر قرض لیتا ہے لیکن دعویٰ کے وقت اس پر یہ مال نہیں ہوتا ہے کیونکہ وہ ادا کر دیتا ہے یا بری ہو جاتا ہے تو اس صورت میں قاضی حاصل دعویٰ پر قسم لے گا اور اس کو بعض مشائخ نے اختیار کیا ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ مدعا علیہ کا جواب دیکھنا چاہئے اگر اُس نے کہا کہ میں نے اس سے کچھ قرض نہیں لیا اور نہ غصب کیا ہے تو سبب پر قسم لی جائے گی اور اگر مدعا علیہ نے کہا کہ مجھ پر یہ مال، جس کا دعویٰ کرتا ہے نہیں ہے تو حاصل پر قسم لی جائے گی کہ واللہ مجھ پر یا میری طرف یہ مال جس کا یہ دعویٰ کرتا ہے نہیں ہے اور نہ اس میں سے کچھ ہے شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ قول میرے نزدیک بہت عمدہ ہے اور اسی کو اکثر قاضیوں نے اختیار کیا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر سبب ایسا ہو کہ رفع دافع سے مرتفع نہ ہو تو بالا جماع سبب پر قسم لی جائے گی مثلاً غلام مسلمان نے اگر اپنے مالک پر دعویٰ کیا کہ اس نے آزاد کیا ہے کیونکہ اُس پر دوبارہ رقیت مکرر نہیں ہوتی ہے بخلاف باندی یا کافر غلام کے کیونکہ باندی پر مرتد ہو کر دار الحرب میں جا ملنے سے دوبارہ رقیت[2] آ سکتی ہے ایسا ہی کافر پر عہد توٹ کر دوبارہ دار الحرب سے پکڑے جانے سے رقیت آ جائے گی کذافی الہدایہ مشتری نے اگر خرید کا دعویٰ کیا پس اگر ثمن ادا کرنے کا ذکر کرتا ہے تو مدعا علیہ سے یوں قسم لی جائے گی کہ واللہ یہ غلام یا کچھ اس میں سے مدعی کی ملک اس سبب سے نہیں ہے جس سبب سے دعویٰ کرتا ہے اور یوں قسم نہ دلائی جائے گی کہ واللہ میں نے فروخت نہیں کیا ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے اور اگر چاہے تو یوں قسم دلائے کہ واللہ میرے اور اس کے درمیان جس میں دعویٰ کرتا ہے اس وقت بیع قائم نہیں ہے یا یوں کہے کہ واللہ یہ گھر بعوض اُس ثمن کے کہ جس کا دعویٰ کرتا ہے اس وقت خرید میں نہیں ہے یا واللہ یہ بیع کہ جس کا مجھ پر اس گھر کے بارہ میں دعویٰ کرتا ہے بعوض اُس ثمن کے اس وقت قائم نہیں ہے جیسا کہ اس نے دعویٰ کیا ہے اور اگر چاہے تو یوں قسم دلائے کہ واللہ مجھ پر اس زمین کا سپرد کرنا بسبب اس بیع کے جس کا دعویٰ کرتا ہے نہیں واجب ہے خواہ مدعا علیہ قاضی سے کچھ عرض کرے یا نہ کرے کذافی شرح ادب القاضی للخصاف۔

اگر مدعا علیہ نے دام ادا کر دینا ذکر نہ کیا تو قاضی اس سے کہے گا کہ دام حاضر کر پھر جب وہ دام لایا تو قاضی قسم دلائے گا کہ واللہ مجھ پر ان داموں کا لینا اور اس بیع کا دینا جس وجہ سے مدعی دعویٰ کرتا ہے واجب نہیں ہے۔ اگر چاہے تو یوں قسم دلائے کہ واللہ میرے اور اس کے درمیان یہ خریداری اس دم قائم نہیں ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر بائع نے بیع کا دعویٰ کیا اور مشتری نے انکار کیا پس اگر اس نے یہ دعویٰ کیا کہ میں نے بیع سپرد کر دی اور دام نہیں وصول پائے ہیں تو مشتری سے قسم لی جائے گی کہ واللہ میری طرف یہ دار ہے اور نہ اس کے دام ہیں اور اگر اس نے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے بیع نہیں دی اور نہ دام پائے ہیں تو یوں قسم لی جائے گی کہ واللہ یہ دار میرا نہیں ہے اور نہ یہ دام جو اس نے بیان کیے ہیں مجھ پر واجب ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے اور مال عین وثمن دونوں پر قسم لی جائے گی جیسا دعویٰ خرید میں ہوتا ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے اور نکاح میں یوں قسم لی جائے گی کہ ہم دونوں میں فی الحال نکاح نہیں ہے کذافی الہدایہ ہے۔

---

[1] جوار ہمسائیگی و پڑوس ۱۲ [2] مملوک ہونا ۱۲

اگر عورت نے نکاح ومہر کا دعویٰ کیا تو صاحبینؒ سے ظاہر الروایت میں مروی ہے کہ حاصل دعویٰ پر قسم لی جائے گی کہ واللہ یہ عورت میری جورو نہیں ہے جس نکاح سے کہ دعویٰ کرتی ہے اور نہ مجھ پر یہ مہر کہ جس کا دعویٰ کرتی ہے واجب ہے اور نہ مہر اس قدر ہے اور نہ اس میں سے کچھ مجھ پر واجب ہے اور اگر مدعیٰ اس امر کا مرد ہو تو عورت سے قسم لی جائے گی کہ واللہ یہ میرا شوہر نہیں ہے جیسا کہ دعویٰ کرتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک عورت نے اپنے شوہر پر ایک طلاق رجعی دینے کا دعویٰ کیا تو قسم لی جائے گی کہ واللہ اس عورت پر میری طرف سے اس ساعت طلاق واقع نہیں ہے اور اگر بائن طلاق کا دعویٰ کیا تو قسم لی جائے گی کہ واللہ اس ساعت یہ عورت میری طرف سے ایک طلاق یا تین طلاق کے ساتھ علیٰ حسب دعویٰ بائن نہیں ہے یا واللہ میں نے ایک طلاق یا تین طلاق کے ساتھ اس نکاح میں بائن نہیں کیا ہے اور یوں قسم نہ لی جائے گی کہ واللہ میں نے اس کو تین طلاق مطلقاً نہیں دی ہیں یہ وجیز کردری میں ہے۔ اسی طرح اگر عورت نے ایسا دعویٰ نہ کیا لیکن ایک شخص عادل نے یا فاسقوں کی ایک جماعت نے قاضی کے سامنے اس طرح گواہی دی تو قاضی احتیاط کر کے قسم لے گا کیونکہ حرمت فرج حق شرع ہے پس قاضی پر ایسی صورت میں احتیاط لازم ہے یہ محیط میں ہے۔

عورت کا اپنے نفس کو اختیار کرنا ☆

عورت نے دعویٰ کیا کہ میں نے شوہر سے طلاق کی درخواست کی تھی پس اُس نے مجھ سے کہا کہ تیرا کام تیرے اختیار میں ہے پس میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا یعنی طلاق لے لی اور میں اُس پر حرام ہوگئی پس شوہر نے اپنے حکم دینے اور اس کے اختیار کرنے دونوں سے انکار کیا یعنی میں نے نہیں کہا کہ تیرا کام تیرے اختیار میں ہے اور نہ اس نے اختیار کیا ہے تو قاضی بلاخوف حاصل دعویٰ پر قسم نہ لے گا بلکہ سبب پر قسم لے گا اور مرد کے واسطے احتیاط کرے گا اور قسم لیا جائے گا کہ واللہ میں نے اس کا کام اس کے اختیار میں نہیں دیا بعد اُس کی درخواست طلاق کے جب سے کہ آخر تزویج اس کے ساتھ کی ہے اور نہ میں جانتا ہوں کہ اس تفویض[1] کے ساتھ اس نے مجلس تفویض میں اپنے نفس کو اختیار کیا ہے یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر اقرار کیا کہ میں نے کہا تھا کہ تیرا کام تیرے اختیار میں ہے اور انکار کیا کہ اس نے نفس کو اختیار نہیں کیا ہے تو شوہر سے قسم لی جائے گی کہ واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اس نے اپنے نفس کو اس مجلس میں جس میں اختیار دینے کا دعویٰ کرتی ہے اختیار کیا ہے اور اگر اقرار کیا کہ اس نے اپنے نفس کو اختیار کیا لیکن میں نے اس کا امر اس کے ہاتھ میں نہیں دیا تھا تو قسم لی جائے گی کہ واللہ میں نے اپنی اس عورت کا کام اس کے قبضہ میں قبل اس کے کہ جس مجلس میں اپنے نفس کو اختیار کیا ہے نہیں دیا تھا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

ایک عورت نے اپنے شوہر پر دعویٰ کیا کہ اس نے میرے ساتھ ایلاء کیا اور ایلاء کی مدت گذر گئی پس ہم دونوں میں جدائی واقع ہوگئی اور قاضی سے درخواست کی کہ اس سے قسم لی جائے اور قاضی کو آگاہ کیا کہ اس کا مذہب یہ ہے کہ ایلاء کرنے والا بعد چار مہینے کے موقف[2] ہوتا ہے پس یہ شخص قسم کھائے گا کہ یہ عورت مجھ سے بائن نہیں ہے اور نہ میں جانتا ہوں تو قاضی اُس سے سبب پر قسم لے گا کہ واللہ میں نے اس سے یہ نہیں کہا تھا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا اتنے دنوں بناء بردعویٰ عورت کے پس اگر اس نے قسم سے نکول[3] کیا تو عورت کے حال پر لحاظ کر کے اس کو ایک طلاق کے ساتھ بائن قرار دے گا اگرچہ اس میں شوہر کے واسطے ضرر کا احتمال ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ پس اگر شوہر نے ایلاء کا اقرار کیا مگر دعویٰ کیا کہ میں نے مدت کے اندر اس سے قربت کر لی ہے اور عورت نے اس سے انکار کیا تو قسم لے کر عورت کا قول لیا جائے گا اور حاصل دعویٰ پر قسم لی جائے گی کہ واللہ آج کے روز میں اُس کی

---

[1] تفویض سپرد کرنا ۱۲ [2] رکھنے یا طلاق کا اختیار ہے ۱۲ [3] نکول انکار ۱۲

جورو نہیں ہوں بسبب اس کے کہ جو دعویٰ کیا ہے اور یہ قسم نہ لی جائے گی کہ واللہ اس مرد نے چار مہینے گذرنے سے پہلے مجھ سے قربت نہیں کی ہے اور کتاب الاستحلاف میں ہے کہ بشر نے فرمایا کہ میں نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ فرماتے تھے کہ یوں قسم لی جائے گی کہ واللہ چار مہینے گذرنے سے پہلے اس مرد نے مجھ سے قربت نہیں کی اور احتیاط ان کے قول کے موافق اس میں ہے کہ قسم میں زیادہ کہا جائے کہ واللہ چار مہینے گذرنے سے پہلے اس مرد نے مجھ سے قربت نہیں کی اس نکاح کے ساتھ جس کا یہ شخص مدعی ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر اس عورت نے اپنے مہر کے عوض مرد سے خلع کرایا اور شوہر نے انکار کیا تو اُس کا قول لیا جائے گا اور ظاہر الروایت کے موافق حاصل دعویٰ پر قسم لی جائے گی اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر سبب پر قسم لی جائے گی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

ایک عورت نے اپنے شوہر پر دعویٰ کیا کہ اس نے قسم کھائی تھی کہ اگر اس دار میں داخل ہوا تو اس میری عورت پر تین طلاق ہیں اور بعد اس قسم کھانے کے یہ شخص اس دار میں داخل ہوا پس اگر شوہر نے قسم اور دار داخل ہونے کا اقرار کیا تو طلاق کا اقرار کیا اور اگر دونوں باتوں سے انکار کیا تو موافق ظاہر الروایت کے حاصل دعویٰ پر قسم لی جائے گی کہ واللہ یہ عورت مجھ سے تین طلاق کے ساتھ بائن نہیں ہے جیسا کہ یہ دعویٰ کرتی ہے اور اگر قسم کا اقرار کیا مگر بعد قسم کے دار میں جانے سے انکار کیا تو یوں قسم لی جائے گی کہ واللہ اُس کی طلاق کے قسم کھانے کے بعد میں اس دار میں نہیں گیا اور اگر اس زمانے میں دار کے اندر جانے کا اقرار کیا اور قسم کھانے سے انکار کیا تو یوں قسم لی جائے گی کہ واللہ اس دار میں داخل ہونے سے پہلے میں نے یہ قسم نہیں کھائی تھی کہ اگر میں اس ادار میں داخل ہوں تو میری عورت کو تین طلاق ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور ایسا ہی عتاق کی صورت میں ہے کہ اگر غلام یا باندی نے اپنے مالک پر دعویٰ کیا کہ اس نے قسم کھائی تھی کہ اگر میں اس دار میں داخل ہوں تو یہ آزاد ہے اور پھر یہ شخص داخل ہوا تو اسی طرح قسم لی جائے گی اور اگر مالک یا شوہر نے ان قسموں میں قاضی سے کچھ عرض کیا تو یوں قسم لی جائے گی کہ واللہ یہ عورت تیری طرف سے تین طلاق کی بائن بسبب اس قسم کے جس کا دعویٰ کرتی ہے نہیں ہے اور نہ یہ باندی بسبب اس قسم کے جس کا دعویٰ کرتی ہے حرہ ہے پس اگر اس طرح قسم کھالی تو اس کی مراد حاصل ہے یہ شرح ادب القاضی میں ہے۔

اگر کسی نے دعویٰ کیا کہ میں نے تیرے پاس اس قدر مال ودیعت[1] رکھا ہے اُس نے کہا کہ تو نے فلاں شخص کے ساتھ رکھا ہے پس سب میں تجھے نہ دوں گا تو مدعا علیہ سے قسم لی جائے گی کہ واللہ سب تجھے واپس کرنا مجھے واجب نہیں ہے پس اگر اُس نے قسم کھالی تو خصومت دفع ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

ایک باندی غصب کر لی اور اس کو غائب کر دیا پس مالک نے گواہ سنائے کہ اس نے میری باندی غصب کر لی ہے تو مدعا علیہ قید کیا جائے گا یہاں تک کہ اُس کو لا کر مالک کو دے دے اور بسبب ضرورت کے یہ دعویٰ صحیح ہے باوجود جہالت کے اور اگر مالک کے پاس گواہ نہ ہوں تو اس سے قسم لی جائے گی کہ واللہ نہ اس شخص کی باندی مجھ پر چاہئے اور نہ اس کی قیمت یعنی اس قدر درم اور نہ اس سے کم یہ وجیز کردری میں ہے۔

جارہ اور مزارعت و معالت میں یوں قسم لی جائے گی کہ واللہ میرے اور اس کے درمیان اس گھر کا اجارہ یا اس زمین کی مزارعت اس وقت سے اور جس وقت تک کا مدعی دعویٰ کرتا ہے بعوض اس قدر اجرت کے جو مدعی نے بیان کی لازم قائم نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر مدعی نے گھر کے کرایہ کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا تو قاضی یوں قسم لے گا کہ واللہ میری طرف اس کا یہ کرایہ جو اس گھر کے کرایہ کا وقت کرایہ دینے سے دعویٰ کرتا ہے نہیں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ اگر قاضی چاہے تو یوں قسم لے کہ واللہ میری

[1] ودیعت یعنی امانت ۱۲

طرف اس کا یہ کرایہ جو بیان کیا اس سبب سے جو دعویٰ میں بیان کیا نہیں چاہئے یا جس وجہ سے دعویٰ کیا ہے نہیں چاہئے یہ محیط میں ہے۔

اگر مال یا عروض کی کفالت کا دعویٰ کیا تو حاصل دعویٰ پر قسم لی جائے گی لیکن اُس وقت قسم لی جائے گی کہ جب کفالت صحیحہ کا دعویٰ کرے خواہ منجز[1] ہو یا کسی شرط متعارف پر معلق ہو اور بیان کرے کہ کفالت اس کے حکم سے تھی یا مجلس کفالت میں اس کفالت سے اس نے اجازت دی تھی اور بدون اس کے کفالت کا صحیح دعویٰ نہ ہوگا پس تحلیف[2] اس پر مترتب نہ ہوگی اور قسم یوں لی جائے گی کہ واللہ میری طرف یہ ہزار درم بسبب اس کفالت کے جس کا یہ دعویٰ کرتا نہیں ہے اور اس کفالت کا ذکر اس واسطے ہے کہ دوسری کفالت کو شامل نہ ہو جائے اسی طرح اگر کفالت کسی عروض کی ہو تو یوں قسم لی جائے گی کہ واللہ میری طرف یہ کپڑا بسبب اس کفالت کے نہیں ہے اور کفالت نفس میں یوں قسم لی جائے گی کہ واللہ میری طرف یہ واجب نہیں ہے کہ بسبب اس کفالت کے جس کا یہ دعویٰ کرتا ہے فلاں شخص کے نفس کو اس کے سپرد کروں یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے میرے گھر کے پہلو میں ایک گھر خریدا ہے اور میں اپنے گھر کی وجہ سے اس کا شفیع[3] ہوں اور قسم طلب کی تو قاضی سبب پر قسم لے گا کہ واللہ میں نے یہ دار کہ جس کو یہ شخص بیان کرتا ہے اور اس کے یہ حدود ہیں نہیں خریدا ہے اور نہ اس میں سے کچھ خریدا ہے اور اگر مدعا علیہ نے خریدنے اور مدعی کے جوار ہونے کا اقرار کیا اس نے کہا کہ مدعی کو جب خرید کا حال معلوم ہوا تو اس نے شفعہ نہیں طلب کیا اور شفیع نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے طلب کیا تو قسم سے شفیع کا قول لیا جائے گا اور بدرخواست مدعا علیہ شفیع سے یوں قسم لی جائے گی کہ واللہ جب مجھے اس دار کے فروخت کی خبر پہنچی تو میں نے شفعہ طلب کیا اور کسی بائع یا مشتری یا دار کے حضور میں طلب شفعہ کے گواہ کر لیے ایسا ہی کتاب الاستحلاف میں مذکور ہے و لیکن اس وقت ٹھیک ہو سکتا ہے کہ مدعی نے دعویٰ کیا ہو کہ مجھے اس دار کے فروخت کی خبر ایسے وقت پہنچی کہ میں آدمیوں کے مجمع میں تھا اور اگر اس وقت کوئی اس کے پاس نہ تھا اور اس کو بیع کی خبر پہنچی تو فی الحال گواہ نہ کر لینے سے اس کا شفعہ باطل نہ ہوگا اور اس سے یوں قسم لی جائے گی کہ واللہ میں نے جس وقت بیع کی خبر پائی اس وقت اپنا شفعہ طلب کیا اور بوقت امکان گواہوں کی تلاش میں نکلا اور کسی بائع یا مشتری یا دار کے حضور میں شفعہ طلب کر کے گواہ کر لیے اور اگر مدعی نے دعویٰ کیا کہ مجھے رات میں بیع کی خبر پہنچی اور صبح میں نے شفعہ طلب کیا اور گواہ کر لیے تو قاضی یوں قسم لے گا کہ واللہ مجھے سوائے اس وقت کے جس کا میں دعویٰ کرتا ہوں بیع کی خبر نہیں پہنچی اور صبح کے وقت میں نے شفعہ طلب کر کے گواہ کر لیے یہ محیط میں لکھا ہے جو عورت بخیار بلوغ مختار ہے اس کا حکم اپنے نفس کے اختیار کرنے میں یعنی اپنے آپ کو طلاق دے دینے میں مثل شفیع کے ہے طلب شفعہ میں اور اس کا استحلاف بھی مثل استحلاف شفیع کے ہے پس اگر اس نے قاضی سے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا جبھی مجھے بلوغ ہوا یا کہا کہ جبھی میں بالغ ہوئی میں نے فرقت اختیار کی تو قسم سے اس کا قول معتبر ہوگا اور اگر یوں کہا کہ میں کل بالغ ہوئی اور میں نے فرقت طلب کی تو بدون گواہوں کے اس کا قول مقبول نہ ہوگا اور اگر شفیع نے ایسا کہا کہ میں کل کے روز بیع پر واقف ہوا اور شفعہ طلب کیا تو بھی یہی حکم ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے میری چاندی کی ابریق یعنی چھاگل جس کو فارسی میں آبریز کہتے ہیں توڑ ڈالی اور ابریق کو حاضر کیا یا یوں دعویٰ کیا کہ اس نے میرے کھانے میں یا اناج میں پانی ملا کر اس کو برباد کر دیا ہے پس اگر مدعا علیہ نے اس کا اقرار کیا تو ابریق یا اناج کے مالک کو اختیار ہے چاہئے ابریق و اناج کو اپنے پاس رکھے اور اس کو کچھ نہیں ملے گا یا مدعا علیہ کو دے دے اور ابریق کی قیمت میں اس کی جنس کے خلاف لے لے اور اناج میں اس کے مثل لے لے اور نقصان کی ضمان نہیں لے سکتا ہے اور

---

[1] منجزہ وہ کفالت جو بدون کسی شرط کے فی الحال نافذ ہو ۱۲ [2] تحلیف قسم لینا ۱۲ [3] شفیع جس کو حق شفعہ پہنچتا ہے ۱۲

اگر مدعا علیہ نے انکار کیا تو قاضی قیمت ابریق و مثل طعام پر اس سے قسم لے گا یعنی واللہ مجھ پر قیمت ابریق یا مثل طعام واجب نہیں ہے علی الوجہ الاتم اور اگر مدعی نے قاضی کو گواہ کر دیا کہ اس کا مذہب یہ ہے کہ ایسی صورت میں ضمان قیمت واجب نہیں ہوتی ہے بلکہ ضمان نقصان واجب ہوتی ہے تو قاضی اس سے سبب پر قسم لے گا کہ واللہ میں نے یہ فعل جس کا مدعی دعویٰ کرتا ہے نہیں کیا ہے یہ فتویٰ قاضی خان میں ہے۔ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے میرا کپڑا پھاڑ ڈالا ہے اور کپڑے کو مع اس شخص کے حاضر کر کے قسم طلب کی تو قاضی سبب پر قسم نہ لے گا کہ واللہ میں نے یہ کپڑا نہیں پھاڑا ہے بلکہ پھٹنے کو دیکھے گا اگر اس قسم کا شگاف ہے کہ جس سے نقصان دینا پڑے اور مدعی کو خیار حاصل نہ ہو تو اس کپڑے کو ثابت[1] اندازہ کرائے اور اس خرق کے ساتھ اندازہ کرائے پس جس قدر نقصان ہو وہ دلائے مگر اس وقت دلائے گا کہ اس سے قسم لے کہ واللہ اس شخص کے مجھ پر اتنے درم نہیں چاہئے ہیں پس اگر قسم کھالی تو چھوٹ گیا اور نہ نقصان ادا کرے اور بعض خرق ایسا ہوتا ہے کہ جس میں مدعی کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے کپڑا لے لے اور اس کا نقصان لے لے یا اس کپڑے کو مدعا علیہ کے حوالے کرے اور اس کی پوری قیمت لے لے اور یہ خرق وہ ہے کہ جو بہت ہو اور تھوڑے خرق میں نقصان لے سکتا ہے جیسا کہ بیان ہوا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ کپڑا حاضر ہو اور اگر کپڑے کو نہ لایا اور آ کر دعویٰ کیا کہ اس مدعا علیہ نے میرا کپڑا پھاڑ ڈالا ہے تو قاضی اُس سے دریافت کرے گا کہ اس خرق سے تیرا کس قدر نقصان ہوا ہے اس کو بیان کرتا کہ مدعی علیہ سے اتنے کی قسم لی جائے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ خرق تھوڑا سا ہو کذا فی شرح ادب القاضی للخصاف۔یہی صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔

مذکورہ مسئلہ میں کس وقت قسم لی جائے گی؟

اگر خرق زیادہ ہو کہ جس سے تمام کپڑے کی قیمت واجب ہوتی ہے تو[2] سبب پر قسم لے گا کہ واللہ میں نے یہ فعل خرق جس طرح مدعی دعویٰ کرتا ہے نہیں کیا ہے اس میں مدعی کے حق کا لحاظ ہے اگر چہ مدعا علیہ کے حق میں ضرر متصور ہو کذا فی شرح ادب القاضی للخصاف للصدر الشہید۔

اگر کسی نے دعویٰ کیا کہ اس نے میری دیوار ڈھا دی یا توڑ ڈالی ہے اور مقدار دیوار اور موقع شکست یا نقصان کو بیان کر دیا اور قاضی سے نقصان کی درخواست کی تو قاضی اُس شخص سے حاصل دعویٰ پر قسم لے گا کہ واللہ مجھ پر اس مدعی کے اس قدر دام یا کچھ اس میں سے نہیں واجب ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایسا ہی خصاف رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے بیان کیا کہ سبب پر قسم لینی چاہئے حاصل دعویٰ پر نہ لینی چاہئے اور یہی صحیح ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔اگر کسی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے میری بکری یا گائے ذبح کر ڈالی یا میرے غلام کی آنکھ پھوڑ دی اور وہ سوائے اس کے اور کسی وجہ سے مر گیا یا میرے چوپایہ کی آنکھ پھوڑ دی یا میرے کسی مال میں نقصان کر دیا اور یہ چیز حاضر نہیں ہے تو قاضی دریافت کرے گا کہ اس کا نقصان کس قدر ہے پس اُس پر قسم لے گا اور سبب پر قسم نہ لے گا کیونکہ سبب پر قسم لینے سے مدعا علیہ کا ضرر ہے اور حاصل دعویٰ پر قسم لینے سے مدعی کا نقصان نہیں ہے کذا فی شرح ادب القاضی۔

ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے میری دیوار پر اپنی ٹلی رکھ لی یا میری چھت پر پانی بہایا یا میرے گھر میں پرنالہ جاری کیا یا میری چار دیواری میں دروازہ نکالا ہے یا میری دیوار پر عمارت بنائی ہے یا میری زمین میں مٹی یا بالو ڈلوائی یا کوئی مردہ جانور ڈال دیا ہے یا میری زمین میں درخت لگائے یا کوئی فعل کیا ہے کہ جس سے زمین میں نقصان آتا ہے اور زمین کے مالک کو اس کے دور کرنے کی ضرورت ہے اور اپنے صحت دعویٰ کے واسطے دیوار کا طول و عرض موضع بیان کر دیا اور زمین کے حدود موضع کو بیان کر دیا پس

---

[1] ثابت پورا۔بغیر شگاف کے اور خرق شگاف ہے ۱۲ [2] سبب یعنی جس سبب سے نقصان یا تلف کا دعویٰ ہے ۱۲

گر مدعا علیہ نے اس سے انکار کیا تو قاضی سبب پر قسم لے گا اور اگر یہ صورت ہو کہ دیوار پر بلّی رکھنے والا مدعی ہو اس طرح کہ میری ایک بلّی اس شخص کی دیوار پر تھی وہ گر گئی یا میں نے درست کرنے کے واسطے اس کو اکھاڑا تھا اب یہ شخص مجھے رکھنے نہیں دیتا ہے تو بدون تصحیح دعویٰ کے ساعت نہ ہوگی اور تصحیح اس طرح ہوگی کہ[1] بلّی کی جگہ بیان کرے اور یہ بیان کرے کہ مجھے ایک دو بلّیاں رکھنے کا حق تھا اور بلّی کی موٹائی بیان کرے پھر جب دعویٰ صحیح ہوا اور مدعا علیہ نے انکار کیا تو قاضی حاصل دعوے پر قسم لے گا کہ واللہ اس شخص کو ایسی ایسی بلّی رکھنے کا اس دیوار پر اس مقام پر حق واجب حاصل نہیں ہے پس اگر اس نے انکار کیا تو اس پر ڈگری ہو جائے گی اور اگر کسی شخص پر دعویٰ کیا کہ اس نے میری زمین میں ایک گڑھا کھود دیا کہ جس سے زمین میں نقصان ہوا اور نقصان کی درخواست دی۔ پس اگر زمین کے حدود اور گڑھے کا مقام و مقدار اور نقصان بیان کیا تو قاضی مدعا علیہ سے حاصل دعوے پر قسم لے گا کہ واللہ اس شخص کا اس قدر نقصان مجھ پر نہیں واجب ہے کہ جس کا یہ دعویٰ کرتا ہے اور سبب پر قسم نہ لے گا یہ فتاویٰ خان میں ہے۔

اگر کسی پر دعویٰ کیا کہ میرا حق ہے کہ اس کے گھر سے میرے گھر کا پانی بہے یا اس کے گھر سے میرا راستہ ہے تو حاصل دعویٰ پر قسم لی جائے گی کہ واللہ اس گھر میں اس شخص کو یہ حق جس کا دعویٰ کر رہا ہے حاصل نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کسی شخص پر دعویٰ کیا کہ اس نے عمداً میرے بیٹے یا غلام یا ذمی کو ایسے آلہ سے قتل کیا کہ جس سے قصاص واجب ہوتا ہے ور قصاص کا دعویٰ کیا یا یہ دعویٰ کیا کہ اس نے میرا ہاتھ یا میرے نابالغ بیٹے کا ہاتھ عمداً کاٹ ڈالا ہے یا سر کے زخم یا جراحت کا دعویٰ کیا کہ جس میں بدلا واجب ہوتا ہے اور مدعا علیہ نے انکار کیا تو اس سے قسم لے سکتا ہے پھر قتل پر قسم لینے میں دو روایتیں ہیں ایک روایت میں آیا ہے کہ حاصل[2] دعویٰ پر قسم لی جائے کہ واللہ مجھ پر اس کے فلاں بیٹے یا فلاں غلام یا فلاں ولی کا خون نہیں ہے اور نہ میری جانب کوئی حق ہے بسبب اس خون کے کہ جو یہ دعویٰ کرتا ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ سبب پر قسم لی جائے کہ واللہ میں نے فلاں بن فلاں اس شخص کے ولی کو عمداً قتل نہیں کیا ہے اور ماسوائے قتل کے زخم و جراحت وغیرہ میں جن میں قصاص آتا ہے یہ ہے کہ حاصل دعویٰ پر قسم لی جائے کہ واللہ مجھ پر اس کے اس زخم کا بدلہ نہیں ہے اور نہ اس وجہ سے میری طرف اس کا کوئی حق ہے پس اگر اس نے قسم کھالی تو بری ہو گیا اور اگر انکار کیا تو قتل کی صورت میں صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک دیت دینے کا حکم کیا جائے گا اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قید کیا جائے گا یہاں تک کہ قسم کھائے یا اقرار کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کسی پر دعویٰ کیا کہ اس نے میرے بیٹے یا ولی کو خطا سے قتل کیا یا خطا سے اس کا ہاتھ کاٹا یا خطا سے سر زخمی کیا یا کوئی ایسے فعل کا دعویٰ کیا جس میں دیت یا ارش[3] لازم آتا ہے تو حاصل پر قسم لی جائے کہ واللہ اس شخص کا مجھ پر یہ ارش یا دیت جس کا دعویٰ کرتا ہے جس جہت سے دعویٰ کرتا ہے نہیں ہے اور نہ اس میں سے کچھ ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جو حق غیر مدعی علیہ پر واجب ہو مثل قتل خطا کہ اس کی دیت مددگار برادری پر ہے اور وہ جرم کہ جس کے عوض ارش واجب ہوتا ہے تو اس میں اس طرح سے قسم لی جائے گی کہ واللہ میں نے اس شخص کے فلاں بیٹے کو قتل نہیں کیا اور واللہ نہ اس کو یہ زخم دیا ہے اور جس جرم کا عوض اسی مدعا علیہ پر واجب ہوا اس میں حاصل دعویٰ پر قسم لی جائے گی یہ شرح ادب القاضی میں ہے۔

اگر غلام پر دعویٰ ہو پس اگر نفس کے جرم کا دعویٰ ہو اور عمداً ہو تو خصم اس باب میں وہی غلام ہے اس سے قسم لی جائے گی اور

---

۱ بلّی اس نواح کی زبان میں شہتیر کے مانند دھنی ہوتی ہے ۱۲ ۲ حاصل دعویٰ یعنی جس سبب سے دعویٰ کیا ہے اس کا جو کچھ مقصود و حاصل مطلب ہو اور دوم یہ کہ سبب پر قسم ہو کہ میں نے یہ سبب نہیں کیا جس سے اس کا نقصان ہوا لیکن ایسی عبارت سے قسم ہو کہ تاویل کی گنجائش نہ رہے ۱۲

۳ ارش جرمانہ اور دیت خون بہا ۱۲

خطا سے جرم نفس کا دعویٰ ہو تو خصم اس کا مالک ہے اُس پر قسم آئے گی لیکن قسم علم پر لی جائے گی اور اگر نفس سے کم جرم ہو تو خصم اس کا مالک قرار پائے گا خواہ عمداً ہو یا خطاءً ہو لیکن اُس سے علم پر قسم لی جائے گی یہ محیط میں ہے۔

اگر دعویٰ ہر وجہ سے فعل مدعا علیہ کا ہو تو اس سے علی البتات یعنی قطعی طور سے قسم لی جائے گی علم پر قسم نہ لی جائے گی مثلاً دعویٰ کیا کہ تو نے میری یہ چیز چرائی ہے یا غصب کر لی ہے اور اگر ہر وجہ سے فعل غیر مدعا علیہ کا دعویٰ ہو تو علم پر قسم لی جائے گی مثلاً اگر کسی میت پر دینے کا[1] دعویٰ اس کے وارث کی حاضری میں بسبب استحلاک کے کیا یا یہ دعویٰ کیا کہ تیرے باپ نے میری یہ چیز چرائی یا غصب کر لی ہے تو وارث سے اس کے علم پر قسم لی جائے گی اور یہی ہمارا مذہب ہے کذا فی الذخیرہ اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ قاعدہ ہر جگہ ٹھیک پڑتا ہے سوائے رد بالعیب کے مثلاً مشتری نے دعویٰ کیا کہ یہ غلام بھگوڑا ہے اور بائع سے قسم لینی چاہی تو قطعی قسم لی جائے گی حالانکہ بھاگنا غیر کا فعل ہے اور قطعی اس واسطے لی جاتی ہے کہ بائع ضامن ہوا ہے کہ بیع کو تمام عیبوں سے پاک سپرد کر دے تو یہ قسم اس کی ضمان کی طرف راجع ہے اور اس واسطے کہ فعل غیر پر علمی قسم اس وقت لی جاتی ہے کہ جب منکر نے کہا کہ مجھے اس کا علم نہیں ہے اور جب بائع نے علم کا دعویٰ کیا تو اس سے قطعی قسم لی جائے گی کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر مودع نے کہا کہ مالک ودیعت نے ودیعت پر قبضہ کر لیا ہے تو اس سے قطعی قسم لی جاتی ہے اور بھی وکیل نے جب دعویٰ کیا کہ موکل نے ثمن پر قبضہ کر لیا ہے تو اس سے قطعی قسم لی جاتی ہے کیونکہ مدعی علم ہے کذا فی التبیین۔ اگر دعویٰ ایسے فعل پر ہو جو ایک وجہ سے مدعا علیہ کا فعل ہے اور ایک وجہ سے فعل غیر ہے مثلاً کہا کہ تو نے مجھ سے خریدی یا قرض لی یا کرایہ پر لی تو قطعی قسم لی جائے گی کذا فی المحیط۔

اگر ایک شخص دوسرے کو قاضی کے پاس لایا کہ اس کے باپ نے انتقال کیا اور میرے اس پر ہزار درم چاہئے ہیں تو قاضی کو چاہئے کہ مدعا علیہ سے دریافت کرے کہ تیرا باپ مر گیا اگر اس نے کہا کہ ہاں تو مدعی کے دعویٰ کو دریافت کرے پس اگر اقرار کیا کہ میرے باپ پر اس کا قرضہ ہے تو اس کے حصہ میں[2] سے لے کر مدعی کو دلائے اور اگر انکار کیا اور مدعی نے گواہ سنائے تو مقبول ہوں گے اور مال ڈگری تمام ترکہ میں سے وصول کرا دیا جائے گا نہ خاص اس وارث کے حصہ میں سے اور اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں اور اس نے استحلاف کی درخواست کی تو اس مدعا علیہ وارث سے علی العلم قسم لی جائے گی یہی ہمارے علماء کا قول ہے یعنی واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ میرے باپ پر اس مدعا علیہ کا ہزار درم قرض یا اس میں سے کچھ ہے جیسا کہ دعویٰ کرتا ہے پس اگر اس نے قسم کھالی تو رہا ہو گیا ورنہ اس کے حصہ ترکہ سے دلایا جائے گا پس اگر اس نے کہا کہ مجھے آپ کے ترکہ سے کچھ نہیں ملا ہے پس اگر مدعی نے اس کی تصدیق کی تو اس کو کچھ نہ ملے گا اور اگر تکذیب کی تو وارث سے قطعی قسم لی جائے گی کہ واللہ مجھے باپ کے ترکہ سے ہزار درم یا اس میں سے کسی قدر کچھ نہیں ملا ہے پس اگر قسم نہ کھائی تو اس پر ڈگری ہو جائے گی اور اگر قسم کھالی تو اس پر کچھ نہیں ہے یہ حکم اس وقت ہے کہ پہلے قرضہ پر قسم دلائی پھر وصول پر قسم دلائی اور اگر پہلے وصول پر قسم دلائی اور مدعی اس سے قرضہ ہونے کی قسم نہیں لے چکا ہے پھر قرضہ پر قسم لینا چاہی اور وارث نے کہا کہ مجھ پر قسم نہیں آتی ہے تو یہ قول مقبول نہ ہوگا اور علم پر قسم لی جائے گی اور اگر پہلے اس سے قرضہ پر قسم لینی چاہی پس وارث نے کہا کہ مجھے میراث میں سے کچھ نہیں ملا ہے اور مجھ پر قسم نہیں آتی ہے پس اگر مدعی نے باوجود اس کے تصدیق کرنے کے قرضہ پر قسم لینی چاہی تو اس کو یہ اختیار ہے اور اگر تکذیب کی اور قرضہ پر اور ترکہ ملنے دونوں پر قسم لینی چاہی تو مشائخ نے

---

[1] یعنی اس وارث کے مورث نے اس قدر مال تلف کر دیا تو اس قدر مال اس پر قرضہ ہوا جو اس کے ترکہ سے دلایا جائے ۱۲

[2] اس کے حصہ کی خصوصیت اس وجہ سے ہے کہ شاید دوسرے وارث منکر ہوں اور اگر سب نے اقرار کیا تو سب سے لے کر دیا جائے پھر جس نے اقرار کیا اگر وہ ثابت کر دے تو سب سے واپس لے ۱۲

اختلاف کیا ہے اور عامہ مشائخ کے نزدیک دو مرتبہ اس سے قسم لی جائے گی ایک مرتبہ ترکہ وصول ہونے پر قطعی قسم لی جائے گی اور دوسری بار قرضہ پر علمی قسم لی جائے گی یہ حکم اس وقت ہے کہ اس نے اپنے باپ کے انتقال کا اقرار کیا اور اگر انکار کیا اور قرض خواہ نے اس سے اس طرح قسم طلب کی تو عامہ مشائخ کے نزدیک دوبارہ قسم لی جائے گی ایک مرتبہ باپ کے مرنے پر علم پر قسم لی جائے گی اور دوسری مرتبہ ترکہ وصول نہ ہونے پر قطعی قسم لی جائے گی پس اگر وہ قسم سے باز رہا یہاں تک کہ موت ثابت ہوگئی تو قرضہ پر علم[1] پر قسم لی جائے گی پس اگر اس نے قسم کھالی تو اس پر کچھ نہیں ہے اور اگر قسم سے باز رہا تو اس پر ڈگری ہوگی کذا فی شرح ادب القاضی للخصاف۔

اگر مدعا علیہ نے کہا کہ یہ مال عین مجھے فلاں شخص کی طرف سے خرید نے یا ہبہ یا صدقہ کی وجہ سے ملا ہے ☆

ایک شخص نے ایک مال معین پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا اور مدعا علیہ سے قسم طلب کی پس اگر مدعا علیہ نے کہا کہ یہ مال میرے قبضہ میں میراث سے آیا ہے اور قاضی اس کو جانتا ہے یا نہیں جانتا ہے اور مدعی نے اس کا اقرار کیا یا نہیں کیا لیکن مدعا علیہ نے اس کے گواہ سنائے تو ان سب صورتوں میں علم پر قسم دلائی جائے گی اس طرح کہ مدعا علیہ قسم کھائے کہ واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ مجھ پر اس مال معین کا سپرد کر دینا اس مدعی کو واجب ہے اور اگر قاضی کو حقیقت حال معلوم نہ ہوئی اور نہ مدعی نے اس کا اقرار کیا اور نہ مدعا علیہ نے اس پر گواہ قائم کیے تو قاضی اس سے قطعی قسم لے گا پس اگر مدعا علیہ نے درخواست کی کہ مدعی سے قسم لی جائے کہ اس کو میراث سے نہیں ملی ہے تو قاضی مدعی سے اس کے علم پر یوں قسم لے گا کہ واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اس کو میراث ملی ہے پس اگر مدعی نے اس طرح قسم کھالی تو مدعا علیہ کو میراث کی جہت سے وصول ہونا منتفی ہوگیا اس وقت اس سے قطعی قسم لی جائے گی پس اگر اس نے قسم سے نکول کیا تو اس بات کا مقر ہوگیا کہ اس کو میراث سے ملی ہے اس وقت مدعا علیہ سے علم پر قسم لی جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر مدعا علیہ نے کہا کہ یہ مال عین مجھے فلاں شخص کی طرف سے خریدنے یا ہبہ یا صدقہ کی وجہ سے ملا ہے تو اس سے قطعی قسم لی جائے گی کہ واللہ مجھ پر یہ مال عین اس مدعی کو سپرد کرنا واجب نہیں ہے اور اگر مدعا علیہ نے اپنی ملک مطلق[2] ہونے کا دعویٰ کیا تو بھی اس سے قطعی قسم لی جائے گی یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایک شخص کے قبضہ میں ایک غلام ہے اس پر ایک شخص نے آکر دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے کہ یہ میرا غلام ہے اور قابض کہتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے خریدا ہے اور اپنے قبضہ میں لے لیا ہے تو موافق ظاہر الروایت کے مدعی سے دعویٰ حاصل پر قسم لی جائے گی کہ واللہ یہ مال عین اس قابض کا نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے سے ایک باندی یا دوسری چیز خریدی پھر ایک شخص نے اس پر دعویٰ کیا کہ میں نے یہ باندی بائع سے اس شخص کے خریدنے سے پہلے خریدی ہے تو قابض سے سبب پر علمی قسم لی جائے گی کہ واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ یہ باندی میرے خریدنے سے پہلے بائع سے اس مدعی نے خریدی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

پس اگر مدعا علیہ نے قاضی سے عرض کیا کہ آدمی کبھی کوئی چیز خریدتا ہے پھر اقالہ وغیرہ کی وجہ سے باہم بیع ٹوٹ جاتی ہے اور وہ اس خوف سے اقرار نہیں کرسکتا ہے کہ اس کے کچھ ذمہ لازم آجائے تو قاضی مدعا علیہ سے یوں قسم لے گا کہ واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ ان دونوں میں اس باندی کی بیع اس ساعت قائم ہے اور امام رکن الاسلام علی سعدی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ پورا لحاظ تو اس طرح قسم لینے میں ہے کہ واللہ یہ شے اس مدعی کی جس کی وجہ سے دعویٰ کرتا ہے نہیں ہے۔ پھر جو کچھ مذکور ہوا امام

---

[1] واضح ہو کہ یہ سب قسم اس صورت میں ہے کہ گواہ نہ ہوں ۱۲

[2] ملک مطلق کہ اس نے ہبہ یا صدقہ وغیرہ کسی سبب کو بیان نہ کیا بلکہ یوں کہا کہ یہ میری ملک ہے ۱۲

ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے موافق ہو سکتا ہے لیکن ظاہر الروایت کے موافق تو ہر حال میں حاصل دعویٰ پر قسم لی جائے گی یہ محیط میں ہے۔

اگر مرتہن کے قبضہ میں رہن ہو پھر راہن و مرتہن سے کسی دوسرے شہر میں ملاقات ہوئی اور مرتہن نے راہن سے اپنا قرضہ طلب کیا تو مرتہن کو اس کا مال دینے کا حکم راہن کو کیا جائے گا پس اگر راہن نے دعویٰ کیا کہ رہن اس کے پاس تلف ہو گیا ہے اور مرتہن نے اس سے انکار کیا تو اس سے قطعی قسم لی جائے گی کہ واللہ رہن تلف نہیں ہوا ہے اور اگر دونوں نے رہن کسی عادل کے ہاتھ میں رکھوا دیا تھا اور دونوں نے اس کے تلف ہونے میں اختلاف کیا تو مرتہن سے اُس کے علم پر قسم لی جائے گی کذا فی الفصول العمادیہ۔

ایک شخص کے پاس ایک چوپایہ ودیعت رکھا وہ اس پر سوار ہو گیا پھر چوپایہ ہلاک ہو گیا پس مستودع نے کہا کہ جب میں اس پر سے اتر آیا ہوں تب ہلاک ہوا ہے اور مودع نے کہا کہ نہیں تیرے اترنے سے پہلے مرا ہے تو قسم لے کر مودع کا قول لیا جائے گا اور قسم علم پر ہو گی اس طرح کہ واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اُس کے اتر آنے کے بعد مرا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر دو شخصوں نے آج کے روز کی خریدی چیزوں میں یا اس مہینے کی خریدی چیزوں میں یا اس سال کی خریدی چیزوں میں شرکت کی اور خصوصیت[1] تجارت کر دی خواہ وقت بیان کیا یا نہ کیا تو ایسی شرکت جائز ہے پس اگر ایک نے کہا کہ میں نے ایک متاع خریدی تھی وہ تلف ہو گئی اور دوسرے شریک سے آدھا ثمن لینا چاہا اور شریک نے انکار کیا تو شریک مدعی کا قول قسم سے معتبر ہو گا اور خرید کے منکر سے قسم لی جائے گی کہ واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اس نے یہ مال خریدا تھا اور حاکم ابو محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ اس قسم میں اس قدر زیادہ کرنا واجب ہے کہ واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اس نے ہم دونوں کی شرکت[2] میں یہ چیز خریدی تھی یہ محیط میں ہے واضح ہو کہ جس مقام پر قطعی قسم آتی ہے اور اس نے علم پر قسم کھالی تو معتبر نہ ہو گی اور نہ نکول[3] پر ڈگری کی جائے گی اور نہ قسم اس سے ساقط ہو گی اور جس مقام پر علم پر قسم آئے اور اُس نے قطعی قسم کھالی تو قسم معتبر ہو گی یہاں تک کہ قسم اُس سے ساقط ہو جائے گی اگر اس نے نکول کیا کیونکہ قسم قطعی زیادہ موکد ہے پس مطلقاً معتبر ہو گی بخلاف عکس کے یہ تبیین میں ہے۔

تیسری فصل ☆

جن پر قسم آتی ہے اور جن پر نہیں آتی ہے اور جن کو قسم پر اقدام حلال ہے اور جن کو نہیں حلال ہے ان لوگوں کے بیان میں

ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ مدعا علیہ نے اپنی نابالغ بیٹی کا نکاح حالت میرے ساتھ کر دیا ہے اور مدعا علیہ یعنی دختر کے باپ نے انکار کیا ہے اور مدعی نے اس سے قسم طلب کی پس اگر خصومت کے وقت لڑکی نابالغ ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک باپ سے قسم نہیں لی جا سکتی ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک لی جا سکتی ہے اور اگر اس وقت لڑکی نابالغ ہے تو بالاتفاق قسم باپ سے نہ لی جائے گی اور صاحبین کے نزدیک عورت سے مدعی کے دعویٰ پر قسم لی جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص پر دعویٰ کیا کہ اس نے اپنی باندی میرے ساتھ بیاہ دی ہے تو صاحبینؒ کے نزدیک مالک سے قسم لی جائے گی اگرچہ وہ باندی بالغ

[1] خصوصیت یعنی خاص فلاں وفلاں قسم کی چیزوں میں شرکت ہے ۱۲ [2] کیونکہ شاید اس نے خاص اپنے لیے خریدی ہو ۱۲
[3] نکول قسم کھانے سے باز رہنا ۱۲

نہ ہو یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

ایک شخص پر مال کا دعویٰ کیا اور گواہ قائم کئے پس مدعا علیہ نے قاضی سے کہا کہ مدعی سے اس امر کی قسم لے کہ وہ حق پر ہے یا اس امر کی قسم لے کہ اس کے گواہوں نے حق گواہی دی تو یہ قسم نہ لی جائے گی اسی طرح ہر جگہ جہاں خلاف شرع درخواست قسم ہو منظور نہ ہوگی اور اگر گواہ سے یہ قسم طلب کی کہ واللہ میں نے حق گواہی دی ہے تو یہ قسم نہ لی جائے گی کذا فی الخلاصہ۔

اگر مدعا علیہ نے کہا کہ (ایں شاہد سے مقرآمدہ است پیش ازیں گواہی کہ ایں محدود ملک من ست) اور گواہ و مدعی سے قسم لینی چاہی تو قسم نہ لی جائے گی اسی طرح اگر گواہ نے گواہی سے انکار کیا تو قاضی اس سے قسم نہ لے گا۔ اسی طرح اگر کہا (ایں شاہد[1] ایں محدود در ادعویٰ کردہ است بر من پیش ازیں گواہی) اور اس سے و مدعی سے قسم لینی چاہی تو قسم نہ لی جائے گی۔ اسی طرح اگر مدعی نے قاضی سے درخواست کی کہ مدعا علیہ سے یہ قسم لے کہ میں نے یہ قسم سچی کھائی ہے تو قاضی منظور نہ کرے گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

باپ جو کچھ اپنے نابالغ لڑکے پر دعویٰ کرے اس میں اس پر قسم نہیں آتی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص کی مقبوضہ زمین کی نسبت دعویٰ کیا کہ یہ میری ہے اور قابض نے کہا کہ یہ فلاں نابالغ لڑکے کی ہے تو مدعا علیہ سے قسم نہ لی جائے گی اور اگر قسم طلب کی گئی اور اس نے نکول کیا تو نکول صحیح نہیں ہے پس اگر مدعی نے کہا کہ اس نے میرا گھر تلف کیا بسبب اس کے کہ اس نے اپنے نابالغ لڑکے کی ملک ہونے کا اقرار کیا پس نکول کے وقت ضامن ہوگا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس سے حلف نہ لیا جائے گا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قسم لی جائے گی کیونکہ ان کے نزدیک غصب سے عقار کی ضمان ہوتی ہے اور امام ابو بکر محمد بن فضل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اپنے نابالغ لڑکے کے واسطے اقرار کر دینے سے قسم اس سے ساقط نہ ہوگی اور امام ابو علی نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نابالغ کے واسطے اقرار کرنے سے قسم اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گی خواہ یہ نابالغ اسکا بیٹا ہو یا غیر کا ہو اور اگر مدعا علیہ نے کہا کہ یہ دار میرے بالغ بیٹے فلاں غائب کا ہے تو یہ صورت اور اگر کسی اجنبی کی ملک ہونے کا اقرار کرے تو یہ صورت دونوں یکساں ہیں کہ اس سے قسم ساقط نہ ہوگی پس اگر اس سے قسم لی گئی اور اس نے انکار کیا تو دار مدعی کو دلایا جائے گا پھر اگر غائب حاضر ہوا اور اس کی تصدیق کی کہ یہ گھر میرا ہے تو وہ اس گھر کو لے سکتا ہے کیونکہ اس کی ملک ہونے کا اقرار سابق ہے ایسا ہی نابالغ لڑکے کی ملک ہونے کا اقرار کرنے میں جس کے نزدیک قسم ساقط نہیں ہوتی قسم لی جائے گی اگر اس نے قسم سے نکول کیا تو گھر مدعی کو دیا جائے گا پھر جب وہ نابالغ لڑکا بالغ ہوا اور اس نے دعویٰ کیا تو اس کو دلایا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

کسی نے شفعہ جوار کا دعویٰ کیا اور قاضی نے مدعا علیہ سے جواب مانگا تو اس نے کہا کہ یہ دار میرے اس نابالغ لڑکے کا ہے تو اقرار صحیح ہے پس اگر شفیع نے کہا کہ اس سے قسم لی جائے کہ میں اس کا شفیع نہیں ہوں تو قاضی اس سے قسم نہ لے گا اور اگر شفیع نے خرید واقع ہونے پر گواہ قائم کرنے کا ارادہ کیا تو لڑکے کا باپ اس کا خصم قرار پائے گا اور گواہی اس کے مقابلہ میں سنی جائے گی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک غلام دوسرے کے قبضہ میں ہے اس پر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میرا ہے پس قابض نے کہا کہ یہ غلام فلاں غائب کا ہے اس نے میرے پاس ودیعت رکھا ہے پس اگر اپنے دعویٰ پر گواہ نہ قائم کیے یہاں تک کہ خصم قرار پایا تو مدعی کو اس سے قسم لینے کا اختیار ہے پس اگر اس نے دعویٰ پر قسم کھالی تو خصومت سے بری ہو گیا اور اگر قسم سے باز رہا تو مدعی کی ڈگری کر دی جائے گی پس اگر مقرلہ یعنی جس کے واسطے مدعا علیہ نے اقرار کر دیا ہے حاضر ہوا تو وہ غلام کو مدعی سے لے سکتا ہے لیکن مدعی سے کہا جائے گا کہ تجھ کو اس مقرلہ پر نالش کرنے کا اختیار ہے پس اگر مدعی نے گواہ قائم کیے کہ میرا ہے تو لے لے گا اور اگر اس کے پاس گواہ نہ ہوں تو اس

[1] اس گواہ نے گواہی سے پہلے مجھ پر اپنی ملک ہونے کا دعویٰ کیا تھا ۱۲

مقرلہ مدعا علیہ سے قسم لی جائے گی پس اگر اس نے قسم کھالی تو مدعی کے دعویٰ سے بری ہو گیا اور اگر قسم سے باز رہا تو مدعی کی ڈگری غلام کی اس پر کردی جائے گی اور یہ اس صورت میں ہے کہ مدعا علیہ نے مقرلہ کے ملک ہونے کا اقرار کیا پھر مدعی کے واسطے قسم سے نکول کیا اور کچھ نہ کہا یہاں تک کہ مدعی نے اس سے قسم لی اور اس نے نکول کیا اور مدعی کی ڈگری کر دی گئی پھر اس نے کسی غیر کی ملک ہونے کا اقرار کیا تو اقرار صحیح نہیں ہے اور اس غیر کے واسطے کچھ ضامن نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ایک شخص کے قبضہ میں ایک باندی ہے اس نے کہا کہ مجھے فلاں غائب نے ودیعت رکھنے کو دی ہے اور اس کے گواہ سنا دیئے مگر مدعی نے کہا کہ تیرے پاس ودیعت رکھنے کے بعد اس نے فروخت یا ہبہ کر دی ہے اور مدعا علیہ نے انکار کیا تو اس سے قسم لی جائے گی کہ واللہ اس نے تیرے ہاتھ فروخت نہیں کی یا تجھے ہبہ نہیں کی ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔

مجور (تفرقات کی اجازت نہ ملنے والے) کی بابت ☆

لڑکا اگر مجور[1] ہو پس اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں تو اس کو قاضی کے دروازہ پر اس کے حاضر کرنے کا استحقاق حاصل نہیں ہے کیونکہ اس پر قسم آتی ہی نہیں ہے کیونکہ وہ قسم سے باز رہا تو اس کے نکول سے اس پر ڈگری نہیں ہوتی ہے اور اگر مدعی کے پاس گواہ ہوں اور اس نے دعویٰ کیا کہ اس لڑکے نے تلف کر دیا ہے تو اس کو لڑکے کے حاضر کرنے کا استحقاق حاصل ہے کیونکہ لڑکے سے اس کے افعال کا مؤاخذہ ہوتا ہے اور گواہ اس کی طرف اشارہ کرنے کی ضرورت رکھتے ہیں لیکن اس کے ساتھ اس کا باپ حاضر ہوگا اگر لڑکے پر کوئی چیز لازم کی جائے تو باپ کو اس کے ادا کرنے کا حکم ہوگا کہ اس کے مال سے ادا کرے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

جو لڑکا ماذون ہے یعنی تصرفات کی اجازت اس کو حاصل ہے وہ مثل بالغ کے قسم دلایا جائے گا اور ہم اسی کو لیتے ہیں اور ایسے ہی مکاتب اور غلام تاجر کا حکم ہے اور غلام مجور قسم دلائے جانے کے حق میں مثل غلام ماذون کے ہے پھر اگر مال بسبب تلف کر دینے کے اس کے ذمہ ثابت ہوا تو اس کی وجہ سے فروخت کیا جائے گا اور اگر ایسا مال ثابت ہوا جس کا مؤاخذہ اس سے بعد آزاد ہونے کے ہوگا جیسے بلا اجازت مالک کے اس نے نکاح کر لیا اور اس کا دین مہر واجب ہو یا بلا اجازت مالک کے اس نے کفالت کر لی تو قسم دلائی جائے گی اگر اس نے قسم کھالی تو بری ہو گیا اگر نکول کیا یا اقرار کیا تو بعد آزاد ہونے کے اس سے مواخذہ ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے۔

میعادی قرض کے دعویٰ میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے کہ قسم کس وقت لی جائے گی اور اصح یہ ہے کہ میعاد آ جانے سے پہلے اس سے قسم نہ لی جائے گی کذا فی الخلاصہ۔

اگر زید نے دعویٰ کیا کہ عمرو مر گیا اور اس نے بکر یعنی اس مدعا علیہ کو وصی مقرر کیا ہے اور بکر نے کہا کہ مجھے وصی نہیں مقرر کیا ہے تو اس سے قسم نہ لی جائے گی ایسے ہی اگر کسی پر دعویٰ کیا کہ یہ فلاں شخص کا وکیل ہے تو بھی یہی حکم ہے۔اسی طرح اگر کاریگر نے کسی پر دعویٰ کیا کہ اس شخص نے مجھ سے کہا تھا کہ یہ چیز مجھے بنا دے تو مدعا علیہ سے قسم نہ لی جائے گی کذا فی شرح ادب القاضی للخصاف۔

ایک شخص نے کسی شخص سے کوئی چیز بنوائی پھر اس شے مصنوع[2] میں دونوں نے اختلاف کیا بنوانے والے نے کہا کہ جیسی میں نے کہی تھی ویسی تو نے نہیں بنائی ہے اور کاریگر نے کہا کہ ویسی ہی بنائی ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ دونوں میں سے کسی سے دوسرے کی درخواست پر قسم نہ لی جائے گی کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔کسی نے میت کے ترکہ پر قرض کا دعویٰ کیا اور وصی کو قاضی کے پاس لایا اور اس کے پاس گواہ نہیں پس اگر وصی وارث ہے تو اس سے قسم لی جائے گی ورنہ نہیں لی جائے گی کذا فی الذخیرہ۔

زید نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ اس پر ہزار درم بنام بکر بن خالد مخزومی کے ہیں اور یہ مال میرا ہے اور بکر بن خالد مخزومی نے بھی

---

1. مجور جس کو تفرقات کی اجازت حاصل نہ ہو ۱۲ 2. مصنوع بنوائی ہوئی ۱۲

اقرار کیا ہے کہ یہ مال جو اس کے نام سے ہے میرا ہے اور اس کا نام تمسک میں عاریتاً ہے اور بکر بن خالد جس کے نام سے یہ مال ہے اس نے مجھے یہ مال وصول کرنے اور اس میں خصومت کرنے کے واسطے وکیل کیا ہے پس اگر مدعا علیہ نے اس کے دعویٰ کی تصدیق کی تو حکم دیا جائے گا کہ یہ مال اس کو دے اور یہ قضا الغائب نہ ہوگی حتیٰ کہ اگر بکر بن خالد جو غائب ہے حاضر ہوا اور اس نے وکالت سے انکار کیا تو مدعا علیہ سے اپنا مال لے گا اور یہ شخص زید سے واپس لے لے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر مدعا علیہ نے تمام دعویٰ سے انکار کیا پس قاضی سے مدعی نے درخواست کی کہ اس سے قسم لے تو قاضی مدعی کو حکم دے گا کہ اپنے دعویٰ پر گواہ لائے کہ بکر نے مال کا اقرار کیا ہے اور مدعی کو اس کے وصول کرنے کا وکیل کیا ہے اور شرط یہ ہے کہ اس کے گواہ سنائے کہ میں بکر بن خالد کا وکیل ہوں تاکہ اس کا خصم ہونا ثابت ہو پس اگر اس نے قائم کیے تو اس کا خصم ہونا ثابت ہو گیا پھر اس کے بعد اگر مال پر گواہ قائم کئے تو مقبول ہوں گے اور عمرو سے مال لے سکتا ہے اور یہ حکم غائب پر جاری ہو جائے گا حتیٰ کہ اگر بکر بن خالد غائب آیا اور اس نے انکار کیا تو عمرو سے اپنا مال نہیں لے سکتا ہے اور اگر زید کے پاس مال کے گواہ نہ ہوں اور اس نے عمرو سے قسم طلب کی تو قاضی اُس سے یوں قسم لے گا کہ واللہ مجھ پر بکر بن خالد مخزومی کا یا اس کے نام سے یہ مال کہ جس کو زید بن نعیم بیان کرتا ہے اور وہ ہزار درم میں نہیں ہے اور نہ اس سے کم ہے اور اگر مدعی کے پاس وکیل کرنے کے گواہ بھی نہ ہوں اور اس نے قاضی سے درخواست کی کہ عمرو جانتا ہے کہ مجھے بکر بن خالد نے کہ جس کے نام سے مال ہے اس مال کے وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا ہے پس اس سے اس امر پر قسم لے تو قاضی اس سے قسم لے گا کہ واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اس زید کو بکر بن خالد مخزومی نے موافق اس کے دعویٰ کے وکیل کیا ہے پس اگر اس نے قسم کھالی تو جھگڑا دفع ہوا اور اگر قسم سے باز رہا تو وکالت کا مقر اور مال کا منکر قرار پائے گا۔ اگر مدعی نے یعنی زید نے اس امر کے گواہ دیے کہ بکر بن خالد نے یہ مال میری ملک ہونے کا اقرار کیا ہے اور توکیل کے گواہ اس کے پاس نہیں ہیں تو زید و عمرو کے درمیان خصومت قائم نہیں ہو سکتی ہے پس اگر اس نے قاضی سے درخواست کی کہ اس سے قسم لے تو جیسا ہم نے بیان کیا اسی طرح قسم لے گا پس اگر اس نے قسم کھالی تو جھگڑا دور ہوا اور اگر قسم سے باز رہا تو مقر وکالت اور منکر مال قرار پائے گا اور اگر صریحاً یا قسم سے نکول کے ضمن میں وکالت کا اقرار کیا اور مال سے انکار کیا تو مال پر قسم لینے اور اس سے وصول کرنے کے حق میں مدعی اس کا خصم قرار پائے گا اور حق خصومت میں خصم نہ ہوگا حتیٰ کہ اگر مدعی نے مدعا علیہ پر مال ثابت کرنے کے واسطے مال پر قسم دلائی جانے سے پہلے یا بعد گواہ قائم کرنے چاہے تو سماعت نہ ہوگی اور نظیر اس کی یہ مسئلہ ہے کہ ہمارے اصحابؒ نے فرمایا کہ اگر زید نے دعویٰ کیا کہ مجھے بکر بن خالد مخزومی نے اپنے ہر حق کے طلب کرنے کے واسطے جو اس کا اس عمرو پر آتا ہے وکیل کیا ہے اور اس کے اس پر ہزار درم ہیں پس مدعا علیہ نے وکالت کا اقرار کیا اور مال سے انکار کیا پس مدعی نے کہا کہ میں گواہ قائم کرتا ہوں کہ اس پر اس کا یہ مال ہے تو اس اثبات میں خصم قرار نہ پائے گا اور اگر کسی شے کا اس نے اقرار کر لیا تو قاضی اس کو حکم کرے گا کہ وکیل کو دے اور اگر کچھ اقرار نہ کیا اور وکیل نے استحلاف کا ارادہ کیا تو قاضی اس کو قسم دلائے گا پس اگر غائب اس کے بعد آیا اور وکالت سے انکار کیا تو اسی کا قول لیا جائے گا پس ایسا ہی مسئلہ سابقہ میں ہے لیکن اگر مال کا اقرار کیا اور وکالت سے انکار کیا پس اگر وکالت پر اس نے گواہ قائم کر دیے تو مطلقاً خصم قرار پائے گا اور مدعا علیہ کو حکم کیا جائے گا کہ مال اس کے سپرد کر دے اور اگر اس کے پاس گواہ نہ ہوں اور قسم لینے کا ارادہ کیا تو قسم لی جائے گی جیسا کہ ہم نے بیان کیا پس اگر مدعا علیہ نے قسم کھالی تو جھگڑا دفع ہوا اور اگر نکول کیا تو وکالت مال لینے کے حق میں ثابت ہوگی نہ حق خصومت میں اور نہ قضاء علی الغائب میں کذا فی شرح ادب القاضی للصدر الشہید۔

ایک شخص کو کسی نے اپنے شفعہ کے طلب کے واسطے وکیل کیا پس مشتری نے وکیل پر دعویٰ کیا کہ اس کے موکل نے مجھے شفعہ

سپرد کر دیا ہے اور قاضی سے درخواست کی کہ اس سے قسم لی جائے تو قاضی وکیل سے قسم نہ لی جائے گی اور اگر مجلس حکم میں سپرد کر دینے کا دعویٰ کیا اور وکیل انکار کرتا ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ وامام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس سے قسم لی جائے گی اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نہیں لی جائے گی یہ محیط میں ہے۔

ہر جگہ جہاں اقرار کرنے سے اس کے ذمہ حق لازم ہوتا ہو جب انکار کرے گا تو وکیل سے قسم لی جائے گی مگر تین مسئلوں میں ایک یہ کہ وکیل خرید نے اگر بیع میں عیب پایا اور بسبب عیب کے واپس کرنا چاہا اور بائع نے ارادہ کیا کہ اس سے یوں قسم لے کہ واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ موکل عیب پر راضی ہو گیا ہے تو قسم نہ لی جائے گی اگرچہ ایسا ہے کہ اگر وکیل رضائے موکل کا اقرار کرے تو بیع اس کو لازم ہوا اور واپس کرنے کا حق باطل ہو جائے دوسرے یہ مسئلہ ہے کہ اگر موکل پر رضامندی کا دعویٰ ہوا تو قسم اس سے نہ لی جائے گی اگرچہ ایسا ہے کہ اگر اقرار کرے تو اس کے ذمہ لازم ہو جائے اور تیسرے یہ مسئلہ ہے کہ قرض وصول کرنے کے وکیل پر اگر قرضدار نے دعویٰ کیا کہ موکل نے مجھے قرض سے بری کر دیا ہے اور وکیل سے اس کے علم پر قسم طلب کی تو اس کو قسم نہ دلائی جائے گی اگرچہ ایسا ہے کہ اگر اقرار کرے تو اس کے ذمہ لازم ہو کذا فی الخلاصہ۔

اگر مسلمان نے کسی ذمی پر شراب معین کا دعویٰ کیا تو صحیح ہے اور اگر اس نے انکار کیا تو قسم لی جائے گی اور اگر ذمی پر شراب تلف کر دینے کا دعویٰ کیا تو اس سے قسم نہ لی جائے گی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اس سے انکار کیا پھر دوسری مجلس میں اس پر دعویٰ کیا کہ تو نے مجھ سے اس مال کے بارے میں مہلت لی تھی اور مال کا اقرار کر لیا تھا اور مدعا علیہ مال اور مہلت لینے دونوں سے انکار کرتا ہے تو مال پر قسم لی جائے گی مہلت لینے پر قسم نہ لی جائے گی کیونکہ مہلت لینے پر قسم سے وہ مال کا مقر قرار پاتا ہے اور اقرار مدعی کی دلیل ہے اور مدعا علیہ سے مدعی کی دلیل پر قسم نہیں لی جاتی اس لیے اس طرح اس سے قسم نہیں لی جاتی ہے کہ واللہ مدعی کے پاس دلیل و گواہ نہیں ہیں۔ اس جنس کے مسائل میں اصل یہ ہے کہ آدمی سے صرف اس کے خصم کے حق پر یا سبب حق پر قسم لی جائے گی اور یہ قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور حجت خصم پر قسم نہ لی جائے گی کذا فی الذخیرہ۔

ایک شخص پر بحکم شرکت مال کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اس سے انکار کیا پھر مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس شرکت کی وجہ سے تیرا اس قدر مال تھا لیکن میں نے تجھے دے دیا پس مدعی نے دینے اور وصول پانے سے انکار کیا پس اگر مدعا علیہ نے شرکت سے اور اپنے قبضہ میں مال ہونے سے بالکل انکار کیا مثلاً کہا کہ میرے اور تیرے درمیان بالکل شرکت نہ تھی اور بحکم شرکت میں نے تجھ سے کچھ لیا تھا تو مدعی سے کچھ وصول پانے پر قسم نہ لی جائے گی اور اگر مدعا علیہ نے وقت انکار کے کہا کہ مال شرکت سے میرے پاس کچھ نہیں ہے تو مدعی سے قسم لی جائے گی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

اگر مضارب یا شریک نے مال دے دینے کا دعویٰ کیا اور رب المال یا شریک نے وصول پانے سے انکار کیا تو مضارب یا اس شریک سے جس کے قبضہ میں مال تھا قسم لی جائے گی۔ اگر مدعی نے ثمن ادا کر دینے کا دعویٰ کیا اور بائع نے انکار کیا تو قاضی بائع سے اس وقت قسم لے گا کہ جب مشتری اس کا دعویٰ کرے اور اگر قاضی نے بدون درخواست مشتری کے اُس سے قسم لی پھر مشتری نے دوبارہ اس سے قسم لینی چاہی تو اس کو یہ اختیار حاصل ہو گا پھر اگر بائع نے یہ قسم کھالی کہ میں نے دام نہیں وصول پائے اور مشتری نے کہا کہ میں اس امر کے گواہ لاتا ہوں کہ اس نے دام وصول پائے ہیں تو قاضی مشتری کو ادائے ثمن پر مجبور نہ کرے گا بلکہ تین روز کی مہلت دے گا بشرطیکہ گواہ لانے کا دعویٰ کرے اور اگر یوں کہا کہ میرے گواہ غائب ہیں تو اس کو حکم کرے گا کہ مال ادا کر دے اور مہلت نہ

دے گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

مال شرکت یا مضاربت یا ودیعت کا دعویٰ کیا پس اس نے کہا کہ رسانیدہ ام تو قسم کے ساتھ اس کا قول مقبول ہوگا اور اگر رب المال یا مودع[1] یا دوسرے شریک نے یہ قسم کھالی کہ نیافتہ ام تو اس کا اعتبار نہ ہوگا اور اگر ثمن بیع یا قرض کا دعویٰ کیا اور اس نے کہا کہ رسانیدہ ام تو اس کا قول مقبول نہ ہوگا اور بائع اور مقرض کی قسم معتبر ہوگی کہ میں نے نہیں پایا ہے پس حاصل یہ ہے کہ جہاں مدعا علیہ کے ہاتھ میں مال امانت ہو تو دے دینے کے باب میں قسم سے اس کا قول معتبر ہوگا اور اسی کی گواہی بھی مقبول ہوگی اور اگر مدعا علیہ پر ضمانت ہو تو ادا کر دینے پر گواہی اس کی لی جائے گی مگر قول اس کا قسم سے معتبر نہ ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

اگر شریک کی بابت خیانت کا مقدمہ دائر کیا ☆

ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے میرا مال تلف کر دیا اور قاضی سے قسم دلانے کی درخواست کی تو قاضی اس سے قسم نہ لے گا اور اسی طرح اگر کہا کہ یہ میرا شریک ہے اور اس نے نفع میں خیانت کی اور میں نہیں جانتا ہوں کہ کس قدر خیانت کی تو اس پر التفات نہ کیا جائے گا۔ اسی طرح اگر کہا کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ فلاں بن فلاں نے میرے لیے کچھ وصیت کی تھی اور مجھے اس کی مقدار نہیں معلوم اور قاضی سے درخواست کی کہ وارث سے قسم لی جائے تو قاضی منظور نہ کرے گا اسی طرح اگر قرض دار نے کہا کہ کچھ قرض میں نے ادا کر دیا ہے اور مجھے نہیں معلوم کہ کس قدر ادا کیا ہے یا میں اس کی مقدار بھول گیا اور چاہا کہ طالب سے قسم لی جائے تو اس پر التفات نہ کیا جائے گا۔ شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ جہالت قدر جس طرح قبول بینہ کی مانع ہے اس طرح قبول استحلاف[2] کی بھی مانع ہے لیکن اگر قاضی کے نزدیک وصی یتیم یا قیم وقف متہم ہو اور اس پر کسی شے معلوم کا دعویٰ نہ ہو تو بلحاظ وقف و یتیم کے اس سے قسم لے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص کی مقبوضہ منزل پر دوسرے نے دعویٰ کیا کہ یہ میری ملک ہے اس نے غصب کر لی اور وہ مجھ کو میری ملک سے منع کرتا ہے پس مدعا علیہ نے کہا کہ یہ منزل بجہت معلوم وقف ہے تو وہ وقف ہو جائے گی اور مدعا علیہ پر قسم آئے گی اگر قسم کھالی تو بری ہو گیا ورنہ اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور منزل اس کو نہ دی جائے گی۔ اسی طرح اگر مدعا علیہ نے گواہ سنائے کہ یہ جہت معلوم پر وقف ہے اور وقف کرنے والے کو ذکر نہ کیا تو قسم اس سے مندفع نہ ہوگی اور اس کے اقرار سے وقف ہو جائے گی اور گواہ پیش کرنا ایک امر زائد ہے کہ اس کی کچھ حاجت نہیں ہے یہ حکم اس وقت ہے کہ کہا کہ یہ وقف ہے اور اگر مدعا علیہ نے کہا کہ میں نے اس کو وقف کیا ہے مدعی نے اس سے قسم طلب کی تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بخلاف امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے اس سے قسم لی جائے گی اور اگر اس واسطے قسم دلانی چاہی کہ میں اس منزل کو لے لوں تو بالاتفاق قسم نہ لی جائے گی اور فتویٰ امام محمد کے قول پر ہے کذا فی الخلاصہ۔ ایک شخص نے دوسرے پر ایک کپڑا غصب کر لینے کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اس کا اقرار کیا پھر دونوں نے اس کی قیمت میں اختلاف کیا پس مدعی نے کہا کہ میرے کپڑے کی قیمت سو درم ہیں اور غاصب نے کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اس کی کیا قیمت ہے لیکن اتنا جانتا ہوں کہ سو درم نہیں ہے تو قسم کے ساتھ غاصب کا قول مقبول ہوگا اور بیان کے واسطے حکم کیا جائے گا پس اگر اس نے بیان نہ کی تو اس سے مغصوب منہ کے دعویٰ پر جو زیادتی کا دعویٰ کرتا ہے قسم لی جائے گی اگر اس نے قسم کھا لی اور مغصوب منہ کا دعویٰ ثابت نہ ہوا تو کتاب الاستحلاف میں مذکور ہے کہ مغصوب منہ سے یہ قسم لے جائے گی کہ اس کی قیمت سو درم تھی یہ محیط میں ہے۔ بائع نے اگر ثمن پر قبضہ کرنے کا اقرار کیا پھر کہا میں نے وصول نہیں پایا اور مشتری سے قسم طلب کی تو استحساناً تصدیق کر کے اس سے قسم لی جائے گی اور یہ امام ابو یوسف کے نزدیک ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک

[1] مودع ودیعت رکھنے والا ۱۲ [2] استحلاف قسم چاہنا ۱۲

قیا سا قسم نہ لی جائے گی اور اس مقام پر پانچ مسئلہ ہیں ایک تو یہی جو مذکور ہوا دوسرا یہ کہ ایک شخص نے اپنا گھر فروخت کرنے کا اقرار کیا پھر کہا کہ میں نے بیع کا اقرار کیا لیکن فروخت نہیں کیا اور مشتری سے قسم طلب کی تیسرا یہ کہ مشتری نے بیع پر قبضہ کرنے کا اقرار کیا پھر کہا کہ میں نے نہیں قبضہ کیا چوتھا یہ کہ قرض دار نے کہا کہ میں نے قرضہ پر قبضہ کرنے کا اقرار کیا لیکن قبضہ نہیں کیا تھا پانچواں یہ کہ واہب نے کہا کہ میں نے ہبہ کر دینے کا اقرار کیا لیکن ہبہ نہیں کیا اور موہوب لہ سے قسم طلب کی پس ان سب مسائل میں ایسا ہی اختلاف ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ انہوں نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی طرف رجوع کیا امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول لینے میں احتیاط ہے اور ہمارے مشائخ نے ان مسائل میں جو قضا سے متعلق ہیں امام ابو یوسف کا قول لیا ہے کذافی الخلاصۃ قرض خواہ نے اگر قرض دار سے قرضہ وصول پانے کا اقرار کیا اور گواہ کر لیے پھر قبضہ سے انکار کیا اور قرض دار سے قسم طلب کی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قاضی اس سے قسم نہ لے گا اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قسم لے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر کسی شخص نے اقرار کیا کہ میں نے یہ مال معین فلاں شخص کو ہبہ کر دیا اور اس نے قبضہ کر لیا پھر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھ سے لے کر قبضہ نہیں کیا اور میں نے قبضہ کا اقرار جھوٹ کیا تھا اور موہوب لہ سے قسم طلب کی تو شیخ الاسلام خواہرزادہ نے کتاب المزارعہ میں لکھا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قسم نہ لی جائے گی اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک لی جائے گی اور ایسا ہی ہر جگہ ہے جہاں اپنے اقرار میں دعویٰ کیا کہ میں نے جھوٹ اقرار کیا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے کے اقرار کا ایک اقرار نامہ نکالا پس مقر نے کہا کہ میں نے تیرے واسطے اس مال کا اقرار کیا تھا لیکن تو نے میرا اقرار رد کر دیا تو مقرلہ سے قسم لی جائے گی یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص کے وارث پر مال کا دعویٰ کیا اور ایک اقرار نامہ اس کے مورث کے اقرار مال کا نکالا پس وارث نے دعویٰ کیا کہ مدعی نے اس کا اقرار کر دیا یا مدعی سے قسم طلب کی تو اس کو قسم دلانے کا اختیار ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

اگر اقرار کرنے والا مر گیا اور اس کے وارثوں نے دعویٰ کیا کہ اس نے تلجیہ کے طور پر اقرار کیا تھا تو مقرلہ سے قسم لی جائے گی کہ واللہ اس نے میرے واسطے صحیح اقرار کیا تھا ایسا ہی زعفرانی نے بیان کیا ہے اور اگر مقرلہ[1] مر گیا تو کیا اس کے وارث سے قسم لی جائے گی یا نہیں پس بعض مشائخ بخارا کی تعلیق میں ہے کہ وارث سے علم پر قسم لی جائے گی اور میں نے اپنے والد سے سنا کہ نہیں لی جائے گی اور یہ منجملہ ان مسائل کے ہے کہ جن میں مورث سے قسم لی جاتی ہے اور وارث سے نہیں لی جاتی ہے چنانچہ اگر اس شخص نے جس کے پاس ودیعت تھی ودیعت واپس کر دینے یا اس کے تلف ہو جانے کا دعویٰ کیا اور قبل قسم لیے جانے کے مر گیا تو اس کے وارث سے قسم نہ لی جائے گی یہ جامع کبیر میں صریح مذکور ہے یہ وجیز کردری میں۔

اگر کسی شخص نے دوسرے کے واسطے مال کا اقرار کیا اور مر گیا پس وارثوں نے کہا کہ ہمارے باپ نے مال کا جھوٹا اقرار کیا تھا پس اقرار صحیح نہیں ہے اور مقرلہ سے کہا کہ تجھ کو یہ بات معلوم ہے اور اس سے قسم لینے کا قصد کیا تو اس کو اختیار نہیں ہے کہ اس سے قسم لے یہ محیط میں ہے اگر بائع نے بیع اور ثمن وصول کر لینے پر گواہ کر لیے پھر دعویٰ کیا کہ بیع تلجیہ تھی تو کتاب الاستحلاف میں مذکور ہے کہ بائع کی درخواست سے مشتری سے بالاجماع قسم لی جائے گی کہ واللہ میں نے شرط نہیں کی تھی کہ یہ بیع جو ہم دونوں میں واقع ہوئی ہے تلجیہ ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

---

[1] مقرلہ جس کے واسطے مقر نے اقرار کیا ہو ۱۲

ایک شخص نے دوسرے کے مقبوضہ غلام پر دعویٰ کیا کہ یہ میری ملک ہے میں نے سات روز ہوئے کہ اس کو فلاں شخص سے خریدا ہے اور مدعا علیہ نے کہا کہ میری ملک ہے میں نے دس روز ہوئے کہ اسی سے خریدا ہے پس مدعی نے کہا کہ جو بیع تم دونوں میں واقع ہوئی تھی وہ تلجیہ تھی تو اس کو اختیار ہے کہ قسم دلائے یہ خلاصہ و وجیز میں ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص کے گھر کے پہلو میں دوسرے کا گھر تھا اس نے وہ دیوار جو پڑوسی کے گھر سے متصل تھی کسی شخص کو صدقہ دے دی پھر جس کو صدقہ دی تھی اس نے باقی گھر اس سے خرید لیا تو پڑوسی کو اس میں شفعہ نہیں پہنچتا ہے پس اگر پڑوسی نے بائع یا مشتری سے یہ قسم طلب کی کہ واللہ میں نے دیوار کو ضرر رسانی یا شفعہ سے قرار کے واسطے بروجہ تلجیہ و ابطال شفعہ نہیں فروخت کیا ہے تو قاضی اس طور سے قسم لے گا اور مراد امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی اس قول سے واللہ اعلم یہ معلوم ہوتی ہے کہ پڑوسی نے کہا کہ دیوار کا صدقہ کرنا تلجیہ کے طور پر تھا اور تو نے درحقیقت تمام گھر فروخت کیا اور مشتری سے خصومت کی خواہ گھر اس کے قبضہ میں ہو یا نہ ہو یا بائع سے خصومت کی بشرطیکہ گھر اس کے قبضہ میں ہو اور بائع یا مشتری سے اس امر کی قسم لینی چاہی تو اس کو یہ اختیار ہوگا پس اگر اس نے قسم کھالی تو دیوار صدقہ کرنے میں تلجیہ ثابت نہ ہوا اور خصومت منقطع ہوگئی اور اگر نکول کیا تو تلجیہ ثابت ہوا اور پڑوسی کو شفعہ پہنچے گا۔ یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو فلاں سے خریدا ہے اور دوسرے نے دعویٰ کیا کہ میرے پاس اس نے رہن کی ہے یا بعوض ہزار درم کے اجارہ پر دی ہے اور مدعا علیہ نے پہلے رہن کرنے یا اجارہ دینے کا اقرار کیا پس مدعی خرید نے کہا کہ اس سے قسم لی جائے کہ اس نے میرے ہاتھ فروخت نہیں کی تو اس سے قسم لی جائے گی اگر اس نے قسم کھالی تو جھگڑا ختم ہوا اور اگر نکول کیا تو بیع ثابت ہوگی اور مشتری کے واسطے خیار ثابت ہوگا اگر چاہے تو فک رہن یا فسخ اجارہ تک صبر کرے یا بیع فسخ کردے۔ وراگر اس نے پہلے مدعی کے ہاتھ فروخت کرنے کا ارادہ کیا پھر مرتہن[1] یا مستاجر نے کہا کہ اس سے قسم لی جائے کہ میں نے اس کو رہن نہیں کیا یا اجارہ نہیں دیا ہے تو اس پر قسم نہ آئے گی۔ اسی طرح اگر دونوں اجارے کے مدعی ہوں اور مدعا علیہ نے ایک کے واسطے اقرار کردیا تو دوسرے کے واسطے اس سے قسم نہ لی جائے گی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

ایک شخص کے قبضہ میں ایک گھر یا اسباب یا حیوان ہے اس کو دو اشخاص قاضی کے پاس لائے اور ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو مالک سے اتنے کا خریدا ہے پس مدعا علیہ نے ایک شخص خاص کے واسطے دونوں میں سے اقرار کیا کہ میں نے اس کے ہاتھ فروخت کیا ہے اور دوسرے سے انکار کیا پس اس نے قاضی سے درخواست کی کہ میرے ہاتھ نہ بیچنے کے واسطے اس سے قسم لی جائے تو قسم نہ لی جائے گی اسی طرح اگر مدعا علیہ نے دونوں کے دعوے سے انکار کیا اور قاضی نے ایک کے واسطے قسم لی اور اس نے نکول کیا اور بسبب نکول کے ڈگری کردی گئی پھر دوسرے نے کہا کہ میرے واسطے قسم لی جائے تو نہ لی جائے گی۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک گھر یا اسباب ہے اس کو دو شخص قاضی کے پاس لائے اور ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ قابض نے مجھے ہبہ کردیا اور قبضہ دے دیا ہے پس قابض نے ایک معین کے واسطے اقرار کیا اور دوسرے نے اس کی قسم طلب کی تو قسم نہ لی جائے گی۔ اسی طرح اگر قاضی نے اس سے ایک کے واسطے قسم لی اور اس نے نکول کیا تو پھر دوسرے کے واسطے قسم نہ لی جائے گی۔ اسی طرح اگر ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ اس نے بعوض ہزار درم کے میرے پاس رہن کر کے قبضہ کرا دیا ہے اور اس نے ایک کے واسطے اقرار کیا یا ایک کے واسطے قسم لیا گیا اور اس نے قسم سے نکول کیا تو دوسرے کے واسطے قسم اس سے نہ لی جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

ایک شخص کے قبضہ میں باندی یا غلام یا کوئی اسباب ہے پھر دو شخصوں نے دعویٰ کیا ہر ایک کہتا ہے کہ قابض نے میرے پاس

---

[1] مرتہن جس کے پاس مال گروی رکھا گیا ہو ۱۲

سے (1)غصب کرلیا ہے یا یہ میری ہے میں نے اس کو ودیعت دی ہے اور قاضی نے اس سے دریافت کیا پس اگر اس نے کسی کے واسطے اقرار کیا تو اس کو دے دینے کے واسطے حکم کیا جائے گا پھر اگر دوسرے نے اس سے قسم طلب کی تو اس کی کوئی راہ نہیں ہے بلکہ اس کی خصومت مقرلہ کے ساتھ ملک مطلق کے دعویٰ میں ہوگی پس اگر دوسرے نے کہا کہ مدعا علیہ نے اس شخص کے واسطے اقرار کر دیا ہے کہ مجھ پر سے قسم دفع ہو پس میرے واسطے اس سے قسم لینی چاہئے تو صورت یہ ہے کہ قسم نہ لی جائے گی اور ایسا ہی ودیعت میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور غصب میں قسم لی جائے گی اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ودیعت میں بھی ایسا ہی ہے کہ اگر اس نے دونوں کے واسطے اقرار کیا تو دونوں کو دے دینے کا حکم کیا جائے گا اور کسی کے واسطے کچھ ضامن نہ ہوگا۔

مسئلہ مذکورہ کی بابت مشائخ رحمہم اللہ میں اختلاف کا بیان ☆

پس اگر ایک نے یا ہر ایک نے دونوں میں سے یہ درخواست کی کہ نصف میں میری ملکیت ذاتی کے واسطے ملک مطلق کے دعوے میں اس سے قسم لی جائے تو قسم نہ لی جائے گی اور ایسا ہی ودیعت میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور غصب میں قسم لی جائے گی اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ودیعت میں بھی لی جائے گی اور اگر دونوں کے دعوے سے اس نے انکار کیا اور ہر ایک نے قاضی سے اس کے قسم کی درخواست کی تو قاضی اس سے یوں قسم نہ لے گا کہ واللہ یہ غلام ان دونوں کا نہیں ہے لیکن ہر ایک کے واسطے اس سے قسم لے گا پھر مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ دونوں کے واسطے ایک ہی قسم اس طور سے لے گا کہ واللہ یہ غلام ان دونوں کا نہیں ہے نہ اس کا ہے اور نہ اس کا ہے اور ہر ایک کے واسطے علیحدہ قسم نہ لے گا اور بعضوں نے کہا کہ ہر ایک کے واسطے علیحدہ علیحدہ قسم لے گا اور قاضی کو یہ اختیار ہوگا کہ چاہے اپنی رائے کے موافق کسی سے شروع کر دے یا دونوں کے نام قرعہ ڈال کر جس کے نام پہلے نکلے اس سے قسم لے تاکہ دونوں کا دل خوش رہے اور قاضی کی طرف کسی طرح تہمت کا شبہ نہ ہو۔ پھر اگر ہر ایک کے واسطے قاضی نے علیحدہ قسم لی تو مسئلہ کی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ ہر ایک کے واسطے قسم کھا گیا کہ اس کا نہیں ہے اور اس صورت میں دونوں کے دعوے سے بری ہو گیا اور یہ ظاہر ہے دوسرے یہ کہ ایک کے دعویٰ پر قسم کھالی اور دوسرے سے نکول کیا تو پہلے کے دعویٰ سے بری ہوا اور دوسرے کے واسطے پوری چیز کے واسطے ڈگری کر دی جائے گی گویا تنہا اُسی نے دعویٰ کیا تھا اور اگر پہلے کے دعویٰ سے نکول کیا تو قاضی پہلے کے واسطے ڈگری نہ کرے گا بلکہ دوسرے کے واسطے قسم لے گا کہ اس میں کیا حال ہوتا ہے اور اگر قاضی نے پہلے کی قسم سے نکول پر پہلے کے واسطے ڈگری کر دی حالانکہ اس کو ایسا کرنا نہ چاہئے تو حکم قاضی نافذ ہو جائے گا اور اگر دونوں کے دعویٰ سے یکبارگی نکول کیا مثلاً قاضی نے بعض مشائخ کے قول کے موافق اس سے ایک ہی قسم لی اور اس نے نکول کیا یا دونوں کے دعویٰ سے قسم میں آگے پیچھے نکول کیا مثلاً قاضی نے موافق بعض مشائخ کے علیحدہ علیحدہ قسم لی اور اس نے نکول کیا تو دونوں صورتوں میں ایک ہی حکم ہے مالک مطلق کے دعوے میں مال عین کا دونوں میں مشترک ہونے کا حکم ہوگا اور دعویٰ غصب میں مال عین میں قیمت دونوں میں مشترک ہونے کا حکم ہوگا اور دعویٰ ودیعت میں مال عین دونوں میں مشترک ہونے کا حکم ہوگا اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کچھ قیمت کی ڈگری نہ ہوگی اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قیمت کی ڈگری ہوگی یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص کے قبضہ میں ایک غلام ہے کہ اس کو اپنے باپ سے میراث ملا ہے اس پر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ غلام میرا ہے۔ میں نے اس کے باپ کے پاس ودیعت رکھا تھا اور قابض نے انکار کیا تو قابض سے اس کے حکم پر اس دعوے کی قسم لی جائے گی اگر قسم کھاتی تو بری ہو گیا اور اگر نکول کیا تو اس پر ڈگری کر کے حکم کیا جائے گا کہ غلام مدعی کے سپرد کر دے پھر بعد سپرد کر دینے کے اگر

(1) یعنی ملک مطلق کا دعویٰ کیا ۱۲

مدعا علیہ پر دوسرے شخص نے مثل پہلے شخص کے دعویٰ کیا اور قسم یعنی چاہی تو اس پر قسم دینے کا حکم نہ ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ وارث کے ہاتھ میں باپ کے ترکہ سے سوائے اس غلام کے کچھ نہ ہو اور اگر سوائے اس کے اور بھی کچھ مال ہو تو دوسرے مدعی کے واسطے بھی قسم لی جائے گی پس اگر نکول کیا تو اس پر ڈگری کر دی جائے گی اور اگر ایسا دعویٰ غصب میں ہو تو بھی دوسرے کے واسطے نہ قسم لی جائے گی جب کہ اس کے قبضہ میں ترکہ سے سوائے اس غلام کے کچھ نہ ہو اور اگر ہو تو قسم لی جائے گی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

اگر دو شخصوں نے ایک عورت کے نکاح کا دعویٰ کیا اور اُس کو قاضی کے پاس لائے پس ایک کے واسطے اس نے اقرار کیا اور دوسرے کے واسطے انکار کیا پس دوسرے نے کہا کہ میرے واسطے اس سے قسم لی جائے تو قاضی قسم نہ لے گا اور یہ بالاتفاق ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔

شوہر مقرلہ سے استحلاف ہونے میں فخر الاسلام بزدوی نے ذکر کیا کہ مشائخ کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ استحلاف نہ ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ استحلاف ہوگا پس اگر اس نے قسم کھائی تو پھر عورت سے قسم نہ لی جائے گی اور اگر نکول کیا تو اس وقت عورت سے قسم لی جائے گی اگر عورت نے بھی نکول کیا تو دوسرے کے نکاح کی نسبت حکم کیا جائے گا اور نکاح اوّل کا باطل ہو گیا کذا فی المحیط۔

اگر عورت نے دونوں کے دعویٰ سے انکار کیا پس قاضی نے ایک کے واسطے موافق قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قسم لی اور عورت نے نکول کیا اور اس کے نکاح کا حکم ہو گیا تو بالاتفاق دوسرے کے واسطے قسم نہ لی جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک شخص نے ایک باندی خریدی اور دونوں نے باہم قبضہ کر لیا۔ پھر بسبب عیب کے بائع کو بسبب اس کے کہ بائع نے قسم سے نکول کیا قاضی نے واپس کرا دی پھر بائع نے آ کر دعویٰ کیا کہ یہ باندی مجھے واپس دی گئی حالانکہ وہ حمل سے تھی پس اگر مشتری نے اقرار کیا تو اس کے ذمہ ڈالی جائے گی اور بائع سے پہلے عیب کا نقصان واپس لے گا اور اگر انکار کیا تو قاضی باندی کو عورتوں کو دکھلا دے گا اگر عورتوں نے کہا کہ یہ حاملہ ہے تو مشتری سے قسم لے گا کہ واللہ یہ حمل میرے پاس نہیں پیدا ہوا ہے پس اگر اس نے قسم کھائی تو جھگڑا دفع ہوا اور اگر نکول کیا تو بائع کو اختیار ہے چاہے باندی کو رہنے دے اور مشتری سے کچھ نہ ملے گا یا باندی مع نقصان عیب اوّل مشتری کو پھیر دے کذا فی الخلاصہ اور اگر مشتری نے قاضی سے کہا کہ یہ حمل بائع کے پاس تھا تو بائع سے قسم لی جائے گی اور مشائخ نے فرمایا کہ یوں قسم لینی چاہئے کہ واللہ میں نے یہ باندی بحکم اس بیع کے مشتری کو سپرد کر دی درحالیکہ اس میں یہ عیب نہ تھا اور اگر باندی مشتری کے پاس ہے اور اس نے بائع سے عیب کی بابت جھگڑا کیا پھر جب حاکم نے باندی بائع کو واپس کر دینے کا حکم کیا تو بائع نے کہا کہ حاملہ ہے اور یہ حمل مشتری کے پاس پیدا ہوا ہے اور مشتری نے کہا کہ نہیں بلکہ بائع کے پاس کا ہے تو قاضی بائع کو اس کی قسم دلا دے گا مشتری کو نہیں دلائے گا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص پر قسم آئی اس نے کہا کہ مدعی نے مجھ سے فلاں شہر کے قاضی کے پاس اسی دعوے میں قسم لے لی ہے اور چاہا کہ مدعی سے اس امر پر قسم لی جائے تو قاضی مدعی سے قسم لے گا کہ واللہ میں نے اس کو قسم نہیں دلائی ہے پس اگر نکول کیا تو اس کو مدعا علیہ سے قسم لینے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر قسم کھالی تو مدعا علیہ سے مال پر قسم لے سکتا ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔

اگر مدعا علیہ نے دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے اس دعوے سے بری کر دیا ہے اور قاضی سے درخواست کی کہ اس سے قسم لی جائے کہ اس نے مجھے اس دعویٰ سے بری نہیں کیا ہے تو قاضی اس سے قسم نہ لے گا اور حکم دے گا کہ اپنے خصم کی جواب دہی کر لے پھر جو چاہے اس پر دعویٰ کر اور یہ بخلاف اس کے ہے کہ مدعا علیہ نے کہا کہ اس نے مجھے ان ہزار درموں سے بری کر دیا ہے کیونکہ اس صورت میں مدعی سے قسم لی جائے گی اور مشائخ میں سے بعض نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ دعویٰ سے بری کر دینے کے دعویٰ پر قسم لی جائے گی جیسا کہ

قسم دلا چکنے کے دعویٰ پر قسم لی جاتی ہے اور اسی طرح شمس الائمہ حلوائی نے میل کیا ہے اور اسی پر ہمارے زمانے کے قاضیوں کا معمول ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ مجھے مدعی نے اس دعویٰ سے بری کیا ہے پس حاکم کو تو ہم ہوا کہ یہ قول مدعا علیہ کی طرف سے مال کا اقرار ہے پس مدعی سے براءت کے دعویٰ پر قسم لی اور اس نے قسم کھالی تو کیا مدعا علیہ سے پھر بعد کو مال پر قسم لی جائے گی یا نہیں پس خصاف رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوبکر محمد بن الفضل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مدعا علیہ سے قسم لی جائے گی اور اس کا یہ کہنا کہ مدعی نے مجھے اس دعویٰ سے بری کر دیا ہے مال کا اقرار نہیں ہے اور قاضی پر واجب تھا کہ مدعی سے دریافت کرتا کہ تیرے پاس مال کے گواہ ہیں پس اگر وہ مال کے گواہ قائم کرتا تو اس کے بعد مدعی سے قسم لیتا کہ تو نے مدعا علیہ کو موافق اس کے دعویٰ کے بری نہیں کیا ہے اور اگر مدعی کے پاس مال کے گواہ نہ ہوتے تو پہلے مدعا علیہ سے مدعی کے دعویٰ پر قسم لیتا اور اس کا قول کہ مجھے مدعی نے بری کیا ہے اقرار مال نہیں ہے پس اگر مدعا علیہ قسم کھالیتا تو بری ہو گیا اور اگر نکول کرتا تو پھر مدعی سے قسم لیتا کہ تو نے مدعا علیہ کو بری نہیں کیا ہے اور ہمارے اصحاب متقدمین نے فرمایا کہ مدعا علیہ کا یوں دعویٰ کرنا کہ مجھے مدعی نے دعویٰ سے بری کر دیا ہے مال کا اقرار نہیں ہے اور یہی اصح ہے۔ امام اجل ظہیر الدین نے فرمایا کہ پہلے مدعی سے براءت پر قسم لینی چاہئے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر وارثوں پر قسم آئے تو ایک شخص کا قسم کھالینا سب کا قائم مقام نہ ہوگا حتیٰ کہ سب سے قسم لی جائے گی اور اگر ان کی طرف سے دوسروں پر قسم آئی تو ایک کا قسم لے لینا مثل سب کے قسم لے لینے کے ہے اور صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے میت پر کسی حق کا دعویٰ کیا اور وارثوں پر قسم آئی تو سب وارثوں سے قسم لی جائے گی ایک وارث کی قسم پر کفایت نہ کی جائے گی پس اگر وارثوں میں سے بعض نابالغ اور بعض غائب ہوں اور میت پر حق کا دعویٰ ہوا تو باقی وارثان حاضرین سے قسم لی جائے گی اور نابالغ کو تاخیر دی جائے گی کہ بالغ ہو جائے اور غائب کو تاخیر دی جائے گی کہ حاضر ہو جائے پھر ان دونوں سے قسم لی جائے گی اور اگر وارثوں نے کسی شخص پر میت کے حق کا دعویٰ کیا اور ایک وارث نے اُس شخص سے قسم لے لی تو باقی وارث اس سے قسم نہیں لے سکتے ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر دو شریک عنان یا دو شریک مفاوضہ میں سے ایک شریک نے کسی شخص پر حق شرکت کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے قسم کھائی تو دوسرا شریک اُس سے قسم نہیں لے سکتا ہے محیط میں لکھا ہے اور اگر کسی شخص نے دو شریکوں میں سے ایک پر حق شرکت کا دعویٰ کیا تو وہ دونوں شریکوں سے قسم لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر ایک جماعت نے دوسرے پر خرید کا دعویٰ کیا اور ایک نے مدعا علیہ سے قسم لی تو باقی مدعی لوگ اُس سے قسم لے سکتے ہیں یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

ابن سماعہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت اور اُس کی لڑکی سے دو عقدوں میں نکاح کیا پھر کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ پہلی کون سی ہے تو ہر ایک کے واسطے اس سے قسم لی جائے گی کہ واللہ قبل دوسری کے میں نے اس عورت سے نکاح نہیں کیا ہے اور قاضی کو اختیار ہے کہ جس عورت سے چاہے شروع کرے اور اگر چاہے تو دونوں میں قرعہ ڈالے پس اگر ایک عورت کی نسبت یہ قسم کھالی تو دوسری عورت کا نکاح ثابت ہو گیا اور اگر پہلی عورت کے قسم سے نکول کیا تو اُسی کا نکاح لازم ہوا اور دوسری کا نکاح باطل ہو گیا بشرطیکہ ہر ایک دونوں عورتوں سے دعویٰ کرتی ہو کہ میرا نکاح پہلے واقع ہوا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے باپ کی میراث کی زمین ہبہ کر کے موہوب لہ کے سپرد کر دی پھر میت کی بیوی نے آ کر موہوب لہ پر دعویٰ کیا کہ یہ زمین میری

ہے اس لیے کہ وارثوں نے بعد زمین تجھے ہبہ کرنے کے ترکہ تقسیم کیا تو یہ زمین میرے حصہ میں آئی ہے اور موہوب لہ نے دعویٰ کیا کہ یہ زمین میری ہے کیونکہ ہبہ کرنے سے پہلے وارثوں نے ترکہ تقسیم کرلیا تھا اور یہ زمین واہب کے حصہ میں آئی تھی اور موہوب لہ گواہ قائم نہ کر سکا اور عورت نے اس امر پر قسم کھالی تو اس کو باقی وارثوں سے قسم لینے کا اختیار نہیں ہے اور حکم کیا جائے گا کہ زمین واپس کر دے یہ ذخیرہ میں ہے۔

مدعی نے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار درم ہیں پس مدعا علیہ نے کہا کہ اگر تو اس بات کی قسم کھالے کہ تیرے مجھ پر اس قدر درم ہیں تو میں تجھے دیتا ہوں پس اگر اس نے قسم کھالی اور مدعا علیہ نے اسے ادا کر دیے پس اگر اس شرط پر جو بیان کی گئی ہے ادا کیے تو اس کو اختیار ہے کہ یہ درم مدعی سے واپس کرلے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

ایک شخص کے قبضہ میں ایک اسباب ہے کہ وہ یقیناً جانتا ہے کہ اس میں کسی کا حق نہیں ہے پھر ایک شخص نے آکر اس اسباب میں دعویٰ کیا تو قابض کی گنجائش اس قطعی قسم کی ہے کہ واللہ اس کا ہمیں کچھ حق نہیں ہے اور اگر مدعی و مدعا علیہ ساتھ ہوں پھر دونوں نے دعویٰ مدعی سے باہمی صلح چند درموں پر کرلی پھر مدعا علیہ نے حق مدعی سے انکار کیا تو اُس کو اس طرح قسم کی گنجائش نہیں ہے کہ اس کا میری طرف کچھ حق نہیں ہے جب تک کہ اس کو یہ بات یقینی معلوم نہ ہو جائے کہ اس شے میں اس کا کچھ حق نہیں ہے۔ ایک شخص نے اپنے کسی قرضہ دار کو جس کے ہزار درم قرض ہیں کسی پر اترائے پھر محتال لہ محیل کو قاضی کے پاس لایا اور اس کے نزدیک حوالہ موجب براءت اصیل نہیں ہوتا ہے اور یہ فعل قبل اس کے کہ محتال علیہ انکار کرے یا مفلس قرار دیا جائے اس نے کہا تو محیل کو حلال ہے کہ یوں قسم کھائے کہ اس کا مجھ پر کچھ حق نہیں ہے بشرطیکہ اس کے مذہب میں حوالہ موجب براءت اصیل ہو اور اگر قاضی نے یہ حکم دیا کہ محتال[1] لہ محیل[2] سے مطالبہ کرے اور حوالہ بمنزلہ کفالت کے قرار دیا گیا پھر محیل نے اپنے بری ہونے پر قسم کھانی چاہی تو اس کو جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔

قرض خواہ کا رہن سے انکار کرنا ☆

ایک شخص پر دوسرے کا قرض ہے اور اس کا رہن اس قدر ہے کہ قرض کو وفا کرتا ہے پھر قرض خواہ نے رہن سے انکار کیا اور قسم کھالی تو مدعا علیہ یعنی راہن کو جائز ہے کہ یوں قسم کھائے کہ واللہ اس کا مجھ پر یہ قرض جس کا دعویٰ کرتا ہے نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص سے سو درم قرض لیے اور اس کے پاس کچھ رہن کر دیا اور اس کو یہ خوف ہے کہ اگر قرض کا اقرار کروں اور مرتہن رہن سے انکار کرے تو ڈانڈ پڑ جائے گا پس قاضی سے درخواست کرے کہ اس سے دریافت کیا جائے کہ ان سو درم کے عوض جس کا دعویٰ کرتا ہے کچھ رہن بھی ہے یا نہیں ہے پس اگر اس نے رہن کا اقرار کیا تو خود بھی مال کا اقرار کر دے اور اگر رہن سے انکار کیا تو قسم کھالے کہ مجھ پر ایسا کچھ قرض نہیں ہے کہ جس کے عوض رہن نہ ہو پس قسم بلا جنث ممکن ہے کذا فی الوجیز الکردری واللہ اُس کا میری طرف کچھ نہیں ہے کذا فی المحیط۔

ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ جانتا ہے کہ یہ قرضہ اُدھار ہے مگر خوف کرتا ہے کہ اگر قرض کا اقرار کرے اور میعاد کا دعویٰ کرے تو اکثر میعاد سے انکار کر کے فی الحال مطالبہ قائم ہو جاتا ہے تو حیلہ یوں ہے کہ قاضی سے درخواست کرے کہ اس سے دریافت کیا جائے کہ یہ درم نقد ہیں یا اُدھار ہیں پس اگر مدعی نے کہا کہ نقد ہیں تو مدعا علیہ کو بوقت استحلاف جائز ہے کہ یوں قسم کھالے کہ واللہ مجھ پر اس کے یہ درم جس کا دعویٰ کرتا ہے نہیں ہیں اور اگر یوں قسم کھالی کہ واللہ مجھ پر ان درموں کا ادا کرنا

[1] محتال لہ جس کے واسطے حوالہ کیا گیا ۱۲ [2] محیل حوالہ کرنے والا ۱۲

جن کا دعویٰ کرتا ہے نہیں واجب ہے تو بھی اپنی قسم میں سچا ہوگا اور اگر وہ تنگدست ہے اور اس پر یہ درم فی الحال ادا کرنے ہیں تو یوں قسم نہیں کھا سکتا ہے کہ واللہ اس کے مجھ پر یہ ہزار درم جن کا دعویٰ کرتا ہے نہیں ہیں حتیٰ کہ اگر طلاق پر اس[1] طرح قسم کھائی کہ مجھ پر یہ ہزار درم نہیں ہیں حالانکہ وہ تنگدست ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک شخص کے قبضہ میں ایک گھر ہے اس کے زعم میں یہ ہے کہ اس میں سے یک چند میرا ہے خواہ اس کی مقدار اس کو معلوم ہے یا نہیں معلوم ہے پھر ایک شخص نے اس میں اپنے حق مثلاً ثلث یا ربع کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے قاضی سے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ مدعی کا اس میں حق ہے لیکن میں اس کی مقدار نہیں جانتا ہوں جس قدر چاہے اس کو دلائے تو قاضی کو نہ چاہئے کہ اس میں کچھ تعرض کرے لیکن مدعا علیہ سے مدعی کے دعویٰ پر قسم لے پس اگر قسم سے نکول کیا تو اس مقدار کا مقر یا باذل ٹھہرا اور جو کچھ اس میں سے ہو وہ حجت ہے اور اگر اس مقدار معین پر وہ قسم کھا گیا یعنی اس قدر نہیں ہے تو قاضی مدعی کو مدعا علیہ کے ساتھ اُس گھر میں بسائے گا کیونکہ اس نے قرار کیا ہے کہ مدعی کا اس میں کچھ حق ہے کذا فی المحیط۔

باب چہارم☆ ٹیلی گرام چینل : پاسبان حق 1

تحائف یعنی باہم ایک دوسرے کے دعویٰ پر قسم کھانے کے بیان میں

اگر دونوں خرید و فروخت کرنے والوں نے مقدار ثمن یا بیع میں باہم اختلاف کیا مثلاً مشتری نے کس قدر ثمن کا دعویٰ کیا اور بائع نے اس سے زیادہ کا دعویٰ کیا یا بائع نے کسی قدر مقدار بیع کا اقرار کیا اور مدعی نے اُس سے زیادہ کا دعویٰ کیا تو شوہر و زوجہ نے باہم اختلاف کیا شوہر نے کہا کہ میں نے ہزار درم پر نکاح کیا ہے اور زوجہ نے کہا کہ دو ہزار پر نکاح کیا ہے پس جو شخص گواہ قائم کرے اس کی ڈگری کی جائے گی اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو زیادتی کی ثابت کرنے والی گواہی اولیٰ ہے۔ اگر ثمن و بیع دونوں میں اختلاف کیا مثلاً ایک ہی حالت میں جس قدر ثمن کا مشتری اقرار کرتا ہے اس سے زیادہ کا بائع مدعی ہے اور جس قدر بیع کا بائع اقرار کرتا ہے اس سے زیادہ کا مشتری مدعی ہے تو بائع کے گواہوں کی گواہی ثمن میں اولیٰ اور مشتری کی گواہی بیع میں اولیٰ ہے اور اگر دونوں میں سے کسی کے پاس گواہ نہ ہوں تو مشتری سے کہا جائے گا کہ یا تو اس قدر داموں پر بائع کہتا ہے تو راضی ہو ورنہ ہم بیع فسخ کر دیں گے اور بائع سے کہا جائے گا کہ یا تو اس قدر بیع پر جو مشتری دعویٰ کرتا ہے راضی ہو ورنہ ہم بیع فسخ کر دیں گے پس اگر دونوں راضی نہ ہوئے تو قاضی ہر ایک سے دوسرے کے دعویٰ پر قسم لے گا اور صحیح قول کے موافق مشتری کی قسم سے شروع کرے اور یہی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے اور یہی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ و زفر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ مال عین بعوض دین کے فروخت کیا ہو اور اگر مال عین[ل] بعوض عین کے یا ثمن بعوض ثمن کے فروخت کیا ہو تو قاضی قسم لینا جس سے چاہے شروع کرے کذا فی الکافی اور قسم اس طرح لی جائے گی کہ بائع قسم کھائے کہ واللہ میں نے اس کو ہزار درم کو نہیں بیچا ہے اور مشتری قسم کھائے کہ واللہ میں نے اس کو ہزار درم کو نہیں خریدا ہے اور یہی اصح ہے یہ ہدایہ میں ہے پس اگر دونوں نے قسم کھالی تو قاضی بیع فسخ کر دے گا بشرطیکہ دونوں یا ایک اس کی درخواست کرے اور یہی صحیح ہے اور جو شخص دونوں میں سے قسم سے باز رہا اس پر دوسرے کا دعویٰ لازم ہوگا یہ کافی میں ہے۔

ل قولہ عین یعنی مال معین دونوں طرف سے ہے تو دونوں برابر ہیں ثمن سے مراد مال دین ہو جو معین کرنے سے متعین نہیں ہوتا جیسے اشرفی و روپیہ پس اس صورت میں بھی دونوں برابر ہیں ۱۲ منہ

(۱) یعنی ہوں تو طلاق ہے ۱۲ م

اگر دونوں کا اختلاف قصداً بدل میں نہ ہو بلکہ دوسری شے کے ضمن میں ہو مثلاً ایک شخص نے دوسرے سے کسی قدر گھی جو یک مشک میں ہے خریدا اور اس کا وزن سو رطل ہے پھر مشک کو لے کر آیا کہ واپس کر دے اور اس کا وزن بیس رطل ہے پس بائع نے کہا کہ یہ میری مشک نہیں ہے اور مشتری نے کہا کہ یہ تیری مشک ہے تو مشتری کا قول مقبول ہوگا خواہ ہر رطل کا ثمن علیحدہ بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ تبیین میں ہے اور باہمی قسم لی جائے گی اگر میعاد میں اختلاف کیا خواہ اصل میعاد ہونے میں اختلاف ہو یا مقدار میعاد میں کہ کس قدر مدت ہے اختلاف ہوا ایسا ہی اگر شرط خیار میں اصل یا مقدار میں اختلاف ہو تو بھی باہمی قسم نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر ثمن و مبیع پر قبضہ واقع ہونے میں اختلاف کیا یا دام گھٹا دینے یا بری کر دینے میں اختلاف کیا یا مسلم فیہ کے سپرد کرنے کی جگہ میں اختلاف کیا تو بھی تحالف نہیں ہے لیکن ان صورتوں میں جو شخص منکر ہو اسی سے قسم لی جائے گی کذا فی شرح ابی المکارم للنقایہ۔

اگر اصل بیع میں اختلاف کیا تو باہم قسم نہ لی جائے گی اور منکر بیع کا قول معتبر ہوگا کذا فی الکافی۔ اگر جنس عقد میں اختلاف کیا مثلاً ایک نے عقد بیع کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے ہبہ واقعہ ہونے کا دعویٰ کیا یا جنس ثمن میں اختلاف کیا کہ ایک نے مثلاً درم اور دوسرے نے دینار کا دعویٰ کیا تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جامع میں ذکر فرمایا کہ باہم قسم نہ لی جائے گی اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ جو جامع میں مذکور ہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ وامام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک باہم قسم لی جائے گی اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر بیع تلف ہوگئی پھر دونوں نے اختلاف کیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ وامام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک باہم قسم نہ لی جائے گی اور مشتری کا قول معتبر ہوگا اور ایسا ہی اگر بیع مشتری کی ملک سے نکل گئی یا ایسی صورت ہوگئی کہ اس کو بسبب عیب کے واپس نہیں کر سکتا ہے تو بھی تحالف نہ ہوگا اور قول مشتری مقبول ہوگا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ ثمن دین ہو اور اگر ثمن مال معین ہو تو باہم قسم لی جائے گی پھر اگر بیع مثلی ہے تو اس کا مثل اور اگر مثلی نہیں ہے تو اس کی قیمت واپس لی جائے گی یہ ہدایہ میں ہے۔ ایک شخص نے دو غلاموں کو ایک ہی صفقہ میں خریدا اور دونوں پر قبضہ کر لیا پھر ایک غلام مر گیا پھر دونوں نے ثمن میں اختلاف کیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا الا اس صورت میں کہ بائع چاہے کہ زندہ غلام کو لے لے اور کچھ اس کو نہ ملے گا اور مشائخ نے اس قول کے معنی میں اور کچھ اس کو نہ ملے گا اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ مرے ہوئے غلام کی قیمت جس قدر مشتری نے اقرار کی اس سے زیادہ بائع کو کچھ نہ ملے گا اور یہی صحیح ہے اور مشائخ نے اس میں بھی تکلم کیا ہے کہ یہ استثناء باہمی قسم لیے جانے کی طرف راجع ہے یا مشتری کی قسم کی طرف راجع ہے پس بعضوں نے فرمایا کہ تحالف کی طرف ہے اور معنی یہ ہیں کہ دونوں سے باہمی قسم نہ لی جائے گی الا اس میں کہ بائع زندہ غلام کو لینا چاہے تو اُس وقت دونوں سے باہم قسم لی جائے گی کیونکہ زندہ غلام اس وقت میں تمام معقود علیہ[1] ہوگیا کذا فی شرح الجامع الصغیر اور یہی اظہر ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

کفایہ میں لکھا ہے کہ یہی عامہ مشائخ کا قول ہے کذا فی شرح ابی المکارم المختصر الوقایہ اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ استثناء مشتری کے قسم کی طرف راجع ہے اور معنی یہ ہیں کہ قسم کے ساتھ مشتری کا قول معتبر ہوگا الا اس صورت میں کہ بائع زندہ غلام کو لینا چاہے تو اس وقت مشتری سے قسم نہ لی جائے گی اور یہی صحیح ہے کیونکہ جو کچھ مذکور ہے وہ مشتری کی قسم مذکور ہے ترک تحالف[2] مذکور نہیں اور استثناء کا قاعدہ یہ ہے کہ مذکور کی طرف راجع ہوتا ہے کذا فی شرح الجامع الصغیر۔

اگر ایک غلام خریدا اور بعد قبضہ کرنے کے اس کا نصف فروخت کر دیا پھر بائع اوّل نے مشتری اوّل سے غلام کے ثمن میں

---

[1] معقود علیہ جس پر حق کھڑا ہے ۱۲ [2] تحالف باہم حلف کرنا

اختلاف کیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک باہم قسم نہ لی جائے گی بلکہ قسم لے کر مشتری کا قول معتبر ہوگا اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس نصف میں جو مشتری کی ملک میں باقی ہے باہم قسم لی جائے گی بشرطیکہ بائع اس نصف کے قول کرنے پر راضی ہو اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سب میں تحالف ہوگا اور جب دونوں نے باہم قسم کھالی تو مشتری بائع کو آدھے غلام کی قیمت اور آدھا غلام جو اس کی ملکیت میں ہے واپس دے گا۔ بشرطیکہ اس نصف کو وہ قبول کرے اور اگر بسبب عیب شرکت کے قبول نہ کرے تو اس نصف کی بھی قیمت دے گا کذا فی الکافی۔ ایک شخص نے ایک باندی خریدی اور اس پر قبضہ کر لیا پھر دونوں نے بیع کا اقالہ کر لیا پھر دونوں نے ثمن میں اختلاف کیا تو دونوں سے باہم قسم لی جائے گی اور پہلی بیع عود کرے گی اور اگر بائع نے بعد اقالہ کے بیع پر قبضہ کر لیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تحالف نہ ہوگا کذا فی الہدایہ۔

راس المال میں اختلاف کرنا ☆

ایک شخص نے دوسرے کو دس درم ایک کر گیہوں کی سلم میں دیے پھر دونوں نے اقالہ کیا پھر دونوں نے راس المال میں اختلاف کیا تو مسلم الیہ کا قول مقبول ہوگا اور سلم عود نہ کرے گی کذا فی شرح الجامع الصغیر۔

ایک شخص نے دو غلام ایک صفقہ یا دو صفقہ میں خریدے ایک کے دام ہزار درم نقد اور دوسرے کے ہزار درم ایک سال تک اُدھار قرار پائے پھر ایک کو بسبب عیب کے واپس کیا پھر مشتری نے کہا کہ اسی کے نقد ٹھہرے تھے اور بائع نے کہا کہ اس کے دام اُدھار تھے تو بائع کا قول مقبول ہوگا باہم قسم نہ لی جائے گی۔ اسی طرح اگر دونوں کو سو درم میں ایک صفقہ میں خریدا اور دونوں پر قبضہ کیا پھر ایک مر گیا اور دوسرے کو بسبب عیب کے واپس کیا اور واپس کیے ہوئے کی قیمت میں اختلاف ہوا تو بائع کا قول مقبول ہوگا اور تحالف نہ ہوگا اور اگر ایک کے دام درم ہوں اور دوسرے کے دینار ہوں اور بائع نے دونوں کے دام وصول کر لیے تو پھر مشتری نے ایک کو بسبب عیب کے واپس کر دیا پھر باقی کے داموں میں اختلاف ہوا مشتری نے کہا کہ باقی کے دام درم ہیں پس تو مجھے دینار واپس کر دے اور بائع نے اس کے برعکس دعویٰ کیا تو قسم کے ساتھ مشتری کا قول مقبول ہوگا بشرطیکہ دونوں مر گئے ہوں اور بائع و مشتری دونوں سے باہم قسم نہ لی جائے گی بخلاف امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے کہ ان کے نزدیک تحالف ہے اور اگر دونوں غلام قائم موجود ہوں تو بالاجماع باہم قسم لی جائے گی اسی طرح اگر صفقہ میں اختلاف کیا پس بائع نے اتحاد ثمن کا دعویٰ کیا اور مشتری نے ثمن جدا جدا ہونے کا دعویٰ کیا تو مشتری کا قول مقبول ہوگا کذا فی الکافی اگر اس امر میں اختلاف کیا کہ ثمن مال عین ہے یا مال دین ہے پس ایک نے کہا کہ عین ہے اور دوسرے نے کہا کہ دین ہے یعنی درم و دینار میں سے ہے پس اگر معین ہونے کا مدعی بائع ہو چنانچہ اس نے کہا کہ میں نے یہ باندی اپنی بعوض تیرے اس غلام کے بیچی ہے اور مشتری کہتا ہے کہ میں نے تجھ سے ہزار درم کو خریدی ہے پس اگر باندی قائم موجود ہو تو باہم قسم لی جائے گی اور باہم ایک دوسرے کو واپس کر دیں اور اگر باندی مشتری کے پاس مر گئی ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تحالف ساقط ہو گیا اور مشتری کا قول لیا جائے گا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک باہم قسم لی جائے گی اور اگر ثمن مال عین ہونے کا مدعی مشتری ہو مثلاً کہا کہ میں نے تیری یہ باندی بعوض اپنے اس غلام کے خریدی ہے اور بائع نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ ہزار درم یا سو دینار کو فروخت کی ہے پس اگر باندی قائم ہو تو باہم قسم لی جائے گی اور ایک دوسرے کو واپس کر دیں گے اور اگر باندی مر گئی ہو تو بھی بالاجماع باہم قسم کے بعد قیمت ایک دوسرے سے واپس کریں یہ شرح طحاوی میں ہے۔

ایک باندی خریدی اور وہ بعد قبضہ کرنے کے مر گئی پس مشتری نے کہا کہ میں نے ہزار درم اور اس وصیف کے عوض جس کی قیمت پانچ سو درم ہیں خریدی ہے اور بائع نے کہا کہ دو ہزار درم میں خریدی ہے تو دو تہائی باندی میں مشتری کا قول قسم کے ساتھ قبول ہو

گا اور ایک تہائی باندی میں جو بمقابلہ وصیف[1] کے ہے دونوں سے باہم قسم لی جائے گی اور ہر ایک سے تمام باندی پر قسم لی جائے گی پس مشتری قسم کھائے گا کہ واللہ میں نے یہ باندی دو ہزار درم میں نہیں خریدی اور بائع قسم کھائے گا کہ واللہ میں نے یہ باندی بعوض ہزار درم اور اس وصیف کے نہیں فروخت کی ہے پس بعد قسم کے مشتری ہزار درم کے ساتھ باندی کی تہائی قیمت ملا کر دے گا اور وصیف کو لے گا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سب میں باہم قسم لی جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے اگر بائع نے دعویٰ کیا کہ میں نے یہ باندی ہزار درم اور اس وصیف کے عوض بیچی ہے اور مشتری نے دعویٰ کیا کہ میں نے دو ہزار درم کو خریدی ہے اور باندی مشتری کے پاس ہلاک ہوگئی ہے تو قسم سے مشتری کا قول مقبول ہوگا اور کسی قدر میں بھی باہم قسم نہیں لی جائے گی اور اگر بجائے وصیف کے کوئی کیلی یا وزنی چیز ہو تو بھی یہی حکم ہے کذانی الکافی۔

اگر بائع نے دو ہزار درم پر بیع کا دعویٰ کیا اور مشتری نے سو دینار و وصیف پر دعویٰ کیا تو باندی سو دینار و وصیف پر تقسیم ہونے کے بعد حصہ دینار میں قسم سے مشتری کا قول مقبول ہوگا اور حصہ وصیف میں دونوں سے باہم قسم لی جائے گی اور سو دینار کے ساتھ اسکی قیمت لا کر مشتری ادا کرے گا مشتری نے ہزار درم سو دینار سے خریدنے کا دعویٰ کیا اور بائع نے دو ہزار درم کے عوض بیچنے کا دعویٰ کیا تو قسم لے کر مشتری کا قول مقبول ہوگا اس طرح اگر درموں کے ساتھ کوئی کیلی یا وزنی یا عددی غیر معین ملا دی تو وہ بھی بمنزلہ ثمن کے ہوگی اور اگر معین ہو تو وہ بیع ہے تو بائع سے اس کی مقدار پر بالا جماع قسم لی جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایک غلام کا ہاتھ کاٹا گیا اور وہ بائع کے پاس تھا پس بائع نے کہا کہ بیع سے پہلے مشتری نے اس کا ہاتھ کاٹا ہے اور اس پر میری آدھی قیمت چاہئے اور پورا ثمن چاہئے اور مشتری نے کہا کہ بعد بیع کے بائع نے اس کا ہاتھ کاٹا ہے اور مجھے خیار حاصل ہے چاہے اس کو آدھے ثمن میں لے لوں یا ترک کر دوں اور دونوں کے پاس گواہ نہیں ہیں تو دونوں سے باہم قسم لی جائے گی پس اگر دونوں نے قسم کھالی تو اس کو مشتری پو، ے داموں میں لے لے گا یا ترک کر دے گا اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیے تو مشتری کے گواہ اولیٰ ہوں گے اور اگر دونوں نے اس امر پر اتفاق کیا کہ ہاتھ کاٹنے والا بائع ہے یا مشتری ہے یا کوئی اجنبی ہے لیکن بائع نے قبل بیع کے ہاتھ کٹنے کا دعویٰ کیا اور مشتری نے بعد بیع کے دعویٰ کیا تو قول بائع کا معتبر ہوگا اور گواہ مشتری کے مقبول ہوں گے کذانی الکافی۔

اگر بائع نے کہا کہ وہ باندی جو میں نے فروخت کی ہے اس شخص کی ملک تھی اس نے مجھے اس کے فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا تھا اور اُس شخص یعنی مقرلہ نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ سو دینار کو فروخت کی تھی اور تو نے اس پر قبضہ کر لیا تھا پھر اپنے واسطے تو نے فروخت کی ہے تو باندی مشتری کی ہوگی پس اگر وہ باندی مقرلہ کی مشہور نہ ہو تو دونوں سے باہم قسم لی جائے گی اور مقر کی قسم سے شروع کیا جائے گا پس اگر دونوں نے قسم کھالی تو مقر اس کی قیمت ڈانڈ بھرے گا اور اگر باندی مقرلہ کی مشہور ہو تو صحیح یہ ہے کہ مقر سے قسم لی جائے گی نہ مقرلہ سے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے آخر اس باب میں صریح فرمایا ہے کہ مقر اس کی قیمت ڈانڈ بھرے گا اگر وہ چاہے تو دام لے لے ورنہ وہ بائع کے پاس مقرلہ کی تصدیق کرنے تک متوقف رہے گی پس جس وقت اس کی تص[illegible]یق کرے گا تو ثمن لے سکتا ہے اور اگر باندی ہلاک ہوگئی ہو تو مقرلہ کو قیمت دینی لازم ہوگی خواہ وہ باندی اس کی مشہور ہو یا نہ ہو یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر اس باندی کو مکاتب یا آزاد یا مدبر کر دیا یا ام ولد بنایا پھر مقر اور مقرلہ سے باہم قسم لی گئی پس اگر وہ باندی مقرلہ کی مشہور نہ تھی تو مقر اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر مشہور تھی تو سب صورتوں میں ضامن نہ ہوگا اور کتابت یعنی مکاتب کرنا بسبب ادا کر دینے سے عاجز ہونے کے باطل ہو جائے گی اور اگر ام ولد بنایا تو مقر کے مرنے سے آزاد ہو جائے گی اور مقرلہ کے مرنے سے آزاد نہ ہوگی

---

[1] وصیف خدمت گزار خواہ غلام ہو یا لونڈی ہو اور بعض نے کہا کہ طفل ہو ۱۲

اور اگر مدبرہ ہوگئی تو آزاد ہو جائے گی خواہ کوئی ان میں سے مرے مقر یا مقرلہ اور اگر آزاد ہوئی ہے تو ولا رموقوف رہے گی۔ اگر مقر نے کہا کہ میرے پاس اس کی ودیعت تھی اس نے مجھے اس کے فروخت کی اجازت دی اور وہ مرگئی یعنی مشتری کے پاس مرگئی تو مقر بہر حال میں اس کی قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ اس نے خود اس تعدی کا یعنی ودیعت غیر کو سپرد کرنے کا اقرار کیا کذانی الکافی۔

اگر معقود علیہ کے حاصل کر لینے سے پہلے اجارہ میں اختلاف کیا تو باہم قسم لی جائے گی اور ایک دوسرے کو واپس کر دیں گے پس اگر اجرت میں اختلاف ہوا تو متاجر سے قسم شروع کی جائے گی اور اگر منفعت میں اختلاف ہوا تو اجرت پر دینے والے سے قسم شروع کی جائے گی اور جو شخص دونوں میں سے قسم سے نکول کرے گا اس پر دوسرے کا دعویٰ لازم ہوگا اور جو شخص دونوں میں سے گواہ لائے اس کی گواہی مقبول ہوگی اور اگر دونوں نے گواہ سنائے تو اُجرت پر دینے والے کے گواہوں کی گواہی اولیٰ ہے بشرطیکہ اجرت میں اختلاف ہوا اور اگر منفعت میں اختلاف ہو تو متاجر کی گواہی اولیٰ ہوگی اور اگر دونوں باتوں میں اختلاف ہو تو ہر ایک کے گواہ زیادتی کے دعویٰ میں مقبول ہوں گے مثلاً یہ ایک مہینے کی اجرت پر بحساب دس درم ماہواری کے دینے کا دعویٰ کرتا ہے اور متاجر کہتا ہے کہ پانچ درم پر دو مہینے کے واسطے میں نے کرایہ لیا ہے تو دو مہینے کے واسطے دس درم اجرت پر ہونے کا حکم کر دیا جائے گا اور اگر معقود علیہ حاصل کرنے کے بعد اختلاف کیا تو باہمی قسم نہ لی جائے گی اور متاجر کا قول مقبول ہوگا اور اگر کچھ معقود علیہ حاصل کرنے کے بعد اختلاف ہوا تو باہم قسم لی جائے گی اور ماضی میں عقد فسخ ہوگا اور گذشتہ میں متاجر کا قول مقبول ہوگا کذانی الہدایہ۔

اگر مولیٰ اور مکاتب نے بدل کتابت کی مقدار میں اختلاف کیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک باہم قسم نہ لی جائے گی اور قسم سے غلام کا قول مقبول ہوگا اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ باہم قسم لی جائے گی اور کتابت[1] فسخ کر دی جائے گی کذانی الکافی اور اگر ایک نے اپنے گواہ قائم کیے تو مقبول ہوں گے اور اگر دونوں نے قائم کیے تو مولیٰ کے گواہ اولیٰ ہوں گے لیکن اگر اس نے اس قدر مال مولیٰ کو ادا کیا جس پر گواہ قائم کیے ہیں تو آزاد ہو جائے گا یہ تبیین میں لکھا ہے اگر شوہر و جورو نے مہر میں اختلاف کیا پس شوہر نے دعویٰ کیا کہ میں نے ہزار درم پر نکاح کیا ہے اور عورت نے کہا مجھ سے دو ہزار درم پر اس نے نکاح کیا ہے پس دونوں میں جو اپنے گواہ سنائے مقبول ہوں گے اور اگر دونوں نے قائم کیے تو عورت کی گواہی اولیٰ ہوگی بشرطیکہ اس کا مہر مثل اس کے دعویٰ سے کم ہو اور اگر دونوں کے پاس گواہ نہ ہوں تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک باہم قسم لی جائے گی اور نکاح فسخ نہ ہوگا لیکن مہر مثل کا حکم کیا جائے گا پس اگر مہر مثل اس قدر ہو کہ جتنا شوہر دعویٰ کرتا ہے یا اس سے کم ہو تو شوہر کے قول پر ڈگری ہوگی اور اگر مہر مثل عورت کے دعویٰ کے برابر یا اس سے زیادہ ہو تو عورت کے دعویٰ کی ڈگری ہو جائے گی اور اگر مہر مثل شوہر کے اقرار سے زیادہ اور عورت کے دعویٰ سے کم ہو تو مہر مثل کی ڈگری ہوگی پہلے تحالف[2] کا ذکر کیا پھر تحکیم کا ذکر کیا ہے اور یہی کرخی کا قول ہے کذانی الہدایہ۔

رازی کے قول میں تحلیف سوائے ایک صورت کے نہیں ہے اور وہ یہ صورت ہے کہ مہر مثل کسی کے قول کے موافق نہ ہو اور باقی صورتوں میں قسم سے شوہر کا قول معتبر ہوگا بشرطیکہ مہر مثل اس کے قول کے برابر یا کم ہو یا قسم سے عورت کا قول معتبر ہوگا اگر مہر مثل اس کے دعویٰ کے برابر یا زیادہ ہو اور نہایہ میں لکھا ہے کہ یہی اصح ہے اور بعض شروح میں ہے کہ فقہاء نے فرمایا کہ کرخی ہی کا قول صحیح ہے کذانی العنایہ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شوہر کی قسم سے شروع کیا جائے گا۔ اگر شوہر نے اس غلام پر نکاح کا دعویٰ کیا اور عورت نے اس باندی پر دعویٰ کیا یعنی مہر میں یہ باندی قرار پائی ہے تو یہ مسئلہ مثل مسئلہ سابقہ ہے لیکن باندی کی

[1] مترجم کہتا ہے کہ یہ اس وقت ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کے دعویٰ پر قسم کھائی ہو ۱۲ [2] تحالف باہم قسم لینا اور تحکیم اپنی طرف سے پنچ و حاکم ٹھہرانا۔ تحلیف قسم دلانا ۱۲

قیمت اگر مثل مہر کے برابر ہو تو عورت کے واسطے باندی کی قیمت واجب ہوگی بعینہ نہ باندی واجب نہ ہوگی کذا فی الہدایہ۔

باب پنجم ☆

اُن لوگوں کے بیان میں جو دوسرے کے ساتھ خصم ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے ہیں اور دعویٰ کے بعد حکم قضا سے پہلے جو اَمر پیدا ہوا اس کی سماعت کے واسطے کن کن لوگوں کا حاضر ہونا شرط ہے اور کن کا شرط نہیں ہے

اگر رہن معین پر دعویٰ ہو تو راہن اور مرتہن کا حاضر ہونا شرط ہے اور عاریت اور اجارہ مثل رہین کے ہے اور زمین کے دعویٰ میں کاشتکار کے حاضر ہونے کا یوں حکم ہے کہ اگر بیج کاشتکار کا ہو تو وہ مثل مستاجر کے ہے اس کا حاضر ہونا شرط ہے اور اگر بیج کاشتکار کا نہ ہو پس اگر کھیتی اُگی ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر نہیں اُگی تو شرط نہیں ہے حکم اس وقت ہے کہ زمین پر ملک مطلق کا دعویٰ ہو اور اگر کسی پر یہ دعویٰ کیا کہ اس نے میری یہ زمین غصب کر لی ہے اور وہ کاشتکار کے ہاتھ میں ہے تو اس کا حاضر ہونا شرط نہیں ہے کیونکہ مدعی اس پر فعل کا دعویٰ کرتا ہے اور اگر بعد بیع کے گھر بائع کے قبضہ میں ہے پھر کسی مستحق نے آ کر دعویٰ کیا اس کی ڈگری بدون بائع و مشتری کی موجودگی کے نہ ہوگی کذا فی الخلاصہ بطور بیع فاسد کے اگر کسی نے کوئی چیز خریدی اور اس پر قبضہ کر لیا تو مشتری مدعی کا مخاصم قرار پا سکتا ہے اور بدون قبضہ کے مخاصم صرف بائع ہوگا۔ اگر کوئی چیز بشرط خیار خریدی اور اُس پر کسی مدعی نے دعویٰ کیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بائع و مشتری کا حاضر ہونا شرط ہے اور جس نے کوئی چیز بطور بیع باطل کے خریدی وہ کسی طرح مستحق کا مخاصم نہ ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ کی بابت امام ظہیر الدین رحمۃ اللہ علیہ سے مذکورہ بیان ☆

ایک شخص کے قبضہ میں ایک باندی ہے اس پر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میرے اور فلاں بن فلاں غائب کے درمیان شرکت عنان ایک ہزار درم میں ہے اس نے مال شرکت سے یہ باندی خریدی پس آدھی میری ہے اور آدھی اس کی ہے پس قابض نے کہا کہ ہاں میں جانتا ہوں کہ اس نے مال مشترک سے خریدی اور آدھی تیری اور آدھی اس کی ہے لیکن اس فلاں غائب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہ باندی بغداد لے جا کر فروخت کروں تو امام ظہیر الدین نے فرمایا کہ مدعی اس کو بغداد لے جانے سے منع نہیں کر سکتا ہے اسی طرح اگر وہ غائب مدعی کا مضارب ہو تو بھی ایسا ہی حکم ہے اور ہر وہ شخص جس کو حق تصرف حاصل ہے اسی حکم میں شامل ہے اور اگر باہم دونوں میں شرکت ملک ہو نہ شرکت عقد تو مدعی کو اختیار ہے کہ مدعا علیہ کو باندی کے ساتھ سفر کرنے اور اس میں تصرف کرنے سے منع کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے تین ٹٹو کرایہ کیے پھر ٹٹو والے نے ایک ٹٹو کسی دوسرے کو کرایہ دیا اور دوسرا عاریت دیا اور تیسرا ہبہ کیا یا بیع کیا پس مستاجر نے ٹٹو ان کے ہاتھوں میں دیکھے پس اگر ٹٹو والے نے بسبب عذر کے فروخت کیا تو بیع جائز ہے اور اگر بلا عذر بیچا تو مستاجر کو اختیار ہے کہ لے لے اور جب اس نے لے لیا تو مشتری کو اختیار ہے چاہے اس قدر صبر کرے کہ اجارہ کی مدت گذر جائے پھر اس کو لے لے یا بیع فسخ کر دے اور اگر ٹٹو والے نے اس کو کسی غیر کو مانگے دے دیا یا ہبہ کیا یا کرایہ دیا پس اگر پہلا کرایہ دینا معروف ہو تو اس کو اختیار ہوگا کہ ان لوگوں سے لے لے اور اگر پہلا اجارہ معروف نہ ہو اور گواہ قائم کرنا چاہے پس اگر موہوب لہ کے پاس ہو تو اس کو اختیار ہے کہ گواہ قائم کر کے اس کو لے لے اگرچہ ہبہ کرنے والا غائب ہو پس اگر مستاجر نے لے لیا اور اجارہ کی مدت گذر گئی تو

موہوب لہ کو لے لینے کا اختیار نہیں ہے اسی طرح اگر ٹٹو مشتری کے قبضہ میں ہو تو مشتری خصم قرار پائے گا پس مستاجر کو اختیار ہے کہ اس پر گواہ قائم کرے اور اگر دوسرے مستاجر یا مستعیر کے قبضہ میں ہو اور مستاجر نے چاہا کہ ان دونوں پر گواہ قائم کرے اور دوسرے کو اجارہ دینا یا عاریت دینا خواہ ظاہر ہے یا نہیں ظاہر ہے اور دوسرے مستعیر یا مستاجر نے اپنی عاریت یا اجارہ لینے کے گواہ قائم کیے اور ٹٹو والا غائب ہے تو پہلے مستاجر کے گواہ ان دونوں پر مقبول نہ ہوں گے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

ایک ٹٹو کرایہ لیا اور اس پر قبضہ کر لیا اور مالک غائب ہو گیا پھر دوسرے شخص نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس سے پہلے کرایہ لیا اور گواہ پیش کیے تو فخر الاسلام بزدوی نے فتویٰ دیا کہ گواہ مقبول ہوں گے اور یہی قریب الصواب ہے اور بعض نے کہا کہ یہ مستاجر مدعا علیہ نہیں ہو سکتا ہے تاوقتیکہ اس پر کسی فعل کا دعویٰ نہ ہو مثلاً یوں کہے کہ ٹٹو والے نے میرے سپرد کیا تھا اور تو نے مجھ سے لے کر اپنا قبضہ کر لیا اور اگر یوں کہا کہ مالک نے دوسرے اجارہ پر تیرے سپرد کیا میرے سپرد نہیں کیا تو گواہی مقبول نہ ہو گی اور اس پر امام ظہیر الدین نے فتویٰ دیا ہے امام سرخسی نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ وہ خصم قرار نہیں پائے گا جیسا کہ مالک[1] سے عاریت لینے والا نہیں قرار پاتا ہے اور اسی طرح رہن و عاریت کے دعویٰ میں مستاجر خصم نہیں قرار پائے گا اور مشتری اور موہوب لہ ہر ایک کے واسطے مدعا علیہ خصم قرار پا سکتے ہیں اور اسی طرف امام ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ کا میلان پایا جاتا ہے یہ وجیز کردری میں ہے اگر ایک شخص نے ایک گھر پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا کہ یہ میرے کرایہ میں ہے مجھے فلاں شخص نے کرایہ پر دیا ہے اور قابض نے کہا کہ یہ میرے اجارہ میں ہے مجھے فلاں شخص نے ایک دوسرے شخص کا نام لیا کہ اس نے کرایہ پر دیا ہے تو مدعی کے دعویٰ کی سماعت ہو گی اور قابض اس کا خصم قرار پائے گا بخلاف اس کے اگر مدعی نے ملک مطلق کا دعویٰ کیا اور قابض نے اجارہ دعویٰ کیا تو سماعت نہ ہو گی اور اگر مستاجر نے بدون موجودگی اجرت دہندہ کے دعویٰ کیا تو سماعت ہو گی یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر فلاں غائب زید کا تھا اس سے اس شخص نے جو قابض ہے یعنی عمرو نے خریدا اور قبضہ کر لیا اور میں اس کا شفیع ہوں شفعہ طلب کرتا ہوں اور عمرو کہتا ہے کہ یہ گھر میرا ہے میں نے اس سے نہیں خریدا ہے یا یوں کہا کہ یہ تیرا گھر ہے تو نے فلاں کے ہاتھ فروخت کیا اور اس کے سپرد نہیں کیا ہے اور میں شفعہ طلب کرتا ہوں تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مقبول نہ ہو گا حتیٰ کہ پہلی صورت میں بائع حاضر ہو اور دوسری صورت میں مشتری حاضر ہو تو مقبول ہو گا اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے قابض کو خصم قرار دیا اور اس پر شفعہ کا حکم دے دیا اور اس حکم کو جو قابض پر لیا ہے بائع پر اور مشتری پر حکم شفعہ قرار دیا ہے اور ثمن لینے اور اس کو عادل[2] کے پاس رکھنے کا حکم کیا۔ اگر مشتری حاضر ہے کہ خرید سے انکار کرتا ہے تو امام محمدؒ نے شفیع کے واسطے شفعہ کا حکم کیا اور عہدہ مشتری پر رکھا اور ثمن اس کو دلا دیا کذا فی الوجیز الکردری گھر خریدنے کے وکیل نے اگر اس کو خرید کر قبضہ کر لیا پھر شفیع آیا اور وکیل سے اس نے گھر کو شفعہ میں لے لینا چاہا تو لے سکتا ہے موکل کا حاضر ہونا شرط نہیں ہے اور اگر وکیل نے گھر پر قبضہ نہیں کیا تو شفیع اس کو نہیں لے سکتا ہے تاوقتیکہ موکل یا اس کا وکیل یا بائع یا اس کا وکیل حاضر نہ ہو اور علیٰ ہذا اگر بیع میں وکیل کے پاس استحقاق ثابت ہوا تو مستحق کی ڈگری ہونے کے واسطے موکل کا حاضر ہونا شرط نہیں ہے صرف وکیل کا حاضر ہونا کافی ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

ایک شخص نے اپنا گھر کرایہ دے کر سپرد کر دیا پھر مستاجر سے کسی غصب کرنے والے نے غصب کر لیا تو بدون موجودگی مستاجر کے غاصب پر ملکیت کا دعویٰ صحیح نہیں ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔

---

[1] یعنی جب مالک پر دعویٰ کیا جائے حالانکہ چیز کو مالک سے کسی نے مستعار لیا ہے تو مستعیر اس کی طرف سے مدعا علیہ نہیں ہو سکتا ہے اسی طرح یہاں ہے ۱۲

[2] عادل یعنی دونوں کے اپنے نزدیک ایک شخص کو معتمد علیہ ٹھہرا کر اس کے پاس رکھا ۱۲

اگر ایک گھر خریدا اور اس پر ہنوز قبضہ نہیں کیا تھا کہ بائع کے پاس سے کسی نے غصب کر لیا پس اگر مشتری نے ثمن دے دیا یا ثمن کی میعاد مقرر ہے تو خصم مشتری ہوگا ورنہ بائع خصم ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

مشتری نے ہنوز دام نہیں دیے تھے کہ بائع نے بیع کو کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا تو موافق ظاہر الروایت کے پہلے مشتری کا دعویٰ دوسرے مشتری پر مسموع ہوگا کیونکہ وہ اپنی ملک ہونے کا مدعی ہے اور قابض اس کو روکتا ہے لیکن بدون دام ادا کر دینے کے اس کو قابض کے ہاتھ سے نہیں لے سکتا یہ وجیز کردری میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے سے ایک باندی ہزار درم کو خریدی اور دام نہیں دیے اور بلا اجازت بائع کے اس پر قبضہ کر لیا اور دوسرے شخص کے ہاتھ سو دینار کو فروخت کر دی اور باہم قبضہ کر لیا اور پہلا مشتری غائب ہو گیا اور اس کا بائع حاضر ہے اس نے دوسرے مشتری سے واپس کرنی چاہی پس اگر دوسرے مشتری نے اقرار کیا کہ بات یہی ہے جو پہلا بائع بیان کرتا ہے تو پہلے بائع کو اس سے واپس لے لینے کا اختیار ہے اور اگر دوسرے مشتری نے بائع اوّل کی تکذیب کی یا یہ کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ یہ سچ کہتا ہے یا جھوٹ کہتا ہے تو ان دونوں میں خصومت نہ ہوگی تاوقتیکہ پہلا مشتری حاضر نہ ہو یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے میرے غلام کی آنکھ پھوڑ دی اور غلام زندہ موجود ہے تو بدون غلام کی موجودگی کے دعویٰ اور گواہی کی سماعت نہ ہوگی اور اگر غلام زندہ نہیں ہے تو دعویٰ کی سماعت ہوگی اور گواہی پر آنکھ پھوڑنے کا ارش اس کو دلایا جائے گا یہ محیط سرخسی ہے۔ اگر غلام نابالغ ہے کہ اپنے حال کو بیان نہیں کر سکتا ہے تو اس کا موجود ہونا شرط نہ ہوگا قاضی مدعی کے واسطے جرمانہ کی ڈگری آنکھ پھوڑنے والے پر کر دے گا اور اگر مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ میں نے غلام کی آنکھ پھوڑ دی اور وہ غلام اسی مدعی کا ہے حالانکہ غلام غائب ہے تو قاضی اس پر ارش کی ڈگری مدعی کے واسطے کر دے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر اس امر کے گواہ قائم کیے کہ اس نے میری دیسی گھوڑی کی آنکھ پھوڑ دی تو گواہی مقبول ہوگی اور دعویٰ کے صحت کے واسطے گھوڑا قاضی کو دکھلانا شرط نہیں ہے حتیٰ کہ اگر حاضر ہو تو واجب ہے کہ قاضی کو دکھائے کہ اس نے آنکھ پھوڑی ہے یا نہیں پھوڑی ہے اور اگر ایک شخص آنکھ پھوٹا ہوا گھوڑا لایا اور کہا کہ یہ گھوڑا میرا ہے تو ارش کی ڈگری نہ ہوگی جب تک کہ اس امر کے گواہ نہ قائم کرے کہ یہ میری ملک ہے اور مدعا علیہ نے اس کی آنکھ پھوڑ دی اور اس روز بھی یہ میری ملک ہے تو اس کا ارش لے سکتا ہے اگر مالک نے اس کے گواہ سنائے کہ یہ میری ملک ہے اور میری ملک کی حالت میں مدعا علیہ نے اس کی آنکھ پھوڑی اور پہلے مدعی نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا گھوڑا ہے اور قابض نے اس کی آنکھ پھوڑ دی ہے تو اس کے گواہوں کی گواہی اولیٰ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کسی چوپایہ کے زخم دینے یا کپڑے میں خرق کر دینے کا دعویٰ کیا تو گواہی کی سماعت کے واسطے چوپایہ اور کپڑے کا حاضر کرنا شرط نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک شخص مر گیا اور اس نے تین ہزار درم چھوڑے اور ایک وارث چھوڑا پس ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ میت نے میرے واسطے تہائی مال کی وصیت کی ہے اور وارث نے انکار کیا تو قاضی اس کی گواہی کی وارث پر سماعت کرے گا اور وصیت کی ڈگری کر دے گا پس اگر وارث نے تہائی مال موصی لہ[1] کو دے دیا پھر دوسرے شخص نے آکر دعویٰ کیا کہ میت نے میرے واسطے تہائی مال کی وصیت کی ہے اور وارث غائب ہو گیا تھا پس مدعی نے موصی لہ کو قاضی کے پاس حاضر کیا تو قاضی موصی لہ کو خصم قرار دے کر اس کے مقابلہ میں گواہوں کی سماعت کرے گا اور حکم دے گا کہ نصف مال اس دوسرے مدعی کو دے پس اگر پہلے موصی لہ کے پاس کچھ نہ ہو مثلاً جو کچھ اس کو ملا تھا اس نے تلف کر دیا یا تلف ہو گیا اور وہ بالکل نادار ہے اور دوسرے موصی لہ نے

---

[1] موصی لہ وہ شخص جس کے لیے میت نے کسی مال کی وصیت کی ہو اور میت نے جس کو اپنی جگہ مقرر کیا اس کو خاص کر وصی بولتے ہیں ۱۲

وارث کو قاضی کے سامنے حاضر کیا اور وارث کے پاس سے لینا چاہا اور وارث نے اس کی وصیت سے انکار کیا تو دوسرے مدعی کو دوبارہ گواہ سنانے کی ضرورت نہ ہوگی اور وہ وارث سے جو کچھ وارث کے پاس ہے اس کا پانچواں حصہ لے سکتا ہے پھر دوسرا مدعی اور وارث دونوں پہلے موصی لہ کے دامن گیر ہو کر نصف اس مال کا جو اس نے لیا ہے وصول کریں گے اور وصول کر کے پانچ حصہ کریں گے ایک حصہ موصی لہ ثانی کو اور چار حصے وارث کو ملیں گے اور جس قاضی کے پاس پہلے موصی لہ نے نالش کی تھی اس کے پاس نالش کرنا یا دوسرے قاضی کے پاس نالش کرنا یکساں ہے اور اگر پہلا موصی لہ غائب ہو اور دوسرے مدعی نے وارث کو حاضر کیا تو قاضی وارث پر ڈگری کر دے گا اور وارث پر ڈگری کرنا پہلے موصی لہ پر ڈگری کرنا شمار ہوگی۔

قاضی کا ڈگری جاری کرنے کی بابت جلدی کرنا ☆

اگر قاضی نے پہلے موصی لہ کے واسطے ڈگری کر دی اور ہنوز وارث نے اس کو کچھ نہیں دیا تھا کہ دوسرے مدعی نے دعویٰ کیا اور وارث غائب ہے پس اگر اسی قاضی کے پاس جس نے پہلے مدعی کی ڈگری کر دی ہے نالش کی تو یہ قاضی پہلے موصی لہ کو خصم قرار دے گا اور اگر دوسرے قاضی کے پاس نالش کی تو وہ موصی لہ کو خصم قرار نہ دے گا اور اگر پہلا موصی لہ غائب ہو اور وارث حاضر ہے اور پہلے موصی لہ کو قاضی نے کچھ نہیں دلایا ہے تو وارث دوسرے موصی لہ کا خصم ہوگا اگر پھر دوسرے قاضی کے پاس نالش کرے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ پہلے موصی لہ نے اقرار کیا کہ جو مال میرے پاس ہے وہ میت کی وصیت سے ملا ہے یا قاضی کو خود معلوم ہوا اور اگر ان میں سے کوئی بات نہ ہو اور پہلا موصی لہ کہتا ہے کہ یہ میرا مال ہے میں نے اپنے باپ کی میراث سے پایا ہے اور میت نے مجھے کچھ وصیت نہیں کی تھی اور نہ میں نے اس کے مال سے کچھ لیا ہے تو یہ شخص دوسرے موصی لہ کا خصم قرار پائے گا اور اگر پہلے مدعی نے کہا کہ یہ مال میرے پاس فلاں میت کی ودیعت ہے جس کی طرف سے دوسرا مدعی وصیت کا دعویٰ کرتا ہے یا کہا کہ میں نے اس سے غصب کر لیا ہے تو ان دونوں میں کچھ خصومت نہیں قائم ہو سکتی ہے اگر یوں کہا کہ یہ میرے پاس فلاں شخص کی ودیعت ہے یعنی سوائے میت کے دوسرے کا نام لیا یا کہا کہ میں نے فلاں شخص سے غصب کر لیا ہے تو وہ خصم قرار دیا جائے گا لیکن اگر اپنے قول پر گواہ لائے تو خصم قرار نہ پائے گا یہ محیط میں ہے ایک شخص مر گیا اور اس نے مال اور ایک وارث چھوڑا پس ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ میرے میت پر ہزار درم قرض ہیں پس قاضی نے وارث پر اس کی ڈگری کر دی اور وارث نے اس کو یہ مال دے دیا اور وارث غائب ہو گیا پھر دوسرا قرض خواہ ہزار درم کا آیا اور اس نے میت پر دعویٰ کیا تو پہلا قرض خواہ اس کا خصم نہیں ہوگا اور اگر پہلا قرض خواہ غائب ہو اور دوسرے نے وارث کو حاضر کیا تو وہ اس کا خصم قرار پائے گا پس اگر قاضی نے وارث پر دوسرے قرض خواہ کی ڈگری کر دی اور حال یہ گذرا کہ جو کچھ وارث کو ملا تھا سب تلف ہو گیا تو دوسرا قرض خواہ پہلے قرض خواہ کو پکڑے گا اور جو کچھ اس نے لیا ہے اس میں سے آدھا وصول کرے گا پھر دونوں اپنے باقی مال کے واسطے وارث کے پیچھے پڑیں گے اور اگر پہلا شخص جس نے ہزار درم وصول کیے ہیں قرض خواہ نہ ہو بلکہ موصی لہ ہو اور اس نے مال وصیت لے کر قبضہ کر لیا پھر ایک شخص نے میت پر ہزار درم قرض کا دعویٰ کیا اور وارث غائب ہے تو موصی لہ اس کا خصم نہیں ہو سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایک شخص نے ایک میت کے وارث پر گواہ قائم کیے کہ میت نے میرے واسطے بعینہ اس باندی کی وصیت کی ہے اور وہ باندی اس کا تہائی مال ہے اور قاضی نے اس کی ڈگری کر کے اس کو دلا دی اور وارث غائب ہو گیا اور دوسرے نے پہلے موصی لہ پر گواہ قائم کیے کہ میت نے اس باندی کو میرے واسطے وصیت کی تھی پس اگر گواہوں نے یہ بیان کیا کہ میت نے پہلی وصیت سے رجوع کر لیا تھا تو قاضی تمام باندی دوسرے کو دلائے گا اور اگر گواہوں نے یہ نہ ذکر کیا تو آدھی باندی دوسرے کو دلائے گا اور یہ ڈگری وارث پر بھی

نافذ ہوگی خواہ وہ حاضر ہو یا غائب ہو حتیٰ کہ اگر پہلے موصی لہ نے اپنا حق خود باطل کر دیا تو پوری باندی دوسرے مدعی کو ملے گی پس اگر قاضی نے باندی پہلے کو دلا دی اور وہ غائب ہوا اور وارث حاضر ہے تو دوسرے موصی لہ کا خصم یہ وارث نہ ہوگا خواہ پہلے قاضی کے پاس نالش ہو یا کسی دوسرے قاضی کے پاس ہو اور اگر قاضی نے پہلے مدعی کے واسطے باندی کا حکم دے دیا اور ہنوز دی نہیں گئی تھی کہ دوسرے نے وارث پر دعویٰ کیا پس اگر پہلے قاضی کے پاس نالش کی تو وہ اس کو خصم نہ بنائے گا اور اگر دوسرے کے پاس نالش کی تو خصم قرار دے گا پھر اس صورت میں اگر قاضی دوسرے مدعی کے گواہ وارث پر سنے تو دوسرے کے واسطے آدھی باندی کی ڈگری کر دے گا خواہ اس کے گواہوں نے پہلی وصیت سے رجوع کرنا ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو پس جب پہلا مدعی حاضر ہوا پس اگر دوسرے مدعی نے پہلی وصیت سے رجوع کر کے گواہ سنائے تو کل باندی لے لے گا ورنہ آدھی لے گا اور اگر پہلے نے گواہ قائم کیے کہ میت نے تہائی مال کی مجھے وصیت کی تھی اور قاضی نے دلا دیا پھر دوسرے نے پہلے گواہ قائم کئے کہ میت نے پہلی وصیت سے رجوع کر کے دوسرے مدعی کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی ہے تو قاضی پہلے مدعی سے تہائی مال لے کر دوسرے کو دے گا اور اگر وارث ہی حاضر ہو تو قاضی دوسری وصیت کا حکم کر دے گا اور پہلی وصیت سے رجوع کرنے کا حکم نہ دے گا اور اگر پہلے کے واسطے ایک معین غلام کی وصیت کی تھی اور وہ بحکم قاضی اس کو دے دیا گیا پھر دوسرے نے گواہ قائم کیے کہ میت نے میرے واسطے اپنے مال سے سو درم کی وصیت کی ہے تو جس کو غلام دینے کی وصیت کی تھی وہ اس کا خصم نہیں قرار پائے گا اور اگر وارث حاضر ہوا اور پہلا موصی [1] لہ غائب ہے تو وارث دوسرے کا خصم ہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم قرض یا غصب یا ودیعت ہیں اور وہ بعینہٖ غاصب یا مستودع کے پاس قائم ہیں پس ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ فلاں شخص مر گیا جس کا یہ مال ہے اور میرے لیے اس مال کی وصیت کر گیا ہے اور وہ شخص جس کے پاس مال ہے مال کا مقر ہے لیکن یہ کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ فلاں شخص مالک مال مر گیا ہے یا نہیں مرا ہے تو دونوں میں خصومت قرار نہ دے گا تاوقتیکہ میت کا کوئی وارث یا وصی حاضر نہ کرے اور اگر قابض مال نے کہا کہ یہ مال میرا ہے اور میرے پاس میت کا کچھ مال نہیں ہے تو مدعی کے واسطے خصم قرار دیا جائے گا اور جو کچھ مدعا علیہ کے پاس ہے اس کی تہائی کی ڈگری مدعی کے واسطے کر دے گا لیکن اگر مدعی نے اس امر کے گواہ دیئے کہ میت نے سوائے ان ہزار درم کے دو ہزار درم اور چھوڑے ہیں اور وارث نے ان کو وصول کر لیا ہے تو اس وقت قاضی پورے ہزار درم کی ڈگری اس کو دے دے گا پھر اگر اس کے بعد وارث نے آ کر کہا کہ میں نے مال میت سے کچھ نہیں پایا تو اس پر التفات نہ ہوگا اور اگر بجائے موصی لہ کے کوئی قرض خواہ ہو تو جس کی طرف مال آتا ہے وہ اس قرض خواہ کا خصم قرار نہ پائے گا خواہ قابض مال ہو یا منکر ہو پس اگر اس مدعی نے گواہ قائم کیے کہ فلاں شخص مر گیا اور کوئی وارث یا وصی نہیں چھوڑا تو قاضی اس کی گواہی مقبول کر کے میت کی طرف سے ایک وصی مقرر کرے گا اور اس پر مدعی کے گواہوں کی گواہی کی سماعت کرے گا پس جب اس نے ایسا کیا تو قرض پر اس کی گواہی مقبول کرے گا اور جس کی طرف مال آتا ہے اس کو حکم دے گا کہ قرض خواہ کو مال ادا کر دے بشرطیکہ جس کی طرف مال آتا ہے وہ اس مال کا مقر ہو کذا فی الذخیرہ۔ اگر موصی لہ نے گواہ سنائے کہ فلاں شخص مر گیا اور کوئی وارث نہیں چھوڑا اور میرے واسطے ان ہزار درم کی جو فلاں شخص کی طرف اس کے غصب یا ودیعت کی وجہ سے آتے ہیں وصیت کر دی ہے یا گواہوں نے کہا کہ ہم کوئی وارث نہیں جانتے ہیں اور جس کی طرف مال ہے وہ مال کا اقرار کرتا ہے تو قاضی موصی لہ کے واسطے مال کی ڈگری کر دے گا یہ محیط میں ہے اور خصم اثبات [2] وصایت میں میت کا وارث ہوتا ہے یا موصی لہ یا قرض دار کہ جس پر میت کا کچھ قرض ہو یا قرض خواہ کہ جس کا میت پر کچھ قرض ہو یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

---

[1] وہ شخص جس کے واسطے وصیت کنندہ نے وصیت کی ۱۲ [2] لینے وصیت موصی کے ثابت کرنے میں ۱۲

ایک شخص مر گیا اور اس کے دو بیٹے ہیں ایک ان میں سے غائب ہے پس حاضر نے دعویٰ کیا کہ میرا میرے باپ پر ہزار درم قرض ہے اور میت کا ایک شخص پر ہزار درم کے سوا کچھ مال نہیں ہے تو امام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اجنبی پر مال ثابت کرنے کے واسطے اس بیٹے کی گواہی قبول کروں گا اور اس کے باپ پر اس کا قرضہ ثابت کرنے کے واسطے قبول نہ کروں گا اور ان ہزار درم میں سے جو میں نے اجنبی پر ڈگری کیے ہیں اس لڑکے کے واسطے کچھ دینے کا حکم نہ دوں گا اور توقف کروں گا یہاں تک کہ اس کا بھائی جو غائب ہے حاضر ہو جائے کذا فی المحیط۔

ایک شخص کے مقبوضہ گھر پر دعویٰ کیا کہ فلاں شخص غائب نے تجھ سے میرے واسطے خریدا ہے اور قابض نے بیع سے انکار کیا تو مدعا علیہ کی گواہی مقبول ہوگی اسی طرح اگر مشتری حاضر ہو اور خرید سے انکار کرتا ہو تو بھی یہی حکم ہے اور بمنزلہ اس کے ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے مقبوضہ گھر پر دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو فلاں شخص سے خریدا ہے اور فلاں شخص نے تجھ سے خریدا تھا اور منتقی کی کتاب الدعویٰ میں ہے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر قابض نے کہا کہ میں نے فلاں شخص کے ہاتھ جس کو تو اپنا وکیل بتلاتا ہے فروخت کیا تھا اور فلاں شخص غائب ہے تو مدعی اور قابض میں خصومت نہیں ہوگی اسی طرح اگر کہا کہ میں نے فلاں شخص کے ہاتھ جس سے خریدنے کا تو گمان کرتا ہے فروخت کیا تھا اور ثمن وصول ہونے تک یہ میرے قبضہ میں ہے یا کہا کہ میرے پاس ودیعت ہے تو بھی ان دونوں میں خصومت نہ ہوگی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

عمرو کا روپیہ بکر پر چاہیے اس کے نام کا تمسک زید بکر کے پاس لایا اور کہا کہ جو روپیہ اس تمسک میں عمرو کے نام سے تجھ پر ہے اس روپیہ کا عمرو نے میرے واسطے اقرار کیا ہے اور اس کے گواہ میرے پاس ہیں پس اگر مدعا علیہ نے کہا کہ فلاں غائب یعنی بکر کا کچھ روپیہ مجھ پر نہیں چاہیے تو وہ خصم قرار پائے گا اور اس مدعی زید کی گواہی بکر پر سنی جائے گی اور ڈگری کر دی جائے گی اور اگر بکر نے عمرو کا روپیہ ہونے کا اقرار کیا تو جب تک عمرو حاضر نہ ہو زید کے گواہوں کی گواہی بکر پر سنی نہ جائے گی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

ابن سماعہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو حکم کیا کہ میرے واسطے دس دینار سو درم کو خرید دے اس نے ایسا ہی کیا اور درم دے کر دینار لے لیے پھر ایک شخص نے آ کر دیناروں پر دعویٰ کیا تو مشتری اس کا خصم ہوگا اور مشتری کی یہ دلیل کہ فلاں شخص نے مجھے حکم کیا تھا اور میں نے اس کے واسطے خریدے ہیں مقبول نہ ہوگی اور اگر دیناروں کے مدعی نے اس کا اقرار کر لیا تو ان دونوں میں خصومت نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔

زید نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ اس نے یہ غلام اس کے مالک بکر کے حکم سے فروخت کیا اور یہ اس کے ہاتھ میں بضاعت تھا پس مدعا علیہ نے کہا کہ میں نے بلا حکم اس کے مالک کے فروخت کیا ہے تو وہ خصم قرار دیا جائے گا اور حکم ہوگا کہ غلام مشتری کو دے دے یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایک شخص نے ایک مملوک کا دعویٰ کیا اور زعم کیا کہ میرا ہے اور کہا کہ آج وہ میرے قبضہ میں نہیں ہے اور مملوک نے کہا کہ میں فلاں شخص کا غائب غلام ہوں پس اگر مملوک اپنے دعویٰ پر گواہ لایا تو اس کے اور مدعی کے درمیان خصومت نہ ہوگی اور اگر گواہ نہ لایا تو مدعی کے گواہوں کی اس پر سماعت نہ ہوگی اور مدعی کی ڈگری اس پر کر دی جائے گی پھر اگر مقرلہ اس کے بعد آیا تو اس کو غلام لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی پس اگر اس نے گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول ہوگی اور پہلے مدعی پر اس کی ڈگری کر دی جائے گی کذا فی المحیط۔

اگر ایک شخص نے ایک غلام پر دعویٰ کیا کہ اس کے قبضہ میں جو غلام ہے وہ میرا ہے یا اس پر کچھ قرض کا دعویٰ کیا یا اس سے کوئی چیز خریدنے کا دعویٰ کیا تو غلام مدعی کا خصم ہوگا لیکن اگر مدعی اقرار کر دے کہ یہ غلام مجور ہے تو ان دونوں میں خصومت نہ ہوگی کذا فی الذخیرہ۔

منتقی میں ہے کہ ایک گھر ایک شخص کے قبضہ میں ہے اس پر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ فلاں شخص کا گھر ہے اور اس شخص نے ایک مہینہ ہوا کہ میرے پاس یہ گھر بعوض ان ہزار درم کے جو میرے اس پر آتے ہیں رہن کیا اور مجھے دے دیا میں نے اس پر قبضہ کر لیا پھر اس نے مجھ سے مستعار مانگا میں نے اسے دے دیا اور اس پر گواہ قائم کر کے سنا دیے اور گھر کا مالک غائب ہے اور قابض نے یہ گواہ قائم کیے کہ یہ گھر میرا ہے میں نے تو اس کو کل کے روز اسی غائب سے جس سے مدعی رہن کا دعویٰ کرتا ہے خریدا ہے یا کہا کہ دس روز ہوئے کہ اس سے خریدا ہے تو مدعی رہن اس کا مستحق ہے اور خرید کے مدعی کو جب تک بائع غائب ہے بیع توڑنے کا اختیار نہیں ہے اسی طرح اگر بجائے رہن کے اجارہ لینے کا دعویٰ کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر بجائے مرتہن و مستاجر کے کوئی شخص ملک کا مدعی ہو کہ میں نے اس کو ایک مہینہ ہوا جب سے مالک سے خریدا ہے اور اس کی خرید قابض کی خرید سے پہلے واقع ہوئی تو اس کے نام گھر کی ڈگری کر دی جائے گی اور دوسری بیع ٹوٹ جائے گی اور مدعی سے دام لے لیے جائیں گے اور امانت رہن کے گھر اور گھر اس کے سپرد کر دیا جائے گا بشرطیکہ مدعی کے گواہوں نے یہ گواہی نہ دی کہ بائع نے دام وصول کر لیے ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں بائع کے اختیار کی حد☆

ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے کہا کہ میں نے ایک باندی خریدی اور دام دے دیے اور اس پر قبضہ کر لیا اور مجھ سے ایک شخص نے استحقاق ثابت کر کے قاضی کے حکم کی ڈگری کرائی پس میں نے اُس شخص کو جس نے فروخت کی تھی حاضر کیا اس نے کہا کہ میرے پاس اس امر کے گواہ ہیں کہ جس نے تجھ سے استحقاق میں لی ہے اس نے میرے ہاتھ فروخت کی یا میری ملک ہونے کا اقرار کیا ہے تو قاضی مشتری کو اختیار دے گا چاہے خود متولی خصومت ہو یا رد کر کے بائع سے اپنا ثمن لے لے اور اگر مشتری نے کہا کہ میں اپنے کام میں توقف کرتا ہوں اور بائع بذات خود خصومت کرے تو یہ اختیار اس کو نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے پر ایک غلام معین کا دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے اور ان کا ہنوز تزکیہ ہوا تھا یا نہیں ہوا تھا کہ قابض نے اقرار کر دیا کہ وہ حر ہے یا دوسرے کے ہاتھ فروخت یا ہبہ کر دیا تو مدعی کے حق میں آزاد کرنا صحیح نہ ہوگا لیکن مقر[1] کے حق میں سب تصرفات صحیح ہیں حتیٰ کہ اگر گواہوں کا عادل ہونا ثابت نہ ہوا تو اس کے اقرار پر عمل کیا جائے گا اور اگر مدعی نے ایک ہی گواہ ہنوز قائم کیا تھا کہ مدعا علیہ نے ایسے تصرفات کیے تو بھی مدعی کے حق میں جائز ہوں گے جیسے دو گواہ قائم کرنے کی صورت میں جائز نہ تھے اور اگر مدعا علیہ نے یہ تصرفات نہ کیے لیکن مدعی کے گواہ قائم کرنے کے بعد اقرار کر دیا کہ یہ غلام مدعی کا ہے تو کتاب الاقضیہ میں لکھا ہے کہ قاضی اس کے اقرار پر حکم کر دے گا اور جامع کبیر میں لکھا ہے کہ گواہوں پر حکم کرے گا یہ خلاصہ میں ہے۔

ایک شخص کے مقبوضہ مال معین پر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہے اور مدعا علیہ نے انکار کیا پس ہنوز مدعی نے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم نہیں کیے تھے کہ مدعا علیہ نے اس کو کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا اور گواہ کر لیے پھر جب مدعی نے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کیے اور قاضی نے اس کی ڈگری کر دی تو مشتری نے لاش پر گواہ قائم کیے کہ یہ میری ملک ہے اور اس کے قبضہ میں ناحق ہے پس اس کی ڈگری ہو گئی پھر اس نے یعنی مشتری نے اپنے بائع کے ہاتھ فروخت کر دی یا ہبہ کر دی تو یہ جائز ہے اور یہ ایک حیلہ ہے کہ اس کو لوگ کیا کرتے ہیں تاکہ ظلم سے بچیں لیکن یہ حیلہ اُس وقت صحیح ہے کہ مشتری نے پہلے مدعا علیہ سے خریدنے کا دعویٰ نہ کیا بلکہ صرف ملک مطلق کا دعویٰ کیا اور اگر خریدنے کا دعویٰ کیا تو مشتری کی سماعت ہو گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

---

[1] شخص اقرار کنندہ ١٢

کتاب الاقضیہ میں ہے کہ ایک شخص کے نصف دار مقبوضہ پر ایک شخص نے دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اس کی ملک ہونے کا اقرار کر دیا اور دیا نہیں اور غائب ہو گیا پھر ایک دوسرے شخص نے اسی نصف پر دعویٰ کیا تو پہلا مدعی اُس کا خصم نہ ہوگا اور اگر پہلا مدعی غائب ہو گیا اور مدعا علیہ حاضر رہا تو وہ اس دوسرے مدعی کا خصم ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک دار مقبوضہ کی نسبت اقرار کیا کہ یہ فلاں شخص کا ہے اور یہ شخص غائب ہے اور اس کی غیبت منقطعہ ہے اور اس نے ایک شخص کے قبضہ میں حفاظت کرنے کے واسطے دیا تھا اس نے میرے قبضہ میں دیا ہے اور وہ مر گیا تو یہ شخص قابض ہر شخص کا جو اس دار کا دعویٰ کرے گا خصم قرار پائے گا مگر اس صورت میں قرار نہ پائے گا کہ جب غائب کو خوب شناخت کرا دے کہ وہ فلاں بن فلاں ہے اس نے یہ گھر اس شخص کے قبضہ میں جو مر گیا ہے دیا تھا اور اس نے مجھے دیا تھا پھر اصل مالک غائب ہو گیا پس جب اس طرح اس نے گواہ قائم کئے تو اس کے اور مدعیوں کے درمیان خصومت نہ ہوگی اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں وہ وصی نہ کیا جائے گا مگر خاصتہً اسی دار کے حق میں اور بقیاس قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہر چیز میں وصی ہونا چاہئے۔ ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میرے فلاں شخص پر ہزار درم ہیں اور وہ مجھے یہ درم ادا کرنے سے پہلے مر گیا اور اس کے تیرے پاس ہزار درم ہیں اور مطالبہ کیا کہ اس مال سے میرا قرض ادا کر دے تو قاضی اس کے دعویٰ و گواہی کو قبول نہ کرے گا اور اگر قاضی سے درخواست کی کہ مدعا علیہ سے قسم لے تو قاضی اس سے قسم نہ لے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر مال مضاربت[1] میں استحقاق ثابت ہوا اور اس میں نفع بھی ہے تو نفع میں مضارب خصم ہوگا اور رب المال کا حاضر ہونا شرط نہیں ہے اور اگر نفع نہیں ہے تو رب المال خصم قرار پائے گا۔ یہ وجیز کردری میں ہے۔ ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے مسلمانوں کے راستوں میں سے کسی راستہ میں جو نافذ ہے عمارت بنائی یا اس میں کھیتی لگا دی پھر نکل کر ایک شخص کو دے دی پھر راستہ والوں نے آ کر جھگڑا کیا پس قابض نے گواہ قائم کیے کہ مجھے فلاں شخص نے وکیل کر کے میرے قبضہ میں دے دی ہے پس اگر وہ راستہ ایسا مشتبہ ہو کہ بدون گواہوں کے معلوم نہ ہوتا ہو کہ یہ راستہ ہے تو ان دونوں میں خصومت نہیں ہے اور اگر مشتبہ نہ ہو بلکہ راستہ معلوم ہو تو قابض خصم قرار پائے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔

ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے ایک غلام آزاد کیا اور وہ شخص مر گیا پھر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ غلام اس میت کا جس نے اس کو آزاد کیا ہے بیٹا ہے اور اس میت کا کوئی وصی نہیں ہے پس کیا یہ غلام آزاد خصم قرار دیا جائے گا یا نہیں تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر حالت مرض میں آزاد کیا ہے تو خصم ہوگا اور اگر حالت صحت میں آزاد کیا ہے تو نہیں ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

ایک شخص نے دوسرے سے ایک غلام خریدا اور باہم قبضہ نہیں کیا تھا کہ ایک شخص نے اس پر دعویٰ کیا اور مدعی بیع کا اقرار کرتا ہے پس اس نے بائع و مشتری کو حاکم کے پاس حاضر کیا اور کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں ہیں پس حاکم نے دونوں سے قسم لی پس بائع قسم کھا گیا اور مشتری نے نکول[2] کیا تو مشتری غلام کو ثمن کے عوض لے لے گا اور جب اس نے ثمن ادا کر دیا تو غلام مدعی کو دلایا جائے گا اور اگر مشتری نے قسم کھا لی اور بائع نے نکول کیا تو بائع کو اس کی تمام قیمت مدعی کو دینی پڑے گی لیکن اگر مدعی نے بیع کی اجازت دے دی تو صرف ثمن دینا ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک گھر ہے اور وہ اقرار کرتا ہے کہ یہ فلاں شخص کا ہے وہ مر گیا اور اس نے فلاں فلاں وارث چھوڑے ان میں سے بعض غائب ہیں اور غائبوں سے ان کے حقوق خرید لینے کا دعویٰ کیا اور درخواست کی کہ ان لوگوں کے حاضر ہونے تک میرے قبضہ میں چھوڑ دیا جائے تو نہ چھوڑا جائے گا پس اگر اپنے خریدنے کے گواہ سنائے تو ان کی سماعت

---

[1] مال مضاربت جو دو شخصوں کے درمیان بشرکت تجارت میں ہو ۱۲
[2] انکار کرنے کو کہتے ہیں ۱۲

نہ ہوگی لیکن بیع غائب پر نافذ نہ ہوگی اور نہ غائب پر ڈگری ہوگی لیکن گھر اس کے قبضہ میں چھوڑ دیا جائے گا اور غائب کے آنے تک اس سے کفیل لے لیا جائے گا اور جب غائب آیا تو دوبارہ مقدمہ پیش ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دو شخصوں کو ایک شخص کی خصومت کے واسطے وکیل کیا پس مدعی نے ایک وکیل پر ایک گواہ اور دوسرے پر دوسرا گواہ قائم کیا تو یہ جائز ہے اسی طرح اگر ایک وکیل پر ایک گواہ اور موکل پر دوسرا گواہ قائم کیا تو بھی جائز ہے اسی طرح اگر زندہ پر ایک گواہ اور دوسرا گواہ بعد موت کے اس کے وارثوں پر قائم کیا تو بھی جائز ہے کذا فی الذخیرہ۔ ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص کے قبضہ میں ایک گھر ہے پس قابض نے ایک شخص سے کہا کہ یہ گھر تیرا ہے تو نے اپنے فلاں بھائی سے ورثہ پایا ہے اور مقرلہ نے کہا کہ نہیں یہ گھر فلاں شخص کا ہے اس نے اپنے بھائی سے میراث پایا ہے تو دوسرے مقرلہ کی ڈگری کردی جائے گی بشرطیکہ مقرلہ کا کلام مقر کے کلام سے ملا ہوا ہو پس اگر پہلا مقرلہ غائب ہوگیا اور دوسرا مقرلہ قابض کے پاس آیا اور گواہ قائم کیے کہ تو نے فلاں غائب کے واسطے اقرار کیا اور س غائب نے میری ملک ہونے کا اقرار کیا ہے تو اس کی گواہی مقبول نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔

اگر کوئی چیز بعوض مردار یا خون یا شراب یا سور کے خریدی اور مشتری نے قبضہ کرلیا پھر اس بیع کو کسی شخص نے گواہ قائم کر کے تحقاق میں ثابت کیا تو مردار وخون کے خریدنے کی صورت میں مشتری خصم نہ ہوگا اور نہ اس پر گواہی کی سماعت ہوگی یہ فصول عمادیہ یں ہے اور شراب و سور کے عوض خریدنے کی صورت میں مشتری خصم قرار پائے گا اور گواہی اس پر سنی جائے گی کذا فی المحیط۔ امام محمد حمۃ اللہ علیہ نے جامع میں فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک چاندی کی ابریق[1] بعوض دو دینار کے خریدی اور ابریق پر قبضہ کر یا اور ایک دینار ادا کیا پھر دوسرا دینار دینے سے پہلے دونوں جدا ہوگئے یہاں تک کہ آدھی ابریق کی بیع فاسد ہوگئی تو یہ فساد باقی آدھی یں متعدی نہ ہوگا پھر کسی نے آکر دعویٰ کیا کہ آدھی ابریق میری ہے تو مشتری اس کا خصم قرار دیا جائے گا پھر اگر بائع اس وقت حاضر وا کہ جب مستحق نے آدھی ابریق پر اپنی ملک ہونے کے گواہ قائم کیے اور قاضی نے آدھی کی ڈگری اس کو دے دی تو مشتری بائع پر چوتھائی ابریق واپس کردے گا اور بائع مشتری کو آدھا حصہ اس قدر کا کہ جس کا وہ سبب صحیح کے ساتھ مالک ہوا ہے واپس دے گا اور مشتری کو خیار ثابت نہ ہوگا اگرچہ بائع ابریق میں اس کا شریک ہوا۔ اسی طرح اگر کسی شخص سے ایک غلام ایک ہی صفقہ میں یوں خریدا کہ نصف غلام سو دینار نقد کو اور نصف غلام باقی بعوض سو دینار کے بوعدہ عطاء کے لیا اور مشتری نے غلام پر قبضہ کرلیا اور بائع غائب ہو گیا پھر ایک شخص نے حاضر ہوکر گواہ قائم کیے کہ آدھا غلام میرا ہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر کسی نے آدھا غلام بیچا اور آدھا اس کے پاس ودیعت رکھا اور غائب ہوگیا پھر ایک شخص نے آدھے غلام کا دعویٰ کیا تو شتری اس کا خصم نہ ہوگا اور اگر مشتری کے ہاتھ آدھا غلام فروخت کیا اور آدھا اس کے پاس دوسرے نے ودیعت رکھا پھر آدھے ملام میں استحقاق ثابت ہوا تو چوتھائی غلام کی ڈگری کردی جائے گی اور وہ خریدے ہوئے کا آدھا ہوگا اور مشتری بائع سے آدھا ثمن اپس کرلے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے آدھا غلام خریدا پھر باقی آدھا بھی خریدا مگر ایک بیع صحیح اور وسری فاسد ہے یا دونوں صحیح ہیں یا دونوں فاسد ہیں پھر ایک شخص نے آکر مشتری پر آدھے غلام کا دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے تو مشتری س کا خصم ہوگا اور اس آدھے کی ڈگری کردی جائے گی جو بیع ثانی سے خریدا ہے اور اگر پہلی بیع صحیح ہو اور دوسری بیع بعوض مردار یا خون شراب کے ہو تو مستحق اور مشتری میں خصومت نہ ہوگی یہاں تک کہ بائع حاضر ہو کیونکہ جو چیز بعوض خون یا مردار یا شراب کے خریدی جائے وہ بالاتفاق مملوک نہیں ہوتی ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے میرے غلام کا ہاتھ خطا سے کاٹ

---
[1] یعنی چھاگل ۱۲

دیا اور اگر ودیعت[1] کا اقرار کیا ہے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کچھ ضامن نہ ہوگا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں ضامن ہوگا اور اگر اس شخص نے جس کے قبضہ میں مال ہے کہا کہ یہ ہزار درم میرے پاس تیرے غلام نے ودیعت رکھے ہیں یا میں نے اس سے غصب کر لیے ہیں اور یہ تیرے ہیں کیونکہ تیرے غلام کا مال تیرا ہے تو مولیٰ ان درموں کو لے لے گا مگر پہلے قسم کھالے گا جب تک معلوم نہ ہو کہ فلاں شخص نے اس کو ودیعت دیا ہے یا اس نے اس سے غصب کر لیا ہے پھر اگر غائب حاضر ہوا دراس شخص کے غلام ہونے سے انکار کیا تو ہزار درم مولیٰ سے لے لے گا اور مولیٰ کو حکم کیا جائے گا کہ اگر تیرا حق ہے تو گواہ قائم کر اور مقر کچھ ضامن نہ ہوگا اور اگر مقر نے کہا کہ یہ ہزار درم تیرے غلام فلاں شخص کے میرے ہاتھ میں غصب یا ودیعت کے طور پر ہیں او رمولیٰ نے کہا کہ وہ فلاں میرا غلام ہے اور درم میرے ہیں تو مقر سے نہیں لے سکتا ہے مگر اس صورت میں لے سکتا ہے کہ گواہ قائم کرے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے پر یہ دعویٰ کیا کہ میری باندی کا مہر اس پر چاہئے یا میرے غلام کا ارش اس کے ذمہ ہے یا میرے غلام کی ودیعت یا غصب وغیرہ اس کے قبضہ میں ہے پس کہا کہ غلام مر گیا ہے اور مدعا علیہ نے اس کی تصدیق کی تو حکم کیا جائے گا کہ یہ مدعی کو دے دے پس اگر مدعا علیہ نے کہا کہ غلام پر میرا قرض ہے تو التفات نہ کیا جائے گا۔ اسی طرح اگر مدعا علیہ نے اس میں سے کچھ اقرار نہ کیا اور مولیٰ نے اس پر گواہ قائم کیے تو بھی یہی حکم ہے کذا فی مختصر الجامع الکبیر۔

ایک شخص کے قبضہ میں مال ہے اس قابض سے ایک شخص نے کہا کہ مجھ سے تیرے غلام نے یہ مال غصب کر کے تیرے پاس ودیعت رکھا ہے اور قابض نے کہا کہ تو نے سچ کہا لیکن میں تجھے اس واسطے نہ دوں گا کہ مبادا میرا غلام میرے غلام ہونے سے انکار کر جائے تو اس کے قول پر التفات نہ کیا جائے گا اور اس پر جبر کیا جائے گا کہ مال مقرلہ کے حوالہ کرے پھر جب اس نے دے دیا پھر غائب آیا اور مقرلہ کے غلام ہونے سے انکار کیا تو اسی کا قول لیا جائے گا اور جو مال مقرلہ نے لے لیا ہے وہ اس کو دلانے کا حکم کرے گا بشرطیکہ وہ قائم ہو الا یہ کہ مقرلہ فی الحال اس بات کے گواہ قائم کرے کہ یہ مال میرا ہے اور اگر مقرلہ نے یہ مال تلف کر دیا اور غائب نے اس مقر سے جس کے قبضہ میں یہ مال تھا ضمان لینی چاہی تو اس کو یہ اختیار ہوگا اور اگر مقر نے کہا کہ یہ مال میرے پاس میرے فلاں غلام نے ودیعت رکھا ہے اور میں یہ نہیں جانتا ہوں کہ یہ مال تیرا ہے یا نہیں ہے پس مدعی نے گواہ دیئے کہ یہ میرا مال ہے تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور مال اس کو دلایا جائے گا پس اگر غائب حاضر ہوا اور مقر کے غلام ہونے سے انکار کیا تو اپنا مال لے لے گا اور مدعی سے کہا جائے گا کہ اپنے گواہ دوبارہ پیش کر ورنہ تیرا حق نہیں ہے۔ اگر مقر قابض مال نے کہا کہ یہ مال تیرا ہے تیرے واسطے میرے پاس فلاں شخص نے ودیعت رکھا ہے اور فلاں شخص میرا غلام نہیں ہے پس مدعی نے گواہ قائم کیے کہ فلاں شخص تیرا غلام ہے تو ان دونوں میں خصومت نہ ہوگی اور گواہی مقبول نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔

ایک شخص نے دوسرے کے غلام کو کوئی چیز ہبہ کر دی پھر واپس لینی چاہی اور غلام کا مالک غائب ہے پس اگر اس غلام کو تصرفات کی اجازت ہو تو واپس کر دینے کی اس پر ڈگری کر دی جائے گی اور اگر اس کو تصرفات کی اجازت نہ ہو تو بدون موجودگی مالک کے اس پر واپسی کی ڈگری نہ کی جائے گی پس اگر غلام نے کہا کہ میں مجحور ہوں اور واہب نے کہا کہ نہیں تو ماذون ہے تو قسم کے ساتھ واہب کا قول مقبول ہوگا اور اگر غلام نے اپنے مجحور ہونے کے گواہ قائم کیے تو مقبول نہ ہوں گے پس اگر مالک حاضر ہوا اور غلام غائب ہو اور جو چیز ہبہ کی گئی ہے وہ غلام کے پاس ہو تو مالک خصم قرار نہ پائے گا اور اگر وہ چیز مالک کے قبضہ میں ہو تو خصم قرار پائے گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

---

[1] امانت رکھنے کو بولتے ہیں ۱۲

اگر مولیٰ نے کہا کہ مجھے میرے فلاں غلام نے یہ ودیعت رکھنے کو دی ہے اور میں نہیں جانتا ہوں کہ آیا اسے ہبہ کر دی گئی ہے یا نہیں پس مدعی نے ہبہ پر گواہ قائم کیے تو مالک اس کا مخاصم ہوگا پھر جب قاضی نے واہب کے واسطے باندی دینے کی ڈگری کر دی اور واہب کے پاس وہ موئی ہو گئی پھر موہوب لہ آیا اور غلام ہونے سے انکار کیا تو اسی کا قول مقبول ہوگا اور باندی کو واپس لے سکتا ہے پھر واہب کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ ہبہ پھیر لے اور اگر باندی واہب کے پاس مر گئی تو موہوب لہ کو اختیار ہوگا کہ چاہے مستودع سے ضمان لے یا واہب سے ضمان لے پس اگر اس نے مستودع سے قیمت ڈانڈ بھر لی تو مستودع واہب سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر واہب سے ضمان لے لی تو واہب بھی مستودع سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر مولیٰ نے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ تو نے یہ باندی اس شخص کو ہبہ کر دی جس نے میرے پاس ودیعت رکھی ہے لیکن وہ شخص میرا غلام نہیں ہے اور مدعی نے گواہ قائم کیے کہ فلاں غائب اس کا غلام ہے تو ایسی گواہی مقبول نہ ہوگی بشرطیکہ غلام زندہ ہو اور اگر واہب نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں ہیں لیکن مستودع سے قسم طلب کی تو قاضی اس سے اس طرح قسم لے گا کہ واللہ فلاں غائب میرا غلام نہیں ہے پس اگر قسم کھا گیا تو جھگڑے سے بری ہو گیا اور اگر قسم سے باز رہا تو جھگڑا اس کے پیچھے لازم رہا اور اگر مدعی نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ مولیٰ نے اقرار کیا ہے کہ فلاں شخص میرا غلام ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور واپس کر دینے کی ڈگری کر دی جائے گی اور اگر مدعی نے اس کے گواہ قائم کیے کہ غائب اس شخص کا غلام تھا اور وہ مر گیا تو گواہی مقبول ہوگی اور قابض مال اس کا مخاصم[1] قرار پائے گا اور اگر مدعی نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ غائب اس شخص کا غلام تھا اور اس نے اس غلام کو فلاں شخص کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کر دیا اور مشتری نے اس پر قبضہ کر لیا تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور ہبہ سے رجوع نہیں کر سکتا ہے اور اگر اس امر کے گواہ سنائے کہ قابض باندی نے اقرار کیا ہے کہ میں نے فلاں غائب کو فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا اور گواہوں نے یہ گواہی نہ دی کہ اس نے اقرار کیا ہی کہ غائب میرا غلام تھا تو قاضی ایسی گواہی قبول نہ کرے گا پس قابض کو خصم قرار نہ دے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

ایک شخص کے قبضہ میں ایک غلام ہے کہ وہ اپنے غلام ہونے کا اقرار کرتا ہے پھر غلام نے دعویٰ کیا کہ فلاں غائب نے مجھ کو میرے اس مالک سے ہزار درم میں خرید لیا اور دام دے دیئے ہیں تو اس کا قول مقبول نہ ہوگا اور اگر یہ دعویٰ کیا کہ فلاں غائب نے مجھے میرے مالک سے خریدا ہے اور مجھے خصومت کرنے اور اپنی ذات کے قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا ہے تو اس کے گواہوں کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ غلام اپنی ذات کے قبضہ کرنے کے واسطے خصم ہو سکتا ہے اور اگر غلام نے کہا کہ میں فلاں شخص کا غلام تھا اس نے مجھے تیرے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا ہے اور مجھے دام وصول کرنے کا وکیل کیا ہے اور اس پر گواہ قائم کیے تو مقبول ہوں گے مگر اس کے مالک کو اختیار ہے کہ اس کو خصومت کرنے سے ممانعت کر دے اور اگر منع نہ کیا تو وکالت جائز ہے اور دام وصول کر سکتا ہے اور مالک اس کے درم لے لینے سے بری ہو جائیگا اور اگر غلام نے کہا کہ میں فلاں شخص کا غلام ہوں اس نے مجھے اپنی ذات کے بارہ میں تجھ سے خصومت کے واسطے وکیل کیا ہے اور گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول ہوگی کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔

[1] خصومت کنندہ یعنی جھگڑا اور دعویٰ کرنے والا ۱۲

چھٹا باب ☆

کن صورتوں میں دعویٰ مدعی دفع کیا جاتا ہے اور کب دفع نہیں ہوتا ہے

ایک شخص نے دوسرے پر مال یا حق کا دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے پس مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس دفعیہ ہے تو قاضی اس کو مہلت دے گا کہ دوسری مجلس میں حاضر ہو اور اس پر ڈگری نہ کر دے گا اور اس کا یہ کلام مدعی کے واسطے اقرار نہ ہوگا اور مولانا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قاضی کو چاہئے کہ دفعیہ کو دریافت کرے اگر صحیح ہو تو اس کو مہلت دے اور اگر فاسد ہو تو مہلت نہ دے اور نہ اس پر التفات کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ کی بابت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے منقول روایت ☆

ایک شخص کے غلام مقبوضہ پر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہے پس قابض نے کہا کہ یہ فلاں غائب کا ہے میرے پاس ودیعت یا عاریت یا اجارہ یا رہن یا غصب کی وجہ سے ہے اور اس کے گواہ قائم کیے یا اس امر کے گواہ سنائے کہ مدعی نے اقرار کیا ہے کہ یہ فلاں شخص کا غلام ہے تو مدعی کی خصومت اس سے دفع ہو جائے گی اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر قابض مرد صالح ہو تو گواہ قائم کرنے سے خصومت اس سے دفع کی جائے گی اور اگر حیلہ بازی میں مشہور ہو تو دفع نہ ہوگی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کی طرف اس وقت رجوع کیا کہ جب قاضی مقرر ہوئے اور لوگوں کا حال دیکھا تو کہا کہ حیلہ گر آدمی کبھی کسی کا مال لے کر پوشیدہ کسی کے پاس رکھ دیتا ہے اور اس سے کہہ دیتا ہے کہ شہر سے غائب ہو جائے پھر گواہ لا کر مجھے ودیعت دے دے حتیٰ کہ جب مالک نے آ کر اپنی ملکیت ثابت کرنی چاہی تو قابض گواہ پیش کر دیتا ہے کہ فلاں شخص نے مجھے ودیعت دی ہے پس مالک کا حق باطل ہو جاتا ہے اور اس کی خصومت دفع ہو جاتی ہے کذا فی الکافی۔ اگر گواہ نہ قائم ہوئے تو ظاہر الروایت کے موافق وہ خصم ہوگا کذا فی المحیط۔ پس اگر قاضی نے مدعی کی ڈگری کر دی اور غائب حاضر ہوا اور گواہ لایا کہ میں اس کا مالک ہوں میں نے قابض کو ودیعت دی تھی تو قاضی اس حاضر کی ڈگری کر دے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر قاضی نے مدعی کے گواہوں پر اس کی ڈگری نہ کی یہاں تک کہ مقرلہ[1] حاضر ہوا اور اس نے قابض کے قول کی تصدیق کی اور قابض نے غلام اس کو دے دیا اور قاضی نے مدعی کے گواہوں پر اس کی ڈگری کر دی تو یہ فیصلہ قابض پر نافذ ہوگا پھر اگر مقرلہ نے مدعی پر اپنے گواہ اس امر کے قائم کیے کہ یہ میرا غلام ہے میں نے قابض کے پاس ودیعت رکھا تھا تو گواہی مقبول ہوگی اور اس کی ڈگری ہو جائے گی اور مدعی کی گواہی باطل ہوگی ایسا ہی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جامع میں ذکر فرمایا ہے اور قاضی ابو الہیثم نے قضاۃ ثلثہ سے نقل کیا ہے کہ یہ حکم مذکور صحیح نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ غلام آدھا آدھا اس مقرلہ اور مدعی کے درمیان مشترک ہونے کا حکم دیا جائے گا اور قاضی ابو الہیثم نے یہ بھی ذکر کیا کہ ابن سماعہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو یہ مسئلہ لکھا اور حکم دریافت کیا تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے لکھ بھیجا کہ غلام دونوں میں مشترک ہونے کا حکم ہوگا۔ پھر جب مقرلہ نے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کیے اور مدعی کے گواہ باطل ٹھہرے تو قاضی مدعی سے کہے گا کہ اپنے گواہ دوبارہ حاضر پر پیش کر ورنہ تیرا حق نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر قابض کے گواہوں نے کہا کہ اس کے پاس ایک شخص نے ودیعت رکھا ہے کہ ہم اس کو بالکل نہیں پہچانتے ہیں تو قاضی ایسی گواہی قبول نہ کرے گا اور بالاجماع مدعی کی خصومت اس سے دفع نہ ہوگی کذا فی الکافی اور اگر گواہوں نے کہا کہ ہم ودیعت

---

[1] وہ شخص جس کے واسطے اقرار کرنے والا اقرار کرتا ہے ۱۲

کھنے والے کو صورت سے پہچانتے ہیں اس کا نام ونسب نہیں جانتے ہیں تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ وامام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے زدیک ان کی گواہی جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر مدعا علیہ کے گواہوں نے بیان کیا کہ ہم ودیعت رکھنے والے کو نام ونسب سے پہچانتے ہیں اس کی صورت سے نہیں پہچانتے ہیں تو اس صورت کو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر نہیں فرمایا اور مشائخ نے باہم اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ ایسی گواہی سے خصومت دفع نہ ہوگی اور بعضوں نے کہا کہ دفع ہو جائے گی اور ایسا ہی کتاب الاقضیہ میں مذکور ہے کہ قاضی مدعی سے دریافت کرے گا کہ کیا اس کا یہی نام ونسب ہے پس اگر اس نے کہا کہ نہیں تو ظاہر ہوگا کہ وہ مودع نہیں ہے کذا فی المحیط اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کی شناخت کے واسطے تین طور ہونا ضرور ہیں اور ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اعتماد کیا ہے یہ جیز کردری میں ہے۔

اگر قابض نے کہا کہ مجھے فلاں شخص نے ودیعت دیا ہے ایک معروف ومشہور آدمی کا نام لیا اور گواہوں نے گواہی دی کہ اس کو ایک آدمی نے ودیعت رکھنے کو دیا ہے مشائخ نے فرمایا کہ ایسی گواہی غیر مقبول ہے کذا فی المحیط اور اگر قابض نے کہا کہ مجھے ایک شخص نے ودیعت دیا ہے کہ میں اس کو نہیں پہچانتا ہوں پھر گواہوں نے گواہی دی کہ اس کو ایک شخص نے ودیعت دیا ہے اور دونوں بھی اس کو نہیں پہچانتے ہیں تو قابض مدعی کا خصم قرار دیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر قابض نے کہا کہ مجھے ایسے شخص نے ودیعت دیا ہے کہ میں اسے نہیں پہچانتا ہوں اور گواہوں نے گواہی دی کہ اس کو فلاں بن فلاں نے ودیعت رکھنے کو دیا ہے تو خصافؒ نے ذکر کیا کہ قاضی ایسی گواہی قبول نہ کرے گا اور قابض کے ذمہ سے جھگڑا دفع نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر مدعی نے اقرار کیا کہ ایک شخص نے اس کو دی ہے اور مدعی اس کو نہیں پہچانتا ہے تو ان دونوں میں خصومت نہ ہوگی اسی طرح اگر قابض کے گواہوں نے گواہی دی کہ مدعی نے اقرار کیا ہے کہ مدعا علیہ کو ایک شخص نے دی ہے کہ میں اس کو نہیں پہچانتا ہوں تو قاضی مدعا علیہ کو خصم قرار نہ دے گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

اگر گواہوں نے کہا کہ اس کو ایسے شخص نے ودیعت دی ہے کہ جس کو ہم تینوں طریقوں سے پہچانتے ہیں لیکن ہم اس کو نہ بتلائیں گے اور نہ گواہی دیں گے تو خصومت دفع نہ ہوگی اور اگر امر پر برہان لایا کہ مجھے ایک شخص معروف نے دی ہے لیکن گواہوں نے دینے والے کی ملک ہونا صاف نہ بیان کیا تو خصومت دفع ہو جائے گی اور اگر گواہوں نے کہا کہ اس کو فلاں شخص نے ودیعت دی ہے لیکن ہم نہیں جانتے ہیں کہ یہ چیز کس کی ہے یا یوں کہا کہ یہ چیز فلاں شخص کے قبضہ میں تھی جو غائب ہے لیکن یہ نہیں معلوم کہ اس نے اس شخص کو دی ہے یا نہیں اور قابض نے کہا کہ اس نے مجھے دی ہے تو خصومت دفع ہو جائے گی یہ وجیز کردری میں ہے۔

اگر مدعا علیہ کے گواہوں نے بیان کیا کہ مدعی نے اقرار کیا ہے کہ یہ چیز فلاں شخص غائب کی ہے اور مدعا علیہ نے کہا کہ مجھے فلاں غائب نے ودیعت دی ہے یا گواہوں نے مدعی کے اس اقرار کی گواہی دی اور مدعا علیہ نے نہ کہا کہ مجھے فلاں غائب نے ودیعت دی ہے تو مشائخ نے کہا کہ خصومت اس سے دفع ہو جائے گی اسی طرح اگر مدعی نے قاضی کے پاس اقرار کر دیا کہ فلاں غائب نے اس کو دی ہے تو قابض کے ذمہ سے خصومت دفع ہو جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر مدعی نے کہا کہ یہ چیز فلاں غائب کے ہاتھ میں تھی پھر میں نہیں جانتا ہوں کہ اس نے اس کو دی ہے یا نہیں اور قابض نے کہا کہ مجھے اسی نے دی ہے تو ان دونوں میں خصومت نہ ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

گواہوں نے گواہی دی کہ مدعی نے اقرار کیا ہے کہ یہ چیز فلاں غائب کے پاس تھی میں نہیں جانتا ہوں کہ اس نے اس کو د ہے یا نہیں تو ان دونوں میں خصومت نہ ہوگی اگر قابض کے گواہوں نے گواہی دی کہ یہ باندی فلاں غائب کی ہے اور یہ گواہی نہ دی کہ فلاں شخص نے اس قابض کو ودیعت دی ہے تو قاضی ایسی گواہی قبول نہ کرے گا اور نہ خصومت اس سے دفع ہوگی اور اگر مدعی نے ابطا قابض کے گواہی دفع کرنے کے یہ گواہ سنائے کہ قابض نے اس باندی پر اپنی ملک ہونے کا دعویٰ کیا تھا تو قابض سے ودیعت ر کے کے گواہ اصلاً مقبول نہ ہوں گے یہ محیط میں ہے۔

اگر گواہوں نے کہا کہ یہ گھر فلاں غائب کا ہے اس نے اس مدعا علیہ کو اس میں بسایا اور ہم کو گواہ کر لیا اور اس روز یہ گھر ا غائب کے قبضہ میں تھا یا کہا کہ مدعا علیہ کے قبضہ میں تھا یا کہا کہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ اس روز یہ گھر کس کے قبضہ میں تھا لیکن ہم جا ہیں کہ آج اس لینے والے کے قبضہ میں ہے یا بالکل اس کا ذکر نہ کیا کہ اس روز گھر کس کے قبضہ میں تھا تو گواہی مقبول اور خصومت د ہوگی یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر گواہوں نے کہا کہ گھر اس روز کسی ثالث[1] کے قبضہ میں تھا تو خصومت دفع نہ ہوگی چنانچہ اگر یوا کہیں کہ فلاں شخص نے اس کو بسایا لیکن قبضہ اس کو کسی دوسرے نے دیا تو غیر مقبول ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اس اگر مدعی برہان لایا کہ جس روز ان گواہوں کو گواہ کیا تھا اس دن یہ گھر لینے والے اور بسانے والے دونوں کے سوا تیسرے کے قبضہ میں تھا اور وہ فلاں شخص ہے تو گواہی غیر مقبول ہے اور اگر یہ فلاں شخص آیا اور مدعی نے اس طرح گواہ پیش کئے تو بھ غیر مقبول ہوں گے اور یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مقبول ہوں گے یہ وجیز کردری میں ہے۔ اگر مدعا علیہ نے کہا کہ آدھا گھر میرا ہے اور آدھا میرے پاس فلاں شخص کی ودیعت ہے اور اس گواہ قائم کیے تو خصومت کل گھر سے دفع ہو جائے گی یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اگر قابض نے ودیعت کا دعویٰ کیا اور اس کا اثبا اس سے ممکن نہ ہوا یہاں تک کہ قاضی نے مدعی کی ڈگری کر دی تو اس کا حکم نافذ ہو جائے گا پھر اس کے بعد اگر اس نے ودیعت کے گو قائم کرنے چاہے تو مقبول نہ ہوں گے لیکن اگر غائب حاضر ہوا تو وہ اپنی حجت پر باقی ہے اور اگر قابض نے ودیعت پر گواہ پیش کیے یہاں تک کہ خصم ٹھہرایا گیا اور مدعی نے ایک گواہ سنایا یا دونوں سنائے مگر قاضی نے ہنوز حکم نہیں دیا پھر قابض نے اپنے دعویٰ کے گو پائے تو مقبول ہوں گے کیونکہ حکم قضا سے پہلے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ یہ شخص مدعا علیہ مخاصم نہیں ہے کذا فی الجامع الاسبیجابی یہ فصول عماد میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے دار مقبوضہ پر دعویٰ کیا اور قابض نے کہا کہ فلاں نے مجھے ودیعت رکھنے کو دیا ہے پس مدعی نے ک کہ فلاں شخص نے تیرے پاس ودیعت رکھا تھا لیکن پھر اُس نے تجھے ہبہ کر دیا یا تیرے ہاتھ فروخت کر دیا تو قاضی مدعا علیہ سے قسم گا کہ اس نے مجھے ہبہ نہیں کیا اور نہ میرے ہاتھ بیع کیا پس اگر قسم سے باز رہا تو خصم قرار دیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر مدعی نے گواہ سنائے کہ فلاں شخص نے اس کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے تو مقبول ہوں گے اور مدعا علیہ خصم ٹھہرایا جائے گا اور اگر مدعا علیہ ودیعت کا دعویٰ کیا اور مدعی نے اس کی قسم طلب کی تو قاضی اس سے قسم لے گا کہ واللہ میرے پاس فلاں شخص نے ودیعت رکھا ہے اور قسم قطعی لی جائے گی نہ علم پر اگرچہ یہ قسم فعل غیر پر ہے لیکن اس فعل کا تمام ہونا اس کے فعل سے ہے یعنی قبول کرنا پس قطعی قسم لی جائے گی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

ایک شخص کے پاس کسی کی ودیعت ہے اس کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ میں ودیعت وصول کرنے کے واسطے مودع ک وکیل ہوں اور اس کے گواہ قائم کیے اور مستودع نے گواہ سنائے کہ صاحب ودیعت نے اس کو وکالت سے برطرف کر دیا ہے تو گواہی

[1] یعنی مدعی اور مدعا علیہ کے سوا تیسرے شخص کے قبضہ میں تھا ۱۲

قبول ہوگی اور اسی طرح اگر اس امر کے گواہ قائم کیے کہ وکیل کے گواہ غلام ہیں تو بھی مقبول ہوں گے یہ محیط میں ہے۔

کسی کا دوسرے شخص پر گھر کی بابت دعویٰ کرنا......☆

ایک شخص نے دوسرے پر ایک گھر کا دعویٰ کیا قابض نے کہا کہ میرے پاس یہ فلاں شخص کی ودیعت ہے اور اس کے گواہ سنا یئے حتیٰ کہ خصومت اس سے دفع ہو گئی پھر غائب حاضر ہوا اور اس شخص نے ودیعت اس کے سپرد کر دی پھر مدعی نے دوبارہ اپنا دعویٰ پیش کیا اس نے یہی جواب دیا کہ یہ جو میرے قبضہ میں ہے فلاں شخص کی ودیعت ہے اور گواہ قائم کیے تو مثل پہلے شخص کے اس شخص سے بھی خصومت دفع ہو جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایک نے دوسرے کے دار مقبوضہ پر دعویٰ کیا اور قابض نے اقرار کیا کہ یہ مدعی کا تھا پھر اس کے بعد کہا کہ یہ مجھے فلاں شخص نے ودیعت رکھنے کو دیا ہے یا اس کے برعکس کہا یعنی پہلے ودیعت رکھنے کو کہا پھر دوبارہ اقرار کیا پس اگر ودیعت رکھنے کے گواہ قائم کیے تو خصومت اس سے دفع ہو جائے گی اور اگر اس کے پاس گواہ نہ ہوں پس اگر پہلے مدعی کے واسطے اقرار کیا ہے پھر ودیعت رکھنے کا دعویٰ کیا تو مدعی کو دینے کا حکم دیا جائے گا پس اگر غائب حاضر ہوا اور اس کی تصدیق کی تو مدعی کے ہاتھ سے گھر نہ نکالا جائے گا کیونکہ اس کا حق سابق ہے لیکن مقرلہ سے کہا جائے گا کہ اس امر کے گواہ لائے کہ تمام گھر اس کا ہے اور اگر پہلے ودیعت رکھنے کا دعویٰ کیا اور پھر اقرار کیا تو گھر مدعی کے سپرد کرنے کا حکم دیا جائے گا کیونکہ مدعی کا حق ثابت ہوا اور غائب کا حق موہوم ہے کیونکہ مدعی کی اُس نے تصدیق کی اور شائد غائب اس کی[1] تکذیب کرے اور تکذیب کی صورت میں غائب کا حق ثابت نہ ہوگا اور اگر قابض نے ودیعت رکھنے پر گواہ قائم نہ کیے لیکن قاضی کو معلوم ہوا کہ غائب نے اس کے پاس ودیعت رکھا ہے تو دونوں میں خصومت نہ قرار دے گا ایسا ہی اگر مدعی نے اس کا اقرار کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر قاضی کو یہ معلوم ہوا کہ یہ مدعی کا ہے اور قابض نے گواہ دیئے کہ فلاں غائب نے میرے پاس ودیعت رکھا ہے تو ان دونوں میں خصومت نہ ہوگی یہاں تک کہ غائب حاضر ہو اور اگر قاضی کو معلوم ہوا کہ غائب نے اس مدعی سے غصب کر لیا ہے اور قابض کے پاس ودیعت رکھا ہے تو قابض سے لے کر مدعی کے سپرد کر دے گا اور باب الیمین میں مذکور ہے کہ اگر قابض نے کہا کہ میرے پاس غائب نے ودیعت رکھا ہے اور اس کے پاس گواہ نہیں ہیں تو قسم لی جائے گی اگر اس نے قسم کھا لی تو بری ہو گیا اور اگر نکول کیا تو دعویٰ لازم ہوگا اور اگر پہلا مقرلہ آیا تو وہ مدعی سے لے سکتا ہے پھر دوسرے مقرلہ[2] سے کہا جائے گا کہ تو پہلے مقرلہ پر نالش کر سکتا ہے اور اگر اس نے گواہ قائم کیے تو لے لے گا اور اگر گواہ نہ ہوئے تو قسم لی جائے گی اگر پہلا مقرلہ قسم کھا گیا تو بری ہو گیا اور اگر نکول کیا تو اس کے ذمہ لازم ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر مدعا علیہ نے کہا کہ میں نے یہ گھر غائب سے خریدا ہے تو خصم قرار پائے گا یہ ہدایہ میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے کے مقبوضہ گھر پر ملک مطلق کا دعویٰ کیا یا ایک سال سے خریدنے کا دعویٰ کیا یا شفعہ کا دعویٰ کیا پس قابض نے کہا کہ یہ گھر میرا تھا میں نے اس کو فلاں شخص کے ہاتھ فروخت یا ہبہ کر کے اس کے سپرد کر دیا پھر اس نے میرے پاس ودیعت رکھا ہے تو وہ خصومت سے بری نہ ہوگا لیکن اگر مدعی اُس کی تصدیق کرے تو بری ہوگا یا قاضی کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ یہ شخص سچ کہتا ہے تو خصومت اس سے دفع ہو جائے گی پس اگر اس میں سے کوئی بات نہ ہو لیکن قابض نے بیع کے گواہ سنائے تو مقبول نہ ہوں گے پس اگر اس پر ڈگری ہو گئی پھر غائب آیا اور قابض سے خریدنے کے وقت اپنے گواہ لایا تو مقبول نہ ہوں گے اور اگر ملک

---

[1] تکذیب کرے یعنی جھٹلادے اور اس کو جھوٹا بتلائے ۱۲ [2] قولہ مقرلہ یہ مقرلہ با اقرار ضمنی ہوا کیونکہ جب اس نے قسم سے انکار کیا تو اس کے سلئے اقرار کرنے والا ٹھہرا ۱۲

مطلق کے گواہ لایا تو مقبول ہوں گے اور اگر غائب نے مدعی کی ڈگری ہونے سے پہلے ملک مطلق کے گواہ دیئے تو وہ مدعی کے ساتھ مثل دو مدعیوں کے ہو گیا کہ دونوں نے گواہ قائم کیے پھر اگر غائب نے قابض سے ایک مہینہ سے خریدنے کا دعویٰ کیا تو مدعی کی گواہی کے ابطال کے واسطے مقبول ہوں گے اور مدعی سے کہا جائے گا کہ اگر تجھے منظور ہو تو مقر لہ پر اپنے گواہ دوبارہ پیش کر اور اگر مدعی نے کہا کہ یہ فلاں شخص کے ہاتھ میں تھا مجھے معلوم نہیں ہے کہ اُس نے اس کو دیا ہے یا نہیں اور قابض نے کہا کہ مجھے فلاں شخص نے دیا ہے تو ان دونوں میں خصومت نہ ہوگی کذا فی الکافی۔

ایک شخص نے دوسرے کے مقبوضہ غلام پر اپنے ملک ہونے کا دعویٰ کیا پس اُس سے گواہ طلب کیے گئے پس جب دونوں مدعی و مدعا علیہ قاضی کے پاس سے چلے گئے تو قابض نے غلام کو تیسرے کے ہاتھ فروخت کیا اور باہم قبضہ ہو گیا پھر مشتری نے بائع کے پاس ودیعت رکھا اور غائب ہو گیا پھر مدعی گواہ لایا پس اگر قاضی کو قابض کی یہ حرکت معلوم ہو گئی یا مدعی نے اس کا اقرار کر دیا تو قابض پر مدعی کے گواہوں کی سماعت نہ ہوگی۔

اگر قاضی کو علم نہ ہوا اور نہ مدعی نے اس کا اقرار کیا تو مدعی کے گواہوں کی سماعت ہوگی اور اگر قابض نے اپنے اس فعل کے گواہ سنائے تو مسموع[1] نہ ہوں گے لیکن اگر گواہوں نے یہ گواہی دی کہ مدعی نے اس کا اقرار کیا ہے تو سماعت ہوگی اور قابض سے خصومت دفع کی جائے گی اور ہبہ کے ساتھ اگر قبضہ ہو گیا اور صدقہ اس حکم میں بمنزلہ بیع کے ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر ایک گھر پر دعویٰ کیا اور ایک گواہ سنایا پھر دونوں قاضی کے پاس سے چلے گئے پھر دیر کے بعد قاضی کے پاس آئے اور مدعی دوسرا گواہ لایا اور قابض نے اس امر کے گواہ دیئے کہ قاضی کے پاس سے اُٹھ کر میں نے یہ گھر فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا ہبہ کر دیا اور اس کے سپرد کر دیا ہے پس اگر مدعی نے اس کا اقرار کیا یا قاضی اس سے آگاہ ہوا یا قابض کے گواہوں نے گواہی دی کہ مدعی نے اس کا اقرار کیا ہے تو ان دونوں میں خصومت نہ ہوگی اور اگر ان میں سے کوئی بات نہ ہوا اور قابض نے اپنے فعل کے گواہ دیئے تو قاضی سماعت نہ کرے گا اور خصومت اس سے دفع نہ ہوگی اور اگر مدعی نے دعویٰ کے وقت دونوں گواہ قائم کیے اور ان کی تعدیل ہو گئی پھر قاضی کے حکم دینے سے پہلے دونوں قاضی کے پاس سے اُٹھے پھر دیر کے بعد قاضی کے پاس جا کر قابض نے دعویٰ کیا کہ میں نے یہ گھر قاضی کے پاس سے جا کر فلاں شخص کے ہاتھ فروخت یا ہبہ کر کے اُس کے سپرد کر دیا پھر اس نے میرے پاس ودیعت رکھا ہے اور غائب ہو گیا ہے پس مدعی نے اس کا اقرار کیا یا قاضی کو اس کا علم ہوا تو قابض سے خصومت دفع نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے کے مقبوضہ غلام پر دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے اور مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ مدعی نے اس کو فلاں شخص غائب کے ہاتھ فروخت کیا ہے تو اس کا دعویٰ باطل ہو گیا اسی طرح اگر کہا کہ فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور فلاں نے میرے ہاتھ فروخت کیا اور فلاں کا اس کے ہاتھ بیع کرنا اُس سے ثابت نہ ہو سکا تو بھی یہی حکم ہے کہ کذا فی الخلاصہ۔

اگر مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ میں نے فلاں کے ہاتھ فروخت کیا یا یہ فلاں شخص کی ملک ہے تو مقبول ہوں گے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

ایک شخص کے دار مقبوضہ پر ایک شخص نے دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے مدعی کے دعویٰ کے دفعیہ میں کہا کہ میں نے اس کو فلاں شخص سے خریدا اور تو نے اس بیع کی اجازت دی ہے تو یہ مدعا علیہ کی ملک کا اقرار نہیں ہے اور نہ اس سے مدعی کا دعویٰ دفع ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

---

[1] یعنی ان گواہوں کا قول قبول نہ ہوگا ۱۲ م

اگر کسی نے ایک شخص کے مقبوضہ گھر پر اپنے ملک ہونے کا دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے پس قابض نے گواہ سنائے کہ یہ دار فلاں غائب کا ہے اس نے مدعی سے خریدا ہے اور مجھے اس کا وکیل کیا ہے تو منتقی میں مذکور ہے کہ قابض کی گواہی مقبول ہوگی اور وہ وکیل قرار دیا جائے گا اور اس سے خصومت دفع کی جائے گی اور غائب کے ذمہ خریداری لازم کی جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک شخص کے قبضہ میں ایک دار ہے کہ اس نے خریدا ہے اور شفیع نے شفعہ طلب کیا پس مشتری نے کہا کہ میں نے فلاں شخص کے واسطے خریدا ہے اور گواہ قائم کیے اور اس امر کے گواہ دیئے کہ فلاں شخص نے مجھے اس کے خریدنے کے واسطے ایک سال سے وکیل کیا ہے تو فرمایا کہ میں اس کے گواہوں کی گواہی قبول نہ کروں گا یہ محیط میں ہے۔

اگر کسی مال معین کے تلف ہونے کے بعد اس میں دعویٰ واقع ہوا اور مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ یہ چیز میرے پاس ودیعت یا رہن تھی یا بطور مضاربت یا شرکت کے تھی تو مدعا علیہ کی گواہی قبول نہ ہوگی پھر جب مدعا علیہ پر مدعی کے واسطے قیمت کی ڈگری کر دی گئی اور اس نے قیمت لے لی پھر جب غائب حاضر ہوا اور مدعا علیہ کے قول کی تصدیق کی تو ودیعت اور رہن و اجارہ و مضاربت و شرکت کی صورت میں جو مدعا علیہ نے ضمان دیا ہے وہ غائب سے لے گا اور عاریت و غصب و سرقہ کی صورت میں نہیں لے سکتا ہے اور اگر غائب نے قابض کے اقرار کی کہ مجھے ان وجوہات مذکورہ سے پہنچی ہے تکذیب کی تو قابض اس غائب سے کچھ نہیں لے سکتا ہے تاوقتیکہ اجارہ یا ودیعت یا رہن یا شرکت یا مضاربت[1] میں سے جس کا دعویٰ کیا ہے اس کے گواہ قائم نہ کرے اور اگر غلام بھاگ گیا پھر مدعی نے اُس شخص پر جس کے ہاتھ سے بھاگا ہے دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے اور مدعا علیہ نے ان وجوہ مذکورہ سے اپنے قبضہ میں ہونے کا دعویٰ کیا تو اس کا حکم مثل مال معین تلف ہو جانے کے حکم کے ہے۔ پھر اگر غلام لوٹ کر آ گیا تو ودیعت و رہن و اجارہ شرکت و مضاربت کی صورت میں غائب کی ملک میں واپس آئے گا اور چوری و غصب و عاریت کی صورت میں اس شخص کی ملک میں آئے گا جس کے قبضہ میں تھا کیونکہ ڈانڈ اس پر مقصور نہیں ہے کذانی خزانۃ المفتین اور اگر غلام قائم ہوا اور اس کی ایک آنکھ جاتی رہی اور اس کا ارش لے لیا اور گواہ قائم کیے کہ فلاں شخص نے میرے پاس ودیعت رکھا ہے تو غلام اور ارش میں خصومت نہیں ہو سکتی ہے (یعنی اس مدعا علیہ کے ساتھ نہیں ہو سکتی) کذانی الکافی۔ اور اگر باندی تھی وہ بچہ جنی پھر وہ مر گئی پھر مدعی نے گواہ قائم کیے کہ میری باندی ہے میری ملک میں جنی ہے اور قابض نے گواہ دیئے کہ قبل بچہ جننے کے میرے پاس فلاں غائب نے ودیعت رکھی ہے تو مدعی کے واسطے باندی کی قیمت کی ڈگری کی جائے گی اور بچہ کی بابت کچھ حکم نہ ہوگا یہاں تک کہ غائب حاضر ہو یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایک شخص کے غلام مقبوضہ پر دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ یہ غلام فلاں شخص کی طرف سے میرے پاس ودیعت ہے پس مدعی نے کہا کہ غلام مجھے دے اور اس شخص کو حاضر کرتا کہ میں اس پر گواہ پیش کروں پس غلام دے دیا اور فلاں شخص کو بلانے گیا پس غلام مدعی کے قبضہ میں مر گیا پھر وہ شخص غائب آیا اور گواہ لایا کہ غلام میرا ہے میں نے قابض کے پاس ودیعت رکھا تھا اور مدعی نے گواہ دیئے کہ یہ میرا غلام ہے تو غائب کی گواہی معتبر ہوگی اور اگر غلام زندہ ہوتا تو مدعی کو حکم کیا جاتا کہ غلام اس غائب کے سپرد کرے پھر اس پر گواہ قائم کرے یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص کے ہاتھ میں ایک باندی تھی اُس کو ایک غلام نے قتل کیا پس اس کے عوض دیا گیا اور ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ باندی میری تھی اور قابض نے ودیعت کے گواہ سنائے تو مدعی سے کہا جائے گا کہ اگر تو غلام طلب کرتا ہے تو تجھ کو حق خصومت نہیں ہے اور اگر قیمت مانگتا ہے تو خصومت کر سکتا ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔

---

[1] یعنی وہ تجارت جس میں دوسرے کی شرکت ہو ۱۲

اگر قاضی نے قابض پر باندی کی قیمت کی ڈگری کر دی اور مدعی نے قابض سے وصول کر لی پھر غائب آیا اور اس نے ودیعت کا اقرار کیا تو غلام قابض سے لے لے گا اور قابض غائب سے وہ مال لے لے گا جو اس نے مدعی کو ڈانڈ دیا ہے یعنی باندی کی قیمت اور اگر باندی کو غلام نے قتل نہیں کیا بلکہ اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور غلام اس کے عوض دے دیا گیا تو جب تک غائب حاضر نہ ہو قابض و مدعی میں خصومت نہ ہوگی نہ غلام میں اور نہ باندی میں یہ محیط میں ہے۔

غیر حاضری میں گواہ قائم کرنے کا بیان ☆

اگر قابض پر اس کے فعل کا دعویٰ کیا مثلاً یوں کہا کہ تو نے میرے پاس سے باندی غصب کر لی یا میں نے تجھے اجارہ پر دی یا ہبہ کی ہے اور قابض نے کہا کہ مجھے فلاں غائب نے ودیعت رکھنے کو دی ہے یا عاریت دی ہے یا مثل اس کے کوئی امر بیان کیا اور اس پر گواہ قائم کیے تو خصومت اُس سے دفع نہ ہوگی پس اگر غائب حاضر ہوا اور اس نے اس امر پر گواہ قائم کیے تو مقبول ہوں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اسی طرح اگر قابض نے گواہ اپنے دعویٰ پر نہ قائم کیے اور یہ صورت واقع ہوئی تو بھی یہی حکم ہوگا کذا فی المحیط۔

ایک شخص نے ایک دار پر اپنی ملک کا دعویٰ کیا اور کہا کہ قابض نے میرے قبضہ سے غصب کر لیا ہے اور مدعا علیہ نے کہا کہ یہ میرے باپ کا ہے میرے پاس ودیعت ہے تو خصومت اُس سے دفع نہ ہوگی پس اگر مدعی نے اپنے گواہ قائم کیے اور پھر مدعا علیہ نے اس امر کے گواہ دیئے کہ یہ میرے باپ کا ہے اس نے مدعی سے خریدا ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ مدعا علیہ کے گواہ قبول نہ ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر مدعی نے کہا کہ تو نے میرے پاس سے چرا لیا ہے یا اس نے چرا لیا ہے تو بھی خصومت دفع نہ ہوگی اگرچہ قابض نے ودیعت پر گواہ دیئے ہوں پھر اگر اس پر ڈگری کر دی گئی اور غائب حاضر ہوا اور اپنی ملک پر گواہ لایا تو مقبول ہوں گے یہ کافی میں ہے اور جس صورت میں کہ مدعی نے کہا کہ اس نے میرے پاس سے چرا لی ہے تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ قابض سے خصومت دفع ہو جائے بشرطیکہ اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کرے اور یہی قول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور استحساناً دفع نہ ہوگی اور یہی قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر مال معین کا دعویٰ کیا اور کہا کہ اس نے غصب کر لیا یا میرے پاس سے لے لیا ہے اور قابض نے گواہ دیئے کہ یہ میرے پاس فلاں غائب کی طرف سے پہنچا ہے بالا جماع خصومت دفع ہو جائے گی یہ فصول عمادیہ میں ہے ایک غلام ایک شخص کے قبضہ میں ہے اس نے گواہی سنائی کہ میں اسی قابض کا غلام تھا اس نے مجھے آزاد کر دیا ہے اور قابض نے گواہ دیئے کہ یہ فلاں شخص کا غلام ہے اس نے میرے پاس ودیعت رکھا ہے تو قاضی غلام کی آزادی کا حکم دے گا اور مدعا علیہ سے اس گواہی قائم کرنے سے جو اس نے قائم کی ہے خصومت دفع نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔

پھر اگر مدعا علیہ پر ڈگری ہوگئی پھر غائب آیا اور دعویٰ کیا تو التفات نہ کیا جائے گا کیونکہ قضا دونوں پر نافذ ہوگئی کذا فی الکافی والمحیطین ذخیرہ کے دعویٰ العتق میں لکھا ہے کہ ایک غلام نے ایک شخص پر دعویٰ کیا کہ میں اس کی ملک تھا اس نے مجھے آزاد کر دیا ہے پس مالک نے کہا کہ میں نے جس وقت اس کو آزاد کیا اس وقت یہ میری ملک نہ تھا کیونکہ میں نے اس کو فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا پھر اس سے خرید لیا اور آزاد کرنے سے پہلے بیع کرنے کے گواہ قائم کر دیئے تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر یوں جھگڑا پیش ہوا کہ مالک نے کہا کہ میں نے خریدنے سے پہلے تجھے آزاد کر دیا ہے اور غلام نے کہا کہ نہیں بعد خریدنے کے آزاد کیا ہے تو غلام کا قول مقبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر قابض پر ایسے فعل کا دعویٰ کیا کہ جس کے احکام پورے نہیں ہوئے ہیں مثلاً اس سے ہزار درم میں خریدنے کا دعویٰ کیا اور

.رم دے دینا اور قبضہ کر لینا بیان نہ کیا پس قابض نے گواہ دیئے کہ یہ فلاں غائب کا ہے مجھے اس نے ودیعت دیا ہے یا میں نے غصب کر لیا ہے تو بالاتفاق خصومت اس سے دفع نہ ہوگی اور اگر ایسے عقد کا دعویٰ کیا کہ جس کے احکام پورے ہو چکے ہیں مثلاً خریدنے کے دعویٰ میں دام دے دینا اور بیع پر قبضہ کر لینا بیان کر دیا پھر مدعا علیہ نے گواہ پیش کیے کہ یہ غلام فلاں غائب کا ہے اُس نے مجھے ودیعت دیا ہے تو اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ خصومت دفع ہو جائے گی اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک شخص کے مقبوضہ غلام پر دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو قابض سے خریدا ہے اور گواہ قائم کیے اور قابض نے گواہ دیئے کہ مجھے فلاں شخص نے ودیعت دیا ہے تو خصومت اُس سے دفع نہ ہوگی پھر اگر قاضی نے ہنوز مدعی کی ڈگری نہ کی تھی کہ مدعا علیہ کا مقر لہ یعنی غائب حاضر ہوا اور قابض کی تصدیق کی تو قاضی غلام اس کو دلوا دے گا پھر اس پر مدعی کی ڈگری کر دے گا اور مدعی سے دوبارہ گواہ پیش نہ کرائے گا کہ مقر لہ پر دوبارہ پیش کرے اور اگر مالک غلام نے اس کے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا غلام ہے میں نے اس کو ودیعت دیا تھا یا ودیعت دینا نہ کہا تو اس کے گواہ مقبول ہوں گے اور مدعی کے گواہ باطل ہو جائیں گے پس اگر مالک غلام نے گواہ دیئے کہ یہ میرا غلام ہے اور مدعی نے مالک غلام پر گواہ قائم کیے کہ یہ غلام قابض کا تھا میں نے اس سے اتنے کو خریدا اور درام دیئے ہیں پس اگر مالک غلام کی ڈگری ہونے کے بعد مدعی نے یہ گواہ پیش کیے تو مقبول نہ ہوں گے اور اگر ڈگری ہونے سے پہلے پیش کیے تو مقبول ہوں گے یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر مدعی خریدنے قابض سے خریدنے پر ایک گواہ پیش کیا اور قابض نے اقرار کیا کہ یہ غلام فلاں شخص کا ہے اس نے مجھے ودیعت دیا ہے پھر ہنوز مدعی نے دوسرا گواہ قائم نہ کیا تھا کہ فلاں شخص غائب حاضر ہوا اور اس نے قابض کی تصدیق کی اور قاضی نے قابض کو حکم دیا کہ غائب کو سپرد کر دے پھر مدعی نے خرید کرنے کا دوسرا گواہ قائم کیا تو اس کی ڈگری کر دی جائے گی اور فلاں شخص پر پہلا گواہ دوبارہ پیش کرنے کی تکلیف اُس کو نہ دے جائے گی اور اس صورت میں جس پر ڈگری ہوئی وہ قابض ہوگا نہ شخص غائب جو حاضر ہوا[1] ہے یہ محیط میں ہے۔

مدعی خریدنے اگر قابض پر گواہ نہ قائم کیے یہاں تک کہ قابض نے اقرار کیا کہ یہ فلاں غائب کا ہے پھر مقر لہ[2] حاضر ہوا اور اس کے قول کی تصدیق کی اور غلام اس کو دلایا گیا پھر خرید کے مدعی نے مقر لہ پر گواہ قائم کیے اور ڈگری ہوگئی تو اس صورت میں جس پر ڈگری ہوئی وہ مقر لہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے ایک شخص نے ایک شخص پر ایک کپڑے کا جو اس کے ہاتھ میں ہے دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہے میرے پاس سے فلاں غائب نے چرا لیا ہے اور اس پر گواہ قائم کیے اور قابض نے گواہ دیئے کہ یہ میرے پاس فلاں غائب کی ودیعت ہے تو قابض سے خصومت دفع نہ ہوگی اور مدعی کی ڈگری کر دی جائے گی اور یہ حکم استحساناً ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے مقبوضہ کپڑے پر دعویٰ کیا کہ یہ میرا کپڑا ہے مجھ سے فلاں غائب نے غصب کر لیا ہے اور اس پر گواہ پیش کیے اور قابض نے کہا کہ میرے پاس اسی فلاں غائب نے ودیعت رکھا ہے تو ان دونوں میں خصومت نہ ہوگی اگرچہ قابض نے اپنے پاس ودیعت ہونے کے گواہ نہ پیش کیے ہوں یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں نے یہ غلام فلاں شخص سے خریدا ہے اور قابض نے کہا کہ مجھے اسی فلاں شخص نے ودیعت دیا ہے تو صرف اس کے قول سے بدون گواہوں کے خصومت دفع ہو گئی اگر مدعی گواہ لائے کہ اس فلاں شخص نے مجھے اس کے

---

[1] قولہ حاضر ہوا اشارہ ہے کہ حاضر اپنی حجت پر اگر گواہ لائے تو قبول ہوں گے ۱۲ام [2] یعنی وہی غائب جس کے واسطے قابض نے اقرار کیا کہ یہ فلاں غائب کا ہے ۱۲ام

وصول کرنے کا وکیل کیا ہے تو ہو سکتا ہے پس اگر مدعی نے قابض سے ودیعت رکھنے پر قسم طلب کی تو قطعی قسم لی جائے گی اور اگر قابض نے کہا کہ مجھے فلاں شخص کے وکیل نے ودیعت دیا ہے تو بدون گواہوں کے اُس کی تصدیق نہ کی جائے گی یہ کافی میں ہے اگر گواہوں نے گواہی دی کہ عمرو نے یہ باندی اس کے پاس ودیعت رکھی ہے اور کہا کہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ عمرو کو کس نے دی ہے اور قابض نے کہا کہ باندی عبداللہ نے دی ہے تو مدعی و مدعا علیہ میں خصومت نہ ہوگی اور قابض پر قسم نہ آئے گی اور اگر گواہوں نے کہا کہ باندی عبداللہ نے عمرو کو دی لیکن ہم نہیں جانتے ہیں کہ اس قابض کو کس نے دی ہے اور قابض نے کہا کہ مجھے عمرو نے دی ہے تو خصومت دفع نہ ہوگی پس اگر اس نے کہا کہ مدعی سے قسم لی جائے کہ مجھے عمرو نے اس کو ودیعت نہیں دی ہے تو علم پر قسم لی جائے گی اور اگر مدعی نے درخواست کی کہ مدعا علیہ سے قسم لی جائے کہ عمرو نے اس کو ودیعت دی ہے تو اس سے قطعی قسم لی جائے گی یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر غلام نے گواہ کیے کہ فلاں شخص نے مجھے آزاد کر دیا ہے اور قابض نے کہا کہ مجھے اسی شخص مذکور نے ودیعت رکھنے کو یہ غلام دیا ہے تو مقبول ہوں گے اور غلام کی گواہی باطل ہو جائے گی اور قیاساً غلام و قابض کے درمیان حیلولہ نہ کی جائے گی اور استحساناً فرق کیا جائے گا اور غلام سے اس کے نفس کا کفیل لیا جائے گا تا کہ بھاگ نہ جائے اور جب غائب حاضر ہوا اور غلام نے دوبارہ اس پر گواہ پیش کیے تو آزاد ہو جائے گا ورنہ وہ غلام کا غلام رہے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اسی طرح اگر قابض نے گواہ سنائے کہ مجھے فلاں دوسرے شخص نے ودیعت رکھنے کو دیا ہے تو بھی وہی حکم ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر غلام نے دعویٰ کیا کہ میں اصلی آزاد ہوں تو غلام کا قول معتبر ہوگا پس اگر قابض نے گواہ پیش کیے کہ یہ مملوک ہے اور فلاں شخص نے میرے پاس ودیعت رکھا ہے تو مقبول ہوں گے اور اگر فقط ودیعت رکھنے کے گواہ سنائے تو مقبول نہ ہوں گے بخلاف گھر کی صورت کے کہ اگر ایسا خلاف ہو تو اس کے برخلاف حکم ہے اور اگر قابض نے مملوک ہونے اور ودیعت رکھنے کے گواہ دیئے اور غلام نے اصلی آزاد ہونے کے گواہ دیئے تو غلام سے کفیل[1] لے کر دونوں میں جدائی[2] کر دی جائے گی یہ کافی میں ہے۔

ایک شخص کے قبضہ میں ایک غلام ہے پس ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ اس نے میرے ولی کو خطا سے قتل کیا ہے اور قابض نے گواہ پیش کیے کہ یہ غلام فلاں شخص کا ہے اس نے مجھے ودیعت دیا ہے تو خصومت اس سے دفع ہو جائے گی یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر ایک شخص پر دعویٰ کیا کہ میں نے تجھ سے یہ غلام اتنے داموں کو خریدا ہے اور بائع بیع سے انکار کرتا ہے پس مدعی نے خرید پر گواہ قائم کیے پس بائع نے دفعیہ میں کہا کہ تو نے یہ غلام بسبب عیب کے مجھے واپس کر دیا اور اس پر گواہ قائم کیے تو ایسا دفعیہ اس کی طرف سے صحیح ہے اور اس کے گواہوں کی سماعت ہوگی یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے میرے ہاتھ یہ باندی فروخت کی اس نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ ہرگز نہیں فروخت کی پس مشتری نے خریدنے کے گواہ قائم کیے پھر اس کی ایک انگلی زائد پائی اور واپس کرنا چاہی پس بائع نے گواہ قائم کیے کہ میں نے تمام عیب سے براءت کر لی ہے تو بائع کے گواہ مقبول نہ ہوں گے اور خصاف رحمۃ اللہ علیہ نے آخر ادب القاضی میں یہ مسئلہ ذکر کر کے کہا کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مقبول ہوں گے کذافی شرح الجامع للصدر الشہید ایک شخص کے قبضہ میں ایک محدود چیز ہے اس پر ایک شخص نے دعویٰ کیا اور کہا کہ یہ میری ملک ہے میرے باپ نے تیرے ہاتھ میرے بالغ ہونے کی حالت میں فروخت کی ہے اور قابض نے کہا کہ تیری نابالغی کی حالت میں فروخت کی ہے تو مدعی کا قول معتبر ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

---

[1] یعنی ضامن تا کہ جب حاکم طلب کرے تو وہ اس کو حاضر کرے اور اگر وہ بھاگ جائے تو اس سے اس کا ضمان لے ۱۲ [2] قولہ جدائی یعنی مقدمہ کے فیصلہ ہونے تک کے لیے بالفعل یہ ہوگا پھر جو کچھ ثابت ہو ۱۲ام

مسئلہ مذکورہ میں راہن کا مرتہن سے زرِ رہن دے کر چھڑا لینا ☆

ایک شخص نے اپنے نابالغ لڑکے کے واسطے اپنے[1] سے ایک گھر خرید ا اور اس کے گواہ کر لیے اور لڑکا بالغ ہوا اس کو نہیں معلوم کہ باپ نے کیا کیا ہے پھر باپ نے یہ گھر کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر کے اس کے سپرد کر دیا پھر اس لڑکے نے یہ گھر مشتری سے کرایہ پر لیا پھر اس کو معلوم ہوا کہ باپ نے میرے واسطے خرید ا تھا پس مشتری پر مالک کا دعویٰ کیا اور کہا کہ میرے باپ نے میری نابالغی میں میرے واسطے یہ گھر اپنے سے خرید دیا تھا اور یہ میری ملک ہے اور اس کے گواہ سنا دیئے پس مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا دعویٰ خود ٹوٹا ہے کہ تو نے مجھ سے کرایہ پر لیا ہے اور تیرا مجھ سے کرایہ پر لینا یہ اس امر کا اقرار ہے کہ گھر تیرا نہیں ہے پھر اپنی ملک ہونے کا دعویٰ کرنا تناقض ہے پس یہ مسئلہ ایسا ہے کہ فتوی کے واسطے پیش ہوا تھا اور ایسا واقع ہوا تھا پس جواب مفتیوں کے باہم مختلف ہوئے اور صحیح یہ ہے کہ اس قدر سے مدعی کا دعویٰ دفع نہ ہوگا اور دعویٰ صحیح ہے اگرچہ تناقض ثابت ہوتا ہے مگر ایسی چیز میں تناقض ہے کہ جس میں خفاء ہے کذا فی الذخیرہ ایک گھر پر بسبب فلاں شخص سے خریدنے کے ملک کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ میں نے بھی اسی فلاں شخص سے خرید ا ہے اور گواہ قائم کیے لیکن مدعی کی تاریخ خرید اس سے سابق ہے پس مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا دعویٰ باطل ہے کیونکہ جس تاریخ تو نے خریدنے کا دعویٰ کیا ہے اس وقت یہ فلاں شخص کے پاس رہن تھا اور وہ تیرے خریدنے پر راضی نہیں ہوا اور نہ اجازت دی اور میرا خرید نا صحیح ہے اس لیے کہ اس کے بعد جب فک[2] رہن ہو گیا تب میں نے خرید ا ہے اور گواہ کیے تو یہ دفعیہ صحیح نہیں ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر مدعی نے کہا کہ یہ مال معین فلاں شخص کا ہے اس نے اس قدر درموں کو میرے پاس رہن کیا اور میں نے اس پر قبضہ کر لیا اور گواہ قائم کیے اور مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ میں نے اس سے اس کو خرید ا ہے اور دام دیئے ہیں تو یہ اس دعویٰ رہن کا دفعیہ ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے مجموع النوازل میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھ سے باندی خریدی اور وہ ایسی ایسی تھی اتنے داموں کو خریدی اور اس پر قبضہ کیا اور اس کو ہلاک کر دیا اور اس پر دام ادا کر دینا واجب ہیں اور یہ اقرار کر چکا ہے اور گواہوں نے مدعا علیہ پر اس کے انکار کے بعد ایسے ہی گواہی دی پس مدعا علیہ نے دفعیہ میں کہا کہ تو جھوٹا ہے کہ ہلاک کرنے کا دعویٰ کرتا ہے حالانکہ وہ باندی زندہ فلاں شہر میں فلاں شخص کے پاس موجود ہے اور گواہ قائم کیے کہ انہوں نے گواہی دی کہ ہم نے اس باندی کو زندہ فلاں شہر میں موجود دیکھا ہے تو فرمایا کہ اس سے دفعیہ نہیں ہو سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے پر نسبت ایک دار کے جو اس کے قبضہ میں تھا بشرائط خرید خریدنے کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے مدعی کے دعویٰ کے دفعیہ میں کہا کہ میں نے اس دار کو اس مدعی سے خرید ا تھا پس مدعی نے اس کے دفعیہ میں بیان کیا کہ جو بیع میرے اور اس کے درمیان قرار پائی تھی ہم نے اس کا اقالہ[3] کر لیا تو یہ دفعیہ صحیح ہے۔ اسی طرح اگر مدعی نے ابتدا سے مدعا علیہ قابض پر ملک مطلق کا دعویٰ کیا اور باقی مسئلہ کی یہی صورت ہوئی تو بھی دفعیہ صحیح ہے اور اسی طرح اگر مدعی نے مدعا علیہ کے جواب میں کہا کہ تو نے اقرار کیا ہے کہ تو نے مجھ سے نہیں خرید ا تو بھی دفعیہ صحیح ہے کذا فی المحیط ایک شخص نے دوسرے کے دار مقبوضہ پر اپنی ملک کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ میں نے مدعی سے خرید ا ہے اور میرے پاس اس کے گواہ موجود ہیں تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے استحساناً فرمایا کہ مدعا علیہ کے قبضہ میں چھوڑ دیا جائے گا اور کفیل لے لیا جائے گا اور تین دن کی مہلت دی جائے گی پس اگر مدعی نے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کیے تو خیر

[1] یعنی نابالغ کے واسطے بطریق نیابت ولایت خود ہی اس مکان کا بائع و مشتری ہوا ۱۲ [2] فک رہن ہو گیا یعنی راہن نے مرتہن سے زر رہن دے کر چھڑا لیا ۱۲ [3] یعنی وہ عقد بیع جو باہم قرار پائی تھی وہ قائم نہ رہی بلکہ توڑ دی گئی ۱۲ام

ورنہ حکم اس پر دے دیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک شخص کے دار مقبوضہ پر دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے دفعیہ میں کہا کہ تو نے اس سے پہلے اقرار کیا ہے کہ تو نے یہ دار میرے ہاتھ فروخت کیا ہے اور مدعی سے قسم لینے کا قصد کیا تو اس کو اختیار ہے اور اگر مدعی کے اس اقرار پر گواہ دیئے تو بھی مقبول ہوں گے اور دعویٰ مدعی مندفع ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایک دیوار پر دعویٰ کیا کہ یہ میری ملک ہے کیونکہ میں نے اس کو فلاں شخص سے خریدا ہے پس قابض نے کہا کہ نہیں میری ملک ہے کیونکہ میں نے بھی اس سے خریدا ہے پس مدعی نے کہا کہ تم دونوں کی بیع فسخ ہوگئی تھی۔ پھر میں نے اس کے بعد خریدا ہے اور گواہ قائم کیے تو سماعت ہوگی اور اگر یہ دعویٰ مال منقول میں ہو تو بعد بیع کے فسخ ہونے کی دوسری بیع کے واسطے قبضہ شرط ہے۔ اگر ایک مال معین کا جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا کہ میں نے سات روز ہوئے کہ فلاں شخص سے خریدا ہے اور قابض نے کہا کہ میری ملک میں ہے میں نے دس روز ہوئے کہ جب سے اسی شخص سے جس سے مدعی خریدنے کا دعویٰ کرتا ہے خریدا ہے اور گواہ قائم کیے تو یہ چیز معین اُس شخص کی ہوگی جس کی تاریخ سابق ہو اور اگر پچھلی تاریخ والے نے اُس سے کہا کہ تیری بیع بطور تلجیہ[1] تھی اور میری بیع بعد اس کے صحیح ہے اور دوسرا اس سے انکار کرتا ہے تو اس کو قسم لینے کا اختیار ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

ایک شخص برہان لایا کہ یہ چیز میرے باپ سے مجھے میراث ملی ہے پس مطلوب برہان لایا کہ اس کے باپ نے زندگی میں اقرار کیا کہ اس کا اس میں کچھ حق نہیں ہے یہ مدعی کے اس اقرار کے گواہ لایا کہ اس نے اپنے باپ کی زندگی یا موت کے بعد اقرار کیا کہ یہ چیز میرے باپ کی نہ تھی تو مدعی کا دعویٰ و برہان باطل ہوگی اسی طرح اگر مطلوب نے برہان پیش کی کہ مدعی نے قبل اپنے دعویٰ کے اقرار کیا کہ یہ اس کی نہیں ہے یا اس کی نہ تھی یا اقرار کیا کہ اس کا اس میں کچھ حق نہیں ہے یا کبھی اس کا حق نہ تھا اور وہاں اس چیز کا مدعی موجود ہے تو مدعی کی گواہی باطل ہوگی اور اگر وہاں کوئی داعیہ دار نہ ہو تو باطل نہ ہوگی یہ وجیز کردری میں ہے ایک دار پر اپنے باپ سے میراث پہنچنے کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ تیرے باپ نے اپنی زندگی اور صحت میں فلاں شخص کے ہاتھ اتنے کو بیچا ہے اور میں نے اسی شخص سے خریدا ہے اور گواہ قائم کیے تو بعض مشائخ نے کہا کہ صحیح ہے اور یہی اصح ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

ایک شخص نے دار مقبوضہ پر میراث یا ہبہ کی وجہ سے دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے دفعیہ اس طرح کیا کہ میں نے اس کو مدعی سے خرید لیا ہے اور مدعی نے اس طور سے دفعیہ کیا کہ ہم نے اقالہ کر لیا ہے تو دفعیہ کا دفعیہ صحیح ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک دار ہے اس پر ایک شخص نے آ کے دعویٰ کیا کہ اس کا باپ مر گیا اور یہ دار اس کے واسطے میراث چھوڑا ہے اور گواہ قائم کیے انہوں نے گواہی دی کہ اس مدعی کا باپ مراد حالیکہ یہ گھر اس کے قبضہ میں تھا پھر اس مدعا علیہ نے اس کی وفات کے بعد اس کے ترکے سے لے لیا یا اس کی زندگی میں لے لیا اور قابض نے گواہ قائم کیے کہ وارث یا اس کے باپ نے اقرار کیا کہ یہ دار اس کا نہیں ہے تو قاضی حکم دے گا کہ گھر اس وارث کو دیا جائے یہ محیط میں ہے۔

قال المترجم ☆

عفاء اللہ تعالیٰ عنہ اس مسئلہ میں گواہوں نے مدعی کے باپ کی موت کے وقت خالی اس کا قبضہ بیان کیا اور ملک نہیں کہی لہٰذا وارث کو دلانا شاید قبضہ کا حکم ہوگا نہ ملک کا واللہ اعلم۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک چیز معین ہے اس پر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ میرے باپ کی تھی اس نے انتقال کیا اور میرے واسطے میراث چھوڑی اور قابض نے کہا کہ تیرے باپ نے مجھے ودیعت دیا ہے اور

---

[1] بیع تلجیہ وہ بیع جو بظاہر دکھلانے کے واسطے ہو خواہ بیع ہو یا ان دامون پر ہو ۱۲

میں نہیں جانتا ہوں کہ تیرا باپ مر گیا یا نہیں تو منتقیٰ میں مذکور ہے کہ خصومت دفع نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے پر زمین کا دعویٰ کیا اور یوں کہا کہ یہ زمین فلاں شخص کی تھی وہ مر گیا اور میری فلاں بہن کے واسطے میراث چھوڑی پھر وہ بہن میری مر گئی اور میں اس کا وارث ہوں اور گواہ قائم کیے تو سماعت ہوگی پس اگر مدعا علیہ نے دفعیہ میں کہا کہ فلاں عورت اس شخص مورث سے پہلے مر گئی ہے تو دفعیہ صحیح ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔

عورت نے اپنے شوہر کے وارثوں پر میراث اور مہر کا دعویٰ کیا پس وارثوں نے اُس کے دعویٰ کے دفعیہ میں کہا کہ ہمارے باپ نے اپنی موت سے دو برس پہلے اس کو اپنے اوپر حرام کیا ہے اور عورت نے ان کے دفعیہ میں کہا کہ شوہر نے اپنے مرض الموت میں اقرار کیا ہے کہ میں اس پر حلال ہوں تو یہ دفعیہ صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔

ایک عورت نے ایک شخص کے بیٹے پر دعویٰ کیا کہ میں اس کے باپ کی بیوی تھی اس کے مرتے دم تک اس کے نکاح میں رہی اور میراث طلب کی اور بیٹے نے انکار کیا پس عورت نے اپنے نکاح کے گواہ قائم کیے پھر لڑکے نے گواہ قائم کیے کہ میرے باپ نے اس کو تین طلاق دے دی تھیں اور اس کے مرنے سے اس کی عدت گذر گئی تو اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ بیٹے کی گواہی مقبول ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

غیر شخص پر دعویٰ کیا کہ میرے باپ کا اسقدر مال تھا اس نے اس میں سے کچھ نہیں لیا اور مر گیا اور یہ سب مال میری میراث میں آیا کیونکہ میرے سوائے اس کا کوئی وارث نہیں ہے پس مدعا علیہ نے کہا کہ یہ قرضہ جس کا تو دعویٰ کرتا ہے مجھ پر تیرے باپ کا فلاں شخص کی طرف سے کفالت کرنے کی وجہ سے تھا اور فلاں شخص نے تیرے باپ کی زندگی میں تمام قرض اس کو ادا کر دیا اور مدعی نے تصدیق کی کہ قرضہ فلاں شخص کی طرف سے کفالت کرنے کی وجہ سے تھا لیکن فلاں شخص کے قرض ادا کر دینے سے انکار کیا پس مدعا علیہ نے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے تو یہ دفعیہ صحیح ہے اسی طرح اگر مدعا علیہ نے کہا کہ مجھے تیرے باپ نے اپنی زندگی میں کفالت سے باہر کر دیا تھا یا تو نے اس کے مرنے کے بعد مجھے کفالت سے خارج کیا اور اس قول پر گواہ لایا تو مدعی کا دعویٰ دفع ہوگا یہ محیط میں ہے۔

دوسرے شخص پر دعویٰ کیا کہ میرے باپ کا مجھ پر اس قدر مال تھا اس نے اس میں سے کچھ وصول نہیں کیا تھا کہ مر گیا اور یہ سب مجھے میراث میں ملا اس واسطے کہ میرے باپ کا سوائے میرے کوئی وارث نہیں ہے اور مدعا علیہ نے دفعیہ[1] میں کہا کہ تیرے باپ نے اپنی زندگی میں فلاں شخص کو مجھ پر اتار دیا تھا اور میں نے حوالہ قبول کر لیا اور جو کچھ مجھ پر تھا وہ میں نے محتال لہ کو دے دیا اور محتال[2] لہ نے اس سب کی تصدیق کی تو خصومت دفع نہ ہوگی جب تک کہ حوالہ کے گواہ قائم نہ کرے پھر بعد گواہ قائم کرنے کے دعویٰ و خصومت دفع ہو جائے گی یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے پر کسی قدر دینار کا دعویٰ کیا اس وجہ سے کہ میرے باپ نے تجھے اجارہ میں یہ مال دیا تھا پھر اجارہ فسخ ہو گیا اور میرے باپ نے تجھ سے مال وصول نہیں کیا اور مر گیا وہ مجھے میراث ملا ہے پس مدعا علیہ نے دفعیہ میں کہا کہ تو نے اپنے باپ کی موت کے بعد اقرار کیا ہے کہ تیرے باپ نے مجھ سے یہ مال وصول کر لیا ہے اور گواہ قائم کیے پس گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ میرے باپ نے یہ مال بھر پایا لیکن بعد موت کے یہ اقرار کرنا بیان نہ کیا تو سماعت ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔

اپنی بیوی کے ترکہ سے میراث کا دعویٰ کیا اور کہا کہ اپنے مرتے دم تک وہ میری بیوی تھی اور عورت کے وارث نے اس امر کے گواہ سنائے کہ مدعی نے یوں کہا کہ اگر یہ عورت جو مر گئی میری بیوی ہوتی تو میں اس کا وارث ہوتا تو یہ دفعیہ صحیح ہے اور اگر وارثوں نے

[1] یعنی مدعی کے دعوے دفع کرنے کے وقت بیان کیا ہے ۱۲ [2] وہ شخص جس کے واسطے کسی نے حوالہ یعنی اترائی قبول کی ہو ۱۲

یوں کہا کہ اس نے اس عورت کو طلاق دے دی تھی تو دفعیہ صحیح نہیں ہے کیونکہ احتمال ہے کہ طلاق رجعی ہو اور رجعی طلاق سے زوجیت قطع نہیں ہوتی ہے پس وارث ہو سکتا ہے یہ وجیز کردری و خلاصہ میں ہے۔

عورت کا مہر مسمّی کا دعویٰ کرنا ☆

ایک عورت نے اپنے شوہر پر مہر مقرر کا دعویٰ کیا اور شوہر نے دفعیہ میں کہا کہ اس عورت نے اقرار کیا ہے کہ نکاح بدون مہر کے واقع ہوا تو دفعیہ صحیح ہے (اور اگر مطلقاً مہر کا دعویٰ کرتی تو صحیح نہ ہوتا فافہم ۱۲م) کذا فی الخلاصہ قلت[1] لانہا ادعت المہر المسمیٰ۔ ایک شخص کے باپ کی بیوی کے قبضہ میں ایک گھر ہے اس پر دعویٰ کیا کہ یہ میرے باپ کا ترکہ ہے اور عورت نے کہا کہ یہ تیرے باپ کا ترکہ ہے لیکن قاضی نے میرے ہاتھ میں بعوض میرے مہر کے فروخت کیا ہے اور تو نابالغ تھا تو یہ دفعیہ صحیح ہے بشرطیکہ گواہوں سے یہ امر ثابت ہو یہ محیط میں ہے ایک شخص مر گیا اور مال اور ایک بیٹی چھوڑی پھر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ وہ اس کا غلام تھا اور اسے اس نے آزاد کر دیا تھا پس میّت کی ولاء[2] اِس کو پہنچتی ہے اور بیٹی گواہ لائی کہ یہ شخص اصلی آزاد ہے تو ولاء الاصل میں مذکور ہے کہ یہ لڑکی کی گواہی مقبول ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک شخص مر گیا اور دو نابالغ لڑکے چھوڑے اور ہر لڑکے کا قیم علیحدہ ہے اور ایک قیم کے قبضہ میں ایک گھر ہے کہ اس کے زعم میں یہ گھر اس نابالغ کا ہے جو اس کی ولایت میں ہے اس پر دوسرے نابالغ کے قیم نے دعویٰ کیا کہ یہ دار جو تیرے قبضہ میں ہے اس کا آدھا اس نابالغ کا ہے جس کا میں قیم ہوں بسبب اس کے کہ یہ سب گھر دونوں نابالغوں کے باپ کا تھا وہ مر گیا اور دونوں کے واسطے میراث چھوڑا ہے پس تو آدھا میرے حوالہ کرتا کہ میں اپنے نابالغ کی طرف سے اس کی حفاظت کروں پس قیم مدعا علیہ نے گواہ پیش کیے کہ ان دونوں نابالغوں کے باپ نے اپنی زندگی میں اقرار کیا کہ یہ گھر سب اسی نابالغ کی ملک ہے جس کا میں متولی ہوں تو مدعی کا دعویٰ دفع ہو جائے گا پھر اگر مدعی قیم نے دفعیہ میں اس امر کے گواہ پیش کیے کہ تو نے اس سے پہلے آدھے گھر کا اپنے نابالغ کے واسطے بسبب میراث کے دعویٰ کیا تھا اور اب تمام گھر کا اُس کے واسطے اور وجہ سے دعویٰ کرتا ہے تو بسبب تناقص کے مدعا علیہ قیم کا دعویٰ دفع ہو جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔

نجم الدین نسفی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ چچازاد اولاد نے عصبہ ہونے کی جہت سے کسی میّت کی میراث کا دعویٰ کیا اور دادا تک نام بنام نسب ذکر کر کے اس کے گواہ پیش کیے اور نسب و میراث کے منکر نے اس امر کے گواہ پیش کیے کہ میّت کا دادا فلاں شخص ہے علاوہ اس کے جس کو مدعی نے ثابت کیا ہے تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر مدعی کی گواہی پر حکم قاضی ہو چکا ہے تو نافذ ہو جائے گا اور مدعی کی گواہی باطل نہ ہوگی اور نہ دعویٰ دفع ہوگا اور اگر حکم نہیں ہوا ہے تو بسبب تعارض کے قاضی کسی گواہی پر فیصلہ نہ کرے گا یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے میّت کی میراث کا دعویٰ کیا اور بیان کیا کہ مدعی میّت کے باپ کی طرف سے چچا کا بیٹا ہے اور جد اعلیٰ تک نام نسبی ذکر کیے پس مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ مدعی کا باپ اپنی زندگی میں کہتا تھا کہ میں فلاں شخص کا ماں کی طرف سے بھائی ہوں نہ باپ کی طرف سے تو مدعا علیہ کی گواہی مقبول نہ ہوگی لیکن اگر مدعا علیہ اس امر کے گواہ قائم کرے کہ کسی قاضی نے ماں کا نسب سوائے اُس شخص کے جس کو مدعی کہتا ہے دوسرے سے ثبوت کا حکم کیا ہے تو حکم اس کے برخلاف ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ ایک شخص نے کسی دار پر اپنے باپ سے ارث پہنچنے کی وجہ سے دعویٰ کیا پھر کسی قدر مال معین پر صلح کر لی پھر مدعا علیہ نے دعویٰ کیا کہ میرے بائع

[1] مترجم کہتا ہے کہ یہ دفعیہ صحیح اس وجہ سے ہوا کہ عورت مذکورہ نے مہر مسمّی کا دعویٰ کیا ۱۲ [2] یعنی میں اس کا مولیٰ ہوں تو حق ولایت مجھ کو حاصل ہے ۱۲

نے یہ گھر تیرے باپ سے خریدا ہے تو سماعت نہ ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔
ایک انگور کا باغ جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے اس پر دعویٰ کیا کہ یہ میری ماں کو میرے نانا سے میراث پہنچا ہے اور کہا کہ میرا نام محمد ہے اور میری ماں کا نام حرہ ہے اور اس کا باپ محمد بن الحارث بن سامع ہے پس مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ پہلے اس سے مدعی کہتا تھا کہ میں عائشہ بنت علی بن الحسین کا بیٹا ہوں تو شمس الاسلام اوز جندی ایسے مسائل میں یہ فتویٰ دیتے تھے کہ اس سے مدعی کا دعویٰ مندفع نہ ہوگا اور مدعا علیہ کی گواہی اس کے دعوے پر غیر مقبول ہوگی اور ان کے زمانہ کے بعض مشائخ نے ان کی تبعیت کی ہے اور ایسا ہی ظہیر الدین مرعینانی فتوے دیتے تھے اور یہی ہمارے نزدیک صواب ہے یہ فصول عمادیہ و محیط و ذخیرہ میں ہے اور علیٰ ہذا اگر کسی شخص نے دعویٰ کیا کہ میرے باپ علی بن قاسم بن محمد کا تجھ پر اس قدر مال تھا اور اس نے اس میں سے کچھ نہیں وصول کیا اور مر گیا اور جو کچھ تجھ پر تھا وہ سب مجھے میراث پہنچا اور مدعا علیہ نے کہا کہ تو جھوٹا ہے تیرے زعم میں قاسم کا باپ محمد ہے اور حقیقت میں قاسم کا باپ احمد ہے تو یہ مدعی کے دعوے کا دفعیہ نہ ہوگا اور اسی کو شمس الاسلام اور ان کے زمانہ کے بعض مشائخ نے اختیار کیا ہے اور یہ مسئلہ واقعہ فتویٰ ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے بھائی پر ایک گھر کے نسبت جو اس کے قبضہ میں ہے شرکت میراث پدری کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا اور کہا کہ میرے باپ کا اس گھر میں کچھ حق نہ تھا پھر مدعا علیہ نے دعویٰ کیا کہ میں نے یہ گھر اپنے باپ سے خریدا ہے یا یہ دعویٰ کیا کہ باپ نے یہ گھر میری ملک ہونے کا اقرار کیا ہے تو اس کا دعویٰ صحیح ہے اور گواہی مسموع ہے (یعنی مقبول ہے ۱۲) اور اگر کہا کہ یہ میرے باپ کا کبھی نہ تھا یا کبھی اس کا اس میں حق نہ تھا تو پھر اس کا دعویٰ کہ میں نے اپنے باپ سے خریدا ہے مسموع نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے ایک شخص کے مقبوضہ گھر پر دعویٰ کیا کہ یہ میرے باپ کی میراث ہے پس مدعا علیہ نے مدعی کے دعویٰ کے دفعیہ میں کہا کہ میں نے تیری نابالغی میں باطلاق قاضی اس کو خریدا ہے تو یہ دفعیہ صحیح ہے بشرطیکہ یہ ثابت ہو جائے کہ یہ بیع نابالغی کی ضرورت یا میّت کے قرض ادا کرنے کے واسطے تھی یہ محیط میں ہے۔
ایک گھر پر دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ میں نے تیری نابالغی میں یہ گھر تیرے وصی سے اس قدر داموں کو خریدا ہے اور وصی کا نام نہ لیا یا فلاں شخص نے تیری نابالغی میں باطلاق قاضی میرے ہاتھ فروخت کیا ہے اور قاضی کا نام نہ لیا تو اس کے دفعیہ ہونے میں مشائخ کا اختلاف ہے اور اگر قاضی یا وصی کا نام لے لیا تو بالاتفاق دفعیہ صحیح ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔
اگر مدعی نے میراث کے دعوے میں کہا کہ میرے سوائے اس کا کوئی وارث نہیں ہے اور مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا بھائی اور بہن موجود ہے اور تو نے کہا کہ میرے سوائے اس کا کوئی وارث نہیں ہے تو قاضی شمس الاسلام اوز جندی کا فتویٰ مقبول ہے کہ اگر مدعی نے اس کا اقرار کیا تو دعویٰ اور گواہی دونوں باطل ہوگئی اور اگر مدعا علیہ نے اس کو گواہوں سے ثابت کرنا چاہا تو گواہوں کی سماعت نہ ہوگی اور کتاب الجنایات میں مذکور ہے کہ سماعت ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے فتاویٰ رشید الدین میں مذکور ہے کہ ایک گھر پر اپنے باپ سے میراث پانے کی وجہ سے ملک کا دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے اور مدعا علیہ نے گواہ دیئے کہ تیرے باپ نے اپنی زندگی میں اقرار کیا تھا کہ یہ گھر میری یعنی مدعا علیہ کی ملک ہے تو اس دفعیہ کی سماعت نہ ہوگی پس اگر مدعی نے گواہ دیئے کہ تو نے اقرار کیا ہے کہ یہ گھر تیرے باپ کی ملک اور اس کا حق ہے تو اس دفعیہ کی بھی سماعت ہوگی اور دونوں دفعیہ جب معارض ٹھہرے تو میراث کی گواہی بلا معارض قبول ہوگی اور اگر مدعا علیہ نے مورث کے اقرار میں تاریخ کا ذکر کیا اور مدعی نے مدعا علیہ کے اقرار میں تاریخ کا ذکر نہیں کیا تو مدعی کی گواہی مقبول ہوگی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔
ایک شخص نے ایک محدود پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا کہ محدود مجھے اور میرے فلاں بھائی کو جو غائب ہے باپ

کہ ترکہ سے میراث پہنچی ہے پس مدعا علیہ نے مدعی کے دفعیہ میں کہا کہ تیرے مورث فلاں شخص نے اپنی زندگی میں اقرار کیا تھا کہ میری یعنی مدعا علیہ کی ملک ہے تو بعض نے کہا کہ یہ دفعیہ صحیح ہے اور یہی اصح ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

پھر اگر مدعی کا بھائی غائب آیا اور جو دفعیہ مدعا علیہ نے پیش کیا تھا اس کو اس طور سے دفع کیا کہ مدعا علیہ نے ہمارے بار کے مرنے کے بعد اقرار کیا کہ یہ شے محدود ہمارے باپ کا ترکہ ہے تو یہ مدعا علیہ کے دعوے کا دفعیہ ہے اور اگر مدعا علیہ نے ابتداء مورث کا اقرار اپنے ملک ہونے کا دعویٰ نہ کیا بلکہ یہ دعویٰ کیا کہ وارث نے یہ محدود میری ملک ہونے کا اقرار کیا ہے تو اس کے حکم میں بھی اختلاف ہے بعض مشائخ کے نزدیک یہ دفعیہ ہے اور بعضوں نے کہا کہ اس میں تفصیل ضرور ہے یعنی اگر یوں کہا کہ تو نے میر ملک ہونے کا اقرار کیا اور میں نے تیری تصدیق کی تو دفعیہ صحیح ہے اور اگر نہ کہا کہ میں نے تیری تصدیق کی تو دفعیہ صحیح نہیں ہے پھر اگر دوسرا بھائی غائب آیا اور دعویٰ کیا کہ مدعا علیہ نے ہمارے باپ کے مرنے کے بعد اقرار کیا کہ یہ شے محدود ہمارے باپ کا ترکہ ہے اس دفعیہ کی سماعت نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔

ایک عورت نے دعویٰ کیا کہ میں اس میت کی بیٹی ہوں مجھے اس کے ترکہ میں سے اس اس قدر پہنچتا ہے پس میت کے وارثوں نے کہا کہ تو جھوٹی ہے تو نے میت کے مرنے کے بعد اقرار کیا کہ (بندہ این مردہ بودم دے مرا آزاد کردہ است) تو دفعیہ نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک زمین ہے اس پر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ تو نے مجھ سے یہ زمین خرید ہے اور میں اس کی بیع اور سپرد کرنے پر مجبور کیا گیا تھا اور اس پر گواہ قائم کر کے زمین واپس لینی چاہی پس مدعا علیہ نے کہا کہ بات یہ تھی جو تو نے کہی لیکن جب یہ اکراہ و زبردستی دور ہو گئی تو تو نے یہ بیع میرے ہاتھ اس قدر داموں کو خوشی و رضامندی سے فروخت کردی اور اس پر گواہ قائم کیے تو قاضی مدعا علیہ کے گواہوں پر ڈگری کر دے گا اور مدعی کا دعویٰ دفع ہو جائے گا یہاں تک کہ وہ واپس نہیں کر سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے پر ایک زمین کا دعویٰ کیا کہ میں نے اس سے خریدی ہے اور آخر دعوے میں کہا کہ ایسا ہی مدعا علیہ نے میرے ہاتھ فروخت کرنے کا اقرار کیا ہے اور مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ میں اس اقرار بیع میں مجبور کیا گیا تھا تو یہ دفعیہ صحیح نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور ایسا ہی امام ظہیر الدین مرغینانی فتویٰ دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس میں احتمال ہے کہ خوشی سے اس نے بیع کی ہو اور بیع کے اقرار میں مجبور کیا گیا ہو اور مجبوری اگر بیع کے اقرار میں ہو تو اس سے خوشی سے بیع میں کچھ خلل نہیں آتا ہے حتیٰ کہ اگر اس نے بیع اور اقرار دونوں میں مجبور کیے جانے کے گواہ دیئے تو مقبول ہوں گے اور دفعیہ صحیح ہوگا یہ محیط میں ہے

اگر مجبوری سے بیع و سپرد کرنے کا دعویٰ کیا پس مشتری نے اس کے دفعیہ میں کہا کہ تو نے مجھ سے دام خوشی سے لے لیے یا ہبہ میں زبردستی و اکراہ کا دعویٰ کیا پس موہوب لہ[1] نے کہا کہ تو نے عوض ہبہ مجھ سے بخوشی لے لیا تو دفعیہ صحیح ہے کذا فی الذخیرہ مجمع النوازل میں ہے۔

شیخ الاسلام عطار بن حمزہ سغدی سے دریافت کیا گیا کہ ایک نے دوسرے پر یہ بات ثابت کی کہ تو نے خوشی سے میرے واسطے اس قدر مال میرے ملک ہونے کا اقرار کیا ہے اور مدعا علیہ نے اس کے دفعیہ میں گواہ دیئے کہ میں نے مجبوری سے اقرار کیا تھا تو شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہ دفعیہ صحیح ہے اور مجبوری کے گواہوں کا قبول ہونا اولیٰ ہے یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے پر قرض کا دعویٰ کیا پھر کہا کہ ایسا ہی مدعا علیہ نے اقرار کیا ہے اور مدعا علیہ نے کہا کہ میں نے مجبوری

---

[1] وہ شخص جس کے واسطے ہبہ کرنے والے نے کوئی چیز ہبہ کی ۱۲

ے اقرار کیا تو یہ دفعیہ صحیح ہے اور مجبور کرنے والے کا نام و نسب ذکر کرنا شرط نہیں ہے یہ خلاصہ میں ہے اگر خوشی سے اقرار کرنے کا دعویٰ یا اور مدعا علیہ نے گواہ دیئے کہ اس تاریخ میرا اقرار مجبوری سے تھا تو مدعا علیہ کی گواہی مقبول ہوگی اور اگر دونوں نے تاریخ نہ کہی یا کہی لر دونوں میں تفاوت ہے تو مدعی کی گواہی مقبول ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ناصری سے منقول ہے ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم کا وئی بسبب اس کے کہ اس نے فلاں شخص کی طرف اس کے حکم سے یا بلاحکم کفالت کی تھی دعویٰ کیا پھر اصیل آیا اور دعویٰ کیا کہ یہ مال ہ پر واجب نہیں ہے کیونکہ میں اس مال کے اقرار کرنے پر مجبور کیا گیا تھا تو اس دفعیہ کی سماعت نہ ہوگی لیکن اگر کفیل نے دعویٰ کیا کہ یل نے یہ مال ادا کر دیا یا مدعی نے اس کو بری کر دیا ہے تو یہ دفعیہ صحیح ہے یہ خلاصہ میں ہے۔

سئلہ مذکورہ کی بابت شیخ نجم الدین نسفی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ☆

ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ کی طرف سے ایک شخص نے کفالت کر لی پھر کفیل نے گواہ سنائے لہ جن ہزار درم کا مکفول عنہ[1] پر دعویٰ کیا تھا وہ شراب کے دام ہیں تو مقبول نہ ہوں گے اور اگر اس کے گواہ دیئے کہ مکفول لہ نے ایسا زار کیا ہے حالانکہ وہ انکار کرتا ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر طالب سے قسم لینی چاہے تو التفات نہ کیا جائے گا اور کفیل نے اگر ل ادا کر دیا پھر مکفول عنہ سے لینا چاہا اور طالب غائب ہے پس مکفول عنہ نے کہا کہ یہ مال قمار یا شراب کے دام یا مردار کے دام یا تند اس کے تھا اور کفیل پر اس کے گواہ قائم کرنے چاہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور کفیل کو مال ادا کر دینے کا حکم مطلوب کو دیا جائے گا ؛ر اس سے کہا جائے گا کہ اپنے خصم کو تلاش کر اور اس سے جھگڑا کر پس اگر طالب مذکور کفیل سے مال لینے سے پہلے حاضر ہوا اور قاضی کے سامنے اقرار کیا کہ یہ مال شراب کے دام یا اس کے مثل ہے تو کفیل و اصیل دونوں بری ہو جائیں گے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

اگر مدعا علیہ نے قرض کے دعویٰ میں کہا کہ میں دفعیہ پیش کروں گا پس قاضی نے کہا کہ دفعیہ تو ابراء سے ہوتا ہے یا ایفاء سے تو ں میں سے کس کا دعویٰ کرتا ہے اس نے کہا کہ دونوں کا تو شیخ نجم الدین نسفی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اس میں تناقض نہیں ہے شرطیکہ توفیق کی وجہ بیان کر دی اور وجہ توفیق کی یہ ہے کہ یوں کہے کہ تھوڑا میں نے ادا کیا اور تھوڑا اس نے مجھے معاف کر دیا یا یوں کہے کہ میں نے اس کو سب ادا کر دیا تھا پس یہ انکار کر گیا تو میں نے سفارش اٹھائی پس اس نے مجھے بری کر دیا یا یوں کہے کہ اس نے مجھے بری کر دیا تھا یا پھر انکار کر گیا تو میں نے اس کو ادا کر دیا اور بعض نے کہا کہ اس میں تناقض نہیں ہے دعویٰ باطل نہ ہوگا اگرچہ توفیق نہ بیان کرے کذا فی الذخیرہ۔

اگر عورت نے شوہر کے وارثوں پر مہر مسمیٰ کا دعویٰ کیا اور گواہ پیش کیے اور وارثوں نے اس کے دفعیہ میں کہا کہ تو نے اقرار کیا تھا کہ نکاح بلا تقرر مہر ہوا تھا اور مہر مثل واجب ہے اور اب تو مہر[2] مسمیٰ کا دعویٰ کرتی ہے ان دونوں میں تناقض ہے تو بعض مشائخ نے کہا کہ یہ دفع صحیح نہیں ہے اور یہی اصح ہے یہ محیط میں ہے۔

فتاویٰ رشید الدین میں ہے کہ شوہر کے وارثوں پر عورت نے مہر کا دعویٰ کیا اور وارثوں نے اصل نکاح سے انکار کے بعد خلع واقع ہونے کا دعویٰ کیا تو سماعت نہ ہوگی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا کچھ مجھ پر نہ تھا یا تیری کوئی چیز مجھ پر نہ تھی پس مدعی نے مال پر گواہ دیئے پھر مدعا علیہ نے ابراء یا ایفاء کا دعویٰ کیا تو سماعت ہوگی پس اگر اس کے گواہ دیئے تو ثبوت ہو جائے گا اور اگر یوں کہا کہ تیرا کبھی کچھ مجھ پر نہ تھا اور میں تجھے نہیں پہچانتا ہوں اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہے تو اس دفعیہ کی سماعت نہ ہوگی اور قدوری نے

---

[1] وہ شخص جس کی جانب سے کفیل ضامن ہوا ۱۲۔ [2] یعنی مہر بعدد معین مثلاً دس بیس یا سو پچاس وغیرہ ۱۲۔

ہمارے اصحاب سے روایت کیا کہ سماعت ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے پر قرض کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے اس سے انکار کیا پس مدعی نے گواہ قائم کیے کہ تو نے مجھ سے اس مال کے واسطے دس روز کی مہلت لی تھی اور یہ امر تیری طرف سے اس مال کا اقرار ہے اور مدعا علیہ نے کہا کہ تو نے بیس روز ہوئے کہ مجھے اس مال سے بری کر دیا ہے اور اس پر گواہ قائم کیے تو یہ دفعیہ نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے پر دس دینار کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے دفع کیا کہ اس نے کہا کہ (مرا جز سہ دینار درخواست نیست) تو اس دفعیہ کی سماعت نہ ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر سو درم کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ میں نے تجھے اس میں سے پچاس درم دے دیئے ہیں تو یہ دفعیہ نہ ہوگا جب تک گواہ گواہی نہ دیں کہ اس نے یہ پچاس درم دیئے ہیں یا ادا کر دیئے ہیں یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔

اگر مدعا علیہ نے کہا کہ جس مال کا تو مجھ پر دعویٰ کرتا ہے وہ مال قمار یا ثمن شراب ہے تو سماعت ہوگی اور اگر گواہ دیئے تو مقبول ہوں گے یہ خلاصہ میں ہے کسی دوسرے پر کسی قدر دیناروں یا درموں کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے ادا کر دینے کا دعویٰ کیا اور گواہ لایا کہ جنہوں نے یہ گواہی دی کہ اس مدعا علیہ نے مدعی کو اس قدر درم دیئے ہیں لیکن ہمیں نہیں معلوم کہ کس وجہ سے دیئے ہیں تو ہمارے بعض مشائخ سے روایت ہے کہ اس سے مدعی کا دعویٰ دفع ہوگا اور قاضی اس کو قبول کرے گا اور یہی اشبہ واقرب الی الصواب ہے یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ میں نے تجھے سمرقند کے بازار میں ادا کر دیئے ہیں اور جب اس سے گواہ طلب ہوئے تو اس نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں ہیں پھر بعد اس کے کہا کہ میں نے فلاں گاؤں میں ادا کیے ہیں اور اس کے گواہ سنائے تو مقبول ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے دفعیہ کیا کہ مدعی نے مجھے اس دعوے پر بری کیا ہے اور اس کے گواہ دیئے پھر مدعی نے دوبارہ دعویٰ کیا کہ اس نے میرے بری کر دینے کے بعد پھر مال کا اقرار کیا ہے تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر مدعا علیہ نے یوں کہا کہ تو نے مجھے اس دعوے سے بری کیا اور میں نے تیری براءت کرنے کو قبول کیا یا تصدیق کی تو پھر مدعی سے دفع الدین صحیح نہیں ہے یعنی دوبارہ مدعا علیہ کے اقرار کا دعویٰ صحیح نہیں ہے اور اگر مدعا علیہ نے یہ نہیں کہا کہ میں نے براءت قبول کر لی تھی تو مدعی سے دوبارہ دعویٰ صحیح ہے ظہیریہ میں لکھا ہے۔

ایک شخص پر گواہ پیش کیے کہ میں نے دس درم اس کو دیئے تھے اس نے کہا کہ اس واسطے دیئے تھے کہ میں فلاں شخص کو دے دوں پس میں نے فلاں شخص کو دے دیئے تو یہ دفعیہ صحیح ہے۔ یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر پچاس دینار کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے دفعیہ میں کہا کہ مدعی نے اقرار کیا ہے کہ مدعا علیہ نے ہر دینار کے عوض پچاس عدالی کے حساب سے عدالی دیئے لیکن میں نے خط بعوض دیناروں کے لے لیا تو دفعیہ صحیح ہے۔ اسی طرح اگر کہا کہ مجھے تو نے تمام دعوؤں سے فلاں سنہ میں بری کر دیا ہے تو بھی دفعیہ صحیح ہے یہ محیط میں ہے ایک ترکہ میں قرضہ کا دعویٰ کیا پس وارث نے کہا کہ اس نے کچھ ترکہ نہیں چھوڑا ہے پس مدعی برہان لایا کہ فلاں مال معین ترکہ کے اموال معینہ میں سے اس کے قبضہ میں ہے پس وارث نے برہان پیش کی کہ میرے باپ نے اس کو ایک شخص غائب کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے تو دفعیہ صحیح ہے اگرچہ مشتری کا نام ونسب ذکر نہ کیا ہو یہ وجیز کردری میں ہے۔

ایک شخص نے میت کے ترکہ میں دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے پھر جس پر گواہ قائم کیے تھے اس کے سوائے دوسرے وارث نے

مدعی سے بعض دعوے پر صلح کر لی مثلاً دعویٰ سو دینار کا تھا اور صلح بیس دینار پر ہوئی پھر جب بدل صلح[1] کا مطالبہ کیا تو اس نے کہا کہ میں گواہ دیتا ہوں کہ میرے مورث نے تجھے وہ مال ادا کر دیا ہے پس تیرا دعویٰ صحیح نہیں ہے باطل ہے پس اگر دفعیہ کا مدعی سوائے اس شخص کے ہے جس نے صلح ٹھہرائی تھی تو سماعت ہوگی اور اگر وہی ہے جس نے صلح کی تھی تو سماعت نہ ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک شخص وصی میت کو لایا اور دعویٰ کیا کہ میرے پچاس درم میت پر ہیں اور میت نے اپنی زندگی میں میرے پچاس درم قرض لازم ہونے کا اقرار کیا تھا پس وصی میت نے اس امر کے گواہ دیئے کہ مدعی نے اقرار کیا کہ میرے یہ پچاس درم میت پر اس سبب سے ہیں کہ میں نے اس کے ہاتھ اپنے سو درم جو کسی شخص ثالث پر تھے فروخت کیے تھے تو وصی کی برہان قبول ہوگی اور یہ دعویٰ مدعی کا دفعیہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ تیرے باپ نے میرے واسطے تہائی مال کی وصیت کی ہے اور مدعا علیہ نے اس سے انکار کیا پس مدعی نے اپنے دعوے پر گواہ دیئے پس مدعا علیہ نے دفعیہ میں کہا کہ میرے باپ نے اپنی زندگی میں اس وصیت سے رجوع کیا یا یوں کہا کہ میرے باپ نے اپنی زندگی میں کہا کہ میں نے ہر وصیت سے جو میں نے وصیت کی تھی رجوع کر لیا تو بعض مشائخ نے کہا کہ اس کی سماعت ہوگی اور یہی صحیح ہے اسی طرح اگر اس امر کے گواہ دیئے کہ میرے باپ نے زندگی میں اس وصیت سے انکار کیا ہے تو موافق روایت مبسوط کے یہ دفعیہ ہے اور جامع میں مذکور ہے کہ وصیت کا انکار کرنا وصیت سے رجوع کرنا نہیں ہوتا ہے پس بعض مشائخ نے کہا کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اور بعض نے کہا کہ جو جامع میں مذکور ہے وہ قیاس ہے اور روایت مبسوط کی استحسان ہے یہ محیط میں ہے۔

ترکہ میت میں اپنے نابالغ کے واسطے تہائی مال کی وصیت کا دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے پس قاضی نے میت کے وارثوں پر ڈگری کر دی پھر وارثوں نے بطریق دفع کے مدعی پر گواہ قائم کیے کہ اس نے حکم قاضی سے پہلے اقرار کیا ہے کہ میت پر اس قدر قرض ہے کہ تمام ترکہ کو گھیرے ہوئے ہے تو یہ دفعیہ صحیح ہے اور قاضی کا حکم و فرمان باطل ہو جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایک شخص نے اپنے لڑکے کے دو لڑکوں کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی اور ایک بالغ ہے اور دوسرا نابالغ اور دونوں کا باپ زندہ ہے پھر وصیت کرنے والا مر گیا پس نابالغ کے باپ نے وارث موصی پر دعویٰ کیا کہ میت نے اس کے واسطے وصیت کی ہے اور بالغ نے خود وصیت کا دعویٰ کیا اور وارث نے دونوں کی وصیت سے انکار کیا اور دونوں کے دعوے کے دفعیہ میں کہا کہ اس بالغ نے میت کے مرنے کے بعد اقرار کیا ہے کہ میت نے کچھ وصیت نہیں کی اسی طرح اس نابالغ کے باپ نے اقرار کیا ہے کہ میت نے میرے نابالغ کے واسطے کچھ وصیت نہیں کی تھی پس بعض نے فرمایا کہ یہ بالکل دفعیہ نہیں ہے اور یہی اظہر واشبہ بالفقہ ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر کسی چوپایہ پر بسبب نتاج کے دعویٰ کیا یعنی یہ میری ملک میں بچہ پیدا ہوا ہے پس مدعا علیہ نے دفعیہ میں کہا کہ تو جھوٹا ہے اس لیے کہ تو نے اقرار کیا کہ میں نے اس کو فلاں شخص سے خریدا ہے تو یہ دعویٰ مدعی کا دفعیہ ہے کذا فی الذخیرہ۔

ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ میں نے فلاں شخص سے فلاں محدود اجارہ طویلہ پر کرایہ لی اور اس پر قبضہ کر لیا اور حدود بیان کر دیئے اور بعد قبض کے مدعا علیہ کے ہاتھ بالمقطعہ اجارہ پر دی اور شرائط ذکر کیے اور اس سے مال اجارہ کی درخواست کی پس مستاجر مدعا علیہ نے دفع کیا کہ میں نے یہ محدود دوسرے سے بخیار خریدی ہے اور مدت گذرنے کی وجہ سے بیع نافذ ہوگئی اور اجرت ساقط ہوگئی تو کرایہ پر دینے والے کی غیبت میں یہ دفعیہ صحیح نہیں ہے یہی مختار ہے کذا فی الخلاصۃ۔

تاک انگور کے دعوے میں اگر مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ میں نے مدعی کو اس باغ میں کام کرنے کے واسطے مزدور کیا تھا تو

[1] وہ مال جس کے دینے پر صلح قرار پائی ہو ۱۲

دفعیہ صحیح ہے اور یہ مدعی کی طرف سے اقرار ہوگا کہ میری ملک یہ تاک نہیں ہے اسی طرح اگر اس امر کے گواہ قائم کیے کہ مدعی نے یہ گھر مجھ سے کرایہ لیا یا زمین کھیتی کے واسطے لی اور گواہ قائم کیے کہ اس نے کہا کہ (ایں خانہ را بمن اجارہ دہ تا بگیرم) یا اس نے کہا کہ (ایں زرر ا بمن بزرگری دہ) تو یہ دفعیہ ہوسکتا ہے اور یہ اس بات کا اقرار ہوگا کہ اس میں مدعی کی کچھ ملک نہیں ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے میری باندی کے پیٹ میں مارا ☆

ابن سماعہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھ سے اس قدر مال لے لیا ہے اور اس کو اس طرح بیان کیا کہ شناخت ہوگئی پس مدعا علیہ نے گواہ دیئے کہ مدعی نے اقرار کیا ہے کہ یہ مال مجھ سے فلاں شخص دوسرے نے یعنی سوائے مدعا علیہ کے کسی نے لے لیا ہے اور مدعی اس سے انکار کرتا ہے تو یہ دعویٰ مدعی کا ابطال نہیں ہے اور نہ اس کے گواہوں کا اکذاب ہے اور اگر مدعا علیہ نے اس امر کے گواہ دیئے کہ اس مدعی نے اقرار کیا ہے کہ فلاں وکیل مدعا علیہ نے تجھ سے یہ مال لیا ہے تو یہ دعویٰ مدعی کا ابطال اور اس کے گواہوں کا اکذاب ہے مشائخ نے فرمایا کہ مسئلہ میں وکیل سے مراد وہ وکیل ہے جو موکل صاحب قدرت کی طرف سے نہ ہو ورنہ اگر موکل صاحب قدرت ہے تو ضمان مال موکل پر آئے گی اور وہی مدعا علیہ ہے پس وکالت سے مراد امر ہے نہ حقیقت وکالت کذا فی الذخیرہ۔ ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے میری باندی کے پیٹ میں مارا اور وہ اس ضرب سے مر گئی پس مدعا علیہ نے دفعیہ میں کہا کہ وہ باندی بعد مارنے کے بازار کی طرف نکلی تھی تو دفعیہ صحیح نہیں ہے ہاں اگر یہ امر گواہوں سے ثابت کیا کہ بعد مارنے کے وہ صحت پاگئی تھی تو صحیح ہے اور اگر اس نے اس کے صحت پانے کے اور اس نے بعد ضرب کے مرجانے کے گواہ قائم کیے تو گواہان صحت کا قبول ہونا اولیٰ ہے کذا فی الخلاصہ۔

ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے میرے باپ کو لات ماری اور وہ اس سے مر گیا اور اس کے گواہ سنائے اور ضارب نے گواہ سنائے کہ وہ اس ضرب سے اچھا ہوگیا تھا تو یہ دعویٰ مدعی کا دفعیہ صحیح ہے اور بعض نے کہا کہ اس میں تفصیل ہونا واجب ہے یعنی اگر مدعی نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ اس نے ایک لات ماری اور اس لات کی ضرب سے وہ مر گیا اور گواہوں نے بھی ایسی ہی گواہی دی تو یہ دفعیہ مدعا علیہ کا صحیح ہے اور اگر اس نے یوں دعویٰ کیا کہ اس نے اس کو لات ماری اور لات کی ضرب سے وہ مر گیا تو یہ دفعیہ مدعا علیہ کا صحیح نہیں ہے اور اس پر ضمان (یعنی دیت جان ۱۲) بھرنے کا حکم کیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے میرا بیچ کا اوپر کا دانت توڑ دیا ہے پس مدعا علیہ نے دفع کیا کہ اس کا یہ دانت تھا ہی نہیں تو اس کی سماعت نہ ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔

ایک شخص کے قبضہ میں ایک معین مال ہے اس پر ایک شخص نے ملک[1] مطلق کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے یوں دفع کیا کہ یہ معین مال میری ملک ہے اور تو نے مجھ سے اس کو خریدا تھا پھر ہم نے بیع کا اقالہ کرلیا اور اب آج کے روز یہ میری ملک ہے اور اس پر گواہ قائم کیے تو یہ دفعیہ نہیں ہے کیونکہ مدعی نے ملک مطلق کا دعویٰ کیا ہے اور ایسی صورت میں مدعی کے گواہوں کی گواہی مقبول ہوتی ہے یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص ایک مملوک کو لایا اور کہا کہ یہ میری ملک ہے مگر اس نے تمرد اختیار کیا ہے اور مملوک نے کہا کہ میں فلاں غائب کی ملک ہوں تو منتقیٰ میں مذکور ہے کہ اگر غلام اپنے قول پر گواہ لایا تو اس کے اور مدعی کے درمیان خصومت نہ ہوگی اور اگر گواہ نہ لایا تو مدعی

[1] یعنی یوں کہا کہ یہ میری ملک ہے اور اس کے ساتھ ایسا لفظ نہ کہا کہ جس سے ظاہر ہو کہ اس کی ملک کس طرح پر ہے آیا بطور بیع کے یا ہبہ کے یا اور کسی طریقہ سے ۱۲

کے گواہوں کی سماعت ہوگی اوراس کی ڈگری ہو جائے گی پھر غائب آیا تو اس کو غلام لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی لیکن اگر اس نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا غلام ہے تو پہلے مدعی پر جس کی ڈگری ہو چکی ہے اس غائب کی ڈگری کردی جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میرا اس شخص پر سو من تلی کا تیل بسبب صحیح واجب ہے پس مدعا علیہ نے دفعیہ میں کہا کہ تو جھوٹا ہے میں نے تجھ کو اس تیل کے عوض میں ایک دینار سرخ کھرے سونے بخاری سکہ کا دیا ہے تو یہ دفعیہ نہ ہوگا جب تک کہ تیل واجب ہونے کا سبب معلوم نہ ہو کیونکہ جائز ہے کہ تیل بسبب سلم کے واجب ہوا ہو پھر جب اس کے عوض دینار دیا تو مسلم فیہ کا معاوضہ قبضہ سے پہلے کیا اور یہ جائز نہیں ہے اور اگر تیل بیع ہو اس طرح کہ یہ مقدار معین تیل خریدا ہو پس جب اس کے عوض دینار سونے کا دیا حالانکہ وہ بعینہ قائم ہے تو گویا بیع کو قبضہ سے پہلے فروخت کیا اور یہ بھی جائز نہیں ہے پس دفعیہ صحیح نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر تجھ کو فلاں وقت نفقہ نہ پہنچے تو تیرا کام ایک طلاق میں تیرے اختیار میں ہے یعنی ایک طلاق تو اپنے آپ کو دے سکتی ہے پھر شوہر نے کہا کہ میں نے اس وقت تک اس کو نفقہ پہنچایا ہے اس نے دفعیہ کیا کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ اس عورت کو نفقہ نہیں پہنچا تو سماعت ہوگی اور اگر عورت نے دفع کیا کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ میں نے نہیں دیا تو سماعت نہ ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔

فتاویٰ نسفی میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ میں نے تیرے پاس فلاں شے معین کہ جس کا نام و وصف یہ ہے اتنے کو رہن کی تھی اور درخواست کی کہ یہ شے معین حاضر کرے تاکہ میں قرض ادا کر کے اپنے مال کو لے لوں اور مدعا علیہ رہن رکھے اور رہن کرنے والوں سے انکار کرتا ہے پس مدعی دو گواہ رہن کے لایا اور مدعا علیہ دو گواہ لایا کہ انہوں نے گواہی دی کہ مدعی نے اس کے ہاتھ یہ شے معین اس قدر داموں کو فروخت کی اور دام وصول کر کے بیع اس کے سپرد کردی تو شیخ ؒ نے فرمایا کہ یہ دعویٰ مدعی کا دفعیہ ہے اور قابض کی گواہی پر حکم ہوگا کیونکہ وہ زیادہ مثبت ہے بسبب اس کے کہ خرید کرنا رہن سے زیادہ موکد ہے یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے کا چوپایہ لے لیا وہ اس کے قبضہ میں مرگیا پس چوپایہ کا مالک قاضی کے پاس آیا اور لینے والے پر دعویٰ کیا کہ اس نے میرا چوپایہ ناحق لے لیا اور وہ اس کے پاس مرگیا اور لینے والے نے دفع کیا کہ میں نے چوپایہ حق سے لیا کیونکہ وہ میری ملک تھا اور اس کے قبضہ میں ناحق تھا تو یہ دفعیہ صحیح ہے اور اگر چوپایہ مرا نہ ہو بلکہ قائم ہو اور مدعی نے مثل مذکور کے دعویٰ کیا اور لے لینے والے نے گواہ سنائے کہ میں نے اسے لے لیا اس واسطے کہ وہ میری ملک ہے تو گواہی مقبول ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایک عورت نے اپنے شوہر پر دعویٰ کیا کہ میں بسبب تین طلاق کے اس پر حرام ہوں اور اس کے گواہ پیش کیے پس شوہر نے دفع کیا کہ اس عورت نے خود اقرار کیا ہے کہ مجھے اس نے تین طلاق دیں اور میری عدت گذر گئی اور میں نے دوسرے خاوند سے نکاح کیا اور اس نے میرے ساتھ وطی کی پھر اس نے طلاق دی اور پھر میں نے اس کے ساتھ نکاح کیا ہے اور اب یہ میرے واسطے حلال ہے تو صحیح قول یہ ہے کہ اس طرح کا دفعیہ صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک عورت سے نکاح کا دعویٰ کیا اور گواہ سنائے اور عورت نے دفعیہ کے طور پر گواہ سنائے کہ میں نے اس سے خلع[1] کرا لیا تو یہ دفعیہ صحیح ہے اور اگر دونوں نے تاریخ نہ بیان کی یا ایک نے تاریخ نہ بیان کی ہو اور اگر دونوں نے تاریخ بیان کی پس اگر خلع کی تاریخ پیشتر ہو تو یہ دفعیہ صحیح نہیں ہے اور عورت کی گواہی رد کردی جائے گی اور اگر کسی عورت کے نکاح کا دعویٰ کیا اور وہ دعویٰ کرتی ہے کہ مدعی نے اقرار کیا ہے کہ یہ عورت مجھ پر حرام ہے تو دفعیہ صحیح ہے۔ اسی طرح اگر عورت نے نکاح کا دعویٰ کیا اور مرد نے خلع کے دعویٰ

[1] یعنی عورت نے مال دے کر طلاق کی درخواست کی اور شوہر نے منظور کر کے طلاق دے دی ۱۲

سے دفع کیا تو صحیح ہے۔ اگر کسی عورت سے نکاح کا دعویٰ کیا اور عورت نے دفع کیا کہ میں فلاں غائب کی منکوحہ ہوں تو یہ دفعیہ صحیح نہیں ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

اگر ایک عورت نے کسی مرد پر نکاح کا دعویٰ کیا اور مرد نے کہا کہ میرے تیرے درمیان نکاح نہیں پھر جب عورت نے نکاح کے گواہ قائم کیے تو مرد نے گواہ سنائے کہ مجھ سے اس نے خلع کرایا ہے پس اس کے گواہ مقبول ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

عورت نے نکاح کا دعویٰ کیا اور مرد نے اصل نکاح سے انکار کیا پھر عورت نے گواہ دیئے اور نکاح کا حکم ہو گیا پھر اس کے بعد مرد نے گواہ دیئے کہ اس نے خلع کرالیا ہے تو شیخؒ نے فرمایا کہ عورت کا دعویٰ دفع نہ ہوگا اس لیے کہ مرد کے کلام میں تناقض ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

قاضی نے شوہر پر نفقہ فرض کیا تو اس نے کہا کہ یہ عورت مجھ پر حرام تھی جس وقت کہ نفقہ فرض ہوا ہے تو یہ غیر مسموع ہے اور اگر مرد نے مہر پر خلع کا دعویٰ کیا اور نفقہ عدت کا دعویٰ ہوا تو مسموع ہے یہ خلاصہ میں ہے۔

ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور قبضہ کر لیا پھر ایک شخص نے ملک مطلق کے دعوے پر گواہ پیش کر کے استحقاق میں لے لیا تو مشتری اپنے بائع سے دام واپس کر سکتا ہے پھر قبل اس کے کہ قاضی دام واپس کر دینے کا حکم کرے بائع نے گواہ دیئے کہ یہ میرا ہے تو بائع کا دعویٰ مسموع نہ ہوگا اور اگر بائع نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ میں نے مستحق سے خرید کر پھر مشتری کے ہاتھ فروخت کیا یا اس امر کے کہ یہ غلام میری ملک ہیں پیدا ہوا ہے تو لحاظ کیا جائے گا اگر مستحق پر گواہ قائم کئے تو مقبول ہوں گے اور حکم قاضی جو مستحق کے واسطے ہو چکا ہے باطل ہو جائے گا اور اگر مشتری پر قائم کیے ہیں پس اگر اس وقت قائم کیے کہ جب قاضی نے مشتری کے واسطے ثمن کی ڈگری کر دی ہے تو یہ گواہی بائع کی مقبول نہ ہوگی اور اگر اس وقت قائم کیے کہ مشتری نے بائع سے دام لے لیے مگر قاضی نے حکم نہیں دیا ہے تو یہ گواہی مقبول ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر غیر مجلس قاضی میں اقرار کیا کہ یہ شے معین میری ملک ہے بسبب اس کے کہ میں نے فلاں شخص سے خریدی ہے پھر قاضی کے پاس ملک مطلق کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے دفع کیا کہ اس نے ایک بار اقرار کیا ہے کہ میں نے اس کو فلاں شخص سے خریدا ہے تو دفعیہ صحیح ہے پس اگر گواہوں سے یہ امر قاضی کے نزدیک ثابت کر دے تو مدعی کا دعویٰ دفع ہو جائے گا یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے قاضی کے سامنے ایک شے معین کا دعویٰ ایسے سبب سے کیا کہ جس کو وہ ثابت نہ کر سکا پھر مدعا علیہ نے یہ شے فروخت کر کے مشتری کے سپرد کر دی پھر ایک زمانہ کے بعد مدعی نے اسی شے معین کا دعویٰ مشتری پر اُسی قاضی کے یا دوسرے قاضی کے سامنے ملک مطلق کے ساتھ کیا پس مشتری نے دفعیہ کیا کہ تو نے میرے بائع پر اس شے معین کا دعویٰ بسبب خرید کے کیا تھا اور اب ملک مطلق کا دعویٰ کرتا ہے تو یہ دفعیہ صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے پر ایک شے معین کا دعویٰ بسبب ملک مطلق کے کیا اور مدعا علیہ نے اس کے دفعیہ میں کہا کہ تو نے اس شے معین کا دعویٰ اس سے پہلے سبب کے ساتھ کیا تھا اور اب ملک مطلق کا دعویٰ کرتا ہے پس مدعی نے کہا کہ اب بھی میں اسی سبب کے ساتھ دعویٰ کرتا ہوں اور ملک مطلق کے دعوے کو ترک کرتا ہوں تو دوبارہ اس کا دعویٰ مسموع ہوگا اور مدعا علیہ کا دفعیہ دور ہو جائے گا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ شفعہ کے دعوے میں اگر مشتری نے گواہ سنائے کہ جس ملک کی وجہ سے مدعی شفعہ کا دعویٰ کرتا ہے وہ فلاں شخص کی ملک ہے تو سماعت نہ ہوگی اور اگر اس امر کے گواہ سنائے کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ فلاں شخص کی ملک ہے پس سماعت ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔

ایک شخص نے ایک گھر پر دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہے اور مدعا علیہ کے مورث[1] نے ناحق اس پر اپنا قبضہ کیا پھر مر گیا اور اپنے اس وارث مدعا علیہ کے قبضہ میں چھوڑ گیا اور اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے پھر مدعا علیہ نے گواہ سنائے کہ میرے مورث فلاں نے اس مدعی سے یہ گھر اس قدر داموں کو قطعی بیع کے ساتھ خرید اتھا اور باہم قبضہ ہو گیا تھا پھر وہ مر گیا اور مجھے میراث ملا ہے پھر مدعی نے اس کا یوں دفعیہ کیا کہ مورث مدعا علیہ نے اقرار کیا تھا کہ میرے اور مدعی کے درمیان جو بیع ہوئی تھی وہ بیع وفائی تھی جب دام واپس کرے تو بیع واپس دینی چاہئے اور اس کے گواہ قائم کیے تو امام اجل ظہیر الدین نے فرمایا کہ اس دفعیہ کی سماعت نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

مول مانگنے یا ہبہ یا ودیعت یا اجارہ مانگنے پر اقدام کرنا باتفاق الروایات اس امر کا اقرار ہے کہ اس میں اس کی ملک نہیں ☆

بائع سے ہبہ مانگنا یا مول مانگنا اصح قول کے موافق بائع کی ملک کا اقرار ہے اور زیادات میں لکھا ہے کہ اقرار نہیں ہے اور یہی صحیح ہے کذا فی خزانۃ المفتین زیادات قاضی علاء الدین میں ہے کہ روایت جامع کی صحیح ہے اور مول مانگنے یا ہبہ یا ودیعت یا اجارہ مانگنے پر اقدام کرنا باتفاق الروایات اس امر کا اقرار ہے کہ اس میں اس کی ملک نہیں ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک شے معین جو کسی کے قبضہ میں ہے اس پر دعویٰ کیا کہ یہ میری ہے اور قابض نے میرے واسطے اس کا اقرار کیا ہے پھر مدعا علیہ نے گواہ دیئے کہ اس نے مجھ سے یہی شے معین ہبہ میں طلب کی تھی تو یہ دفعیہ دعویٰ مدعی کا ہوگا کذا فی المحیط اور جامع میں مذکور ہے کہ اگر مشہود علیہ نے گواہ سنائے کہ مدعی نے دعویٰ سے پہلے یہ شے مجھ سے خریدنے کے طور پر چکائی تھی تو گواہ مقبول ہوں گے اور مدعی کی گواہی باطل ہو جائے گی کیونکہ اس طرح چکانا بائع کی ملک کا اقرار ہے کہ میری اس میں ملکیت نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر مدعی نے اس طرح توفیق دینی چاہی کہ یہ شے میری ملک تھی لیکن اس نے اس پر قبضہ کر لیا اور مجھے نہ دی پس میں نے اس سے خریدنے کے واسطے چکائی تو اس کی سماعت نہ ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر مدعی نے مدعا علیہ کے اس طرح گواہ قائم کرنے کے بعد یوں گواہ قائم کیے کہ قابض نے مدعی سے یہ چیز مول لے لینے کے واسطے چکائی تھی تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور پہلا دفعیہ باطل ہو جائے گا کیونکہ جامع کی روایت میں چکانا اس شخص کے ملک کا اقرار ہوتا ہے جس سے چکائے پس مدعی نے اس دفعیہ میں یہ دعویٰ کیا کہ مدعا علیہ قابض نے اقرار کیا ہے کہ یہ مدعی کی ملک ہے اور تناقص تصدیق خصم کی وجہ سے باطل ہو گیا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک نے ایسے اقرار کی تاریخ لکھی ہو اور اگر نہ لکھی ہو تو بھی ہر ایک کا اقرار دوسرے کے اقرار سے مندفع ہوگا پس مدعی کی گواہی ملک مطلق پر باقی رہ گئی اور اس روایت کے موافق جس میں چکانا اس امر کا اقرار ہے کہ اس میں میری ملک نہیں ہے تو بھی دفع صحیح ہے کیونکہ قابض کا اقرار ہوا کہ میری ملک نہیں ہے اور کوئی اپنی ملک کا مدعی نہیں ہے پس مدعی کی ملک کا اقرار ہوا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ غیر مدعا علیہ سے مول مانگنا اس باب میں کہ یہ مدعی کا اقرار ہے کہ میری ملک نہیں ہے مدعا علیہ سے مول مانگنے کی نظیر ہے حتیٰ کہ اگر مدعا علیہ نے گواہ دیئے کہ مدعی نے اس کو فلاں شخص سے مول مانگا تھا تو دفعیہ ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک کپڑا استعار لیا پھر دعویٰ کیا کہ میری نابالغ بیٹی کا ہے تو امالی میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مذکور ہے کہ دعوے کی سماعت ہوگی اور گواہی مقبول ہوگی اور مؤلف کہتا ہے کہ یہ اس روایت کے موافق ہے کہ مستعار لینا جس سے لیا ہے اس کی ملک کا اقرار نہیں ہوتا ہے صرف اس امر کا اقرار ہوتا ہے کہ لینے والے کی ملک نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص کے مقبوضہ نخل پر دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے دفعیہ میں کہا کہ اس نے اس درخت کے پھل خریدنا چاہے تھے تو یہ دفعیہ نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

[1] میراث چھوڑنے والا مراد اس سے جحت ہے کہ میراث چھوڑتا ہے

عقار کے دعوے میں اگر مدعا علیہ نے ایک یا دو بار انکار کیا پھر کہا کہ یہ زمین جو میرے قبضہ میں ہے اس کی یہ حدیں نہ ہیں تو یہ دفعیہ صحیح نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایک شخص کے مقبوضہ محدود پر دعویٰ کیا اور اس کی حدود بیان کر دیں پس مدعا علیہ نے کہا (ایں محدود کہ مدعی دعویٰ میکند با حدود ملک من است وحق من است) پھر مدعی نے دوسری مجلس میں بعینہٖ ان حدود کے ساتھ دوبارہ دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا (حدود خطا کردہ وایں محدود کہ در دست من است بایں حدود نیست کہ دعویٰ کردہ) پھر مدعی نے تیسری بار تیسری مجلس میں دعویٰ کیا پ مدعا علیہ نے کہا (آں محدود کہ تو دعویٰ میکنی بفلاں فروختہ بودی پیش از انکہ دعویٰ میکردی ومن از اں فلاں خریدہ ام) پس بعض نے کہ یہ قول دعویٰ مدعی کا دفعیہ نہیں ہے اور اس کا تیسر قول اس کے دوسرے قول سے ٹوٹتا ہے اور دوسرا کلام اس کا تیسرے کلام توڑنے کے واسطے معتبر ہے اگر چہ دعویٰ مدعی کے دفع کے واسطے معتبر نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔

ایک گھوڑا استعار لیا اور وہ مستعیر کے نیچے مر گیا اور اس کے مالک نے عاریت دینے سے انکار کیا اور مستعیر نے مال دے صلح کر لی تو جائز ہے پھر اگر مستعیر نے اس کے بعد عاریت دینے کے گواہ سنائے تو مقبول ہوں گے اور صلح باطل ہو جائے گی اور اگر ا نے عاریت دینے والے سے قسم لینا چاہی تو اس کو اختیار ہے اور منتقی میں چند مسائل مذکور ہیں کہ جو عدم قبول گواہی پر دلالت کر ہیں از انجملہ یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے مقبوضہ دار پر اپنے باپ سے میراث پہنچنے کا دعویٰ کیا پھر کسی قدر مال پر صلح کر لی مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ میں نے یہ گھر مدعی کے باپ سے اس کی زندگی میں خریدا ہے یا اس امر کے گواہ دیئے کہ اس کے باپ فلاں شخص نے خریدا ہے اور میں نے اس فلاں شخص سے خریدا ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور منتقی میں ہے کہ اگر مدعا علیہ نے کپڑے کے دعوے سے دس درم دے کر صلح کر لی پھر گواہ لایا کہ مدعی نے اقرار کیا ہے کہ میرا اس کپڑے میں کچھ حق نہی ہے پس اگر گواہوں نے صلح سے پہلے اس کے اس اقرار کی گواہی دی تو گواہی باطل اور صلح جائز ہے اور اگر مدعا علیہ کے گواہوں نے ب صلح کے اس کا یہ اقرار بیان کیا کہ میرا کپڑے میں کچھ حق نہ تھا تو صلح باطل ہوگی پس اگر قاضی کو یہ بات معلوم ہو کہ اس شخص نے میر پاس اقرار کیا تھا صلح سے پہلے کہ یہ کپڑا میرا نہیں ہے تو صلح باطل ہے اور قاضی کا علم اس مقام پر بمنزلہ صلح کے بعد اس کے اقرار کر کے ہے بشرطیکہ دعویٰ ملک واحد سے ہو اگر مثلاً قاضی کے پاس اقرار کیا کہ یہ کپڑا ہرگز میرا نہ تھا اور نہ میں نے اپنے باپ سے میرا پایا پھر بعد اس کے آیا اور اپنے باپ سے میراث پانے کا اقرار کیا اور دعویٰ سوائے وراثت کے کسی طرح ملک کا کیا تو قاضی اس اقر کی وجہ سے صلح باطل نہ کرے گا یہ خلاصہ میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ ہرگز تیرے مجھ پر ہزار درم نہ تھے اور تو نے مجھ پر ہز درم کا دعویٰ کیا تھا پس میں نے تجھے کل کے روز دے دیئے پس مدعی نے کہا کہ تجھ پر میرے ہزار درم ہیں اور میں نے کچھ وصول نہیں پس اس کے دعوے سے پانچ سو درم پر صلح کر لی پھر مدعا علیہ نے اس کے بعد گواہ قائم کیے انہوں نے گواہی دی کہ ہم نے دیکھا مدعا علیہ نے کل کے روز مدعی کو ہزار درم دیئے تو گواہی پر التفات نہ کیا جائے گا کیونکہ صلح جو واقع ہوئی وہ قسم کا فدیہ ہے اور اگر مدعا عا نے مدعی سے وقت دعویٰ کے کہا کہ تو نے سچ کہا کہ تیرے ہزار درم مجھ پر تھے لیکن میں نے تجھے کل کے روز ادا کر دیئے پس مدعی نے کہ تو نے کچھ نہیں ادا کیا ہے پس مدعا علیہ نے ہزار درم اس کو دے دیئے یا ہزار سے پانچ سو درم پر صلح کر لی پھر مدعا علیہ نے گواہ د کہ انہوں نے گواہی دی کہ اس نے ہزار درم کل اس کو دیئے ہیں تو گواہی جائز ہے اور صلح باطل ہو گئی اور مدعی نے جو دوبارہ لیا ہے

---

۱ اراضی وزمین پر اس کا اطلاق ہوتا ہے ۱۲

واپس دیوے کیونکہ اس صورت میں جب صلح سے پہلے ادا کرنے کا دعویٰ کیا تو قسم مدعی پر آئے گی اور صلح مدعی کی طرف سے قسم کا فدیہ نہ تھی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ہر مال وصول کرنے کے وکیل نے اگر گواہی سے وکالت ثابت کی اور قاضی نے وکالت کا حکم دے دیا پھر مطلوب نے دعویٰ کیا کہ طالب اس وکیل کے دعویٰ کرنے سے پہلے مر گیا اور یہ وصول نہیں کر سکتا ہے تو یہ دفعیہ صحیح ہے اگر گواہ قائم ہوں تو دعویٰ مدعی مندفع ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ فلاں بن فلاں کا تیرے پاس اس قدر مال ہے اور وہ نابالغ ہے اور قاضی نے فلاں بن فلاں کو اس لڑکے کا وصی مقرر کیا ہے اور وہ لڑکا اسی قاضی کی ولایت میں ہے پھر اس وصی نے مجھے تجھ سے نابالغ کا مال وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا ہے اور وہ مال اس قدر ہے اور قاضی نے مدعی کے وکیل ہونے کا بشرائط حکم دے دیا اور مدعی نے مال وصول کر لیا پھر اس کے بعد مدعا علیہ نے ایک روز اسی وکیل پر دعویٰ کیا کہ وہ لڑکا اب بالغ ہو گیا اور اس نے مجھے وکیل کیا ہے کہ میں تجھ سے وہ مال وصول کروں جو تو نے وصول کیا ہے پس اس وکیل نے کہا کہ میں نے وہ مال وصی کے پاس بھیج دیا تو بعض نے فرمایا کہ اس کی تصدیق نہ کی جائے گی یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص کے قبضہ سے ایک دکان گواہوں سے استحقاق ثابت کر کے لے لی گئی اور مشتری نے اپنے بائع سے گواہ پیش کر کے اپنے دام لے لیے پھر بائع نے اس کے اور مستحق[1] کے سامنے گواہ پیش کیے کہ مستحق نے اقرار کیا ہے کہ یہ دکان بائع کے باپ کی ہے وہ مر گیا ہے اور بائع کے واسطے میراث چھوڑی کہ اس کے سوائے اس کا کوئی وارث نہیں ہے اور اس کے باپ نے اپنی زندگی و صحت میں کہا کہ یہ تمام دکان بسبب صحیح میری ملک ہے اور مستحق نے اقرار کیا کہ میرے قبضہ میں اجارہ کی وجہ سے ہے کچھ میری ملک اس میں نہیں ہے اور میں نے (بائع ۱۲) تیرے اقرار کی تصدیق کی تھی پھر میں نے اس مشتری کے ہاتھ اس کو فروخت کر دیا اور حکم قاضی مستحق کے واسطے باطل واقع ہوا ہے تو یہ دفعیہ صحیح ہے اور اگر بائع نے یہ نہ کہا بلکہ یوں کہا کہ مدعی نے دکان پر دعویٰ کرنے سے پہلے کہا تھا کہ یہ دکان جو فلاں کے قبضہ میں ہے فلاں بن فلاں کی ملک ہے اور اب تو دکان پر اپنی ملک کا دعویٰ کرتا ہے اور یہ تناقض ہے تو یہ دفعیہ صحیح ہے کذا فی الذخیرہ بائع نے مشتری سے دام طلب کیے اس نے کہا کہ تیرا دعویٰ جھوٹا ہے کیونکہ تو نے آزاد کو فروخت کیا ہے کیونکہ تو نے قسم کھائی تھی کہ جب میں کوئی غلام خریدوں تو وہ آزاد ہے پھر تو نے قسم کے بعد یہ غلام خریدا پس وہ آزاد ہے حالانکہ تو نے میرے ہاتھ فروخت کیا پس اگر گواہوں سے ثابت ہو تو یہ دفعیہ صحیح ہے اسی طرح اگر یوں کہا کہ تو نے یوں قسم کھائی تھی کہ ہر غلام کہ جو میں خریدوں پس وہ آزاد ہے پھر تو نے قسم کے بعد یہ غلام خریدا اور وہ آزاد ہو گیا پھر تو نے میرے ہاتھ فروخت کیا اسی طرح اگر کہا کہ تو نے اس غلام کو میرے ہاتھ فروخت کرنے سے پہلے آزاد کر دیا ہے تو بھی دفعیہ صحیح ہے اور پچھلی صورت کو زیادات میں بلا ذکر خلاف بیان کیا ہے اور دوسرے مقام پر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا کہ بائع پر مشتری کی یہ گواہی مقبول نہ ہوگی یہاں تک کہ بائع سے ثمن واپس نہیں لے سکتا ہے لیکن غلام مشتری کے اس اقرار کی وجہ سے اس کی طرف سے آزاد ہو جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

---

[1] اپنا حق بیان کرنے والا حق دار ۱۲

ساتواں باب ☆

ان صورتوں کے بیان میں جو مدعا علیہ کی طرف سے جواب شمار ہوتی ہیں اور جو نہیں ہوتی ہیں

ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ زمین میری ملک ہے پس مدعا علیہ نے جواب دیا کہ (تامل کنم ونگاہ کنم) تو یہ جواب نہیں ہے قاضی اس کو جواب دہی پر مجبور کرے گا کذانی المحیط اور اگر کہا کہ بینم یا کہا کہ مرا علم نیست یا کہا کہ نہیں جانتا ہوں کہ میری ملک ہے یا نہیں یا ندانم ایں مدعی بہ حق من است ترا اوروی حق نیست یہ سب جواب نہیں ہیں کذانی الخلاصہ اور اگر کہا کہ نہیں جانتا ہوں کہ یہ چیز ملک اس مدعی کی ہے تو یہ جواب نہیں ہے قاضی اس کو جواب دہی پر مجبور کرے گا اگر اس نے جواب نہ دیا تو اس کو منکر قرار دے گا اور اس پر گواہی کی سماعت کرے گا کذانی المحیط اور اگر مدعا علیہ نے کہا کہ ایں محدود مرا بتو سپردنی نیست یا کہا بتو تسلیم کردنی نیست پس بعض مشائخ کے نزدیک یہ جواب ہے اور یہی اصح ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

عقار کے دعوے کی بابت ایک بیان ☆

ایک زمین جو دو شخصوں کے قبضہ میں ہے اس کا دعویٰ کیا پس دونوں نے کہا (دو تیراز سہ تیراز یں ضرع[1] ملک ماست ودر دست ماست ویک تیر املک فلاں غائب ست ودر دست ما امانت است) پس یہ جواب تام ہے لیکن غائب کے حصہ کی خصومت اس سے دفع نہ ہوگی جب تک کہ ودیعت پر گواہی قائم نہ کریں جیسا کہ معلوم ہوا یہ محیط میں ہے۔

عقار کے دعوے میں ہے اگر کہا کہ یہ محدود میری ملک ہے اور یہ نہ کہا کہ مدعا علیہ کے قبضہ میں ناحق ہے تو مدعا علیہ کو جواب دینا لازم نہیں ہے اور اگر کہا کہ میری ملک ہے اور مدعا علیہ کے قبضہ میں مدعی کی ملک اسی کے واسطے ہے پس مدعا علیہ نے جواب دیا کہ ایں محدود ملک تو نیست پس اس کی دو صورتیں ہیں یا یوں کہا کہ در دست من است وملک تو نیست تو یہ جواب ہے اور اگر یہ نہ کہا کہ در دست من است تو بعض نے کہا کہ یہ جواب ہے اور یہی اشبہ بالفقہ ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایک شخص کے مقبوضہ دار پر دعویٰ کیا کہ میری ملک ہے مجھ سے اس قابض نے غصب کر لیا ہے پس قابض نے کہا کہ (جملگی ایں خانہ در دست من است بسبب شرعی ومرا ایں مدعی سپردنی نیست) تو یہ جواب انکار غصب کے حق میں پورا ہے اور حق ملک میں پورا نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔

ایک منزل پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ عرصہ ملک من ست تو یہ جواب نہ ہوگا جب تک یہ نہ کہے کہ ایں عرصہ من است اسی طرح اگر گواہوں نے کہا کہ عرصہ اس کی ملک ہے تو یہ کافی نہیں ہے جب تک یوں نہ کہیں کہ یہ عرصہ اس کی ملک ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک شخص نے ایک دار پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ یہ میرا دار ہے پھر کہا یہ وقف ہے تو یہ جواب تام ہے مدعا علیہ کی گواہی مقبول ہوگی اسی طرح اگر ابتداء میں کہا کہ یہ دار وقف ہے اور میرے قبضہ میں بولی کے طور پر ہے تو بھی جواب پورا ہے یہ محیط میں ہے۔

قرض کے دعوے میں اگر مدعا علیہ نے کہا کہ مرا بتو چیزی وادنی نیست پس بعض مشائخ کے نزدیک یہ جواب ہے اور یہی

---

[1] زمین واراضی کو کہتے ہیں ۱۲

اشبہ بالفقہ ہے اور اگر قرض کے دعوے میں جواب دیا کہ (مرا علم نیست مرا خبر نیست) یہ جواب نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر بیع یا کسی ایسے سبب سے قرضہ کا دعویٰ کیا اور جواب میں مدعا علیہ نے کہا کہ مرا ایں مبلغ بدیں سبب دادنی نیست تو بعض نے کہا کہ یہ جواب نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ یہ اصل قرض کا انکار ہے پس وہ اصل قرض کے باب میں خصم قرار پائے گا یہ محیط میں ہے۔ اگر رب المال[1] کے وارث نے مضارب[2] پر قاضی کے پاس دعویٰ کیا پس مضارب نے جواب دیا کہ مرا بدین دعویٰ کہ دے میکند بوی و بموکلاں دے چیزے دادنی نیست تو یہ جواب کافی ہے اور قاضی کو اس پر بیان کے واسطے جبر کرنے کا اختیار نہیں ہے پس اگر وارثوں نے گواہ قائم کیے کہ ہمارے مورث نے اس کو اس قدر مال مضاربت دیا ہے اور اس نے قبضہ کیا ہے تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا اسی طرح ہر امین کا حال ہے مثل مستودع و مستعیر و مستاجر و وکیل و مستبضع کے لیکن اس وقت ایسا نہ ہوگا کہ جب ایسی چیز کا دعویٰ کرے کہ امین پر اس کی ضمان واجب ہوگئی ہے یہ ملتقط میں ہے۔

ایک شخص نے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا اس نے کہا کہ من زن ایں مدعی نیم پس اگر عورت نے اس مدعی کی طرف اشارہ کیا تو جواب ہے ورنہ نہیں اور بعض نے کہا کہ جواب ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔

ایک شخص نے دس دینار اپنی بیٹی کے مہر معجل کا دعویٰ کیا پس شوہر نے کہا کہ انچہ بودہ است دادم تو یہ جواب نہیں ہے کیونکہ مدعی نے مقدار معین کا دعویٰ کیا ہے لیکن قاضی کو شوہر سے کہنا چاہئے کہ جس قدر تو نے ادا کیا ہے اس کے گواہ لا پس جب گواہ لائے گا تو مقدار بیان کرنے کی ضرورت ہوگی تا کہ گواہی صحیح ہو اسی طرح اگر بیع کے دام کا دعویٰ کیا پس مشتری نے کہا انچہ بودہ است دادم تو اس کا بھی یہی حکم ہے کذا فی الفصول العمادیہ۔

آٹھواں باب ☆

ان امور کے بیان میں جن سے دعوے میں تناقض پیدا ہوتا ہے اور جن سے نہیں ہوتا ہے

اگر حاکم کے نزدیک مدعی کی طرف سے دو قول متعارض متناقض ثابت ہوئے تو دعوے کی سماعت ممنوع ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

تناقض کی وجہ سے جس طرح اپنے واسطے دعویٰ صحیح نہیں رہتا ہے اسی طرح غیر کے واسطے بھی صحیح نہیں ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کسی نے کوئی مال معین زید کے واسطے ہونے کا اقرار کر دیا پھر جس طرح اپنی ملک ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا ہے اسی طرح عمرو کے واسطے وکالت وغیرہ کے وسیلہ سے دعویٰ نہیں کر سکتا ہے اور یہ اس وقت ہے کہ اس شخص سے کوئی ایسا قول پایا جائے جس سے زید کی ملکیت اس شے پر ثابت ہوتی ہے اور اگر اس نے زید کو تمام دعوؤں سے بری کیا پھر عمرو کی طرف سے وکالت یا وصایت کی وجہ سے دعویٰ کیا تو سماعت ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

ایک شخص کے مقبوضہ مال معین پر اپنی ملک کا دعویٰ کیا پھر اس کے بعد دعویٰ کیا کہ یہ فلاں شخص کا ہے اس نے مجھے اس مال کی خصومت کے واسطے وکیل کیا ہے اور اس پر گواہ قائم کیے تو مقبول ہوں گے اور تناقض نہیں ہے اور اگر پہلے دعویٰ کیا کہ یہ چیز فلاں شخص کی ملک ہے اس نے مجھے اس کی خصومت کے واسطے وکیل کیا ہے پھر دعویٰ کیا کہ یہ میری ہے اور اس کے گواہ قائم کیے تو تناقض ہوگا اور گواہی مقبول نہ ہوگی لیکن اگر توفیق دے اور کہے کہ یہ پہلے فلاں شخص کی تھی کہ اس نے مجھے وکیل خصومت کیا پھر میں نے اس سے

---

[1] وہ شخص جو اصل مال کا مالک ہو ۱۲ [2] مالک مال کا شریک تجارت

خرید لی اور اس امر کے گواہ قائم کیے تو مقبول ہوں گے یہ ظہیریہ میں ہے۔

دعویٰ کیا کہ یہ شے فلاں شخص کی ملک ہے اس نے مجھے خصومت کے واسطے وکیل کیا ہے پھر دعویٰ کیا کہ یہ دوسرے فلاں شخ کی ہے اس نے مجھے وکیل خصومت مقرر کیا ہے تو دعویٰ مقبول نہ ہوگا لیکن جب کہ توفیق دے اور کہے کہ یہ فلاں شخص کی پہلے تھی اس نے مجھے وکیل خصومت کا کیا تھا پھر اس نے دوسرے کے ہاتھ بیچی اس نے بھی مجھے اسی واسطے وکیل کیا اور تدارک اس طرح ممکن ہے مجلس سے غائب ہوا پھر ایک مدت کے بعد آیا اور اس امر پر برہان پیش کی چنانچہ حصیری نے اس کو صریح صاف بیان کیا ہے کہ الجامع کذافی الوجیز الکردری اور دین اس باب میں مثل مال عین کے ہے کذافی الظہیریہ۔ وکیل خصومت نے اگر غیر مجلس قضاء اپنے موکل کی طرف سے یہ اقرار کر دیا کہ اس نے قرضہ وصول کر لیا اور اس کا کچھ حق اس شخص پر نہیں ہے پھر اس شخص پر اپنے موکل قرض کا دعویٰ کیا تو مقبول نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر وصی نے نابالغ کے بالغ ہونے پر مال اس کے سپرد کر دیا پس اس بالغ نے اپنے اوپر گواہ کر دیئے کہ میں نے جو کچھ شخص کے قبضہ میں میرے والد کا ترکہ تھا سب وصول کر لیا اور اس کے قبضہ میں ترکہ والد سے کچھ قلیل و کثیر باقی نہیں رہا بلکہ میں اس کو وصول کر لیا پھر اس کے بعد دعویٰ کیا کہ یہ چیز جو اس کے قبضہ میں ہے میرے والد کا ترکہ ہے اور اس پر گواہ قائم کیے تو مقبول ہو گے اور اگر وصی نے اقرار کیا کہ میں نے سب کچھ جو لوگوں پر تھا وصول کر لیا پھر ایک شخص پر میت کے قرضہ کا دعویٰ کیا تو ساعت ہو ایسے ہی اگر اس طرح وارث نے اقرار کیا پھر میت کا قرضہ کسی پر ہونے کا دعویٰ کیا تو ساعت ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کہ یہ غلام فلاں شخص کا ہے پھر دعویٰ کیا کہ میں نے اس سے ہزار درم میں خریدا ہے اور تاریخ نہ بیان کی تو ساعت ہوگی اور اگر یو کر بولا کہ یہ غلام فلاں کا ہے کل کے روز میں نے اس سے خریدا ہے اور گواہ قائم کیے تو استحساناً مقبول ہوں گے اور اگر جدا کر کے کہا یہ غلام فلاں شخص کا ہے پھر چپ ہو رہا پھر کہا کہ کل کے روز میں نے اس سے خریدا ہے تو ساعت نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایک شخص نے اقرار کیا کہ یہ فلاں شخص کا غلام ہے پھر اس قدر توقف کیا کہ اس سے خرید لینا ممکن ہے پھر گواہ قائم کیے کہ نے اس سے خریدا ہے اور گواہوں نے تاریخ یہ بیان کی تو گواہی مقبول ہوگی۔ اسی طرح اگر اقرار کیا کہ یہ فلاں شخص کا غلام ہے میرا ا میں کچھ حق نہیں ہے پھر کچھ توقف کیا پھر دعویٰ کیا کہ میں نے اس سے خریدا ہے اور گواہ قائم کیے اگر گواہوں نے وقت بیان کیا کہ ا نے اقرار کے بعد خریدا ہے تو گواہی قبول ہوگی ورنہ نہیں۔

اسی طرح اگر اقرار کیا کہ یہ غلام فلاں شخص کا تھا میرا اس میں حق نہیں پھر گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے اس سے خر ہے پس اگر گواہوں نے وقت مقرر کیا کہ بعد اقرار کے خریدا ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں جائز ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک کپڑا دوسرے کے قبضہ میں ہے اس نے اقرار کیا کہ فلاں شخص کا ہے پھر سکو کے بعد کہا کہ میں نے اس کو اس کے ہاتھ سو دینار کو فروخت کیا ہے اور اس شخص نے کہا کہ یہ میرا ہے بدون بیع کے تو گواہی مقبول ہو اور اس کا اقرار گواہوں کا اکذاب[1] نہیں ہوگا اور اگر مقر نے کلام ملا کر کہا کہ یہ غلام فلاں شخص کا ہے میں نے اس کے ہاتھ سو دینا فروخت کیا ہے تو اس کا قول مقبول ہوگا اور اس کے قبضہ سے نہیں نکل سکتا مگر اسی طرح جس طرح اس نے بیان کیا ہے یہ محیط میں ہے

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک گھر ایک شخص کے قبضہ میں ہے اس کی نسبت ایک دوسرے شخص نے اقرار کیا ملا کر کہا کہ یہ گھر اسی کا ہے جس کے قبضہ میں ہے میں نے اس کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کر دیا ہے اور قابض نے خریدنے سے ا

[1] اکذاب جھٹلانا دروغ ٹھہرانا ۱۲

یااور کہا کہ گھر بدون خرید نے کے میری ملک ہے پس مقر نے اپنے ملک ہونے کے گواہ قائم کیے تو مقبول ہوں گے اور اگر اس نے ام ملا کر نہیں کہا تو اس کے گواہ ملکیت پر مقبول نہ ہوں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ایک شخص نے قاضی کے پاس اقرار کیا کہ یہ غلام یا مر فلاں شخص کا ہے ایک ایسے شخص کو بتلایا جو سوائے قابض کے ہے پھر گواہ قائم کیے کہ یہ میرا ہے میں نے اس کو قابض سے قبل اقرار ے خریدا ہے تو گواہ مقبول نہ ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ک شخص نے دوسرے سے کہا کہ یہ تیرا غلام ہے اور مقرلہ نے کہا کہ میرا نہیں ☆

اگر کہا کہ یہ غلام فلاں شخص کا ہے میرا اس میں کچھ حق نہیں ہے یا اس کا چلا آتا ہے میرا اس میں حق نہیں ہے پھر کچھ مدت بعد ں سے خرید لینے کے گواہ قائم کیے تو مقبول نہ ہوں گے لیکن اگر گواہوں نے بیان کیا کہ بعد اقرار کے خریدا ہے تو مقبول ہوں گے یہ بط سرخسی میں ہے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ یہ تیرا غلام ہے اور مقرلہ نے کہا کہ میرا نہیں ہے پھر کہا کہ یہ میرا ہے تو اصل میں ور ہے کہ اس کا نہیں ہے اور اگر گواہ پیش کیے تو مقبول نہ ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کہا کہ میں اپنا حق نہیں جانتا ہوں مگر بجعت پھر حق کا دعویٰ کیا یا حجت لایا تو مقبول ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر قابض نے کہا کہ یہ میری نہیں ہے یا میری ملک نہیں ہے یا نہ اس میں میرا حق ہے یا میرا اس میں حق نہیں یا میری نہ تھی یا ل اس کے کہا اور اس وقت میں اس کا کوئی جھگڑا کرنے والا نہیں ہے پھر ایک شخص نے اس چیز پر دعویٰ کیا پس قابض نے کہا کہ یہ ری ہے تو صحیح ہے اور اسی کا قول لیا جائے گا اور اگر قابض کے یہ الفاظ کہتے وقت کوئی متنازع[1] تھا تو روایت جامع کے موافق یہ ماظ کہنا متنازع کی ملکیت کا اقرار ہے اور روایت اصل کے موافق متنازع کی ملک کا اقرار نہیں ہے لیکن قاضی اس سے دریافت کرے کہ کیا یہ مدعی کی ملک ہے پس اگر اقرار کیا تو سپرد کر دینے کا حکم دے گا اور اگر انکار کیا تو مدعی کو گواہ قائم کرنے کا حکم کرے گا اور اگر ائے قابض کے کسی شخص نے ایسا اقرار کیا تو شیخ الاسلام نے شرح الجامع میں ذکر کیا کہ یہ قول اس کا کہ یہ میری ملک نہیں ہے یا یہ ری ملک کبھی نہ تھی آئندہ اس کو دعویٰ کرنے سے مانع ہے کیونکہ تناقض لازم آتا ہے اور یہ کہنا کہ قابض کو اس واسطے دعویٰ ملک کا مانع ہوا (یعنی اوپر مذکور ہوا کہ اس کا ملک کا دعویٰ بعد ان الفاظ کہنے کے صحیح ہے ۱۲) کہ اس کا قبضہ موجود تھا شرح جامع میں یوں مذکور ہے کہ ایک شخص ے مقبوضہ دار پر دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے مدعی کے اس اقرار کو گواہ قائم کیے کہ یہ دار میری ملک نہیں ہے یا میرا نہ تھا تو مدعی کی گواہی دفع جائے گی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔شوہر نے کہا کہ یہ لڑکا میرا نہیں ہے اس کی نفی کی پھر قاضی نے دونوں سے لعان کرایا اور نسب کے کا ملاعن[2] سے منقطع ہو گیا پھر کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو اس کی تصدیق کی جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

جامع میں ہے کہ وارث نے اقرار کیا کہ یہ شے معین میرے مورث کی ملک نہ تھی بلکہ اس کے پاس فلاں شخص کی ودیعت تھی ر برہان لایا کہ یہ میرے مورث کی ہے اس کے مرنے کے بعد یا زندگی میں اس مدعا علیہ نے لے لی ہے تو وارث کو دلائی جائے گی رطیکہ وہ امین ہو یہاں تک کہ ودیعت رکھنے والا آئے ورنہ کسی عادل کے قبضہ میں دے دی جائے گی اور یہ حکم اس وقت ہے کہ کسی علوم کی ملک ہونے کا اقرار کیا ہو اور اگر یوں کہا کہ یہ شے میرے مورث کی نہیں ہے پھر اپنے مورث کی ملکیت ہونے کا اقرار کیا تو رنگی کے بعد مورث کو دی جائے گی جب کہ اس کا کوئی مطالبہ کرنے والا نہ پیدا ہو (یعنی اتنی مدت میں غالب گمان ہو جائے کہ اگر کوئی مطالبہ رنے والا ہوتا آتا) یہ وجیز کردری میں ہے۔

---

[1] وہ شخص جو تنازعہ کرنے والا ہو ۱۲

[2] لعان کرنے والا یعنی وہ شخص جو اپنی منکوحہ کو اس طرح تہمت زنا لگانے والا ہو کہ یہ بچہ جو اس کے شکم میں ہے یا جنی ہے وہ میرا نہیں ہے ۱۲

ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد رحمۃ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ صوبہ رے میں کسی دار یا زمین میں میرا کچھ حق نہیں ہے۔ پھر رے کے کسی گھر پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ گواہ مقبول ہوں گے اور اگر یوں کہا کہ رے کے فلاں گاؤں میں فلاں شخص کے قبضہ میں میرا کوئی دار یا زمین نہیں ہے اور نہ میرا حق اور نہ دعویٰ ہے پھر گواہ قائم کیے کہ یہ چیز اسی گاؤں میں اسی شخص کے قبضہ میں میری ہے تو گواہ مقبول نہ ہوں گے لیکن اس وقت مقبول ہوں گے کہ گواہ یہ گواہی دیں کہ اس شخص نے اپنے اقرار کے بعد اس سے یہ چیز لے لی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر یوں کہا کہ میرا فلاں شخص کے قبضہ میں نہ کوئی گھر ہے نہ حق ہے نہ بیت ہے اور کسی گاؤں یا قصبہ کی طرف نسبت نہ کیا پھر دعویٰ کیا کہ میرا اسی شخص کی طرف رے کے فلاں گاؤں میں حق ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

نوادر ہشام بن امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میرا اس دار میں نہ حق ہے نہ خصومت نہ مطالبہ ہے پھر آیا اور بیان کیا کہ میں فلاں شخص کی طرف سے اس دار کے دعوے کا وکیل ہوں تو مقبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص پر دوسرے نے دعویٰ کیا کہ اس گھر میں میرا حق شرکت ہے کیونکہ یہ باپ کی وراثت ہے پس مدعا علیہ نے انکار کیا اور کہا کہ میرے باپ کا اس میں کچھ حق نہ تھا پھر خود دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو اپنے باپ سے خرید لیا ہے یا باپ نے میرے ملک ہونے کا اقرار کیا ہے تو دعویٰ صحیح اور گواہی مسموع ہوگی کیونکہ وہ کہہ سکتا ہے کہ بعد میرے خرید لینے کے میرے باپ کا اس میں کچھ حق نہ تھا اور اگر یوں کہا تھا کہ یہ میرے باپ کا کبھی نہ تھا تو پھر باپ سے خریدنے کا دعویٰ مسموع نہ ہوگا کیونکہ اس میں تناقض[1] ہے اور باپ نے اس کے لیے اقرار کیا تو یہ دعویٰ مسموع ہوگا کہ اس میں تناقض نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے ایک نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس کے قبضہ میں اس قدر مال شرکت ہے پھر مدعا علیہ نے شرکت سے انکار کیا پھر مدعا علیہ نے یہ مال مدعی کو دے دینے کا دعویٰ کیا پس اگر بالکل شرکت سے انکار کیا تھا کہ ہمارے اس کے شرکت بالکل نہ تھی اور میں نے کچھ مال اس کو دیا ہے تو پھر مال دے دینے کا دعویٰ بسبب تناقض کے مسموع نہ ہوگا اور اگر فی الحال شرکت سے انکار کیا کہ ہمارے تیرے شرکت نہیں اور نہ میرے پاس تیرا مال شرکت موجود ہے تو پھر مال دے دینے کا دعویٰ مسموع ہوگا کیونکہ یہاں تناقض نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک شخص پر دوسرے نے دعویٰ کیا کہ میں تیرا بھائی ہوں اور اس پر نفقہ کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے کہا کہ یہ میرا بھائی نہیں ہے پھر مدعی مر گیا اور مدعا علیہ نے میراث کا دعویٰ کیا اور کہا کہ وہ میرا بھائی تھا تو یہ مقبول نہ ہوگا اور اگر بجائے بھائی کے دعوے کے بیٹے ہونے کا دعویٰ ہو یا باپ ہونے کا دعویٰ ہو تو مقبول ہوگا اور میراث کا[2] حکم دیا جائے گا یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے۔

اگر مدعی نے کہا کہ میں نے قابض کے باپ سے یہ دار خرید اتھا اور قابض نے کہا کہ میرے باپ کا اس میں کچھ حق نہ تھا پھر جب مدعی نے میت سے یہ دار خریدنے کے درحالیکہ میت مالک تھا گواہ سنائے تو قابض نے اپنے باپ سے یہ دار خریدنے کے گواہ سنائے تو اس کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر قابض نے یوں کہا تھا کہ یہ میرے باپ کا کبھی نہ تھا یا کبھی اس میں اس کا حق نہ تھا اور پھر مدعی کے گواہ پیش کرنے پر موافق مذکور کے اس نے بھی خریدنے کے گواہ پیش کیے تو اس کے گواہ مقبول نہ ہوں گے اور اگر اس کے گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس کے باپ نے اس کے ملک ہونے کا اپنی زندگی میں اقرار کیا ہے تو مقبول ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

---

[1] یعنی قول اول قول ثانی سے ٹوٹتا و باطل ہوتا ہے ۱۲ [2] صورت اول میں نسب کی نسبت غیر کی جانب ہے اور صورت ثانی میں نسب کی نسبت خود اسی کی ذات کی طرف ہے نہ غیر کی طرف ۱۲

ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم کا دعویٰ کیا اس نے کہا کہ تیرا ہرگز مجھ پر کچھ نہ تھا پھر مدعا علیہ نے گواہ دیئے کہ میں نے اس کو ادا کر دیا تو مقبول ہوں گے اور اگر کہا کہ میرے تیرے درمیان کسی شے میں کچھ معاملہ نہ تھا تو ادا کر دینے کے گواہ مقبول نہ ہوں گے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر کہا کہ میرے تیرے درمیان کوئی معاملہ نہیں پڑا لیکن میرے ان گواہوں نے مجھے خبر دی کہ اس نے تجھ پر حق کا دعویٰ کیا پھر کہا کہ گواہ رہو کہ میں نے اس کو بری کیا اور میرے اس کے درمیان معاملہ نہیں پڑا تو مقبول ہوں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر مدعا علیہ نے اوّلاً کہا کہ اس کا مجھ پر ہرگز کبھی نہ تھا اور میں اس کو نہیں پہچانتا ہوں پھر جب مدعی نے گواہ مال قائم کیے تو اس نے ادائے مال کے گواہ دیئے تو موافق ظاہر الروایت کے مقبول نہ ہوں گے کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔

اگر ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے میرے ہاتھ یہ باندی ہزار درم کو بیچی اور قابض نے کہا کہ میں نے ہرگز نہیں بیچی پھر مدعی نے گواہ خرید قائم کر کے ڈگری کرائی پھر اس کی ایک انگلی زائد پا کر بائع کو پھیرنا چاہی پس اس نے کہا کہ میں نے ہر عیب سے بریت کر لی ہے تو اس امر پر اس کی گواہی مقبول نہ ہوگی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

اگر ایک عورت نے کسی شخص پر نکاح کا دعویٰ کیا پس مرد نے کہا کہ میرے تیرے درمیان نکاح نہیں ہے پھر جب عورت نے نکاح کے گواہ دیئے تو مرد نے خلع کرا لینے کے گواہ دیئے تو مرد کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر مرد نے اپنے انکار میں یوں کہا کہ ہمارے درمیان کبھی نکاح نہ تھا یا کہا کہ میں نے اس سے ہرگز کبھی نکاح نہیں کیا پھر جب عورت نے نکاح کے گواہ دیئے تو اس نے خلع کرا لینے کے گواہ دیئے تو مولانا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مثل بیع کے اس کا حکم ہونا چاہئے چنانچہ بیع میں ایسے انکار کے بعد براءت عیب کے گواہ نامقبول تھے اسی طرح خلع بھی ہمارے نزدیک طلاق ہے اور طلاق چاہتا ہے کہ سابق میں نکاح ہو پس بعد انکار اصل نکاح کے خلع کا دعویٰ کرنا تناقض ہے مسموع نہ ہوگا کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔

ایک عورت نے مرد پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھ سے نکاح کیا ہے اور مرد نے انکار کیا پھر مرد نے اس سے نکاح کا دعویٰ کیا اور گواہ دیئے تو قبول ہوں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر عورت نے خلع کے بعد تین طلاق دے دینے کے گواہ سنائے تو اس کو بدل خلع پھیر لینے کا اختیار ہوگا اگرچہ دعویٰ میں تناقض ہے اسی طرح اگر مرد نے اپنی بیوی کے بھائی سے اس کی میراث تقسیم کرا لی اور بھائی نے اقرار کیا کہ یہ شخص اس عورت کا وارث ہے پھر بھائی نے گواہ دیئے کہ اس نے عورت کو تین طلاق دے دی تھیں تو مقبول ہوں گے اور جو کچھ مرد نے لیا ہے وہ عورت کا بھائی واپس لے گا۔ اسی طرح اگر باندی مکاتبہ نے بدل کتابت دے دیا پھر گواہ دیئے کہ مالک نے کتابت سے پہلے اس کو آزاد کر دیا تھا تو مقبول ہوں گے اور یہی حکم خلاصہ مکاتب کا ہے۔ اسی طرح عورت نے اگر وارثان شوہر سے میراث تقسیم کرا لی اور وہ سب بالغ ہیں انہوں نے اقرار کیا ہے کہ یہ عورت میت کی زوجہ ہے پھر انہوں نے گواہ پا لئے کہ مرد نے اپنی صحت زندگی میں اس کو تین طلاق دی تھیں تو وہ لوگ عورت سے تمام حصہ میراث جو اس نے لیا ہے واپس لیں گے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔..... چند لوگوں نے اپنے باپ کی میراث میں ایک گھر پایا اور باہم رضامندی سے بانٹ لیا پھر ایک نے ان میں سے دعویٰ کیا کہ باپ نے اس قدر گھر مجھے صدقہ کر دیا یا میرے نابالغ لڑکے کو صدقہ دے دیا تھا اور وہ نابالغ مر گیا اور میں اس کا وارث ہوا تو اس کا دعویٰ گواہی باطل و مردود ہے اور اگر اپنے باپ پر قرضہ کا اس طرح دعویٰ کیا تو دعویٰ صحیح و گواہی مقبول ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر وارثوں نے گھر تقسیم کر لیا اور عورت اس کی مقر ہے اور اس کو آٹھواں حصہ پہنچا پس اس کے واسطے کچھ زمین جدا کر دی پھر عورت نے دعویٰ کیا کہ شوہر نے اپنی صحت میں مجھے یہ زمین

صدقہ دی یا میں نے اپنے مہر کے عوض اس سے خرید لی ہے تو اس کی گواہی نامقبول ہے اسی طرح اگر وارثوں نے زمین تقسیم کر لی اور ہر ایک کو کسی قدر زمین ملی اور یہی تمام میراث اُن کے باپ کی ہے پھر ایک نے دوسرے کے حصہ میں کسی درخت یا عمارت کا دعویٰ کیا اور زعم کیا کہ میں نے ہی اس کو بنایا یا بویا ہے اور اس کے گواہ دیئے تو قبول نہ ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

میراث کی بابت اختلاف اور اس کے حل کی ایک صورت ☆

اگر کسی ایک وارث نے اقرار کیا کہ یہ شے محدود ہمارے باپ کی میراث ہے پھر دعویٰ کیا کہ باپ نے میرے فلاں لڑکے کے واسطے اس کی وصیت کر دی ہے اور اس کے گواہ دیئے تو بعض نے کہا گواہی نامقبول ہے اور وہ تناقض[1] ہوگا اور یہی اظہر ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر کسی شخص نے اقرار کیا کہ فلاں شخص مر گیا اور یہ دار یا زمین میراث چھوڑی بعد اس کے دعویٰ کیا کہ میرے واسطے تہائی مال کی وصیت کی ہے اور گواہی گذرانی تو مقبول ہوگی اور میراث کے اقرار کرنے سے وصیت کے دعوے سے باہر نہ ہوگا اسی طرح اگر میت کی طرف کچھ قرض کا دعویٰ کیا تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر سب وارثوں نے اقرار کیا کہ یہ مواضع ہمارے درمیان ہمارے باپ کی طرف سے میراث ہیں پھر ایک نے دعویٰ کیا کہ اس میں سے تہائی کی باپ نے میرے فلاں نابالغ بیٹے کے واسطے وصیت کی ہے اور گواہ اس کے دیئے تو مقبول ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے سے باجارہ طویلہ مرسومہ ایک شے محدود اجارہ پر لی اور دوسرے کو بالمقطع اجارہ پر دی اور دوسرے مستاجر نے قبضہ کا اقرار کیا پھر پہلے مستاجر اور دوسرے مستاجر نے باہم اجارۂ ثانیہ فسخ کر لیا اور پہلے مستاجر نے دوسرے سے بالمقطع جس پر اجارہ قرار پایا تھا طلب کیا پس دوسرے مستاجر نے کہا کہ یہ محدود دوسرے اجارہ سے آج تک پہلے مستاجر کے قبضہ میں رہے مجھ پر مال مقطع واجب نہیں ہے اور گواہ قائم کیے تو صحیح مذہب یہ ہے کہ دعویٰ غیر صحیح اور گواہی غیر مقبول ہوگی کیونکہ تناقض واقع ہوا ہے اور اگر پہلے مستاجر نے دوسرے مستاجر کے اس محدود پر قبضہ کرنے کے گواہ دیئے اور دوسرے نے اس امر کے گواہ دیئے کہ پوری مدت یہ چیز پہلے مستاجر کے قبضہ میں رہے تو پہلے مستاجر کے گواہ اولیٰ ہیں۔

شیخ نجم الدین نسفی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک میت کے ترکہ میں قرض کا دعویٰ کیا اور وارث نے تصدیق کر کے ایفائے قرض کی ضمانت کر لی پھر وارث نے اس کے بعد دعویٰ کیا کہ میت نے اپنی زندگی میں یہ مال ادا کر دیا ہے اور اس کو گواہوں سے ثابت کرنا چاہا تو شیخ نے فرمایا کہ دعویٰ صحیح (۱) ہے اور گواہی غیر مسموع ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

امام ظہیر الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی عورت سے خلع کیا اور اسی مجلس میں کہا کہ مرا اندریں خانہ ہیچ چیز نیست پھر کسی شے کا متاع بیت یا قماش سے دعویٰ کیا تو شیخ نے فرمایا کہ اگر مدعی کہتا ہے کہ وقت اقرار کے یہ چیز اس گھر میں تھی تو دعوے کی ساعت نہ ہوگی اور اگر کہتا ہے کہ نہیں تھی تو ساعت ہوگی۔

جامع میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے کہا جو کچھ میرے ہاتھ میں قلیل و کثیر د غلام و متاع سے ہے سب فلاں شخص کی ہے تو اقرار صحیح ہے پھر اگر مقرلہ آیا اور کسی غلام کو مقر کے ہاتھ سے لینا چاہا اور دونوں میں اختلاف ہوا مقرلہ نے کہا کہ اقرار کے وقت تیرے ہاتھ میں تھا اور مقر نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے بعد اقرار کے اس کو خریدا ہے تو مقر کا قول لیا جائے گا الا اس صورت میں کہ مقرلہ اس کے گواہ دے کہ اس کے ہاتھ میں اقرار کے وقت تھا اور موافق روایت جامع کے مذکور ہے کہ جو کچھ میری دکان میں ہے فلاں شخص کا ہے پھر

---

[1] یعنی خود اپنے قول اوّل کا اپنے قول ثانی سے توڑنے والا اور غلط کرنے والا ہوگا ۱۲ (۱) صحیح نہیں

ند چند روز کے دوکان میں کسی شے کا دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو بعد اقرار کے دکان میں رکھ دیا ہے تو تصدیق کی جائے گی اور بعض وایت میں ہے کہ تصدیق نہ کی جائے گی۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ روایت جامع کی روایت کے مخالف ہے اور مشائخ نے اس دوسری وایت کی تاویل یوں بیان کی ہے کہ یہ اس صورت میں ہے کہ اقرار کے بعد صرف اتنا عرصہ گذرا کہ ایسی چیز اتنے عرصہ میں یقیناً دکان یں نہیں لا کر رکھ سکتا ہے تو اس دعویٰ میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی اور مسئلہ جامع میں ہے کہ اگر مقر نے اس قدر زمانے میں اپنی لک پیدا ہو جانے کا دعویٰ کیا کہ اتنی دیر میں ملک پیدا ہو جانا متصور نہیں ہے تو اس کا یہ قول کہ بعد اقرار کے مالک ہوا ہوں مقبول نہ ہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔

اگر دعویٰ کیا کہ یہ چیز میری ہے اور کچھ نہ کہا تو دعوے کی سماعت ہوگی جب کہ اس کا دعویٰ اس مجلس میں نہ ہو مولانا نے فرمایا کہ جامع کبیر میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ فلاں شخص کی طرف میرا کچھ حق نہیں ہے یا کہا کہ فلاں شخص کے قبضہ میں میرا کچھ حق نہیں ہے پھر اس نے گواہ قائم کیے کہ یہ غلام جو مقرلہ کے قبضہ میں ہے وہ اس نے مجھ سے غصب کر لیا ہے یا اس پر قرض کا دعویٰ کیا تو گواہی مقبول نہ ہوگی جب تک کہ گواہ یہ گواہی نہ دیں کہ اس نے اقرار کے بعد غصب کیا یا اقرار کے بعد قرض پیدا ہوا ہے اسی طرح اگر کسی نے دوسرے کو براءت نامہ لکھ دیا کہ میرا کچھ تیری طرف کسی عین یا دین یا خرید میں نہیں ہے پھر گواہ قائم کیے کہ میں نے یہ غلام اس شخص سے خریدا ہے یعنی اس شخص کا نام لیا جس کو بری کیا تھا اس پر ہزار درم قرض کا دعویٰ کیا تو مقبول نہ ہوں گے مگر جب کہ اقرار کے بعد کی تاریخ یں ایسا ہونے کا دعویٰ کرے مولانا نے فرمایا کہ علیٰ ہذا چاہئے کہ شوہر کا دعویٰ بعد اقرار کے مسموع نہ ہوگا جب کہ یہ دعویٰ کرے کہ یہ متاع قرار کے وقت گھر میں موجود نہ تھی لیکن اگر مطلقاً[1] دعویٰ کرے تو سماعت نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ جو کچھ میرے ہاتھ میں ہے قلیل و کثیر سب فلاں شخص کا ہے پھر چند روز توقف کیا پھر فلاں شخص س کو حاضر لایا تا کہ جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے سب لے لے پس مدعا علیہ نے ایک غلام پر جو اس کے قبضہ میں ہے اپنی ملک ہونے کا دعویٰ کیا کہ بعد اقرار کے میں اس کا مالک ہوا ہوں اور مدعی نے کہا کہ اقرار کے وقت تیرے قبضہ میں تھا تو مدعا علیہ کا قول لیا جائے گا ور غلام اسی کا ہوگا مگر اس صورت میں کہ مدعی گواہ دے کہ یہ غلام اس کے قبضہ میں اقرار کے وقت موجود تھا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

ایک شخص نے اقرار کیا کہ فلاں شخص کے مجھ پر ہزار درم ہیں پھر کہا کہ میں نے قبل اقرار کے اس کو ادا کر دیئے ہیں اور اس پر گواہ قائم کیے تو مقبول نہ ہوں گے اور اگر اپنے اقرار کے ساتھ ملا کر اس نے دعویٰ کیا کہ میں نے قبل اقرار کے ادا کر دیئے ہیں تو ستحساناً گواہی مقبول ہوگی یہ محیط میں ہے۔

اگر کہا کہ اس کے مجھ پر ہزار درم تھے پھر اقرار سے ملا کر یا الگ یہ دعویٰ کیا کہ میں نے قبل اقرار کے ادا کر دیئے ہیں اور اس پر گواہ قائم کیے تو مقبول ہوں گے یہ ذخیرہ میں ہے۔

ابن سماعہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص پر دس ہزار درم کا دعویٰ کیا گیا تھا اس نے انکار کیا پھر مدعی سے حاکم نے دریافت کیا کہ تو نے کچھ اس میں سے وصول کیا ہے پس اس نے دس ہزار درم وصول کرنے کا اقرار کیا پس حاکم نے مدعا علیہ کو دس ہزار درم سے بری کیا پھر جب دونوں حاکم کے پاس سے نکلے تو مطلوب نے کہا کہ واللہ تو نے مجھ سے یہ درم وصول نہیں کیے ہیں پھر طالب نے اس کے اس کلام کے گواہ کر پیش کیے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ طالب کی گواہی قبول کروں گا اور مطلوب پر اس کے ہزار درم کی ڈگری کروں گا اور اگر طالب نے مال ثابت کرنے کے گواہ قائم کیے تو مقبول نہ ہوں گے اور اگر مطلوب نے کہا کہ

---

[1] یعنی کوئی تفصیل اس کے ساتھ بیان کرنا ضروری ہوگی جس سے اس دعوے کی قوت ہو ورنہ رد ہوگا ۱۲

میں نے تو صرف یہ کہا ہے کہ تو نے مجھ سے وصول نہیں کیے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے میرے وکیل سے وصول کیے ہیں تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر مطلوب نے اس کے گواہ سنائے کہ ایک شخص اجنبی نے یہ مال مطلوب کی طرف سے بدون اس کے حکم و وکالت کے احسان کر کے تجھے ادا کر دیا ہے تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور اگر مطلوب نے کہا کہ اس کو فلاں شخص نے وصول نہیں کیا ہے تو یہ قول مطلوب کی ذات اور وکیل اور اجنبی سب کو شامل ہے اور پھر اس کے گواہ مقبول نہ ہوں گے کہ اجنبی سے اس نے وصول کیا ہے یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے پھر گواہ قائم کرنے کے بعد کہا کہ میں نے اس مال سے اس قدر وصول کر لیا ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اس نے کہا کہ میں نے اس مال سے اس قدر وصول پایا ہے یا فارسی میں کہا کہ چندیں یافتہ بودم اس کے گواہوں کی گواہی باطل ہو جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر گواہ قائم کیے کہ میرے فلاں شخص پر چار سو درم ہیں پھر مدعی نے اقرار کیا کہ مدعا علیہ کے مجھ پر سو درم ہیں تو ابو القاسم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک منکر سے تین سو درم ساقط ہو جائیں گے اور احمد بن عیسیٰ بن نصیر کے نزدیک ساقط نہ ہوں گے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الملتقط۔

ایک شخص نے دوسرے پر دس درم فی الحال ادا کرنے کا جو قرض ہے دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ مارا تو ایں دہ درم بایہ دادن لیکن مارا از تو ہزار درم می باید در حال تو یہ دعویٰ ثانیہ صحیح نہیں ہے جب کہ دونوں مال ایک ہی جنس کے ہوں کذا فی الذخیرہ۔ اگر مدعا علیہ نے جس پر قرض کا دعویٰ ہوا ہے یوں کہا کہ ایں مبلغ مال کہ دعویٰ میکنی بتو رسانیدہ ام پھر کہا کہ فلاں شخص پر میں نے اُتر ادیئے تھے اس نے دے دیئے ہیں تو بعض نے کہا کہ دوسرا قول مسموع ہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کے مقبوضہ دار کو چکایا پھر برہان لایا کہ میں نے فلاں شخص مالک دار سے اس کو خریدا ہے تو گواہ نا مقبول ہوں گے لیکن جب کہ بعد چکانے کے خریدنے کا دعویٰ کرے یا جس سے چکایا ہے اس کو فلاں کی طرف سے وکیل بیع ثابت کرے یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک کپڑا خریدا یا اس کو چکایا یا ہبہ طلب کی پھر دعویٰ کیا کہ قبل خریدے یا چکانے یا ہبہ طلب کرنے کے یہ میری ملک تھا یہ دعویٰ کیا کہ چکانے کے دن یہ کپڑا میرے باپ کی ملک تھا وہ مر گیا اور میرے واسطے میراث چھوڑا ہے یا ہبہ کر دیا ہے تو دعویٰ کی سماعت نہ ہوگی لیکن اگر چکانے کے وقت تصریح کر کے یوں بیان کرے کہ یہ کپڑا میرے باپ کی ملک ہے اس نے تجھے فروخت کرنے کا وکیل کیا ہے پس میرے ہاتھ فروخت کر دے پھر دونوں میں بیع نہ ہوئی پھر اپنے باپ سے میراث پانے کا دعویٰ کیا تو دعویٰ مقبول ہوگا کیونکہ تناقض نہیں ہے اسی طرح اگر دعویٰ کے وقت کہا کہ یہ میرے باپ کا تھا اس نے بائع کو اس کے بیع کے واسطے وکیل کیا تھا میں نے اس سے خرید لیا پھر میرا باپ مر گیا اور اس کا ثمن میرے واسطے میراث چھوڑا تو سماعت ہوگی اور ثمن کا اس کے واسطے حکم ہو جائے گا کیونکہ تناقض نہیں ہے یہ کافی میں ہے۔ اگر ایک طیلسان[1] کا دعویٰ کیا اور اس کو چکانے یا پھر اپنے بھائی کے ساتھ دعویٰ کیا کہ خریدنے اور چکانے سے پہلے اس کا مالک تھا یا یوں کہا کہ چکانے کے روز میرے باپ کی ملک تھی وہ مر گیا اور ہم دونوں کے واسطے میراث چھوڑی ہے تو اس کے حصہ کا دعویٰ مسموع نہ ہوگا اور اس کے ساتھی کے حصہ میں مسموع ہوگا اور آدمی طیلسان میں اس کو خیار[2] حاصل ہوگا کیونکہ صفقہ متفرق ہو گیا ہے اور اگر فقط اسی نے خریدی خواہ قبضہ کیا یا نہیں خریدی لیکن چکائی تھری پھر اس کا باپ آیا اور دعویٰ کیا کہ طیلسان میری ہے تو سماعت ہوگی اور مشتری بائع سے اپنے دام لے لے گا اسی طرح اگر باپ کے واسطے ڈگری ہو گئی مگر اس نے ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ مر گیا اور بیٹے کے واسطے میراث چھوڑی تو طیلسان اس کو دے دی جائے گی اور اپنے دام بائع سے واپس لے گا لیکن اگر قاضی نے کچھ حکم نہیں دیا یہاں تک کہ اس کا باپ مر گیا تو بیٹے کے

[1] ایک قسم کی چادر ہوتی ہے ۱۲ [2] یعنی اس کو اختیار دیا جائے گا ۱۲

واسطے یہ ڈگری نہ ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک کپڑا خریدنے کا دعویٰ کیا اور دو گواہوں نے مدعا علیہ سے خریدنے کی اس کی طرف سے گواہی دی اور ہنوز ڈگری ہوئی تھی یا نہیں کہ اس میں ایک گواہ نے زعم کیا کہ یہ کپڑا میرا ہے یا میرے باپ کا ہے کہ مجھے اس سے میراث پہنچا ہے تو اس کی سماعت نہ ہوگی اور اگر اس گواہ نے گواہی کے وقت یہ کہا کہ بائع نے اس کے ہاتھ بیچا ہے مگر یہ میرا ہے یا میرے باپ کا ہے کہ مجھے اس سے میراث پہنچا ہے تو بیع کی ڈگری کر دی جائے گی اور گواہ کے دعویٰ کی سماعت ہوگی پھر اگر اس نے اپنے دعویٰ کے گواہ دیئے تو بسبب عدم تناقض کے اس کی ڈگری ہو جائے گی اور اگر دونوں گواہوں نے کلام کیا اور وہ کلام گواہی ادا کرنے میں شمار نہیں ہے پھر گواہ نے دعویٰ کیا کہ میرا ہے یا میرے باپ کا ہے اس نے مجھے اس کی طلب کا وکیل کیا ہے تو گواہ کے گواہوں کی گواہی مقبول ہوگی یہ وجیز کردری میں ہے۔ دوسرے کی مقبوضہ باندی کے بچہ یا درخت کے پھل یا زمین کے درختوں کو چکایا پھر گواہ قائم کیئے کہ یہ باندی یا درخت یا زمین میری ہے تو سوائے بچہ اور پھل اور درخت کے ان چیزوں کی اس کی ڈگری کر دی جائے گی اور اگر باندی مع بچہ یا درخت مع پھل یا زمین مع درخت کا دعویٰ کیا تو درخت و پھل و بچہ کا دعویٰ مسموع نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اسی طرح اگر باندی حاملہ تھی پس اس کے قبضہ میں جنی پھر بعد گواہ قائم کرنے کے قبل اس کے کہ باندی کی اس کی ڈگری ہو جائے کہ بچہ کو چکایا تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر گواہوں نے کہا کہ بچہ مدعا علیہ کا ہے یا ہم کو نہیں معلوم کہ کس کا ہے تو بھی ایسا ہی حکم ہوگا اور اسی طرح اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں اور مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ یہ باندی بدوں بچہ کے مدعی کی ہے تو بھی ایسا ہی حکم ہوگا کذافی الذخیرہ۔ اگر مجلس قضا میں اپنے وکیل سے چکانے کے گواہ پیش کر دیئے تو وکیل اور موکل دونوں خصومت سے بری ہو گئے اور اگر غیر مجلس قضا میں ایسا ہوا تو وکیل فقط بری ہوا اور اگر موکل نے گواہ دیئے کہ میں نے وکیل کو اس طرح وکیل کیا تھا کہ اس کا اقرار مجھ پر جائز نہیں ہے پس مدعا علیہ نے گواہ دیئے کہ وکیل نے اقرار کیا ہے تو مل اپنے دعویٰ پر باقی ہے اور وکیل خصومت سے خارج ہوا یہ وجیز کردری میں ہے۔ اگر ایک باندی جس کے چہرے پر نقاب پڑی ہوئی تھی خریدی پھر جب اس نے نقاب اٹھایا تو مشتری نے کہا کہ یہ تو میری باندی ہے میں نے نقاب کی وجہ سے اس کو نہیں پہچانا تو اس کا دعویٰ و گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر کوئی متاع جو تھیلے میں بھری ہوئی تھی یا کوئی کپڑا ایسی مال متاع میں لپٹا ہوا تھا خریدا پھر جب اس کو نکالا تو کہا کہ یہ میری متاع ہے میں نے اس کو نہیں پہچانا تھا دعویٰ و گواہی مقبول ہوگی۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ جو چیز چکاتے وقت پہچانی جا سکتی ہے جیسے نقاب ڈالی ہوئی باندی اس کے سامنے کھڑی ہے تو اس میں نہ پہچاننے کا دعویٰ صحیح نہ ہوگا اور جس چیز کا چکاتے وقت پہچاننا نہیں ہو سکتا ہے جیسے کپڑا رومال میں لپٹا ہوا ہے یا باندی اسی طرح چادر ڈھانپی ہوئی بیٹھی ہے کہ اس کا کچھ نظر نہیں آتا ہے تو اس میں نہ پہچاننے کا دعویٰ و گواہی مقبول ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ غلام ماذون[1] نے اگر کوئی غلام خریدا اور قبضہ کیا پھر اقرار کیا کہ یہ غلام میں نے جس سے خریدا ہے اس نے فروخت سے پہلے اس کو آزاد کر دیا ہے میں نے اس کو آزادی کی حالت میں خریدا ہے اور بائع نے انکار کیا تو وہ غلام علی حالہ غلام ہے اور ماذون کے اقرار کی تصدیق بائع پر نہ ہوگی اور اگر ماذون نے ایسا اقرار نہ کیا بلکہ یہ اقرار کیا کہ بائع نے میرے ہاتھ فروخت کرنے سے پہلے یہ غلام فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہے اور فلاں شخص نے اس کی تصدیق کی مگر بائع نے تکذیب کی تو ماذون کے اقرار کی بائع پر تصدیق نہ ہوگی حتیٰ کہ دام اس سے واپس نہیں لے سکتا ہے لیکن اپنے حق میں تصدیق کی جائے گی حتیٰ کہ حکم کیا جائے گا کہ یہ غلام فلاں شخص کو دے دے اور اگر ماذون کے دعویٰ کا بائع نے اقرار کیا تو ماذون اپنے دام بائع سے واپس کرے گا اسی طرح اگر ماذون نے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کیئے یا بائع کو قسم دلائی اور اس نے نکول کیا تو ماذون اپنا ثمن بائع سے واپس لے گا پس امام

---

[1] جس کو اس کے آقا کی جانب سے تجارت وغیرہ کی اجازت حاصل ہے ۱۲

رحمہ اللہ نے تین صورتوں میں یعنی بائع نے دعویٰ ماذون کا اقرار کیا یا ماذون نے گواہ قائم کئے یا بائع کو قسم دلائی اور اس نے نکول کیا ان تینوں صورتوں میں یہ حکم دیا بلکہ بائع سے دام واپس لے گا اور یہ حکم اقرار کی صورت میں تو ظاہر ہے لیکن گواہ قائم کرنے یا قسم لینے کی صورت میں اشکال ہے اور چاہیے یہ تھا کہ گواہی مقبول نہ ہوتی اور قسم دلانے کا حق ماذون کو حاصل نہ ہوتا اور اسی مسئلہ کو امام محمد رحمہ اللہ نے زیادات اور جامع میں بجائے ماذون کے آزاد آدمی کو فرض کر کے بیان کیا ہے اور ذکر کیا کہ اگر مشتری نے گواہ دیئے کہ بائع نے میرے ہاتھ فروخت کرنے سے پہلے اس کو غیر کے ہاتھ بیچا ہے تو دعویٰ کی سماعت نہ ہوگی اور اگر بائع سے قسم لینی چاہی تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا پس ماذون میں جو مذکور ہے اس کو بعض مشائخ نے صحیح نہیں کہا ہے اور بعض نے تصحیح کی ہے اور باہم اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں جامع اور زیادات کی روایت میں گواہی غیر مسموع اور بائع کو قسم نہیں دلا سکتا ہے اور ماذون کی یہ روایت کے موافق گواہی مسموع اور قسم دلا سکتا ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ زیادات و جامع کی روایت موافق قیاس ہے اور ماذون کی روایت موافق استحسان ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص ایک شہر میں آیا اور ایک مکان کرایہ پر لیا اور کسی نے اس سے کہا کہ یہ تیرے باپ کا گھر ہے اس نے تیرے واسطے میراث چھوڑا ہے اس نے کہا کہ میں اس کو نہیں جانتا تھا پھر گھر پر اپنی ملک کا دعویٰ کیا تو بسبب تناقض کے سماعت نہ ہوگی[1] یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک گھر ہے اس سے دوسرے نے کہا کہ مجھے دے دے میں اس میں رہوں گا اس نے دینے سے انکار کیا پھر سائل نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا گھر ہے تو دعویٰ کی سماعت ہوگی اسی طرح اگر کہا کہ مجھے یہ گھوڑا دے دے میں اس پر سوار ہوں گا یہ کپڑا مجھے دے میں اس کو پہنوں گا تو بھی یہی حکم ہوگا اور اگر یوں کہا کہ مجھے اس گھر میں بسا دے یا عاریت دے یا یہ کپڑا یا گھوڑا عاریت دے پھر اپنی ملک کا دعویٰ کیا تو سماعت نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

نوادر ہشام میں ہے کہ میں نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو ایسے شخص سے خریدا ہے جو اس کا مالک تھا تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں اس امر پر اس کی گواہی قبول نہ کروں گا جب تک گواہ یوں نہ بیان کریں کہ اس نے نکاح کرنے کے بعد اس کو ایسے شخص سے خریدا ہے جو اس کا مالک تھا یہ محیط میں ہے۔

منتقی میں ہے کہ بشرؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ دو گواہوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے اپنی عورت کو تین طلاق دی اور قاضی نے ان کی گواہی قبول کر لی اور حکم نافذ کر دیا پھر ایک گواہ نے دعویٰ کیا کہ یہ میری عورت ہے میں نے اس کو طلاق دینے والے سے پہلے اپنے نکاح میں لیا ہے اور میرے پاس اس کے گواہ نہیں اور عورت اس سے انکار کرتی ہے تو یہ دعویٰ مقبول نہ ہوگا اسی طرح اگر دونوں نے یہ گواہی نہ دی کہ یہ اس کی عورت ہے بلکہ یوں کہا کہ اس نے اس عورت کو تین طلاق دی ہیں تو بھی یہی حکم ہے اور ایسا ہی یہ حکم عتق و بیع وغیرہ میں جاری ہے جب کہ بائع کے گواہ کے دعوے سے انکار کرے اور کہے کہ یہ متاع میری ہے۔ اسی طرح اگر گواہ نے کہا کہ ہم نے اس کو بیع کا حکم کہا تھا خواہ بائع منکر بیع ہو یا مشتری منکر خرید ہو تو بھی ایسا ہی ہے اور اگر دونوں نے گواہی دی اور حاکم نے ان کی گواہی رد کر دی پھر دونوں نے اپنی ملک ہونے کا دعویٰ کیا یا اپنی ذات کے واسطے دعویٰ کیا تو اس میں دونوں کا دعویٰ نہیں چل سکتا ہے پس اگر حاکم کے پاس اس کی گواہی نہ ادا کی لیکن بیع نامہ یا کاغذ خرید پر گواہی یا مہر کر دی اور کچھ اقرار زبانی نہیں کیا تو بھی ان کا دعویٰ نہیں چل سکتا ہے۔

مسئلہ مذکورہ کی بابت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ میں اختلاف کا بیان ☆

منتقی میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر یہ گواہی دی کہ اس نے اس عورت کو طلاق دی

[1] یعنی کلام سابق کے کلام ثانی مخالف ہے جو مستلزم تناقض ہے ۱۲

ہے اور یہ گواہی نہ دی کہ یہ اس کی عورت ہے اور قاضی نے اس کی گواہی جائز رکھی پھر گواہ نے دعویٰ کیا کہ یہ میری عورت ہے اور کہا کہ میں نے اس کو نہیں پہچانا تھا اور میں نے اس سے وطی نہیں کی تھی تو گواہی قبول ہوگی اور اسی طرح اگر دونوں گواہوں نے عورت کے اقرار پر کہ میں اس شخص کی بیوی ہوں گواہی دی اور یہ گواہی نہ دی کہ یہ عورت اس کی بیوی ہے اور قاضی نے اس کے اقرار کو جائز کر کے اس شخص کی بیوی ہونے کا حکم کیا پھر گواہ نے گواہ قائم کیے کہ میں نے اس عورت سے ایک سال سے نکاح کیا ہے اور میں نے اس کو پہچانا نہیں تھا تو گواہی مقبول ہوگی اور حکم قاضی باطل ہو جائے گا اور وہ عورت اس گواہ کو واپس دی جائے گی پس اس مسئلہ میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ میں اختلاف ثابت ہوا یہ ذخیرہ میں ہے۔ دوسرے کے مقبوضہ مال عین پر ملک مطلق کا دعویٰ کیا پھر دوسرے وقت اسی شخص پر اسی قابض کے یہاں اس عین کا بسبب ملک حادث کے دعویٰ کیا تو دعویٰ صحیح ہے اور اگر پہلے کسی سبب سے ملک کا دعویٰ کیا پھر اسی شخص پر اسی قاضی کے پاس ملک مطلق کا دعویٰ کیا تو دعویٰ صحیح نہیں ہے یہ محیط میں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

اگر ایک چوپایہ پر اس سبب سے دعویٰ کیا کہ یہ میری ملک میں پیدا ہوا ہے پھر اس کے بعد اسی قاضی کے پاس کسی سبب حادث سے ملک کا دعویٰ کیا تو دوسرا دعویٰ صحیح نہ ہونا چاہئے بخلاف اس کے اگر پہلے ملک مطلق کا دعویٰ کیا پھر اسی قاضی کے پاس کسی سبب سے دعویٰ کیا تو صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے پر نصف دار معین کا دعویٰ کیا پھر بعد اس کے سب دار کا دعویٰ کیا تو سماعت نہ ہوگی اور اگر اس کے برعکس ہو تو سماعت ہوگی یہ خلاصہ میں ہے اور صواب اور صحیح یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں سماعت ہوگی لیکن اگر آدھے دعوے کے وقت یہ کہا کہ سوائے اس نصف کے میرا کچھ حق نہیں ہے تو اس وقت اس کے دعوے کی بالکل سماعت نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔

اگر کسی کے دار مقبوضہ پر بسبب خرید کے دعویٰ کیا اور ظاہر ہوا کہ دعویٰ کے روز جس گھر پر دعویٰ کیا ہے وہ مدعا علیہ کے قبضہ میں نہ تھا بلکہ غیر کے قبضہ میں تھا پھر مدعی نے دوسری مجلس میں اسی دار کے قابض پر ملک مطلق کی وجہ سے دعویٰ کیا تو بعض نے کہا کہ سماعت نہ ہوگی اور یہی اصح ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ پہلے خرید کا دعویٰ کیا اور قبضہ ذکر نہ کیا اور اگر خرید نامع قبضہ کے بیان کیا پھر بعد اس کے اس شخص پر اسی قاضی کے پاس ملک مطلق کا دعویٰ کیا تو بعض نے کہا کہ اس میں بھی اختلاف مشائخ ہونا چاہئے چنانچہ اگر خرید مع قبضہ کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مشائخ کا اختلاف ہے کذا فی الفصول العمادیہ۔

ایک شخص کے قبضہ میں ایک دار ہے کہ وہ زعم کرتا ہے کہ میں نے اس کو فلاں شخص سے خریدا ہے پھر ایک شخص نے آکر غیر قاضی کے پاس دعویٰ کیا کہ یہ گھر میرا ہے مجھے اس شخص نے جس نے قابض کے ہاتھ بیچا ہے صدقہ میں دیا ہے پھر ایک مہینہ یا ایک برس کے بعد اس مدعی نے جس کے قبضہ میں گھر ہے قاضی کے پاس مرافعہ کیا کہ یہ گھر میرا ہے میں نے اس شخص سے خریدا ہے جس سے قابض اپنا خریدنا بیان کرتا تھا پس اگر خریدنے کی تاریخ صدقہ کی تاریخ سے پہلے بیان کی تو گواہی قبول نہ ہوگی اور اگر بعد تاریخ صدقہ کے تاریخ خرید بیان کی تو مقبول ہوگی یہ کتاب الاقضیہ میں مذکور ہے اور اگر تاریخ ذکر نہ کی تو گواہوں کی گواہی مقبول ہوگی اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صدقہ میں خواہ قبضہ بیان کرے یا نہ کرے کچھ پروا نہیں ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر بعد تاریخ خرید کے صدقہ کا دعویٰ کیا تو بائع سے دام نہیں واپس کر سکتا ہے یہ ذخیرہ و محیط میں ہے۔

اگر اپنے باپ سے گھر خریدنے کا دعویٰ کیا پھر میراث کا دعویٰ کیا تو سماعت ہوگی اور اگر پہلے میراث کی وجہ سے دعویٰ کیا پھر خریدنے کا دعویٰ کیا تو مقبول نہیں اور تناقض ثابت ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

عورت نے مہر مثل کا دعویٰ کیا پھر مہر مسمّٰی کا دعویٰ کیا تو دوسرے دعوے کی سماعت ہوگی اور اگر پہلے مہر مسمّٰی کا دعویٰ کیا پھر مہر مثل کا دعویٰ کیا تو دوسرے دعوے کی سماعت نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔ ایک عورت نے اپنے شوہر سے مہر کا مطالبہ کیا پس شوہر نے ایک بار کہا کہ میں نے اس کو ادا کر دیا ہے پھر کہا کہ میں نے اس کے باپ کو ادا کر دیا ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ تناقض نہیں ہے یہ فصول استروشنیہ میں ہے۔

فتویٰ اس طرح طلب ہوا مردے[1] زنے را کہ خدمت میکرد بشوہرے داد بعد ازاں دعویٰ میکند کہ آن زن دو در نکاح من بودہ است و من طلاق ندادہ ام تو استروشنی نے فرمایا کہ اس کی سماعت نہ ہونی چاہئے کیونکہ تناقض ظاہر ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

ایک عورت نے ایک انگور کا باغ فروخت کر دیا پس اس کے نابالغ لڑکے نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہے مجھے اپنے باپ کی میراث میں ملا ہے اور عورت فروشندہ نے اس کی تصدیق کی اور کہا کہ میں وصیہ نہیں ہوں تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر وقت بیع کے اس نے وصیہ ہونے کا دعویٰ کیا تھا تو پھر بعد اس کے اس کا قول کہ میں وصیہ نہ تھی مقبول نہ ہوگا اور اس پر نابالغ کے واسطے قیمت باغ کی لازم آئے گی کیونکہ خود اس نے اقرار کیا کہ میں نے بیع و تسلیم کر کے اس کو تلف کیا ہے اور نابالغ کے گواہوں کی گواہی بدون اجازت اس شخص کے جو اس کا ولی ہے مقبول و مسموع نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک شخص کے قبضہ میں ایک دار ہے اس پر ایک شخص نے آ کر دعویٰ کیا کہ یہ میرا گھر ہے میں نے ایک سال سے اپنے باپ سے میراث پایا ہے اور گواہ دیئے کہ میں نے دو برس سے قابض سے خریدا ہے اور مدعی بھی ایسا ہی کہتا ہے جیسا گواہوں نے بیان کیا تو قاضی ایسی گواہی قبول نہ کرے گا لیکن اگر مدعی نے اس طرح توفیق دی کہ میں نے دو برس ہوئے کہ قابض سے خریدا تھا جیسا گواہوں نے بیان کیا پھر میں نے اپنے باپ کے ہاتھ فروخت کیا پھر ایک سال سے اپنے باپ سے میراث پایا ہے اور گواہوں نے گواہی دی تو گواہی مقبول ہوگی اور مدعی کے واسطے گھر کی ڈگری ہو جائے گی اسی طرح اگر ہبہ یا صدقہ کا بجائے خرید کے دعویٰ کیا تو مثل خرید کے حکم کے اس کا بھی حکم ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک سال سے صدقہ کا دعویٰ کیا پھر دو مہینہ سے خرید نے کا دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے تو مقبول نہ ہوں گے لیکن اگر توفیق دی کہ اس نے مجھے صدقہ میں دیا تھا اور میں نے قبضہ کیا پھر کسی سبب سے اس کے ہاتھ میں پہنچا اور اس نے صدقہ سے انکار کر دیا پس میں نے خرید لیا اور بیان کر دیا کہ صدقہ تو سبب ہے اور خرید لینا اپنی ملک کی تخلیص کے واسطے ہے تو گواہی مقبول ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر ایک سال سے صدقہ کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے کہا کہ ایک مہینہ سے اس نے خریدا ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی لیکن اگر اس طرح توفیق دی کہ مجھے اس نے ایک سال سے صدقہ میں دیا تھا اور میں نے قبضہ کر لیا پھر اس کے ہاتھ کسی سبب سے پہنچ گیا اور اس نے صدقہ سے انکار کیا تو ایک مہینہ ہوا کہ میں نے خرید لیا اور اس کو گواہوں سے ثابت کیا تو گواہی مقبول ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص کے دار مقبوضہ پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے ہبہ کر دیا ہے اور صدقہ میں نہیں دیا ہے اور گواہ صدقہ دینے پر قائم کیے اور کہا کہ کبھی مجھے ہبہ نہیں کیا ہے حالانکہ قاضی کے سامنے ہبہ کا دعویٰ کیا تھا تو اس نے اپنے گواہوں کو جھٹلایا پس گواہی مقبول نہ ہوگی اسی طرح اگر دعویٰ کیا کہ میراث میں ملا ہے میں نے ہرگز نہیں خریدا ہے پھر اس کے بعد آ کر بیان کیا کہ میں نے اس کو خریدا ہے ہرگز مجھے میراث میں نہیں ملا ہے پھر ایک سال سے خرید نے پر دو گواہ لایا تو دعویٰ باطل ہے پس اگر ہبہ کا دعویٰ کیا اور یہ کہا کہ مجھے کبھی صدقہ میں

[1] ترجمہ ایک مرد نے ایسی عورت کو جو اس کی خدمت کیا کرتی تھی ایک شوہر کے نکاح میں دے کر پھر دعویٰ کیا کہ یہ عورت میرے نکاح میں ہے اور میں نے اس کو طلاق نہیں دی ہے ۱۲

نہیں دیا ہے پھر صدقہ کے گواہ لایا اور کہا کہ جب اس نے ہبہ سے انکار کیا تو میں نے درخواست کی کہ مجھے صدقہ دے دے اس نے یسا ہی کیا تو جائز ہے اسی طرح اگر کہا کہ میں اس کا بسبب میراث کے مالک ہوا تھا اس نے میراث سے انکار کیا پھر میں نے اس سے ریدلیا اور خریدنے کے دو گواہ لایا تو جائز ہے اور اگر پہلے خرید کا دعویٰ کیا پھر اس کے گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے اپنے باپ سے براث پایا ہے تو اس کا حکم اس کے برخلاف ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر دعویٰ کیا کہ میں نے یہ گھر باپ سے میراث پایا ہے پھر دوسرے کے ساتھ دعویٰ کیا کہ ہم دونوں نے اپنے پ سے میراث پایا ہے اور دونوں نے گواہ پیش کیے تو مقبول ہوں گے یہ خلاصہ میں ہے۔

ایک لڑکے کے چند عقار موروثی ہیں اس نے اپنے کسی عقار کا بعد بالغ ہونے کے مشتری پر دعویٰ کیا کہ میرے وصی نے اس کے ہاتھ مجبوری و زبردستی سے فروخت کر کے سپرد کیا تھا پس اس کو واپس کرنا چاہا پھر دوبارہ اسی عقار کا دعویٰ کیا کہ میرے وصی نے اس ونہایت خسارہ سے فروخت کیا ہے تو قاضی اوّل سے دوسرے دعوے کی سماعت کرے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے سے ایک غلام خریدا پھر بالغ نے دعویٰ کیا کہ میں بیع میں فضولی تھا اور مشتری سے غلام واپس کرنا چاہا رمشتری نے انکار کیا یا مشتری نے دعویٰ کیا کہ بائع اس بیع میں فضولی تھا اور دام واپس لینے کا قصد کیا تو دعویٰ صحیح نہیں ہے اور اگر اپنے لواہ پیش کرنے چاہے تو سماعت نہ ہوگی اسی طرح اگر گواہ نہ ہوں اور دوسرے سے قسم لینا چاہی کہ وہ فضولی تھا تو قسم نہیں لے سکتا ہے محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز میری ہے پھر دعویٰ کیا کہ مجھ پر وقف کی گئی ہے تو سماعت ہوگی اور اگر پہلے وقف کا وئ کیا پھر اپنی ملک کا دعویٰ کیا تو سماعت نہ ہوگی یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک شخص نے ایک زمین بیچی پھر دعویٰ[1] کیا کہ یہ مجھ پر اور ری اولاد پر وقف کی گئی ہے تو بسبب تناقض کے سماعت نہ ہوگی اور اگر مدعا علیہ سے قسم لینی چاہی تو قسم نہیں لے سکتا ہے اور اگر گواہ ئم کیے تو قبول ہوں گے اور بعض نے کہا کہ نہ قبول ہونا اصوب واحوط ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اجناس میں ہے کہ زمین کے مشتری نے اگر اقرار کیا کہ یہ زمین خریدی ہوئی مقبرہ یا مسجد ہے اور قاضی نے اس کے مخاصم کے امنے اس کے اقرار کو نافذ کیا پھر مشتری نے بائع پر دام پھیر لینے کے واسطے گواہ قائم کیے تو مقبول ہوں گے یہ محیط میں ہے۔

اگر مشتری نے بائع پر دعویٰ کیا کہ جو زمین تو نے میرے ہاتھ فروخت کی وہ فلاں مسجد پر واقف ہے تو فقیہ ابو جعفر رحمۃ اللہ یہ نے فرمایا کہ مقبول ہے اور بیع ٹوٹ جائے گی اور فقیہ ابواللیث نے کہا کہ ہم اسی کو لیتے ہیں اور بعض نے کہا کہ مقبول نہیں اور اول ح ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

اگر مدعا علیہ کے قبضہ میں کسی مال کا بسبب شرکت کے دعویٰ کیا پھر اس پر مدعی قرض ہونے کا دعویٰ کیا تو سماعت ہوگی اور اس ے برعکس سماعت نہ ہوگی کیونکہ مال شرکت کبھی بسبب انکار کے قرض ہو جاتا ہے اور قرض کبھی مال شرکت نہیں ہو جاتا ہے یہ فصول ترشیہ میں ہے۔

سرے شخص کی بابت مال کا دعویٰ کرنا ☆

ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ تجھ پر فلاں شخص کا اتنا مال تھا اور وہ مر گیا اور وہ مال مجھے میراث میں چاہئے پس مدعا یہ نے کہا کہ میں نے یہ مال اس کو تو ادا کر دیا ہے اور گواہ لانے گیا مگر نہیں لایا پھر مدعی نے دوسری مجلس میں اپنے دعوے کا اعادہ کیا

[1] قولہ دعویٰ کیا الخ اور اصل میں ہے کہ گواہ قائم کیے اور اس میں نظر ہے کیونکہ اکے بعد مقولہ ہے کہ گواہی قبول ہوگی اور اس مقام پر غور کرنا کہ تجھ کو مصلحت

پس مدعا علیہ نے کہا کہ مجھے تیرے وارث ہونے کا علم نہیں ہے تو اس کی سماعت ہوگی یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے ایک عورت پر دعویٰ کیا کہ میں نے اوّل سے نکاح کیا ہے اور اس نے انکار کیا پھر وہ شخص مر گیا پھر عورت ۔ آ کر اس کی میراث کا دعویٰ کیا تو اس کو میراث ملے گی یہ محیط کی فصل نہم میں ہے اگر عورت نے نکاح کا دعویٰ کیا اور مرد نے انکار کیا پھ عورت مرگئی پس مرد نے اس کی میراث طلب کی اور زعم کیا کہ میں نے اس سے نکاح کیا تھا تو اس کو میراث ملے گی ایسا ہی امام ا یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے نوادر میں مذکور ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔

اگر ایک عورت نے اپنے شوہر پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے تین طلاق دی ہیں اور شوہر نے اس کا انکار کیا پھر شوہر مر گیا ا عورت نے اس کی میراث طلب کی تو میراث نہ[1] ملے گی۔ اسی طرح اگر اس نے اپنے کو جھٹلایا اور کہا کہ مجھے قبل موت کے اس ۔ طلاق نہیں دی تھی تو بھی میراث ملے گی یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص کے قبضہ میں ایک مملوک ہے اس پر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا مملوک ہے اور قابض اس سے انکار کرتا ہے ا کہتا ہے کہ میرا ہے پس قاضی نے اس سے قسم لی کہ واللہ یہ اس مدعی کا نہیں ہے پس اس نے قسم سے انکار کیا پس قاضی نے بسبب نکو کے اس پر ڈگری کر دی پس قابض نے کہا کہ میں نے خصومت سے پہلے یہ مملوک مدعی سے خریدا تھا اور اس کے گواہ دیئے تو مقبول ہو گے اور غلام کا اس کے واسطے حکم ہوگا اور اس کا قسم سے باز رہنا اپنے گواہوں کا کذاب نہ ہوگا اور اگر اس نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا ۔ میری ملک میں پیدا ہوا ہے پھر گواہ قائم کیے کہ میں نے اس کو فلاں شخص سے سوائے مدعی کے خریدا ہے تو گواہ مقبول نہ ہوں گے یہ ذخ میں ہے۔

نوادر عیسیٰ بن ابان میں ہے کہ تین شخصوں نے ایک شخص پر کسی مال کے واسطے گواہ قائم کیے کہ یہ ہمارے باپ کی میرا سے ہم کو چاہئے ہے اور قاضی نے ان کی ڈگری کر دی پھر ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ مال جو قاضی نے ہم کو دلایا ہے اس میں م کچھ حق نہیں ہے یہ صرف دونوں بھائیوں کا ہے تو اس کہنے سے مدعا علیہ سے کچھ کم نہ ہوگا لیکن اگر یوں کہا کہ اصل میں میرا اس میں نہیں ہے صرف میرے دونوں بھائیوں کا ہے تو بقدر اس کے حصہ کے باطل ہو جائے گا اور اگر قاضی کے حکم دینے سے اس نے کہا میرا اس مال میں کچھ حق نہیں ہے یہ صرف میرے دونوں بھائیوں کا ہے تو اس سے دریافت کیا جائے گا کہ تم سب نے میراث پر دعویٰ کیا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ تیرا نہیں ہے اور انکار ہو گیا پس اگر ایسی کوئی وجہ معقول بیان کی جس سے اس کو مخرج ہو سکتا ہے تو مقبو ہوگی اور اگر یہ کہہ کر وہ مر گیا تو قاضی دو تہائی دونوں بھائیوں کو دلائے گا اور اس کا حصہ چھوڑ دے گا اور اگر ایسا ہوا کہ جن لوگوں نے قائم کیے ہیں وہی لوگ باہمی معاملہ رکھتے ہیں اور میراث کی وجہ سے مال کا دعویٰ نہ کیا بلکہ کسی شے کے فروخت کرنے کا دعویٰ کیا ایک نے کہا کہ میرا اس میں کچھ حق نہیں ہے یہ صرف انہیں دونوں کا ہے تو تمام مال ان دونوں کو دلایا جائے گا مدعا علیہ سے کچھ کم ن جائے گا یہ محیط میں ہے

---

[1] کیونکہ سابق ولاحق دونوں کلاموں میں تناقض ہے ۱۲

نواں باب

دو شخصوں کے دعویٰ کے بیان میں

اِس میں چار فصلیں ہیں

فصل اوّل ☆

مال عین میں ملک مطلق کے دعوے کے بیان میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاصل میں ذکر فرمایا ہے کہ ایک نے دوسرے مقبوضہ دار یا عقار[1] یا کسی مال منقول پر دعویٰ کیا اور دونوں نے گواہ قائم کیے تو ہمارے علماء ثلثہ کے نزدیک غیر قابض کے گواہوں پر ڈگری کی جائے گی۔ یہ حکم اس وقت ہے کہ دونوں نے تاریخ ذکر نہ کی اور اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی پس اگر دونوں کی تاریخ ایک ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ایک کی تاریخ سابق ہو تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے موافق اس کی ڈگری ہوگی جس کی تاریخ پہلے ہو اور اگر ایک نے تاریخ بیان کی اور دوسرے نے نہ بیان کی تو مدعی کی ڈگری امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کی جائے گی یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص کے قبضہ میں ایک دار ہے اس پر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں اس دار کا ایک سال سے مالک ہوا ہوں اور قابض نے گواہ دیئے کہ میں نے دو برس ہوئے کہ اس کو فلاں شخص سے خریدا ہے درحالیکہ وہ اس کا مالک تھا اور میں نے قبضہ کر لیا ہے تو مدعی (غیر قابض) کی ڈگری کر دی جائے گی یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر مدعی نے دعویٰ کیا کہ میرا یہ غلام ہے میں نے اس کو ہزار درم پر مکاتب کیا ہے اور اس کے گواہ سنائے اور قابض نے کہا کہ میرا غلام ہے میں نے اس کو ہزار درم پر مکاتب کیا ہے اور اس کے گواہ دیئے تو غلام دونوں میں مکاتب قرار دیا جائے گا کہ دونوں کو مال کتابت ادا کرے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر ایک نے کہا کہ میں نے اس کو مدبر کیا ہے اور میں اس کا مالک ہوں اور اس پر گواہ سنائے اور دوسرے نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو مکاتب کیا ہے اور میں اس کا مالک ہوں تو مدبر کرنے کے گواہ اولیٰ ہیں کذا فی المحیط۔

اگر دو شخصوں نے تیسرے کی مقبوضہ چیز پر ملک مطلق کا دعویٰ کیا اور دونوں نے تاریخ نہ کہی یا ایک ہی تاریخ کہی تو دونوں میں نصف نصف کی ڈگری ہوگی کذا فی الخلاصہ اور اگر دونوں نے تاریخ کہی اور ایک کی تاریخ سابق ہے تو موافق ظاہر الروایت کے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ و اوّل قول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے اسی کی ڈگری ہوگی جس کی تاریخ سابق ہے اور اگر ایک نے تاریخ کہی اور دوسرے نے نہ کہی تو ظاہر الروایت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے دونوں میں برابر ڈگری ہوگی اور یہی صحیح ہے اور صاحبین سے روایات مختلف ہیں اور شیخ الاسلام خواہر زادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ صحیح بنا بر اوّل قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ و دوسرے قول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہ ہے کہ مثل قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے دونوں میں نصف نصف کی ڈگری ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک دار یا مال منقول دو شخصوں کے قبضہ میں ہے اور ہر ایک نے اپنے دعوے کے گواہ سنائے پس اگر دونوں نے تاریخ نہ کہی یا برابر ایک ہی تاریخ کہی تو دونوں میں نصفا نصف ہونے کا حکم ہوگا اور اگر دونوں میں سے ایک کی تاریخ پہلی ہو تو امام

[1] اس لفظ کا اطلاق زمین پر ہوتا ہے ۱۲

اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اور موافق دوسرے قول امام ابو یوسفؒ اور اوّل قول امام محمدؒ کے جس کی تاریخ پہلی ہو اس کی ڈگری ہوگی اور اگر ایک نے تاریخ نہ کہی اور دوسرے نے کہی تو امام اعظمؒ نزدیک دونوں میں نصف نصف کی ڈگری ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک موافق اس روایت کے تاریخ معتبر نہیں رکھتے ہیں ایسا ہی حکم ہے اور موافق اس قول کے کہ تاریخ کا اعتبار کرتے ہیں پس امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تاریخ کہنے والے کی ڈگری اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نہ کہنے والے کی ڈگری ہوگی کیونکہ جس نے نہ کہی اسی کی تاریخ سابق ہی کذافی المحیط۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک غلام ہے اس پر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میرا غلام ہے مجھ سے اس نے غصب کر لیا یا کرایہ لیا یا مستعار[1] لیا یا رہن لیا ہے اور قابض نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا ہے میں نے اس کو آزاد یا مدبر کیا ہے یا باندی تھی کہ قابض نے گواہ دیئے کہ میں نے اس کو ام ولد بنایا ہے تو مدعی کی گواہی اولیٰ ہے اس کے واسطے غلام کی ڈگری ہوگی کذافی الذخیرہ۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک گھر ہے اس پر دوسرے نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا ہے اور دوسرے مدعی نے گواہ دیئے کہ یہ میرا ہے مجھ سے اس دوسرے مدعی نے غصب کر لیا ہے تو جس کے گواہوں نے غصب کی گواہی دی ہے اس کی ڈگری ہوگی اسی طرح اگر بجائے دعوے غصب کے ودیعت رکھنے کا دعویٰ ہو تو بھی ایسا ہی ہے یہ محیط میں ہے۔ بکر نے ایک گھر پر جو سعد و زید کے ہاتھ میں ہے دعویٰ کیا کہ میرا ہے اور ان دونوں میں سے ہر ایک نے گواہ گذرانے کہ میرا ہے تو آدھا بکر کو ملے گا اور آدھا ان دونوں کو ملے گا اور اگر بکر نے سعد پر غصب یا ودیعت کا دعویٰ کیا تو چوتھائی زید کو اور باقی بکر کو ملے گا اور قاعدہ یہ ہے کہ غیر قابض دو مدعیوں نے اگر ایک مال معین[2] میں تنازع کیا اور ایک نے دوسرے پر غصب کا دعویٰ کیا اور دونوں نے گواہ گذرانے تو قاضی غصب کے دعویٰ کرنے والے کی ڈگری کرے گا اور مدعا علیہ کی ڈگری ان کے گواہوں پر نہ کرے گا ایسا ہی اس مقام پر ہے اور اگر بکر نے سعد پر غصب کا دعویٰ کیا اور سعد نے اس پر یہی دعویٰ کیا اور زید نے ملک مطلق کا دعویٰ کیا تو آدھا بکر کا ہوگا اور آدھا ان دونوں کا ہوگا اور بکر نے سعد پر اور سعد نے زید پر دعویٰ کیا اور زید نے ملک مطلق کا دعویٰ کیا تو چوتھائی زید کا اور باقی بکر کا ہوگا اور اگر بکر نے سعد پر اور سعد نے زید پر اور زید نے بکر پر دعویٰ کیا تو زید کو وہ آدھا ملے گا جو سعد کے قبضہ میں ہے اور جو زید کے قبضہ میں ہے وہ بکر کو ملے گا اور اگر دونوں نے بکر پر غصب کا دعویٰ کیا اور بکر نے سعد پر تو زید کو آدھا ملے گا جو سعد کے قبضہ میں ہے اور جو زید کے قبضہ میں ہے وہ بکر و سعد کے درمیان تقسیم ہوگا کذافی الکافی۔ اگر سعد نے گواہ دیئے کہ یہ میرا گھر ہے مجھ سے زید نے غصب کر لیا ہے اور زید نے گواہ دیئے کہ میرا ہے مجھ سے سعد نے غصب کر لیا ہے اور بکر نے گواہ دیئے کہ میرا ہے مجھ سے سعد و زید نے غصب کر لیا ہے تو بکر کو آدھا گھر اور باقی آدھا سعد و زید میں نصف نصف تقسیم ہوگا یہ محیط میں ہے۔

فصل ثانی ☆

مال عین[2] میں بسبب ارث یا خرید یا ہبہ یا اس کے مثل سبب سے ملک کا دعویٰ کرنے کے بیان میں

ایک دار ایک شخص کے قبضہ میں ہے اس پر دو شخصوں نے دعویٰ کیا ہر ایک دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے اس کو اپنے باپ سے میراث پایا ہے اور اس پر گواہ قائم کیے پس اگر دونوں نے تاریخ نہ بیان کی یا دونوں کی تاریخ یکساں ہے تو دار دونوں کو نصف نصف دلایا جائے گا اور اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی مگر ایک کی تاریخ دوسرے سے پہلے ہے تو موافق قول آخر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے جیسا

[1] یعنی بطور عاریت لے لیا [2] مال معین یعنی جو معین ہو سکتا ہے جیسے مکان و زمین و جنس متاع وغیرہ ۱۲

کہ منتقی میں ہے اور موافق قول آخر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے جیسا کہ اصل میں ہے اور موافق اوّل قول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے جیسا کہ ابن سماعہ نے ان سے روایت کی ہے اس شخص کی ڈگری ہوگی جس کی تاریخ سابق ہے کذا فی الذخیرہ اسی طرح اگر ملک مورثین کی تاریخ ذکر کی تو بالاجماع اس کی ڈگری ہوگی جس کی تاریخ سابق ہے کذا فی الخلاصہ۔

اگر ایک کے قبضہ میں ڈگری ہو تو وہ مدعی کو ملے گا لیکن جبکہ تاریخ قابض کی سابق ہو تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ وامام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہی اولیٰ ہے ☆

اگر ایک نے تاریخ ذکر کی اور دوسرے نے ذکر نہیں کی تو بالاجماع دونوں میں دو حصہ برابر ہوں گے کذا فی الکافی اور اگر ایک کے قبضہ میں ہو تو وہ مدعی کو ملے گا لیکن جب کہ تاریخ قابض کی سابق ہو تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ وامام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہی اولیٰ ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مدعی کی ڈگری ہوگی اور اگر ایک نے تاریخ کہی اور دوسرے نے نہ کہی تو وہ بالاجماع مدعی کا ہے اور اگر دونوں کے قبضہ میں ہے تو دونوں میں بالاجماع برابر تقسیم ہوگا لیکن اگر ایک کی تاریخ سابق ہو تو وہ اولیٰ ہے کذا فی الخلاصہ۔

اگر دونوں نے دو شخصوں سے خریدنے کا دعویٰ کیا ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ فلاں شخص سے میں نے خریدا اور وہ اس کا مالک تھا اور دوسرے نے کہا کہ میں نے فلاں دوسرے سے خریدا اور وہ مالک تھا اور گواہ قائم کیے تو قاضی دونوں میں برابر تقسیم کر دے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے خواہ وہ دونوں نے خرید کی تاریخ بیان کی ہو یا نہ بیان کی ہو یہ محیط میں ہے۔

اگر دونوں نے وقت بیان کیا تو ظاہر الروایت کے موافق پہلے وقت والا اولیٰ ہے اور اگر ایک نے بدون دوسرے کے تاریخ بیان کی تو بالاتفاق دونوں میں برابر تقسیم ہوگا کذا فی فتاوے قاضی خان۔

اگر دونوں نے ایک ہی سے خریدنے کا دعویٰ کیا اور تاریخ نہ کہی یا ایک ہی تاریخ ذکر کی تو دونوں پر برابر تقسیم ہوگا کذا فی الکافی اور ہر ایک کو خیار حاصل ہوگا پھر اگر قاضی نے ہر ایک کو خیار دیا پس ایک لینے پر راضی ہوا دوسرا نہ ہوا تو رضامند کو آدھے سے زیادہ نہ ملے گا کذا فی المحیط۔

اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی اور ایک کی تاریخ سابق ہے تو بالاتفاق اسی کی ڈگری ہوگی اور اگر ایک نے تاریخ ذکر کی اور دوسرے نے ذکر نہ کی تو بالاتفاق تاریخ کہنے والے کو ملے گا اور اگر مال معین دونوں کے قبضہ میں ہو تو دونوں میں تقسیم ہوگا لیکن اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی اور ایک کی تاریخ سابق ہے تو سابق والے کو ملے گا اور اگر ایک کے قبضہ میں ہو تو قابض کا ہے خواہ اس نے تاریخ کہی ہو یا نہ کہی ہو لیکن اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی اور مدعی کی تاریخ قابض سے پہلے ہے تو اسی کو دلایا جائے گا کذا فی الکافی۔

ایک شخص کے قبضہ میں ایک غلام اور دار ہے اس پر دو شخصوں نے گواہ قائم کیے ہر ایک نے گواہ دیئے کہ میں نے اس سے یہ دار بعوض اس غلام کے جو اس کے پاس ہے خریدا ہے اور قابض دونوں کے دعوے سے منکر ہے تو قاضی دار کے دونوں میں برابر اور غلام کے دونوں میں برابر ہونے کا حکم کرے گا اور ان دونوں کو خیار ہوگا پس اگر دار کا لینا اختیار کیا تو دار دونوں میں اور غلام دونوں میں برابر کر دے گا اور اگر فسخ کرنا اختیار کیا تو غلام دونوں میں اور قیمت غلام دونوں میں برابر لگا دے گا اور اگر ایک نے تمام دار لینے کا قصد کیا حالانکہ قاضی دونوں میں برابر کی ڈگری کر چکا ہے تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر دار دونوں مدعیوں کے قبضہ میں ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ایک مدعی کے قبضہ میں ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو دار قابض کا ہوگا اور اس کو خیار نہ ہوگا اور تمام غلام دوسرے کا ہوگا کذا فی المحیط اور اگر دار اس کے قبضہ میں نہ ہو لیکن اس کے گواہوں کے

بیان سے ثابت ہوا کہ اس نے دار پر قبضہ کیا ہے تو قاضی دار کی ڈگری اسی کے نام کر دے گا کذانی فتاویٰ قاضی خان۔ اگر مدعا علیہ نے قابض سے کہا کہ دار کا عوض مجھے سپرد نہیں ہوا بلکہ دوسرے خصم کے گواہوں سے اس میں استحقاق پیدا ہو گیا پس میں تجھ سے دار واپس لوں گا تو اس پر التفات نہ کیا جائے گا کیونکہ غلام میں اس طرح استحقاق ثابت ہوا کہ جو قابض کے لیے حجت نہیں ہے کیونکہ قابض کی حجت کو دوسرے پر ترجیح ہے پس استحقاق قابض کے حق میں ظاہر نہ ہوا بلکہ ایسا ہوا کہ گویا مدعا علیہ کے اقرار سے استحقاق پیدا ہوا ہے یہ حکم اس وقت میں ہے کہ دونوں نے مطلقاً خرید کا دعویٰ کیا اور اگر دونوں نے تاریخ بیان کر کے دعویٰ کیا اور گواہ دیئے اور ایک کی تاریخ سابق ہے تو غلام دوسرے کو دلایا جائے گا کذانی المحیط۔ اگر ایک نے تاریخ بیان کی دوسرے نے نہ بیان کی اور دار مدعا علیہ کے قبضہ میں ہے تو تاریخ والے کے واسطے گھر کی اور دوسرے کے واسطے غلام کی ڈگری ہوگی اور اگر ایک نے تاریخ کہی ہو اور دوسرے کا قبضہ یا معائنہ ہو گیا ہو یا گواہوں سے ثابت ہو تو ڈگری کے پانے کے واسطے یہی اولیٰ ہوگا کذانی الکافی۔ اگر اس کے گواہوں نے جس نے تاریخ نہیں ذکر کی ہے یہ گواہی دی کہ بائع نے اس کے خریدنے اور قبضہ کرنے کا اقرار کیا تو تاریخ بیان کرنے والے کی ڈگری اور اگر ایک کا قبضہ گواہوں سے ثابت ہوا دوسرے کا قبضہ[۱] معائنہ ہوا ہو تو بھی اولیٰ ہے کذانی المحیط۔ اگر دونوں کے قبضہ میں ہو پس ایک نے تاریخ کہی اور دوسرے نے چھوڑ دی تو دار و غلام دونوں میں برابر تقسیم ہونے کی ڈگری ہوگی کذانی الکافی اور اگر ایک کے گواہوں نے خریدنے اور قبضہ کے معائنہ کی گواہی دی یا قبضہ میں بائع کے اقرار کرنے کی گواہی دی اور ایک نے تاریخ قبضہ بیان کی ہے اور دوسرے نے نہیں بیان کی ہے پس اگر دار بائع کے قبضہ میں ہو تو تاریخ والا اولیٰ ہے اور اگر اس کے قبضہ میں ہو جس کے گواہوں نے تاریخ نہیں بیان کی ہے تو وہ اولیٰ ہے جس کے گواہوں نے قبضہ و معائنہ کی گواہی ادا کی ہے مگر تاریخ کی گواہی نہیں دی ہے اور اگر دار مشتری کے قبضہ میں ہو اور دونوں نے گواہ قائم کیے جنہوں نے خریدنے اور قبضہ کے معائنہ کی گواہی دی یا بائع کے قبضہ ہونے کے اقرار پر گواہی دی اور ایک کے گواہوں نے تاریخ قبضہ بیان کی اور دوسرے کے گواہوں نے نہیں بیان کی تو دار دونوں میں برابر تقسیم ہونے کی ڈگری ہوگی اور غلام بھی دونوں میں ہوگا اور دونوں کو خیار بھی ہوگا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قبضہ کی تاریخ یہاں بمنزلہ تاریخ خرید کے ہے حتیٰ کہ اگر گھر بائع کے قبضہ میں ہو اور ہر ایک کے گواہوں نے خرید اور قبضہ کی گواہی دی اور قبضہ کی تاریخ بدون تاریخ خرید کے بیان کی اور ایک کی تاریخ پہلی ہے تو جس کی تاریخ قبضہ سابق ہے اس کی ڈگری ہوگی اور اگر گھر پچھلی تاریخ قبضہ والے کے قبضہ میں ہو تو بھی پہلے تاریخ والے کی ڈگری ہوگی اور اگر ایک نے تاریخ قبضہ بیان کی دوسرے نے نہ بیان کی اور دار بائع کے قبضہ میں ہے تو تاریخ والے کی ڈگری ہوگی اور اگر دار اس کے قبضہ میں ہو جس نے تاریخ نہیں بیان کی تو وہی اولیٰ ہے قلت[۲] فینبغی ان یکون فی مثل ہذا خلاف الامام الثانی۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ غلام مدعا علیہ کے قبضہ میں ہو اور اگر غلام دونوں مدعیوں کے قبضہ میں ہو اور دار مدعا علیہ کے قبضہ میں ہے اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو دار و غلام دونوں میں برابر اور دونوں کو خیار ہوگا پس اگر بیع تمام کر دیں تو دار دونوں میں برابر تقسیم ہوگا اور اگر بیع فسخ کر دیں تو غلام دونوں میں برابر تقسیم ہوگا اور مدعا علیہ غلام کی قیمت دونوں کو ڈانڈ نہ دے گا کذانی المحیط۔ ایک غلام ایک شخص کے قبضہ میں ہے اس پر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں نے یہ غلام اس قابض کے ہاتھ بعوض ہزار درم و ایک رطل شراب کے فروخت کیا ہے اور میں مالک ہوں اور دوسرے نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو قابض کے ہاتھ بعوض ہزار درم و ایک سور کے فروخت کیا ہے درحالیکہ میں مالک غلام ہوں اور قابض دونوں کے دعویٰ سے انکار کرتا ہے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ غلام دونوں مدعیوں کو نصف نصف واپس کیا جائے گا اور قابض ہر ایک کو آدھی قیمت غلام کی ڈانڈ دے گا اور اگر ہر ایک مدعی نے یہ

۱؎ یعنی اس کا قبضہ دیکھا گیا ۱۲

۲؎ مترجم کہتا ہے کہ ایسی صورت میں مناسب و سزاوار ہے کہ امام دیگر کا خلاف ہو ۱۲

گواہ دیئے کہ میں نے اس قابض کے ہاتھ بطور بیع فاسد فروخت کیا ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر غلام مشتری کے ہاتھ میں مر گیا تو اس پر دو قیمتیں واجب ہوں گی یہ محیط میں ہے۔

یہ حکم اس وقت ہے کہ اس امر کے گواہ سنائے کہ قابض نے ایسا اقرار کیا ہے اور اگر ہر ایک نے بیع کے معائنہ اور قبضہ کے گواہ دیئے پس اگر غلام بعینہ قائم ہے تو غلام لے کر دونوں کو برابر دے دیا جائے گا اور سوائے اس کے ان کو کچھ نہ ملے گا اور اگر غلام مستہلک ہے تو غلام کی ایک قیمت دونوں کو برابر ملے گی اور سوائے اس کے کچھ نہ ملے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک شخص کے مقبوضہ غلام پر دو شخصوں نے دعویٰ کیا اور ہر ایک نے گواہ دیئے کہ میں نے اس مشتری قابض کے ہاتھ سو دینار کو اس شرط پر فروخت کیا ہے کہ مشتری کے واسطے ایک وقت معلومہ تک خیار ہے اور قابض دونوں کے دعوے سے انکار کر کے اپنی ملک کا دعویٰ کرتا ہے تو قابض کو خیار ہوگا کہ غلام دونوں میں سے جس کو چاہے دے دے اور دوسرے کو دام دینے پڑیں گے یہ ظہیریہ میں ہے۔

ایک غلام ایک شخص کے قبضہ میں ہے اس پر دو شخصوں نے دعویٰ کیا ہر ایک نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا غلام ہے میں نے اس کو قابض کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کیا ہے کہ مجھے تین روز تک خیار ہے پس اگر دونوں نے بیع تمام کر دی یا ایک نے تمام کی اور دوسرا راضی ہو گیا تو مشتری کو لینا پڑے گا اور ہر ایک کو ہزار درم دینے پڑیں گے اور اگر ایک نے بیع تمام کی اور دوسرے نے توڑ دی تو اجازت دینے والے کو آدھا ثمن اور دوسرے کو پورا غلام ملے گا اور اگر دونوں نے بیع تمام نہیں کی تو غلام لے کر آدھا آدھا کر لیں اور اس کے سوائے کچھ نہ ملے گا اور اگر دونوں نے گواہ قائم نہ کیے مگر قابض نے دونوں کی تصدیق کی اور یہ معلوم نہیں کہ پہلا کون ہے پس اگر دونوں نے بیع تمام کر دی تو ہر ایک ہزار درم لے لے گا اور اگر تمام نہ کی اور مدت گذر گئی تو غلام دونوں میں برابر مشترک ہوگا اور مشتری ہر ایک کو آدھی قیمت ڈانڈ دے گا اور اگر ایک نے اجازت دی اور دوسرے نے نہ دی تو اجازت دینے والا پورے ہزار درم لے لے گا اور دوسرے کو پورا غلام ملے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

نوادر ہشام میں ہے کہ میں نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ ایک غلام ایک شخص کے قبضہ میں ہے اس پر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں نے قابض سے ایک سال سے ہزار درم کو خریدا ہے اور دوسرے نے دعویٰ کیا کہ میں نے قابض سے پانچ مہینہ سے سو دینار سے خریدا ہے اور قابض کہتا ہے کہ میں نے سو دینار والے کے ہاتھ بیچا ہے پس قاضی نے ہزار درم والے کی ڈگری کر دی اور غلام اس کے سپرد کیا پھر مشتری نے اس میں عیب پا کر مدعا علیہ کو بحکم قاضی واپس کر دیا اور سو دینار والا آیا اور کہا کہ میں غلام لے لیتا ہوں کیونکہ تو نے میرے ہاتھ بیچنے کا اقرار کیا ہے اور قابض انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ قاضی نے میرے تیرے درمیان کا عقد فسخ کر دیا تو مالک غلام کے قول پر التفات نہ کیا جائے گا اور ہزار والے کی ڈگری کر دینے سے سو دینار والے کی فسخ بیع کا حکم نہ ہوا اور سو دینار والے کو اختیار ہے کہ بائع کے اقرار کی وجہ سے کہ میں نے سو دینار والے کے ہاتھ بیچا ہے ہزار درم والے کے ہاتھ نہیں بیچا ہے اس غلام کو لے لے اور اگر بائع نے سو دینار والے سے کہا کہ غلام کو لے لے اس نے انکار کیا تو بائع اس کے ذمہ لازم کر سکتا ہے اور اگر سو دینار والے نے ہزار والے کی ڈگری ہونے کے وقت مجلس قاضی سے اُٹھ کر کہا کہ میں نے بیع فسخ کر دی تو بیع فسخ نہ ہوگی مگر اس صورت میں فسخ ہو جائے گی کہ بائع قبول کر لے یا قاضی دونوں کی بیع فسخ کر دے یہ محیط میں ہے۔

اگر مدعی اور قابض نے کسی سبب سے ایک ہی وجہ سے ملکیت حاصل کرنے کا دعویٰ کیا اور دونوں نے تاریخ نہ کہی یا دونوں نے ایک ہی تاریخ کہی یا صرف ایک نے تاریخ کہی تو قابض اولیٰ ہے اور اگر دونوں نے تاریخ کہی اور ایک کی تاریخ سابق ہے تو وہی اولیٰ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر قاضی کا ثمن دے دینا ثابت ہوا اور مدعی کا نہ ثابت ہوا ☆

اگر دار ایک شخص کے قبضہ میں ہو اس پر مدعی نے دعویٰ کیا کہ میں نے زید سے یہ دار خریدا ہے اور اس کے گواہ قائم کیے اور قابض نے گواہ قائم کیے کہ میں نے زید سے خریدا ہے اور مدعی کی تاریخ سابق ہے تو اسی کی ڈگری ہوگی پس بعد ڈگری کے اگر دونوں کا ثمن ادا کر دینا بائع کے اقرار یا قاضی کے معائنہ سے ثابت ہوا تو مدعی کو گھر سپرد کر دیا جائے گا اور قابض کو اختیار نہ ہوگا اپنے دام وصول کرنے تک دار کو روک سکے اور اگر کسی کا ثمن ادا کرنا اس طرح ثابت نہ ہوا تو قاضی مدعی کو گھر نہ دے گا یہاں تک کہ اس سے دام وصول کر لے اور اگر ایک شخص کا ثمن ادا کر دینا بائع کے اقرار یا قاضی ک معائنہ سے ثابت ہوا پس اگر مدعی کی طرف سے ثابت ہوا تو گھر اس کو دے دیا جائے گا اور اگر قابض کا ثمن دے دینا ثابت ہوا اور مدعی کا نہ ثابت ہوا تو قاضی مدعی کو گھر نہ دے گا جب تک کہ دام وصول نہ کر لے اور اگر دونوں دام دو جنس مختلف کے ہوں تو جو کچھ مدعی سے وصول کیا اس میں سے قابض کو کچھ نہ دے گا کیونکہ بائع اگر حاضر ہوا تو قابض کو بدون اس کی رضامندی کے اس میں سے لینا روا نہیں ہے اسی طرح جب غائب ہو تو قاضی اس کو نہیں دے سکتا ہے اور اگر ایک ہی جنس کے ہوں تو جو مدعی سے وصول ہوا ہے اس میں سے قابض کا پورا حق دے دے گا پھر اگر اس میں سے کچھ بچ رہا تو بائع کے لیے رکھ لے گا اور اگر کم پڑا تو بائع کے ذمہ پڑے گا اگر حاضر ہے تو اس کا پیچھا پکڑا جائے گا یہ اس وقت ہے کہ قابض کا ادا کر دینا بائع کے اقرار یا قاضی کے معائنہ[1] سے ثابت ہوا اور اگر قابض نے اپنے ثمن ادا کر دینے پر گواہ قائم کرنے چاہے تو سماعت نہ ہوگی۔ اگر یہ دار قابض کے پاس ہبہ یا صدقہ کی وجہ سے ہو یا بیع کی وجہ سے ہو کہ دام نہیں ادا کیے ہیں اور مدعی نے گواہ دیئے کہ میں نے اس سے پہلے زید سے خریدا ہے تو مدعی کی ڈگری ہو جائے گی اور دام لے کر بائع کو دے دیئے جائیں گے اور مدعی کو گھر دیا جائے گا اور قابض کو کچھ نہ ملے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر دونوں نے دو شخصوں کی طرف سے ملک حاصل کرنے کا دعویٰ کیا تو مدعی کی ڈگری کی جائے گی کذا فی المحیط والذخیرہ۔

اگر قابض و مدعی سے ایک کی طرف سے ملک حاصل ہونے کا دعویٰ کیا اور دونوں نے تاریخ نہ کہی یا ایک ہی تاریخ کہی یا ایک نے بدون دوسرے کے کہی تو دونوں میں دار کی برابر ڈگری ہوگی اور ایک کی تاریخ دوسرے سے پہلے ہے تو اسی کی ڈگری ہوگی اور اگر دو کی طرف سے ملک حاصل کرنے کا دعویٰ کیا تو اسی تفصیل سے حکم ہے کذا فی الذخیرہ۔ مدعی و قابض نے اگر دو شخصوں سے خریدنے کا دعویٰ کیا اور دونوں نے تاریخ بیان کی مگر ایک کی تاریخ میں جہالت ہے مثلاً مدعی نے کہا کہ میں نے ایک سال سے زید سے خریدا ہے اور گواہ دیئے اور قابض نے گواہ سنائے کہ میں نے ایک سال سے زیادہ سے عمرو سے خریدا ہے اور گواہوں کو زیادتی یاد نہیں ہے تو مدعی کی گواہی مقبول ہوگی اسی طرح اگر مدعا علیہ کے گواہوں نے کہا کہ اس نے عمرو سے ایک سال یا دو سال ہوئے خریدا ہے اور گواہوں نے اس میں شک کیا تو بھی مدعی کی ڈگری ہوگی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک گھر ہے اس پر مدعی نے دعویٰ کیا کہ میں نے قابض سے خریدا ہے اور قابض نے دعویٰ کیا کہ میں نے مدعی سے خریدا ہے اور دونوں نے گواہ قائم کیے اور تاریخ کسی کے پاس نہیں ہے تو دونوں گواہیاں ساقط کر دی جائیں گی خواہ قبضہ کی گواہی دی ہو یا نہ دی ہو اور بلا حکم قابض کے قبضہ میں وہ دار چھوڑ دیا جائے گا اور یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے پھر اگر دونوں فریق گواہوں نے دام ادا کر دینے کی گواہیاں دیں تو دونوں میں اوّلاً بدلا ہو جائے گا اور اگر یہ نہ دی تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بسبب وجوب ثمن کے بدلا ہو جاتا ہے کذا فی الکافی اگر دونوں فریق گواہوں نے عقار میں وقت بیان کیا اور قبضہ نہ ثابت کیا اور مدعی کا وقت سابق ہے تو امام اعظم

[1] دیکھنا بنظر کرنا ۱۲

رحمۃ اللہ علیہ وامام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قابض کی ڈگری ہوگی اور اگر قبضہ ثابت کیا تو قابض کی ڈگری ہوگی اور اگر قابض کی تاریخ ثابت ہو تو دونوں وجہوں میں مدعی کی ڈگری ہوگی کذا فی الہدایہ۔

ایک شخص کے قبضہ میں ایک گھر ہے اس پر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میرا گھر ہے میں نے قابض کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا ہے اور اس کے گواہ قائم کیے اور قابض نے گواہ دیئے کہ میرا ہے میں نے مدعی کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا ہے تو بر قیاس قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ وامام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے دونوں گواہیاں ساقط ہو جائیں گے یہ محیط میں ہے۔

ایک گھر زید کے قبضہ میں ہے اس پر عمرو برہان لایا کہ میں نے بکر کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا ہے اور بکر برہان لایا کہ میں نے عمرو کے ہاتھ سو دینار کو فروخت کیا ہے اور زید نے ان سب سے انکار کیا تو دونوں مدعیوں میں دار کی ڈگری ہو جائے گی اور دونوں ثمنوں کی کچھ ڈگری نہ ہوگی کذا فی الکافی۔

ایک گھر محمد نامی کے قبضہ میں ہے بکر نامی ایک مدعی نے گواہ قائم کیے کہ میں نے اس عورت سے ہزار درم کو خریدا ہے اور عورت نے گواہ قائم کیے کہ میں نے بکر سے ہزار درم کو خریدا ہے اور قابض نے بکر سے ہزار درم کو خریدنے کے گواہ دیئے اور گواہوں نے قبضہ وتاریخ نہ ذکر کی تو محمد کی گواہی مقبول ہے اور حکم کیا جائے گا کہ اس نے بکر سے خریدا ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ وامام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بکر اور عورت کی گواہیاں باطل ہیں اور اگر گھر بکر کے قبضہ میں ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک محمد کی ڈگری ہوگی اور بکر وعورت کی گواہیاں ساقط ہوں گی اور اگر عورت کے قبضہ میں ہو تو دونوں اماموں کے نزدیک کچھ حکم نہ ہوگا اور اسی کے قبضہ میں چھوڑ دیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر گواہوں نے عقد وقبضہ کی گواہیاں دیں اور گھر محمد کے قبضہ میں ہے اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ وامام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک محمد کے خریدنے کی ڈگری ہوگی اور عورت وبکر کی گواہیاں ساقط ہوں گی اور اگر بکر کے قبضہ میں ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر عورت کے قبضہ میں ہو تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ وامام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بکر ومحمد کی گواہیاں مقبول ہوں گی اور عورت کی مقبول نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔ ایک آزاد کے قبضہ میں ایک غلام ہے اس پر ایک مکاتب نے گواہ قائم کیے کہ یہ غلام میرا ہے میں نے اس عورت کے ہاتھ ہزار درم کو بیچا ہے اور عورت نے مکاتب کے ہاتھ دس کُر گیہوں کے عوض بیچنے کے گواہ دیئے اور حر نے مکاتب سے اس طرح خریدے کے گواہ دیئے اور قبضہ ذکر نہ کیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ وامام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حر کی ڈگری ہوگی اور مکاتب وعورت کی گواہیاں باطل ہوں گی اور اگر غلام کاتب کے قبضہ میں ہو تو بھی امام اوّل ثانی کے نزدیک یہی حکم ہے اور یہی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور اگر عورت کے قبضہ میں ہو تو امام اوّل وامام ثانی کے نزدیک کچھ حکم نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر گواہوں نے عقد وقبض کی گواہی دی اور وہ غلام آزاد کے قبضہ میں ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ وامام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عورت ومکاتب کی گواہیاں باطل ہیں اور حر کی گواہی مکاتب پر مقبول ہے اور اگر غلام مکاتب[1] کے قبضہ میں ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر غلام عورت کے قبضہ میں ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو دونوں اماموں کے نزدیک مکاتب کی گواہی عورت پر باطل ہے اور عورت وآزاد کی گواہیاں مکاتب پر جائز ہیں کذا فی المحیط۔

اگر آزاد دعویٰ کرتا ہے کہ سو دینار کو مکاتب کے ہاتھ فروخت کیا ہے اور غلام آزاد کے قبضہ میں ہے اور باقی مسئلہ بحالہ ہے اور گواہوں نے قبضہ ذکر نہ کیا تو دونوں اماموں کے نزدیک آزاد کے بیع کرنے کا حکم ہوگا اور ایسا ہی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک

---

[1] وہ مملوک جس کے مالک نے اس سے کہا کہ اس قدر مال ادا کر دے تو آزاد ہے ۱۲

ہے اور مکاتب کے قبضہ میں ہو تو بھی دونوں اماموں کے نزدیک یہی حکم ہے اور اگر عورت کے قبضہ میں ہو تو حکم ہوگا کہ حر نے مکاتب کے ہاتھ فروخت کیا ہے اور اگر گواہوں نے قبضہ ذکر کیا اور غلام حر کے قبضہ میں ہے تو دونوں اماموں کے نزدیک یہ حکم ہوگا کہ مکاتب کے ہاتھ آزاد نے فروخت کیا ہے اور اس کو دلایا جائے گا اور اگر مکاتب کے قبضہ میں ہو تو بھی دونوں اماموں کے نزدیک یہی حکم ہے اور اگر عورت کے قبضہ میں ہو تو اس کے قبضہ میں چھوڑ دیا جائے گا اور عورت و مکاتب کی گواہیاں ساقط ہوں گی اور یہ ڈگری ہوگی کہ مکاتب ثمن آزاد کو ادا کردے اور یہ دونوں اماموں کے نزدیک ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

دو شخصوں نے ایک عورت کے نکاح کا دعویٰ کیا اور دونوں نے گواہ قائم کیے تو کسی کی ڈگری نہ ہوگی جب کہ عورت کسی کے ساتھ اقرار کردے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ دونوں نے تاریخ نہ بیان کی یا ایک ہی تاریخ بیان کی اور اگر ایک تاریخ دونوں میں سے پیشتر ہے تو وہ اولیٰ ہوگا اور اگر دونوں کی تاریخ ایک ہی ہے مگر ایک کا اس پر قابو ہے تو وہی اولیٰ ہے اور اگر ایک نے تاریخ بیان کی اور دوسرے نے نہ بیان کی تو تاریخ والا اولیٰ ہے اور اگر ایک نے تاریخ بیان کی اور دوسرے کا قابو ہے تو جس کا قابو ہے وہی اولیٰ ہے اور اگر عورت نے ایک کے واسطے اقرار کیا اور دوسرے نے تاریخ بیان کی تو جس کے لیے اقرار کیا ہے اسی کی ڈگری ہوگی اور یہ سب حکم عورت کی زندگی میں ہے اور اگر وہ مرگئی پس اگر ایک تاریخ سابق ہو تو اس کی ڈگری ہوگی اور اگر دونوں کی تاریخ برابر ہو یا تاریخ ہی نہ ہو تو دونوں میں نکاح کی ڈگری ہوگی اور ہر ایک پر نکاح کی وجہ سے آدھا مہر واجب ہوگا اور دونوں کو ایک شوہر کی میراث ملے گی اور اگر بچہ پیدا ہو تو دونوں سے اس کا نسب ثابت ہوگا اور ہر ایک سے اس کو پورے بیٹے کی میراث ملے گی اور ان دونوں کو لڑکے کے مال سے ایک باپ کی میراث ملے گی کذا فی الخلاصہ مدعی و قابض نے ہر ایک سے اگر بلا تاریخ کے گواہ نکاح پیش کیے تو قابض کو ڈگری ہوگی یعنی جس کے قابو میں عورت ہے اس کی ڈگری ہوگی اور اگر قاضی نے مدعی کے گواہوں پر اس کی ڈگری کردی پھر قابض نے گواہ پیش کیے تو ان کی سماعت میں مشائخ کا اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک سماعت نہ ہوگی اور بعضوں کے نزدیک ہوگی اور سماعت ہونے پر اگر پھر مدعی نے گواہ قائم کیے کہ میں نے قابض سے پہلے اس عورت سے نکاح کیا ہے تو اس کی ڈگری ہوجائے گی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا اور وہ دوسرے کے پاس ہے پس عورت نے مدعی کے واسطے اقرار کردیا پھر دونوں نے بدون تاریخ کے گواہ پیش کیے تو بعض مشائخ نے کہا کہ بسبب اقرار کے مدعی کی ڈگری ہوگی اور بعض نے کہا کہ قابض کی ڈگری ہوگی یہ فصول استروشنیہ میں ہے۔

اگر ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا اور وہ عورت کسی ایک کے قبضہ میں نہیں ہے اور اس نے ایک کے واسطے اقرار کردیا تو مقرلہ کو ملے گی پھر اگر دوسرے نے اپنے نکاح پر گواہ قائم کیے تو وہی اولیٰ ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے حالانکہ وہ ایک کے واسطے اقرار کرچکی ہے پس اگر دونوں کے گواہوں میں تاریخ ہے تو جس کی تاریخ سابق ہے وہ اولیٰ ہے اور اگر تاریخ بیان نہ کی تو جس کی گواہی کی تعدیل ہوجائے وہ اولیٰ ہے اور اگر دونوں کے گواہ عادل نہ ٹھہرے یا عادل ٹھہرے تو بعض مشائخ کے نزدیک جس کے واسطے سابق میں نکاح کا اقرار کیا ہے اس کی ڈگری ہوگی اور یہی قیاس ہے اور بعضوں کے نزدیک کسی کی ڈگری نہ ہوگی اور اسی طرف کتاب ادب القاضی میں باب الشہادت علی النکاح میں اشارہ کیا ہے کذا فی الفصول العمادیہ۔

اگر ایک عورت کے نکاح کا دو مدعیوں نے دعویٰ کیا اور وہ کسی کے پاس نہیں ہے اور دونوں نے بلا تاریخ گواہ پیش کیے اور عورت سے دریافت کیا گیا اس نے کسی کے واسطے اقرار نہ کیا یہاں تک کہ دونوں گواہیاں ساقط ہوگئیں پھر ایک مدعی نے اس امر کے گواہ دیئے کہ میرے ساتھ نکاح کرنے کا اس عورت نے اقرار کیا ہے تو اس کی ڈگری ہوجائے گی جیسا کہ اگر بعد گواہیاں پیش کرنے

کے وہ کسی ایک کے ساتھ نکاح کا اقرار کرتی تو بھی یہی حکم تھا اور اگر دونوں نے ایک عورت کے نکاح کا دعویٰ کیا حالانکہ وہ عورت انکار کرتی ہے اور کسی کے پاس بھی نہیں ہے پھر ایک نے نکاح کے گواہ دیئے اور دوسرے نے نکاح کے اور اس امر کے کہ عورت نے میرے ساتھ نکاح کا اقرار کیا ہے دونوں نے گواہ دیئے تو عورت کے اقرار کرنے کے گواہوں کو دوسرے پر ترجیح نہ ہوگی یہ فصول استروشنیہ میں ہے۔

ایسے مہر کا بیان جو باہم طے ہو چکا ہو☆

اگر دونوں نے گواہ قائم کیے پھر ایک مر گیا اور عورت نے اقرار کیا کہ میرا نکاح میت کے ساتھ ہوا تھا تو اقرار صحیح ہے اور اس کے لیے مہر اور میراث کی ڈگری ہو جائے گی اور اگر دونوں نے نکاح اور دخول کے گواہ قائم کیے پھر عورت نے ایک کے واسطے اقرار کیا کہ اس نے مجھ سے پہلے وطی کی ہے تو وہی اولیٰ ہے اور اگر عورت نے اقرار نہ کیا تو دونوں میں جدائی کرا دی جائے گی اور ہر ایک پر بسبب دخول کے مہر مسمیٰ اور مہر مثل[1] سے جو کم ہو واجب ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر ایک نے تنہا دعویٰ کیا اور عورت منکر ہے پس اس نے گواہ قائم کیے اور ڈگری ہو گئی پھر دوسرے نے دعویٰ کیا اور ایسے ہی گواہ قائم کیے تو اس کی ڈگری نہ ہوگی لیکن اگر دوسرے کے گواہوں نے تاریخ سابق بیان کی تو اس کی ڈگری ہوگی۔ اسی طرح اگر عورت نا ایک شوہر کے پاس ہو اور اس کا نکاح ظاہر ہو تو دوسرے مدعی کے گواہ مقبول نہ ہوں گے مگر اس صورت میں مقبول ہو سکتے ہیں کہ تاریخ سابق بیان کریں یہ ہدایہ میں ہے۔

اگر دو مدعیان نکاح میں سے ایک کے گواہوں نے بیان کیا کہ اس نے اس عورت سے دخول کیا ہے تو وہ اولیٰ ہوگا اور اگر عورت کسی ایک کے گھر میں ہو یا ایک کے گواہوں نے دخول کی گواہی دی اور دوسرے کے گواہوں نے بیان کیا کہ اس نے اس سے پہلے نکاح کیا ہے تو سابق اولیٰ ہے اور اگر دو بہنیں ہیں کہ ہر ایک دعویٰ کرتی ہے کہ اس مرد نے مجھ سے نکاح کیا ہے اور وہ مرد انکار کرتا ہے پس ایک بہن نے گواہ قائم کیے کہ اس مرد نے اقرار کیا ہے کہ میں نے اس عورت سے ہزار درم پر نکاح کیا اور دوسری بہن نے گواہ دیئے کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ میں نے اس سے سو دینار پر نکاح کیا ہے اور اس سے دخول کیا ہے پھر دونوں فریق گواہوں کی تعدیل ہو گئی تو قاضی دونوں میں جدائی کرا دے گا اور جس قدر مال کے گواہوں نے مرد کے اقرار کی گواہی دی وہ استحساناً ہر ایک عورت کو دلائے گا اور اگر ایک عورت نے دونوں بہنوں سے اس امر کے گواہ دیئے کہ اس شخص نے نکاح و دخول کا اس عورت کے ساتھ اقرار کیا اور دوسری نے صرف نکاح کے گواہ دیئے دخول کے گواہ نہ دیئے اور مرد سب سے منکر ہے تو قاضی اس عورت کے نکاح کی صحت کا حکم دے گا جس کے ساتھ دخول کی گواہی گذری ہے کیونکہ دخول دلیل ہے کہ نکاح اس کا سابق ہے اور جس قدر گواہوں نے مہر بیان کیا اس کی ڈگری کر دے گا اور اگر دونوں میں سے کسی نے اقرار دخول یا نفس دخول کے گواہ قائم نہ کیے تو قاضی مرد اور ان دونوں بہنوں میں جدائی کر دے گا اور نصف مال ڈگری دونوں کے واسطے کر دے گا کہ درم سے مہر کا دعویٰ کرنے والی کو چوتھائی مہر درم دلائے جائیں اور دینار سے مہر کا دعویٰ کرنے والی کو جتنے دینار مہر کے ٹھہرے ہیں ان کی چوتھائی دلائی جائے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک عورت نے کہا کہ میں نے زید سے نکاح کیا بعد اس کے کہ میں نے عمرو سے نکاح کیا اور زید و عمرو دونوں نکاح کے مدعی ہیں تو وہ زید کی عورت ہوگی اور یہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الفصول العمادیہ اور یہی صحیح ہے کیونکہ اس کا یہ کہنا کہ میں نے زید سے نکاح کیا یہ اقرار نکاح ہے پس اقرار صحیح ہو گیا پھر جو اس نے کہا کہ بعد اس کے کہ میں نے عمرو

[1] مہر مسمیٰ وہ تعداد معین جو باہم قرارداد ہو چکی اور مہر مثل وہ کہ کچھ قرارداد نہ ہوا ہو تو عورت کے کنبہ والی عورتوں کے مہر کے مانند قرار دیا جاتا ہے ۱۲

سے نکاح کیا اس سے اس کی غرض یہ ہے کہ پہلے اقرار کو باطل کر دے اور یہ اس کو اختیار نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر ایک عورت پر دو شخصوں میں سے ہر ایک نے یہ گواہ دیئے کہ اس عورت نے اقرار کیا کہ میں نے اس شخص سے ہزار درم پر خلع کرایا ہے اور گواہوں نے وقت بیان نہ کیا تو عورت پر واجب ہے کہ ہر ایک کو اس کا مال دعویٰ ادا کرے اور اگر وقت بیان کیا تو پہلے وقت والے کو ادا کرنا واجب ہے اور دوسرے کا مال باطل ہو جائے گا لیکن اگر دونوں وقتوں میں اس قدر وقت کا فاصلہ ہو کہ پہلے سے خلع کرانے کے بعد عدت گذر جائے اور دوسرے سے نکاح کرے تو البتہ اس پر دونوں کا مال واجب ہوگا اور اگر اس کے ساتھ کسی ایک نے دخول نہ کیا تو دونوں مال لازم ہوں گے خواہ وقت بیان کریں یا نہ کریں یہ محیط میں ہے۔

فتاویٰ نجم الدین نسفی میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت پر دعویٰ کیا کہ میری یہ عورت وحلالہ ہے اور عورت دعویٰ کرتی ہے کہ میں اس کی عورت تھی لیکن اس نے طلاق دے دی اور عدت گذر گئی اور میں نے اس دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح کر لیا اور وہ اسی دوسرے کے پاس ہے اور دوسرا شوہر دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے اس سے نکاح کیا اور پہلے کے نکاح وطلاق سے انکار کرتا ہے تو عورت سے کہا جائے گا کہ طلاق کے گواہ لائے پس اگر گواہ لانے سے عاجز ہوئی تو پہلے شوہر کو طلاق پر قسم دلائی جائے گی اور عورت و دوسرے شوہر میں جدائی کرا دی جائے گی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر اس سے کہا کہ مجھ سے پہلے تیرا ایک شوہر تھا اس نے تجھے طلاق دے دی اور عدت گذر گئی پھر میں نے تجھ سے نکاح کیا اور عورت نے کہا کہ مجھے پہلے نے طلاق نہیں دی ہے تو دونوں میں جدائی نہ کرائی جائے گی پھر اگر غائب اس کے بعد حاضر ہوا اور طلاق سے انکار کیا تو عورت اسی کی ہوگی اور اگر پہلے نے نکاح اور طلاق کا اقرار کیا اور عورت نے طلاق میں اس کی تکذیب[1] کی تو اس وقت سے اس پر طلاق واقع ہوگی اور اسی وقت سے عدت میں بیٹھے گی اور اس کے اور دوسرے شوہر کے درمیان جدائی کرا دی جائے گی اور اگر عورت نے اس کے تمام قول کی تصدیق کی تو دوسرے شوہر کی عورت قرار پائے گی اور اگر اس نے پہلے شوہر کے نکاح وطلاق کے اقرار سے انکار کیا تو دوسرے کی قرار پائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر مرد نے کہا کہ مجھ سے پہلے تیرا دوسرا شوہر تھا اس نے تجھے طلاق دی اور تیری عدت گذر گئی اور عورت نے طلاق سے انکار کیا پھر ایک شخص نے آ کر دعویٰ کیا کہ میں ہی اس کا پہلا شوہر ہوں اور دوسرے شوہر نے انکار کیا تو دوسرے شوہر کا قول لیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر ایک شخص نے آ کر دعویٰ کیا کہ یہ میری عورت ہے پس مدعا علیہ نے کہا کہ تیری عورت تھی لیکن تو نے دو برس سے اس کو طلاق دے دی اور اس کی عدت گذر گئی پھر میں نے اس سے نکاح کیا اور مدعی نے طلاق دینے سے انکار کیا تو مدعی کے سپرد کر دینے کا حکم دیا جائے گا اور اگر مدعی نے کہا کہ ہاں طلاق دے دی تھی لیکن پھر میں نے اس سے نکاح کر لیا اور مدعا علیہ باز خواستن وبرا منکر است قلت یعنی مدعا علیہ اس کے دوبارہ نکاح میں لانے کا انکار کرتا ہے عورت مدعا علیہ کے قبضہ میں چھوڑ دی جائے گی اور اگر مدعی نے طلاق کا انکار کیا اور مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ اس نے دو برس ہوئے کہ اس عورت کو طلاق دے دی اور میں نے اس سے نکاح کیا اور قاضی نے طلاق کا حکم کیا تو عورت کی عدت طلاق کے وقت سے ہوگی یہ فصول استروشنیہ میں ہے۔ ایک عورت ایک شخص کے گھر میں ہے وہ کہتا ہے کہ یہ میری عورت ہے اور ایک مدعی دعویٰ کرتا ہے کہ یہ میری عورت ہے اور عورت مدعی کی تصدیق کرتی ہے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جس کے گھر میں ہے اسی کا قول مقبول ہوگا یہ فصول عمادیہ

[1] تکذیب کی یعنی اس کو جھٹلایا ۱۲

میں ہے۔

ایک مدعی نے گواہ پیش کیے کہ یہ عورت میری منکوحہ ہے اور اس شخص کے پاس بلاحق ہے اور قابض کہتا ہے کہ میری عورت ہے اور عورت بھی قابض کی تصدیق کرتی ہے تو مدعی کی ڈگری کی جائے گی اور اگر قابض نے بدون تاریخ کے نکاح کے گواہ قائم کیے تو اسی کی گواہی مقبول ہوگی یہ وجیز کردری میں ہے۔

ایک شخص نے ایک عورت سے کہا کہ تجھے تیرے باپ نے میرے ساتھ بیاہ دیا اور تو نابالغ تھی اور عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ جب بیاہ دیا ہے تو میں بالغ تھی اور میں راضی نہ تھی تو عورت کا قول مقبول ہوگا اور گواہی مرد کی مقبول ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان و محیط میں ہے۔

عورت بالغہ نے اگر گواہ پیش کیے کہ میں نے بالغ ہوتے ہی نکاح رد کر دیا اور شوہر نے گواہ پیش کیے کہ بعد بالغ ہونے کے خاموش ہو رہی تو عورت کی گواہی مقبول ہوگی یہ فصول استروشنیہ میں ہے۔

اگر بیوی و شوہر نے بعد بچہ ہو جانے کے نکاح کے صحیح ہونے و فاسد ہونے میں جھگڑا کیا پس شوہر نے فساد کا دعویٰ کیا اور بیوی نے صحیح ہونے کا دعویٰ کیا اور دونوں نے گواہ قائم کیے تو فساد کے دعویٰ کرنے والے کے گواہ مقبول ہوں گے اور جب فساد کے گواہ مقبول ہوئے تو عدت کا نفقہ ساقط ہو جائے گا اور بچہ کا نسب ہر صورت میں ثابت ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

ایک مرد و عورت دونوں کے قبضہ میں ایک دار ہے پس عورت نے گواہ قائم کیے کہ یہ دار میرا ہے اور یہ مرد میرا غلام ہے اور مرد نے گواہ قائم کیے کہ یہ دار میرا ہے اور یہ عورت میری بیوی ہے میں نے ہزار درم پر اس سے نکاح کیا ہے اور اس کو دے دیے ہیں اور اس کے گواہ نہ دیے کہ میں حر[1] ہوں تو عورت کی ڈگری ہو جائے گی اور گھر اُسی کو ملے گا اور مرد اس کا غلام ہوگا اور اگر مرد نے گواہ قائم کیے کہ میں اصلی آزاد ہوں اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو عورت اس کی بیوی ہوگی اور وہ آزاد قرار دیا جائے گا اور گھر کی ڈگری عورت کے نام ہوگی اور اگر دونوں کے پاس گواہ نہ ہوں تو گھر مرد کا ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

بشر رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرد و عورت نے عورتوں کے زیور وغیرہ میں اختلاف کیا عورت نے گواہ قائم کیے کہ یہ متاع میری ہے اور یہ شخص میرا غلام ہے اور مرد نے گواہ قائم کیے کہ متاع میری ہے اور یہ عورت میری بیوی ہے میں نے اس سے ہزار درم پر نکاح کر کے اس کو مہر دے دیا ہے تو عورت کی ڈگری کی جائے کہ متاع عورت کی اور یہ شخص عورت کا غلام ہے پس اگر مرد نے اپنے اصلی آزاد ہونے کے گواہ قائم کیے تو حکم دیا جائے گا کہ عورت اس کی بیوی ہے اور متاع مرد کی ہے ایسا ہی مشائخ نے ذکر کیا ہے اور مسئلہ دار پر قیاس کر کے چاہئے کہ متاع کی عورت کے واسطے ڈگری کی جائے اور اگر اس میں اختلاف کیا اور یہ متاع عورت کے قبضہ میں ہے اور مثل اس کے مرد کے قبضہ میں ہے تو نکاح کی ڈگری ہو جائے گی اور مرد آزاد ہو جائے گا اور حکم دیا جائے گا کہ جو ہر ایک کے قبضہ میں ہے وہ دوسرے کا ہے خواہ عورتوں کا اسباب ہو یا مردوں کا اسباب ہو یا دونوں کا ہو اور اگر متاع صرف ایک کے قبضہ میں ہو دوسرے کے قبضہ میں نہ ہو تو مدعی کی گواہی مقبول ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔

ابن شجاع نے نوادر میں ذکر کیا کہ اگر مرد نے گواہ دیئے کہ یہ دار میرا ہے اور یہ عورت میری باندی ہے اور عورت نے گواہ سنائے کہ گھر میرا ہے اور یہ شخص میرا غلام ہے اور گھر دونوں کے قبضہ میں نہیں ہے تو دونوں میں آدھے آدھے کی ڈگری ہوگی اور اگر ایک کے قبضہ میں ہو تو اسی کے ہاتھ میں چھوڑا جائے گا اور دونوں کی آزادی کا حکم ہوگا اور کسی کی طرف سے دوسرے کے مملوک ہونے کی گواہی مقبول نہ ہوگی قال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ جب دار ایک کے قبضہ میں ہو تو مدعی کی ڈگری ہونی چاہئے کیونکہ قابض کی

[1] یعنی آزاد ہوں نہ کسی کا غلام نہ مملوک ۱۲

برہان ملک مطلق میں مدعی کی برہان کی معارض نہیں ہوتی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر ایک شخص غلام نے کسی آزاد عورت سے نکاح کیا پھر دعویٰ کیا کہ مالک نے مجھے نکاح کی اجازت نہیں دی تھی ☆

ایک شخص نے ایک عورت پر اپنی بیوی ہونے کا دعویٰ کیا اور دوسرے شخص نے اپنی باندی ہونے کا دعویٰ کیا اور عورت نے گواہ دیئے کہ یہ دونوں میرے غلام ہیں تو قیاس چاہتا ہے کہ دونوں پر عورت کی گواہی مقبول ہو اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے گواہ قائم کیے تو قسم نہ لی جائے گی اور نہ قسم سے باز رہنے پر ڈگری کی جائے گی یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔ اگر ایک شخص غلام نے کسی آزاد عورت سے نکاح کیا پھر دعویٰ کیا کہ مالک نے مجھے نکاح کی اجازت نہیں دی تھی اور عورت نے کہا کہ اجازت دی تھی تو دونوں میں جدائی کرا دی جائے گی اور غلام کی تصدیق مہر کے باطل کرنے میں نہ ہوگی اگر اس کے ساتھ وطی کر لی ہے تو غلام پر سعی کرنا واجب ہوگا اور جب تک عورت عدت میں ہے اس کا نفقہ واجب ہوگا اور اگر وطی نہیں کی تھی تو آدھا مہر[1] لازم ہوگا اور اگر کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ مجھے مالک نے اجازت دی تھی یا نہیں دی تھی تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الفصول العمادیہ۔

مسائلِ متصلہ ☆

ایک شخص نے ایک عورت پر دعویٰ کیا کہ میں نے اس سے نکاح کیا ہے اور اس پر گواہ قائم کیے اور عورت نے ایک دوسرے شخص پر گواہ قائم کیے کہ اس نے مجھ سے نکاح کیا ہے اور وہ منکر ہے تو مرد مدعی کی گواہی مقبول ہوگی کذا فی الذخیرہ۔ ایک شخص نے ایک عورت پر نکاح کرنے کے گواہ قائم کیے اور عورت کی بہن نے اس مرد پر گواہ قائم کیے کہ اس نے مجھ سے نکاح کیا ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مرد کی گواہی مقبول ہوگی اور عورت کی مقبول نہ ہوگی اور اگر عورت کے گواہوں نے تاریخ بیان کی اور مرد کے گواہوں نے نہ بیان کی تو مرد کا دعویٰ جائز ہے اور اس عورت سے نکاح ثابت ہوگا جس کا مرد دعویٰ کرتا ہے اور عورت مدعیہ کا دعویٰ باطل ہوگا اور شوہر پر عورت کا آدھا مہر واجب ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے اور عورت نے گواہ قائم کیے کہ میری بہن اس مدعی کی بیوی ہے اور مرد انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ میری بیوی نہیں ہے تو قاضی حکم دے گا کہ یہ عورت جو حاضر ہے مدعی کی بیوی منکوحہ ہے اور غائب عورت کے نکاح کی ڈگری نہ کرے گا یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اسی طرح اگر حاضر عورت نے مدعی کے اس اقرار کے گواہ دیئے کہ غائب عورت سے میں نے نکاح کیا ہے تو بھی یہی حکم ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ قاضی توقف کرے گا اور حاضر عورت کے نکاح کی ڈگری نہ کرے گا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر ایک عورت سے نکاح کا دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے پس عورت نے دعویٰ کیا کہ اس نے میری ماں یا بیٹی سے نکاح کیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ صورت اور بہن سے نکاح کرنے کے دعوے کی صورت یکساں ہے اور اگر حاضر عورت نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ اس شخص نے میری ماں سے نکاح کیا اور اس سے وطی کی یا بوسہ لیا یا شہوت سے اس کا مساس کیا یا شہوت سے اس کی فرج کی طرف نظر کی ہے تو قاضی اس حاضر عورت اور مدعی کے درمیان جدائی کر دے گا اور غائب عورت کے ساتھ نکاح ہونے کی ڈگری نہ کرے گا یہ فصول استروشنیہ میں ہے۔ ایک شخص کی صغریٰ و کبریٰ دو بیٹیاں ہیں پس ایک نے اس پر گواہ قائم کیے کہ اس نے اپنی کبریٰ بیٹی کا نکاح میرے ساتھ کر دیا ہے اور باپ نے گواہ قائم کیے کہ میں نے صغریٰ کا نکاح اس کے ساتھ کیا ہے تو شوہر کی گواہی مقبول ہوگی کذا فی المحیط۔

[1] یعنی اس کے مہر و نفقہ عدت کے واسطے غلام کو مشقت کر کے ضرورت مذکور میں اجرت دینا ہوگا ۱۲

اگر ایک عورت نے کہا کہ میں نے اس شخص سے کل کے روز نکاح کیا ہے پھر کہا کہ میں نے اس دوسرے شخص سے ایک سال سے نکاح کیا ہے تو یہ عورت اس کی ہوگی جس کے واسطے کل کے روز نکاح کا اقرار کر چکی ہے اور اگر گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے دونوں کے ساتھ یکبارگی نکاح کا اقرار کیا ہے اور وہ عورت منکر ہے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں گواہوں سے دریافت کروں گا کہ کس کے ساتھ اقرار شروع کیا تھا اسی کی ڈگری کروں گا اور اگر عورت نے یوں کہا کہ میں نے دونوں سے نکاح کیا اس سے کل کے روز اور دوسرے سے ایک سال سے تو کل کے روز والے کی بیوی قرار دی جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک عورت کے نکاح کا دعویٰ کیا اس نے انکار کیا اور ایک دوسرے مرد حاضر کے ساتھ نکاح کا اقرار کیا اور اس شخص نے عورت کے اقرار کی تصدیق کی تو مدعی کو گواہ قائم کرنے کی ضرورت ہوگی پس اگر گواہ قائم کیے اور ثبوت ہو گیا تو مقرلہ کو ضرورت ہوگی کہ اس شخص مدعی پر عورت کے سامنے گواہ قائم کرے پس اگر اس نے قائم کیے تو بسبب اس کے کہ گواہ بھی ہیں اور عورت بھی اقرار کرتی ہے وہی اولیٰ اور اسی کی ڈگری ہوگی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ابن سماعہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے اگر ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ میں نے اس عورت سے ہزار درم پر نکاح کیا ہے اور عورت نے گواہ قائم کیے کہ اس نے مجھ سے سو دینار پر نکاح کیا ہے اور عورت کے باپ نے جو شوہر کا غلام ہے یہ گواہ قائم کیے کہ اس نے میرے رقبہ پر اس سے نکاح کیا ہے اور عورت کی ماں نے جو شوہر کی باندی ہے یہ گواہ قائم کیے کہ اس نے میرے رقبہ پر اس سے نکاح کیا ہے تو باپ اور ماں کے گواہ مقبول ہوں گے اور دونوں کے آدھے آدھے رقبہ پر نکاح جائز ہوگا اور اگر قاضی نے عورت کے لیے سو دینار مہر کی ڈگری کر دی پھر باپ نے گواہ قائم کیے اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو قاضی پہلا حکم باطل کر کے یہ حکم دے گا کہ باپ کی آزادی اس کا مہر ہے اور باپ اسی عورت کے مال سے آزاد ہوگا اور اگر شوہر نے گواہ قائم کیے کہ میں نے اس عورت سے اس کے باپ کے رقبہ پر نکاح کیا ہے اور باپ نے اس امر میں اس کی تصدیق کی اور قاضی نے حکم دے دیا پھر عورت نے گواہ قائم کیے کہ اس نے مجھ سے سو دینار مہر پر نکاح کیا ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور سو دینار عورت کو دلائے جائیں گے اور باپ جو آزاد ہوا وہ شوہر کے مال سے آزاد ہوا اور اس کی ولاء شوہر کو ملے گی اور اگر باپ نے گواہ قائم کیے کہ اس نے عورت سے میرے رقبہ پر نکاح کیا ہے اور عورت نے گواہ دیئے کہ سو دینار پر اور مرد نے گواہ دیے کہ ہزار درم پر نکاح کیا ہے تو باپ کی گواہی پر حکم ہوگا اور اپنی بیٹی کے مال سے آزاد قرار دیا جائے گا پھر اگر عورت کی ماں نے گواہ قائم کیے کہ میری گردن پر نکاح کیا ہے تو مقبول نہ ہوں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر دو بہنوں نے ہر ایک نے ایک ہی مرد پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھ سے اوّلاً نکاح کیا ہے تو یہ شوہر کے اختیار میں رہا اگر اس نے ایک سے پہلے نکاح ہونے اور اپنی بیوی ہونے کی تصدیق کی تو وہی اس کی بیوی ہوگی اور دوسری کے گواہ باطل ہوں گے اور اسکو کچھ مہر نہ ملے گا بشرطیکہ دوسری کے ساتھ دخول نہیں کیا ہے اور اگر شوہر نے کہا کہ میں نے دونوں میں سے کسی کے ساتھ نکاح نہیں کیا ہے یا دونوں کے ساتھ نکاح کیا ہے اور پہلی مجھے معلوم نہیں ہے تو کتاب میں مذکور ہے کہ دونوں سے شوہر کی جدائی کرا دی جائے گی اور دونوں کو آدھا مہر ملے گا اگر کسی کے ساتھ اس نے وطی نہیں کی ہے اور مشائخ نے کہا کہ یہ حکم اس وقت میں ہے کہ شوہر نے کہا کہ میں نے دونوں سے نکاح کیا ہے اور پہلی مجھے معلوم نہیں ہے اور اگر کہا کہ میں نے کسی سے نکاح نہیں کیا ہے تو کچھ مہر واجب نہ ہونا چاہئے اور اصح یہ ہے کہ یہ حکم دونوں صورتوں میں یکساں ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔

اگر ایک عورت نے کسی مرد پر نکاح کا دعویٰ کیا اور مرد نے انکار کیا پھر باہم دونوں نے راستی کے ساتھ کہا کہ نکاح واقع تھا تو نکاح ثابت نہ ہوگا چنانچہ ابتداء میں اگر دونوں راستی سے کہتے کہ ماذن وشوئیم تو نکاح ثابت نہ ہوتا یہ فصول استروشنیہ میں ہے۔

مرد نے عورت پر نکاح کی برہان[1] قائم کر دی عورت نے کہا کہ میرا شوہر فلاں بن فلاں بغداد میں ہے تو عورت کے قول پر التفات نہ ہوگا مرد کے گواہوں پر ڈگری ہو جائے گی یہ وجیز کردری میں ہے۔ اگر کسی نے ایک عورت کے نکاح کا دعویٰ کیا اور عورت نے انکار کیا لیکن کسی دوسرے کے ساتھ اقرار نہیں کیا پھر دوسری مجلس میں قاضی کے سامنے اسی مدعی کے ساتھ نکاح کا اقرار کیا تو صحیح ہے اور ساعت ہوگی اور اگر کسی دوسرے کے ساتھ نکاح کا اقرار کیا پھر مدعی کے ساتھ اقرار کیا تو ساعت نہ ہوگی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ایک عورت نے ایک شخص پر نکاح کا دعویٰ کیا۔ پس مرد نے کہا کہ میں نے ایسا نہیں کیا پر کہا کہ ہاں! کیا ہے تو جائز ہے۔ یہ محیط میں ہے۔

ایک عورت نے ایک مرد سے نکاح کرنے کا دعویٰ کیا اور اس شخص نے انکار کیا پھر اس شخص نے اس کے بعد نکاح کا دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے تو مقبول ہوں گے ایک مرد نے ایک عورت پر دعویٰ کیا کہ میں نے اس سے ہزار درم پر نکاح کیا ہے عورت نے انکار کیا پس مرد نے دو ہزار درم پر نکاح کے گواہ قائم کیے تو مقبول ہوں گے اور دو ہزار درم پر نکاح کی ڈگری ہو جائے گی اور اگر خاص غلام پر نکاح ہونے کے گواہ قائم کیے تو بھی مقبول ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

مرد نے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا پس عورت نے کہا کہ میں نے اس سے نکاح کیا تھا لیکن مجھے اس کی وفات کی خبر ملی پھر میں نے عدت بیٹھنے کے بعد اس مرد سے نکاح کر لیا تو وہ مدعی کی بیوی قرار دی جائے گی اور اگر عورت نے کہا کہ میں اس شخص کی بیوی ہوں لیکن پہلے میں اس مدعی کی بیوی تھی اور قصہ بیان کیا تو وہ دوسرے شخص کی بیوی قرار پائے گی یہ وجیز کردری میں ہے۔

واضح ہو کہ موت کا دن حکم قاضی میں داخل نہیں ہوتا ہے مثلاً ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میرا باپ فلاں روز مر گیا اور قاضی نے حکم دیا تو موت کا حکم ہوگا یہ دن داخل حکم نہ ہوگا پھر اگر کسی عورت نے دعویٰ کیا کہ اس میت نے مجھ سے بعد اس روز کے نکاح کیا ہے تو ساعت ہوگی اور نکاح کا حکم ہو جائے گا اور قتل کے روز حکم قضا میں داخل ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر کسی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے میرے باپ کو فلاں روز قتل کیا ہے اور قاضی نے ڈگری کر دی پھر کسی عورت نے دعویٰ کیا کہ اس کے باپ نے مجھ سے اس تاریخ کے بعد کسی دن نکاح کیا تو ساعت نہ ہوگی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا اور کہا کہ تیرے فلاں شوہر نے تجھے طلاق دی تیری عدت گذر گئی پھر میں نے تجھ سے نکاح کیا پس عورت نے کہا کہ میرے فلاں شوہر نے مجھے طلاق نہیں دی پس مدعی نے فلاں شخص کے طلاق دینے کے گواہ قائم کیے تو نامقبول ہوں گے پھر اگر شوہر آیا اور مدعی نے اُسکے طلاق دینے کے قائم کیے تو مقبول ہوں گے پھر دیکھنا چاہئے کہ اگر گواہوں نے عدت کے بعد نکاح کی گواہی دی تو نکاح ثابت ہوگا (نکاح دوم) کذافی الاصول الاسترشیدیہ۔

اگر دو شخصوں نے ایک چوپایہ کے اپنی ملک میں پیدا ہونے کے گواہ دیے اور تاریخ دونوں نے بیان کی تو اس کی ڈگری ہوگی جس کی تاریخ چوپایہ کے سن کے موافق ہو خواہ چوپایہ دونوں کے قبضہ میں ہو یا ایک کے یا تیسرے شخص کے قبضہ میں ہو کیونکہ معنی مختلف نہیں ہوتے ہیں بخلاف اس کے اگر پیدائش کا دعویٰ بلا تاریخ ہو تو جس کے قبضہ میں ہے اس کی ڈگری ہوگی اور اگر دونوں کے قبضہ میں ہے تو دونوں کی ڈگری ہوگی اور اگر تیسرے کے قبضہ میں ہو تو بھی دونوں کی ڈگری ہوگی اور اگر دونوں تاریخوں سے چوپایہ کے سن کی موافقت میں اشکال[2] ہو تو دونوں کی ڈگری ہوگی اگر چوپایہ دونوں کے قبضہ تیسرے کے قبضہ یا میں ہے کذافی التبیین۔

اگر معلوم ہو کہ چوپایہ کا سن ایک مدعی کی تاریخ سے مخالف ہے اور دوسرے کی تاریخ سے موافق کرنے میں اشکال ہے یعنی مشتبہ ہے تو جس کی تاریخ سے اشتباہ ہے اس کی ڈگری ہوگی اور اگر ایک نے تاریخ نہ کہی اور دوسرے نے تاریخ کہی مگر اس کی تاریخ

---

[1] یعنی بذریعہ گواہوں کے اپنے دعوے پر دلیل وویعت قائم کر دی ۱۲ [2] یعنی کسی طرح موافقت ممکن نہ ہوئے ۱۲

چوپایہ کے سن سے مشتبہ ہے تو اگر تیسرے کے قبضہ میں ہے تو دونوں کے درمیان مشترک ہونے کی ڈگری ہوگی اور اگر دونوں کے قبضہ میں ہے تو انہی کے قبضہ میں چھوڑا جائے گا یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک کے قبضہ میں ہے تو قابض کی ڈگری ہوگی اور اگر چوپایہ کا سن دونوں تاریخوں سے مخالف ہو تو دونوں کی گواہیاں باطل ہوں گی اور قابض کے پاس چھوڑ دیا جائے گا کذا فی التبیین۔ عامہ مشائخ نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے کذا فی المحیط۔

ڈگری جاری کرنے کی بابت ایک اور مسئلہ ☆

اصح یہ ہے کہ دونوں کی گواہیاں باطل نہ ہوں گی بلکہ دونوں کی ڈگری ہوگی بشرطیکہ دونوں غیر قابض ہوں یا قابض ہوں اور اگر قابض ہو تو اسی کی ڈگری ہوگی کذا فی التبیین خواہ قابض نے اپنے دعوے کے گواہ غیر قابض مدعی کی ڈگری ہونے سے پہلے قائم کیے ہوں یا بعد کو قائم کیے ہوں کذا فی المحیط اور اگر غیر قابض مدعی نے گواہ دیے کہ یہ غلام میرا ہے میں نے اس کو فلاں شخص سے خریدا ہے اور یہ میرے بائع کی ملک میں پیدا ہوا ہے اور قابض نے گواہ سنائے کہ یہ غلام میرا ہے میں نے اس کو فلاں دوسرے شخص سے خریدا ہے اور یہ اسی کی ملک میں پیدا ہوا ہے تو قابض کی ڈگری ہوگی اسی طرح اگر غیر قابض مدعی نے اپنے بائع کی ملک میں پیدا ہونے کے گواہ سنائے اور قابض نے اپنی ملک میں پیدا ہونے کے گواہ سنائے تو قابض اولیٰ ہے اسی طرح اگر قابض کے وارث یا وصی پر گواہ قائم کیے کہ یہ غلام مجھے ایک شخص سے ہبہ ملا اور میں نے قبضہ کیا اور یہ اسی شخص کی ملک میں پیدا ہوا ہے تو بھی ایسا ہی حکم ہوگا یہ مبسوط میں ہے ایک بکری ایک شخص کے قبضہ میں ہے اس پر ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ یہ بکری میری ہے میری ملک میں پیدا ہوئی اور قابض نے گواہ دیے کہ یہ میری ہے میں فلاں شخص کی طرف سے اس کا مالک ہوا ہوں اور یہ بکری اسی فلاں شخص کی ملک میں پیدا ہوئی ہے تو قابض کے لیے اس کا حکم قضا ہوگا کذا فی الذخیرہ اور اصل میں مذکور ہے کہ قاضی مدعی درم کے واسطے حکم منسوخ کر کے پہلے کی ڈگری کر دے گا یہی صحیح ہے کذا فی المحیط۔ اگر دونوں میں سے ایک نے ملک کے اور دوسرے نے نتاج[1] کے گواہ دیے تو نتاج والا اولیٰ ہے کوئی ہو (قابض ہو یا غیر ہو) اسی طرح اگر دو شخص غیر قابض ایسا دعویٰ کریں تو نتاج والے مدعی کی گواہی اولیٰ ہے اور اگر قابض نے نتاج کا دعویٰ کیا اور اس کی ڈگری ہوگئی پھر تیسرے نے نتاج کے گواہ دیے تو اس کی ڈگری ہو جائے گی مگر نہ اس صورت میں کہ قابض اپنی ملک میں پیدا ہونے کے گواہ دوبارہ پیش کرے کذا فی الکافی۔

اگر قابض کو دوبارہ گواہ پیش کرنے کی قدرت نہ ہوئی اور قاضی نے تیسرے کی ڈگری کر دی پھر قابض نے گواہ سنائے کہ یہ غلام میرا ہے میری ملک میں پیدا ہوا ہے تو اس کی ڈگری ہوگی غلام اس کو ملے گا اور اگر قابض دوبارہ گواہ نہ لایا بلکہ چوتھے نے حاضر ہو کر گواہ دیے کہ یہ میرا غلام ہے میری ملک میں پیدا ہوا ہے تو قاضی تیسرے سے کہے گا کہ اپنے اس امر کے گواہ لا کہ یہ تیرا غلام ہے تیری ملک میں پیدا ہوا ہے اس شخص چوتھے کے سامنے دوبارہ پیش کر پس اگر تیسرے نے گواہ پیش کیے تو وہی چوتھے سے زیادہ حقدار ہو گا پھر اگر پہلا مدعی حاضر ہوا اور گواہ لایا کہ یہ میرا غلام ہے میری ملک میں پیدا ہوا ہے تو اس کی گواہی مقبول نہ ہوگی کیونکہ ایک مرتبہ اس پر اسی غلام کی ڈگری ہو چکی ہے اور اس واسطے پھر اس کے گواہ اس غلام کی بابت کسی پر مقبول نہ ہوں گے اور یہ قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور یہی قیاس قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہے کذا فی المحیط۔

ایک شخص کے قبضہ میں ایک غلام ہے اس پر ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ یہ غلام میرا ہے میری ملک میں پیدا ہوا ہے اور ایک دوسرے مدعی نے بھی ایسے ہی گواہ قائم کیے اور قاضی نے دونوں مدعیوں کے درمیان نصف نصف غلام کی ڈگری کر دی پھر

[1] نتاج ظہور حمل وولادت ۱۲

تیسرا شخص آیا اور اس نے بھی ایسے ہی گواہ پیش کیے تو تمام غلام کی ڈگری اس کے نام کر دی جائے گی اگر پہلے دونوں مدعیوں ڈگری داروں نے دوبارہ اپنی ملک نتاج کے گواہ پیش نہ کیے پس اگر ایک نے بدوں دوسرے کے دوبارہ گواہ پیش کیے تو جس نے نہیں پیش کیے اس کے آدھے کی ڈگری تیسرے کے نام ہو جائے گی اور جس نے دوبارہ پیش کیے ہیں اس میں تیسرے کا حق نہ ہوگا پھر اگر پہلے مدعا علیہ نے جس پر ڈگری ہو چکی اور جس کے قبضہ میں غلام تھا یہ گواہ پیش کیے کہ غلام میرا ہے میری ملک میں پیدا ہوا ہے اور قاضی کے سامنے پیش کیے تو اس کی ڈگری ہو جائے گی کیونکہ اگر وہ پہلے روز اس امر کے گواہ دیتا تو اس کی گواہی اولیٰ تھی ایسا ہی اگر بعد اس کے پیش کیے تو اس کے گواہ اولیٰ ہیں کذا فی الذخیرہ۔

اگر قابض وغیر قابض نے مالک مطلق کے دعوے پر گواہ قائم کیے اور قابض پر ملک مدعی کی ڈگری ہو گئی پھر اس قابض نے جس پر ڈگری ہوئی ہے ملک نتاج کے گواہ قائم کیے تو مقبول ہوں گے اور پہلا حکم قضا باطل ہو گا یہ کافی میں ہے۔

ایک غلام ایک شخص کے قبضہ میں ہے اس نے گواہ دیے کہ میرا غلام ہے میں نے اپنی ملک میں اس کو آزاد کر دیا ہے اور دوسرے نے گواہ دیے کہ میرا غلام ہے میری ملک میں پیدا ہوا ہے تو ملک میں پیدا ہونے کے گواہ اولیٰ ہیں کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔

قابض اور غیر قابض دونوں نے آکر غلام کے نتاج کے گواہ پیش کیے اور خارج کے دعوے میں آزاد کرنا بھی ہے تو وہی اولیٰ ہے اسی طرح اگر دونوں مدعیوں نے دعویٰ کیا اور حالیکہ غلام تیسرے کے قبضہ میں ہے اور ایک مدعی آزاد کر دینے کا بھی دعویٰ کرتا ہے تو وہی اولیٰ ہے کیونکہ نتاج [1] مع عتق کی گواہی زیادہ مثبت ہے کہ اس پر استحقاق اصلاً نہیں ہو سکتا ہے اور اگر گواہی قابض مثبت ملک اگرچہ ہے مگر ایسا استحقاق اس پر آ سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر غیر قابض مدعی نے نتاج کے ساتھ مدبر کرنے کا دعویٰ کیا اور قابض نے فقط نتاج کا دعویٰ کیا تو اس صورت میں روایات مختلف ہیں۔

ابو سلیمان کی روایت میں ہے کہ غیر قابض مدعی کی ڈگری ہوگی اور مدبر کرنے کو بمنزلہ آزاد کرنے کے شمار کیا اور ابو حفص کی روایت میں بمنزلہ مکاتب کرنے کے شمار کیا اور قابض کی ڈگری ہوگی کذا فی المحیط۔

اگر مدعی نے نتاج کے ساتھ مدبر کرنے یا ام ولد بنانے کا دعویٰ کیا اور قابض نے نتاج کے ساتھ قطعی آزاد کرنے کا دعویٰ کیا تو قابض کی گواہی اولیٰ ہے اور اگر قابض نے نتاج کے ساتھ مدبر کرنے یا ام ولد بنانے کا دعویٰ کیا اور مدعی نے عتق قطعی کا دعویٰ کیا تو مدعی اولیٰ ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر قابض نے نتاج کا دعویٰ کیا اور مدعی نے دعویٰ کیا کہ میری ملک ہے مجھ سے قابض نے غصب کر لیا ہے تو مدعی کی گواہی اولیٰ ہے اور اسی طرح قابض نے نتاج کے دعویٰ کیا اور مدعی نے کہا کہ میری ملک ہے میں نے اس کو اجرت پر یا عاریت یا ودیعت دی ہے تو مدعی کی گواہی اولیٰ ہے یہ محیط میں ہے۔

ایک باندی پر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ باندی میری ہے میرے واسطے فلاں شہر کے قاضی نے اس شخص پر جس کے قبضہ میں ہے ڈگری کر دی ہے اور قابض نے گواہ دیے کہ میری ہے میری ملک میں پیدا ہوئی ہے پس اگر مدعی کے گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس قاضی نے مدعی کی ڈگری ایسے گواہوں پر کر دی جنہوں نے اس کے پاس یہ گواہی دی کہ مدعی نے قابض سے اس کو خریدا ہے یا قابض نے اس کو صدقہ یا ہبہ مقبوضہ دیا ہے یا یہ گواہی دی کہ اس قاضی نے اس مدعی کی ڈگری کر دی اور کوئی سبب نہ بیان کیا تو یہ قاضی بھی اس حکم کو نافذ کر کے باندی مدعی کو دلائے گا اور اگر یہ گواہی دی کہ مدعی کے گواہوں نے اس قاضی کے سامنے گواہی دی تھی کہ یہ

---

[1] یعنی اس شخص کے واسطے قوی ثبوت قرار دیا جائے گا جس نے اپنی ہی ملک میں اس کا پیدا ہونا اور آزاد کرنا بیان کیا ہے ۱۲

باندی مدعی کی ہے اس کی ملک میں پیدا ہوئی ہے اس سبب سے قاضی نے اس کی ڈگری کر دی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ قاضی بھی اس حکم کو نافذ کرے گا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک توڑ دے گا اور اگر مدعی کے گواہوں نے قاضی کے سامنے یہ گواہی دی کہ ہمارے سامنے قاضی فلاں نے یہ اقرار کیا ہے کہ میں نے اس باندی کی ڈگری اس مدعی کے نام اس سبب سے کر دی کہ میرے پاس اس کے گواہوں نے گواہی دی کہ یہ باندی مدعی کی ہے یا اس کی ملک میں پیدا ہوئی ہے تو شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ دوسرا قاضی بالا جماع اس کو توڑ دے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر باندی ایک شخص کے قبضہ میں ہے اس پر ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ فلاں شہر کے قاضی نے قابض پر باندی کی اس کے نام ڈگری کر دی ہے اور گواہوں نے سبب قضاء بیان نہ کیا اور دوسرے مدعی نے نتاج کے گواہ پیش کیے تو قاضی کے حکم والا اولیٰ ہے اور اگر پہلے مدعی کے گواہوں نے بیان کیا کہ فلاں قاضی نے اس سبب سے ڈگری کر دی ہے کہ اس کے سامنے گواہوں نے گواہی دی تھی کہ یہ باندی کی ہے اور دوسرے مدعی نے نتاج کے گواہ دیے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حکم قضا والا اولیٰ ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نتاج کا مدعی اولیٰ ہے کذا فی المحیط اگر مدعی خارج نے گواہ دیے کہ یہ باندی میری ہے میری ملک میں یہ غلام جنی ہے اور قابض نے بھی ایسے ہی گواہ دیے تو مدعی کی ڈگری باندی کی ہوگی کیونکہ باندی میں دونوں ملک مطلق کا دعویٰ کرتے ہیں پس مدعی کی ڈگری ہوگی پھر غلام باندی کی جمعیت میں باستحقاق اسی کے پاس جائے گا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

ایک شخص کے قبضہ میں ایک بکری ہے اس پر ایک مدعی نے دعویٰ اور گواہ دیے کہ یہ میری ہے اور میری ملک میں یہ صوف اس بکری سے حاصل ہوئی ہے اور قابض نے بھی ایسے ہی گواہ دیے تو بکری وصوف مدعی کو قضاءً دلائے جائیں گے یہ ذخیرہ میں ہے اگر ایک شخص کے قبضہ میں ایک غلام ہے اس نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا غلام ہے میری ملک میں میری باندی وغلام سے پیدا ہے اور ایک مدعی نے اس پر ایسے گواہ قائم کیے تو قابض کی ڈگری ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

یہ حکم جو قابض کے واسطے غلام کی ملک کا ہوا ہے یہ ملک ونسب دونوں میں ہے یعنی یہ غلام قابض کی باندی وغلام کے نسب سے قرار پائے گا نہ مدعی کے غلام وباندی کے نسب سے ہذا تلخیص مافی المحیط۔

ایک شخص کے مقبوضہ غلام پر ایک مدعی نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا غلام ہے میری اس باندی اور اس غلام سے میری ملک میں پیدا ہوا ہے اور دوسرے مدعی نے بھی ایسے ہی گواہ قائم کیے تو دونوں کی ڈگری نصف نصف کی ہوگی اور یہ غلام قضاءً دونوں غلاموں اور دونوں باندیوں کے نسب سے قرار پائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک شخص کے مقبوضہ غلام پر ایک شخص نے دعویٰ کیا اور گواہ دیے کہ یہ میرا غلام ہے میری ملک میں پیدا ہوا ہے اور باندی کا نام نہ لیا اور دوسرے مدعی نے دعویٰ کیا کہ میری ملک ہے اور میری اس باندی بریرہ سے پیدا ہوا ہے اور گواہ دیے تو اسی دوسرے کی ڈگری ہوگی پس اگر قابض نے گواہ دیے کہ یہ میرا غلام ہے میری ملک میں میری اس باندی حریرہ سے پیدا ہوا ہے تو قابض کی ڈگری ہوگی یہ محیط میں ہے۔

کبریٰ میں ہے کہ دو شخصوں میں سے ہر ایک کے قبضہ میں ایک بکری ہے ہر ایک نے گواہ سنائے کہ جو بکری دوسرے کے ہاتھ میں ہے وہ میری ہے میری اس بکری سے جو میرے قبضہ میں ہے پیدا ہوئی ہے تو دعویٰ الاصل میں مذکور ہے کہ دونوں کی گواہیاں مقبول ہو کر ہر ایک کی ڈگری دوسرے کی مقبوضہ بکری پر ہوگی اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی المضمرات اور دونوں گواہیاں اس وقت مقبول ہوں گی کہ جب بکریوں کے سنوں میں ایسا اشتباہ پڑا ہو کہ ایک بکری دوسری بکری کی ماں ہونے کا احتمال رکھتی ہے اور اگر کوئی بکری

دوسرے کی ماں نہیں ہو سکتی ہو تو دونوں کی گواہیاں یکبارگی مقبول نہ ہوں گی اور اگر یوں گواہ قائم کیے کہ میرے قبضہ کی بکری میری ہے میری ملک میں پیدا ہوئی ہے اور دوسرے کی بکری کو اس کے پاس کی بکری نے جنا ہے اور دوسرے کے بھی ایسے ہی گواہ قائم کیے تو ہر ایک کے واسطے اس کی مقبوضہ بکری کی ڈگری ہو جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

سببِ متکرر (یعنی ایک ہی دفعہ ہو سکنے والے سبب) کا بیان ☆

ہر وہ سبب جو متکرر نہ[1] ہو وہ نتاج کے معنی میں ہے جیسے بننا اس کپڑے کے حق میں جو صرف ایک مرتبہ بنا جاتا ہے جیسے روئی کے کپڑے اور روئی کا تنا اور دودھ دوھنا یا چستہ بنانا اور نمدہ بنانا اور مرغزی تیار کرنا اور ریشم کا تنا اور جو سبب متکرر رہے وہ نتاج کے معنی میں نہیں ہے تو ایسے سبب میں مثل ملک مطلق کے دعوے کے مدعی غیر قابض کی ڈگری ہو گی مثل زراعت گندم حبوب و بناء عمارت وغیرہ اور اگر اشتباہ و اشکال واقع ہو جائے تو اس کام کے خبرداروں سے دریافت کیا جائے گا کذا فی الکافی۔

ایک شخص کے مقبوضہ کپڑے پر دعویٰ کیا کہ میرا ہے میں نے اس کو بنایا ہے یا تلوار کے پھل کا دعویٰ کیا کہ میرا ہے میں نے اس کو ڈھالا ہے اور اس پر گواہ قائم کیے اور قابض نے بھی ایسے گواہ قائم کیے پس اگر قاضی کو قطعاً معلوم ہے کہ ایسا کپڑا یا پھل صرف ایک بار کے سوائے نہیں تیار ہوتا ہے تو قابض کی ڈگری ہو گی اور قطعاً معلوم ہوا کہ بار بار بنتا ہے تو مدعی کی ڈگری ہو گی اور اگر قاضی کو اشکال و اشتباہ پیش آیا تو اس کے جاننے والوں سے جو عادل ہیں دریافت کرے اور ایک کافی ہے اور اگر دو ہوں تو احتیاط زیادہ ہے اور اگر جاننے والوں میں بھی باہم اختلاف پڑا یہاں تک کہ اشکال ویسا ہی رہا تو دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ ہے کہ مدعی کی ڈگری ہو گی کذا فی المحیط اسی طرح اگر اہل صناعت مختلف ہوں تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الوجیز الکردری اگر دو عورتوں نے روئی کے سوت میں جھگڑا کیا ہر ایک کہتی ہے کہ میں نے اس کو کاتا ہے تو قابضہ کی ڈگری ہو گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر بجائے اس کے صوف کے سوت میں ایسا جھگڑا ہوا تو عورت مدعیہ کی ڈگری اولیٰ ہے کذا فی الظہیریہ۔

ایک شخص کے مقبوضہ کپڑے پر جھگڑا ہوا قابض نے گواہ دیے کہ اس کا آدھا میں نے بنا ہے اور دوسرے مدعی نے گواہ دیے کہ اس کا آدھا میں نے بنا ہے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر دونوں آدھے پہچان پڑتے ہیں تو ہر ایک کو اس کا بنا ہوا آدھا دے دیا جائے اور اگر نہیں پہچانے جاتے ہیں تو سب کپڑا مدعی کا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر ایک شخص کے پاس بکری کی اون ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنی بکریوں سے کاٹی ہے اور اس کے گواہ قائم کیے اور ایک مدعی نے خود دعویٰ کیا اور ایسے ہی گواہ قائم کیے تو قابض کی ڈگری ہو گی کذا فی الذخیرہ۔

اگر ایک شخص کے مقبوضہ گھی یا روغن زیتون یا تلی کے تیل پر دعویٰ کیا کہ میرا ہے میں نے اس کو متھا یا پیرا ہے اور گواہ قائم کیے اور قابض نے بھی مثل اس کے گواہ دیے تو قابض کی ڈگری ہو گی اور یہی حکم آٹے اور ستوؤں میں ہے کذا فی المحیط۔

اگر چستہ میں جھگڑا ہوا اور مدعی اور قابض میں سے ہر ایک نے گواہ دیے کہ یہ چستہ میرا ہے میں نے اس کو اپنی ملک میں بنایا ہے تو وہ قابض کا ہو گا اسی طرح اگر دودھ کے خلاف (دوہنے ۱۲) میں جھگڑا ہوا اور اس طرح ہر ایک نے گواہ پیش کیے تو قابض کی ڈگری ہو گی کذا فی الکافی اور اگر ہر ایک نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ جس دودھ سے یہ چستہ بنا ہے وہ میرا تھا تو مدعی کی ڈگری ہو جائے گی اور اگر ہر ایک نے اس امر کے گواہ دیے کہ دودھ میری بکری سے میری ملک میں دوہا گیا ہے اور اس سے یہ چستہ بنایا گیا تو قابض کے لیے چستہ کا حکم ہو گا اور اگر ہر ایک نے یہ گواہ دیے کہ جس بکری سے دودھ دوہ کر یہ چستہ بنا ہے وہ میری ملک ہے تو مدعی

[1] یعنی دوبارہ نہیں ہو سکتا ہے بلکہ ایک ہی مرتبہ واقع ہوتا ہے ۱۲

کے لیے حکم ہوگا اور اگر ہر ایک نے یہ گواہ پیش کیے کہ جس بکری سے دودھ دوھ کر دودھ سے یہ چستہ بنایا گیا ہے وہ میری بکری سے پیدا ہوئی ہے تو چستہ کے قابض کی ڈگری ہوگی کذا فی المحیط۔

اگر مدعی قابض نے کہا کہ یہ چستہ میرا ہے میں نے اس کو اپنی بکری کے دودھ سے بنایا ہے اور غیر قابض مدعی نے بھی ایسے ہی گواہ پیش کیے تو بکری کی ڈگری غیر قابض کے واسطے ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ اگر کسی زیور کا دعویٰ کیا کہ میرا ہے میں نے اس کو اپنی ملک میں ڈھالا ہے تو یہ دعویٰ نتاج نہیں ہے اسی طرح اگر دعویٰ کیا کہ یہ گیہوں میرے ہیں میں نے خودان کو بویا ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ ظہیریہ میں ہے اگر ایک دار ایک شخص کے قبضہ میں ہے اس پر دوسرے نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرے دادا کا گھر ہے میں نے اس کو میراث میں پایا ہے اور تمام صورت میراث کو بیان کیا یہاں تک کہ حصہ اس تک پہنچا اور قابض نے بھی اسی طرح گواہ دیے تو مدعی کی ڈگری ہوگی کذا فی المحیط۔

اگر زمین و درخت خرما ایک شخص کے مقبوضہ ہیں اس پر ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ یہ زمین و درخت میرے ہیں اور میں نے یہ درخت اس زمین میں لگائے ہیں اور قابض نے اس کے مثل گواہ قائم کیے تو مدعی خارج کی ڈگری ہوگی اور ایسے ہی تاک انگور اور دوسرے درختوں کا حکم ہے کذا فی الکافی۔

اگر زمین میں کھیتی ہو اور قابض مدعی میں سے ہر ایک نے گواہ قائم کیے کہ زمین میری ہے اور کھیتی اس میں میں نے لگائی ہے تو زمین اور کھیتی کی ڈگری مدعی کو دی جائے گی کذا فی المحیط۔

اسی طرح اگر عمارت میں اختلاف کیا اور ہر ایک نے گواہ دیے کہ میں نے اپنی زمین میں عمارت بنائی ہے تو بھی مدعی کی ڈگری ہوگی کذا فی المحیط السرخسی۔

اگر کسی کے پاس قبا[1] بھرتی کی ہے اس پر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ میری ہے میں نے اس کو اپنی ملک میں قطع کیا اور بھروایا ہے اور قابض نے بھی اس کے مثل گواہ قائم کیے تو مدعی کی ڈگری ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔

ایسے ہی جو جبہ بھرا ہوا ہے اور پوستین اور ہر چیز کپڑے کی جو قطع کی جاتی ہے اور بچھونے فرش اور دسترخوان اور تکیہ ایسے ہی عصفر یا زعفران یا درس سے رنگائے ہوئے کپڑے ہیں اگر مدعی و قابض نے اس طرح گواہ قائم کیے تو مدعی کی ڈگری ہوگی کذا فی الظہیریہ۔ بزیادۃ التوضیح ایک کھال ایک شخص کے پاس ہے اس پر دوسرے نے گواہ قائم کیے کہ یہ میری ہے میں نے اپنی ملک میں اس کو کھینچا ہے اور قابض نے گواہ اس کے مثل قائم کیے تو قابض کی ڈگری ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر ذبح کی ہوئی کھال کھینچی ہوئی ایک بکری ایک شخص کے قبضہ میں ہے اس پر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ میری ہے میں نے اس کو ذبح کیا اور کھال کھینچی اور اس کے گواہ قائم کیے اور قابض نے بھی ایسے ہی گواہ پیش کیے تو مدعی کی ڈگری ہوگی یہ محیط میں ہے۔

اگر ہر ایک نے دونوں میں سے یہ گواہ پیش کیے کہ بکری میری ہے میری ملک میں پیدا ہوئی ہے میں نے اس کو ذبح کیا ہے اور اس کا سر و کھال و سقط[2] میرا ہے تو کل کے قابض کی ڈگری ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔

اگر قابض و مدعی نے بھنے ہوئے گوشت یا بھنی ہوئی مچھلی میں جھگڑا کیا ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ میں نے اپنی ملک میں اس کو بھونا ہے تو مدعی کی ڈگری ہوگی اور ایسا ہی مصحف میں ہے۔ ہر ایک نے اگر گواہ قائم کیے کہ میرا ہے میں نے اپنی ملک میں لکھا ہے تو مدعی کی ڈگری ہوگی کیونکہ کتابت متکررات میں سے ہے مکتوب دھو کر پھر مکتوب ہوتی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

---

[1] یعنی ابرہ و استر کے درمیان روئی یا قز وغیرہ بھرا ہوا ہو [2] قولہ سقط او جھ وغیرہ کے مانند

اگر پیتل کا کوزہ یا طشت یا برتن لوہے یا تانبے یا پیتل کا ہو یا برنجی یا رانگ کا ہو یا دونوں کواڑ ساکھو کے ہوں یا پیالے یا تابوت یا تخت یا سجلہ یا قبہ یا موزہ یا ٹوپی ہو تو مدعی غیر قابض کی ڈگری ہوگی بشرطیکہ مکرر مصنوع[1] نہ ہوتے ہوں ورنہ قابض کی ڈگری ہوگی کذانی الخلاصہ۔

اگر ایک شخص کی مقبوضہ کچی اینٹوں پر دعویٰ کیا کہ میری ہیں میں نے ان کو اپنی ملک میں تیار کیا ہے اور اس کے گواہ قائم کیے اور قابض نے بھی ایسے ہی گواہ پیش کیے تو غیر قابض مدعی کی ڈگری ہوگی اور اگر بجائے کچی اینٹوں کے پکی اینٹیں یا گچ یا چونہ ہو تو قابض کی ڈگری ہوگی کذانی المحیط۔

ایک کھال کھینچی ہوئی بکری ایک شخص کے قبضہ میں ہے اور اس کی کھال اور سقط دوسرے کے قبضہ میں ہے پس بکری کے قابض نے گواہ دیے کہ بکری اور کھال اور سقط سب میرا ہے اور کھال اور سقط کے قابض نے بھی ایسے ہی گواہ قائم کیے تو ہر ایک کے واسطے اس کی مقبوضہ چیز کی ڈگری کردی جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر ایک شخص کے قبضہ میں کبوتر یا مرغی یا کوئی ایسا پرندہ جانور ہے جو انڈے سے نکلتا ہے اور اس پر ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ میرا ہے میری ملک میں پیدا ہوا ہے اور قابض نے اس کے مثل گواہ قائم کیے تو قابض کی ڈگری کردی جائے گی کذانی الذخیرہ اور اگر مدعی نے گواہ قائم کیے کہ وہ انڈا کہ جس میں سے یہ مرغی پیدا ہوئی ہے میرا تھا تو اس کے نام مرغی کی ڈگری نہ کی جائے گی لیکن مرغی کے مالک پر اس کے مثل ایک انڈا انڈے کے مالک کو دینے کا حکم ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

غصب کی ہوئی مرغی نے دو انڈے دیے ایک انڈے کو مرغی نے اپنے نیچے رکھ کر سیا اور اس میں سے بچہ نکلا اور دوسرے انڈے کو غاصب نے دوسری مرغی کے نیچے لا کر بچہ نکلوایا تو مرغی اور جو بچہ اس کے نیچے نکلا ہے وہ مغصوب منہ کو دیا جائے گا اور جو بچہ غاصب نے نکلوایا ہے وہ اس کو ملے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

صوف و درخت کے پتے اور پھل بمنزلہ نتاج کے ہیں اور درخت کی شاخیں اور گیہوں بمنزلہ نتاج کے نہیں ہیں یہاں تک کہ اگر مدعی نے گواہ پیش کیے کہ یہ صوف میری بکری کا ہے یا یہ پھل یا پتے میرے درخت کے ہیں اور یہ شاخیں میرے درخت کی ہیں اور یہ گیہوں اس گیہوں کے ہیں جو میں نے اپنی زمین میں بوئے تھے اور قابض نے بھی ایسے ہی گواہ دیے تو شاخ اور گیہوں کی صورت میں مدعی کی ڈگری ہوگی اور صوف اور پھل اور پتے کی صورت میں قابض کی ڈگری ہوگی کذانی المحیط۔

اگر ایک شخص کے مقبوضہ کپڑے پر دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہے میں نے اس کو بنا ہے اور گواہ قائم کیے مگر گواہوں نے اس کے بننے کی گواہی دی اور اس کے ملک ہونے کی گواہی نہ دی تو مدعی کی ڈگری نہ ہوگی اسی طرح اگر چوپایہ میں یہ گواہی دی کہ یہ اسی کے پاس پیدا ہوا ہے یا یہ باندی اسی کے پاس پیدا ہوئی ہے اور یہ گواہی نہ دی کہ اس کی ملک ہے تو بھی مدعی کی ڈگری نہ ہوگی اسی طرح اگر یوں گواہی دی کہ یہ باندی اس کی باندی کی بیٹی ہے مگر ملک نہ بیان کی تو بھی مدعی کی ڈگری نہ ہوگی اسی طرح اگر کپڑے میں یوں گواہی دی کہ یہ کپڑا فلاں شخص کے سوت کا ہے مگر ملک کی گواہی نہ دی تو فلاں کے واسطے حکم نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر انہوں نے بیان کیا کہ اس نے فلاں شخص کی مملوکہ روئی سے سوت کاتا اور اس سے یہ کپڑا بنا ہے تو غصب کرنے والے پر اس کے مثل روئی دینی پڑے گی اور کپڑا غاصب کا ہوگا لیکن اگر مالک یوں کہے کہ میں نے اس کو کاتنے اور بننے کا حکم کیا تھا تو بعینہ وہی کپڑا لے لے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

---

[1] دوبارہ بنائے جاتے ہوں ۱۲

اگر گواہی دی کہ یہ انگور خشک فلاں شخص کے تاک کے ہیں ☆

اگر گواہوں نے گواہی دی کہ یہ چھوارے اس مدعی کے درخت کے ہیں تو چھوہاروں کی ڈگری مدعی کے نام ہو جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر گواہوں نے یہ گواہی دی کہ یہ گیہوں اس کھیتی کے ہیں جو فلاں شخص کی زمین میں لگی تھی یا یہ چھوارے اس درخت کے ہیں جو فلاں شخص کی زمین میں تھا یا یہ انگور خشک فلاں شخص کی زمین کے تاک کے ہیں تو اس فلاں شخص کی ڈگری نہ ہوگی لیکن اگر قابض نے فلاں شخص کی ملک ہونے کا قرار کر دیا تو اس کے اقرار پر فلاں شخص کو دلائے جائیں گے اور اگر یوں گواہی دی کہ یہ غلام فلاں شخص کی باندی نے جنا ہے تو غلام مالک کنیز کا ہوگا اور اگر گواہی دی کہ یہ گیہوں اس شخص کی کھیتی کے ہیں تو گیہوں اس کو دلائے جائیں گے اسی طرح اگر گواہی دی کہ یہ انگور خشک فلاں شخص کے تاک کے ہیں تو انگور کی ڈگری فلاں شخص کے نام ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر گواہی دی کہ زید نے یہ آٹا عمرو کے گیہوں سے پیسا ہے اور عمرو اس کا مالک تھا تو زید پر ان گیہوؤں کے مثل گیہوں کے دینے کی ڈگری ہوگی اور اگر عمرو نے کہا کہ میں نے زید کو پیسنے کا حکم کیا تھا تو آٹے لے لے گا کذا فی المبسوط۔

ایک شخص کے ہاتھ میں ایک عصفر[1] کا رنگا ہوا کپڑا ہے اس پر گواہوں نے گواہی دی کہ یہ عصفر جس سے یہ کپڑا رنگا ہے اس مدعی کا ہے اس سے مدعا علیہ نے یہ رنگا ہے اور رنگنے والا دعویٰ کرتا ہے کہ کپڑے کے مالک نے خود رنگا ہے اور مالک اس سے منکر ہے تو مالک کا قول ہوگا یہ محیط میں ہے۔

ایک باندی اور اس کی بیٹی دوسرے کے قبضہ میں ہے اس پر ایک مدعی نے دعویٰ کیا کہ یہ باندی میری ہے اور گواہ قائم کیے اور قاضی نے باندی کی ڈگری اس کے نام کر دی تو یہ باندی کی بیٹی کو نہیں لے سکتا ہے اگرچہ باندی کو ملک مطلق کے استحقاق سے لے لیا ہے اور اگر باندی کی بیٹی مدعا علیہ کے قبضہ میں ہو تو باندی مع بیٹی کے لے سکتا ہے اور اگر ایک شخص کے قبضہ میں چھوہارے کا درخت ہے اس پر ایک شخص نے دعویٰ کر کے اپنے نام ڈگری کرالی اور اس درخت کے چھوہارے دوسرے کے قبضہ میں ہیں تو وہ چھوہارے بھی لے لے گا اور پھلوں خرما کا حکم بچہ کے مانند نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ ایک زمین ہے اس میں گیہوں کی کھیتی بوئی ہے ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ یہ زمین میری ہے اور گواہوں نے بیان کیا کہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ یہ کھیتی کس کی ہے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب کھیتی کا حال معلوم نہ ہو تو وہ زمین کے تابع کی جائے گی پھر میں نے پوچھا کہ اگر قابض نے کہا کہ کھیتی میں نے بوئی ہے اور اس کے گواہ دیے تو کیا کھیتی اس کو دلائی جائے گی کہا کہ ہاں پھر میں نے کہا کہ اگر کھیتی کاٹی یا روندی ہوئی ہو اور گواہوں نے کھیتی کی نسبت کسی کی ملکیت کی گواہی نہ دی تو فرمایا کہ کھیتی اس کی ہوگی جس کے ہاتھ میں زمین ہے کذا فی المحیط۔

اگر مدعی نے ملک مطلق کے گواہ دیے اور قابض نے اس سے خریدنے کے گواہ دیے تو قابض کی گواہی اولیٰ ہے۔ کذا فی الہدایہ۔

اگر دو مدعیوں میں سے ایک نے ہبہ مع قبضہ کا اور دوسرے نے خرید کا ایک ہی شخص کی طرف سے دعویٰ کیا اور یہ مال معین تیسرے کے قبضہ میں موجود ہے اور دونوں نے تاریخ نہ کہی یا تاریخ برابر ایک ہی کہی تو خرید کی گواہی اولیٰ ہے اور اگر ایک نے تاریخ کہی دوسرے نے نہ کہی تو تاریخ بیان کرنے والا اولیٰ ہے خواہ کوئی ہو اور اگر دونوں نے تاریخ بیان کی اور ایک تاریخ سابق ہے تو وہی

---

[1] عصفر یعنی کاجیرہ جس کو ہمارے عرف میں کسم بولتے ہیں ۱۲

اولیٰ ہے اور اگر وہ شے معین دونوں میں سے ایک کے قبضہ میں ہو تو وہ اولیٰ ہے الا یہ کہ دونوں کی تاریخ بیان کرنے میں مدعی غیر قابض کی تاریخ سابق ہو تو اسی کی ڈگری ہوگی اور اگر وہ چیز دونوں کے قبضہ میں ہو تو دونوں میں مشترک ہوگی الا اس صورت میں کہ دونوں کی تاریخ میں سے ایک کی تاریخ سابق ہو تو اسی کی ڈگری ہوگی اور اگر ایک نے صدقہ مع قبضہ کا اور دوسرے نے خرید کا دعویٰ کیا تو اس کا بھی حکم اسی طرح ہے یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص کے قبضہ میں ایک شے معین[1] ہے اس پر ایک مدعی نے دعویٰ کیا کہ میں نے زید سے ہزار درم کو خریدی دوسرے نے دعویٰ کیا کہ بکر نے مجھے ہبہ مقبوضہ دی تو دونوں میں مشترک کا حکم ہوگا اسی طرح اگر تیسرے نے پدر سے میراث کا اور چوتھے نے خالد سے صدقہ کا دعویٰ کیا تو سب میں چار حصوں پر تقسیم ہوگی اگر مال معین دو میں سے ایک کے قبضہ میں ہو تو غیر قابض کی ڈگری ہوگی لیکن اگر کسی کی تاریخ سابق ہو تو اسی کی ڈگری ہوگی اور اگر دونوں کے قبضہ میں ہو تو دونوں کی ڈگری ہوگی اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ وہ شے ایسی ہو کہ جس کی تقسیم سے ٹکڑے نہیں کیے جاتے ہیں جیسے گھوڑ اور غلام وغیرہ اور اگر ایسی چیز ہو کہ جس کے ٹکڑے کیے جاتے ہیں جیسے دار وغیرہ تو خرید کے مدعی کی ڈگری ہوگی کذا فی المحیط السرخسی اور صحیح یہ ہے کہ جو غیر منقسم کہ محتمل قسمت ہے اور جو نہیں ہے اس حکم میں یکساں ہے کذا فی المحیط والذخیرہ۔

ہبہ و صدقہ کے دعوے میں اگر دونوں میں قبضہ ہو تو یکساں ہیں اور یہ حکم ایسی چیزوں میں جو محتمل قسمت نہیں ہیں بلا خلاف ہے اور جو محتمل قسمت ہیں ان میں اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ صحیح نہیں ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ دونوں فریق گواہوں نے وقت بیان نہ کیا اور کسی کا قبضہ بھی نہیں ہے اور اگر دونوں نے وقت بیان کیا تو سابق الوقت اولیٰ ہے اور اگر دونوں نے وقت نہ بیان کیا لیکن ایک کا قبضہ ہے تو وہی اولیٰ ہے ایسے ہی اگر قابض مدعی نے وقت بیان کیا تو بھی وہی اولیٰ ہے کذا فی التبیین اور اگر ایک کے گواہوں نے وقت بیان کیا تو وہ اولیٰ ہے کذا فی المحیط۔

ایک شخص کے مقبوضہ مال عین پر دو مدعیوں نے دعویٰ کیا ایک نے زید سے خریدنے کا اور دوسرے نے زید سے رہن رکھ کر قبضہ کرنے کا دعویٰ کیا اور دونوں نے گواہ قائم کیے اور دونوں نے تاریخ بیان نہ کی یا ایک ہی تاریخ بیان کی تو خرید اولیٰ ہے اور اگر ایک نے تاریخ بیان کی اور دوسرے نے نہ بیان کی تو تاریخ والا اولیٰ ہے کوئی ہو اور اگر دونوں نے تاریخ بیان کی اور ایک کی تاریخ سابق ہے تو وہی اولیٰ ہے اور اگر مال عین کسی ایک کے قبضہ میں ہو تو وہ اولیٰ ہے لیکن اگر دونوں نے تاریخ بیان کی اور مدعی غیر قابض کی تاریخ سابق ہے تو غیر قابض کی ڈگری ہوگی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

اگر قابض کی طرف سے ایک نے رہن و قبضہ کا اور دوسرے نے ہبہ و قبضہ کا دعویٰ کیا اور دونوں نے گواہ دیے مگر کسی کے گواہوں نے تاریخ یا قبضہ نہ بتلایا تو رہن اولیٰ ہے اور یہ استحسان ہے کذا فی التبیین۔

یہ حکم اس وقت ہے کہ دونوں کا دعویٰ ایک ہی شخص کی طرف سے ملک کا ہو اور اگر دو شخصوں کی طرف سے ہو تو دونوں برابر ہیں یہ سراج الوہاج میں ہے۔

اگر تاریخ یا قبضہ کی سبقت کی وجہ سے ترجیح رکھتا ہو تو اسی کی ڈگری ہوگی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

یہ حکم اس وقت ہے کہ ہبہ بشرط عوض نہ ہو اور اگر بشرط عوض ہو تو یہ اولیٰ ہے کذا فی السراج والہدایہ۔

اگر مدعی نے غلام کی نسبت خریدنے کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ کی بیوی نے دعویٰ کیا کہ میرا نکاح اس پر ہوا ہے تو دونوں مدعی

---

[1] مثلاً مکان و چوپایہ آراضی وغیرہ

یکساں ہیں غلام کی ڈگری دونوں میں نصف نصف ہوگی یہ اس صورت میں ہے کہ دونوں نے تاریخ نہ کہی ہو یا تاریخ ایک ہی کہی ہو اور یہ قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خرید اولیٰ ہے اور اگر دونوں کی تاریخ میں ایک تاریخ سابق ہے تو سابق التاریخ اولیٰ ہے یہ غایت البیان میں ہے پھر ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عورت کو آدھا غلام ملے گا اور آدھے کی قیمت شوہر پر واجب ہوگی اور مشتری کو آدھا غلام اور آدھے غلام کا ثمن آدھا بائع سے مل سکتا ہے اگر چاہے ورنہ بیع فسخ کر دے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عورت کو تمام غلام کی قیمت شوہر سے ملے گی یہ تبیین میں ہے اگر نکاح اور ہبہ اور رہن و صدقہ جمع ہو تو نکاح اولیٰ ہے کذا فی المحیط۔

دو گواہوں نے قرض کی گواہی دی اور دو گواہوں نے مضاربت کی تو مدعی قرض کی گواہی اولیٰ ہے کذا فی المحیط السرخسی۔

متفرقات ☆

منتقی میں ہے کہ ایک شخص کے مقبوضہ دار پر ایک شخص نے دعویٰ کیا اور گواہ کیا کہ میں نے اس دار کا دعویٰ کیا تھا اور قابض نے مجھ سے سو درم پر صلح کر لی تھی اور قابض نے گواہ دیے کہ مدعی نے مجھ کو اس دار کے دعوے میں اپنے حق کے بری کر دیا تھا تو صلح کے گواہ اولیٰ ہیں کذا فی الذخیرہ۔

ایک شخص نے دوسرے کی مقبوضہ باندی پر دعویٰ کیا کہ میں نے یہ باندی اس قابض سے ہزار درم کو خرید کے آزاد کر دی ہے اور اس پر گواہ قائم کیے اور دوسرے نے قابض پر گواہ قائم کیے کہ میں نے یہ باندی قابض سے ہزار درم کو خریدی اور آزاد کرنے کا نہ ذکر نہ کیا تو آزاد کرنے والے کے گواہ اولیٰ ہیں اور یہ ذکر نہیں کیا کہ اگر مدعی خرید نے قبضہ ذکر کیا تو کیا حکم ہے پس اگر اس نے قبضہ کر لیا ہے تو وہ اولیٰ ہے یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص کا غلام ہے غلام نے اپنے مولیٰ پر گواہ قائم کیے کہ اس نے مجھے آزاد یا مدبر کر دیا ہے اور ایک مدعی نے گواہ قائم کیے کہ میں نے اس کو اس کے مالک سے ہزار درم کو خریدا ہے پس اگر مشتری نے قبضہ نہیں کیا ہے تو غلام کے گواہ اولیٰ ہیں اور اگر قبضہ کر لیا تو مشتری کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر دونوں نے تاریخ بیان کی اور ایک کی تاریخ سابق ہے تو سابق التاریخ اولیٰ ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایک باندی نے اپنے مولیٰ پر دعویٰ کیا کہ میری اس سے اولاد ہوئی ہے اور اس کے گواہ قائم کیے اور دوسرے مدعی نے گواہ دیے کہ میں نے یہ باندی اس کے مالک سے خریدی ہے تو باندی کے گواہ اولیٰ ہیں خواہ باندی مشتری کے قبضہ میں ہو یا نہ ہو اور اگر مشتری کے گواہوں نے بچہ جننے سے تین برس پہلے خریدنے کا وقت بیان کیا تو مشتری کے گواہ اولیٰ ہوں گے یہ محیط میں ہے۔

ایک باندی ایک شخص کے قبضہ میں ہے اس نے گواہ قائم کیے کہ میں نے اس کو مدبر کر دیا درحالیکہ اس کا مالک ہوں اور دوسرے نے گواہ قائم کیے کہ یہ مجھ سے میری ام ولد ہوگئی ہے اور میں اس کا مالک ہوں اور تیسرے نے بھی ایسے ہی گواہ قائم کیے تو قابض کی ڈگری ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر غلام نے گواہ کیے کہ فلاں شخص نے مجھے آزاد کر دیا ہے اور فلاں شخص اس سے منکر[1] ہے یا مقر[2] ہے اور دوسرے نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا غلام ہے تو اس دوسرے مدعی کی ڈگری ہو جائے گی اسی طرح اگر غلام کے گواہوں نے یہ گواہی دی کہ فلاں شخص نے اس کو آزاد کیا اور درحالیکہ یہ اس کے قبضہ میں تھا یا یہ کل کے روز قبضہ میں تھا تو بھی یہ گواہی مقبول نہ ہوگی کذا فی المبسوط۔

[1] منکر انکار کرنے والا ۱۲
[2] مقر اقرار کرنے والا

اگر غلام کے گواہوں نے گواہی دی کہ فلاں شخص نے اس کو آزاد کیا درحالیکہ وہ اس کا مالک تھا اور مدعی کے گواہوں نے گواہی دی کہ یہ مدعی کا غلام ہے تو آزادی کے گواہوں پر ڈگری ہوگی کذافی المحیط۔

مشتبہ غلام کی بابت آزاد کرنے کی بابت گواہی دینا☆

اگر مولیٰ نے گواہی دی کہ یہ میرا غلام ہے میں نے اس کو آزاد کیا اور دوسرے نے کہا کہ یہ اس کا غلام ہے تو آزادی کے گواہوں پر حکم ہوگا اسی طرح اگر غلام کے گواہوں نے گواہی دی کہ اس کو فلاں شخص نے مدبر کر دیا ہے درحالیکہ وہ اس کا مالک ہے اور ایک مدعی نے گواہ دیے کہ یہ میرا غلام ہے تو مدبر کرنے کے گواہوں کی ڈگری ہوگی چنانچہ گر خود مولیٰ نے مدبر کرنے کے گواہ دیے اور مدعی نے اپنے غلام ہونے کے گواہ سنائے تو مولیٰ کے گواہوں پر حکم ہوگا کذافی الذخیرہ۔ اگر غلام نے گواہ سنائے کہ فلاں شخص نے اس کو مکاتب کیا ہے درحالیکہ وہ اس کا مالک ہے اور دوسرے نے گواہ سنائے کہ یہ میرا غلام ہے تو اس دوسرے کے گواہوں پر غلام ہونے کی ڈگری ہوگی اور اگر قابض نے گواہ سنائے کہ میرا غلام ہے میں نے اس کو مکاتب کیا ہے اور دوسری مدعی نے گواہ سنائے کہ میرا غلام ہے تو دوسرے مدعی کے غلام ہونے کی ڈگری ہوگی یہ محیط میں ہے۔ ایک غلام زید کے قبضہ میں ہے عمرو نے گواہ دیے کہ یہ میرا غلام ہے میں نے اس کو آزاد کیا ہے اور بکر نے گواہ سنائے کہ یہ اصلی حر ہے اور میں نے اس سے عقد موالات کی ہے تو بکر کے گواہوں پر ڈگری ہوگی کذافی الذخیرہ۔ ایک غلام ایک شخص کے قبضہ میں ہے قابض نے گواہ سنائے کہ میں نے اس کو آزاد کیا ہے درحالیکہ میں اس کا مالک تھا اور ایک مدعی نے بھی ایسے ہی گواہ سنائے پس اگر غلام نے ایک کی تصدیق کی تو اسی کی ڈگری اولیٰ ہوگی اور اگر دونوں کی تکذیب کی تو حکم کیا جائے گا کہ غلام کی ولاء دونوں میں نصف نصف منقسم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر دونوں میں سے ہر ایک نے اس امر کے گواہ دیے کہ میں نے اس کو ہزار درم پر آزاد کر دیا ہے درحالیکہ میں اس کا مالک تھا تو غلام کی تصدیق کرنے اور تکذیب کرنے پر لحاظ نہ کیا جائے گا اور ڈگری ہو جائے گی کہ غلام کی ولاء دونوں میں منقسم اور ہر ایک کے اس پر ہزار درم واجب ہیں اور اگر ایک فریق گواہوں نے مال ذکر کیا اور دوسرے فریق نے ذکر نہ کیا تو گواہی مدعی مال کی مقبول ہوگی اور اسی کی ولاء ہوگی اور غلام کی تصدیق یا تکذیب کی کرنے پروا نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

ابن سماعہ میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کے قبضہ میں ایک غلام ہے اس پر اس کے بیٹے نے دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے کہ یہ میرے باپ نے مجھے صدقہ دیا ہے حالانکہ وہ لڑکا صغیر اس کی پرورش میں ہے اور غلام نے گواہ دیے کہ اس کے باپ نے مجھے آزاد کر دیا ہے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ غلام کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے اپنے بالغ فقیر لڑکے کو غلام صدقہ یا ہبہ کیا ہے اور اس نے قبضہ کیا اور ہم نے اس کے قبضہ کو معائنہ کیا اور غلام کے گواہوں نے گواہی دی کہ باپ نے اس کو آزاد کیا ہے اور وقت بیان نہ کیا تو صدقہ جائز رکھوں گا اور عتق باطل کروں گا منتقی میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر یہ گواہی دی کہ اس نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا ہے درحالیکہ وہ مریض تھا اور وارث نے کہا کہ گواہوں کے آنے کے وقت وہ ہذیان بکتا تھا اور وارث نے آزاد کر دینے کا اقرار نہ کیا تو فرمایا کہ وارث کا قول مقبول ہوگا جب تک گواہ یہ گواہی نہ دیں کہ وہ شخص اس وقت صحیح العقل تھا اور اگر وارث نے آزاد کرنے کا اقرار کیا مگر دعویٰ کیا کہ وہ ہذیان[1] بکتا تھا تو غلام کا قول مقبول ہوگا جب تک کہ وارث اس امر کے گواہ قائم نہ کرے کہ ہذیان بکتا تھا کذافی المحیط۔

ایک شخص نے ایک باندی آزاد کی اور اس کا ایک بچہ ہے پس باندی نے دعویٰ کیا کہ مجھے تو نے قبل ولادت کے آزاد کیا

[1] یعنی ایسا کلام جو لوگ ناہوشی میں کہتے ہیں ۱۲

ہے پس بچہ آزاد ہے اور مولیٰ نے کہا کہ نہیں بلکہ بعد ولادت کے آزاد کیا ہے اور بچہ غلام ہے تو مدیون میں مذکور ہے کہ بچہ اگر باندی کے پاس ہو تو اسی کا قول مقبول ہوگا اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ بچہ اگر دونوں کے قبضہ میں ہو تو بھی باندی کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو باندی کے گواہ مقبول ہوں گے اور یہی حکم مکاتب کرنے کے دعوے میں ہے لیکن مدبر کرنے کے دعویٰ میں مولیٰ کا قول مقبول ہوگا۔

منتقی میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر بچہ خود اپنی ذات سے تعبیر کر سکتا ہے تو اسی کا قول لیا جائے گا اور اگر نہیں بیان کر سکتا ہے تو جس کے قبضہ میں ہے اس کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو باندی کے گواہ اولیٰ ہیں اور یہی حکم کتابت میں ہے اگر اپنی باندی آزادی کر دی پھر کچھ دنوں بعد اس کے بچہ میں جھگڑا کیا باندی نے کہا کہ میں بعد آزاد ہونے کے جنی تھی مگر تو نے مجھ سے لے لیا اور مولیٰ نے کہا کہ قبل آزادی کے جنی تھی اور میں نے تجھ سے لے لیا اور بچہ کچھ بیان کرنے کے لائق نہیں ہے تو مولیٰ پر واجب ہے کہ بچہ اس کی ماں کو واپس کرے اور یہی حکم ہے مکاتب کرنے میں اور مدبر کرنے اور ام ولد میں مولیٰ کا قول قبول ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک غلام ایک شخص کے قبضہ میں ہے کہ وہ حریت کا دعویٰ کرتا ہے اور قابض نے کہا کہ یہ میرا غلام ہے پس اگر غلام اپنی ذات سے تعبیر نہیں کر سکتا ہے تو قابض کا قول لیا جائے گا کیونکہ غلام مثل متاع کے ہے اور اگر تعبیر کر سکتا ہے یا بالغ ہے تو غلام کا قول لیا جائے گا اور اگر ہر ایک نے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کیے تو غلام کے گواہ مقبول ہوں گے یہ وجیز کردری میں ہے۔

ایک شخص ایک شہر میں آیا اور اس کے ساتھ مرد اور عورتیں اور لڑکے ہیں کہ اس کی خدمت کرتے ہیں اور سب اس کے قبضہ میں ہیں پس اس نے دعویٰ کیا کہ یہ سب میری مملوک ہیں اور انہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم سب آزاد لوگ ہیں تو انہی لوگوں کا قول لیا جائے گا جب تک خود یہ لوگ اس کی ملکیت کا اقرار کلام یا بیع سے نہ کریں یا وہ شخص ان پر اپنے ملک کے گواہ قائم نہ کریں اگرچہ ہندیا سندیا ترک یا روم کے کیوں نہ ہوں اور مشائخ نے اس کی تاویل یوں فرمائی یعنی ان کو مقہور کر کے نہ لایا ہو اور اگر کسی وجہ سے وہ لوگ مقہور کر کے لائے گئے ہوں تو ان کا قول کہ ہم آزاد لوگ ہیں مقبول نہ ہوگا کذا فی المحیط۔

ایک شخص نے اصلی آزاد ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنے ماں و باپ کا نام اور ان کی حریت کو بیان نہ کیا تو جائز ہے کذا فی الذخیرہ۔

ایک شخص مر گیا اور اس پر قرضے ہیں اور کچھ ترکہ نہ چھوڑا سوائے ایک باندی کہ اس کی گود میں لڑکا ہے پس باندی نے دعویٰ کیا کہ میں میت کی ام ولد ہوں اور یہ لڑکا میت کا ہے تو اس کا قول مقبول نہ ہوگا جب تک اس کے گواہ نہ ہوں کہ میت نے اپنی زندگی میں اقرار کیا تھا کہ یہ باندی میری ام ولد ہے اور اگر وارثوں نے گواہی دی کہ یہ اس کی ام ولد ہے تو ان کی گواہی مقبول ہوگی اور قرض خواہوں کو اس باندی کے لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی کذا فی المحیط۔

ایک شخص کے مقبوضہ غلام پر دو شخصوں نے گواہ قائم کیے ہر ایک دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے اس کو ودیعت دیا ہے پس اس نے ایک کے واسطے اقرار کیا تو اتنی صورتوں سے خالی نہیں یا تو دونوں کے گواہ قائم کرنے کے بعد اقرار کیا یہ پہلے یا ہر ایک کے ایک ایک گواہ قائم کرنے کے بعد ایک کے دونوں گواہ قائم کرنے کے بعد اقرار کیا پس اگر ساعت کے بعد قبل اس کے گواہوں کی گواہی پر حکم ہو کسی کے واسطے اقرار کیا تو غلام اس کو دیا جائے گا اور اگر دونوں فریق گواہوں کی تعدیل ہو گئی تو دونوں میں نصف نصف کی ڈگری ہوگی اور مقرلہ کی گواہی باطل نہ ہوگی اور اگر قبل گواہ قائم کرنے کے ایک کے واسطے اقرار کیا پھر گواہ قائم ہوئے تو غیر مقرلہ کی ڈگری ہوگی اور

اگر ہر ایک کے ایک گواہ قائم کرنے کے بعد اقرار کیا تو مقرلہ کو دیا جائے گا اور دوسرے سے کہا جائے گا کہ دوسرا گواہ قائم کر پس اگر اس نے قائم کیا تو اس کی ڈگری ہو جائے گی اور اگر ہنوز ڈگری نہ ہوئی تھی کہ مقرلہ دوسرا گواہ لایا تو دونوں کی ڈگری ہو گی اور اگر ہنوز ڈگری نہ ہوئی تھی کہ غیر مقرلہ نے پہلے گواہ کا اعادہ کیا یا دو مستقل گواہ قائم کیے تو تمام غلام کی اسی کے نام ڈگری ہو گی پھر اگر مقرلہ نے غیر مقرلہ پر اپنے پہلے گواہ کا اعادہ کیا یا مستقل گواہ سنائے خواہ اس کے نام ڈگری ہو گئی ہے یا نہیں ہوئی تو سماعت نہ ہو گی اور اگر غیر مقرلہ نے کہا کہ میرا پہلا گواہ مر گیا یا غائب ہے تو اس سے کہا جائے گا کہ دوسرا گواہ لا پھر اگر بجائے اس کے دوسرا لایا تو کل غلام کی اس کے نام ڈگری ہو گی لیکن اگر مقرلہ دوسرا گواہ لایا یا دو مستقل گواہ لایا تو دونوں کی ڈگری ہو گی اور ایک روایت میں ہے کہ یا غیر مقرلہ اگر دو مستقل گواہ لایا تو کل غلام کی اس کے نام ڈگری ہو گی اور اگر قابض نے کسی کے واسطے اقرار نہ کیا یہاں تک کہ دونوں کے نام ڈگری ہو گئی پھر ایک نے گواہ دیے کہ میرا غلام ہے تو سماعت نہ ہو گی اور اگر ایک کے گواہوں کی تعدیل[1] نہ ہوئی یا گواہی قائم نہ ہوئی یہاں تک کہ دوسرے کی ڈگری ہو گئی پھر اس نے جس کے گواہ نہ تھے گواہ عادل قائم کیے کہ غلام میرا ہے تو جس کی ڈگری ہو چکی ہے اس پر ڈگری کر دی جائے گی اور اگر ایک نے گواہ قائم کیے اور دوسرے نے قائم نہیں کیے اور قابض نے اس دوسرے کے واسطے جس نے گواہ نہیں قائم کیے ہیں اقرار کر دیا تو اسی کو دے دیا جائے گا اور غیر مقرلہ کے گواہوں پر ڈگری کر دی جائے گی بدوں اس کے کہ اس کو دوبارہ گواہ پیش کرنے کی تکلیف دی جائے اور یہ ڈگری مقر پر ہو گی مقرلہ پر نہ ہو گی حتیٰ کہ اگر مقرلہ نے گواہ پیش کیے کہ یہ غلام میرا ہے میں نے اس مقر کے پاس ودیعت رکھا تھا تو اس کے نام ڈگری ہو جائے گی اور اگر اس کے نام ڈگری نہ ہونے پائی تھی کہ غیر مقرلہ نے اپنے گواہوں کا اعادہ کیا تو مقرلہ کے گواہ باطل ہوں گے اور دوسرے کے واسطے غلام کی ڈگری ہو جائے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر ایک شخص کے قبضہ میں ایک دار ہے اس پر دو شخصوں نے دعویٰ کیا ہر ایک دعویٰ کرتا ہے کہ یہ میرا ہے میں نے قابض کو دس درم ماہواری پر کرایا ہے اور اس پر گواہ قائم کیے اور قابض اس میں ایک مہینہ رہا ہے اور وہ ان دونوں کے دعوے سے منکر ہے تو دونوں کے نام اس دار کی ڈگری نصف نصف ہو گی اور بھی دس درم لے کر نصف نصف باہم تقسیم کر لیں گے یہ محیط میں ہے۔

بشر میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہی کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک غلام خرید کر اس پر قبضہ کر لیا اور دام دے دیے پھر اس کے بعد بائع کے واسطے ہونے کا غلام کا اقرار کر دیا اور کہہ دیا کہ یہ غلام فلاں شخص یعنی بائع کا ہے اور بائع نے اس پر قبضہ کر لینا چاہا اور کہا کہ غلام میرا ہے پس مقر یعنی مشتری نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا ہے تو اسی کا قول مقبول ہو گا اسی طرح ایک شخص زید نے کل ایک غلام کا عمرو کے واسطے اقرار کر دیا اور آج عمرو نے اسی غلام کا زید کے واسطے اقرار کر دیا پس زید نے کہا کہ یہ غلام میرا ہے پس عمرو نے اس سے کہا کہ میں نے آج تیرے واسطے تو اس وجہ سے اقرار کر دیا کہ میں نے تیرے ہاتھ اس کو فروخت کر دیا ہے اور تیرے ہی پاس سے مجھے پہنچا تھا تو عمرو ہی کا قول مقبول ہو گا اور زید اس کو بلا ثمن نہیں لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ نوادر ہشام میں ہے کہ ایک شخص کے قبضہ میں ایک کپڑا ہے اس سے دوسرے نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ پچاس درم کو یہ کپڑا بیچا ہے اس قابض نے کہا کہ تو نے مجھے ہبہ کر دیا ہے تو اسی کا قول مقبول ہو گا اور اس پر پچاس درم لازم نہ ہوں گے کذا فی المحیط۔

[1] یعنی یہ ثابت نہ ہوا کہ یہ عادل ہیں یا غیر عادل ۱۲

تیسری فصل ☆

ایک قوم درہط کے دعویٰ کرنے کے بیان میں

درحالیکہ ان کا دعویٰ مختلف ہے اقول الوہط دس سے کم۔

القوم جماعت ☆

اگر ایک دار ایک شخص کے قبضہ میں ہے اس پر دو شخصوں نے دعویٰ کیا ایک نے کل دار کا دوسرے نے نصف دار کا دعویٰ کیا اور دونوں نے گواہ قائم کیے تو کل والے کو تین چوتھائی اور نصف والے کو ایک چوتھائی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ملے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک تین حصہ ہو کر تقسیم ہوگا کذا فی الہدایہ۔

ایک سے زائد شریک والی چیز کے قبضے کے بیان میں ☆

اگر دونوں مدعیوں کے پاس گواہ نہ ہوں تو قابض سے قسم لی جائے گی پس اگر ہر ایک کے دعوے پر اس نے قسم کھالی تو دونوں کی خصومت سے بری ہو گیا اور دار اسی کے قبضہ میں جیسا تھا ویسا ہی چھوڑ دیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر دار دو شخصوں کے قبضہ میں ہو اور ایک نصف کا دعویٰ کرتا ہے اور دوسرا کل کا۔ پس اگر دونوں کے پاس گواہ نہ ہوں تو کل کے مدعی پر قسم نہیں ہے اور نصف کے مدعی سے قسم لی جائیں گی پس اگر اس نے قسم کھالی تو دار ان دونوں کے قبضہ میں چھوڑ دیا جائے گا اور آدھا آدھا دونوں کا ہوگا اور اگر نکول کیا تو دوسرے[1] کی ڈگری ہوگی اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو کل کے مدعی کے لیے کل دار کی ڈگری ہو جائے گی آدھا تو گواہوں کی گواہی پر اور آدھا دوسرے کے اقرار پر لایا جائے گا یہ شرح طحاوی میں ہے۔

نوادر ہشام میں ہے کہ میں نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ فرماتے تھے کہ ایک گھر دو بھائیوں کے قبضہ میں ہے ایک بھائی تو کل گھر کا دعویٰ کرتا ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ یہ ہم دونوں میں باپ کی میراث تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کل کے مدعی کو تین چوتھائی دلایا جائے گا آدھا جو اس کے قبضہ میں ہے اور آدھا اس میں سے جو اس کے بھائی کے قبضہ میں ہے اور دوسرے کو چوتھائی دلایا جائے گا اور اگر دونوں نے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے تو جو نصف کہ مدعی تمام کے ہاتھ میں ہے وہ میراث ہوگا اور دونوں میں برابر تقسیم ہوگا اور مدعی نصف کے قبضہ میں جس قدر ہے وہ مدعی کو کل ملے گا پس مدعی کل کو تین چوتھائی سب ملا اور مدعی نصف کو ایک چوتھائی ملا پھر اگر کسی شخص نے یہ گھر استحقاق ثابت کر کے لیا پھر مدعی تمام کو ہبہ کر دیا تو مدعی میراث کو اس میں سے کچھ نہ ملے گا اور اگر مدعی میراث کو ہبہ کیا تو دوسرا بھائی اس میں سے آدھا لے لے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر مدعی میراث کے گواہوں نے یہ گواہی دی کہ یہ گھر ان دونوں میں آدھا آدھا ہے ان دونوں نے اس کو فلاں شخص سے نصفا نصف خریدا ہے اور دوسرے کے گواہوں نے تمام گھر کی گواہی دی تو گھر دونوں میں مساوی تقسیم ہوگا کذا فی محیط السرخسی ایک گھر زید کے قبضہ میں ہے اس پر عمرو نے کل کا دعویٰ کیا اور بکر نے دو تہائی کا اور خالد نے نصف کا اور سب نے گواہ قائم کیے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عمرو کو بارہ حصوں میں سے سات حصے اور بکر کو تین اور خالد کو دو حصے بطریق منازعت[2] کے تقسیم ہوں گے اور صاحبینؒ کے نزدیک بطریق[3] عول و مضاربت کے تیرہ حصہ ہو کر عمرو کو چھ اور بکر کو چار اور خالد کو تین حصہ ملیں گے اور اگر گھر ان سب

---

[1] قولہ دوسرے الخ و فی الاصل یقضی لہ یعنی اس کے لیے حکم قضا ہوگا اور ظاہر مدعی نصف کی طرف ضمیر کا مرجع ہے لیکن محل تامل ہے فافہم ۱۲

[2] باہم جھگڑا کرنا [3] عول مخرج کو بڑھا لینے کو کہتے ہیں جب کہ مخرج کم ہو اور سہام زائد ۱۲

کے قبضہ میں ہے اور کسی کے پاس گواہ نہیں ہیں تو ہر ایک سے دوسرے کے دعوے پر قسم لی جائے گی پس اگر سب نے قسم کھالی تو تینوں میں تین حصہ ہو کر تقسیم ہوگا اور اگر عمرو نے قسم کھالی اور باقی دونوں نے نکول کیا تو کل گھر عمرو کو ملے گا اور اگر بکر نے قسم کھالی اور باقی دونوں نے نکول کیا تو بکر تہائی اپنے قبضہ کا اور چھٹا عمرو سے اور چھٹا خالد سے لے لے گا اور اگر خالد نے قسم کھالی اور دونوں نے نکول کیا تو اپنے قبضہ کے تہائی کے ساتھ بارہواں حصہ عمرو سے اور بارہواں بکر سے لے گا اور اگر دو شخصوں نے قسم کھالی اور ایک نے نکول کیا پس اگر عمرو و بکر نے قسم کھالی اور خالد نے نکول کیا تو اس کے قبضہ کا گھر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بطریق منازعت کے چار حصوں میں تقسیم ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک بطور عول و مضاربت کے تین حصہ ہو کر دو عمرو کو اور ایک بکر کو دیا جائے گا اور اگر بکر نے نکول کیا اور دونوں نے قسم کھالی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بکر کے مقبوضہ کے آٹھ حصے ہو کر سات عمرو کو اور ایک خالد کو دیا جائے گا اور صاحبین کے نزدیک پانچ حصے ہو کر ایک خالد کو اور چار عمرو کو ملیں گے اور اگر عمرو نے نکول کیا اور ان دونوں نے قسم کھالی تو اس کے مقبوضہ کے چار حصے ہو کر خالد کو ایک اور دو بکر کو دیے جائیں گے اور ایک حصہ عمرو کے پاس بلا منازعت باقی رہ جائے گا اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ ان کے پاس گواہ نہ ہوں یا نکول کیا ہو اور اگر سب نے گواہ قائم کیے یا سب نے نکول کیا تو خالد کو آٹھواں اور بکر کو چوتھائی اور عمرو کو پندرہ حصے چوبیس حصوں میں سے ملیں گے اور یہ قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک ایک سو اسی حصہ ہو کر خالد کو ستائیس حصے اور بکر کو پچاس حصے اور عمرو کو ایک سو تین حصے ملیں گے کذا فی محیط السرخسی۔

اگر دار تین شخصوں کے قبضہ میں ہو پس عمرو نے ان میں سے آدھے کا اور بکر نے تہائی اور خالد نے چھٹے حصے کا دعویٰ کیا اور ایک نے دوسرے کے دعوے سے انکار کیا پس اگر ہر ایک کے قبضہ میں تہائی ہو تو خالد کے مقبوضہ میں سے آدھا اس کا اور آدھا موقوف رہے گا پھر اگر عمرو نے گواہ قائم کیے تو باقی دونوں سے بارہواں حصہ لے لے گا کذا فی المبسوط۔

ایک دار میں سے ایک منزل عمرو کے قبضہ میں ہے اور دوسری منزل بکر کے قبضہ میں ہے پس عمرو نے دعویٰ کیا کہ کل دار میرا ہے اور بکر نے دعویٰ کیا کہ ہم دونوں میں نصف نصف ہے اور کسی کے پاس گواہ نہیں ہیں تو ہر ایک سے دوسرے دعوے پر قسم لی جائے گی پس اگر دونوں نے قسم کھالی تو جو منزل عمرو کے قبضہ میں ہے وہ اسی کے قبضہ میں چھوڑ دی جائے گی اور بکر کی آدھی اس کو دلائی جائے گی اور آدھی بکر کے قبضہ میں چھوڑ دی جائے گی اور میدان صحن دونوں میں مشترک رکھا جائے گا کہ دونوں برابر تصرف کریں اور اگر اسی صورت میں دونوں نے گواہ قائم کیے تو ہر ایک کی گواہی دوسرے کے مقبوضہ پر مقبول ہوگی یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک کے قبضہ میں ایک بیت ہے اور دوسرے کے قبضہ میں چند بیت ہیں اور صحن دونوں کے قبضہ میں ہے اور ہر ایک کل کا مدعی ہے اور دونوں کے پاس گواہ نہیں ہیں اور دونوں نے قسم کھالی تو ہر ایک کا مقبوضہ اس کے قبضہ میں چھوڑ دیا جائے گا اور صحن دونوں میں مشترک ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو ہر ایک کے مقبوضہ کی ڈگری دوسرے کے نام ہوگی اور صحن دونوں میں برابر تقسیم ہوگا کذا فی شرح الطحاوی۔

ایک دار کا نیچے کا مکان عمرو کے قبضہ میں ہے اور بالا خانہ بکر کے قبضہ میں ہے اور بالا خانہ کا راستہ صحن میں ہے پھر ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ دار میرا ہے تو نیچے کے مالک کو دار ملے گا سوائے بالا خانہ اور اس کے راستہ کے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر بالا خانہ زید کے قبضہ میں ہے اور نیچے کا مکان عمرو کے قبضہ میں اور صحن دونوں کے قبضہ میں ہے اور ہر ایک کل کا مدعی ہے اور دونوں کے پاس گواہ نہیں ہیں اور دونوں نے قسم کھالی تو بالا خانہ زید کے اور نیچے کا مکان عمرو کے قبضہ میں چھوڑ دیا جائے گا اور صحن

ل انکار کرنے کو بولتے ہیں ۱۲

ایک روایت عمرو کو ملے گا مگر زید کو اس میں مرور کا حق حاصل ہوگا اور ایک روایت میں صحن دونوں میں برابر تقسیم ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو بالا خانہ عمرو اور نیچے کا مکان زید کو دیا جائے گا اور میدان صحن نیچے والے کو یعنی زید کو دلایا جائے گا کذافی شرح الطحاوی ایک گھر زید کے قبضہ میں ہے اس پر عمرو نے دعویٰ کیا کہ میرا ہے اور بکر نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا ہے اور زید کا ہے ہم دونوں نے خالد سے خرید کر قبضہ کیا ہے درحالیکہ خالد اس کا مالک تھا تو گھر کی ڈگری دونوں مدعیوں کے نام اس طرح ہوگی کہ دو تہائی عمرو کے نام اور ایک تہائی بکر کے نام ڈگری دی جائے گی اور اگر کسی اجنبی نے کل گھر کا دعویٰ کیا اور قابض کے بھائی نے کہا کہ ہمارا باپ مر گیا اور ہمارے دونوں بھائیوں کے درمیان میراث چھوڑ گیا ہے اور دونوں مدعیوں نے گواہ قائم کیے تو اجنبی کے نام تین چوتھائی اور بھائی مدعی کے نام ایک چوتھائی کی ڈگری ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

پس اگر قابض نے چاہا کہ اپنے بھائی کے چوتھائی میں شریک ہوں اور کہا کہ تو نے اقرار کیا ہے کہ باپ کا حصہ ہم دونوں میں مشترک ہے پس جس قدر پر استحقاق ثابت ہو کر نکل گیا وہ سب کا گیا اور جو باقی رہا وہ سب کا باقی رہا تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کذافی المحیط۔

اگر قابض نے بعد دونوں کے گواہ قائم کرنے اور وراثت کے انکار کرنے کے یوں اقرار کیا کہ میں نے باپ سے وراثت پایا ہے تو عدم اقرار کی صورت کا اور اس کا حکم یکساں ہے تین چوتھائی اجنبی کو اور چوتھائی بھائی مدعی کو دیا جائے گا اور اگر اقرار وراثت دونوں کے گواہ قائم کرنے سے پہلے ہوا پھر گواہ قائم کیے تو کل دار کی ڈگری اجنبی کے نام ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر قابض نے ابتدا سے اقرار کیا اور دعویٰ کیا کہ یہ دار میرے باپ کا ہے وہ مر گیا اور میرے اور میرے فلاں غائب بھائی کے درمیان میراث چھوڑا پس کسی اجنبی مدعی کے گواہوں نے یہ گواہی دی کہ یہ دار اس اجنبی کا ہے اس نے اپنے باپ سے میراث پایا اور قاضی نے اجنبی کے گواہوں پر دار کی ڈگری کر دی پھر قابض کا بھائی حاضر ہوا اور گواہ قائم کیے کہ یہ دار میرے باپ کا تھا وہ مر گیا اور اس نے میرے اور میرے بھائی قابض کے درمیان میراث چھوڑا تو قاضی اس کی گواہی مقبول نہ کرے گا اور اگر قابض نے اس وقت میراث کا اقرار کیا کہ میرے اور میرے فلاں بھائی کے درمیان مشترک میراث ہے جب کہ اجنبی گواہ قائم کر چکا ہے کہ میں نے اس کو اپنے باپ سے میراث پایا اور قاضی نے گھر کی اجنبی کے نام ڈگری کر دی پھر قابض کے بھائی نے آ کر گواہ قائم کیے کہ یہ دار میرے باپ کا تھا اور وہ مر گیا اور میرے اور میرے بھائی قابض کے درمیان میراث چھوڑا تو قاضی اس کی گواہی قبول کرے گا کذافی المحیط۔

چوتھی فصل ☆

قبضہ میں نزاع[1] واقع ہونے کے بیان میں

دو شخصوں نے ایک گھر کی بابت جھگڑا کیا ہر ایک کہتا ہے کہ یہ میرے قبضہ میں ہے پس اگر قاضی کو کسی کے قبضہ میں ہونا معلوم ہو تو اسی کو قابض قرار دے گا اور اگر نہیں معلوم ہے مگر یہ معلوم ہے کہ ان دونوں کے سوائے تیسرے کے قبضہ میں نہیں ہے تو ہر ایک دونوں میں مدعی و مدعا علیہ ہے پس اگر دونوں نے اپنے اپنے قبضہ کے گواہ قائم کیے تو دونوں کے نام گھر کی ڈگری ہوگی اور گھر دونوں کے قبضہ میں کر دیا جائے گا اور اگر قاضی نے وہ گھر تیسرے کے قبضہ میں پایا تو ان دونوں کی درخواست پر اس کے قبضہ سے نکال لے گا اور قبل درخواست کے نہ نکالے گا اور اگر ایک ہی کے گواہ قائم ہوئے تو اسی کے قبضہ کی ڈگری ہوگی اور اگر دونوں یا ایک کے پاس گواہ نہ ہوں

[1] جھگڑے و مخالفت کو کہتے ہیں ۱۲ منہ

تو ہرایک سے دوسرے کے دعوے پر قسم لی جائے گی پس اگر دونوں نے قسم کھائی تو ہرایک دوسرے کے دعویٰ سے بری ہو گیا اور قاضی حقیقت حال ظاہر ہونے تک گھر کو موقوف رکھے گا کسی کے قبضہ میں نہ دے گا اور اگر ایک نے قسم سے نکول کیا اور دوسرے نے قسم کھالی تو قسم کھانے والے کے قبضہ میں نہ دے گا لیکن نکول کرنے والے کو گھر میں تعرض کرنے سے منع کر دے گا اور اگر قاضی نے تیسرے کے قبضہ میں پایا تو اس کے قبضہ سے نہ نکالے گا کذافی المحیط۔

دو گواہوں کا ایک ہی چیز پر گواہی دینا پھر ایک نے گواہ دیئے کہ یہ شے معین میری ملک ہے تو اس کے نام کل شے کی ڈگری ہو جائے گی ☆

اگر ایک شے معین پر دو شخصوں نے جھگڑا کیا اور ہرایک نے اپنے قبضہ کے گواہ دیئے یہاں تک کہ دونوں کے قبضہ میں قرار دی گئی پھر ایک نے گواہ دیئے کہ یہ شے معین میری ملک ہے تو اس کے نام اس آدھے کی ڈگری ہوگی جو دوسرے کے قبضہ میں ہے اور جو اس کے قبضہ میں ہے وہ بحالہ چھوڑ دی جائے گی ایسا ہی بعض مواضع میں مذکور ہے اور بعض مواضع میں لکھا ہے کہ اگر دونوں نے قبضہ کے گواہ قائم کر دیے پھر ایک نے گواہ دیے کہ یہ شے معین میری ملک ہے تو اس کے نام کل شے کی ڈگری ہو جائے گی یہ ذخیرہ میں ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے سیر میں لکھا ہے کہ اگر ایک مسلمان دار الحرب سے نکلا اور اس کے ساتھ ایک مستامن ہے اور دونوں کے قبضہ میں ایک خچر ہے کہ اس پر مال لدا ہوا ہے پھر ہرایک نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا مال ہے اور میرے قبضہ میں ہے اور ایک نے دعویٰ پر مسلمان گواہ قائم کیے اسی کے نام مال کی ڈگری کر دے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

کتاب الاقضیہ میں لکھا ہے کہ دو شخصوں نے ایک گھر کی بابت جھگڑا کیا ہرایک مدعی ہے کہ یہ میرے قبضہ میں ہے اور گواہ قائم کیے پھر ایک نے کہا کہ میں اس سے بڑھ کر دعویٰ پر گواہ لاتا ہوں میں اس امر کے گواہ دیتا ہوں کہ میرا باپ مر گیا اور اس کو میرے واسطے میراث چھوڑا اور میرے سوائے اس کے کوئی وارث نہیں ہے اور اس پر گواہ لایا تو مقبول ہوں گے پس یہ ڈگری اس پر ہوگی جس نے اس سے خصومت کی تھی اور یہ جو کتابت میں ہے کہ میں اس سے بڑھ کر دعویٰ پر گواہ لاتا ہوں یہ پہلے گواہوں سے اعراض ہے حتیٰ کہ یہ شخص مدعی غیر قابض قرار پا گیا پس اس کے گواہ ملک مقبول ہوں گے کذافی المحیط۔

امام ظہیر الدین مرغینانی سے دریافت کیا گیا کہ دو شخصوں نے ایک گھر کی نسبت جھگڑا کیا ایک دعویٰ کرتا ہے کہ یہ میری ملک ہے اور میرے قبضہ میں ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ میرے قبضہ میں ہے اور میں دوسروں سے اس کا استحقاق زیادہ رکھتا ہوں کیونکہ فلاں شخص کی طرف سے میرے پاس کرایہ پر تھا اور وہ مر گیا پس بعوض مال کرایہ کے میرے پاس رکا ہوا ہے تو امام موصوف نے فرمایا کہ دونوں کے قبضہ میں چھوڑ دیا جائے گا اور ان کے زمانہ کے بعض مشائخ نے فتویٰ دیا ہے کہ اجارہ کے مدعی کے قبضہ میں دیا جائے گا کذافی الظہیر یہ۔

کتاب الاقضیہ میں ہے کہ دو شخصوں نے ایک گھر کی نسبت نزاع کیا ہرایک کہتا ہے کہ میرے قبضہ میں ہے پھر ایک نے گواہ دیے کہ انہوں نے میرے جانوروں اور غلاموں کو اس میں آتے جاتے دیکھا ہے تو قاضی ایسی گواہی پر قبضہ کا حکم نہ دے گا جب تک کہ یہ بیان نہ کریں کہ یہ جانور و غلام اس میں رہتے تھے اور اگر یہ گواہی دی تو اسی کے قبضہ کی ڈگری ہوگی یہ محیط میں ہے۔

ابن سماعہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ دو فریقوں نے اجمہ[1] یا غیضہ میں جھگڑا کیا ہرایک مدعی ہے کہ میرے ہے اور میرے قبضہ میں ہے اور گواہوں نے ایک فریق کے واسطے یہ گواہی دی کہ اس کے قبضہ میں ہے یا دونوں فریق کے واسطے یہ

---

[1] اجمہ نیستان و غیضہ درختوں کا جنگل ہندی میں جس کو جھاڑی کہتے ہیں۔۱۲

گواہی دی کہ دونوں کے قبضہ میں ہے پس اگر قاضی نے گواہوں سے تفسیر دریافت نہ کی اور انہوں نے اس سے زیادہ بیان نہ کیا تو گواہی مستقیم ہے اور اگر تفسیر دریافت کی تو اوثق و احسن ہے پھر فرمایا کہ غیضہ پر قبضہ اس طرح پہچانا جاتا ہے کہ اس کے درخت کا ٹکڑہ کا ٹکر فروخت کرے یا اس سے نفع مناسب اٹھائے اور اجمہ میں اس طرح کہ نرکل کاٹ کر اپنی ذاتی حاجت کے صرف میں لائے یا فروخت کردے یا اسی کے مانند تصرف کرتے کذافی الظہیریہ۔

دو شخصوں نے ایک غلام میں جھگڑا کیا ہر ایک مدعی ہے کہ یہ میرا غلام ہے اور وہ دونوں کے قبضہ میں ہے پس اگر غلام اس قدر چھوٹا ہو کہ اپنی ذات سے تعبیر نہیں کر سکتا ہے تو قاضی کسی کی ملک ہونے کا حکم نہ دے گا جب تک گواہ قائم نہ ہوں لیکن دونوں کے قبضہ میں قرار دے گا اور اگر غلام بالغ ہو کہ کلام کرتا اور اس کو سمجھتا ہو عقل رکھتا ہو یا نابالغ ایسا ہو کہ اپنی ذات سے تعبیر کر سکتا ہو اور اس نے کہا کہ میں آزاد ہوں تو اسی کا قول لیا جائے گا اور قاضی ان دونوں کے واسطے ملک یا قبضہ کسی کی ڈگری نہ کرے گا تاوقتیکہ اس کے گواہ قائم نہ ہوں اور اگر اس نے کہا کہ میں دونوں میں سے ایک کا غلام ہوں تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی اور وہ دونوں کا غلام ہوگا کذافی المحیط۔

اگر غلام نے قابض کے سوائے کسی دوسرے کی نسبت کہا کہ میں اس کا غلام ہوں حالانکہ یہ غلام ایسا ہے کہ اپنی ذات سے تعبیر کر سکتا ہے پس قابض نے کہا کہ یہ میرا غلام ہے تو قابض ہی کا غلام قرار پائے گا کذافی الکافی۔

اگر ایک غلام ایک شخص کے قبضہ میں ہے اور وہ اپنی ذات سے تعبیر نہیں کر سکتا ہے اور قابض نے کہا کہ میرا غلام ہے تو اسی کا قول معتبر ہوگا اور اس کی ملک ہونے کی ڈگری ہو جائے گی پھر اگر غلام نے بالغ ہو کر کہا کہ میں اصلی آزاد ہوں تو بلا حجت اس کی تصدیق نہ ہوگی کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ جس ملک کے واسطے حکم قضا جاری ہو چکا ہے اس کو باطل کرے اسی طرح اگر کہا کہ میں لقیط ہوں تو یہ مثل اصلی آزادی کے دعویٰ کے ہے پھر اگر قابض نے اپنے غلام ہونے کے گواہ دیئے اور غلام نے اپنی اصلی آزادی کے گواہ دیے تو غلام کی گواہی اولیٰ ہے کذافی الذخیرہ۔

اوزجندی قاضی امام شمس الاسلام محمود اوزجندی سے دریافت کیا گیا کہ ایک زمین زید کے قبضہ میں ہے عمرو نے بطریق تغلب کے اس پر اپنا قبضہ کر لیا پھر زید نے گواہ قائم کیے کہ زمین میری ہے عمرو نے بطور تغلب کے مجھ سے چھین کر اپنا قبضہ کر لیا ہے تو شمس الاسلام نے فرمایا کہ اس کی گواہی قبول کروں گا اور زمین کی اس کے نام ڈگری کر کے عمرو سے چھین کر اس کے سپرد کر دوں گا اور اگر زید کے پاس گواہ نہ ہوئے اور اس نے عمرو سے یہ قسم لینی چاہی کہ واللہ یہ زمین اس مدعی کے قبضہ میں نہ تھی اور نہ میں نے بطور تغلب کے اس سے لے لی ہے تو فرمایا کہ اس کو یہ قسم لینے کا اختیار ہے اسی طرح اگر عمرو کے اقرار کا دعویٰ کیا کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ زمین زید کے قبضہ میں تھی اور اس پر عمرو سے قسم لینی چاہی تو بھی فرمایا کہ اس کو اختیار ہے کذافی المحیط فوائد شمس الاسلام میں ہے کہ اگر زید نے گواہ قائم کیے کہ یہ شے محدود میرے قبضہ میں دس برس سے ہے عمرو نے اب اس پر اپنا قبضہ کر لیا تو زید کی ڈگری ہو جائے گی اور قاضی عمرو کو حکم دے گا کہ اس کو سپرد کر دے لیکن مدعا علیہ عمرو مقضی[1] علیہ قرار نہ پائے گا حتیٰ کہ اگر اس نے اس کے بعد گواہ قائم کیے کہ یہ محدود میری ملک ہے تو گواہ مقبول ہوں گے اور اگر مدعی نے یہ گواہ قائم کیے کہ یہ محدود میرے قبضہ میں دس برس سے تھی یا دس برس کا نام نہ لیا تو اس سے کچھ استحقاق ثابت نہ ہوگا اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایسی گواہی مقبول ہوگی اور بالا جماع اگر گواہوں نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا ہے کہ کل کے روز یہ زمین مدعی کے ہاتھ میں تھی تو قاضی مدعا علیہ کو حکم دے گا کہ مدعی کو

[1] وہ شخص جس پر قاضی نے حکم فیصل لازم کیا ۱۲

واپس دے اسی طرح اگر گواہوں نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے مدعی سے لے لی ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ خلاصہ میں ہے۔

واقعات ناطفی میں ہے کہ اگر ایک شخص نے مقبوضہ غلام کے واسطے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا غلام تھا میرے پاس دس برس سے تھا یہاں تک کہ اس نے جو قابض ہے غصب کر لیا اور قابض نے گواہ دیے کہ یہ بیس برس سے میرا غلام ہے تو قابض کی ڈگری ہوگی یہ محیط میں ہے۔

عیون میں ہے کہ ایک شے میں دو شخصوں نے جھگڑا کیا ایک شخص نے گواہ دیے کہ یہ شے میرے پاس ایک مہینہ سے تھی اور دوسرے نے گواہ دیے کہ میرے ہاتھ میں اس دم موجود ہے تو اسی کی ڈگری ہوگی کیونکہ پہلے کا قبضہ منقبض ہوا اور قبضہ منقبضہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غیر معتبر ہے اور اگر ایک نے گواہ دیے کہ ایک مہینہ سے میرے پاس تھی اور دوسرے نے کہا کہ میرے پاس جمعہ سے ہے تو اسی کی ڈگری ہوگی کذا فی المحیط۔

ایک شخص زید کے قبضہ میں عمرو کی زمین ہے زید نے اس کو اجرت پر دے دیا ہے پس عمرو نے کہا کہ تو نے میرے حکم سے دی ہے اور اجرت میری ہے اور زید نے کہا کہ میں نے تجھ سے غصب کر لی تھی پھر خود اجرت پر دی ہے پس اجرت میری ہے تو عمرو کا قول معتبر ہوگا اور اگر زید نے اس زمین میں عمارت بنائی پھر اجارہ پر دی پس عمرو نے کہا کہ میں نے تجھے حکم دیا تھا کہ اس میں میرے لیے عمارت بنا کر کرایہ دے دے اور زید نے کہا کہ میں نے غصب کر کے پھر عمارت بنائی پھر کرایہ پر دی تو اجرت یوں لگائی جائے کہ زمین کو ایک مرتبہ عمارت بنائی ہوئی فرض کریں اور ایک مرتبہ بغیر عمارت فرض کریں اور اجرت دونوں پر تقسیم کریں تو جس قدر عمارت کے پڑتے میں پڑے وہ زید کو ملے گی اور جو زمین کے پڑتے میں پڑے وہ عمرو کو ملے گی اور اگر عمرو نے کہا کہ تو نے عمارت بنی ہوئی مجھ سے غصب کر لی تھی تو اسی کا قول لیا جائے گا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو غاصب کے گواہ اولیٰ ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر زید نے عمرو سے کہا کہ میں نے تیرے ایک ہزار درم غصب کر لیے ہیں اور اس میں دس ہزار کا نفع اٹھایا اور عمرو نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے تجھے اس کا حکم کیا تھا تو عمرو کا قول مقبول ہوگا اور اگر عمرو نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے ہزار درم اور دس ہزار درم غصب کر لیے تو زید کا قول مقبول ہوگا اور اگر زید نے کہا کہ میں نے تیرا کپڑا غصب کر لیا اور بلا حکم تیرے اس کو قطع کر کے قمیض سلائی اور عمرو نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے قمیض غصب کی تھی یا میں نے تجھے سلانے کا حکم کیا تھا تو عمرو کا قول مقبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔

قصار[1] نے چار ٹکڑے کرپاس کے ان کے مالک کے پاس اس کے تلمیذ کے ہاتھ روانہ کیے وہ تین ٹکڑے لایا اور قصار نے کہا کہ میں نے تجھ کو چار ٹکڑے دیے اور تلمیذ نے کہا کہ دیے تھی مگر مجھے نہیں گن دیے تھے تو مالک سے کہا جائے گا کہ جس کی چاہے تصدیق کر پس اگر اس نے ایلچی کی تصدیق کی تو وہ بری ہوگیا اور کندی کرنے والے پر قسم آئی اگر اس نے قسم کھائی تو بری ہوگیا اور اگر نکول کیا تو ضامن ہوگا اور قصار بھی مالک کے پاس سے اجرت کی قسم لے سکتا ہے پس اگر مالک نے قسم کھالی تو اس ٹکڑے کی اجرت سے بری ہوگیا۔ اسی طرح اگر مالک کرپاس نے قصار کی تصدیق کی تو وہ بری ہوگیا اور قسم ایلچی پر آئی اور اس پر قصار کی اجرت ہوگی اور اگر قصار نے اس پر قسم کھالی یا کرپاس کے مالک نے اس کی تصدیق کی یہ وجیز کردری میں ہے۔

ایک شخص کا چار دیواری کا باغ ہے اور اس کے کچھ درخت نہر کے کنارے لگے ہوئے تھے ان کی جڑوں سے دوسری طرف نہر کے کچھ درخت اُگے اور اس دوسری طرف ایک شخص کا انگور کا باغ اور تاک اور نہر کے درمیان راستہ ہے پس تاک کے مالک نے

[1] قولہ قصار کندی کرنے والا کرپاس سوتی کپڑا یا مانند اس کے تلمیذ شاگرد پیشہ ۱۲

ان درختوں کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے دعویٰ کیا کہ یہ میرے درختوں کی جڑوں سے نکلے ہیں میرے ہی ہیں پس اگر یہ معلوم ہوا ہو کہ اسی درختوں کی جڑوں سے پیدا ہوئے ہیں تو اسی کے ہوں گے اور اگر یہ معلوم نہ ہوا اور نہ اس کا کوئی بونے والا معلوم ہو تو ان درختوں کا کوئی مالک نہیں ہے اور دونوں میں سے کوئی مستحق نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔

قابل استعمال خودرو پودوں کا اُگ آنا☆

اگر کسی کی زمین میں بغیر کسی کے اُگائے کھیتی جمی تو مالک زمین کی ہوگی بخلاف ایسے شکار کے جو کسی کی زمین میں گھس جائے تو وہ پکڑنے والے کا ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے۔

زید نے عمرو پر کسی قدر زمین بلا عمارت کا سبب میراث کے دعویٰ کیا اور گواہ قائم کر کے ڈگری کرالی پھر مقضی لہ یعنی زید اور مقضی علیہ یعنی عمرو میں باہم درختوں اور گھروں کی بابت اختلاف ہوا اور کسی کے پاس گواہ نہیں ہیں کہ یہ کس کے ہیں تو بعض نے کہا کہ عمرو کا قول اور بعض نے کہا کہ زید کا قول مقبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔

جامع صغیر میں ہے کہ ایک شخص زید کی نہر ہے اس کے پہلو میں بند آب ہے اور بند آب کے نیچے دوسرے شخص عمرو کی زمین ملی ہوئی ہے اور بند آب دونوں میں سے کسی کے قبضہ میں نہیں ہے مثلاً نہ تو عمرو کے اس کے کنارے درخت ہیں اور نہ زید کی اس کے کنارے مٹی پڑی ہوئی ہے اور دونوں نے اس کا دعویٰ کیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عمرو کی ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ حریم زید کی ملک کیچڑ مٹی پھینکنے و چلنے وغیرہ کے واسطے ہوگا اور اس اختلاف کا فائدہ دو مقام پر ظاہر ہوتا ہے ایک یہ کہ اگر بند آب کے کنارے ایسے درخت ہوں کہ ان کا بونے والا معلوم نہ ہو تو امامؒ کے نزدیک عمرو کے ہوں گے اور صاحبینؒ کے نزدیک نہر کے مالک کے ہوں گے اور دوسرے کہ یہ بند آب پر درخت لگانے کا اختیار امام کے نزدیک زمین کے مالک کو ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک نہر کے مالک کو ہے اور کیچڑ مٹی پھینکنے میں بعض نے کہا کہ یہی اختلاف ہے اور بعض نے کہا کہ نہر کے مالک کو یہ اختیار ہے جب تک کہ مضر نہ ہو اور یہی صحیح ہے اور اگر نہر کے مالک نے اس پر مرور کا قصد کیا تو بعض نے کہا کہ امام کے نزدیک ایسا نہیں کر سکتا ہے مگر اشبہ یہ ہے کہ اگر اس میں ضرر نہ ہو تو ممانعت نہ کی جائے گی فقیہ ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ درخت لگانے کی صورت میں ہم امام کا قول لیتے ہیں اور کیچڑ پھینکنے کے حکم میں صاحبینؒ کا قول لیتے ہیں کذا فی الکافی فی کتاب احیاء الموات سیل اگر مٹی یا کیچڑ بہا لائی اور کسی کی زمین یا نہر لا ڈالی تو وہ زمین یا نہر کے مالک کی ہوگی کذا فی الخلاصہ۔

جو طاحونہ[1] پیسنے کی وجہ سے اڑ کر جمع ہو جائے وہ طاحونہ کے مالک کی ہے اور اصح یہ ہے کہ وہ اس شخص کا ہے جس کے ہاتھ میں پہلے ہو جائے اور یہی حکم ہر اس چیز میں ہے جو اجزائے زمین سے نہ ہو جیسے راکھ اور گوبر وغیرہ۔

ایک گلی کے لوگ راکھ گوبر ایک شخص کی زمین میں پھینکتے ہیں وہاں گھورا جمع ہو گیا تو وہ اس کا ہے جس نے لے لیا اسی طرح اگر ایک شخص نے مربط یا اصطبل بنایا کہ اس میں جانور جمع ہوتے ہیں اور وہاں گوبر اکٹھا ہوا تو جو چاہے لے لے اسی کا ہوگا اور بعض نے کہا کہ اس میں اعتبار جگہ مقرر کر دینے کا ہے اور ایسا ہی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے در بارہ لیسے کی چیز کے منقول ہے کہ ولیموں میں جو چیز لوٹائی گئی اور ایک آدمی کی گود میں گری اور دوسرے نے اس کو لے لیا پس اگر اول نے اپنا دامن یا گود اسی واسطے تیار کی ہو تو لینے والے سے واپس کر لے ورنہ نہیں لیکن دامن یا گود لوٹائی چیز کے گرنے کے لیے مہیا نہ کرنے کی صورت میں اگر چیز اس کے دامن میں گری اور اس نے احراز کر لی بایں طور کہ مثلاً پھیلا ہوا دامن بعد اس چیز کے گرنے کے بہ قصدِ احراز سمیٹ لیا پھر دوسرے نے لی تو

---

[1] طاحونہ چکی جس سے آٹا وغیرہ پیستے ہیں ۱۲

بھی واپس ہو سکتا ہے اور اس کے مؤید ہے وہ مسئلہ جو فتاویٰ میں مذکور ہے۔

ایک شخص نے اپنا دار کرایہ پر دیا پس مستاجر نے اپنے اونٹ اس میں رکھے کہ جن کی مینگنیاں وہاں جمع ہوتی ہیں تو یہ لید جو جمع ہو گئی اس کی ہو جائے گی جس کا ہاتھ پہلے اس پر پہنچ جائے لیکن اگر کرایہ دینے والے نے یہ قصد کیا تھا کہ اس دار میں لید و مینگنیاں جمع کرادے تو یہ اسی کو ملے گی یہ وجیز کردری میں ہے۔

ایک شخص مر گیا اس نے ایک لڑکی اور بھائی اور اسباب چھوڑا پس لڑکی نے کہا کہ تمام اسباب میرا ہے میری اجازت سے میرے مال سے میرے باپ نے خریدا ہے اور بھائی کہتا ہے کہ تمام اسباب میت کا ہے تو بھائی کا قول معتبر ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایک چوپایہ یا قمیص میں دو آدمیوں نے جھگڑا کیا اور ایک اس پر سوار یا اس کو پہنے ہوئے ہے اور دوسرا اس کی لگام یا آستین پکڑے ہوئے ہے تو قابض ہونے کے حق میں سوار یا پہننے والا اولیٰ ہے یہ کافی میں ہے۔

اگر ایک زین پر سوار ہوا اور دوسرا اس کی ردیف میں بیٹھا ہوا تو زین سوار اولیٰ ہے بخلاف اس کے کہ اگر دونوں زین سوار ہوں تو دونوں کے قبضہ کا حکم ہوگا کذا فی الہدایہ۔

اگر ایک شخص چوپایہ کا قائد[1] ہے اور دوسرا سائق[2] ہے تو قائد کی ڈگری ہوگی اور اگر ایک اس کی لگام پکڑے ہو اور دوسرا دم تو مشائخ نے فرمایا کہ لگام پکڑنے والے کی ڈگری ہونی چاہئے کذا فی المحیط۔

اگر دو آدمیوں نے ایک اونٹ میں جھگڑا کیا اور ایک کا اس پر بوجھ لدا ہوا ہے تو بوجھ والا اولیٰ ہے کذا فی الہدایہ۔

اگر ایک گھوڑے میں دو شخصوں نے جھگڑا کیا ایک کا اس پر بوجھ لدا ہے اور دوسرے کا کوزہ یا توبڑا اس میں لٹکا ہوا ہے تو بوجھ والا اولیٰ ہے کذا فی الکافی۔

ایک شخص ایک قطار اونٹوں کا قائد ہے اس میں سے ایک اونٹ پر ایک شخص سوار ہے پھر سوار و قائد دونوں میں سے ہر ایک نے تمام اونٹوں کا دعویٰ کیا پس اگر اونٹ پر سوار کا بوجھ لدا ہوا ہے تو سب اونٹ کے سوار کے ہوں گے اور قائد مزدور ہوگا اور اگر ننگی پیٹھ ہو تو سوار کا وہی اونٹ ہوگا جس پر وہ سوار ہے اور باقی قائد کے ہوں گے کذا فی الذخیرہ۔

ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ایک قطار اونٹوں کی ہے ان میں سے اوّل ایک اونٹ پر سوار ہے اور ایک شخص درمیان میں سوار ہے اور ایک آخر کے اونٹ پر سوار ہے پھر ہر ایک شخص نے تمام اونٹوں کا دعویٰ کیا تو ہر ایک کو وہ اونٹ ملے گا جس پر وہ سوار ہے اور پہلے اور بیچ کے درمیان کے اونٹ اوّل سوار کو اور درمیانی اور اخیر کے درمیان کے اونٹ اوّل سوار اور درمیانی سوار کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوں گے اور اخیر سوار کو سوائے اس کے جس پر سوار ہے کچھ نہ ملے گا اور اگر سب نے گواہ قائم کیے تو ہر ایک کی سواری کا اونٹ دو پچھلوں میں نصف نصف اور پہلے و درمیانی کے درمیان کے اونٹ درمیانی و اخیر کے درمیان نصف نصف اور درمیانی و اخیر کے درمیان کے اونٹ آدھے اخیر کو اور آدھے اوّل و درمیانی کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کپڑا ایک کے قبضہ میں ہو اور اس کا کوئی کنارہ دوسرے کے ہاتھ میں ہو تو دونوں میں برابر تقسیم ہوگا کذا فی الہدایہ۔ قدوری میں ہے کہ اگر کوئی درزی کسی کے گھر میں کپڑا سیتا ہو اور کپڑے میں دونوں نے اختلاف کیا تو گھر والے کا قول مقبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔

---

[1] قائد: وہ شخص جو جانور کو آگے کی جانب سے کھینچتا ہے اور جو اندھے آدمی کو پکڑ کر لے چلتا ہے اس کو بھی قائد بولتے ہیں

[2] سائق: جانور کو پیچھے سے ہانکنے والے کو بولتے ہیں

اگر درزی اور کپڑے کے مالک نے اختلاف کیا پس مالک نے کہا کہ میں نے اس کو سیا ہے اور درزی نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے سیا ہے پس اگر کپڑا درزی کے پاس ہو تو اسی کا قول مقبول ہوگا اور کپڑے کے مالک پر سلائی واجب ہوگی اور اگر مالک کے پاس ہو تو اسی کا قول لیا جائے گا اور اگر دونوں کے قبضہ میں ہو تو قسم سے درزی کا قول مقبول ہوگا اور مالک پر اجرت ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ کپڑا بیچنے یا سینے کے واسطے ایک مزدور کیا پس مزدور نے اپنے قبضہ کے کپڑے پر دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہے اور مستاجر نے کہا کہ میرا ہے پس اگر مستاجر کی دکان میں ہو تو قسم سے اسی کا قول مقبول ہوگا اور اگر محلہ یا مزدور کے گھر میں ہو تو مزدور کا قول مقبول ہوگا خواہ وہ آزاد ہو یا غلام ماذون ہو یا مکاتب ہو کذا فی الوجیز الکردری ماذون کبیر میں ہے۔

اگر اپنا غلام کندی کرنے والے یا نانوائی وغیرہ کو اجرت پر دیا پھر مالک نے راستہ میں اس کے پاس متاع پائی اس متاع میں مالک و مستاجر[1] نے اختلاف کیا تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر یہ متاع مستاجر کی ساخت سے ہو تو اسی کا قول مقبول ہوگا اور اگر اسکی صناعت سے نہ ہو تو مولیٰ کا قول لیا جائے گا اور اگر مستاجر کے منزل میں ایسا واقع ہوا تو دونوں صورتوں میں اسی کا قول قبول ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایک شخص دوسرے کے گھر سے نکلا اس کی گردن پر کچھ متاع لدی ہوئی تھی اس کو ایک قوم نے دیکھا پس انہوں نے گواہی دی کہ ہم نے اس کو دیکھا کہ اس کے گھر سے نکلا اور اس کی گردن پر یہ متاع لدی ہوئی تھی اور گھر کے مالک نے کہا کہ متاع میری ہے اور نکلنے والا اپنی ملک ہونے کا مدعی ہے پس اگر یہ شخص اٹھانے والا ایسی چیزوں کے فروخت کرنے میں معروف ہو مثلاً بزاز وغیرہ ہو تو وہ حمال کی ہوگی اور اگر معروف نہ ہو تو وہ گھر کے مالک کی ہوگی یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔ نوادر ابن سماعہ میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک شخص دوسرے کے گھر میں گیا پھر اس کے پاس کچھ مال نکلا گھر کے مالک نے کہا کہ میرا ہے تو نے میرے گھر سے اٹھالیا ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ گھر کے مالک کا قول لیا جائے گا اور اندر جانے والا کسی قول میں تصدیق نہ کیا جائے گا کہ میں نے نہیں لیا مگر ان کپڑوں میں جو پہنے ہے بشرطیکہ وہ پہننے کے ہوں اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اگر جانے والا کسی چیز کی صناعت میں معروف ہو مثلاً زیتون کا تیل لیے پھرتا ہو اور وہ کپا تیل کا لیے ہوئے اس کے گھر میں گیا یا پنیر والا ہو کہ اس کو بیچا کرتا ہے یا بازاروں میں اسباب لیے بیچتا پھرتا ہے تو اسی کا قول مقبول ہوگا اور مالک مکان کی تصدیق نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔

ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ اگر ایک جھاڑو دینے والا دو شخصوں کے گھر میں ہے اور اس کی گردن پر کملی وغیرہ پڑی ہے اس پر دونوں نے دعویٰ کیا تو یہ اس کی ہوگی جس کی منزل میں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایک حمال پر کارہ ہے اور وہ ایک شخص کے گھر میں ہے پس گھر والے نے دعویٰ کیا کہ کارہ میرا ہے اور حمال نے کہا کہ نہیں بلکہ میرا ہے تو حمال کا قول مقبول ہوگا بشرطیکہ حمال کپڑے اٹھاتا ہو اور کارہ ایسا ہو کہ اس کے اٹھائے جانے کا احتمال ہو یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔

اگر ایک بساط میں دو شخصوں نے دعویٰ کیا ایک اس پر بیٹھا ہوا ہے اور دوسرا اس کو پکڑے ہے یا دونوں اس پر بیٹھے ہیں تو وہ دونوں میں مشترک ہے مگر نہ بطریق حکم قضا کے یہ عتابیہ میں ہے۔

ایک دار میں دو شخص بیٹھے ہیں اور ہر ایک اس پر اپنا دعویٰ کرتا ہے تو دونوں میں حکم دیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

ایک کشتی پر ایک شخص سوار ہے دوسرا اس کے سکان کو پکڑے ہوئے ہے تیسرا حاذف ہے اور چوتھا اس کو کھینچتا ہے سب نے

---

[1] مستاجر: اُجرت پر لینے والا یعنی ٹھیکیدار۔

اس پر دعویٰ کیا تو کشتی سوار و سکان اور حاذف کو ملے گی اور کھینچنے والے کو کچھ نہ ملے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایک مالدار آدمی کے غلام کی گردن میں ایک موتی پڑا ہے کہ اس کی قیمت موتی کے برابر ہے اور یہ غلام ایک مفلس کے گھر میں کہ جو سوائے بوریا کے کسی چیز کا مالک نہیں ہے موجود ہے اس نے دعویٰ کیا کہ یہ موتی میرا ہے اور مالک غلام نے کہا کہ میرا ہے تو مالک غلام کا قول مقبول ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے۔

اختلاف کی صورت میں ''عمومی شہرت'' پر فتویٰ دیا جائے گا☆

دو آدمی ایک کشتی میں ہیں اور کشتی میں آٹا رکھا ہے پس ہر ایک نے کشتی کا اور جو کچھ اس میں ہے دعویٰ کیا اور ایک ان میں سے آٹا فروخت کرنے میں مشہور ہے اور دوسرا ملاح مشہور ہے تو آٹا اس شخص کا جو اس کے بیع میں مشہور ہے اور کشتی ملاح کی ہوگی۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے دار سے ایک پرند شکار کیا پس اگر اس امر پر اتفاق کیا کہ یہ اپنی اصلی اباحت پر ہے تو وہ پرند شکاری کا ہے خواہ ہوا سے شکار کیا ہو یا درخت سے اور اگر اختلاف کیا پس گھر والے نے کہا کہ میں نے تجھ سے پہلے شکار کیا ہے یا وارث ہوا ہوں اور شکاری نے انکار کیا پس اگر اس کو ہوا سے پکڑا ہے تو شکاری کا ہے اور اگر مالک مکان کے درخت یا مکان سے پکڑا ہے تو مالک مکان کا قول مقبول ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر مستاجر دکان نے دکان کا سکنی کسی کے ہاتھ فروخت کیا اور مشتری نے اس پر قبضہ کر لیا پھر دکان کے مالک نے آکر مشتری کے ہاتھ سے استحقاق ثابت کر کے لے لیا پس اگر سکنے عمارت دکان سے متصل ہو اور وہ آلات صناعت مستاجر سے نہیں ہے تو قسم سے مالک دکان کا قول مقبول ہوگا اور جب اس نے قسم کھالی تو مشتری مستاجر سے ثمن سکنے واپس وصول کر لے گا اور اگر آلات صناعت مستاجر سے ہے تو مستاجر کا قول قبول ہوگا اور مالک دکان کو سکنے لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔

دسواں باب☆

دیوار کے دعوے کے بیان میں

اگر دو داروں کے بیچ میں ایک دیوار ہے اس پر دونوں کے مالک زید و عمرو دعویٰ کرتے ہیں پس اگر وہ دیوار دونوں کی عمارت سے بطور تربیع یا ملازقہ کے متصل ہو تو دونوں میں مشترک ہونے کا حکم ہوگا کیونکہ دونوں کا قبضہ مساوی ہے اور اگر ایک کی عمارت سے بطور تربیع اور دوسرے کی عمارت سے بطور ملازقہ متصل ہو تو صاحب تربیع اولیٰ ہے کیونکہ اس کو باوجود اتصال کے ایک طرح کا استعمال حاصل ہے اور اگر ایک کی عمارت سے بطور تربیع یا ملازقہ متصل ہو اور دوسرے کی عمارت سے اتصال ہی نہ ہو تو صاحب اتصال اولیٰ ہے اور اگر ایک کی عمارت سے اتصال ہو اور دوسرے کے شہتیر اس پر ہوں پس اگر اتصال بطور تربیع کے ہو تو وہی اولیٰ ہے اور شہتیر والے کو فقط موضع شہتیر ملے گا اور اگر اتصال بطور ملازقہ کے ہو تو شہتیر والا اولیٰ ہے اتصال تربیع کی صورت یہ ہے کہ اینٹ بعض داخل بعض ہو اگر دیوار خام ہے اور خشت پختہ میں یہ صورت ہے کہ آدھے ایک دیوار کے اینٹ کے دوسری دیوار میں داخل ہوں اگر چہ ایک کا راس ساحت سے دوسرے کی ساحت سے مرکب ہو اور اگر نقب کر کے اینٹ پر دو دی جائے تو تربیع نہیں ہے اور ابوالحسن کرخیؒ سے روایت ہے کہ اتصال تربیع یہ ہے کہ دیوار متنازع فیہ کی دونوں طرفین دو دیواروں سے موصول ہوں کہ وہ دونوں دیوار دار سے متصل ہوں قلت کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے تربیع سے تربیع ساحت مراد لی ہے نہ تربیع خشت۔

اگر اتصال ایک طرف سے ہو تو صاحب جذوع (شہتیر ۱۲) اولیٰ ہے اور طحاوی نے ذکر کیا کہ اگر ایک ہی طرف سے اتصال

ہوتو بھی اسی کو ترجیح ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ روایت طحاوی ہے صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر دیوار دونوں کی عمارت سے متصل نہ ہو اور کسی کے اوپر شہتیر وغیرہ ہوں تو دونوں کے قبضہ میں چھوڑ دینے کا حکم ہوگا بشرطیکہ دونوں کے قبضہ میں ہونا معلوم ہو اور اگر دونوں کے قبضہ میں ہونا معلوم نہ ہو اور ہر ایک نے اپنے ملک ہونے اور اپنے قبضہ میں ہونے کا دعویٰ کیا تو دونوں کے قبضہ میں کر دی جائے گی یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک شخص کے اس پر حرادی[1] یا بواری پڑے ہوں اور دوسرے کا کچھ نہ ہو دونوں میں مشترک ہونے کا حکم ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر دونوں کی حرادی یا بواری اس پر ہوں تو دونوں میں مشترک ہونے کا حکم ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک کا اس پر ایک شہتیر ہو اور دوسرے کے حرادی دیواری ہوں یا کچھ نہ ہو تو صاحب جذع کو ملے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر ایک کے اس پر جذوع ہوں اور دوسرے کے حرادی ہوں تو صاحب جذوع کی ڈگری ہوگی مگر حرادی دور کرنے کا حکم نہ دیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر ایک کے اس پر جذوع ہوں اور دوسرے کا اس پر سترہ یا دیوار ہو تو نیچے کی دیوار متنازع فیہ صاحب جذوع کی اور سترہ صاحب سترہ کا ہوگا اور سترہ والے کو اس کے دور کرنے کا حکم نہ دیا جائے گا لیکن اگر مدعی دیوار اپنا استحقاق گواہوں سے ثابت کرے تو البتہ سترہ والے کو اس کے دور کرنے کا حکم کیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر دیوار اور سترہ دونوں میں جھگڑا کیا تو دونوں صاحب جذوع کے ہوں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر ایک کا سترہ ہو اور دوسرے کا حرادی تو صاحب سترہ کی دیوار ہوگی یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک مدعی کا دیوار متنازع فیہ پر کچی یا پکی اینٹوں کا ازج[2] بنا ہو تو وہ بمنزلہ سترہ کے ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر ایک کی دیوار پر دس لکڑیاں ہوں اور دوسرے کی تین سے زیادہ ہوں دس تک تو دیوار دونوں میں مشترک ہوگی اور یہ ظاہر الروایت کا حکم ہے اور یہی صحیح ہے کذا فی المحیط۔ اگر ایک کا اس پر ایک یا دو شہتیر یعنی تین سے کم ہوں اور دوسرے کے تین یا زیادہ جذوع ہوں تو نوازل میں مذکور ہے کہ دیوار تین یا زیادہ والے کی ہوگی اور کم والے کو مواضع جذوع ملیں گے اور فرمایا کہ یہ استحسان ہے اور یہی دوسرا قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قیاس چاہتا ہے کہ دیوار دونوں میں نصف نصف ہو اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ بھی اوّل میں ایسا ہی کہتے تھے پھر دونوں نے استحسان کی طرف رجوع کیا اور شمس الائمہ سرخسی نے دعویٰ الاصل میں ذکر کیا ہے کہ اگر ایک کی دیوار پر دس لکڑیاں رکھی ہوں اور دوسرے کی ایک ہی لکڑی ہو تو ہر ایک کو اپنی لکڑی کے نیچے کی جگہ ملے گی اور یہ دیوار دونوں میں برابر تقسیم نہ ہوگی اور استحسان ایسا ایک یا دو لکڑیوں کی صورت میں ہے ایسا ہی صلح الاصل میں مذکور ہے اور کتاب الاقرار میں مذکور ہے کہ تمام دیوار دس لکڑیوں والے کو ملے گی سوائے ایک لکڑی کے رکھنے کی جگہ کے کہ وہ اس کو ملے گی اور یہ لکڑی دور کرنے کا حکم نہ دیا جائے گا۔ شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ ان لکڑیوں کی درمیانی جگہ کا

---

[1] حرادی بفتح اوّل مغرب میں ہار ہوز سے ہے اور ابن السکیت صاحب صحاح کے نزدیک بھی اور صاحب دیوان نے حائے حطی و ہار ہوز دونوں کے ساتھ صحیح کہا ہے جیسا کہ قاموس میں ہے اور انزاری نے کہا کہ روایت اصل میں ایسا ہی واقع ہوا ہے اور کافی میں حاء حطی کے ساتھ ہے اور صغیر اور شرح کافی میں فقط ہار ہوز کے ساتھ ہے اور مراد اس سے وہ لکڑیاں ہیں جو انگور کی کیاریوں پر اس واسطے باندھی جاتی ہیں کہ ان پر اس کی بیل چڑھائی جاتی ہے ایسا ہی فتح القدیر میں ہے ۱۲

[2] قولہ ازج ایک قسم کی عمارت جو پیش طاق کی طرح خمیدہ بناتے ہیں ۱۲ ق م م

حال کتاب میں مذکور نہیں ہے ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا کہ اس کے گیارہ حصے کیے جائیں گے دس حصہ دس لکڑیوں والے کو اور ایک حصہ ایک والے کو ملے گا پس درمیانی جگہ کا حکم وہی ہے جو ہر لکڑی کے نیچے کی دیوار کا حکم ہے حتیٰ کہ اگر دیوار گر جائے تو اس کی زمین تقسیم کر لیں گے اور اکثر اصحاب نے فرمایا کہ دس لکڑیوں والے کو دلائی جائے گی سوائے بقدر ایک لکڑی کی جگہ کے کہ یہ موضع اس ایک لکڑی والے کی ملک ہوگا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر دیوار طویل ہو اور دونوں میں سے ہر ایک کی کچھ کچھ دیوار اس سے متصل ہے اور جذوع رکھے ہیں تو ہر ایک کے نام اس قدر دیوار کی ڈگری ہوگی جو اس کے ساحت کے متوازی ہے اور جذوع کی تعداد پر لحاظ نہ کیا جائے گا اور اسی پر قاضی عبداللہ ضمیری فتویٰ دیتے تھے اور جو جگہ دونوں کے درمیان ہے وہ دونوں میں برابر تقسیم ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

امام اسبیجابی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح طحاوی میں فرمایا کہ اگر دیوار کا رخ ایک کی طرف ہو اور پشت دوسرے کی طرف تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دونوں میں برابر تقسیم ہوگی اور رخ والے کی ڈگری نہ ہوگی اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اس صورت میں اسی کی ڈگری ہوگی جس کی طرف دیوار کا رخ ہے بشرطیکہ اصل عمارت کے وقت یہ رخ رکھا گیا ہو اور اگر بعد بنانے کے نقش یا کہگل سے اس طرف رخ کر دیا گیا ہو تو بالاجماع اس سے دیوار کا استحقاق نہ ہوگا کذا فی غایۃ البیان۔ دو دار کے درمیان ایک خص[1] ہے کہ اس کا قمطہ[2] ایک کی طرف ہے اور دونوں مالک دار اس کے مدعی ہیں تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دونوں میں خص مشترک ہوگا اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ جس کی طرف قمطہ ہے اسی کی ڈگری ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر ایک دروازہ میں جو دو داروں کی دیوار کے درمیان لگا ہوا ہے جھگڑا کیا اور دروازہ کا غلق ایک کی طرف ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ غلق اور دروازہ کی دونوں میں برابر ڈگری ہوگی اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ جس کی طرف غلق ہے اسی کی ڈگری ہوگی اور اگر دونوں طرف غلق ہو تو بالاجماع دونوں کی ڈگری ہوگی یہ غایۃ البیان شرح طحاوی میں ہے۔

اگر ایک دیوار دو شخصوں میں مشترک ہے پس کسی مدعی نے ایک شخص پر گواہ قائم کیے کہ اس مدعا علیہ نے اقرار کیا ہے کہ دیوار میری ہے تو اس کے نام حصہ دیوار کی ڈگری ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔

کچھ جذوع ایک شخص کے گھر کی طرف نکلے ہوئے ہیں تو گھر والے کو اس پر پیخا نہ بنانے کا اختیار بدون مالک دار کی رضا مندی کے نہیں ہے اور اگر ان پر عمارت بنانا ممکن ہو تو مالک دار کو ان کا قطع کرنا بھی جائز نہیں ہے اور اگر ممکن نہ ہو مثلاً جذوع صغار یا ایک ہی جذع ہے تو لحاظ کیا جائے گا کہ اگر اس کا کاٹ ڈالنا باقی جذوع کو کمزور کر دے تو قطع نہیں کر سکتا اور اگر مضر نہیں ہے تو مالک سے اس کے قطع کرا لینے کا مطالبہ کرے اور اگر صاحب دار نے ان شہتیروں کے کنارے پر کوئی چیز معلق کرنی چاہی تو اس کو اختیار نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایک دیوار دو شخصوں کے درمیان ہے کہ ہر ایک کا اس پر کچھ بوجھ ہے مگر ایک کا بوجھ ثقیل ہے تو دیوار کی عمارت دونوں میں مساوی ہوگی اور اگر ایک کا اس پر بوجھ ہے اور دوسرے کا نہیں ہے حالانکہ دیواروں میں مشترک ہے تو فقیہ ابواللیث نے فرمایا کہ دوسرے کے مثل یہ بھی اس پر بوجھ رکھ سکتا ہے بشرطیکہ دیوار اس کی متحمل ہو جائے آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ ہمارے اصحاب نے کتاب الصلح میں فرمایا کہ اگر ایک کے جذوع[3] زائد ہوں تو دوسرا بھی ان کے برابر بڑھا سکتا ہے بشرطیکہ دیوار متحمل ہو اور اس میں قدیم

---

[1] اس مکان کو بولتے ہیں جو پھوس وغیرہ سے بنایا جاتا ہے ہندی میں جس کو چھپر کہتے ہیں ۱۲ [2] وہ جانب کہ جدھر چھپر وغیرہ کو رکھتے اور باندھتے ہیں یعنی جس جانب اوندھ ہوں کہ جس سے چھپر رکا رہتا ہے ناولتی کی جانب ۱۲ [3] جذوع جمع جذع بمعنی شہتیر ۱۲

وجدید کا کچھ ذکر نہیں کیا ہے کذا فی الخلاصہ۔

اگر دونوں کی اس پر لکڑی نہ ہو پھر ایک نے رکھنی چاہی تو رکھ سکتا ہے اور دوسرا اس کو منع نہیں کر سکتا ہے اس سے کہا جائے گا کہ اگر تیرا جی چاہے تو بھی اسی طرح رکھ لے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

مشترکہ دیوار پر لینٹر رکھنے (یا شہتیر وغیرہ میں تبدیلی کرنے) کا بیان ☆

اگر دیوار پر ایک کے جذوع ہوں دوسرے کے نہ ہوں مگر اس نے رکھنے چاہے اور دیوار دونوں کے جذوع کی متحمل نہیں ہو سکتی ہے اور دونوں اس بات کے مقر ہیں کہ دیوار ہم دونوں میں مشترک جزوع والے سے کہا جائے گا یا تو اس پر سے جزوع دور کر دے کہ تم دونوں برابر ہو جاؤ یا اس قدر کم کر لے کہ دوسرے کو رکھنا ممکن ہو کہ دیوار اٹھا سکے یہ خلاصہ میں ہے۔

ایک دیوار دو شخصوں میں مشترک ہے اس پر ایک کی عمارت ہے اس نے چاہا کہ اپنے جذوع کی جگہ بدلے پس اگر بائیں سے دائیں یا دائیں سے بائیں بدلنی چاہی تو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر جذوع نیچے کرنے چاہے تو کر سکتا ہے اور اگر اونچے کرنے چاہے تو نہیں کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے ایک دیوار دونوں میں مشترک ہے اور دونوں کے جذوع اس پر ہیں تو نیچے جذوع والے کو اختیار ہے کہ دوسرے کے جذوع کے برابر اونچے کر لے بشرطیکہ دیوار کو ضرر نہ ہو اور اگر ایک نے اپنے جذوع اکھاڑنے چاہے تو کر سکتا ہے بشرطیکہ دیوار کو ضرر نہ ہو یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

اگر ایک کے جذوع اونچے اور دوسرے کے نیچے رکھے ہیں پس اس نے چاہا کہ دیوار میں نقب کر دے تا کہ اس سے لکڑی اتر آئے تو بعض نے کہا کہ ایسا نہیں کر سکتا ہے اور ابو عبداللہ جرجانی فتویٰ دیتے تھے کہ کر سکتا ہے اور بعض نے کہا کہ اگر دیوار کمزور ہوتی ہو تو نہیں کر سکتا ہے ورنہ کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایک دیوار دو شخصوں میں مشترک ہے ایک نے چاہا کہ کچھ عمارت بڑھائے تو نہیں بڑھا سکتا ہے خواہ شریک کو ضرر ہو یا نہ ہو لیکن اگر شریک اجازت دے تو ہو سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک دیوار دو شخصوں میں مشترک تھی اس کا ایک کونا گر گیا اور کھلا کہ یہ دیوار زو طاقین متلازقین ہے پس ایک نے اپنی دیوار اس زعم پر دور کرنی چاہی کہ باقی ہم دونوں میں پردہ کے واسطے کافی ہے اور دوسرے نے زعم کیا کہ اگر ایک ہی تہہ باقی رہی تو ہل کر منہدم ہو جائے گی پس اگر اس امر کے ظاہر ہونے کے پہلے کہ یہ دیوار دوہری تھی ان دونوں نے کوئی اقرار کیا تھا کہ یہ دیوار ہم دونوں میں مشترک ہے تو دونوں دیواریں مشترک ہوں گی کسی ایک کو بدون دوسرے کی اجازت کے اس میں کوئی فعل کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر یہ اقرار کیا کہ ہر ایک اپنی اپنی دیوار کا مالک ہے تو ہر ایک کو اپنی دیوار میں اختیار ہے جو چاہے کرے یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے۔

دو شخصوں کی درمیانی دیوار مشترک مل گئی پس ایک نے اس کی اصلاح کرنی چاہی اور دوسرے نے شرکت سے انکار کیا تو چاہئے کہ اس سے کہہ دے کہ میں فلاں وقت دیوار اٹھواؤں گا تو اپنے بار کو ستون پر روک لے اور اس امر پر گواہ کرے پس اگر اس نے ایسا کیا تو خیر ورنہ یہ شخص دیوار کو اٹھائے گا اگر اس کا بار گر جائے گا تو یہ ضامن نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔

امام ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایک دیوار دو شخصوں میں مشترک ہے ایک کا اس پر بار ہے دوسرے کا کچھ نہیں ہے پس دیوار اس کی طرف جھکی جس کا کچھ بار نہیں ہے پس اس نے گواہوں کے سامنے بوجھ والے سے دور کرنے کو کہا اس نے اس

کے بعد باوجود دور کرنا ممکن ہونے کے دور نہ کیا یہاں تک کہ دیوار گر پڑی اور کچھ نقصان ہوا تو امام ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر گواہ کرتا اور وقت گواہ کرنے کے تخویف ثابت[1] ہوتی تو مشہود علیہ[2] نصف قیمت اس شے کی جو گرنے سے فاسد ہوگئی ہے ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک دیوار دو شخصوں میں مشترک ہے ایک شخص کا اس پر غرفہ[3] ہے اور دوسرے کی بیت کی چھت ہے وہ دیوار نیچے سے ڈھل گئی اور دونوں نے اوپر اسطوانوں سے اٹھالیا پھر دونوں نے اتفاق کر کے اس کو بنایا پھر جب وہ بن کر اس شخص کی چھت تک پہنچی تو اس کے بعد چھت والے کو اختیار ہے چاہے اور زیادہ اونچی کرانے میں ساتھ دے یا نہ دے اس پر ساتھ دینے کا جبر نہ کیا جائے گا قال ابوالقاسم کما فی الصغریٰ۔

ایک شخص کا بیت ہے اور بیت کی دیوار اس کے اور پڑوسی کے درمیان مشترک ہے پس صاحب بیت نے چاہا کہ اپنے بیت پر ایک غرفہ بنادے اور اس دیوار پر کوئی لکڑی نہ رکھے تو ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر دیوار مشترک پر لکڑی نہ رکھی اپنی ذاتی حد میں بنانا چاہی تو پڑوسی منع نہیں کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک شخص کا ساباط[4] ہے اس ساباط کے کڑیوں کے ایک سرے دوسرے کے گھر کی دیوار پر رکھے ہیں پس دونوں نے اس رکھنے میں اختلاف کیا گھر کے مالک نے کہا کہ تیری کڑیاں میری دیوار پر بلاحق ہیں ان کو دور کردے اور ساباط والے نے کہا کہ بحق واجب ہیں تو شیخ ثقفی نے کتاب الحیطان میں ذکر کیا کہ قاضی اس کو کڑیاں دور کرنے کا حکم کرے گا صدرالشہید نے فرمایا کہ اسی پر فتویٰ ہوگا اور اگر دیوار میں جھگڑا کیا تو ظاہر مذہب نہ اصحاب حنفیہ کے موافق صاحب دار کی ڈگری ہوگی کیونکہ دیوار ملک صاحب دار سے متصل ہے اور اتصال سے قبضہ ثابت ہوتا ہے لیکن یہ اس صورت میں ہوسکتا ہے کہ اتصال تربیع ہو اور اگر اتصال ملازقہ ہو تو صاحب ساباط اولیٰ ہے یہ محیط میں ہے۔ دو گھروں کے درمیان کی دیوار منہدم ہوگئی اور ایک شخص کی لڑکیاں وعورتیں ہیں اس نے اس کا بنانا چاہا اور دوسرے نے شرکت سے انکار کیا بعضوں نے کہا کہ اس پر جبر نہ کیا جائے گا اور فقیہ ابواللیث نے کہا منکر پر ہمارے زمانہ میں جبر کیا جائے گا کیونکہ دونوں میں پردہ ہونا ضروری ہے مولانا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جواب میں اس طرح تفصیل ہونا چاہئے کہ اگر اصل دیوار متحمل قسمت ہے کہ ہر ایک اپنے حصہ میں سترہ بنا سکتا ہے تو منکر پر جبر نہ کیا جائے گا اور اگر متحمل قسمت اس طور سے نہیں ہے تو منکر کو بنانے کا حکم دیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک دیوار دو شخصوں میں مشترک ہے وہ گر گئی پس ایک نے عرصہ دیوار کی تقسیم چاہی اور دوسرے نے انکار کیا یا ایک نے بدون درخواست قسمت کے ابتداء سے بنانا ہی چاہا پس اگر اس پر کسی کا بار بالکل نہ ہو اور ایک نے عرصۂ حائط کو تقسیم کرنا چاہا اور دوسرے نے انکار کیا تو بعض مواضع میں مطلقاً مذکور ہے کہ مجبور نہ کیا جائے گا اور اسی کو بعض مشائخ نے لیا ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ اگر قاضی کی رائے میں سوائے قرعہ کے تقسیم نہیں ہوسکتی ہے تو تقسیم نہ کرے گا اور اگر بدون قرعہ کے تقسیم اس کا مذہب ہے تو دونوں میں تقسیم کردے بشرطیکہ عرصہ دیوار اس قدر چوڑا ہو کہ جس قدر ہر ایک کے حصہ میں آئے گا وہ دیوار بنانے کے لائق ہوگا اور ہر ایک کا حصہ اس کے دار کے متصل کرے تا کہ اس کو نفع کامل حاصل ہو اور بعض نے فرمایا کہ اگر عرصۂ دیوار عریض ہو تو قاضی منکر پر ہر حال میں تقسیم کے واسطے جبر کرے گا اور اسی طرف خصاف نے اشارہ کیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اگر بدون درخواست تقسیم کے ابتداءً ایک نے دیوار بنانے کا قصد کیا اور دوسرے نے شرکت سے انکار کیا پس اگر عرصۂ دیوار اتنا چوڑا ہو کہ تقسیم سے ہر ایک کے حصہ میں اسقدر آجائے کہ وہ اپنی دیوار بنا سکے تو دوسرا مجبور نہ کیا جائے گا اور اگر عریض نہ ہو تو مشائخ نے

---

[1] یعنی اس قسم کا اظہار ہوا تھا کہ اس میں اس ضرر کا خوف ہے ۱۲ [2] وہ جس کے اوپر گواہ کیے گئے یعنی جس کے ذمہ گواہوں کی گواہی سے کوئی حق لازم ہوا ۱۲ [3] بالاخانہ جو مکانات کے اوپر بنایا جاتا ہے ۱۲ [4] یعنی وہ کوٹھا جو درمیان دو دیوار کے ہو اور اس کے نیچے رہگذر ہو کہ لوگ آتے جاتے ہوں ۱۲

اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ مجبور کیا جائے گا اور اسی طرف امام جلیل ابو بکر محمد بن الفضل و امام اجل شمس الائمہ نے میل کیا ہے اور یہی اشبہ ہے اور اگر اس میں سے کچھ نہ ہو لیکن ایک نے بدون اذن دوسرے کے دیوار بنالی تو آیا دوسرے سے کچھ لے سکتا ہے یا نہیں اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ ہر حال میں کچھ نہیں لے سکتا ہے ایسا ہی کتاب الاقضیہ میں ہے اور ایسا ہی فقیہ ابو اللیث نے نوازل میں ہمارے اصحاب سے ذکر کیا ہے اور بعض نے کہا کہ اگر عرصۂ دیوار عریض ہو جیسا بیان کیا تو کچھ نہیں لے سکتا ہے ورنہ لے سکتا ہے۔ اگر دیوار پر کسی کا بار ہو پس اگر دونوں کی اس پر کڑیاں ہوں اور ایک نے قسم کی درخواست کی تو بدون دونوں کی رضامندی کے تقسیم نہ ہوگا اگرچہ عرصہ دیوار موافق تفسیر مذکور کے عریض ہو اور اگر ایک نے دیوار بنانی چاہی اور دوسرے نے شرکت سے انکار کیا تو شمس الائمہ سرخسی نے بدون تفصیل ذکر کیا کہ مجبور کیا جائے گا اور اسی پر فتویٰ ہے اور اگر ایک نے بدون دوسرے کے اذن کے بنالی تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر عرصہ دیوار موافق تفسیر مذکور کے عریض ہو تو دوسرے شریک سے قیمت بناء سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور بنانے میں متطوع شمار ہوگا ایسا ہی خصاف نے نفقات میں ذکر کیا ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ متطوع نہ ہوگا اور اسی طرف کتاب الاقضیہ میں اشارہ ہے اور ایسا ہی ابن سماعہ نے بھی نوادر میں روایت کی ہے یہی اصح ہے کذا فی المحیط۔

اگر باجازت اس کے بنائی تو اس کو تصرف سے منع نہیں کر سکتا ہے لیکن جو خرچ کیا ہے اس کا آدھا لے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر ایک کا دیوار پر بار ہو اور اسی نے تقسیم کی درخواست کی اور دوسرے نے انکار کیا تو منکر مجبور کیا جائے گا بشرطیکہ عرصہ دیوار موافق تفسیر مذکور کے عریض ہو یہی صحیح ہے اسی پر فتویٰ ہے۔

اگر اس شخص نے جس کا دیوار پر بار ہے بنانے کا ارادہ کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو صحیح یہ ہے کہ اس پر جبر کیا جائے گا اور اگر صاحب بار نے بنالی تو صحیح یہ ہے کہ وہ دوسرے سے حصہ رسدی لے گا اور اگر دوسرے نے بنائی حالانکہ عرصہ دیوار موافق تفسیر مذکور کے عریض ہے تو متبرع شمار ہوگا۔ پھر جن صورتوں میں بنانے والا متبرع[1] نہیں ہوتا ہے مثلاً اس کا یا دونوں کا اس پر بار ہے تو بنانے والے کو اختیار ہے کہ دوسرے کو دیوار سے نفع اٹھانے سے ممانعت کرے یہاں تک کہ جو خرچ ہوا ہے وہ دے یا قیمت بناء ادا کرے بنا بر اختلاف مشائخ کے اس امر میں پس اگر دوسرے نے کہا کہ میں اس بناء دیوار سے نفع نہ لوں گا تو آیا اس صورت میں بنانے والا اس سے لے سکتا ہے یا نہیں مشائخ نے اختلاف کیا بعض نے کہا کہ نہیں لے سکتا ہے اسی طرف قاضی امام ابو عبد اللہ دامغانی نے شرح کتاب الحیطان میں اور امام خواہر زادہ رحمۃ اللہ علیہ نے میل کیا ہے اور بعض نے کہا کہ لے سکتا ہے اسی طرح امام جلیل ابو بکر محمد رحمۃ اللہ علیہ بن الفضل نے میل کیا ہے اور اسی کو صدر الشہید نے اختیار فرمایا ہے پھر اگر اس نے لے لیا تو کیا لے گا فاضل اسبیجابی نے شرح مختصر الطحاوی میں مسئلہ علو و سفل کتاب الصلح میں بیان کیا کہ صاحب علو بنی ہوئی سفل کی قیمت صاحب سفل سے لے گا نہ جو اس نے خرچ کیا ہے ایسا ہی شیخ امام نے شرح کتاب المزارعت میں ذکر کیا ہے اور فتاویٰ فضلی میں دیوار مشترک میں ذکر کیا کہ آدھا خرچ لے گا اور علو و سفل میں صاحب سفل[2] سے لے گا اور بعض متاخرین مشائخ نے استحساناً فرمایا کہ اگر بحکم قاضی بنائی تو خرچ لے گا اور اگر بلا حکم قاضی بنائی تو قیمت بناء لے گا پھر جس صورت میں قیمت بناء لیتا ہے تو وہ قیمت لے گا جو بنانے کے دن تھی یا وہ جو واپس لینے کے روز ہے پس بعض نے کہا کہ واپسی کے روز کی قیمت لے گا اور اسی پر امام ابو عبد اللہ دامغانی فتویٰ دیتے تھے اور بعض نے کہا کہ بنانے کے روز کی قیمت لے گا اور اسی پر صدر الشہید حسام الدین فتویٰ دیتے تھے۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ دیوار گر گئی ہو اور اگر

[1] متبرع تبرع و احسان کرنے والا ۱۲ [2] قولہ صاحب سفل ہکذا وجد فی الاصول کلہا والظاہر ہکذا صاحب سفل سے قیمت سفل لے گا

دونوں نے گرادی تو بھی سب صورتوں میں یہی حکم ہے جو مذکور ہوا اور اگر ایک نے گرائی تو وہ بنانے پر مجبور کیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

مشترکہ دیوار گر گئی اور دوبارہ بوقت تعمیر صرف رقم ایک نے صرف کی تو؟

صلح النوازل میں ہے کہ ایک دیوار دو شخصوں میں مشترک ہے اور ہر ایک کا اس پر بار ہے وہ گر گئی اور ایک غائب ہے دوسرے نے اس کو بنایا اگر پہلے دیوار کی ٹوٹن سے بنایا تو متطوع شمار ہوگا اور دوسرے غائب کو اس پر بار رکھنے سے منع نہیں کر سکتا ہے اور اگر اینٹ لکڑی اپنے پاس سے لگائی تو جب تک غائب سے نصف قیمت نہ لے لے اس کو تصرف سے منع کر سکتا ہے یہ خلاصہ میں ہے فتاویٰ فضلی میں ہے۔

اگر ایک شریک نے مشترک دیوار کو توڑنا چاہا اور دوسرے نے روکا پس اس نے کہا کہ جو کچھ تیرے بیت میں سے منہدم ہو جائے گا میں اس کا ضامن ہوں پس ضمانت کر لی پھر شریک کی اجازت سے دیوار توڑی تو مضمون [1] لہ کو ضمان اس کی منہدم کی کچھ نہ دینا پڑے گی چنانچہ اگر کہا کہ جو تیرا مال تلف ہو میں اس کا ضامن ہوا تو نہیں دینا پڑتا ہے یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے۔

دو شخصوں کی مشترک دیوار منہدم ہو گئی اور ایک غائب ہے پس دوسرے نے اپنی ملک میں لکڑی کی دیوار بنائی اور دیوار کی جگہ چھوڑ دی پھر غائب آیا اور بجائے دیوار قدیم دیوار بنانی چاہی اور دوسرے نے اس کو منع کیا تو فقیہ ابوبکر نے فرمایا کہ اگر اس نے موضع دیوار کی متصل طرف بنانی چاہی تو جائز ہے اور اگر یہ قصد کیا کہ دیوار کی نیو کا میدان اپنی طرف کر لے تو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر یہ قصد کیا کہ جیسی دیوار پہلے تھی ویسی ہی بنائے یا اس سے باریک کہ دونوں طرف کچھ کچھ برابر چھوڑ دے تو اسکو اختیار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

دو شخصوں کے دو باغ انگور کے بیچ کی دیوار منہدم ہو گئی پس ایک نے اس کو بنانے کا قصد کیا مگر جب دوسرے نے انکار کیا تو اس نے سلطان سے استعداد کی پس سلطان نے ایک معمار کو برضاء مستعدی یہ حکم کیا کہ دیوار کو دونوں سے مزدوری لے کر بنائے اس نے بنائی تو دونوں سے مزدوری لے سکتا ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

کتاب الاقضیہ میں ہے کہ ایک دیوار دو شخصوں میں مشترک ہے ایک نے دیوار کو توڑنا چاہا اور دوسرے نے انکار کیا پس اگر دیوار کے حال سے گرنے کا خوف نہ ہو تو اس پر جبر نہ کیا جائے گا اور اگر گرنے کا خوف ہوا تو امام ابوبکر محمد بن الفضل سے روایت ہے کہ مجبور کیا جائے گا اگر دونوں نے گرادی اور ایک نے بنانی چاہی اور دوسرے نے انکار کیا پس اگر نیو دار کی چوڑی ہے کہ بعد تقسیم کے وہ اپنے حصہ میں دیوار بنا سکے تو شریک پر جبر نہ کیا جائے گا اور اگر نہ بنا سکے تو جبر کیا جائے گا ایسا ہی امام ابوبکر محمد بن الفضل سے منقول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور جبر سے یہاں یہ معنی مراد ہیں کہ اگر شریک بنانے میں اتفاق نہ کرے تو یہ شخص اس کو بنا دے اور جو کچھ خرچ پڑے اس کا آدھا شریک سے لے لے یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر مشترک دیوار کو دونوں نے گرایا پھر ایک نے اپنے خرچ سے اس کو بنوایا اور دوسرے نے اس کو خرچ نہ دیا اور کہا کہ میں اس دیوار پر اپنا بار نہ رکھوں گا تو بنوانے والا اس سے آدھا خرچ لے گا اگرچہ وہ اپنا بار نہ رکھے یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے۔

اگر دیوار گرنے کا خوف ہوا اور ایک نے گرادی تو شریک پر بنانے کا جبر نہ کیا جائے گا اور اگر دیوار درست ہو پھر ایک نے شریک کی اجازت سے اس کو گرایا تو بلاشک بنانے والا بنانے پر مجبور کیا جائے گا اگر دوسرا بناء کا قصد کرتا ہے جیسا دونوں کے گرادینے کی صورت میں تھا اور اگر بلا اجازت شریک کے گرایا پس اگر مٹی کی کوئی قیمت نہ ہو اور زمین کی قیمت دیوار بنانے سے نہ بڑھتی ہو تو

[1] وہ شخص جس کے واسطے تاوان دیا جائے ۱۲

شریک کے حصہ دیوار کی قیمت کا جس قدر ہو ضامن ہوگا اور اگر مٹی کی قیمت ہو تو حصہ شریک سے مٹی کی قیمت رفع کرے گا الا اس صورت میں کہ وہ اختیار کرے کہ مٹی اس کے پاس چھوڑ دے اور اس کی قیمت کی ضمان لے تو اس وقت میں بقدر حصہ قیمت خاک کی رفع نہ کرے گا اور اگر زمین کی قیمت بناء حائط سے زائد ہو جاتی ہو تو زمین دیوار مع بناء کے اندازہ کی جائے گی پھر اس سے بقدر زمین کے بدون بناء کے رفع کی جائے گی پس حصہ شریک میں باقی بناء کا ضامن ہوگا کذافی الخلاصہ۔

ایک دیوار دو شخصوں میں مشترک ہے ہر ایک کے اس پر بار ہیں وہ ڈھل گئی پس ایک نے اس کو اٹھایا اور اپنے مال سے بنوایا اور دوسرے کو موافق بیان سابق کے بار رکھنے سے منع کیا تو فقیہ ابو بکر اسکاف نے فرمایا کہ دیکھا جائے گا اگر عرض موضع دیوار ایسا ہے کہ بعد تقسیم کے ہر ایک کے حصہ میں اس قدر آتا ہے کہ وہ اپنی دیوار بنا کر اس پر بار اس طرح رکھ لے جیسا کہ قدیم میں تھا تو بنانے والا متبرع ہوگا دوسرے کو بار رکھنے سے ممانعت نہیں کر سکتا ہے اور اگر تقسیم سے اس قدر نہیں پہنچتا ہے تو اس کو منع کرنے کا اختیار ہے جب تک کہ شریک اس کو نصف خرچہ ادا نہ کرے اور شیخ امام ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر بحکم قاضی بنایا ہے تو نصف خرچہ لے گا ورنہ نصف قیمت عمارت لے لے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

شروط النوازل میں ہے کہ ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک دیوار دو شخصوں میں مشترک ہے کہ ایک کا میت اسفل ہے اور دوسرے کا ایک یا دو گز اعلیٰ ہے پس اگر دیوار گر گئی پس اونچے والے نے نیچے والے سے کہا کہ میرے واسطے میرے بیت کی دیوار پھر میرا بیت سب بنا دے تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے بلکہ دونوں مل کر نیچے سے اوپر تک بنائیں فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ اگر ایک کا بیت بقدر چار گز یا اس کے مثل کہ جتنے میں دوسرا بیت بن سکتا ہے نیچا ہو تو اس کی صلاح صاحب اسفل پر ہے یہاں تک کہ دوسرے بیت کی جگہ پر پہنچ جائے کیونکہ وہ بمنزلہ دو دیوار کے نیچے اوپر سے ہے اور بعض نے کہا کہ دونوں پر ہے اور یہی قول ابو القاسم کا ہے پھر اس سے رجوع کیا اور کہا کہ وہاں تک بنائے جہاں تک اس کی ملک اس پر ہے پھر آئندہ دونوں شریک ہوں یہ فصول عمادیہ میں ہے نیچے والے نے آ کر اپنا اسفل مکان گرا دینا چاہا تو ایسا نہیں کر سکتا ہے اگرچہ سفل خالص اس کی ملک ہو حتیٰ کہ اگر فروخت کرے تو تمام ثمن اس کا ہو کذافی المحیط۔

بالا خانہ ایک شخص کا ہے اور نیچے کا مکان دوسرے کا تو نیچے والے کو اختیار نہیں ہے کہ بدوں بالا خانہ والے کی رضامندی کے اس میں کوئی میخ گاڑے یا روشن دان بنائے اور یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک جب تک بالا خانہ والے کو مضر نہ ہو تب تک کر سکتا ہے یہ کافی میں ہے۔

بالا خانہ ایک شخص کا اور سفل دوسرے کا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بالا خانہ والے کو اختیار نہیں ہے کہ بدون رضامندی صاحب سفل کے اس پر کوئی عمارت بنائے یا میخ گاڑے اور مختار فتویٰ کے واسطے یہ ہے کہ اگر نیچے والے کو ضرر پہنچنا یقینی ہو تو ممانعت کی جائے گی اور اگر مشتبہ ہو تو ممانعت نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے سفل اور علو[1] دونوں گر پڑے تو صاحب سفل پر بنانے کا جبر نہ کیا جائے گا اور بالا خانہ والے کو سفل بنا دینے کا اختیار ہے اور صاحب سفل کو اس میں رہنے سے روک دے جب تک کہ وہ قیمت نہ دے اور جب قیمت دے دی تو عمارت کا مالک ہے اور طحاوی سے روایت ہے کہ جب تک خرچہ نہ دے اور بعضے متاخرین نے استحساناً فرمایا کہ اگر بحکم قاضی بنایا ہے تو خرچہ لے سکتا ہے اور اگر بغیر حکم قاضی بنایا ہے تو عمارت کی قیمت لے سکتا ہے اور اسی کا فتویٰ ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

پھر جب بالا خانہ والے کو اختیار ہوا کہ قیمت عمارت نہ دینے تک سفل والے کو نیچے رہنے سہنے سے منع کر سکتا ہے جیسا کہ ظاہر

---

[1] علو بلندی کا درجہ اور سفل پستی کا درجہ ۱۲

الروایت میں ہے پس اگر سفل والے نے قیمت دینے سے انکار کیا تو اس پر جبر نہ کیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر صاحب سفل نے خود ہی گرادیا تو بنانے پر مجبور کیا جائے گا بخلاف اس کے کہ اگر کسی اجنبی نے گرادیا تو وہ بنانے پر مجبور نہ کیا جائے گا بلکہ سفل وعلو کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر علو وسفل والوں نے جذوع سفل وحرادی وبواری وطین وازج میں خلاف کیا تو سب صاحب سفل کو ملے گی اور صاحب علو کو اس پر چلنے اور علو رکھنے کا اختیار ہے اور اگر چھت یا چھت کی بالائی دیوار میں جھگڑا کیا مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ دیوار صاحب سفل کو ملے گی اور بعض نے کہا کہ صاحب سفل کے نام دیوار کی ڈگری نہ ہوگی اور اسی پر فتویٰ ہے اور اگر سفل میں کوئی روشن دان ہو اور بالا خانہ والے کا اس پر راستہ ہو پس دونوں نے روشن دان میں جھگڑا کیا روشن دان نیچے والے کا اور اوپر والا اس پر سے گذر سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

تین اشخاص ہیں ایک کا سفل دوسرے کا علو تیسرے کا علو پر علو ہے پھر سب گر گیا پھر ہر ایک نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ علو میرا اور سفل تیرا ہے پس اگر کسی کے پاس گواہ ہوں تو اس کے گواہوں پر ڈگری کردی جائے گی اور اگر دو شخصوں کے پاس ہوں تو دونوں کی ڈگری ہوگی اور علو مع حصہ زمین کے دونوں پر برابر تقسیم ہوگا اور اگر کسی کے پاس گواہ نہ ہوں تو ہر ایک دوسرے کے دعوے پر قسم کھائے پھر کیفیت قسم میں اختلاف ہے صاحب کتاب الحیطان نے فرمایا کہ ہر ایک یوں قسم کھائے کہ قسم اس اللہ پاک کی جس کے سوائے کوئی معبود نہیں ہے کہ مجھ پر اس سفل کا بنانا کہ جس کے بنا پر علو اس کا قائم ہو واجب نہیں ہے اور دوسرے اصحاب حنفیہ نے سوائے صاحب کتاب الحیطان کے فرمایا کہ یوں قسم لی جائے کہ قسم اس اللہ پاک کی جس کے سوائے کوئی معبود نہیں ہے کہ یہ زمین میری ملک نہیں ہے اور نہ مجھ پر اس کی عمارت واجب ہے صدر الشہید نے فرمایا کہ اسی پر فتویٰ ہے اور صحیح میرے نزدیک وہ ہے جو امام عتابی نے ذکر کیا ہے کہ ہر ایک سے دوسرے کے دعوے پر یوں قسم لی جائے کہ واللہ اس شخص کا میری جانب یہ حق نہیں ہے کہ اگر میرا سفل بنا ہو تو یہ اس پر اپنا علو بنائے پھر جب سب نے قسم کھالی تو ہر ایک سے کہا جائے گا کہ اگر تیرا جی چاہے کہ سفل کو بنائے تو بنا لے پھر جو اس پر تو دعویٰ کرتا ہے یعنی علو وہ بنانا اور دوسرے کو انتفاع سے منع کرنا جب تک تیرا خرچہ ادا نہ کرے ورنہ چھوڑ دے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

گیارہواں باب ☆

طریق ومسیل کے دعوے کے بیان میں

قلت طریق خاص راستہ مسیل پانی بہنے کا راستہ علی العموم زید نے عمرو پر حق مرور کا دعویٰ کیا اور مر یعنی راستہ کا رقبہ عمرو کے دار میں ہے تو صاحب دار کا قول لیا جائے گا اور اگر مدعی نے گواہ قائم کیے کہ میں اس دار میں ہو کر گذرتا تھا تو اس سے کوئی استحقاق ثابت نہ ہوگا کذا فی الخلاصہ۔

اگر گواہوں نے یہ گواہی دی کہ زید کا اس دار میں راستہ ہے تو گواہی جائز ہے اگرچہ راستہ کو محدود نہ کیا ہو اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ بعض روایات میں مذکور ہے کہ جب تک گواہ نہ بیان کریں کہ راستہ مقدم دار میں ہے یا مؤخر میں اور طول راستہ کا وعرض ذکر نہ کریں گواہی مقبول نہ ہوگی اور فرمایا کہ یہی صحیح ہے اور جو بعض روایت میں آیا ہے کہ گواہی مقبول ہوگی اگرچہ راستہ کو محدود نہ کریں یہ اس صورت میں رکھی جائیں گی کہ جب مدعا علیہ نے راستہ کا اقرار کیا ہو اور گواہوں نے اس کے اس اقرار کی گواہی دی ہو اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ گواہی مقبول ہوگی اگرچہ موضع طریق اس کی مقدار مذکور نہ کریں کیونکہ جہالت مانع قبول شہادت اسی صورت میں ہے کہ حکم قضا جہالت سے متعذر ہو اور اس مقام پر متعذر نہیں ہے کیونکہ بڑے دروازہ کا چوڑان اس راستہ کی مقدار

پہچاننے میں حکم ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور اصح یہ ہے کہ یہ گواہی ہر حال میں مقبول ہے یہ محیط میں ہے۔

مشترکہ گلی میں بلا اجازت دروازہ نکالنا کن صورتوں میں جائز ہوگا ☆

اگر گواہوں نے گواہی دی کہ اس کا باپ مر گیا اور یہ راستہ اس کے واسطے میراث چھوڑا ہے گواہی جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر کسی شخص کے دار کا دروازہ کسی زقاق [1] کی دیوار میں مفتوح ہو اور اہل زقاق منکر ہوئے کہ ہمارے زقاق میں اس کو گذرنے کا حق حاصل نہیں ہے تو ان کو ممانعت کا اختیار ہے لیکن اگر مدعی کے گواہ قائم ہوں کہ مدعی کا راستہ زقاق میں ہو کر ثابت ہے تو نہیں منع کر سکتے ہیں یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک پرنالہ کسی شخص کے دار کی طرف نصب ہو اور دونوں میں اختلاف ہوا کہ پانی جاری کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں پس اگر حالت ایسی ہے کہ پانی جاری نہیں ہے اور اختلاف کیا تو پانی بہانے کا حق بدون گواہوں کے قائم کرنے کے حاصل نہ ہوگا کذا فی محیط السرخسی اور دار والے کو بھی پرنالہ توڑ دینے کا اختیار نہیں ہے کذا فی المحیط۔

فقیہ ابو اللیث نے نقل کیا کہ مشائخ نے استحسان کیا ہے کہ پرنالہ اگر قدیمی ہو اور چھت کا رُخ بھی مدعا علیہ کے دار کی طرف ہو اور معلوم ہو کہ یہ جھکاؤ چھت کا بھی قدیمی ہے نیا نہیں ہے تو اس کو پانی بہانے کا حق دیا جائے گا اور اگر پانی بہنے کی حالت میں اختلاف کیا تو بعض مشائخ نے کہا کہ پرنالہ والے کا قول مقبول ہوگا اور پانی جاری کرنے کا استحقاق حاصل ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ مستحق نہ ہوگا اور اگر پانی بہانے کے استحقاق پر گواہ قائم کیے اور انہوں نے بیان کیا کہ یہ مینہ کے پانی بہنے کا پرنالہ ہے تو مینہ کے پانی کے واسطے قرار دیا جائے گا اور غسل و وضوء کا پانی اس سے نہیں بہا سکتا ہے اور اگر وضوء و غسل کے پانی کے واسطے بیان کیا تو وہ اسی واسطے ہوگا مینہ کا پانی نہیں بہا سکتا ہے اور اگر فقط پانی بہانے کے حق کی گواہی دی اور تفصیل نہ بیان کی تو صحیح ہے اور اس امر میں کہ مینہ کے پانی کے واسطے ہے یا غسل کے پانی کے واسطے ہے صاحب دار کا قول قسم سے معتبر ہوگا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ ایسی گواہی مسیل کے بارہ میں مقبول نہ ہوگی اور راستہ کے باب میں مقبول ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر مدعی کے پاس اصلاً گواہ نہ ہوں تو صاحب دار سے قسم لی جائے گی اگر اس نے نکول [2] کیا تو نکول پر ڈگری بحق مدعی ہو جائے گی کذا فی الحاوی نوادر ہشام میں ہے کہ میں نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ زید نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ میرے پانی کا مجری اس کی بستان میں سے ہے اور خصومت کے روز اس میں سے پانی جاری نہیں ہے پس دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس کے بستان سے ہو کر کل کے روز پانی جاری تھا تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ایسی گواہی جائز رکھتے تھے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نہیں جائز رکھتے تھے تاوقتیکہ ملک و حق کی گواہی نہ دیں اور یہی قول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور اگر گواہوں نے مدعا علیہ کے ایسے اقرار کی گواہی دی تو بالاتفاق جائز ہے کذا فی المحیط۔

زید نے دعویٰ کیا کہ عمرو کے نہر پر کل میرا ناوق [3] رکھا تھا سیل آئی اور اس کو اُکھاڑ کر پھینک دیا تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر گواہوں نے ایسی گواہی دی تو اعادہ ناوق کا حکم دوں گا جیسا کہ رکھا تھا پھر اگر اس نے پانی بہانے کا قصد کیا اور نہر والے نے اس کو منع کیا اور انکار کیا کہ اس کو پانی بہانے کا حق حاصل نہیں ہے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ منع کر سکتا ہے تاوقتیکہ گواہ گواہی نہ دیں کہ زید کو یہ حق حاصل ہے پھر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ ممانعت میں کیا کرے فرمایا کہ صاحب نہر کو اس میں

[1] زقاق کوچہ خرد جس کو ہمارے عرف میں گلی بولتے ہیں ۱۲ [2] نکول انکار کرنا و منکر ہونا ۱۲ [3] ناوق معرب ناوا اور وہ لکڑی یا لوہے وغیرہ کے مثل نل کے ہوتی ہے ۱۲

پانی بہانے کے واسطے چاہے تو حد دو مقرر کرے اور یہ جائز ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔

ایک نہر زید کی زمین میں ہے کہ اس سے پانی جاری ہے اس میں اختلاف کیا تو پانی والے کا قول مقبول ہوگا لیکن اگر مالک زمین گواہ لا دے کہ نہر میری ملک ہے تو اس کی ڈگری ہوگی اسی طرح اگر وقت خصومت کے پانی جاری نہ ہو لیکن معلوم ہو کہ اس نہر سے اس شخص کی زمین میں پانی جاری تھا تو پانی والے کا قول مقبول ہوگا اور اس کی ڈگری ہوگی لیکن اگر زمین کا مالک گواہ دے کہ نہر میری ملک ہے تو نہیں اور اگر وقت خصومت کے پانی اس شخص کی زمین کی طرف جاری نہ ہو اور نہ اس کا جاری ہونا اس سے پہلے معلوم ہو تو زمین کے مالک کی ڈگری ہوگی مگر اس صورت میں نہ ہوگی کہ پانی والا گواہ لائے کہ نہر میری ملک ہے یہ محیط میں ہے۔

منتقی میں ہے کہ ہشام کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ ایک بڑی نہر چند گاؤں والوں کے شرب کے واسطے ہے کہ ان لوگوں کی تعداد گنتی کی نہیں ہے اُس نہر کو چڑھاؤ کی طرف سے ایک قوم نے نیچے والوں سے روک لیا اور کہا کہ یہ ہماری ہے ہمارے قبضہ میں ہے اور نیچے والوں نے کہا کہ یہ سب ہماری ہے تمہارا اس میں کچھ حق نہیں ہے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر خصومت کے روز وہ نہر نیچے والوں کی طرف بہتی تھی تو جیسے جاری تھی ویسے ہی اپنے حال پر چھوڑ دی جائے گی اور سب اس میں سے سینچیں جیسے سینچتے تھے اور چڑھاؤ والوں کو اس کے بند کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر اس روز پانی جاری نہ ہو مگر معلوم ہو کہ پہلے نیچے والوں کی طرف جاری تھا اس کو اوپر والوں نے روک دیا ہے یا نیچے والوں نے گواہ دیے کہ نہر پہلے ہماری طرف جاری تھی پھر اوپر والوں نے روک دی تو اوپر والوں کو حکم ہوگا کہ روک دور کر دیں یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایک گھر کوچہ غیر نافذہ میں واقع ہے اس کوچہ میں ایک نہر ہے۔ پس صاحب دار نے چاہا کہ اس کا پانی اپنے دار میں داخل کر کے اپنے بستان میں جاری کرے تو پڑوسی لوگ اس کو منع کر سکتے ہیں اور وہ بھی پڑوسیوں کو ایسی حرکت سے منع کر سکتا ہے اور جس نے پہلے جاری کر لیا ہے اور اقرار کرتا ہے کہ قدیمی نہیں ہے تو اس کو بھی منع کر سکتے ہیں اور اگر یہ امر قدیمی ہو تو منع نہیں کر سکتے ہیں یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

ایک دار میں چند وارث شریک ہیں بعض نے اقرار کیا کہ فلاں شخص کا اس میں راستہ یا پانی کی مسیل ہے تو وہ شخص مرور نہیں کر سکتا اور نہ پانی بہا سکتا ہے۔ تاوقتیکہ سب متفق نہ ہوں لیکن دار تقسیم کیا جائے گا پس اگر تقسیم میں وہ راستہ و مسیل اقرار کنندہ کے حصہ میں پڑا تو مقرلہ اس کو کام میں لا سکتا ہے اور اگر غیر اقرار کنندہ کے حصہ میں پڑا تو مقرلہ اقرار کرنے والے کے حصہ میں قیمت راہ چلنے و مسیل بہانے کا شریک ہوگا اور مقر کو اپنے حصہ میں سوائے اس قیمت کے سب ملے گا اسی طرح وہ حصہ ان دونوں میں مشترک ہوگا کیونکہ مقر نے اِس شخص کے واسطے حق مرور و تسییل کا اقرار کیا ہے رقبہ مسیل و طریق کا اقرار نہیں کیا ہے اور اگر رقبہ کا اقرار کرے تو مقرلہ کو بقدر دراع طریق کی شرکت ہوگی اور مقر کو اپنے حصہ کے حساب سے گز ناپ کے ملیں گے سوائے اس راستہ کے گزوں کے کہ اس قدر منہا کیے جائیں گے اور یہ حکم واجب ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ہو اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر مقرلہ کو نصف طریق و مسیل کی شرکت ہوگی اور مقر کو اپنے حصہ کی تمام قیمت کی شرکت ہوگی سوائے قیمت نصف طریق و مسیل کے جو اس نے دوسرے کے واسطے اقرار کیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر ایک شخص کا پانی کا راستہ دوسرے کے دار میں ہو کر کاریز[1] کے طور پر جو اس نے کاریز کو پرنالہ (زمین دوز) بنانا چاہا تو

---

[1] قولہ کاریز الخ......اقول صورت مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص کے باغ یا دار وغیرہ میں پانی اس طرح آتا ہے کہ دوسرے کے دار میں ہو کر زمین کے اندر بند کاریز مثل نل کے بنی ہے اس سے بہہ کر آتا ہے پھر باغ والے نے چاہا کہ اس کو کھلا ہوا مثل پرنالہ کے بنائے ....=

بدوں رضامندی صاحب دار کے نہیں بنا سکتا ہے اور اگر پہلے پرنالہ تھا پھر اس کو کاریز بنانا چاہا پس اگر اس میں صاحب دار کو ضرر[1] ہو تو ایسا نہیں کر سکتا ہے الا برضاء مالک دار اور اگر ضرر نہ ہو تو روا ہے اور اگر دونوں صورتوں میں ضرر یکساں ہو تو کرخی نے ذکر کیا کہ کاریز کو میزاب و میزاب کو کاریز بنا لے سکتا ہے اور بعض متاخرین مشائخ نے کہا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جو کتاب میں لکھا ہے اس صورت پر محمول ہے کہ جب اس شخص کو صرف پانی بہانے کا حق حاصل ہو اور اگر وہ جگہ جس میں سے پانی بہتا ہے اس کی ملک ہو تو اس کو اختیار ہے جیسی چاہے ویسی بنائے قال فی الکتاب پس اگر پرنالہ ہوا میں ہو تو قنات نہیں بنا سکتا ہے اور اس میں ضرر و عدم ضرر کی تفصیل جو سابق میں ہے بیان نہیں فرمائی اور اگر یہ چاہا کہ اپنے پرنالہ سے لا بنا یا چوڑا یا چھوٹا پرنالہ بنائے یا دوسری چھت کا پانی اس پرنالہ سے بہائے تو بدون رضامندی مالک دار کے نہیں بنا سکتا ہے کذا فی المحیط اور اگر اہل دار نے چاہا کہ ایک دیوار بنا کر اس کے پانی کا بہاؤ روک دیں یا میزاب کو ایک جگہ سے دوسری جگہ کر دیں یا اونچا یا نیچا کر دیں تو نہیں کر سکتے ہیں اور اگر دار والوں نے ایک چٹان بنا دی کہ پرنالہ اسی پر بہے تو ان کو اختیار ہے کذا فی البدائع۔

اگر ایک شخص کا راستہ دوسرے کے دار میں ہے پھر دار والوں نے چاہا کہ میدان صحن میں ایسی چیز بنائیں کہ جس سے اس کا راستہ بند ہو جائے تو نہیں بنا سکتے ہیں اور لازم ہے کہ ساحت دار میں بقدر عرض باب دار کے چھوڑ دیں کذا فی الخلاصہ۔ منتقی میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک کاریز جاری ہے کہ اس سے بعض آبار (جمع بر یعنی کنواں ۱۲) کسی شخص کے دار میں یا کسی شخص کی زمین میں کھودے گئے ہیں کہ ان کو دیوار محیط ہے پھر کاریز والے نے (مراد حوض و تالاب ۱۲) دعویٰ کیا کہ روئے زمین آبار کی میری ہے اور مالک دار یا زمین نے اپنی ملک ہونے کا دعویٰ کیا تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو آبار دار میں ہوں ان کی زمین صاحب دار کی ہے اور جو زمین میں ہوں وہ صاحب کاریز کی ہے بشرطیکہ اس کا قابض معلوم نہ ہو اور اگر صاحب زمین نے اس میں کھیتی کر کے اس کو کاٹ کر اٹھا لیا تو وہ قابض قرار پائے گا کیونکہ زراعت سے اس کا قبضہ ثابت ہو گیا کذا فی الحاوی ایک شخص کی خالصہ کاریز ہے اس پر ایک قوم کے درخت لگے ہوئے ہیں اور کاریز والے نے چاہا کہ اپنی کاریز اس نہر سے ہٹا کے دوسری جگہ کھودے تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر کاریز والے نے کاریز کو فروخت کیا تو درختوں کے مالک کو شفعہ جوار پہنچے گا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

بارہواں باب ☆

دعویٰ دین کے بیان میں

اگر عورت نے اپنے شوہر پر بقیہ مہر ثابت کرنا چاہا تو اس کو اختیار ہے اگرچہ اس کو فی الحال باقی مہر کے مطالبہ کا اختیار نہ ہو اسی طرح جس شخص کا قرضہ میعادی ہے اگر اس نے ثابت کرنا چاہا تو اختیار ہے اگرچہ فی الحال مطالبہ نہ کر سکتا ہو یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک عورت نے وارث شوہر پر اپنے مہر مثل سے زائد کا دعویٰ کیا پس اگر وارث نکاح کا اقرار کرتا ہو تو قاضی اس سے دریافت کرے گا کہ کیا اس کا مہر اسی قدر ہے یعنی مہر مثل سے زائد پس اگر وارث نے کہا کہ نہیں تو دریافت کرے گا کہ کیا اس قدر ہے یعنی مہر مثل سے زائد مگر پہلے مرتبہ سے کم کر کے پوچھے پھر اگر اس نے کہا کہ نہیں تو اور کم کر کے دریافت کرے یہاں تک کہ مہر مثل تک

...... تو اس کا حکم کتاب میں مذکور ہے اور پرنالہ سے یہ غرض نہیں ہے کہ جیسے چھت وغیرہ پر ہوتا ہے اگرچہ ہماری زبان میں بھی متبادر ہے ہاں اگر پانی چڑھاؤ سے بطور چھت کے پرنالہ کے آتا ہو تو کتاب میں ذکر کیا کہ اگر پرنالہ ہو میں ہوا نچ پس غور سے یہ مقام سمجھ لینا چاہیے ۱۲

[1] قولہ ضرر ہو مثلاً نہر کے دونوں کنارے توڑنے کی ضرورت پڑے ۱۲ منہ

نوبت پہنچے پس اگر اس نے مہر مثل پر بھی کہا کہ نہیں تو قاضی مہر مثل اس پر لازم کرے گا اور زیادتی پر قسم لے گا اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ قاضی کو اس کا مہر مثل معلوم ہو اور اگر نہ معلوم ہو تو امینوں کو مہر مثل[1] دریافت کرنے کے واسطے مقرر کرے گا کہ جس کو معلوم ہے اس سے دریافت کرلائیں یا عورت سے اس کے دعویٰ پر گواہ طلب کرے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے عورت نے اپنے شوہر کے ترکہ سے مہر کا دعویٰ کیا اور وارثوں نے نکاح سے انکار کیا پس عورت نے مہر و نکاح دونوں کے گواہ دیے تو دونوں ثابت ہوں گے پھر اگر وارثوں نے گواہ سنائے کہ اس نے شوہر کو مرنے سے پہلے مہر سے بری کر دیا ہے تو بسبب تناقض کے دعویٰ قبول نہ ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

تیسرے فریق کی بابت کہنا کہ اُس کے مہر کی ضمانت دی تھی ☆

ایک عورت نے زید کو قاضی کے دربار میں حاضر کیا اور کہا کہ میرے فلاں بن فلاں شوہر پر اس قدر مہر باقی تھا اور تو نے اس کی طرف سے اس مہر کی ضمانت کر لی تھی کہ تو ضامن ہے اگر وہ مجھے تین طلاق دے کر اپنے اوپر حرام کرلے اور میں نے تیری ضمانت کی اجازت دے دی تھی اور اب مجھے اس نے تین طلاق دے دی ہیں پس باقی مہر تجھ پر بسبب ضمانت کے وقوع فرقت کے بعد واجب الاداء ہے اور ادا کرانے کا مطالبہ کیا پس مدعا علیہ نے ضمانت کا اقرار کیا لیکن انکار کیا کہ میں اس حرمت طلاق سے واقف نہیں ہوں پس عورت کے گواہوں نے گواہی دی کہ عورت کو اس نے تین طلاق دی ہیں پس باقی مہر کی ڈگری زید پر اور وقوع حرمت کے احکام غائب پر نافذ کرے گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نوادر میں لکھا ہے کہ میں نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ میرے زید پر ہزار درم آتے ہیں اور زید کے ایک عورت پر ہزار درم ہیں پس ان دونوں نے جھگڑا کیا اور میری غیبت میں عورت نے دو گواہ سنائے کہ میں نے اقرار کیا ہے کہ میرے جو درم زید پر آتے ہیں وہ سب اس عورت کے ہیں میرا اس میں سے کچھ نہیں ہے اور میرے نام اس سبب سے ہیں کہ میں نے اس عورت کے واسطے اس کا ایک غلام فروخت کیا تھا اور زید کو جو عورت سے مطالبہ کرتا ہے وہ میرے ہزار درم کے قرض دار ہونے کا مقر ہے یا منکر ہے پس عورت نے گواہ سنائے کہ میرے یعنی ہشام کے زید پر ہزار درم ہیں اور میں نے اقرار کیا ہے کہ یہ درم اس عورت کی ملک ہیں میرا نام اس میں عاریتاً ہے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ امر جائز ہے اور گواہی قطعی ہے یہ محیط میں ہے۔

وارث یا وصی کی حاضری میں میت پر قرضہ ثابت کرنا جائز ہے اگرچہ ان دونوں کے قبضہ میں ترکہ میں سے کچھ نہ ہو یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

ایک شخص نے ایک وارث کی حاضری میں میت پر قرضہ کا دعویٰ کیا پس اس وارث نے اقرار کر لیا تو صحیح ہے اور تمام قرض اسی کے حصہ میراث سے دلایا جائے گا اور شمس الائمہؒ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ اس وارث کے اقرار کے ساتھ حکم قاضی بھی موافق اس کے اقرار کے جاری ہوا ہو اور اگر محض وارث کا اقرار ہے تو اس کے حصہ میں قرضہ لازم نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ فتاویٰ فضلی میں ہے کہ بعض نے وارثوں میں سے مورث پر قرض کا دعویٰ کیا اس کے بعض وارثوں نے تصدیق کی اور بعضوں نے تکذیب کی تو فرمایا کہ تصدیق کرنے والوں کے حصہ میراث سے یہ قرضہ پورا ادا کیا جائے گا مگر اس مدعی کے حصہ کا قرضہ اس میں سے طرح دے دیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک وارث کو حاضر کر کے میت پر قرضہ کا دعویٰ کیا اور گواہ دیے تو سب کے حق میں قرضہ ثابت ہوگا اسی طرح اگر کسی

---

[1] مہر مثل وہ مقدار جو عورت کے کنبہ والی عورتوں کے مہر کی ہو ۱۲

:ارث نے میت کا قرضہ کسی شخص پر ثابت کیا اور گواہ دیے تو سب کے حق میں ثبوت ہوگا اور وہ قرضہ لے کر قاضی تقسیم کر کے اس مدعی حاضر کا حصہ اس کو دے دے گا اور غائبوں کا حصہ اس کو نہ دے گا بلکہ مدعا علیہ کے پاس چھوڑ دے گا اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ ایک عادل کے پاس رکھوا دے گا اور اگر قابض قرضدار قرض کا اقرار کرتا ہو تو بالاجماع غائبوں کے حصے اس کے پاس سے نہ لے گا اور یہ عقار میں ہے اور مال منقول لے میں اگر منکر ہو تو لے کر عادل کے پاس رکھے گا اور اگر مقر ہے تو اسی کے پاس رہنے دے گا اور جب غائب لوگ حاضر ہوں تو ان کو دوبارہ گواہ پیش کرنے کی ضرورت نہ ہوگی یہی اصح ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے کتاب الاقضیہ میں ہے۔

زید نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ میرے خالد پر ہزار درم ہیں اور خالد نے عمرو کو حکم دیا ہے کہ میرے ہزار درم جو تیرے پاس ودیعت ہیں وہ زید کو دے دے اور عمرو نے اس حکم سے انکار کیا پس مدعی نے ہزار درم ودیعت ہونے اور حکم دینے کے گواہ سنائے اور قاضی نے مدعی کی ڈگری کر دی تو یہ حکم غائب یعنی خالد پر بھی جاری ہوگا اور عمرو اس کی طرف سے خصم قرار دیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک شخص مر گیا اور اس پر چند قرض ہیں اور اس نے ہزار درم اور ایک بیٹا چھوڑا پس بیٹے نے کہا کہ یہ ہزار درم میرے باپ کے پاس زید کے ودیعت ہیں پھر زید آیا اس نے دعویٰ کیا اور قرض خواہوں نے زید کی اس امر میں تصدیق کی کہ اسی کے ہیں یا تکذیب کی کہ میت کے ہیں یا تصدیق و تکذیب کچھ نہ کی کہا کہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ یہ درم کس کے ہیں تو قاضی یہ ہزار درم میت کی طرف سے قرض خواہوں کو ادا کر دے گا اور مدعی ودیعت کے لیے قرار نہ دے گا لیکن صورت اولیٰ میں قرض خواہوں نے جب کہ تصدیق کی ہے کہ یہ ہزار درم زید کے ہیں زید بعد ڈگری ہونے کے قرض خواہوں سے بسبب ان کے اقرار کے واپس لے گا یہ حکم اس صورت میں ہے کہ بیٹے نے اقرار کیا اور ایسے ہی اگر انکار کیا اور کہا کہ یہ ہزار درم میرے باپ کے ہیں یا اقرار و انکار کچھ نہ کیا اور کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں کس کے ہیں تو یہ صورت و صورت اوّل یکساں ہیں اور اگر مدعی ودیعت نے انکار کی صورت میں بیٹے سے قسم طلب کی تو اس پر قسم نہیں آتی ہے اور جو کچھ ودیعت میں معلوم ہوا وہی مضاربت و بضاعت و اجارہ و عاریت و رہن میں ہے جب کہ میت کے پاس کوئی مال عین ہو اور وارثوں نے کسی امر کا ان میں سے اقرار کیا کذا فی شرح ادب القاضی للخصاف۔

اگر میت پر قرض کا دعویٰ کیا اور حالیکہ وارثان بالغ غائب ہیں اور نابالغ حاضر ہیں تو قاضی کو اختیار ہے کہ نابالغ کی طرف سے ایک وکیل مقرر کرے کہ جس پر دعویٰ دائر ہو پھر اگر وکیل پر کچھ ڈگری ہوئی تو سب وارثوں پر یہ حکم جاری ہوگا ایسا ہی رشید الدین نے ذکر کیا ہے میں کہتا ہوں کہ قرض خواہ کو اگر بالغوں کے حصہ سے اپنا قرض وصول کرنے کی قدرت نہ ہوئی تو نابالغ کے حصہ سے سب وصول کر لے گا پھر جب بالغ وارث حاضر ہوئے تو نابالغ ان سے بقدر حصہ رسد کے واپس کر لے گا یہ فصول عمادیہ میں ہے اور اگر وارث حاضر بالغ ہو اس نے اپنے مورث پر قرضہ کا اقرار کر لیا پھر مدعی نے باوجود اقرار کے گواہ قائم کرنے چاہے تاکہ تمام ترکہ میں اس کا حق ثابت ہو جائے تو قاضی مقر پر اس کے گواہوں کی سماعت کرے گا اور ڈگری کر دے گا اور یہ حکم جو بمقابلہ وارث مقر کے ہوا ہے سب وارثوں پر جاری ہوگا۔ اسی طرح اگر وصی میت یا وکیل خصومت پر بعد اقرار کے گواہ قائم کرنے چاہے تو مدعی کے گواہوں کی سماعت ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر میت پر قرضہ کا دعویٰ کیا پس تمام وارثوں نے اقرار کر لیا پھر مدعی نے گواہ قائم کرنے چاہے تو مقبول ہوں گے کیونکہ مدعی کو اپنا قرضہ ثابت کرنے کی وارثوں و غیر وارثوں کے حق میں ضرورت ہے کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ میت کا کوئی دوسرا قرض خواہ آیا اور اس کا حق قرض ظاہر تر ہے اور اس مدعی کا قرض جس کا قرض خواہ وارثوں نے اقرار کر دیا ہے دوسرے کے حق میں ظاہر نہ ہوگا اس باعث سے اس کی گواہی مقبول ہوگی اسی طرح اگر سب وارثوں نے وصیت کا اقرار کیا باوجود

لے وہ مال جس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل کرنا یعنی اٹھا کر لے جانا ممکن ہو اور غیر منقول اس کے برعکس ہے ۱۲

اقرار کے گواہ قائم کیے تو مقبول ہوں گے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

ایک شخص زید کو لایا کہ وہ مدعی ہے کہ میں عمرو غائب کی طرف سے وکیل خصومت ہوں اس وکیل پر دعویٰ کیا کہ میرا عمرو پر اس قدر قرض ہے پھر مدعا علیہ نے وکالت کا اقرار کیا تو زید کا اقرار صحیح نہیں ہے حتیٰ کہ اگر مدعی نے عمرو پر اپنا قرضہ ہونے کے گواہ قائم کیے تو قبول نہ ہوں گے اور اسی طرح اگر میت پر قرضہ کا دعویٰ کیا بمقابلہ ایک مرد کے جس نے اقرار کیا کہ میں میت کا وصی ہوں تو بھی گواہان مدعی نامقبول ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر وکیل حاضر ہوا اور دعویٰ کیا کہ میں فلاں بن فلاں کی طرف سے وکیل اس واسطے مقرر ہوا ہوں کہ اس مدعا علیہ سے وہ قرضہ جو موکل کا اس پر ہے اور وہ مال عین جو اس کا اس کے پاس ودیعت ہے وصول کروں اور مدعا علیہ نے اس سب کی تصدیق کی تو مدعا علیہ کو قرض کا مال دے دینے کا حکم ہوگا اور مال میں ودیعت دینے کا حکم نہ دیا جائے گا اور اگر وصی نے حاضر ہو کر دعویٰ کیا کہ فلاں بن فلاں میت کا میں وصی ہوں اس نے مجھے وصیت کی تھی کہ اس مدعا علیہ کے ذمہ جو اس کا قرض ہے اور جو مال معین ودیعت ہے سب وصول کروں اور مدعا علیہ نے اس کی تصدیق کی تو مدعا علیہ کو دونوں چیزوں کے دے دینے کا حکم دیا جائے گا کذا فی شرح ادب القاضی للخصاف۔

اگر اس نے قرضہ دار پر گواہ قائم کیے تو مقبول نہ ہوں گے اور اس سے مال قرض نہیں لے سکتا ہے لیکن اگر قاضی کے نزدیک میت کے ترکہ میں قرض ثابت ہوا اور کسی نے قاضی کے سامنے اقرار کیا کہ میت کا مجھ پر اس قدر قرض ہے تو اسکو رب الدین کو دے دینے کے واسطے حکم کرے گا اور عیون میں ہے کہ اگر اس شخص نے جس پر میت کے ہزار درم ہیں بعوض اس قرض ہزار درم کے جو میت پر آتا ہے ادا کر دیے بلا حکم وصی کے جو میت کا ہے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر اس نے ادا کرنے کے وقت کہا کہ یہ ہزار درم میں وہ ادا کرتا ہوں جو میت کے مجھ پر چاہئے تھے بعوض ان ہزار درموں کے جو تیری میت پر آتے ہیں تو جائز ہے اور اگر یہ نہ کہا بلکہ میت کی طرف سے ادا کر دیے تو احسان[1] کرنے والا شمار ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر وارثوں میں اطفال و بالغ ہوں پس بالغوں نے اپنے باپ پر قرض کا اقرار کر لیا تو قرض خواہ کو نابالغوں پر قرض ثابت کرنے کے واسطے گواہ پیش کرنے چاہئے ہیں یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

ایک شخص نے وارث کی حاضری میں میت پر قرض کا دعویٰ کیا اور کہا کہ میت نے اس قرض کی جنس سے وارث کے قبضہ میں اس قدر چھوڑا ہے کہ جس سے یہ قرض ادا کر سکتا ہے اور اس پر گواہ قائم کیے تو اس میں شک نہیں ہے کہ اس قدر اس امر کے واسطے کافی ہے کہ وارث کو حکم کیا جائے کہ یہ مال حاضر کرے تاکہ وہ موجودگی میں گواہ گواہی دیں کہ یہ میت کا مال ہے اور اگر ڈگری کرنے کے واسطے اس قدر پر اکتفا کیا جائے تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ گواہ لایا کہ میت پر قرضہ ہے اور ترکہ اس قدر ہے کہ ادا ہو سکتا ہے تو ضرور ہے کہ ترکہ کو بیان کرے اگر عقار ہے تو حدود بیان کرنا چاہئے اور اگر وارثوں کے اقرار کے گواہ لایا کہ ترکہ سے قرض ادا ہو سکتا ہے تو بیان ترکہ کی حاجت نہیں ہے اور اصح یہ ہے کہ خصومت بلا بیان ترکہ مقبول ہوگی اور اسی پر فتویٰ ہے اور اگر قرض خواہ میت نے وفائے ترکہ کے گواہ دیے اور ترکہ بیان کیا اور استیفاء[2] کیا پھر دوسرے قرض خواہ نے قرض کو ثابت کیا تو بلا خلاف اثبات ترکہ و وفاء کے لائق ہونے کے اثبات کی حاجت نہیں ہے اور اگر وارثوں نے دوسرے قرض خواہ کے قرض سے انکار کیا اور پہلے قرض خواہ نے اس کی تصدیق کی تو دوسرا پہلے کا شریک ہوگا کیونکہ اس نے خود شرکت کا اقرار کیا ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔

اگر ایک شخص مر گیا پھر ایک قوم قاضی کے پاس آئی اور کہا کہ فلاں شخص مر گیا اور ہمارے اموال اس پر ہیں اور اس نے جو

---

[1] قولہ احسان یعنی میت کا قرضہ اس پر بحالہ باقی رہے گا ۱۲م [2] جس کو ہمارے عرف میں بھر پائی بولتے ہیں یعنی پوری طرح وصول ہو گیا ۱۲

جو کچھ مال چھوڑا ہے اس پر وارثوں نے قبضہ کیا اور وہ لوگ اس کو متفرق و تلف کیے ڈالتے ہیں اور قاضی سے درخواست کی کہ ترکہ ابھی بٹنے سے موقوف رکھا جائے تاکہ ہم اپنے حقوق قاضی کے سامنے ثابت کریں تو قاضی پر واجب نہیں ہے کہ وارثوں کے مقبوضہ سے تعرض کرے پس اگر قوم نے کہا کہ ہمارے گواہ حاضر ہیں ہم اس مجلس میں یا دوسری مجلس میں پیش کریں گے اور وارث کی ذات سے اسراف بیجا اور تلف کرنے کا خوف ہے یا یہ مشہور ہے کہ فلاں شخص مرگیا اور اس کے قرض خواہ بہت ہیں یا قاضی کو مدعی لوگ صالح اور نیک بخت معلوم ہوئے یا اس کے دل میں آیا کہ یہ لوگ سچے ہیں اور وارث کی ذات سے خوف اسراف و اتلاف ہے تو استحساناً کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ چند روز ترکہ متوقف رکھا جائے۔ اسی طرح اگر کسی میت کی طرف سے اپنے حق میں کسی قدر وصیت کرنے کا دعویٰ کیا اور یہ صورت پیدا ہوئی تو اس کی بھی یہی راہ نکل سکتی ہے کذا فی شرح ادب القاضی للخصاف۔

مشترکہ مقروض غائب پائے گئے فقط ایک کے تو کیا اُس کو اپنا حصہ دینے پر مجبور کیا جائے گا؟

اگر تین آدمیوں کا مشترک قرض کسی پر ہو پھر دو شخص غائب ہو گئے اور تیسرا حاضر رہا اس نے اپنا حصہ قرض دار سے طلب کیا تو قرض دار دینے پر مجبور کیا جائے گا۔ یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

اگر زید عمرو کو قاضی کے پاس لایا اور کہا کہ میرا باپ فلاں مرگیا اور کوئی وارث سوائے نہیں چھوڑا اور اس کا اس عمرو پر اس قدر مال ہے تو قاضی مدعا علیہ سے اس کو دریافت کرے گا پس اگر اس نے سب دعویٰ کا اقرار کرلیا تو اقرار صحیح ہے اور حکم کیا جائے گا کہ یہ مال دین و عین[1] اس کے سپرد کرے اور اگر اس نے انکار کیا پس اگر مدعی نے گواہ قائم کیے تو مقبول ہوں گے اور مدعا علیہ کو حکم دیا جائے گا کہ سب دین و عین اس کے سپرد کرے اور اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں اور اس نے اپنے دعویٰ پر مدعا علیہ سے قسم لینی چاہی تو خصاف نے ذکر کیا کہ بعض اصحاب سے روایت ہے کہ قسم نہ لی جائے گی اور قول یہ بھی روایت ہے کہ لی جائے یہ محیط میں ہے۔

رب الدین[2] نے اگر گواہ پیش کیے کہ وارثوں نے ترکہ میں سے ایک غلام فروخت کیا حالانکہ ترکہ قرض میں دبا ہوا ہے پس وارثوں نے اس امر کے گواہ دیے کہ ہمارے باپ نے اپنی زندگی میں یہ غلام فروخت کر کے ثمن لیا ہے تو رب الدین کے گواہ اولیٰ ہیں یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ترکہ اگر قرض میں ڈوبا ہوا ہو اور کسی دوسرے قرض خواہ نے آ کر گواہوں سے اپنا قرض ثابت کیا تو اس کے گواہ وارث پر مقبول ہوں گے نہ دوسرے قرض خواہ پر لیکن وارث سے قسم نہ لی جائے گی ایسا ہی تمام کتب میں مذکور ہے اور کسی کتاب میں نہیں مذکور ہے کہ وارث کا اقرار اپنے حق میں صحیح ہے یا نہیں ہے تاکہ اگر میت کا کوئی اور مال ظاہر ہو تو اس وارث مقر کے حصہ سے یہ قرض وصول کرلیا جائے تو لائق یہ ہے کہ صحیح ہو لیکن اقرار ضمنی کے واسطے قسم نہ لی جائے گی کہ یہ فائدہ محض موہوم ہے یہ محیط میں ہے۔

فتاویٰ رشید الدین میں مذکور ہے کہ ترکہ اگر غیر مستغرق ہو اور قرض خواہ نے کسی ایک وارث پر اپنا قرضہ ثابت کیا تو حاضر اپنے حصہ کو فروخت کرے اور جس قدر قرض اس کے حصہ رسد پڑا ہے اس کو ادا کر دے اور دوسروں کے حصے فروخت کرنے کا وہ والی نہیں ہے تاکہ قرضہ پورا ادا کر دے اور اگر ترکہ قرض میں ڈوبا ہوا ہو تو بدون رضامندی قرض خواہوں کے اس کو فروخت نہیں کرسکتا ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

اگر ترکہ تین ہزار ہو اور قرض ایک ہزار ہو اور ترکہ تین بیٹوں میں تقسیم ہو گیا تو قرض خواہ ہر ایک بیٹے سے تہائی ہزار لے لے گا بشرطیکہ سب پر قاضی کے حضور میں قابو پا گیا اور اگر کسی ایک شخص پر قابو پایا تو اس سے سب جو اس کے ہاتھ میں ہے لے لے گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

---

[1] دین بفتح دال قرض عین شے معین ۱۲ [2] رب الدین یعنی قرض خواہ جس کو ہمارے عرف میں مہاجن کہتے ہیں ۱۲

وارثوں کو قرض ادا کر کے ترکہ چھڑا لینے کا اختیار ہے اور ایسے ہی ایک کو بھی اگر باقی انکار کریں اور اگر سب نے ترکہ چھڑانے اور قرض ادا کرنے سے انکار کیا تو مجبور نہ کیے جائیں گے لیکن قاضی میت کی طرف سے وصی مقرر کرے گا یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر میت کے ایک وارث پر وارثوں میں سے دعویٰ کر کے قرض ثابت کیا اور ترکہ کسی اجنبی کے قبضہ میں ہے تو مدعا علیہ کو اجنبی سے ترکہ طلب کرنے کا اختیار ہے کذا فی القنیہ۔

ایک شخص ایک شہر میں مر گیا وہیں ایک اجنبی کے پاس اسکا مال و ترکہ ہے اور اس کے وارث دوسرے شہر میں ہیں پس ایک قوم نے اس پر اپنے حقوق و اموال کا دعویٰ کیا پس اگر وہ شہر جس میں وارث ہیں اس شہر سے منقطع ہو یعنی غالب آمد و رفت منقطع ہو تو قاضی میت کی طرف سے ایک وصی مقرر کرے گا کہ اس کی حاضری میں وہ لوگ اپنے حقوق ثابت کریں گے اور اگر انقطاع نہ ہو تو قاضی اس کا وصی مقرر نہ کرے گا بلکہ مدعیوں کے گواہوں کی سماعت کر کے جو کچھ امور اس کے نزدیک ثابت ہوں گے وہ اس شہر کے قاضی کو لکھے گا جس میں وارث موجود ہیں تاکہ وہ حکم کرے پھر وہ قاضی اس قاضی کا تب کو تحریر کرے گا تاکہ ترکہ سے قرضہ مدعیوں کے سپرد کرا دے کذا فی السراجیہ اگر میت نے کوئی وصی نہیں مقرر کیا اور اس کے وارث نابالغ ہیں ایسا کوئی نہیں ہے جو قیام امور و حجت کے لائق ہو تو قاضی اس کی طرف سے ایک وصی مقرر کرے گا کہ ان نابالغوں کے کام میں درستی کرے پس قرض خواہوں نے اس وصی کی حاضری میں اپنے حقوق ثابت کیے اور درخواست کی کہ اس کو حکم دیا جائے کہ میت کے مال سے ہمارے حقوق ادا کرے تو قاضی کو چاہئے کہ ہر ایک سے قرض ادا کرنے سے پہلے قسم لے کہ واللہ میں نے اس مال سے جو میرا فلاں کی طرف ثابت ہوا کچھ وصول نہیں کیا اور نہ مجھے اس کی طرف سے کسی نے ادا کیا اور نہ میرے حکم سے کسی نے وصول کیا اور نہ میں نے اس مال سے بری کیا اور نہ اس میں سے کچھ مال سے بری کیا اور نہ مجھے یہ مال یا اس میں سے کچھ کسی پر اترایا اور نہ میں نے فلاں میت سے اس مال یا اس میں سے کچھ مال کے عوض کچھ رہن لیا اگرچہ وصی اس قسم کی درخواست نہ کرے پس وہ جب قسم کھا جائے تو اس کو اس کا قرض دینے کا حکم کرے اور اگر نکول کرے تو اس کو کچھ دینے کا حکم نہ کرے اسی طرح اگر کوئی مر گیا اور کوئی وصی نہیں مقرر کیا اور نہ کوئی وارث چھوڑا اور اس پر ایک قوم نے اموال و حقوق کا دعویٰ کیا تو قاضی اس کی طرف سے وصی مقرر کرے گا اور مدعیوں کے گواہوں کی سماعت کر کے اگر حق ثابت ہوا تو دینے سے پہلے اسی طور سے جو مذکور ہوا قسم لے گا کذا فی شرح ادب القاضی للخصاف۔

ایک شخص نے برہان پیش کی کہ میرا میت پر اس قدر مال ہے تو اس سے قسم لی جائے گی کہ واللہ میں نے یہ مال اس میں سے کچھ نہیں پایا اگرچہ وارث اس کے بھر پانے کا دعویٰ نہ کریں اور فتاویٰ میں ہے کہ اگرچہ وارث لوگ قسم دلانے سے انکار کریں تو بھی قسم لی جائے گی یہ وجیز کردری میں ہے۔

اگر زید و عمرو دونوں کے بکر پر ہزار درم قرض ہیں اور دونوں اس میں شریک ہیں اور بکر قرض سے انکار کرتا ہے پھر زید حاضر ہوا اور دونوں کے قرضہ کے گواہ قائم کیے اور عمرو غائب ہے تو منتقی میں مذکور ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پانچ سو درم کی حاضری کی ڈگری کی جائے گی اور جب عمرو آئے تو دوبارہ گواہ پیش کرنے کا حکم دیا جائے گا اور زید حاضر عمرو کی طرف سے کسی وجہ سے خصم نہیں ٹھہرایا جائے گا مگر درصورت کہ یہ ہزار درم دونوں میں ایک شخص کی میراث مشترک ہو اور اگر عمرو آیا اور گواہوں کے پیش کرنے پر قادر نہ ہوا تو جس قدر اس کے شریک نے پانچ سو لیا ہے اس میں شریک[1] ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

زید کا عمرو و بکر دونوں پر کچھ مال دستاویز میں تحریر ہے اس کا زید نے دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے اور ایک غائب ہے اور دوسرا

---

[1] قولہ شریک کیونکہ زید نے اس کی شرکت کا اقرار کیا تھا ۱۲

مدیون حاضر ہے اور وہ حاضر منکر ہے تو موافق مختار کے حاضر پر نصف مال کی ڈگری ہوگی مگر وہ صورتیکہ یہ حاضر بحکم غائب اس کی طرف سے کفیل ہو تو حاضر پر کل مال کی ڈگری کی جائے گی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

ایک شخص دوسرے پر قرض کا دعویٰ کرتا ہے اور مدعا علیہ نے دو وکیل خصومت کے واسطے مقرر کیے پس مدعی نے ایک گواہ ایک وکیل کے سامنے پیش کیا اور دوسرا گواہ دوسرے کے سامنے پیش کیا تو جائز ہے اسی طرح اگر ایک گواہ موکل پر اور دوسرا گواہ وکیل پر پیش کیا تو بھی جائز ہے یا ایک گواہ مدعا علیہ پر اور دوسرا اس کے وصی یا وارث پر قائم کیا یا میت کے واسطے دو وصی تھے پس ایک وصی پر ایک گواہ اور دوسرے پر دوسرا گواہ قائم کیا تو بھی جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

وصی نے اگر ترکہ پر قرض کا دعویٰ کیا تو قاضی دوسرا وصی مقرر کرے گا تا کہ اس پر دعویٰ دائر ہو یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

ایک شخص مرا اور دو بیٹے چھوڑے پس ایک بیٹے نے دعویٰ کیا کہ ہمارے باپ کے اس پر ہزار درم بیع کے ثمن ہیں اور دوسرے نے دعویٰ کیا کہ یہ درم قرض کے ہیں اور ہر ایک نے اپنے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کیے تو ہر ایک کے واسطے پانچ سو درم کی ڈگری ہوگی اور ایک کو دوسرے کے مال مقبوضہ میں شرکت نہیں پہنچتی ہے کہ جو کچھ اس نے وصول کیا ہے اس میں شریک ہو۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

کتاب الاملاء میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اس نے دوسرے کے قبضہ میں اپنا مال درم یا دینار یا عقار[1] یا رقیق وغیرہ چھوڑا۔ پس زید نے دعویٰ کیا کہ یہ مال میرا حق ہے کہ میں نے اس کو میت کے پاس ودیعت رکھا تھا یا اس نے مجھ سے غصب کر لیا ہے اور قابض مال نے اس کی اس قول میں تصدیق کی اور یہ کہا کہ نہیں معلوم میت نے کوئی وارث نابالغ چھوڑا ہے یا بالغ چھوڑا ہے کہ وہ غائب ہے تو قاضی قابض کی تصدیق سے مدعی کو کچھ نہ دے گا اور بعد انتظار کے بیت المال میں داخل کر دے گا یہ فصول عمادیہ میں ہے اگر تقسیم کرنے والے وارثوں میں سے بعض نے میت پر قرض کا دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے تو مقبول ہوں گے اور تقسیم ٹوٹ جائے گی اور تقسیم کرنا قرض سے بری کر دینے میں شمار نہ ہوگا بخلاف اس کے اگر مال معین کا اعیان ترکہ میں سے دعویٰ کیا تو دعویٰ قبول نہ ہوگا کذا فی الصغریٰ۔

نیرھواں باب ☆

وکالت و کفالت و حوالہ کے دعوے کے بیان میں

قاضی کے وکیلوں میں سے ایک وکیل نے قاضی سے دعویٰ پیش کیا کہ میں فلاں بن فلاں غائب کی طرف سے لوگوں پر اس کے حقوق و قرضے ثابت کرنے کے واسطے وکیل ہوں اور اس غائب مؤکل کے اس مدعا علیہ پر دس درم قرض ہیں پس اس کو حکم دے کہ مجھے سپرد کرے پس مدعا علیہ نے کچھ جواب نہ دیا لیکن باب القاضی کے ایک دوسرے وکیل نے مدعا علیہ کی حاضری میں جواب دیا کہ میرا مؤکل کہتا ہے کہ مجھ پر یہ درم دس قرض نہیں ہیں اور نہ میں اس وکالت کو جانتا ہوں پس وکیل نے دو گواہ توکیل کے قائم کیے اور قاضی سے حکم کی درخواست کی۔ قاضی نے اس کی وکالت ثابت ہونے کی ڈگری کر دی اور مدعا علیہ ہنوز خاموش ہے کوئی اس نے جواب نہیں دیا ہے اور جس نے اس کی طرف سے جواب دیا ہے اس کا وکیل مقرر کرنا مدعا علیہ کی طرف سے ثابت نہیں ہے تو کیا یہ حکم صحیح ہے اور توکیل ثابت ہوگی یا نہیں۔ پس بعض مشائخ نے فرمایا کہ نہیں اور اسی پر امام ظہیر الدین فتویٰ دیتے تھے اور یہ واقعہ عموماً ہوتا ہے پس یاد رکھنا چاہئے یہ محیط میں ہے۔

---

[1] لفظ عقار کا اطلاق اراضی و زمین پر ہوتا ہے اور رقیق بمعنی غلام و باندی ۱۲

مؤکل کن صورتوں میں معزول کرنے کا اختیار رکھتا ہے؟

زید نے دعویٰ کیا کہ میں عمرو کی طرف سے بکر سے قرضہ وصول کرنے کا وکیل ہوں اور اس کو مجلس حکم میں لایا پس مدیون بکر نے دعویٰ کیا کہ مجھے عمرو نے بری کر دیا یا میں نے ادا کر دیا اور وکیل نے کہا کہ مجھے مؤکل نے معزول کر دیا ہے پس اگر یہ تو کیل خصم کی التماس سے تھی تو اس دعویٰ کی سماعت نہ ہوگی کیونکہ مؤکل اس کے معزول کرنے کا اختیار نہیں رکھتا ہے اور اگر تو کیل خصم کی التماس سے نہ تھی تو سماعت ہوگی لیکن عزل اس وقت ثابت ہوگا کہ عزل پر گواہ لائے اور بدون گواہوں کے ثابت نہ ہوگا اور اگر اسی طرح نہ کہا بلکہ یوں کہا کہ میں وکیل نہیں ہوں اور خصم نے اس کی تصدیق کی تو صحیح نہیں ہے اور اثر اس کا یہ ہے کہ اگر اس نے خصم سے صلح کر لی پھر کہا کہ میں وکیل نہیں ہوں اور جو دیا ہے اس کو پھیرنا چاہا اور خصم نے تصدیق کی تو سماعت نہ ہوگی کذا فی الخلاصہ۔

ایک شخص نے اپنا قرض یا ودیعت وصول کرنے کا وکیل کیا اور ودیعت رکھنے والے یا قرض دار نے وکیل کی تصدیق کی باوجود اس کے وکیل نے اپنی وکالت پر گواہ سنائے تو ہو سکتا ہے اور فائدہ اس کا یوں ظاہر ہوگا کہ اگر اس نے زید کو حاضر کر کے گواہوں سے اپنی وکالت ثابت کی پھر عمرو کو حاضر لایا تو دوبارہ گواہ وکالت لانے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر خاص حق پر اپنی وکالت کے واسطے گواہ پیش کیے پھر وکیل غائب ہوا اور مؤکل یا دوسرا اس کا وکیل اسی حق کے طلب کرنے کے واسطے آیا تو دوبارہ گواہ لانے کی ضرورت نہیں ہے اسی طرح اگر ایک گواہ اس قرضدار پر پیش کیا اور دوسرا دوسرے قرض دار یا اس کے وارث پر قائم کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔

ایک شخص مجلس قضا میں حاضر ہوا اور دوسرے کو اپنے ہر حق کے واسطے جو شہر بخارا میں ہے وصول کرنے اور خصومت کرنے کا وکیل کیا اور ان دونوں کے ساتھ کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس پر مؤکل کا کچھ حق آتا ہو پس اگر قاضی موکل کو نام و نسب سے پہچانتا ہے تو وکالت قبول کرے گا یہاں تک کہ اگر بعد غیبت موکل کے وکیل نے کسی شخص کو حاضر کیا اور اس پر مؤکل کے حق کا دعویٰ کیا تو سماعت کرے گا اور وکیل کو وکالت پر گواہ پیش کرنے کی تکلیف نہ دے گا اور اگر مؤکل کو نام و نسب سے نہیں پہچانتا ہے تو وکالت قبول نہ کرے گا۔ پس اگر مؤکل نے کہا کہ میں گواہ پیش کرتا ہوں کہ فلاں بن فلاں ہوں تاکہ آپ میرے اس شخص کے وکیل کرنے کو قبول کریں تو قاضی گواہوں کی سماعت نہ کرے گا یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے۔

زید عمرو کو قاضی کے پاس لایا اور کہا کہ خالد بن بکر کے اس پر ہزار درم ہیں اور اس نے مجھے ان درموں اور تمام حقوق میں خصومت کرنے کا وکیل کیا ہے اور اس سب پر اکٹھا گواہ قائم کیے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں مال کے گواہ قبول نہ کروں گا جب تک کہ اپنی وکالت کے گواہ نہ لائے اور اگر وکالت و قرض پر اکٹھا گواہ قائم کیے تو وکالت ثابت ہونے کا حکم ہو جائے گا اور قرض کے گواہ دوبارہ پیش کرے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر سب پر گواہ پیش کیے تو سب کا حکم ہو جائے گا اور قرض کے واسطے دوبارہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور یہ استحسان ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا استحسان ہی کو بسبب لوگوں کی ضرورت کے لیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اسی طرح وصی میں کہ اگر اس نے قرض و وصی ہونے دونوں پر گواہ قائم کیے اور اسی طرح وارث میں کہ اگر اس نے نسب و موت مورث و دین پر گواہ قائم کیے تو ایسا ہی اختلاف ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

زید نے عمرو پر گواہ قائم کیے کہ بکر بن خالد نے مجھے اور سعید بن زبیر کو وہ مال وصول کرنے کے واسطے جو بکر کا عمرو پر آتا ہے وکیل کیا ہے۔ پس عمرو نے قرض و وکالت دونوں کا یا فقط وکالت کا انکار کیا پس زید نے وکالت و قرض دونوں پر اکٹھا گواہ سنائے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں وکیلوں کی وکالت اور قرض سب کا حکم ہو جائے گا اور گواہی قبول ہوگی اور امام اعظمؒ اور امام

ابو یوسفؒ کے نزدیک گواہی نامقبول ہوگی اور جب اس نے وکالت وقرض ثابت کر لیا تو جب تک دوسرا وکیل غائب حاضر نہ ہو تب تک قرض وصول نہیں کر سکتا ہے اور اگر اس وکیل نے گواہ قائم کیے کہ صاحب مال نے مجھے اور فلاں غائب کو فلاں شخص پر نالش کرنے یا اس سے قرض وصول کرنے کا وکیل کیا ہے اور جو کچھ ہر ایک ہم میں کرے اس کو جائز رکھا ہے تو حاضر کی وکالت کا حکم ہوگا اور غائب کے واسطے نہ ہوگا اور اگر وصی نے گواہ قائم کیے کہ فلاں شخص نے مجھے اور فلاں غائب کو وصی کیا ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے اور غائب کے وصی ہونے کا حکم ہوگا اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فقط اسی کے وصی ہونے کا حکم کیا جائے گا یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر وکیل نے وکالت پر گواہ قائم کیے پھر قبل اس کے کہ گواہان وکالت کی تعدیل ہو قرض دار پر قرض کے گواہ پیش کیے تو سماعت ہوگی اور اس وقت ڈگری ہوگی کہ جب گواہان وکالت کی تعدیل ہو کر وکالت پہلے ثابت ہو جائے اور تمام اہل بلد کے حق میں وکیل شمار کیا جائے گا بشرطیکہ وکالت عام ہو اسی طرح اگر وصی یا وارث نے وصایت[1] یا وراثت پر گواہ قائم کیے پھر گواہوں کی تعدیل ہونے سے پہلے حق کے گواہ پیش کیے پھر پہلے گواہوں کی تعدیل ہوگئی تو صحیح ہے اور اگر وکالت یا وصایت کے گواہوں کی تعدیل نہ ہوئی تو حق کے گواہ بھی باطل ہو گئے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

ایک شخص پر دعویٰ کیا تو نے مال اجارہ کی کفالت بتعلیق[2] فسخ قبول کر لی تھی اور ہم نے اجارہ فسخ کیا پس تجھ پر مال اجارہ لازم ہے اور اس پر گواہ قائم کیے اور اجارہ دینے والا غائب ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور یہ حکم غائب پر جاری ہوگا اور یہ کفیل اس کی طرف سے خصم قرار پائے گا اور جب کفیل نے مال اجارہ ادا کر دیا تو اجارہ دینے والے سے واپس لے گا بشرطیکہ کفالت اس کے حکم سے ہو اور اگر اس کے بلا حکم تھی تو واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر اجارہ دینے والا قبل اس کے کہ مدعی کفیل سے کچھ لے حاضر ہو گیا اور فسخ اجارہ سے انکار کیا تو اس کے انکار پر التفات نہ کیا جائے گا اور فسخ کا حکم جاری رہے گا یہ محیط میں ہے۔

اس امر پر گواہ لایا کہ میرے غائب پر ہزار درم ہیں اور یہ شخص اس کی طرف سے کفیل ہے پس اگر کفالت مبہمہ کا دعویٰ کیا مثلاً کفیل سے کہا کہ تو نے یوں کفالت کی تھی کہ جو کچھ تیرا فلاں شخص پر ہے اس سب کا میں کفیل ہوا اور میرے اس پر ہزار درم ہیں اور گواہوں نے بھی ایسے ہی گواہی دی اور صریح بیان کیا کہ اس نے اس کفالت کو قبول کر لیا ہے تو حاضر و غائب دونوں پر ڈگری ہوگی مدعی جس سے چاہے مطالبہ کرے اور اصیل کے حاضر ہونے کے بعد اگر اس سے مطالبہ کرے تو گواہ دہرانے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر کفالت کو مقرر کیا اور کہا کہ تو نے میرے ہزار درم کی جو غائب پر ہیں کفالت کی تھی اگر بیان کیا کہ اس کے حکم سے تھی اور اس کے گواہ پیش کیے تو موافق مذکورۂ بالا کے دونوں پر ڈگری ہوگی اور اگر اصیل کے حکم سے ہونا بیان کیا اور گواہ دیے تو خاص کفیل ہی پر ہوگی پھر اگر غائب حاضر[3] ہوا تو گواہ دہرانا ضرور ہوں گے یہ وجیز کردری میں ہے۔ دوسرے شخص پر دعویٰ کیا کہ اس نے میرے لیے کفالت کی تھی کہ اگر فلاں شخص تیری ودیعت کی تجہیل کے ساتھ مرا اور وہ ودیعت اس قدر ہے تو اس کی ضمان مجھ پر ہے اور اب فلاں شخص تجہیل ودیعت کے ساتھ مر گیا اور اس پر گواہ قائم کیے تو بعض نے کہا کہ اس دعوے کی سماعت ہوگی اور دعویٰ کفالت میں ضرور یوں کہنا چاہیے کہ مجلس کفالت میں میں نے اس کی کفالت کی اجازت دی تھی اور اسی پر امام ظہیر الدین رحمۃ اللہ علیہ فتویٰ دیتے تھے اور بعض مشائخ نے کہا یہ شرط نہیں ہے دعویٰ کفالت متضمن ذکر اجازت ہے چنانچہ دعویٰ بیع متضمن شراء ہے یہ محیط میں ہے۔

---

[1] وصیت کرنا اور ولی مقرر کرنا ۱۲ [2] قولہ بتعلیق فسخ یعنی اگر تم دونوں میں اجارہ فسخ ہو تو میں اس پیشگی مال کرایہ کا کفیل ہوں کہ مستاجر کو وصول ہوا ۱۲

[3] قولہ حاضر ہوا یعنی جب غائب سے لینا چاہے ۱۲

اگر ایک کو حاضر کر کے اس پر گواہ پیش کیے کہ میرے اس پر اور فلاں غائب پر ہزار درم ہیں اور یہ شخص اس غائب کی طرف سے اس کے حکم سے کفیل ہے تو دونوں پر ہزار درم کی ڈگری ہو جائے گی اور اگر یہ دعویٰ کیا کہ غائب اس حاضر کی طرف سے کفیل ہے تو فقط حاضر کے حصہ کی اس پر ڈگری ہوگی اور اگر اس امر کے گواہ دیے کہ ہر ایک دوسرے کی طرف سے کفیل ہے تو حاضر پر پانچ سو درم اصالتاً اور پانچ سو درم کفالتاً ثابت ہوں گے اور غائب پر پانچ سو فقط اصالتاً ثابت ہوں گے اور حاصل یہ ہے کہ کفالت غائب پر نہیں ثابت ہوتی ہے اصالت ثابت ہوتی ہے بشرطیکہ کفالت حاضر پر غائب کی طرف سے اس کے حکم سے ثابت ہو اور اگر بدون حکم ثابت ہو تو نہیں یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

دو شخصوں کے ہاتھ کوئی متاع فروخت کی اور ہر ایک نے دوسرے کی طرف سے اس کے حکم سے کفالت کر لی پھر بائع کو ایک ملا اس پر اسے دعویٰ کر کے گواہ پیش کیے تو اس پر ہزار درم کی ڈگری آدھے کی اصالتاً اور آدھے کی کفالتاً کر دی جائے گی اور اگر ہنوز اس سے کچھ وصول نہ کیا تھا کہ دوسرے مشتری کو پایا تو بلا اعادہ گواہوں کے اس سے مطالبہ کر سکتا ہے تو یہ وجیز کردری میں ہے۔

زید نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ اس نے اور بکر نے میرے لیے خالد کی طرف سے ہزار درم کی کفالت کر لی اور ہر ایک دوسرے کا کفیل ہے اور گواہ قائم کیے تو حاضر پر ہزار کی ڈگری ہو جائے گی اور دونوں میں جس سے چاہے مواخذہ کرے اور اگر غائب کو پایا تو اس پر گواہ دوہرانے کی ضرورت نہ ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔ عمرو پر دعویٰ کیا کہ یہ بکر کی طرف سے میرے لیے ہزار درم کا کفیل ہے اور ڈگری ہو گئی پھر کفیل کو کفالت سے بری کر دیا پھر معلوم ہوا کہ دعویٰ و حکم میں فساد تھا پس چاہا کہ صحیح طور پر اسی کفیل پر دعویٰ کا اعادہ کرے تو صحیح نہیں ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔

ایک عورت نے زید پر دعویٰ کیا کہ اس نے میرے مہر کے دیناروں کی میرے فلاں شوہر کی طرف سے اس شرط پر کفالت کی تھی کہ اگر میرے اور شوہر کے درمیان فرقت ہو جائے تو زید ان دیناروں کا جو شوہر پر آتے تھے ضامن ہے اور فرقت واقع ہو گئی کیونکہ شوہر نے مجھے اختیار دیا تھا کہ جب شوہر مجھ سے ایک مہینہ کی غیبت اختیار کرے تو میرا کام میرے ہاتھ میں ہے یعنی مجھے اپنے کو طلاق دینے کا اختیار ہے اور وہ ایک مہینہ غائب رہا پس میں نے اسی مجلس اختیار میں اپنے آپ کو طلاق دے دی اور کفیل کے سامنے اس کے شوہر کے غائب ہونے اور اس کو اختیار دینے اور طلاق لے لینے کے گواہ قائم کر دیے تو مقبول ہوں گے اور اگر شوہر اس وقت بھی غائب ہو تو کفیل اس کی طرف سے خصم قرار پائے گا کذا فی الخلاصہ۔

ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور بائع کی اجازت سے اس پر قبضہ کر لیا اور بائع نے ثمن طلب کیا پس مشتری نے کہا کہ میں نے تو تجھے فلاں شخص پر اترا دیا تھا حالانکہ یہ فلاں شخص غائب ہے اور اس کے گواہ پیش کیے تو گواہ مقبول ہوں گے اور یہ حکم غائب کی طرف متعدی ہوگا اور ایسی صورتوں میں غائب کی طرف سے حاضر خصم ہو جاتا ہے کذا فی المحیط۔

چودھواں باب☆

دعویٰ نسب کے بیان میں

اس میں پندرہ فصلیں ہیں

فصل اوّل☆

مراتب نسب و اس کے احکام و انواع دعوت[1] کے بیان میں

ثبوت نسب کے واسطے تین مرتبے ہیں اوّل نکاح صحیح کے ساتھ یا جو اس کے ہم معنی یعنی نکاح فاسد کے ساتھ اور ایسی صورت میں نسب ثابت ہو جاتا ہے کچھ دعوت کی ضرورت نہیں ہے اور مجرد نفی کرنے سے منتفی نہیں ہوتا ہے ہاں اگر نکاح صحیح میں سوائے فاسد کے نفی کے ساتھ لعان واقع ہو تو نسب منتفی ہو جائے گا یہ ظہیریہ میں ہے۔

ایسے تاوان کا مسئلہ جو بعوض قصاص کسی عضو یا زخم کے واجب ہو☆

وہ نفی و انکار اس وقت تک کر سکتا ہے کہ صریح نسب کا اقرار نہ کیا ہو یا اس سے کوئی ایسا فعل ظاہر نہ ہو جو اقرار میں شمار ہے مثلاً تہنیت قبول کر لینا یا زچہ کی ضروریات چیزوں کو خریدنا یا باوجود ولادت سے آگاہی کی طول مدت ہو جائے یا انکار نسب سے بے پروائی ہو جائے یا اس کے نسبت ایسا کوئی حکم واقع ہو کہ جو شکست یا باطل نہیں ہو سکتا ہے مثلاً اس بچہ نے کوئی جرم کیا اور قاضی نے عاقلہ پدر پر یعنی باپ کے مددگار برادری پر ارش[2] کا حکم کیا تو باپ اس بچہ کے نسب سے انکار نہیں کر سکتا ہے کیونکہ یہ حکم شکست و بطلان کے قابل نہیں ہے اور طول مدت کا پہچاننا عرف و عادت پر ہے مثلاً اس قدر مدت گذر گئی کہ نسب سے انکار کرنے والوں کی عادت سے معلوم ہے کہ اگر انکار کرتے ہیں تو اسی مدت کے اندر گذرتے ہیں اور اس نے انکار نہ کیا تو پھر اس کے بعد انکار نہیں کر سکتا ہے اور یہ ایک روایت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ہے اور دوسری روایت ان سے یہ ہے کہ قاضی کی رائے پر ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ دونوں نے مدت طویلہ کی مقدار ایک چلہ بیان کی ہے اور بعد چلہ کے انکار نسب صحیح نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنی عورت کے لڑکے کے نسب سے انکار کیا حالانکہ وہ مر چکا ہے یا زندہ تھا مگر لعان سے پہلے مر گیا تو وہ بچہ اسی کا ہو گا اس کے نسب سے انکار نہیں کر سکتا ہے اسی طرح اگر قتل کیا گیا تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کی عورت ایک بچہ جنی اس نے نسب سے انکار کیا اور ہنوز لعان نہ ہوا تھا کہ کسی اجنبی نے عورت کو بچہ کی نسبت قذف و تہمت لگائی پھر اس اجنبی کو حد قذف کی سزا دی گئی تو نسب ثابت ہو جائے گا اور دونوں میں لعان نہ ہو گا یہ محیط میں ہے۔

مرتبہ دوم ام ولد کے بچہ کا نسب ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ بدون دعوت کے ثابت ہوتا ہے بشرطیکہ ایسی صورت ہو کہ مولیٰ کو اس سے وطی کرنا حلال ہو اور اگر ایسی حالت ہو کہ مولیٰ تو اس سے وطی حلال نہیں ہے تو بدون دعوت کے نسب ثابت نہ ہو گا کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر مالک نے اس کو مکاتب کر دیا پھر اس کے بچہ ہوا تو بدون دعوت مولیٰ کے مالک سے اس کا نسب ثابت نہ ہو گا اور مالک کو اس کے نسب سے انکار کا اختیار ہے جب تک کہ باوجود ولادت سے آگاہی کے طویل مدت نہ ہو جائے اور صریح اقرار کیا ہو اور نہ

---

[1] قولہ دعوت بالکسر دعویٰ نسب ۱۲ ام [2] وہ تاوان جو بعوض قصاص کسی عضو یا زخم کے واجب ہو ۱۲

اس کے انکار کرنے سے بے پروائی ہوگئی ہو اور نہ اس بچہ کی نسبت کوئی ایسا حکم ہو گیا جو شکست و بطلان کے قابل نہیں ہے کذا فی المحیط۔

ایک شخص کی باندی کے بچہ ہوا اس نے انکار نسب نہ کیا یہاں تک کہ بچہ مر گیا تو اس کا نسب اس شخص سے ثابت ہے اس کے نسب سے انکار کی مجال نہیں رکھتا ہے۔ پس اس مسئلہ کی تاویل کی ہے کہ باندی سے مراد ام ولد ہے اسی طرح اگر اس نے کوئی ایسا جرم کیا کہ عاقلہ پدر پر قاضی نے عوض جرم کا حکم کیا تو پھر اس کی نفی نہیں کر سکتا ہے اسی طرح اگر اس پر ایسا جرم ہوا کہ جس میں قصاص یا ارش کا حکم ہوا تو بھی یہی حکم ہے کذا فی المبسوط۔

ام الولد میں مبارکبادی قبول کرنے کی صورت مذکور نہیں ہے اور شک نہیں ہے کہ مبارکبادی قبول کرنا اقرار ہے اور فتاویٰ میں مذکور ہے کہ اگر مولیٰ کو باندی کے بچہ کی مبارکبادی دی گئی اور وہ خاموش رہا تو مبارکبادی قبول کر لینے کا اقرار ہے اگر کسی شخص نے اپنی ام ولد کو دوسرے کے ساتھ بیاہ دیا پھر اس کا شوہر مر گیا یا طلاق دے دی اور عدت گذر گئی پھر عدت گذرنے سے چھ مہینے بعد بچہ پیدا ہوا تو وہ مالک کا بیٹا ہوگا اور اس کو اختیار ہے کہ نسب سے انکار کر جائے تاوقتیکہ ان باتوں میں سے کوئی بات جو پیشتر مذکور ہوئی ہیں نہ پائی گئی ہو کذا فی المحیط اور اگر اس باندی کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا یا قسم کھائی تھی کہ میں اس سے قربت نہ کروں گا تو بھی اس کے بچہ کا نسب اس کو لازم ہوگا جب تک کہ انکار نہ کرے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ابن سماعہ نے اپنے نوادر میں امام ابو یوسف و امام رحمۃ اللہ علیہما سے روایت کی ہے کہ ایک ام ولد نے اپنے مالک کے بیٹے کا بوسہ لیا پس مالک نے اس کو آزاد کر دیا پھر اس کے بچہ پیدا ہوا تو مالک کو لازم نہ ہوگا مگر اس صورت میں کہ چھ مہینے سے کم میں جب سے حرام ہوئی ہے پیدا ہو یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر مسلمان کی ام ولد مجوسی یا مرتد ہو تو اس کا بچہ اس کو لازم نہیں ہے مگر در صورت کہ اس کا دعویٰ کیا یا بعد مرتد ہونے کے چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوا ہو تو لازم ہوگا یہ مبسوط ہے۔

اگر حیض یا نفاس یا صوم یا حرام کی وجہ سے حرام ہوئی ہے تو اس کا نسب مالک سے ثابت ہوگا اور اگر مولیٰ نے اس کا نکاح کر دیا پھر بچہ ہوا تو شوہر کا ہوگا اور اگر مالک نے اس کا دعویٰ کیا تو بھی اس سے نسب ثابت نہ ہوگا اسی طرح اگر نکاح فاسد ہوا اور شوہر نے وطی کر لی تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الحاوی ام ولد وہ باندی ہے کہ مرد نے بملک یمین اس سے استیلاد کیا یا ملک نکاح سے پھر اس کو خرید کیا یا کسی اور سبب سے اس کا مالک ہوا یا بہ شبہ اس سے استیلاد[1] کیا پھر اس کو خرید لیا یا کسی دوسرے سبب سے مالک ہوا۔ اگر کسی کی باندی کی پیٹ گرا کہ اس کی پوری خلقت یا بعض خلقت ظاہر ہوتی ہے تو وہ اس کی ام ولد ہو جائے گی اور اگر کچھ خلقت ظاہر نہیں ہوتی ہے تو نہ ہوگی اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ میری اس باندی کا مجھ سے پیٹ گرا ہے تو یہ اس امر کا اقرار ہے کہ یہ میری ام ولد ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر اقرار کیا کہ میری باندی مجھ سے بچہ جنی یا ایسا پیٹ ڈال گئی ہے کہ جس کی خلقت ظاہر تھی پھر بعد چھ مہینے کے وہ باندی بچہ جنی اور یہ شخص غائب یا مریض ہے تو جب تک اس کی نفی نہ کرے نسب اس سے ثابت ہوگا اور اگر نفی کی تو فقط نفی کرنے سے ہمارے نزدیک نفی ہو جائے گی یہ مبسوط میں ہے۔

ایک باندی دو شخصوں میں مشترک ہے اس میں بچہ ہوا اور دونوں نے دعویٰ کیا تو دونوں سے اس کا نسب ثابت ہوگا۔ پھر دوسرا جنی تو بدون دعوت لازم نہ ہوگا اور اگر ایک نے دعویٰ کیا تو اس کو لازم ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک ماں و بچہ دونوں سے حصہ

[1] یعنی باندی کو ام ولد بنایا ۱۲

شریک کا ضامن ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نہیں یہ محیط سرخسی میں ہے۔

تیسرا مرتبہ باندی ہے اور اس کے بچہ کا نسب بدون دعوت مالک کے ثابت نہیں ہوتا ہے خواہ اس کے بچہ کے نسب کا دعویٰ بعد پیدائش کے کرے یا پیٹ میں ہونے کی صورت میں مدعی ہو کہ اس کے پیٹ کا بچہ میرا ہے دونوں برابر ہیں اصل میں ہے کہ ایک شخص کی باندی حاملہ ہے اس نے کہا کہ اگر اس کے پیٹ کا بچہ لڑکا ہے تو میرا ہے اور اگر لڑکی ہے تو فلاں کی ہے یا میری نہیں ہے پھر چھ مہینے سے کم میں باندی لڑکا ولڑکی دونوں جنی تو دونوں کا نسب اس سے ثابت ہوگا یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے اپنی باندی سے ماسوائے فرج کے مباشرت کی اور اس کو انزال ہو گیا پس باندی نے اس کی منی کسی چیز میں لے کر اپنی فرج میں داخل کر لی اور اس کو پیٹ رہ گیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ بچہ اسی مرد کا ہوگا اور باندی اس کی ام ولد ہوگی کذانی فتاویٰ قاضی خان۔

قلت كانت الائمه احصوالصيانته النسب صوراً يمكن العلوق بها على دلالته الشرع وان خالفتهم فى ذلك شرذمة من الاطباء۔ واللہ اعلم

اگر باندی کے بچہ پیدا ہوا اور مولیٰ کو مبارک دی گئی وہ چپ ہو رہا تو یہ قبول نہیں ہے کذانی الذخیرہ۔

اگر مولیٰ نے مبارک قبول کی تو اقرار نسب ہے کذانی المحیط۔

اگر مولیٰ نے اپنی باندی کو محفوظ رکھا اور اس سے وطی کی پھر اس سے بچہ پیدا ہوا تو مستحب ہے کہ اس کے نسب کا دعویٰ کرے کیونکہ ظاہراً اسی کا ہے لیکن جب تک دعویٰ نہ کیا تب تک نسب اس سے ثابت نہ ہوگا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب اس کو معلوم نہ ہو کہ حقیقت میں میرا ہے اور اگر یہ معلوم ہو تو اس پر واجب ہے کہ اس کا دعویٰ کرے اور انکار ونفی نہ کرے اور اگر باندی کو محفوظ نہیں کیا ہے تو چاہے انکار کرے یہ محیط میں ہے۔

ابراہیم نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہم سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے اپنی باندی سے وطی کی اور اس کو کسی گھر میں نہیں بسایا اور نہ محفوظ کیا تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کے بچہ سے انکار اور اس کو فروخت کر سکتا ہے اور میرے قول میں مستحب یہ ہے کہ باندی کے بچہ کو آزاد کر دے اور باندی سے نفع اٹھائے جب مرے تو باندی کو آزاد کر دے یہ محیط میں ہے۔

ایک باندی بچہ جنی اور دعویٰ کیا کہ مولیٰ نے انکار کیا ہے مگر مولیٰ نے انکار کیا پس ایک گواہ نے گواہی دی کہ مولیٰ نے اقرار کیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ یہ بچہ اس شخص کے بستر سے پیدا ہوا ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی کذانی المبسوط۔

اگر دونوں گواہوں نے بالاتفاق گواہی دی کہ مولیٰ نے اقرار کیا ہے کہ مجھ سے پیدا ہوا ہے تو مقبول ہوگی اسی طرح اگر اس کے بستر سے پیدا ہونے کی گواہی گواہوں نے دی تو بھی قبول ہوگی یہ محیط میں ہے۔

اگر مولیٰ ذمی ہو اور باندی مسلمان ہو پس باندی کے دعوے پر دو ذمیوں نے اس کے اقرار کی گواہی دی تو جائز ہے اور اگر ذمی مدعی ہو اور باندی منکر ہو تو ذمیوں کی گواہی باندی مسلمہ پر جائز نہیں ہے اور مراد اس مسئلہ میں یہ ہے کہ باندی ذمی کے مملوک ہونے سے انکار کرتی ہے کیونکہ اگر مملوک ہونے کی مقر ہے تو مولیٰ کی دعوت نسب میں تنہا حق حاصل ہے باندی کی تکذیب کا اعتبار[1] نہ ہوگا اور اگر دونوں مسلمان ہیں اور مولیٰ منکر ہے پس مولیٰ کے باپ نے تنہا گواہی دی تو جائز نہیں ہے اور اگر مولیٰ کے دو بیٹوں نے گواہی دی درحالیکہ مولیٰ منکر ہے تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔

---

[1] یعنی باندی کے جھٹلانے کا اعتبار نہ ہوگا ۱۲

دعوت یعنی نسب کو اپنی طرف منسوب کرنا تین طرح کی ہوتی ہے دعوت استیلاد و دعوت تحریر یعنی دعوت ملک اور دعوت شبہہ ملک پس دعوت استیلاد یہ ہے کہ دعویٰ کرے کسی ایسے بچہ کے نسب کا کہ اس کا اصل نطفہ قرار پانا معلوم ہو کہ اس کی ملک میں واقع ہوا اور یہ ملک وغیر ملک میں صحیح ہے اور وقت علوق نطفہ کی طرف مستند ہوگا اور جو عقود درمیان میں عمل میں آئے ہیں ان کے فسخ کی یہ دعوت موجب ہے بشرطیکہ بچہ محل نسب ہو اور محل فسخ عقد ہو اور یہ مدعی اس امر میں مقر قرار دیا جائے گا کہ وقت علوق نطفہ سے اس نے اپنی باندی سے وطی کی ہے اور باندی کا ام ولد ہونا بسبب ثبوت نسب بچہ کے بالتبع ثابت ہو جائے گا اور دعوت تحریر یہ ہے کہ ایسے بچہ کا نسب کا دعویٰ کرے کہ اس کا نطفہ قرار پانا اس کی ملک میں نہ تھا اور یہ صرف ملک میں صحیح غیر ملک میں نہیں صحیح ہے اور مدعی وطی کا مقر شمار نہ ہوگا اور نہ اس سے فسخ عقد واجب ہوتا ہے اور جن صورتوں میں عتق کا ثابت کرنا ممکن ہے وہاں یہ دعویٰ صحیح ہے ورنہ نہیں حتیٰ کہ اگر کوئی حاملہ باندی خریدی پھر مشتری نے بچہ کا دعویٰ کیا تو بہ دعوت تحریر میں داخل ہے اور دعوت شبہ ملک یہ ہے کہ اپنے بیٹے کی باندی کے بچہ کا دعویٰ کرے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

دعوت استیلاد دعوت تحریر کا بیان ☆

اس دعویٰ کی شرط صحت یہ ہے کہ باپ کے واسطے اپنے لڑکے کی باندی کی وقت نطفہ قرار پانے سے وقت دعویٰ تک کوئی تاویل ملک ہو اور بھی اس وقت سے اس وقت تک ولایت ملک حاصل ہو اور باندی بھی ایسی ہو کہ ایک ملک سے دوسری ملک میں منتقل ہو سکتی ہو کذا فی المحیط۔

اگر دو قسم کی دعوتیں مجتمع ہوں تو دعوت استیلاد اولیٰ ہے دعوت تحریر سے اور اگر دعوت تحریر سابق ہو تو وہی اولیٰ ہے اور دعوت تحریر اولیٰ ہے دعوت شبہہ ملک سے اور دعوت نکاح خواہ صحیح ہو یا فاسد سب سے اولیٰ ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

فصل ثانی ☆

مشتری و بائع کے دعوت کے بیان میں

ایک باندی بیچی وہ مشتری کے پاس بچہ جنی پس اگر وقت بیع سے چھ مہینے سے کم میں جنی اور بائع نے بچہ کا دعویٰ کیا یا دو گواہوں نے گواہی دی کہ بائع نے اس کو اپنے نطفہ سے ہونے کا اقرار کیا ہے تو نسب اس کا بائع سے ثابت ہوگا اور باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی اور بیع ٹوٹ جائے گی اور مشتری کے دام اس کو واپس کرے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر مشتری نے دعویٰ کیا تو صحیح ہے اور نسب مشتری سے ثابت ہوگا اور باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی اور مشتری کی دعوت دعوت تحریر ہوگی یہاں تک کہ مشتری کی ولاء ولد پر ہوگی کذا فی المحیط۔

اگر دونوں نے معاً اس کا دعویٰ کیا تو دعوت بائع اولیٰ ہے اور اگر آگے پیچھے دعویٰ کیا تو سابق اولیٰ ہے کوئی ہو یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر وقت بیع سے چھ مہینے یا زیادہ دو برس تک بچہ جنی اور یہ معلوم ہے پس اگر فقط بائع نے بچہ کا دعویٰ کیا تو صحیح نہیں ہے الا یہ کہ اس کے ساتھ مشتری اس کی تصدیق کرے اور اگر فقط مشتری نے اس کا دعویٰ کیا تو صحیح ہے اور واجب ہے کہ مشتری کی دعوت دعوت استیلاد[1] ہو یہاں تک کہ بچہ اصلی آزاد ہوگا اور مشتری کو ولاء کا حق ہی نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر اس صورت میں ایک ساتھ یا

[1] ام ولد ہونے کا دعویٰ کرنا ۱۲

آگے پیچھے دونوں نے دعویٰ کیا تو مشتری کی دعوت صحیح ہے بائع کی صحیح نہیں ہے اور اگر دو برس سے زیادہ میں بچہ جنی تو بائع کی دعوت صحیح نہیں ہے مگر مشتری کی تصدیق کے ساتھ صحیح ہے پس اگر مشتری نے تصدیق کی تو بائع سے نسب ثابت ہوگا اور بیع نہ ٹوٹے گی اور نہ باندی اس کی ام ولد ہوگی اور بچہ مشتری کی ملک باقی رہے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر فقط مشتری نے اس کا دعویٰ کیا تو دعوت صحیح ہے اور یہ دعوت دعوت استیلاد ہے کذافی المحیط۔

اگر دونوں نے ایک ساتھ یا آگے پیچھے دعویٰ کیا تو مشتری کی دعوت صحیح ہے اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ جب مدت ولادت معلوم ہو اور اگر بعد بیع کے مدت ولادت معلوم نہ ہو پس اگر مدت میں اختلاف کیا تو دعوت بائع کی بدوں تصدیق مشتری کے صحیح نہیں ہے اور مشتری کی دعوت صحیح ہے اور اگر دونوں نے ایک ساتھ دعویٰ کیا تو کسی کی دعوت صحیح نہیں ہے اور اگر مشتری نے پہلے دعویٰ کیا تو اس کی دعوت صحیح ہے اور اگر بائع نے سبقت کی تو کسی کی دعوت صحیح نہ ہوگی خواہ بائع ذمی یا مکاتب ہو اور مشتری آزاد یا مسلمان ہو اور اگر بائع نے قبل ولادت کے دعویٰ کیا تو دعوت موقوف رہے گی پس اگر زندہ بچہ پیدا ہوا تو اس وقت نافذ ہوگی اور اگر اصل حمل بائع کے پاس نہ ہو مثلاً اس نے حاملہ خرید کر فروخت کر دی تھی تو اس کی دعوت صحیح نہیں ہے اور اس بات میں کہ حمل کس کے پاس کا ہے بائع کا یہ قول لیا جائے گا کہ میرے پاس کا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کسی شخص کی ملک میں ایک باندی حاملہ ہوئی اس نے فروخت کر دی پھر مشتری کے پاس چھ مہینے سے کم میں وقت بیع سے بچہ جنی پس بائع نے بچہ کے نسب کا دعویٰ کیا حالانکہ مشتری اس کی ماں کو آزاد کر چکا ہے تو یہ بچہ بائع کا بیٹا ہوگا اور اس کی آزادی کا حکم کیا جائے گا اور باندی کے حق میں دعوت صحیح نہیں ہے حتیٰ کہ وہ اس کی ام ولد قرار نہ دی جائے گی اور اگر مشتری نے بچہ کو آزاد کر دیا ہے تو بائع کی دعوت بچہ یا ماں کسی کے حق میں صحیح نہیں ہے اور جس صورت میں ہے کہ ماں کو آزاد کیا ہے اس صورت میں صاحبینؒ کے نزدیک بچہ کا حصہ ثمن واپس کرے اور امام کے نزدیک صحیح روایت کے موافق کل ثمن واپس کرے اور مبسوط میں ہے کہ بالاتفاق بچہ کا ثمن بدوں ماں کے ثمن کے واپس کرے یہ کافی میں ہے اور اگر مشتری نے باندی کو مدبر یا ام ولد بنایا پھر بائع نے بچہ کا دعویٰ کیا تو بلا خلاف بائع پر واجب ہے کہ بچہ کا حصہ ثمن واپس کرے ماں کا حصہ ثمن واپس نہ کرے گا اور اگر مشتری نے بچہ کو مدبر کر دیا تو بائع کی دعوت صحیح نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر ماں مر گئی پھر بائع نے بچہ کے نسب کا دعویٰ کیا تو دعوت صحیح ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں بائع تمام ثمن واپس کر دے گا اور اگر مشتری نے باندی کو فروخت یا ہبہ یا رہن کیا یا اجرت پر دیا یا مکاتب کیا تو یہ سب عقود باطل کر کے بائع کو واپس کر دی جائے گی یہ مبسوط میں ہے اور اگر بچہ مشتری کے پاس مر گیا یا قتل کیا گیا اور مشتری نے اس کی قیمت وصول کر لی پھر بائع نے دعویٰ کیا تو دعویٰ باطل ہے اسی طرح اگر مشتری نے اپنی ملک سے اس کو باہر کر دیا اور جس کے پاس گیا اس نے اس کو آزاد یا مدبر کیا یا اس کے پاس مر گیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مشتری نے اس کو بیع یا رہن یا اجرت پر دیا یا مکاتب کیا تو یہ عقود نقض کر کے نسب ثابت رکھا جائے گا کذافی الحاوی۔

اگر بچہ کا ہاتھ کاٹا گیا پس مشتری نے اس کی نصف قیمت لے لی پھر بائع نے دعویٰ کیا تو دعوت صحیح ہے لیکن ارش بالکل مشتری کے پاس رہے گا پس باندی مع بچہ کے بائع کو واپس دے گا اور تمام ثمن سوائے حصہ ہاتھ کے واپس لے گا اسی طرح اگر ہاتھ کا ٹنا باندی میں واقع ہوا ہو تو بھی یہی حکم ہے کذافی المبسوط۔

اگر بچہ کی دونوں آنکھیں پھوڑ دی گئیں پس مشتری نے اس کو دے کر اس کی قیمت بھر لی پھر بائع نے دعویٰ کیا تو صحیح ہے اور

تمام ثمن واپس کرے اور آنکھ پھوڑنے والا مشتری سے اپنی قیمت لے لے گا اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مجرم پر ارش نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر ایک باندی کسی شخص کے پاس حاملہ ہوئی اس نے فروخت کر دی اور دام لے لیے پھر چھ مہینے سے کم میں مشتری کے پاس جنی پس بائع نے دعویٰ کیا اور مشتری نے تکذیب کی پھر اس کے بعد وہ بچہ قتل کیا گیا یا عمداً یا خطاءً اس کا ہاتھ کاٹا گیا تو مجرم پر اس صورت میں وہی دیت آئے گی جو آزادوں پر جرم کرنے سے آتی ہے اور اگر بچہ کی ماں پر کوئی جرم کیا تو مجرم پر وہ حکم ہوگا جو ام ولد عورتوں پر جرم کرنے کی سزا ہوتی ہے اور اگر بچہ نے خود جرم کیا تو مثل جرم آزادوں کے قرار دیا جائے گا اور اس کی ماں کا جرم مثل ام ولد کے جرم کرنے کے ہوگا اگرچہ قاضی نے اس کی آزادی وام ولد ہونے کا حکم نہ کیا ہو اور قبل دعوت بائع کے ان دونوں سے جرم صادر ہوا تو یہ بائع پر پڑے گا مشتری پر نہ ہوگا اور وہ مختار ہوگا اگر اس سے آگاہ ہو کذا فی الحاوی۔

اگر باندی مشتری کے پاس چھ مہینے سے کم میں بچہ جنی اور وہ بچہ بڑا ہوا اور مشتری کے پاس اس کے ایک لڑکا پیدا ہوا پھر پہلا لڑکا مر گیا اور اس کے بیٹے کا بائع نے دعویٰ کیا تو صحیح نہیں ہے اور جس عورت سے شوہر سے لعان واقع ہوا اس کا لڑکا اگر جوان ہوا اور ایک لڑکا چھوڑ کر مر گیا پھر شوہر ملاعن سے اس کا دعویٰ کیا تو دعوت صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر باندی مشتری کے پاس چھ مہینے سے کم میں بچہ جنی پھر دو گواہوں نے گواہی دی کہ بائع نے اس بچہ کے نسب کا وقت پیدائش کے دعویٰ کیا ہے اور بائع انکار کرتا ہے پس اگر مشتری اس کا مدعی ہو تو گواہی مقبول ہے اور اگر مشتری مدعی نہیں ہے پس اگر یہ بچہ مؤنث ہے تو بھی یہی حکم ہے کہ گواہی مقبول ہوگی اور اگر مذکر ہے تو بھی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ وامام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہی حکم ہے لیکن امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے موافق مقبول نہ ہونی چاہئے نہ حق ولد میں اس لیے کہ غلام کی آزادی پر گواہی بدون دعوے کے امام کے نزدیک مقبول نہیں ہوتی ہے اور نہ باندی کے حق میں کیونکہ باندی کا حق آزادی اس باب میں بچہ کا تابع ہے اور اسی طرح بعض مشائخ نے میل کیا ہے اور بعض نے کہا کہ یہ گواہی امام کے نزدیک بھی مقبول ہوگی کیونکہ یہ گواہی اگرچہ غلام کی آزادی پر قائم ہوئی لیکن حرمت فرج[1] کی متضمن ہے حتیٰ کہ اگر باندی مر گئی تو امام کے نزدیک مقبول نہ ہوگی اور اسی طرف شیخ الاسلام خواہر زادہ نے میل کیا ہے اور بعض نے کہا کہ یہ گواہی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مقبول ہے اگرچہ باندی مر گئی ہو کیونکہ غلام کی آزادی اس شے مقصود نہیں ہے بلکہ صرف ثبوت نسب مقصود ہے اور آزاد ہو جانا اس پر مبنی ہوتا ہے اور یہ جائز ہے کہ نسب گواہی سے بدون دعوے کے ثابت ہو اور اسی طرف شمس الائمہ حلوائی نے میل کیا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر باندی کسی کے پاس حاملہ ہوئی اس نے فروخت کر دی پھر قبل پیدا ہونے کے پیٹ کے بچہ کا دعویٰ کیا اور مشتری نے کہا کہ اس کو پیٹ نہیں ہے پھر دائیوں کو دکھایا انہوں نے کہا کہ حاملہ ہے تو بائع کی دعوت کی جب تک وضع حمل نہ ہو اجازت نہ ہوگی اسی طرح اگر مشتری نے حمل ہونے کی تصدیق کی لیکن کہا کہ تیرا نہیں ہے تو بھی جب تک وضع حمل نہ ہو دعوت کی تصدیق نہ ہوگی پس اگر چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوا تو اس کا بیٹا ہے اور اگر زیادہ میں پیدا ہوا تو تصدیق نہ کی جائے گی کذا فی الحاوی۔

اگر وقت بیع سے چھ مہینے سے کم میں بچہ ہوا پس مشتری نے کہا کہ اصل حمل تیری ملک میں نہیں قرار پایا بلکہ تو نے حاملہ خریدی تھی اور بائع نے کہا کہ نہیں اصل حمل میری ملک میں قرار پایا ہے تو بائع کا قول لیا جائے گا اور اگر دونوں نے گواہ دیے تو بائع کی گواہی اولیٰ ہے اور بلاشک یہ قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے موافق ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے موافق مشائخ نے اختلاف کیا ہے

[1] شرم گاہ کو بولتے ہیں

بعض نے کہا کہ ان کا قول بھی یہی ہے اور بعض نے کہا کہ ان کے موافق مشتری کی گواہی ہوئی ہے اور اس کی اصل اس صورت میں ہے کہ دونوں نے تاریخ خرید میں اختلاف کیا اور باندی بعد بیع کے دوسرے روز مشتری کے پاس بچہ جنی پس بائع نے اس کا دعویٰ کیا کہ میرا نسب ہے اور مشتری نے کہا کہ تیرے پاس حاملہ نہیں ہوئی تو نے بیچنے سے ایک مہینہ پیشتر حاملہ خریدی تھی اور بائع نے کہا کہ نہیں یک سال پیشتر خریدی تھی تو بائع کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ دیے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بائع کی گواہی مقبول ہوگی اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مشتری کی گواہی مقبول ہے یہ محیط میں ہے۔

باندی نے فروخت کے مابعد بچہ جنا☆

اگر اپنی باندی فروخت کی پس وہ مشتری کے پاس بچہ جنی پس بائع نے کہا کہ ایک مہینہ سے میں نے تیرے ہاتھ فروخت کی ہے بچہ میرا ہے اور مشتری نے کہا کہ چھ مہینے سے زیادہ ہوئے کہ تو نے میرے ہاتھ فروخت کی ہے بچہ تیرا نہیں ہے تو بالاتفاق مشتری کا قول لیا جائے گا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مشتری کے گواہ مقبول اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بائع کے مقبول ہوں گے یہ کافی میں ہے۔

ایک شخص نے ایک باندی خریدی بعد چند روز کے اس کے پیٹ ظاہر ہوا پس بائع سے جھگڑا ہوا پس بائع نے اس سے کہا کہ پنے پاس رہنے دے اگر ثابت ہوا تو میرا ہے اور اپنے غلام کو حکم دیا کہ ثمن مشتری کو واپس کر کے اس سے باندی لے لے پھر بعد اس ول کے چار ماہ سے کم میں باندی بچہ ڈال گئی کہ جس کی خلقت ظاہر تھی تو بچہ بائع کا نطفہ ہے اور باندی اس کی ام ولد ہوگئی واپس کی جائے گی اور بائع کو دام پھیر دینا واجب ہے یہ واقعات حسامیہ میں ہے اگر بیع سے چھ مہینے سے کم میں باندی ایک دختر جنی پھر وہ دختر یک لڑکا جنی اور مشتری نے یہ لڑکا آزاد کر دیا پھر بائع نے دختر کے نسب کا دعویٰ کیا تو دعوت صحیح ہے اور جب دختر کے حق میں دعوت صحیح ٹھہری تو لڑکے کے حق میں بھی صحیح ہوئی حتیٰ کہ حق مشتری باطل ہوگیا کذا فی المحیط۔

ایسے ہی اگر دختر دوسری دختر جنی تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر باندی بائع کے پاس دختر جنی پھر دختر کے لڑکا ہوا پھر لڑکے کو بیچا اور مشتری نے اسے آزاد کیا پھر بائع نے دختر کے نسب کا دعویٰ کیا تو بیع دعتق باطل ہوگئی اور اگر بائع نے دختر کو فروخت کیا اور مشتری نے آزاد کیا پھر بائع نے دختر پر نسب کا دعویٰ کیا تو صحیح نہیں ہے اور دختر کا لڑکا جو اس کے پاس ہے وہ آزاد ہو جائے گا گرچہ نسب بائع سے ثابت نہ ہوا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر باندی حاملہ ہوئی اور اپنے مالک کے پاس جنی پھر مالک نے اس کو فروخت کیا اور مشتری نے اپنے غلام سے اس کا نکاح کر دیا اور اس سے اولاد ہوئی پھر غلام مر گیا پس مشتری نے اس سے استیلاد[1] کیا پھر بائع نے اس بچے کا دعویٰ کیا جو اس کے پاس ہے تو نسب بائع سے ثابت ہو جائے گا اور مشتری کو غلام کا بیٹا اس کے حصہ ثمن میں واپس دے گا اور اگر مشتری نے باندی سے استیلاد نہ کیا تو دونوں اس کو واپس دیے جائیں گے اور انقسام ثمن میں باندی کی قیمت وقت بیع کی اور دوسرے بچہ کی قیمت وقت انفصال کی معتبر ہوگی اور بائع کے مرنے کے وقت اس کے جمیع مال سے آزاد ہوگا اور اگر بائع کے غلام کے بیٹے کو کہا کہ میرا بیٹا ہے تو آزاد ہو جائے گا مگر نسب بائع سے ثابت نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر باندی کو حاملہ ہونے کی حالت میں فروخت کیا پھر مشتری کے پاس بیع کے دوسرے دن جنی پھر دوسرا بچہ ایک سال بعد جنی بدون کسی شوہر کے پھر بائع و مشتری نے ایک ساتھ دونوں بچوں کے نسب کا اپنی طرف دعویٰ کیا تو دونوں بائع کی اولاد ہوں گے اور اگر مشتری نے ابتداءً دوسرے بچہ کا دعویٰ کیا تو وہ س کا بیٹا قرار دیا جائے گا اور باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی پھر اگر اس کے بعد بائع نے پہلے بچہ کا دعویٰ کیا تو اس کا نسب بائع سے

[1] یعنی اس کو اپنی ام ولد بنایا ۱۲

ثابت ہو کر اس کے حصہ ثمن کے عوض بیع کر دیا جائے گا اور اگر دونوں میں سے کسی نے کچھ دعویٰ نہ کیا یہاں تک کہ بائع نے فقط دوسرے بچہ کا دعویٰ کیا تو تصدیق نہ کی جائے گی اسی طرح اگر اوّل بچہ مر گیا پھر دونوں کا بائع نے دعویٰ کیا تو بھی یہی حکم ہے۔ کذا فی الحادی۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جامع میں فرمایا کہ ایک شخص کی باندی حاملہ ہوئی اس نے کسی کے ہاتھ فروخت کر دی اور مشتری کے پاس ایک بچہ جنی اس بچہ کا بائع کے باپ نے دعویٰ کیا اور مشتری نے تصدیق کی اور بائع نے تکذیب خواہ تصدیق کی تو دعوت باطل ہے اور نسب بائع کے باپ سے ثابت نہ ہوگا اور اگر مشتری نے تصدیق کی اور بائع نے تکذیب کی تو دعوت صحیح ہے مشتری بائع سے ثمن واپس نہیں کر سکتا ہے (بائع کے باپ کی اس دعوے میں تصدیق کرنے کے سبب سے) اور بائع کا باپ بائع کو باندی کی قیمت میں کچھ ضمان نہ دے گا اور مشتری کی بائع کے باپ پر نہ باندی کی قیمت ہے اور نہ اس کے بچہ کی اور اگر دونوں نے باپ کے باپ کی تصدیق کی تو باندی اس کی ام ولد ہو گی اور بچہ کا نسب اس سے ثابت ہو گیا اور مشتری اپنا ثمن بائع سے لے گا اور بائع کو بائع کا باپ باندی کی قیمت کی ضمان دے گا یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص کی باندی کے جوڑیا دو بچہ پیدا ہوئے پس مالک نے ایک کو فروخت کر دیا اور بائع کے باپ نے دونوں بچوں کے نسب کا دعویٰ کیا اور بائع و مشتری نے اس کی تکذیب کی تو دعوت صحیح ہے اور دونوں بچوں کا نسب اسی سے ثابت ہوگا اور بائع کے قبضہ والا بچہ بلا قیمت آزاد ہو جائے گا اور جو مشتری کے قبضہ میں ہے وہ ویسا ہی غلام رہے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر باندی کو مع ایک بچہ کے فروخت کیا پھر بائع کے باپ نے دونوں بچوں کے نسب کا دعویٰ کیا اور بائع و مشتری نے اس کی تکذیب کی پس امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر دعوت باطل ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ دعوت باندی کے حق میں صحیح نہیں اور نہ وہ ام ولد ہو گی لیکن بائع کے باپ کی دعوت دونوں بچوں کے حق نسب کی راہ سے صحیح ہے مگر آزادی کی راہ سے صحیح نہیں ہے پس جولڑکا فروخت ہوا ہے اس کی آزادی کا حکم نہ ہوگا بلکہ وہ مشتری کا غلام رہے گا اور باقی بچہ قیمت سے آزاد ہو جائے گا اور اگر مشتری نے اس کی تصدیق اور بائع نے تکذیب کی تو بلا خلاف باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی اور اس پر اپنے بیٹے یعنی بائع کو قیمت دینی واجب ہو گی اور بلا خلاف دونوں بچوں کا نسب اس سے ثابت ہوگا اور بکا ہوا بچہ بلا خلاف بغیر قیمت کے آزاد ہو جائے گا اور باقی بچہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بقیمت آزاد ہوگا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بلا قیمت آزاد ہوگا اور اگر بائع نے اپنے باپ کے دعویٰ کی تصدیق کی اور مشتری نے تکذیب کی تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بائع کے باپ سے دونوں بچوں کا نسب ثابت ہوگا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ثابت نہ ہونا چاہئے اور صحیح یہ ہے کہ یہی سب کا قول ہے۔ پھر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب میں اس صورت میں بچہ کا حکم ذکر کیا اور ماں کا حکم ذکر نہ کیا اور قاضی امام ابو حازم و قاضی امام ابو الہیثم پر قیاس قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بائع مدعی کو یعنی باپ کو باندی کی قیمت ام ولد کی حالت کی دے گا اور باپ اس کا بائع کو مملوک محض کی حالت کی قیمت دے گا اور اکثر مشائخ نے فرمایا کہ بالاتفاق باپ و بیٹے میں سے کوئی کسی کو کچھ ضمان نہ دے گا یہ محیط میں ہے اور اگر مبیعہ[1] باندی ایک پیٹ سے جوڑیا دو بچے چھ مہینے سے کم میں جنی پس بائع نے ایک کا دعویٰ کیا تو دعوت صحیح ہے اور دونوں کا نسب اس سے ثابت ہوگا اور جو کچھ بیع و عتق اس میں واقع ہوا سب باطل ہو جائے گا اسی طرح اگر ایک بعد بیع کے چھ مہینے سے کم میں اور دوسرا زیادہ میں جنی مگر پیٹ ایک ہی ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مشتری نے پہلے دونوں کا دعویٰ کیا پھر بائع نے تو بائع کی تصدیق نہ ہو گی اور دونوں مشتری کے

[1] فروخت شدہ یعنی بیچی ہوئی ۱۲

نطفہ سے قرار دیئے جائیں گے اور اگر ایک بچہ پر کچھ جرم کیا گیا اور مشتری نے اس کا ارش جرمانہ لے لیا پھر دونوں کا بائع نے دعویٰ کیا کہ میرے نسب سے ہیں تو صحیح ہے اور ارش وکسب (کمائی ۱۲) مشتری کا ہوگا اور اگر ایک قتل کیا گیا اور مشتری نے اس کی قیمت لے لی تو قیمت مقتول کی اس کے وارثوں کی ہوگی اور دیت[1] کی طرف تحویل نہ ہوگی اور اگر مشتری نے ایک کو آزاد کیا پھر وہ قتل ہوا اور میراث چھوڑ گیا اور مشتری نے اس کی دیت ومیراث ولاء میں لے لی پھر بائع نے دونوں کا دعویٰ کیا تو صحیح ہے اور دیت ومیراث مشتری کے لے لے گا اور ولاء باطل ہو جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر ایک شخص کے پاس ایک باندی دو بچہ ایک ہی پیٹ سے جنی پس ایک کو اس نے فروخت کیا اور مشتری نے خرید ے ہوئے بچہ کا دعویٰ کیا کہ میرے نسب سے ہے تو دعویٰ صحیح ہے اور دونوں بچوں کا نسب اس سے ثابت ہوگا اور دوسرا بچہ آزاد نہ ہوگا اور نہ باندی اس کی ام ولد ہوگی یہ محیط میں ہے۔

جوڑیا دو بچوں میں سے ایک فروخت کیا اور دوسرے کے نسب کا دعویٰ کیا تو دونوں کا نسب مدعی سے ثابت ہوا اور اگر مشتری نے اس کو آزاد کیا ہے تو عتق باطل ہوگا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ اصل علوق بائع کی ملک میں ہوا ہو اور اگر اصل نطفہ قرار پانا بائع کی ملک میں نہ ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو بھی دونوں کا نسب بائع سے ثابت ہوگا لیکن وہی آزاد ہوگا جو بائع کے پاس ہے اور مشتری کا آزاد کرنا باطل نہ ہوگا اور بیع بھی باطل نہ ہوگی یہ کافی میں ہے۔

ایک شخص نے دو غلام جو جوڑیا دوسرے کی ملک میں پیدا ہوئے تھے خرید ے پھر ایک کو فروخت کر دیا پھر دونوں کے نسب کا دعویٰ کیا تو دونوں کا نسب مشتری سے ثابت ہوگا لیکن دوسرے کی بیع نہ ٹوٹے گی اسی طرح اگر مشتری سے خریدنے والے نے دونوں کے نسب کا دعویٰ کیا تو مشتری ثانی سے دونوں کا نسب ثابت ہوگا لیکن جو مشتری اوّل کے پاس ہے وہ ویسا ہی مملوک رہے گا جیسا تھا یہ مبسوط میں ہے۔

ایک شخص کی باندی تھی وہ اس کے پاس حمل سے ہوئی اور ایک بچہ جنی وہ بالغ ہوا اور ملک نے اپنی ایک باندی سے اس کا نکاح کر دیا اس کے ایک بچہ پیدا ہوا اور مولیٰ نے اس بچہ کو فروخت کر دیا اور مشتری نے اسے آزاد کر دیا پھر بائع نے بالغ لڑکے کے نسب کا دعویٰ کیا تو دعوت جائز ہے بشرطیکہ دعویٰ کے دن باطل ہوگی اور اس پر ثمن واپس کرنا لازم ہوگا اور اگر بائع نے بڑے لڑکے کے نسب کا دعویٰ نہ کیا بلکہ دوسرے کے نسب کا جس کو فروخت کیا ہے دعویٰ کیا تو سماعت نہ ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اگر ایک شخص نے ایک باندی اور اس کا بچہ یا باندی حاملہ خریدی۔ پھر باندی کو فروخت کیا پھر اس شخص یا دوسرے سے اس کو خریدا اور اس کے بچہ کے نسب کا دعویٰ کیا تو دعوت جائز ہے بشرطیکہ دعویٰ کے دن بچہ اس کی ملک میں ہو اور کوئی بیع یا عقود جو اس میں یا اس کے ماں میں جاری ہو چکے ہوں فسخ نہ ہوں گے اور اگر اصل حمل اسی شخص کے پاس واقع ہوا ہو تو سب بیع وعقد جو واقع ہوئے ہوں باطل شمار ہوں گے کذافی الحاوی۔

ایک شخص نے ایک غلام اور اس کے باپ نے اس غلام کا دوسرا بھائی جو جوڑیا ہوا ہے خریدا۔ پس ایک کے نسب کا اس کے قابض نے دعویٰ کیا تو دونوں کا نسب اس سے ثابت ہوگا اور دوسرے کا قبضہ والا غلام بھی بسبب قرابت کے آزاد ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

---

[1] قولہ دیت کی طرف الی آخرہ یعنی یہ حکم نہ ہوگا کہ دعوت بائع سے مقتول آزاد قتل ہوا جس کے عوض حریت واجب ہو کر قاتل سے لی جائے بلکہ مملوک مقتول کی قیمت ہی واجب رہے گی ۱۲

اگر کوئی باندی تین روز کی شرط خیار پر خریدی پھر تیسرے روز اس کے پاس وہ بچہ جنی اس کا مشتری نے دعویٰ کیا تو دعوت صحیح ہے اور اگر خیار بائع کا ہو اور مشتری نے بچہ کا دعویٰ کیا تو بائع کو خیار باقی ہے اگر اس نے بیع کی اجازت دی تو مشتری سے بچہ کا نسب ثابت ہوگا جیسا بعد اجازت کے از سر نو دعویٰ کرنے میں ثبوت ہوتا اور اگر بائع نے بیع توڑی تو مشتری کی دعوت نسب باطل ہوگئی یہ مبسوط میں ہے۔

دو باندیوں میں سے پسند کی باندی لینے کا مسئلہ☆

اگر زید نے دو باندیاں عمرو سے اس شرط پر لیں کہ مجھے خیار ہے دونوں میں جس کو چاہوں گا ہزار درم کو لے لوں گا اور دوسری کو واپس کر دوں گا پھر دونوں اس کے پاس بچہ جنیں اور زید نے اقرار کیا کہ دونوں بچے میرے نسب سے ہیں لیکن اس نے یہ معین نہ کیا کہ پہلے کس سے وطی کی تھی تو اس کا اقرار ایک کے بچہ میں صحیح ہے اور یہ وہی ہوگی جس پر بیع واقع ہو اور مشتری کے اختیار سے متعین ہو جائے پس حکم دیا جائے گا کہ بیان کرے جب تک زندہ ہے اور اگر بیان سے پہلے مر گیا تو بیان کرنا وارثوں پر رکھا جائے گا پس اگر انہوں نے کہا کہ ہمارے باپ نے پہلے اس باندی سے وطی کی ہے تو اسی باندی کے بچہ کا نسب زید سے ثابت ہوگا اور وارثوں کے ساتھ وارث ہوگا اور یہی باندی میت کی ام ولد ہو جائیں گی اور اس کے مرجانے کی وجہ سے آزاد ہوگی اور وارثوں پر اس کے دام بائع کو دینے واجب ہوں گے اور میت کے ترکہ سے ادا کریں اور دوسری باندی مع اس کے عقر[1] کے بائع کو واپس کریں پس یہ باندی بائع ہوگی جیسا کہ میت کے بیان کے بعد واپس کرنے سے بائع کی باندی ہوتی اور اگر بعضے وارثوں نے کہا کہ پہلے اس سے وطی کی اور دوسری نے کہا کہ بلکہ پہلے اس سے وطی کی تو جس کی نسبت پہلے بعضوں نے کہا کہ اس سے اوّل وطی کی ہے وہی ام ولد ہونے کے واسطے متعین ہوگی اور دوسری واپس ہوگی اور اگر وارثوں نے اتفاق کیا کہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ پہلے کس سے وطی کی ہے تو کسی کا نسب میت سے ثابت نہ ہوگا لیکن دونوں بچوں اور دونوں باندیوں میں سے ہر ایک کا آدھا آدھا آزاد ہوگا اور ہر ایک اپنے اپنے آدھے کے واسطے نصف قیمت کی سعی کریں گی اور وارث لوگ بائع کو ہر ایک باندی کا نصف ثمن اور نصف عقر ترکہ میت سے ادا کریں اور اگر مشتری نے انتقال کیا اور دونوں بچوں کے نسب کا دعویٰ کیا اور بائع نے بھی دونوں کے نسب کا دعویٰ کیا تو اسکی دو صورتیں ہیں اوّل یہ ہے کہ بائع کی دعوت بعد دعوت مشتری کے ہو پس اس صورت میں بائع کی دعوت اس بچہ میں اور اس کی ماں میں صحیح ہوگی جو اس کو واپس دیا جائے خواہ دونوں باندیاں وقت بیع سے چھ مہینے سے کم میں جنی ہوں یا زیادہ میں۔ دوم یہ کہ دونوں نے ایک ساتھ بچوں کا دعویٰ کیا پس اگر بیع سے چھ مہینے میں بچہ پیدا ہوئے تو جو بچہ بائع کو واپس ملے اس میں دعوت نسب صحیح ہوگی اور جو مشتری کا ہوگا اس میں صحیح نہیں ہے اور اگر چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوئے تو دونوں بچوں میں بائع کی دعوت اولیٰ ہے یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے اپنی ام ولد فروخت کر دی اور مشتری جانتا ہے کہ یہ بائع کی ام ولد ہے پھر اس کے بچہ ہوا اور مشتری نے دعویٰ کیا تو صحیح نہیں ہے اور وہ بائع کا بچہ ہوگا اور اگر بائع نے اس کی نفی کی تو استحساناً مشتری سے اس کا نسب ثابت ہوگا اور بائع کا حق بمنزلہ اس بچہ کی ماں کے ہوگا اسی طرح اگر مشتری کو نہیں معلوم کہ یہ بائع کی ام ولد ہے تو بھی یہی حکم ہے لیکن بچہ آزاد ہو جائے گا جب کہ بائع نے اس کی نفی کی اور مشتری نے دعویٰ کیا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

---

[1] وہ مال جو وطی شبہہ کے عوض واجب ہوتا ہے ۱۲

فصل تیسری ☆

کسی شخص کا اپنے لڑکے کی باندی کے بچہ پر دعوے کرنے کے بیان میں

زید کی باندی بچہ جنی اس کے بچہ کا زید کے باپ نے دعویٰ کیا اور اصل حمل زید کے پاس نہ تھا اور زید نے تکذیب کی تو دعوت صحیح نہیں ہے لیکن اگر زید تصدیق کرے تو صحیح ہے مگر باندی کا مالک نہ ہوگا جیسا کہ ایک اجنبی کے دعویٰ کرنے میں ہوتا ہے لیکن زید کی طرف سے آزاد ہو جائے گا اسی طرح اگر زید کی مدبر باندی کے بچہ کا یا اس کی ام ولد کے ایسے بچہ کا جس کا زید نے انکار کیا ہے یا اس کی مکاتبہ کے بچہ کا جو حالت کتابت میں یا اس سے پہلے پیدا ہوا ہے باپ نے دعویٰ کیا تو بدون تصدیق زید کے صحیح نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

اگر زید نے ایک حاملہ باندی خریدی اور قبل جنے کے اس کو فروخت کیا پھر وہ جنی اور زید کے باپ نے نسب کا دعویٰ کیا تو دعوت صحیح نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔

ایک شخص کی باندی اس کی ملک میں حاملہ ہوئی اس نے اس کو حالت حمل میں فروخت کیا اور مشتری نے اس پر قبضہ کر لیا پھر بائع نے اس کو خریدا اور چھ مہینے سے کم میں اس کا وضع حمل ہوا پھر بائع اوّل کے باپ نے نسب کا دعویٰ کیا اور بائع نے یعنی بیٹے نے اس کی تکذیب کی تو باپ کی دعوت باطل ہے اور اگر بیٹے نے تصدیق کی تو باندی اس کی ام ولد بقیمت ہو جائے گی اور بچہ کا نسب ثابت اور بلا قیمت آزاد ہوگا اور اگر مشتری نے اس کو بائع کے ہاتھ فروخت نہ کیا لیکن بسبب عیب کے بحکم قاضی یا بدوں حکم قاضی یا بخیار الشرط یا بخیار رویت یا بسبب فساد بیع کے بعد قبضہ کرنے کے بائع کو واپس کر دی پھر بائع کے باپ نے بچہ کا دعویٰ کیا تو یہ صورت اور صورت اولیٰ دونوں یکساں ہیں یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک شخص کی باندی ہے اس نے باندی سے وطی کی ہے پھر اس کے بعد اس کے بچہ پیدا ہوا اور اس شخص کے باپ نے دعویٰ کیا تو دعوت نسب جائز ہے کذا فی الحاوی۔

اگر باپ نے اقرار کیا میں نے اپنے بیٹے کی باندی سے جماع کیا حالانکہ مجھے معلوم ہے کہ وہ مجھ پر حرام ہے تو دعوت صحیح اور نسب بچہ کا ثابت ہوگا جیسا نہ جاننے کی صورت میں ہوتا ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر اپنے بیٹے کی باندی کے بچہ کا دعویٰ کیا اور باندی کی قیمت بیٹے کو ضمان دی پھر اس باندی کو کسی نے استحقاق ثابت کر کے لے لیا تو وہ باندی اور اس کا عقر اور بچہ کی قیمت باپ سے لے گا پھر باپ اپنے بیٹے سے باندی کی قیمت جو اس نے لے لی ہے واپس لے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر بیٹے نے بچہ کا دعویٰ کیا پھر باپ نے دعویٰ کیا یا دونوں نے ایک ساتھ دعویٰ کیا تو بیٹا اولیٰ ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔

اگر زید نے اپنے بیٹے کی باندی کے بچہ کا دعویٰ کیا حالانکہ بیٹا حر مسلم ہے اور زید غلام یا مکاتب یا کافر ہے تو زید کی دعوت صحیح نہیں ہے اور اگر باپ مسلمان اور بیٹا کافر ہو تو دعوت نسب ٹھیک ہے اور یہی قول صحیح ہے اور اگر دونوں ذمی ہیں مگر دونوں کی ملت مختلف ہے تو باپ کی دعوت صحیح ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر کسی کی باندی اس کی ملک میں حاملہ ہوئی اور بچہ جنی پس دادا نے اس کے نسب کا دعویٰ کیا حالانکہ باپ زندہ ہے حقیقۃً یا اعتباراً مثلاً وہ آزاد مسلمان ہو تو دادا کی دعوت باطل ہے اور اگر باپ نصرانی اور دادا و پوتا دونوں مسلمان ہوں یا باپ غلام یا مکاتب اور

دادا و پوتا دونوں آزاد ہوں تو دادا کا دعویٰ نسب صحیح ہے اور اگر باپ مرتد اور دادا و پوتا دونوں مسلمان ہوں تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دادا کی دعوت نسب متوقف رہے گی اگر باپ مسلمان ہو گیا تو باطل ہو جائے گی اور اگر حال ارتداد میں مر گیا یا قتل کیا گیا تو صحیح ہو گی اور اگر سب آزاد مسلمان ہیں پھر باندی کے حاملہ ہونے کی حالت میں باپ مر گیا اور اس کے مرنے سے چھ مہینے سے کم میں باندی کے بچہ ہوا اور دادا نے نسب کا دعویٰ کیا تو صحیح نہیں ہے اسی طرح اگر باپ نصرانی تھا اور دادا و پوتا دونوں مسلمان پھر باپ مسلمان ہو گیا اور باندی حاملہ تھی پس چھ مہینے سے کم میں بچہ جنی تو دادا کی دعوت نسب باطل ہے اسی طرح اگر والد مکاتب تھا اور دادا کے دعویٰ سے پہلے بدل کتابت ادا کر کے آزاد ہو گیا یا غلام تھا کہ قبل دعوت جد کے آزاد کیا گیا تو دادا کی دعوت نسب باطل ہے کذا فی المحیط۔

اگر باپ وقت علوق سے دعوت نسب تک معتوہ[1] ہے تو دادا کی دعوت صحیح ہے اور اگر معتوہ کو افاقہ ہو گیا پھر دادا نے دعویٰ کیا تو باطل ہے کذا فی الحاوی۔

اور اگر دادا نے نسب کا دعویٰ نہ کیا یہاں تک کہ باپ کو افاقہ ہو گیا اور فقط باپ نے بعد افاقہ کے بچہ کا دعویٰ کیا ہے تو استحسانا صحیح ہے کذا فی المحیط۔

فصل چہارم ☆

مشترک باندی کے بچہ کے نسب کا دعویٰ کرنے کے بیان میں

اگر دو شخصوں کی مشترک باندی دونوں کی ملک میں حاملہ ہو کر بچہ جنی اور ایک نے نسب کا دعویٰ کیا تو ثابت ہو گا اور باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی اور شریک کے حصہ کا بقیمت مالک ہو گا خواہ تنگدست ہو یا فراخ حال ہو اور نصف عقر کا ضامن ہو گا اور بچہ کی قیمت میں کچھ ضمان نہ دے گا یہ حاوی میں ہے۔

پس اگر مدعی نے دوسرے شریک سے کہا کہ باندی مجھ سے بچہ جننے سے پہلے تجھ سے ایک بچہ جن چکی ہے اور تو نے اس کا دعویٰ کیا ہے اور تیری ام ولد ہو چکی ہے اور شریک نے اس کی تصدیق کی مگر باندی نے تکذیب کی تو باندی اور بچہ پر دونوں کے قول کی تصدیق نہ کی جائے گی یہاں تک کہ دونوں کے حقوق جو مدعی کی طرف ثابت ہو گئے ہیں باطل ہوں گے اور مدعی سے ضمان باطل نہ ہو گی لیکن مقر نصف قیمت باندی کے ام ولد ہونے کی حالت کی ادا کرے گا اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ قول صاحبین کا ہے لیکن امام اعظمؒ کے نزدیک مقر اپنے مقر لہ[2] کے واسطے کچھ ضامن نہ ہو گا اور بعض نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ بالاتفاق سب کا قول ہے اور قول اوّل اشبہ و اقرب الی الصواب ہے پھر اگر باندی نے کسی ہنر سے کچھ کمایا اور باندی یا اس کا بچہ قتل کیا گیا اور عوض مال ملا تو یہ سب مقر کا ہوا اور اگر مدعی نے شریک سے کہا کہ تو نے باندی کو مجھ سے بچہ جننے سے پہلے آزاد کر دیا ہے اور شریک نے تصدیق کی تو باندی آزاد ہو گی اور وطی کرنے والے پر نصف قیمت و نصف عقر کی ضمان نہ ہو گی۔ دو شخصوں کی مشترک باندی ہے ایک نے کہا کہ یہ میری ام ولد اور تیری ام ولد ہے یا ہم دونوں کی ام ولد ہے پس اگر دوسرے نے تصدیق کی تو باندی دونوں کی ام ولد ہو جائے گی اور کوئی دوسرے کو کچھ ضمان نہ دے گا جیسے ایک ساتھ دونوں کے دعوے کرنے کی صورت میں ہے اور اگر دوسرے نے اس کی تکذیب کی تو مقر اپنے شریک کو اس کی نصف قیمت خواہ تنگدست ہو یا خوشحال ہو ادا کرے اور نصف عقر بھی ادا کرے پھر نصف باندی مقر کی ام ولد ہو گی اور آدھی موقوف رہے گی بمنزلہ ام ولد کے پھر اگر شریک نے مقر کے اقرار کی تصدیق کی تو باندی دونوں کی ام ولد ہو جائے گی اور جو اس نے ضمان لی

[1] مخبوط الحواس یعنی جس کے ہوش و حواس بجا نہ ہوں ۱۲ [2] مقر اقرار کنندہ مقر لہ وہ شخص جس کے واسطے مقر کسی چیز کا اقرار کرے ۱۲

ہے وہ واپس کرے اور اگر تصدیق نہ کی تو آدھی باندی مقر کی ام ولد اور آدھی موقوف بمنزلہ ام ولد کے ہے کہ ایک روز مقر کی خدمت اور ایک روز متوقف رہے پس اگر ایک مرگیا تو تصدیق کرنے کی صورت میں باندی آزاد ہو جائے گی خواہ کوئی مرجائے اور باندی ام ولد پر دوسرے زندہ کے واسطے سعی کرنی نہ ہوگی یہ قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک زندہ کے واسطے سعایت کرے اور تکذیب کرنے کی صورت میں بھی کوئی مرجائے باندی آزاد ہو جائے گی اور منکر کے واسطے سعی نہ کرے گی اور اگر منکر مرگیا تو بھی آزاد ہو جائے گی اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زندہ مقر کے واسطے سعی نہ کرے گی بخلاف قول صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کے یہ محیط میں ہے۔

مشترکہ باندی کے ہاں ولادت ☆

اگر باندی تین یا چار یا پانچ میں مشترک ہو اور سب نے ایک ساتھ اس کے بچہ کا دعویٰ کیا تو وہ سب کا بیٹا قرار دیا جائے گا سب سے اس کا نسب ثابت ہوگا اور باندی سب کی ام ولد ہوگی اور یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دو سے زیادہ سے ثابت نہ ہوگا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تین سے زیادہ ثابت نہ ہوگا کذا فی البدائع۔

اگر حصے ہر ایک کے مختلف ہوں تو بچہ کے حق میں حکم مختلف نہ ہوگا لیکن استیلاد ہر ایک کے حق میں بقدر اس کے حصہ کے ثابت ہوگا کذا فی الحاوی۔ بچہ کے دعوت نسب میں اگر دعوت استیلاد کا اعتبار متعذر رہو تو دعوت تحریر اعتبار کی جائے گی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے زیادات میں فرمایا کہ ایک باندی دو شخصوں میں مشترک ہے ان کے مالک ہونے کے وقت سے چھ مہینے یا زیادہ میں وہ بچہ جنی اور اس بچہ کی ولادت سے چھ مہینے یا زیادہ میں دوسرا بچہ جنی پس دونوں مولیٰ میں سے ایک نے کہا کہ چھوٹا میرا بچہ ہے اور بڑا میرے شریک کا ہے۔ پس اگر شریک نے اس کی تصدیق کی تو چھوٹے بچہ کا نسب اس کے مدعی سے ثابت ہوگا اور باندی اسی کی ام ولد ہوگی اور آدھی قیمت باندی کی خواہ تنگدست ہو یا فراخ حال ہو اپنے شریک کو آزاد کرے گا اور آدھا عقر بھی دے گا اور قیمت ولد میں کچھ نہ دے گا اور بڑے بچہ کا نسب بڑے کے مدعی سے ثابت ہوگا اور یہ مدعی بڑے کا آزاد کرنے والا شمار ہوگا در حالیکہ وہ دونوں میں مشترک ہے پس بڑے کے مدعی پر بڑے کی نصف قیمت شریک کو دینی واجب ہوگی اگر خوشحال ہے اور تنگدست ہے تو بڑا بچہ سعی کر کے نصف قیمت اپنی ادا کرے اور باندی بڑی کے مدعی کی ام ولد نہ ہوگی اور بڑے کا مدعی نصف عقر بھی اپنے شریک کو ادا کرے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ شریک نے چھوٹے کے مدعی کی تصدیق کی ہے اور اگر تکذیب کی تو چھوٹے بچہ کے مدعی کے حق میں وہی حکم سابق جو مذکور ہوا اس صورت میں بھی جاری ہوگا اور بڑے بچہ کا نسب کسی سے ثابت نہ ہوگا لیکن بڑا آزاد ہو جائے گا گویا ایسا واقعہ ہوا کہ ایک غلام دو شخصوں میں مشترک تھا ایک نے گواہی دی کہ دوسرے نے اس کو آزاد کر دیا ہے حالانکہ دوسرا منکر ہے یہ سب اس وقت میں ہے کہ ایک نے کہا کہ چھوٹا میرا ہے اور بڑا بچہ میرے شریک کا ہے اور اگر یوں بیان کیا کہ بڑا بچہ میرے شریک کا ہے اور چھوٹا میرا ہے پس اگر شریک نے اس قول میں اس کی تصدیق کی تو بڑے بچہ کا نسب شریک مصدق سے ثابت ہوگا اور باندی اسی کی ام ولد ہو جائے گی اور چھوٹے بچہ کے مدعی کو باندی کی نصف قیمت اور نصف عقر خواہ تنگدست ہو یا خوشحال ہو ادا کرے گا اور بچہ کی قیمت میں کچھ نہ دے گا اور استحساناً چھوٹے بچہ کا نسب اس کے مدعی سے ثابت ہوگا اور وہ اس بچہ کی پوری قیمت اپنے شریک کو ادا کرے گا اور باندی کا پورا عقر بھی دے گا اور کتاب الدعویٰ میں مذکور ہے کہ نصف عقر دے گا اور اگر شریک نے اس کے قول کی تکذیب کی تو چھوٹے بچہ کا نسب اس کے مدعی سے ثابت ہوگا اور باندی اسی کی ام ولد ہو جائے گی اور اپنے شریک کو باندی کی نصف قیمت اور نصف عقر ادا کرے گا اور بچہ کی قیمت میں کچھ نہ دے گا اور بڑے بچہ کا نسب شریک سے ثابت نہ ہوگا کذا فی المحیط۔

دو شخصوں نے ایک باندی خریدی وہ چھ مہینے میں بچہ جنی پس ایک نے نسب ولد کا اور دوسرے نے اس کی ماں کا دعویٰ کیا تو دعوت صاحب ولد کی معتبر ہوگی اور باندی اسی کی ام ولد ہوگی اور بچہ حر ہوگا اور شریک کو آدھی قیمت باندی کی اور آدھا عقر دے گا اور اگر خریدنے سے چھ مہینے سے کم میں جنی اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہے تو ہر ایک کی دعوت نسب صحیح ہے اور باندی کا مدعی اپنے شریک کے واسطے کچھ ضامن نہ ہوگا اور نہ باندی اس کے حق کے واسطے سعی و مشقت کرے گی یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک نصف قیمت کا ضامن ہوگا اگر خوشحال ہے ورنہ باندی سعی کرے گی اگر تنگدست ہے اور آدھے عقر کا ضامن نہ ہوگا اور نہ مدعی اوّل دوسرے کو بچہ کی قیمت دے گا اور نہ باندی کی قیمت اور نہ اس کا عقر۔ پس اگر باندی چھ مہینے بعد لڑکی جنی اور لڑکی کے بچہ ہوا پس ایک نے اوّل بچہ کا اور دوسرے نے دوسرے بچہ کا ایک ساتھ دعویٰ کیا خواہ ثانی یعنی باندی زندہ ہے یا مرگئی ہے تو ہر ایک کی دعوت صحیح ہے پس باندی پہلے کی ام ولد ہوگئی اور اس پر باندی کی نصف قیمت و نصف عقر لازم آیا اور بچہ کی قیمت کچھ نہ دے گا اور دوسرے بچہ کا مدعی بڑی لڑکی کو اس کا آدھا عقر دے گا اور یہی اصح ہے اور بڑے کا مدعی ثانی کی نصف قیمت اور نصف عقر کا ضامن ہوگا اور بڑے کی قیمت کا کچھ ضامن نہ ہوگا پس اگر ثانی یعنی باندی قتل کر ڈالی گئی اور ہنوز کسی نے نسب کا دعویٰ نہیں کیا ہے اور دونوں نے اس کی قیمت لے کر باہم برابر تقسیم کر لی پھر دونوں نے دعویٰ کیا تو باندی کی قیمت میں سے کچھ ضامن نہ ہوگا اور بڑے بچہ کا مدعی دوسرے کو باندی کا آدھا عقر بسبب اقرار وطی کے دے گا اور ماں کی قیمت میں کچھ نہ دے گا یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک ماں کی آدھی قیمت دے گا اگر خوشحال ہے اور چھوٹے بچہ کے مدعی پر کچھ ضمان نہیں ہے اور بڑا بچہ یعنی لڑکی اپنے مدعی کی ہوگی اور دوسرے مدعی کی ام ولد ہو جائے گی اور اگر ثانی چھ مہینے سے کم میں بچہ جنی اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو بڑے بچہ کی دعوت باطل اور چھوٹے بچہ کی دعوت صحیح ہے اور اس بچہ کی ماں ام ولد ہو جائیں گی اور بڑے بچہ یعنی لڑکی کی آدھی قیمت اور آدھا عقر اپنے شریک کو دے اور یہ اس کی ام ولد ہوگئی اور بڑی لڑکی کا مدعی باندی کی آدھی قیمت اپنے شریک کو دے اور وہ اس کی ام ولد ہو جائے گی اگر زندہ ہے ورنہ اگر مرگئی تو نہیں ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

دو شخصوں نے ایک باندی خریدی پس اس نے ان دونوں کی ملک میں چھ مہینے سے کم میں ایک بچہ جنا پس بچہ کا ایک نے دعویٰ کیا تو صحیح ہے اور باندی اس کی ام ولد ہوگی اور شریک کو آدھی قیمت جو دعویٰ کے روز باندی کی تھی ادا کرے خواہ تنگدست ہو یا خوشحال ہو اور اس کا عقر کچھ نہ دے گا پس بچہ کا حکم مثل اس غلام کے ہے جو دو شخصوں میں مشترک ہے کہ اس کو ایک نے آزاد کر دیا یہ محیط میں ہے۔

اگر باندی دو شخصوں میں مشترک ہو اور اس کے دو بچہ پیدا ہوئے پس ہر ایک نے ایک ایک بچہ کا دعویٰ کیا پس ایک پیٹ سے دونوں پیدا ہوئے ہیں اور ایک مدعی نے بڑے کا اور دوسرے نے چھوٹے کا دعویٰ کیا اور معاً دونوں کی زبان سے دعویٰ نکلا تو دونوں کا نسب دونوں سے ثابت ہوگا اور اگر ایک نے دعوت میں سبقت کی تو دونوں کا نسب اس سے ثابت ہوگا اور دونوں آزاد ہو جائیں گے اور باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی اور باندی کی آدھی قیمت و آدھا عقر دوسرے شریک کو ادا کرے گا اور اگر دونوں بچے دو پیٹ سے پیدا ہوئے اور ایک نے بڑے کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے چھوٹے کا اور دونوں کا کلام ساتھ ہی زبان سے نکلا تو بڑے کا نسب اس کے مدعی سے ثابت ہوگا اور آزاد ہو جائے گی اور باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی اور باندی کی آدھی قیمت اور آدھا عقر شریک کو ادا کرے گا اور چھوٹے کا نسب اس کے مدعی سے ثابت ہوگا استحساناً اور اس کو بڑے بچہ کے مدعی کو عقر دینا پڑے گا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ دونوں کا کلام ایک ساتھ زبان سے نکلا۔ اگر مدعی نے بڑے بچہ کا دعویٰ پہلے کیا تو نسب اس کا ثابت ہو جائے گا اور وہ آزاد

ہو جائے گا اور باندی ام ولد ہو جائے گی اور اس کو آدھی قیمت باندی کی اور آدھا عقر دوسرے شریک کو دینا پڑے گا پھر اس کے بعد اگر دوسرے نے چھوٹے بچہ کا دعویٰ کیا تو دوسرے کی ام ولد کے بچہ[1] کا دعویٰ کیا پس دوسرے کے تصدیق کی حاجت ہوگی۔ اگر اس نے تصدیق کی تو نسب ثابت ہوگا اور مثل ام ولد کے قرار دیا جائے گا اور اگر تکذیب کی تو نسب ثابت نہ ہوگا اور اگر ایک نے پہلے چھوٹے بچہ کا دعویٰ کیا تو وہ آزاد ہو جائے گا اور مدعی سے اس کا نسب ثابت ہوگا اور باندی مدعی کی ام ولد ہو جائے گی اور آدھی قیمت اور آدھا عقر باندی کا دوسرے شریک کو ملے گا اور بڑا بچہ دونوں میں مشترک غلام ہوگا اور اگر اس کے دوسرے نے بڑے کا دعویٰ کیا تو ایسا ہے کہ گویا ایک مشترک غلام کو ایک نے آزاد کر دیا یعنی مدعی کا حصہ آزاد ہوگا اور نسب ثابت ہوگا اور دوسرے کو اختیار ہے چاہے یوں ہی آزاد کرے یا اپنے حصہ کے واسطے سعی کرائے اور اگر چاہے تو آزاد کرنے والے سے ضمان لے بشرطیکہ وہ خوشحال ہو اور اگر تنگدست ہو تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کو سعایت اور آزادی میں اختیار ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اس کو ضمان لینے کا اختیار ہے اگر خوشحال ہو اور اگر شریک تنگدست ہو تو سعی کرا سکتا ہے اور کچھ نہیں یہ شرح طحاوی میں ہے۔

ایک شخص مر گیا اور دو بیٹے اور باندی چھوڑی اس کو حمل ظاہر ہوا پس ایک بیٹے زید نے کہا کہ حمل ہمارے باپ سے ہے اور دوسرے عمرو نے کہا کہ مجھ سے ہے اور زید و عمرو دونوں سے معاً دعویٰ واقع ہوا تو حمل عمرو کا قرار دیا جائے گا اور عمرو باندی کی نصف قیمت و نصف عقر زید کو ادا کرے گا اسی طرح اگر عمرو نے دعویٰ میں سبقت کی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر زید کی طرف سے سبقت ہوئی تو اس کے اقرار سے باپ کا نسب ثابت نہ ہوگا لیکن باندی اور اس کے پیٹ کا بچہ اس کی طرف سے بقدر اس کے حصہ کے آزاد ہو گی یہ مبسوط میں ہے۔ اور زید دوسرے بھائی کو باندی یا اس کے بچہ کی ضمان کچھ نہ دے گا یہ محیط میں ہے۔

عمرو کا دعویٰ کرنا نسب کا جائز ہے اور بچہ کا نسب اس سے ثابت ہوگا اور باندی کی قیمت کی کچھ ضمان نہ دے گا مگر نصف عقر کا ضامن ہوگا اگر زید طلب کرے یہ مبسوط میں ہے۔

ایک باندی دو شخصوں میں مشترک ہے ایک اپنے حصہ کا ایک مہینہ سے مالک ہوا ہے اور دوسرا عمرو چھ مہینے سے مالک ہوا ہے اس کے ایک بچہ ہوا پس دونوں نے دعویٰ کیا تو عمرو کو ملے گا اور عمرو نصف قیمت و نصف عقر کا ضامن ہوگا اور کتابت میں مذکور نہیں ہے کہ کس کو ضمان دے گا اور چاہئے یہ ہے کہ بائع کو ضمان دے نہ شریک کو اور بائع کو واجب ہے کہ زید کو پورا ثمن واپس کرے اور مشائخ نے فرمایا کہ زید کا چاہئے کہ تمام عقر کی ضمان شریک کو دے کیونکہ زید نے دوسرے کی ام ولد سے وطی کرنے کا اقرار کیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

یہ حکم اس وقت ہے کہ دونوں مالکوں کی ملک کا حال معلوم ہو یعنی ایک کی ملک مقدم ہے اور اگر معلوم نہ ہو تو نسب دونوں سے ثابت ہوگا اور باندی دونوں کی ام ولد ہوگی اور کسی کا دوسرے پر عقر نہیں ہے اور نصف عقر کی ضمان دونوں بائع کو ادا کریں اور اسی طرف شیخ الاسلام نے میل کیا ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ کسی پر دونوں میں سے بالکل عقر دینار لازم نہیں آتا ہے اور اسی طرف شمس الائمہ سرخسی نے میل کیا ہے اور قول اوّل ہمارے اصحاب کے اصول کے موافق اشبہ ہے ہکذا فی المحیط۔

ایک باندی ایک شخص زید و دوسرے نابالغ میں مشترک ہے اس نے بچہ جنا پس زید و نابالغ کے باپ نے دعویٰ کیا تو مالک رقبہ سے نسب ثابت ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایک باندی دو شخصوں میں مشترک ہے اس کے ایک بچہ ہوا اس کا ایک شخص نے اپنے مرض الموت میں دعویٰ کیا تو دعوت صحیح

[1] کیونکہ وہ تو بڑے بچہ کے مدعی کی بحکم قاضی ام ولد ہو چکی تو اب دوسرے کا دعویٰ دوسرے کے دعویٰ کی ام ولد کے بچہ کا دعویٰ ٹھہرا ۱۲

ہے اور بچہ کا نسب اس سے ثابت ہوگا اور باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی اور بعد مرنے کے اس کے تمام مال سے آزاد ہو جائے گی اور یہ حکم اس وقت ہے کہ بچہ ظاہر ہوا اور اگر ظاہر نہ ہو تو تہائی مال سے آزاد ہوگی یہ محیط میں ہے۔

باپ بیٹے کے درمیان مشترک باندی ☆

اگر ایک باندی باپ و بیٹے میں مشترک ہو اور اس کے بچہ پر دونوں نے معاً دعویٰ کیا تو استحساناً باپ کا نطفہ قرار دیا جائے گا اور وہ نصف قیمت و نصف عقر باندی کا ضامن ہوگا اور بیٹا بھی نصف عقر کا ضامن ہوگا پس عقر میں بدلا ہو جائے گا اور یہی حکم دادا کا ہے اگر باپ مر گیا ہو اور اگر بھائی یا چچا یا اجنبی ہو تو سب کا حکم مثل اجنبیوں کے ہے کذا فی الحاوی اور اگر دادا و پوتے میں باندی مشترک ہو اور دونوں نے معاً دعویٰ کیا حالانکہ باپ زندہ موجود ہے تو دونوں سے نسب ثابت ہوگا کذا فی شرح الطحاوی۔

ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے ایسی باندی سے جو اس کے بیٹے اور اجنبی میں مشترک ہے وطی کی اور اس سے بچہ ہوا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس پر بیٹے کے واسطے نصف قیمت باندی کی اور دوسرے کے واسطے آدھی قیمت باندی آدھا عقر واجب ہوگا کذا فی المحیط۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک باندی بیٹے اور باپ اور دادا میں مشترک ہے اس کے بچہ پیدا ہوا اور سب نے معاً دعویٰ کیا تو دادا اولیٰ ہے اور ان دونوں پر پورا عقر دادا کو دینا واجب ہوگا اگر دادا نے تصدیق کی کہ ان دونوں نے اس سے وطی کی ہے اور اگر تصدیق نہ کی تو کچھ نہیں دینا پڑے گا اور یہ باندی دادا کو حلال نہیں ہے اگرچہ دونوں کے وطی کرنے کی تکذیب کی ہو پس یہ صورت ایسی نہیں ہے کہ بیٹے نے باپ کی باندی سے وطی کرنے کا دعویٰ کیا اور باپ نے تکذیب کی کیونکہ باپ پر حرام نہیں ہوتی ہے یہ حاوی میں ہے۔

اگر مکاتب و حر مین[1] ایک باندی مشترکہ ہو اور اس کے بچہ ہوا پس مکاتب نے نسب ولد کا دعویٰ کیا یہاں تک کہ اس بچہ کا نسب ثابت ہو گیا تو اپنی شریک کو باندی کی قیمت و نصف عقر تاوان دے اور اگر آزاد و غلام تاجر میں مشترک ہو اور بچہ جنی اور غلام تاجر نے نسب کا دعویٰ کیا یہاں تک کہ نسب اس سے ثابت ہو گیا تو وہ باندی کی قیمت میں شریک کو کچھ ضمان نہ دے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر باندی حر و مکاتب کے درمیان ہو تو حر اداے ہے کذا فی الحاوی۔

باندی ذمی و مسلمان کے درمیان مشترک ہے اس کے بچہ ہوا اس پر دونوں نے دعویٰ کیا تو ہمارے نزدیک مسلمان کا بیٹا قرار دیا جائے گا اور اگر ذمی مسلمان ہو گیا پھر باندی کے بچہ ہوا اور دونوں نے دعویٰ کیا تو دونوں کا بیٹا قرار دیا جائے گا دونوں سے میراث لے گا اور دونوں اس کے وارث ہوں گے خواہ باندی میں نطفہ قرار پانا ذمی کے اسلام سے پہلے ہو یا بعد ہو۔ اگر باندی دو مسلمان میں مشترک ہو پس ایک مرتد ہو گیا پھر باندی کے بچہ پیدا ہوا اور دونوں نے دعویٰ کیا تو مسلمان کا بچہ قرار دیا جائے گا خواہ دوسرے کے مرتد ہونے سے پہلے نطفہ قرار پایا ہو یا اس کے بعد اور جب بچہ مسلمان کا قرار پایا تو باندی اس کی ام ولد ہوگی اور مرتد کو اس کے مثل قیمت کی ضمان دے گا اور عقر میں دونوں کا بدلا ہو جائے گا کذا فی المحیط۔

اگر باندی مسلم و ذمی میں مشترک ہو اور مسلم مرتد ہو گیا پھر دونوں نے باندی کے بچہ کا دعویٰ کیا تو وہ بچہ مرتد کا قرار دیا جائے گا اور باندی اس کی ام ولد ہوگی اور نصف قیمت اور نصف عقر باندی کا ذمی کو دے اور ذمی نصف عقر اس کو ادا کرے اور اگر ان سب صورتوں میں کوئی شریک نے دعوت میں سبقت کی تو وہی اولیٰ ہوگا خواہ کوئی ہو کذا فی الحاوی ایک باندی مسلم و مرتد میں مشترک ہے

---

[1] شخص آزاد نہ مملوک ۱۲

دونوں نے نسب کا دعویٰ کیا تو بچہ مسلمان کا قرار دیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر مجوسی و کتابی میں مشترک ہو تو استحساناً کتابی کا نطفہ قرار دیا جائے گا یہ شرح طحاوی میں ہے۔

ایک باندی مسلمان و ذمی مکاتب و مدبر و غلام میں مشترک ہے اور سب نے اس کے بچہ کا دعویٰ کیا تو آزاد مسلم اولی ہے اور ہر ایک مدعی پر بقدر حصہ شرکت کے عقر[1] واجب ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر باندی ایک مجوسی آزاد اور ایک مکاتب مسلمان کے درمیان مشترک ہو اس کے بچہ پر دونوں نے دعویٰ کیا تو مجوسی کا بیٹا قرار پائے گا یہ محیط میں ہے۔

ایک ذمی کی باندی ہے اس نے آدھی مسلمان کے ہاتھ فروخت کر دی پھر باندی چھ مہینے سے پہلے بچہ جنی اور دونوں نے اس پر دعویٰ کیا تو ذمی کا بیٹا ہوگا اور بیع باطل ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔

اگر باندی دو شخصوں میں مشترک ہو اس کے نطفہ قرار پایا پھر ایک نے اپنا حصہ دوسرے شریک کے ہاتھ فروخت کیا پھر چھ مہینے سے کم میں وہ بچہ جنی اور مشتری نے اس کا دعویٰ کیا تو نسب اس سے ثابت ہو جائے گا اور بیع باطل ہوگی اور ثمن واپس لے لے گا اور بائع کو اس کا حصہ قیمت و عقر دے گا اسی طرح اگر بائع نے اس کا دعویٰ کیا ہو تو بھی ایسے ہی احکام جاری ہوں گے کذا فی الحاوی اور اگر دونوں نے دعویٰ کیا تو دونوں کا بیٹا قرار پائے گا کذا فی المحیط۔

پانچویں فصل ☆

غیر قابض و قابض کے اور دو غیر قابضوں کی دعوت نسب کے بیان میں

ایک بچہ نابالغ جو بولتا نہیں ہے ایک شخص کے قبضہ میں ہے وہ دعویٰ کرتا ہے کہ میرا بیٹا ہے تو استحساناً اس سے نسب ثابت ہوگا بشرطیکہ اپنی ذات سے تعبیر نہ کر سکتا ہو اور اگر دوسرے نے دعویٰ کیا کہ میرا بیٹا ہے تو نسب ثابت ہوگا خواہ قابض تصدیق کرے یا تکذیب کرے اور یہ استحسان ہے قیاساً ثابت نہ ہوگا اور اگر اس پر قابض اور دوسرے شخص نے دعویٰ کیا تو قابض اولی ہے اور اگر کسی نے دعوت میں سبقت کی تو سابق اولی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاصل میں فرمایا کہ اگر ایک آزاد مسلمان کے قبضہ میں ایک طفل ہے وہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ میرا لڑکا ہے پھر ایک آزاد مسلمان یا ذمی یا غلام آیا اور گواہ قائم کیے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور قابض کے پاس نسب کے گواہ نہیں ہیں تو مدعی کی ڈگری ہو جائے گی اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ بچہ ان صورتوں میں آزاد ہوگا اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ سوائے غلام کی صورت کے سب صورتوں میں آزاد ہوگا اور یہی اشبہ ہے کذا فی المحیط۔

غیر قابض و قابض دونوں نے بیٹے ہونے کے گواہ قائم کیے تو قابض اولی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر ہر ایک قابض و غیر قابض نے گواہ دیئے کہ یہ بچہ میری اس عورت سے میرا بیٹا ہے تو قابض کے نسب کی ڈگری ہوگی اسی عورت سے اگرچہ یہ عورت اس سے انکار کرتی ہو۔ اسی طرح اگر عورت مدعی ہو اور باپ منکر ہو تو بھی ایسا ہی ہوگا کذا فی المحیط۔

اگر ایک بچہ کسی شخص کے قبضہ میں ہے اس پر ایک شخص نے گواہ دیئے کہ میرا بیٹا ہے میری اس باندی سے چھ مہینے سے زیادہ ہوتا ہے کہ پیدا ہوا ہے اور قابض نے گواہ دیئے کہ میرا بیٹا ہے میری اس باندی سے ایک سال ہوا کہ پیدا ہوا ہے اور بچہ کے سن میں

[1] قولہ مال جو بعوض وطی شبہ کے واجب ہو ۱۲

اشکال ہے تو قابض کی گواہی قبول ہوگی یہ محیط میں ہے۔

دو جورو خصم مملوک ہیں اور دونوں کے قبضہ میں ایک طفل ہے دونوں گواہ قائم کرتے ہیں کہ یہ ان کا بیٹا ہے اور ایک آزاد ذمی یا مسلمان نے گواہ قائم کیے کہ یہ میری آزادہ جورو سے بیٹا ہے تو آزاد کی ڈگری ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر ایک بچہ ایک شخص کے قبضہ میں ہے اس پر ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا بیٹا اس عورت سے ہے اور یہ دونوں آزاد ہیں اور قابض نے گواہ دیئے کہ میرا بیٹا ہے اور اس کی ماں کی طرف منسوب نہ کیا تو مدعی کی ڈگری ہوگی اسی طرح اگر ماں مدعیہ ہو تو بھی ایسا ہی ہے یہ مبسوط میں ہے۔

ایک بچہ ذمی کے قبضہ میں ہے اس پر ایک مسلمان نے مسلمانوں یا ذمیوں میں سے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا بیٹا ہے میرے[1] فراش[1] سے پیدا ہوا ہے اور ذمی نے بھی ایسے دعویٰ پر ذمی گواہ پیش کیے تو مسلم کی ڈگری ہوگی اور اگر ذمی کے گواہ مسلمان ہوں تو اسی کی ڈگری ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک باندی کے دو بیٹے ہیں وہ باندی مع ایک بچہ کے ایک شخص زید کے قبضہ میں ہے اور دوسرا بچہ عمرو کے قبضہ میں ہے پس ہر ایک نے دونوں میں سے دعویٰ کیا کہ باندی میری ہے اور دونوں بیٹے میرے ہیں میری اس باندی سے پیدا ہوئے ہیں تو جس شخص کے قبضہ میں باندی ہے اس کے نام باندی اور دونوں بچوں کی ڈگری ہوگی خواہ دونوں بچے ایک ہی پیٹ سے پیدا ہوئے ہوں یا مختلف پیدا ہوئے ہوں اگر ہر ایک نے باندی کا مع فقط اس بچہ کے جو اس کے قبضہ میں ہے دعوے کیا پس اگر دونوں بچہ ایک ہی پیٹ سے پیدا ہوئے تو یہ صورت اور پہلی دونوں یکساں ہیں اور اگر دو پیٹوں سے پیدا ہوئے ہیں پس اگر بڑا چھوٹا نہ معلوم ہو تو قابض کے نام باندی کی اور ہر ایک کے نام اس کے مقبوضہ بچہ کی ڈگری ہوگی اور اگر چھوٹا بڑا معلوم ہوتا ہے اور بڑا قابض باندی کے قبضہ میں ہے تو اس کے نام باندی اور بڑے بچہ کی ڈگری ہوگی اور چھوٹے کی نہ ہوگی اور اگر بڑا غیر قابض باندی کے قبضہ میں ہو تو ہر ایک کے نام اس کے مقبوضہ بچہ کی ڈگری ہوگی اور کتاب میں مذکور ہے کہ باندی کی ڈگری بڑے بچہ کے قابض کے نام ہوگی یہ محیط میں ہے۔

ایک غلام و باندی ایک شخص کے قبضہ میں ہے ایک دوسرے شخص نے گواہ قائم کیے کہ یہ باندی میری ہے میرے فراش پر مجھ سے اس کے یہ بچہ پیدا ہوا ہے اور قابض نے گواہ قائم کیے کہ یہ میری باندی ہے یہ بچہ میرے فراش پر اس سے پیدا ہوا ہے تو قابض کے گواہ مقبول ہوں گے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ یہ غلام نابالغ ہو یا بالغ ہو مگر قابض کی تصدیق کرتا ہو اور اگر بالغ ہو اور مدعی کی تصدیق کرتا ہو تو مدعی کے نام غلام و باندی کی ڈگری ہوگی یہ مبسوط باب الولاء الشہادۃ میں ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آزاد عورت کے ایک لڑکا ہے اور دونوں کسی مرد کے قبضہ میں ہیں اور دوسرے مرد نے گواہ قائم کیے کہ میں نے اس سے نکاح کیا اور اس کے میرے فراش پر یہ بچہ اس سے پیدا ہوا ہے اور قابض نے اس کے مثل گواہ قائم کیے تو بچہ کی ڈگری قابض کے نام ہوگی خواہ لڑکے نے قابض کے بیٹے ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا مدعی خارج کے بیٹے ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔ اگر قابض ذمی ہو اور اس کے گواہ مسلمان ہوں اور مدعی مسلمان اور اس کے گواہ مسلمان ہوں اور عورت بھی ذمی ہو تو عورت و بچہ کی ڈگری قابض کے نام ہوگی اور اگر عورت مسلمان ہو تو مدعی کی ڈگری ہوگی خواہ قابض کے گواہ مسلمان ہوں یا ذمی ہوں کذا فی المحیط۔

اگر مدعی نے گواہ قائم کیے کہ میں نے اس سے فلاں وقت نکاح کیا ہے اور قابض کے گواہوں نے اس سے پیچھے وقت نکاح

---

[1] یعنی میری منکوحہ سے یا میری باندی سے ۱۲

کی گواہی دی تو مدعی کی ڈگری ہوگی یہ مبسوط میں ہے اگر قابض نے گواہ قائم کیے کہ یہ عورت میری بیوی ہے میں نے اس سے نکاح کیا ہے اور مجھ سے میرے فراش پر اس کے یہ بچہ پیدا ہوا ہے اور دوسرے نے گواہ قائم کیے کہ یہ میری باندی ہے میرے فراش پر اس کے یہ غلام میری ملک میں پیدا ہوا ہے تو بچہ کی ڈگری شوہر کے نام اور باندی کی ملک کی ڈگری مدعی کے نام ہوگی اور بچہ اور باندی دونوں مدعی کی ملک تھے مگر بچہ باقرار مدعی آزاد ہوگا اور باندی بھی اس کے اقرار سے اس کی ام ولد ہو جائے گی لیکن اگر مدعی کے گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس باندی نے اس کو دھوکا دیا اور اپنے آپ کو آزاد کہہ کر نکاح کیا ہے تو اس وقت بچہ البتہ بقیمت آزاد ہوگا یہ محیط میں ہے۔

ملک فراش کا مسئلہ☆

اگر ایک شخص کے قبضہ میں ایک باندی ہے اور اس کے ایک بچہ ہے اس پر دوسرے نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرے باپ کی باندی ہے اسی کے فراش سے یہ بچہ اس باندی کے پیدا ہوا ہے اور باپ مدعی کا مر چکا ہے اور دوسرے گواہوں نے یہ گواہی دی کہ یہ اسی قابض کی باندی ہے اسی کی ملک وفراش پر یہ بچہ جنی ہے اور وہ اس کا بیٹا ہے تو غیر قابض کے باپ میت کا بیٹا ہونے کی ڈگری ہوگی اور باندی آزاد کی جائے گی اور اس کی ولاء میت کو پہنچے گی اور قابض کے نام اس میں سے کچھ ڈگری نہ ہوگی کذا فی الحاوی۔

اگر بچہ کسی شخص کے قبضہ میں ہو اس پر ایک عورت نے گواہ قائم کیے کہ میرا بچہ ہے تو اس کے نسب سے ہونے کا حکم ہو جائے گا اور اگر قابض اس کا مدعی ہو تو یہ حکم نہ ہوگا اور اگر عورت نے صرف ایک عورت گواہ قائم کی کہ یہ بچہ اس مدعیہ کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے پس اگر قابض دعویٰ کرتا ہے کہ یہ میرا بیٹا یا غلام ہے تو عورت کے نام کچھ ڈگری نہ ہوگی اور اگر کچھ دعویٰ نہیں کرتا ہے تو عورت کے نام صرف ایک عورت کی گواہی پر ڈگری ہو جائے گی اور یہ استحسان ہے یہ مبسوط میں ہے۔

ایک بچہ ایک عورت کے قبضہ میں ہے اس پر دوسری عورت نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا بچہ ہے اور اس پر گواہ ایک عورت قائم کی اور قابضہ نے بھی اسی دعویٰ پر ایک عورت گواہ دی تو قابضہ کی ڈگری ہوگی اور اگر ہر ایک کے واسطے دو مردوں نے گواہی دی تو قابضہ کی ڈگری ہوگی اور اگر قابضہ کی ایک عورت نے اور مدعیہ غیر قابضہ کی دو مردوں نے گواہی دی تو مدعیہ کی ڈگری ہوگی یہ محیط میں ہے۔

ایک لڑکا ایک شخص کے قبضہ میں ہے وہ کچھ دعویٰ نہیں کرتا ہے پس ایک عورت نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا بیٹا ہے میں نے اس کو جنا ہے اور ایک مرد نے گواہ قائم کیے کہ میرا بیٹا ہے میرے فراش سے پیدا ہوا ہے اور اس کی ماں کا نام نہ لیا تو اس مرد مدعی اور عورت مدعیہ کے نسب سے قرار دیا جائے گا اسی طرح اگر عورت کے قبضہ میں ہو تو بھی یہی حکم ہوگا اور دونوں میں فراش کا حکم بالاقتضاء ہے کذا فی المبسوط۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دو غیر قابض مدعیوں میں ہر ایک نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا بیٹا ہے میرے فراش پر میری اس عورت سے پیدا ہوا ہے تو وہ دونوں مردوں اور دونوں عورتوں کے نسب سے قرار دیا جائے گا اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ فقط[1] دونوں مردوں کے نسب سے قرار دیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک بچہ ایک شخص کے قبضہ میں ہے دو شخص آئے اور ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور دونوں نے گواہ دیئے کہ یہ میرا بیٹا ہے تو دونوں کے نسب سے ہونے کی ڈگری ہوگی اور اگر ایک فریق گواہ نے دوسرے سے پہلے وقت بیان کیا تو لڑکے کا سن دیکھا جائے گا پس اگر ایک کے وقت سے موافقت رکھتا ہو دوسرے سے مخالف ہو تو موافق کے نام ڈگری ہوگی اور اگر ایک کے وقت سے یقیناً مخالف ہو اور دوسرے کے وقت سے اشکال واشتباہ ہو تو مشتبہ کی ڈگری ہوگی اور اگر دونوں کے

---

[1] فقط یعنی دونوں عورتوں کا ہونا داخل حکم قضاء نہ ہوگا ۱۲

وقت میں اشتباہ ہو مثلاً ایک فریق نے نو برس دوسرے نے دس برس بیان کیے اور سن دونوں کو محتمل ہو تو صاحبینؒ کے نزدیک وقت کا اعتبار ساقط اور دونوں کے نام ڈگری ہوگی یہ روایات متفق ہیں اور شمس الائمہ حلوائی نے شرح میں ذکر کیا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے عامہ روایات میں مذکور ہے کہ دونوں کی ڈگری ہوگی اور یہی صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔

ایک لقیط پر دو شخصوں نے دعویٰ کیا ایک نے گواہ دیئے کہ میرا بیٹا ہے اور دوسرے نے گواہ قائم کیے کہ یہ میری بیٹی ہے پھر جو دیکھا تو وہ خنثیٰ نکلا پس اگر مردوں کے پیشاب کے سوراخ سے پیشاب کرتا ہے تو وہ لڑکے کے مدعی کا ہے اور اگر عورتوں کے سوراخ سے پیشاب کرتا ہے تو بیٹی کے مدعی کا ہے اور اگر دونوں سوراخ سے پیشاب کیا تو جس سوراخ سے پہلے نکلا اسی کے مدعی کا ہوگا اور اگر دونوں سے ایک ساتھ پیشاب کیا اور کوئی آگے پیچھے نہ ہوا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے علم نہیں پس دونوں میں کیا حکم کیا جائے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ جس سے زیادہ پیشاب خارج ہو اس کے مدعی کی ڈگری ہوگی اور اگر دونوں سے برابر نکلا تو بالاتفاق مشکل ہے اور مشتبہ ہے یہ شرح منظومہ میں ہے اگر مسلمان غلام نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے میرے فراش سے اس باندی سے پیدا ہوا ہے اور ایک ذمی نے دعویٰ کیا کہ میرا بیٹا ہے میری اس عورت سے میرے فراش سے پیدا ہوا ہے تو آزاد ذمی کے نام حکم ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

ایک لڑکا ایک شخص کے قبضہ میں ہے اس کے نسب کا دو غیر قابضوں نے ایک مسلمان اور ایک ذمی نے دعویٰ کیا اور ہر ایک نے مسلمان گواہ اس امر کے قائم کیے کہ میرا بیٹا ہے تو مسلمان کے نسب کی ڈگری ہوگی اور بسبب اسلام کے اس کو ذمی پر ترجیح دی جائے گی یہ محیط میں ہے اور اگر یہودی و نصرانی و مجوسی میں ہر ایک نے اس امر کے گواہ دیئے تو یہودی و نصرانی کی ڈگری ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔

ایک لڑکا ایک شخص کے قبضہ میں ہے اس پر ایک آزاد مسلمان نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا میری اس عورت سے پیدا ہوا ہے اور غلام یا مکاتب نے بھی ایسا ہی دعویٰ کیا تو آزاد مسلمان کی ڈگری ہوگی اور اگر ایک غلام نے دعویٰ کیا کہ میرا بیٹا ہے میری اس باندی سے میرے فراش سے پیدا ہوا ہے اور دوسرے مکاتب نے اس پر دعویٰ کیا کہ میری اس مکاتبہ سے پیدا ہوا ہے تو مکاتب کی ڈگری ہوگی یہ محیط میں ہے۔

چھٹی فصل ☆

بیوی و مرد کے دعویٰ کرنے کے بیان میں

درحالیکہ بچہ دونوں یا ایک کے قبضہ میں ہو۔ اگر لڑکا ایک مرد اور اس کی عورت کے قبضہ میں ہے پس مرد نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے اس عورت کے سوائے دوسری سے ہے اور دوسری نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے اس مرد کے سوائے دوسرے سے ہے تو وہ لڑکا دونوں کا شمار کیا جائے گا یہ اس وقت ہے کہ نکاح دونوں میں ظاہر ہو اور اگر ظاہر نہ ہو تو دونوں[1] میں نکاح کا حکم ہو جائے گا کذا فی شرح الطحاوی۔

اگر بچہ شوہر کے ہاتھ میں ہو اس نے کہا کہ یہ میرا بیٹا دوسری عورت سے ہے اور جورو نے کہا کہ یہ میرا بیٹا تجھ سے ہے تو شوہر کا قول مقبول ہوگا اور اگر عورت کے قبضہ میں ہو اس نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے تجھ سے پہلے میرے شوہر کا ہے اور شوہر نے کہا کہ میرا بیٹا

[1] قولہ نکاح کا یعنی دونوں کا بیٹا بحکم قضاء قرار دے کر بالاقتضاء دونوں میں حکم نکاح ہوگا واللہ اعلم ۱۲

تجھ سے ہے تو بھی شوہر کا قول مقبول ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر شوہر نے پہلے دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا اس عورت کے سوائے دوسری میری عورت سے ہے اور وہ اس کے قبضہ میں ہے تو دوسری عورت سے نسب ثابت ہو جائے گا پھر اس کے بعد اگر اس عورت نے دعویٰ کیا تو ان دونوں سے ثابت نسب نہ ہوگا اور اگر پہلے عورت نے دعویٰ کیا کہ یہ بچہ میرا بیٹا اس مرد کے سوائے دوسرے سے ہے اور بچہ دونوں کے قبضہ میں ہے پھر اس کے بعد مرد نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا اس عورت کے سوائے دوسری سے ہے پس اگر دونوں میں نکاح ظاہر ہو تو دونوں کا قول قبول ہوگا اور دونوں کا بیٹا قرار دیا جائے گا اور اگر دونوں میں نکاح ظاہر نہ ہو تو عورت کا قول قبول ہوگا اور اسی سے نسب ثابت ہوگا جب کہ مرد نے عورت کی تصدیق کی اور یہ اس وقت ہے کہ بچہ اپنی ذات سے تعبیر نہیں کر سکتا ہے اور اگر تعبیر کر سکتا ہے اور وہاں کوئی رقیت ظاہر نہیں ہوتی ہے تو بچہ کا قول معتبر ہوگا جس کی اس نے تصدیق کی اسی سے اس کا نسب اس کی تصدیق سے ثابت ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے۔

عورت نے اپنے شوہر پر دعویٰ کیا کہ یہ میرا[1] بیٹا تجھ سے ہے اور بچہ عورت کے پاس ہے اور ایک عورت نے ولادت کی گواہی دی اور شوہر نے جورو کی تکذیب کی تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب عورت کو لازم ہوا تو مرد کو بھی لازم ہوا یہ وجیز کردری میں ہے۔

ایک عورت کا شوہر موجود ہے اس نے ایک لڑکے کا دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے اس شوہر سے ہے اور شوہر نے تکذیب کی تو دعوت صحیح نہیں ہے جب تک کہ ایک عورت گواہی نہ دے کہ یہ عورت اس کو جنی ہے اور اگر عورت معتدہ ہو اور شوہر پر نسب کا دعویٰ کیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پوری حجت کی ضرورت ہے اور اگر معتدہ و منکوحہ نہ ہو تو نسب بدون حجت کے ثابت نہ ہوگا اور اگر شوہر نے اس کی تصدیق کی تو دونوں کا بیٹا قرار پائے گا اگرچہ کسی عورت نے ولادت کی گواہی نہ دی ہو یہ شرح جامع صغیر صدر الشہید میں ہے۔

اگر شوہر بچہ کا مدعی ہے اور عورت نے اس کی تکذیب کی اور ایک عورت نے ولادت کی گواہی دی تو شوہر کی تصدیق نہ کی جائے گی اور جنائی کی گواہی سے اسی وقت ثبوت ہوتا ہے جب عورت ولادت کی مدعیہ ہو یہ وجیز کردری میں ہے۔

ایک لڑکا ایک مرد و عورت کے قبضہ میں ہے عورت نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا اسی مرد سے ہے اور مرد نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا دوسری عورت سے ہے تو وہ مرد کا بیٹا قرار پائے گا نہ عورت کا اور اگر کسی عورت نے آ کر عورت کی طرف سے ولادت کی گواہی دی تو لڑکا مرد کی طرف سے عورت کا ہوگا اور اس گواہی سے وہ عورت اس کی زوجہ ہوگی اور اگر لڑکا مرد کے قبضہ میں ہو نہ عورت کے اور عورت اس کی آزاد جورو ہے اور باقی مسئلہ بحالہ ہے پھر ایک عورت نے ولادت کی گواہی دی تو یہ لڑکا عورت کا اس مرد سے قرار نہ دیا جائے گا اور مرد کا بیٹا قرار دیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر مرد و عورت حرہ نے ایک لڑکے کی نسبت جو دونوں میں سے ایک کے قبضہ میں ہے باہم ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ یہ ہمارا بیٹا ہے پس وہ دونوں کا بیٹا ہے اور عورت مرد کی جورو ہے پس اگر عورت اپنا آزاد ہونا نہیں جانتی ہے اور کہتی ہے کہ میں تیری ام ولد ہوں اور یہ میرا بیٹا ہے تجھ سے پیدا ہے اور مرد نے کہا کہ نہیں اور تو میری بیوی ہے تو وہ دونوں کا بیٹا ہے لیکن عورت نے رق کا اقرار کیا اور مرد نے اس کی اس امر کی تکذیب کی پس عورت کی رقیت[2] ثابت نہ ہوتی اور مرد نے اس سے نکاح کا دعویٰ کیا مگر عورت نے اس کی تکذیب کی پس دونوں میں نکاح نہ قرار پایا اسی طرح اگر عورت نے دعویٰ کیا کہ میں اس کی جورو ہوں اور مرد نے کہا کہ یہ میری ام ولد ہے تو یہ صورت اور صورت اوّل دونوں یکساں ہیں یہ مبسوط میں ہے۔

---

[1] یعنی عدت کے اندر ہو ۱۲ [2] یعنی باندی و مملوک ہونا ۱۲

اگر مرد نے کہا کہ یہ میرا بیٹا تجھ سے نکاح جائز سے پیدا ہے اور عورت نے کہا کہ یہ میرا تجھ سے نکاح فاسد سے ہے تو بچہ دونوں کا بیٹا ہے۔اسی طرح اگر عورت نے مرد سے کہا کہ یہ میرا بیٹا نکاح جائز سے تجھ سے پیدا ہے اور مرد نے کہا کہ میرا بیٹا تجھ سے نکاح فاسد سے پیدا ہے تو دونوں کا بیٹا قرار پائے گا اور مدعی جواز کا قول مقبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر شوہر نے فساد کا دعویٰ کیا تو اس سے وجہ فساد دریافت کی جائے گی اور دونوں میں جدائی کر دی جائے گی اور یہ تفریق حق مہر ونفقہ میں تفریق بطلاق ہوگی حتیٰ کہ اس کے ذمہ مہر ونفقہ لازم ہوگا اور اگر عورت مدعی فساد ہو تو تفریق نہ کی جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ساتویں فصل ☆

غیر کی باندی کے بچہ کا بحکم نکاح دعویٰ کرنے کے بیان میں

ایک شخص کے قبضہ میں ایک باندی ہے اس سے اس کا ایک لڑکا ہے پس گواہ قائم کیے کہ یہ باندی زید کی ہے مجھ سے اس نے نکاح کیا ہے پھر مجھ سے یہ بچہ جنی اور زید نے گواہ قائم کئے کہ جو باندی اس کے قبضہ میں ہے اس نے میرے ساتھ نکاح کر دیا ہے اور مجھ سے اس کے یہ ایک دوسرا بیٹا ہے تو ہر ایک کے واسطے اس کے مقبوضہ بیٹے کی ڈگری ہوگی اور قابض کے ہاتھ میں باندی متوقف رکھی جائے گی کوئی اس سے وطی نہیں کر سکتا ہے اور دونوں میں سے اگر کوئی مر گیا تو آزاد ہو جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایک باندی مع بچہ کے دوسرے کے قبضہ میں ہے پس اس پر ایک مرد نے دعویٰ کیا کہ قابض نے میرے ساتھ اس کا نکاح کر دیا اور اولاد ہوئی اور قابض نے دعویٰ کیا کہ یہ باندی مدعی کے قبضہ میں تھی اس نے میرے ساتھ نکاح کر دیا اور اولاد میری ہے تو بچہ کا نسب دونوں سے ثابت ہوگا اور آزاد ہوگا اور باندی کا حکم متوقف رہے گا دونوں میں سے کوئی اس سے وطی نہ کرے گا اور جب کوئی مر گیا تو باندی آزاد ہو جائے گی یہ تاتارخانیہ میں خزانہ سے منقول ہے۔

اگر زید کے قبضہ میں ایک باندی ہے اور اسی کے قبضہ میں اس کا بچہ ہے اور عمرو نے دعویٰ کیا کہ زید یعنی مالک کی بلا اجازت اس باندی نے مجھ سے نکاح کیا اور میرے فراش سے اس کے یہ بچہ ہے جو زید کے قبضہ میں چھ مہینے بعد پیدا ہوا ہے اور اس پر گواہ قائم کیے اور مالک نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا بیٹا ہے میرے فراش پر میری اسی باندی سے پیدا ہوا ہے تو بیٹے کی ڈگری شوہر کے نام اور اس سے اس کا نسب ثابت اور مالک کے اقرار سے آزاد ہوگا اور باندی بمنزلہ ام ولد کے قرار دی جائے گی کہ مالک کے مرنے پر آزاد ہوگی کذا فی الحاوی۔

ایک باندی ایک شخص کے قبضہ میں ہے اس کے بچہ پیدا ہوا اور اس کا قابض نے دعویٰ کیا پھر ایک دوسرے شخص سے کہا کہ یہ تیری باندی ہے تو نے میرے ساتھ اس کا نکاح کر دیا تھا اور دوسرے نے اس کی تصدیق کی اور اصل میں ثبوت نہیں ہوتا ہے کہ یہ باندی دوسرے کی تھی تو بچہ آزاد اور قابض سے اس کا نسب ثابت اور باندی اس کی ام ولد قرار دی جائے گی لیکن مقرلہ کو باندی کی قیمت دے گا اور اگر اصل میں معلوم ہوتا ہے کہ مقرلہ کی باندی تھی تو قابض سے نسب ثابت اور بچہ و باندی دونوں مقرلہ کے مملوک ہوں گے اور اگر اصل میں مقرلہ کی باندی ہونا معلوم نہ ہوا لیکن مقرلہ نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ اس کو فروخت کر دیا ہے اور قابض نے کہا کہ تو نے میرے ساتھ نکاح کر دیا ہے بچہ میرا ہے تو قابض باندی کی قیمت اس کو دے گا اور عقر نہ دے گا اسی طرح اگر قابض نے کہا کہ یہ باندی تو نے میرے ہاتھ فروخت کر دی اور مقرلہ نے کہا کہ نہیں بلکہ تیرے نکاح میں دی تو یہ صورت و صورت اولیٰ یکساں ہیں اور اگر

اصل میں معلوم ہے کہ یہ باندی مقرلہ کی تھی تو مقرلہ سب صورت میں بچہ و باندی کو اپنی ملک میں لے گا سوائے ایک صورت کے کہ جب مقرلہ نے اقرار کر دیا کہ میں نے اس کو تیرے ہاتھ فروخت کر دیا ہے تو مقرلہ باندی کو نہیں لے سکتا ہے اور نہ قابض اس کو قیمت دے گا لیکن قابض پر عقر واجب ہوگا اور باندی بمنزلہ ام ولد کے موقوف رہے گی یہ مبسوط میں ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ زید نے عمرو کی مقبوضہ باندی پر دعویٰ کیا کہ میں نے اس سے نکاح کیا ہے اور مجھ سے یہ بچہ اس کے پیدا ہوا ہے اور عمرو نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا اور بچہ تجھ سے ہے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ بچہ مستولد[1] کے نسب سے ثابت النسب ہوگا اور آزاد ہوگا اور باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی اور موقوف رہے گی کہ کسی کی خدمت نہ کرے گی نہ اور کوئی اس سے وطی کر سکتا ہے اور شوہر پر ادائے ثمن کے واسطے مہر واجب ہوگا اور اگر مستولد نے خرید کا دعویٰ کیا اور مولیٰ نے اس کے ساتھ نکاح کر دینے کا اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو بچہ ثابت النسب اور باندی مع بچہ کے مولیٰ کے دونوں مملوک ہوں گے اور مستولد کو اس سے وطی حلال نہیں ہے اور مولیٰ کو حلال ہے یہ محیط میں ہے۔

آٹھویں فصل ☆

ولد الزنا اور جو اس کے حکم میں ہے اس کی دعوت نسب کے بیان میں

اگر کسی نے کسی عورت سے زنا کیا اور اس کے بچہ پیدا ہوا اور زانی نے اس کا دعویٰ کیا تو نسب ثابت نہ ہوگا لیکن عورت سے اس کا نسب ثابت ہوگا اسی طرح اگر کسی نے ایک بچہ غلام پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا کہ یہ زنا سے میرا بیٹا ہے تو اس سے نسب ثابت نہ ہوگا خواہ مالک نے اس کی تکذیب کی یا تصدیق کی ہو اور اگر مدعی اس بچہ کا کسی سبب سے مالک ہو جائے تو اس کے پاس سے آزاد ہو جائے گا اور اگر اس کی ماں کا مالک ہو تو وہ اس کی ام ولد نہ ہوگی یہ بدائع میں ہے۔

اسی طرح اگر مدعی نے کہا کہ یہ فجور سے میرا بیٹا ہے یا میں نے عورت سے فجور کیا پس وہ یہ بچہ جنی ہے یا بدوں رشد کے یہ میرا بچہ ہے تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر ایسا بچہ مدعی کے باپ یا ماموں یا کسی ذی رحم محرم کے نسب سے ہو تو مدعی سے اس کا نسب ثابت نہ ہوگا جبکہ اس نے کہہ دیا ہو کہ یہ زنا سے ہے اور ان لوگوں کے مالک ہونے سے یہ بچہ ان کے پاس سے آزاد نہ ہو جائے گا اور یہ صورت بخلاف اس صورت کے ہے کہ اگر یہ بچہ مدعی کے بیٹے کا ہو تو مدعی سے اس کا نسب ثابت ہوگا اگرچہ مدعی کا بیٹا کہتا ہو کہ یہ زنا سے ہے کذا فی المحیط۔

اگر مدعی نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے حالانکہ یہ باپ نہیں ہے اور نہ کہا کہ زنا سے ہے پھر اس کا مالک ہوا تو نسب ثابت ہوگا اور آزاد ہو جائے گا اسی طرح اگر کہا کہ یہ میرا بیٹا نکاح فاسد یا خرید فاسد سے ہے یا شبہہ کا دعویٰ کیا یا کہا کہ یہ باندی میں اس کے مالک کے پاس لیے جاتا تھا یعنی راستہ میں میرے جماع سے یہ بچہ ہوا ہے اور مولیٰ نے اس کی تکذیب کی تو جب تک دوسرے کا غلام ہے نسب ثابت نہ ہوگا اور جب مدعی اس کا مالک ہو تو نسب ثابت ہوگا اور آزاد ہو جائے گا اور اگر باندی کا مالک ہو تو اس کی ام ولد ہو جائے گی یہ حاوی میں ہے۔

ایک مرد نے اقرار کیا کہ میں نے آزاد عورت سے زنا کیا اس سے یہ لڑکا پیدا ہوا ہے اور عورت نے اس کی تصدیق کی تو نسب دونوں میں کسی سے ثابت نہ ہوگا لیکن دائی نے اگر ولادت کی گواہی دی[2] تو عورت سے ثابت ہوگا مرد سے ثابت نہ ہوگا یہ مبسوط

---

[1] وہ شخص جس نے باندی کے ام ولد ہونے کا دعویٰ کیا ۱۲ [2] کہ بیشک میرے ہاتھوں فلاں عورت سے پیدا ہوا ہے ۱۲

میں ہے۔ اگر مرد نے کسی عورت حرہ یا مملوکہ سے زنا کا اقرار کیا اور کہا کہ یہ بیٹا میرا اس سے زنا سے ہے اور عورت نے نکاح فاسد یا جائز کا دعویٰ کیا تو نسب مرد سے ثابت نہ ہوگا اگر چہ بچہ کا مالک ہو جائے لیکن وقت مالک ہونے کے آزاد ہو جائے گا اور مرد پر حد جاری نہ ہوگی لیکن عقر اس کو دینا پڑے گا اسی طرح اگر عورت نے ایک گواہ قائم کیا تو بھی مرد سے نسب ثابت نہ ہوگا اگر چہ گواہ عادل ہو اور مرد پر عقر واجب ہوگا اور عورت پر عدت دونوں صورتوں میں لازم ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر ایک عورت کے مقبوضہ لڑکے پر دعویٰ کیا کہ یہ زنا سے میرا بیٹا ہے اور عورت نے کہا کہ نکاح سے ہے تو نسب ثابت نہ ہوگا پھر اگر اس کے بعد کہا کہ نکاح سے ہے تو ثابت ہو جائے گا اسی طرح اگر عورت نے زنا سے اور مرد نے نکاح سے دعویٰ کیا تو نسب نہ ثابت پھر اگر عورت نے تصدیق مرد کی طرف عود کیا تو مرد سے نسب ثابت ہو جائے گا کذا فی الحادی۔

اگر مرد نے نکاح کا اور عورت نے زنا کا دعویٰ کیا پس اگر لڑکا مرد کے پاس ہے تو نسب مرد سے ثابت ہو جائے گا اور اگر عورت کے پاس ہے تو مرد سے ثابت نہ ہوگا اور اگر مرد اس کا مالک ہوا تو نسب ثابت ہوگا اور اگر اس کی ماں کا مالک ہوا تو اس کی ام ولد ہو جائے گی اور مرد پر حد جاری نہ ہوگی عقر واجب ہوگا اور عورت پر عدت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر مرد نے ایک گواہ نکاح پر پیش کیا تو مرد سے نسب ثابت نہ ہوگا جب کہ بچہ عورت کے پاس ہو اسی طرح اگر دو گواہ پیش کیے مگر ان کی تعدیل نہ ہوئی یا دونوں محدود القذف یا اندھے تھے تو نسب ثابت نہ ہوگا لیکن مہر وعدت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔

اگر کسی شخص کی جورو اس کے فراش پر بچہ جنی پس شوہر نے کہا کہ میں نے اس سے زنا کیا اور مجھ سے یہ بچہ اس کے پیدا ہوا اور عورت نے اس کی تصدیق کی تو مرد سے نسب اس کا ثابت ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر کسی شخص کی جورو کے اس کے فراش سے لڑکا ہوا شوہر نے کہا کہ تجھ سے فلاں شخص نے زنا کیا اور یہ بچہ اسی کا ہے اور عورت نے تصدیق کی اور فلاں شخص نے بھی اس کا اقرار کیا تو بچہ کا نسب شوہر سے ثابت ہے یہ مبسوط میں ہے۔

نویں فصل ☆

مالک کی اپنی باندی کے بچہ کے دعویٰ نسب کے بیان میں

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر مرد نے اپنی باندی اپنے غلام سے بیاہ دی پھر چھ مہینے یا زیادہ کے بعد اس کے بچہ ہوا تو شوہر کا بچہ ہوگا اور اگر شوہر نے اس کی نفی کی تو اس کے نفی کرنے سے نفی نہ ہوگی پس اگر مولیٰ نے دعویٰ کیا کہ میرا بیٹا ہے تو دعوت صحیح نہیں ہے اور نہ اس سے نسب ثابت ہوگا لیکن اس کے اقرار کی وجہ سے بچہ آزاد ہو جائے گا اور باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی اور اگر اسی صورت مسئلہ میں مولیٰ نے کہا کہ یہ بچہ اسی باندی سے زنا سے میرا بیٹا ہے تو باندی اس کی ام ولد نہ ہوگی۔ اگر نکاح کے وقت سے چھ مہینے سے پہلے باندی کے بچہ ہوا تو اس کے شوہر سے نسب ثابت نہ ہوگا پھر اگر مولیٰ نے اس کے نسب کا دعویٰ کیا تو اس سے نسب ثابت ہو جائے گا اور نکاح فاسد ہونے کا حکم دیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر اپنی باندی کو دوسرے کے غلام سے باجازت اس کے مالک کے یا کسی آزاد سے بیاہ دیا اور چھ مہینے یا زیادہ میں اس کے بچہ ہوا تو مولیٰ کے دعویٰ سے اس کا نسب مولیٰ سے ثابت نہ ہوگا خواہ شوہر اس کی تصدیق کرے یا تکذیب کرے لیکن مولیٰ کے اقرار کی وجہ سے آزاد ہو جائے گا اگر چہ ثبوت نسب نہیں ہے اور باندی بمنزلہ اس کی ام ولد کے ہوگی اور نسب شوہر سے ثابت ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

شوہر کا حمل کی تکذیب کرنے پر فساد نکاح کا حکم ☆

آیا فساد نکاح کا حکم دیا جائے گا یا نہیں پس درصورت یہ کہ شوہر نے تکذیب کی تو شک نہیں کہ فساد نکاح کا حکم نہ دیا جائے گا لیکن تصدیق کی صورت میں بعض مشائخ نے فرمایا کہ حکم فساد دیا جائے گا اور بعض نے کہا کہ نہ دیا جائے گا مگر جب کہ شوہر نے یوں اقرار کیا ہو کہ یہ بچہ مولیٰ کا ہے باندی نکاح سے پہلے اس سے حاملہ ہوگئی تھی تو فساد نکاح کا حکم ہوگا۔ اگر زید نے اپنی باندی عمرو کے ساتھ بیاہ دی پھر اس کو فروخت کیا پھر وقت نکاح سے چھ مہینے یا زیادہ میں یا وقت بیع سے چھ مہینے سے کم میں اس کے بچہ ہوا پس مولیٰ نے اس کا دعویٰ کیا تو حق نسب میں تصدیق نہ کی جائے گی اور نہ بچہ آزاد ہوگا اور نہ بیع ٹوٹے گی اور بچہ اپنی ماں کے خاوند کا بحالہ رہے گا اور اگر مشتری نے اس کا دعویٰ کیا تو حق نسب میں دعوت صحیح نہیں ہے لیکن آزاد ہو جائے گا اور باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی یہ محیط میں ہے۔

اگر کسی کی باندی نے بلا اجازت مالک کے نکاح کر لیا پھر چھ مہینے میں بچہ جنی پس شوہر و مولیٰ نے دعویٰ کیا تو شوہر کا بیٹا ہوگا اور مولیٰ کے دعویٰ سے آزاد ہو جائے گا اسی طرح کسی کی ام ولد نے بلا اجازت مالک کے نکاح کر لیا اور شوہر نے اس سے وطی کی پھر چھ مہینے میں بچہ ہوا پھر دونوں نے اس کا دعویٰ یا دونوں نے نفی یا ایک نے دعویٰ اور دوسرے نے نفی کی تو ہر حال میں شوہر کا بیٹا قرار دیا جائے گا یہ حاوی میں ہے۔ ایک باندی کے مالک نے ایک بچہ کے نسب پر گواہ قائم کیے کہ یہ لڑکا میری باندی سے میرے فراش[1] سے پیدا ہوا ہے اور دوسرے نے دعویٰ کیا کہ بدوں اجازت ملک کے اس نے مجھ سے نکاح کیا ہے اور میرے فراش سے اس کے یہ بچہ ہوا ہے جو مالک کے قبضہ میں ہے تو شوہر کے نام بچہ کی ڈگری ہوگی اور مالک کے اقرار کی وجہ سے بچہ فی الحال آزاد ہو جائے گا اور اس کی ماں بعد موت مالک کے آزاد ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا کہ ایک شخص کی باندی ہے اس کے چند اولاد ہیں کہ ان کو مختلف پیٹوں سے کئی بار جنی ہے حالانکہ اس کا شوہر کوئی نہیں ہے پس مالک نے اپنی صحت میں فرمایا کہ ان میں سے ایک میرا بیٹا ہے پس جب تک مولیٰ زندہ ہے بیان کرنے پر مجبور کیا جائے گا پھر اگر بیان کرنے سے پہلے مر گیا تو بالاجماع نسب ثابت نہ ہوگا حتیٰ کہ کوئی ان میں سے میت کا وارث نہیں ہو سکتا ہے اور بالاجماع ام الاولاد یعنی باندی آزاد ہو جائے گی اور اولاد کی آزادی میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہر ایک میں سے تہائی آزاد ہوگا اور تہائی قیمت کے واسطے سعی کریں گے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ چھوٹا کل آزاد ہوگا اور درمیانی کا نصف آزاد اور نصف قیمت کے واسطے وہ سعایت کرے اور بڑے میں سے تہائی آزاد اور دو تہائی کے واسطے سعی کرے اور کتاب میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول مذکور نہیں ہے اور فقیہ ابواحمد عیاضی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے تھے کہ انہوں نے فرمایا کہ جس کی آزادی کا مجھے یقین ہوگا وہ پورا آزاد کروں گا جیسا قول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور جس میں یقین نہ ہوگا اس میں میرا قول مثل قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہے فعلی ہذا ان کے قول کے مطابق چھوٹا بالکل آزاد اور درمیانی و بڑے میں سے ہر ایک کا تہائی آزاد ہوگا کذا فی المحیط۔

اگر باندی نے بلا شوہر ایک بچہ جنا اور مولیٰ نے اسکا دعویٰ نہ کیا یہاں تک کہ بڑا ہو گیا اور مولیٰ کی کسی باندی سے اس کے ایک بچہ ہوا پھر پہلا لڑکا مر گیا پھر مولیٰ نے کہا کہ ان دونوں میں ایک میری اولاد ہے یعنی میت یا میت کا بچہ پس علی الاختلاف چھوٹا اسفل کل آزاد ہو جائے گا اور اس کی ماں آدھی قیمت کے واسطے سعی کرے گی اور نانی اس کی بھی آدھی قیمت کے واسطے سعی کرے گی یہ

---

[1] فراش کا اطلاق موطوع پر ہوتا ہے ۱۲

مبسوط میں ہے۔ایک باندی ایک شخص کے قبضہ میں ہے اس کے ایک لڑکی پیدا ہوئی اور لڑکی کے لڑکی پیدا ہوئی پس مولیٰ نے اپنی صحت زندگی میں کہا کہ ان تینوں میں سے ایک میری اولاد ہے اور بیان کرنے سے پہلے مرگیا تو چھوٹی یعنی منتقی کل اور درمیانی کل آزاد ہو جائے گی اور بڑی یعنی نانی آدھی آزاد اور آدھی قیمت کے واسطے سعی کرے گی یہ محیط میں ہے۔

ایک باندی ایک لڑکا بدون شوہر کے جنی پھر دو بیٹیاں جوڑیا ایک پیٹ سے بدوں شوہر کے جنی پھر ایک دوسرا بیٹا بدوں شوہر کے جنی پھر مولیٰ نے بڑے لڑکے اور دونوں جوڑیا میں سے ایک کو دیکھا کر کہا کہ ان دونوں میں سے ایک میری اولاد ہے اور قبل بیان کے مرگیا تو کسی کا نسب مولیٰ سے ثابت نہ ہوگا اور لڑکا آدھا اور ہر ایک لڑکی آدھی آدھی آزاد ہو جائے گی اور آدھی قیمت کے واسطے سعی کریں گے اور چھوٹا لڑکا کل آزاد ہو جائے گا اور اس کی ماں کل آزاد ہو جائے گی اور یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک دونوں فریق سب آزاد ہو جائیں گے اور اگر بڑے لڑکے اور چھوٹے لڑکے کو دیکھ کر کہا کہ ان میں سے ایک میرا بیٹا ہے تو بڑے میں سے نصف آزاد اور نصف کے واسطے سعی کرے اور ان کی ماں آزاد اور دونوں بیٹیوں میں نصف آزاد اور نصف کے واسطے دونوں سعی کریں اور یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک بڑے کا آدھا آزاد اور آدھے کے واسطے سعی کرے اور چھوٹا کل آزاد اور دونوں لڑکیوں میں سے نصف آزاد ہو جائیں گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایک شخص مرگیا اور ایک باندی چھوڑی جس کے تین بچے ہیں اور ہر ایک بچہ کو علیحدہ پیٹ سے جنی ہے پس باندی نے گواہ قائم کیے کہ میت نے اقرار کیا ہے کہ یہ بڑا لڑکا میرا ہے میرے نسب سے اس باندی سے پیدا ہوا ہے تو وہ مولیٰ کا بیٹا قرار دیا جائے گا اور باقی دونوں بمنزلہ اپنی ماں کے ہوں گے پس اگر گواہوں نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ مولیٰ نے بڑے بڑے کی نسبت اپنے بیٹے ہونے کا اقرار باقی دونوں لڑکوں کے پیدا ہونے سے پہلے کیا ہے تو باقی دونوں بھی اس کے بیٹے قرار پائیں گے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر بڑے لڑکے کی نسبت بیٹے ہونے کے اقرار سے چھ مہینے یا زیادہ بعد اس نے دوسرا جنا تو دوسرا بھی اسی کی ذمہ لازم ہوگا اور اگر چھ مہینے سے کم میں جنا تو اس کو لازم نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر ایک شخص کی ایک منکوحہ آزادہ جورو اور دوسری باندی ہے پھر ہر ایک کے دونوں میں سے ایک لڑکا پیدا ہوا پھر منکوحہ اور باندی مرگئی پس مرد نے کہا کہ ان دونوں میں سے ایک میرا بیٹا ہے مگر میں نہیں پہچانتا ہوں کہ ان دونوں میں سے کون میرا بیٹا ہے تو کسی کا نسب ثابت نہ ہوگا اور ہر ایک میں سے نصف آزاد ہو جائے گا یہ محیط میں ہے۔

اسی طرح اگر ایک کے دو غلام ہوں اس نے کہا کہ دونوں میں سے ایک میرا بیٹا ہے یا کہا کہ یہ یا وہ میرا بیٹا ہے تو کسی کا نسب ثابت نہ ہوگا لیکن ایک غیر معین آزاد ہوگا اور بسبب موت کے بیان نہ ہونے کی وجہ سے عتق دونوں میں پھیل جائے گی یہ مبسوط میں ہے۔

ایک باندی کے تین اولاد بطون مختلفہ سے پیدا ہوئیں پس تین شخصوں نے گواہی دی ایک نے یہ گواہی دی کہ جب اس کے بڑا بیٹا پیدا ہوا تو مولیٰ نے اقرار کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ جب دوسرا پیدا ہوا تو مولیٰ نے اپنے بیٹے ہونے کا اقرار کیا اور تیسرے نے تیسرے کی نسبت یہ گواہی دی کہ جب اس کے تیسرا بیٹا پیدا ہوا تو مولیٰ نے اپنے بیٹے ہونے کا اقرار کیا اور مولیٰ ان سب سے انکار کرتا ہے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بڑا لڑکا اس کا غلام ہے فروخت کر سکتا ہے اور دوسرا ام ولد کے بچہ کے حکم میں ہے اگرچہ اس کا نسب ثابت نہیں ہوا اور تیسرے کا نسب ثابت ہوا لیکن اگر نفی کرے تو ثابت نہ ہوگا کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔

دسویں فصل ☆

بچہ کے نسب کا کسی دوسرے کے واسطے اقرار کرنے کے بعد اپنے نسب کے دعوت کرنے کے بیان میں

اگر ایک باندی ایک شخص کے قبضہ میں بچہ جنی پس مولیٰ نے اقرار کیا کہ یہ لڑکا اس کے شوہر آزاد یا غلام کا ہے کہ جس کے ساتھ اس کو بیاہ دیا تھا پھر اس کے بعد اپنے نسب کا دعویٰ کیا پس اگر مقرلہ نے اس کے قول کی تصدیق کر لی تو پھر مولیٰ کی دعوت اپنے واسطے صحیح نہیں ہے لیکن اس کے اقرار پر غلام اس کے پاس سے آزاد ہو جائے گا اسی طرح اگر مقرلہ نے اس کی نہ تصدق کی اور نہ تکذیب کی بلکہ خاموش رہا تو بھی دعوت نسب اصلاً صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح اگر مقرلہ غائب یا میت ہو کہ اس کی تصدیق و تکذیب کا حال نہ معلوم ہو تو مولیٰ کی دعوت نسب صحیح نہیں ہے اور اگر مقرلہ نے مولیٰ کے قول کی تکذیب کی پھر مولیٰ نے خود دعوت نسب کی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صحیح نہیں ہے کذا فی الذخیرہ۔

اگر مولیٰ نے ان میں سے کسی بات کا اقرار نہ کیا لیکن اجنبی نے کہا کہ یہ لڑکا مولیٰ کا بیٹا ہے لیکن مولیٰ نے انکار کیا پھر اجنبی نے اس کو خرید ایا اس کے وارث نے خرید ا پھر بیٹے ہونے کا دعویٰ کیا تو آزاد ہو جائے گا اور نسب اس سے ثابت نہ ہوگا یہ قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر ایک عورت نے ایک مرد پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھ سے نکاح کیا اور یہ لڑکا جو میرے پاس ہے میرا بیٹا اسی مرد سے ہے اور شوہر اس سے منکر ہے اور دو گواہوں نے عورت کی طرف سے مرد پر یہ گواہی دی اور قاضی نے کسی سبب سے ان کی گواہی رد کر دی پھر ایک گواہ نے اس لڑکے پر اپنے نسب کا دعویٰ کیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر ایک عورت نے گواہی دی کہ یہ لڑکا اس عورت کا ہے اور اس کی گواہی نسب پر مقبول نہ ہوئی پھر گواہی دینے والی عورت نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور اس پر دو گواہ قائم کیے تو مقبول نہ ہوں گے اور اگر لڑکے نے بڑے ہونے کے بعد دو گواہ قائم کیے کہ میں اس عورت کا بیٹا ہوں تو قاضی اس کے نسب سے ہونے کا حکم کرے گا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر ایک مرد نے کسی عورت کے پاس کے لڑکے پر نسب کا دعویٰ کیا اور عورت منکر ہے اور مرد نے دو گواہ قائم کیے اور قاضی نے ان کی گواہی پر حکم نہ دیا پھر ایک گواہ نے دو گواہ اس دعویٰ پر قائم کیے کہ یہ لڑکا میرا بیٹا اور یہ عورت میری بیوی ہے تو قاضی اس گواہی کو قبول نہ کرے گا اور اگر عورت نے دعویٰ کیا کہ یہ لڑکا میرا بیٹا ہے اس مرد سے پیدا ہے اور یہ مرد میرا شوہر ہے اور اس پر دو گواہ قائم کیے تو اس کی طرف سے قاضی گواہوں کی سماعت کرے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک عورت کے پاس کے بچہ پر دو مردوں نے دعویٰ کیا ہر ایک کہتا ہے کہ یہ میرا بیٹا اسی عورت سے نکاح سے پیدا ہوا ہے اور عورت منکر ہے پھر عورت نے کسی دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھ سے نکاح کیا اور یہ لڑکا اس سے ہے اور اس امر کی گواہی انہی دونوں شخصوں نے دی جنھوں نے خود لڑکے کا دعویٰ کیا تھا تو انکی گواہی مقبول نہ ہوگی اسی طرح اگر کسی عورت کے پاس کے لڑکے پر ایک شخص نے گواہی دی کہ یہ فلاں شخص کا لڑکا ہے اور قاضی نے اس کی گواہی رد کر دی پھر اس نے اور دوسرے نے قاضی کے سامنے کسی دوسرے شخص کے نسب سے ہونے کی گواہی دی تو گواہی قبول نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔

اگر کسی عورت مکاتبہ کی نسبت اقرار کیا کہ یہ میری مکاتبہ اپنے شوہر سے بچہ جنی ہے پھر خود دعویٰ نسب کیا تو تصدیق نہ کی

جائے گی لیکن آزاد ہو جائے گا اور مدبرہ اور ام ولد کے بچہ کا بھی یہی حکم ہے کذا فی الحاوی۔

شوہر کی وفات کے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہونا☆

اگر کسی شخص کی حاملہ باندی ہے پس اقرار کیا کہ اس کا حمل اس کے شوہر کا ہے جو مر گیا ہے پھر اپنے نسب کا دعویٰ اور چھ مہینے سے کم میں بچہ ہو تو آزاد ہو گا لیکن اس سے نسب اس کا ثابت نہ ہو گا اور اگر مولیٰ نے بعد اپنے اقرار کے ایک سال توقف کیا پھر کہا کہ یہ مجھ سے حاملہ ہے پس وقت اقرار سے چھ مہینے سے پہلے بچہ جنی تو وہ مولیٰ کا بیٹا ثابت النسب ہو گا یہ محیط میں ہے۔

اگر اقرار کیا کہ میں نے اپنی باندی کسی غائب شخص کے ساتھ جو زندہ ہے بیاہ دی ہے اس کے چھ مہینے بعد اس کے بچہ پیدا ہوا اور مولیٰ نے اس کا دعویٰ کیا تو تصدیق نہ کی جائے گی یہ مبسوط میں ہے۔

اگر دو مردوں کی مشترک باندی کے بچہ ہوا پھر ایک نے کہا کہ یہ دوسرے شریک کا نطفہ ہے اور دوسرے نے کہا کہ اس شریک کا بیٹا ہے پھر دونوں میں سے ایک نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے پس اگر دوسرے نے دعویٰ کیا تو بلا خلاف صحیح نہیں ہے اور اگر اوّل نے دعویٰ کیا تو امام رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دعوت صحیح نہیں ہے اور صاحبینؒ نے اس میں خلاف کیا ہے اور بچہ آزاد ہو گا کیونکہ دونوں نے اس کی حریت کی باہم تصدیق کی ہے اور باندی ام ولد موقوفہ[1] ہو گی جب دونوں میں سے کوئی مرا تو آزاد ہو جائے گی کذا فی الذخیرہ۔

گیارھویں فصل☆

تکمیل[2] النسب علی الغیر اور اس کے مناسبات کے بیان میں

اگر کسی نے اپنا نسب اپنے باپ سے ثابت کرنا چاہا اور باپ مر چکا ہے تو قاضی اس کے گواہوں کی سماعت نہ کرے گا مگر جب کہ خصم کو حاضر کرے خواہ میت کا وارث ہو یا قرض دار ہو کہ اس پر میت کا کچھ حق آتا ہو یا قرض خواہ ہو کہ میت پر اس کا حق ہو یا موصی لہ ہو پھر جب کسی شخص کو حاضر کر کے اس پر اپنے باپ کے حق کا دعویٰ کیا تو خواہ یہ شخص حق کا مقر ہو یا منکر مدعی اپنے نسب کو ثابت کر سکتا ہے اور قاضی اس خصم کے مقابلہ میں گواہوں کی سماعت کرے گا ہکذا فی شرح ادب القاضی للخصاف۔

ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ یہ میرا ماں و باپ کی طرف سے بھائی ہے پس اگر اس سے میراث طلب کرنا مقصود ہے یا نفقہ تو دعویٰ کی سماعت ہو گی اور بھائی ہونے کی ڈگری ہو گی اور یہ حکم تمام بھائیوں و وارثوں پر جاری ہو گا اور اگر اس سبب سے مال کا دعویٰ مقصود نہیں ہے تو بھائی ہونے کا اثبات ممکن نہیں ہے اور اگر مدعا علیہ نے اس کے بھائی ہونے کا اقرار کیا تو صحیح نہیں ہے اسی طرح اگر دعویٰ کیا کہ میرا پوتا یعنی بیٹے کا بیٹا ہے حالانکہ بیٹا غائب یا مر چکا ہے اسی طرح اگر دادا ہونے کا دعویٰ کیا کہ باپ کا باپ ہے حالانکہ باپ غائب یا میت ہے پس اگر اس سبب سے مال کا نفقہ وغیرہ کا دعویٰ مقصود ہے تو غائب کی طرف سے خصم قرار پا سکتا ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

دوسرے شخص پر دعویٰ کیا کہ میرا چچا ہے یا کسی عورت پر کہ یہ میری بہن یا پھوپھی ہے اور کسی میراث یا حق کا دعویٰ نہ کیا تو صحیح نہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے۔

اگر کسی شخص پر دعویٰ کیا کہ یہ میرا باپ ہے یا بیٹا ہے یا کسی عورت پر دعویٰ کیا کہ میری بیوی ہے یا بیوی نے دعویٰ کیا یہ میرا

---

[1] یعنی اس کے واسطے فی الحال آزادی کا حکم نہ ہو گا ۱۲ [2] قولہ تکمیل النسب یعنی غیر پر نسب کا بار ڈالنا ۱۲

شوہر ہے یا کسی غلام نے کسی عربی پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے آزاد کیا ہے اور یہ میرا مولیٰ ہے یا عربی نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا غلام تھا میں نے اسے آزاد کیا ہے یا ولاء موالات کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ ان امور سے منکر ہے پس مدعی نے گواہ قائم کیے کہ مقبول ہوں گے خواہ ان چیزوں کے سبب سے مال کا دعویٰ ہو یا نہ ہو یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر کسی عورت نے دعویٰ کیا کہ یہ شخص میرا بیٹا ہے یا اس نے دعویٰ کیا کہ یہ میری ماں ہے پس مدعی نے گواہ قائم کیے تو قاضی سماعت کرے گا اور نسب مدعی کا ثابت ہو جائے گا ایسا ہی صاحب کتاب نے اس مقام پر ذکر کیا اور ایسا ہی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جامع میں لکھا ہے وہ استحسان ہے کذافی شرح ادب القاضی للخصاف۔

اگر ایک شخص کے قبضہ میں ایک بچہ اس قدر چھوٹا ہے کہ اپنی ذات سے تعبیر نہیں کر سکتا ہے اور مرد قابض کے زعم میں وہ ملتقط ہے۔

ایک عورت اصلی حرہ نے گواہ قائم کیے کہ یہ بچہ میرا ماں باپ کی طرف سے بھائی ہے تو عورت کی ڈگری ہو کر اس کے بھائی ہونے کا حکم کیا جائے گا اور اسکو دے دیا جائے گا اسی طرح اگر قابض شخص اس کے غلام ہونے کا دعویٰ کرتا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو عورت کی ڈگری ہو گی اور اس کی آزادی کا حکم ہو گا اگر کسی شخص پر عورت نے دعویٰ کیا کہ یہ میرے بیٹے کا بیٹا یعنی پوتا ہے تو یہ صورت اور بھائی ہونے کے دعویٰ کی صورت یکساں ہے پس اگر باوجود اس کے کسی حق مستحق کا دعویٰ کیا تو گواہی مقبول ہو گی ورنہ نہیں ایک شخص مر گیا اور تین مولیٰ کہ جنہوں نے اسے آزاد کیا تھا چھوڑے اور ایک دار چھوڑا پس اس کے مولاؤں نے گواہ قائم کیے کہ ہم نے اس کو آزاد کیا تھا ہمارے سوائے اسکا کوئی وارث نہیں ہے اور قاضی نے دار کی ڈگری ان کے نام تین تہائی کر دی پھر ایک مولیٰ مر گیا پھر ایک نے گواہ قائم کیے کہ میں اس کا (یعنی میت دوم ۱۲) ماں باپ کی طرف سے بھائی ہوں میرے سوائے اس کا کوئی وارث نہیں ہے پس قاضی نے اس کے نام مولائے میت کے حصہ کی ڈگری کر کے غیر منقسم اس کے سپرد کر دیا پھر بھائی نے اس کو کسی کے ہاتھ فروخت کر کے سپرد کر دیا پھر مشتری نے جو کچھ خریدا ہے وہ کسی شخص کو ودیعت دے کر غائب ہو گیا پھر ایک شخص آیا اور اس نے میت دوم کے بھائی کے مقابلہ میں گواہ قائم کیے کہ میں دوسرے میت کا بیٹا ہوں اور وارث ہوں میرے سوائے کوئی وارث نہیں ہے اور دار کے دونوں شریکوں نے بھی اس کی تصدیق کی تو قاضی بیٹے کے نسب کی ڈگری کر دے گا اور آیا اس تہائی کی ڈگری بھی جو بھائی کے نام ہو چکی ہے اس کے نام کرے گا یا نہیں پس اگر بیٹے کے نسب کی ڈگری کرنے والا وہی قاضی ہے جس کے سامنے بھائی کا مقدمہ پیش ہو کر ڈگری ہوئی تھی تو بیٹے کے نام اس تہائی حصہ میت کی ڈگری جو بھائی کے نام ہو چکی ہے کر دے گا اور اگر وہ قاضی نہیں بلکہ دوسرا ہے تو بیٹے کے نام حصہ ترکہ کی ڈگری نہ کرے گا اور تاویل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ قاضی ثانی کو اس حصہ کا ودیعت ہونا معلوم ہے مثلاً قاضی ثانی کے سامنے مشتری نے مستودع کے پاس ودیعت رکھا ہے یا مستودع نے ودیعت کے گواہ پیش کیے اس سے قاضی کو معلوم ہوا اور اگر قاضی ثانی کو ودیعت ہونا معلوم نہ ہو تو دوسرا قاضی بیٹے کے حصے کی ڈگری بیٹے کے نام کر دے گا اور بیٹا ان دونوں تصدیق کرنے والے شریکوں کے حصہ میں داخل نہ ہو گا۔ پھر اگر مشتری اس کے بعد آیا تو قاضی مشتری سے وہ حصہ لے کر میت کے بیٹے کو دے دے گا ایسا ہی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب میں ذکر فرمایا اور مشائخ نے کہا کہ تاویل اس کی یہ ہے کہ بیٹے کے واسطے مشتری سے دلا دینے کا حکم اس وقت دے گا کہ بیٹے نے مشتری پر دوبارہ گواہ پیش کیے یا خود مشتری نے اقرار کیا کہ میں نے یہ حصہ میت کے بھائی سے خریدا اور اس نے میت سے ورثہ پایا تھا لیکن بدون اس کے حصہ میت کی ڈگری بیٹے کے نام نہ ہو گی یہ محیط میں ہے۔

منتقی میں ہے کہ ایک لنجے نے ایک شخص پر گواہ قائم کیے کہ یہ میرا باپ ہے تاکہ قاضی اس پر نفقہ مقرر کر دے اور مدعا علیہ نے

ایک دوسرے شخص پر گواہ قائم کیے کہ یہ لنجے کا باپ ہے اور یہ دوسرا شخص منکر ہے اور لنجا بھی منکر ہے تو لنجے کے گواہ مقبول ہوں گے اور اس کا نسب اسی سے ثابت ہوگا جس پر اس نے گواہ قائم کیے ہیں اور اسی پر نفقہ فرض کیا جائے گا اور دوسرے کے گواہوں پر التفات نہ کیا جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔

بعض فتاویٰ میں ہے کہ مجہول النسب نے اگر کسی پر دعویٰ کیا کہ میں تیرا بیٹا ہوں اور اس نے تصدیق کی تو اس سے نسب ثابت ہوگا اور اگر تکذیب کی پس اگر مدعی نے اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کیے تو نسب ثابت ہوگا ورنہ نہیں پھر اگر مدعا علیہ نے گواہ دیئے کہ یہ مدعی فلاں شخص کا بیٹا ہے تو مدعی کے گواہ باطل ہوں گے لیکن فلاں شخص سے اس کے نسب کی ڈگری نہ ہوگی پس جو بعض فتاویٰ میں ہے وہ مذکور منتقی کے مخالف ہے یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ یہ بیٹا میرا فلاں عورت وصیت سے ہے اور میرا اس عورت کی میراث میں حق ہے اور بیٹے نے گواہ قائم کیے کہ میں دوسرے مرد کا بیٹا اس کی بیوی سے ہوں اور وہ دوسرا منکر ہے تو مدعی میراث کے گواہوں پر ڈگری ہوگی اور لڑکے کا نسب اسی سے ثابت ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایک مرد محتاج نے ایک مالدار لڑکے پر دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے تا کہ قاضی اس پر محتاج کا نفقہ مقرر کر دے اور اس پر گواہ قائم کیے اور لڑکا اس سے منکر ہے اور اس نے گواہ قائم کیے کہ میں فلاں دوسرے کا بیٹا ہوں اور وہ فلاں شخص منکر ہے تو باپ کے گواہ مقبول ہوں گے اور اس کے واسطے نفقہ کی ڈگری لڑکے پر ہو جائے گی اور لڑکے کے گواہ دوسرے پر باطل ہوں گے یہ ذخیرہ میں ہے۔

دو جوڑیا لڑکوں میں سے ایک مر گیا اور مال چھوڑا اور دوسرا لنجا محتاج ہے پس ایک شخص نے آکر دعویٰ کیا کہ میں ان دونوں کا باپ ہوں تا کہ میراث لے اور لنجے نے کسی دوسرے پر گواہ پیش کیے کہ ہمارا باپ یہ ہے اور اس سے نفقہ طلب کیا اور دونوں مدعیوں کے گواہ ساتھ پیش ہوئے تو بلا ترجیح دونوں لڑکوں کا حصہ دونوں شخصوں سے جو باپ قرار دیئے گئے ہیں ہونے کا حکم کیا جائے گا یہ وجیز کردری میں ہے۔

اگر عورت نے کسی پر گواہ قائم کیے کہ یہ میرا چچا ہے تا کہ اس پر نفقہ مقرر ہو اور چچا نے دوسرے پر گواہ قائم کیے کہ یہ عورت کا بھائی ہے تو چچا نفقہ دینے سے بری ہوگا اور بھائی پر مقرر کیا جائے گا اگر عورت کو منظور ہو یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

ایک بالغ لڑکے نے ایک مرد و عورت پر گواہ قائم کیے کہ میں ان دونوں کا بیٹا ہوں اور دوسرے ایک مرد و عورت نے گواہ قائم کیے کہ یہ لڑکا ہمارا بیٹا ہے تو لڑکے کے گواہ اولیٰ ہیں اور اس کا نسب انہی دونوں سے ثابت ہوگا جن کا وہ دعویٰ کرتا ہے اسی طرح اگر لڑکا نصرانی ہو اس نے ایک مرد نصرانی و عورت نصرانیہ پر مسلمان گواہ قائم کیے کہ میں ان دونوں کا بیٹا ہوں اور ایک مسلمان مرد و مسلمان عورت نے اسی امر پر گواہ دیئے یعنی یہ ہمارا بیٹا ہے تو لڑکے کے گواہ مقبول ہوں گے اور ان کو ترجیح[1] ہوگی اور اگر لڑکے کے گواہ نصرانی ہوں تو مسلمان کے گواہ مقبول ہوں گے اور لڑکے پر اسلام کے واسطے جبر کیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

یہ حکم اس وقت ہے کہ دونوں ماں باپ دراصل مسلمان ہوں یا کافر ہوں مگر اسلام لائے ہوں اور لڑکا نابالغ ہو لیکن لڑکا کا قتل نہ ہوگا اگر اس نے اسلام سے انکار کیا کذا فی المحیط۔

اگر لڑکے نے دعویٰ کیا کہ میں زید کا بیٹا ہوں اس کے فراش سے اس کی باندی فلاں سے پیدا ہوں اور زید کہتا ہے کہ میری باندی سے میرے فلاں غلام کے فراش سے جس کے ساتھ میں نے باندی بیاہ دی تھی پیدا ہوا ہے اور وہ غلام زندہ ہے اس کی تصدیق

[1] یعنی وہ مقدم ہوں گے ۱۲

کرتا ہے تو وہ لڑکا اسی غلام کا قرار دیا جائے گا اور اگر لڑکا مدعی ہے کہ میں فلاں غلام کا بیٹا ہوں اور گواہ دیئے اور مولیٰ کہتا ہے کہ میرا بیٹا ہے تو غلام کا بیٹا قرار دے کر آزاد کیا جائے گا کذافی الحاوی اگر غلام نے گواہ دیئے کہ یہ لڑکا میرا ہے میری اس باندی زوجہ سے پیدا ہوا ہے اور مالک نے گواہ دیئے کہ میرا بیٹا ہے اسی باندی سے پیدا ہوا ہے تو غلام کے گواہ مقبول ہوں گے اور اسی کا بیٹا قرار دیا جائے گا مگر آزاد کیا جائے گا اور باندی بمنزلہ مالک کی ام ولد کے ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔

اگر وارث ہی صرف مدعی ہوں؟

اگر غلام مر گیا ہو یا زندہ ہو مگر بچہ کے نسب اور نکاح کا مدعی نہ ہو اور مولیٰ بھی مر گیا ہو مدعی اس امر کے صرف وارث لوگ ہوں اور اس امر پر گواہ قائم کرتے ہوں تو لڑکے کے نسب کی قضا مولیٰ سے کی جائے گی اور تمام وارثوں کے ساتھ وارث ہوگا کذافی المحیط۔

اگر ایک شخص مر گیا اور مال چھوڑا پس غلام نے گواہ دیئے کہ میں میت کا بیٹا اس کی فلاں باندی سے ہوں کہ اس کی ملک میں مجھے یہ باندی جنی ہے اور اس نے ایسا اقرار کیا ہے اور دوسرے شخص نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا غلام ہے میری فلاں باندی سے پیدا ہوا جس کو میں نے اپنے فلاں غلام سے بیاہ دیا تھا اس کے فراش سے پیدا ہوا ہے اور وہ فلاں غلام زندہ ہے اس کا دعویٰ کرتا ہے تو غلام کے واسطے نسب کی ڈگری ہوگی اور ماں کی ڈگری مدعی کے نام ہوگی اگر زندہ موجود ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر فلاں غلام مر گیا ہو یا زندہ ہو مگر اس نے نکاح کا انکار کیا ہو تو غلام کا نسب اسی میت سے جس پر اس نے گواہ قائم کیے ثابت ہوگا اور اسی سے میراث پائے گا اور باندی کی ڈگری میت کے نام ہوگی اور اسی کی ام ولد ہوگی اور بسبب اس کے مرنے کے اس کی آزادی کا حکم دیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

بارہویں فصل ☆

طلاق دی ہوئی عورت کے بچہ اور وفات سے عدت میں بیٹھی ہوئی عورت کے بچہ کے نسب کے بیان میں

اگر مرد نے اپنی عورت کو طلاق دی اور طلاق رجعی ہے پھر اس کے دو برس سے کم میں ایک ہی روز کم تھا دو لڑکے پیدا ہوئے اور وہ عدت گذر جانے کا اقرار نہیں کر چکی پس مرد نے ایک بچہ کی ولادت پر اس کی نفی کی پھر وہ دوسرا جنی تو دونوں اس کے بیٹے ہوں گے اور مرد پر حد نہ آئے گی اور نہ لعان ہوگا اور اگر دو برس سے زیادہ میں جنی اور دونوں کی اس نے نفی کی تو دونوں میں لعان کرایا جائے گا اور دونوں کا نسب اس مرد سے منقطع ہوگا اور اگر اوّل کی نفی کی پھر دوسرے کا اقرار کیا تو وہ دونوں اس کے بیٹے ہوں گے اور اس پر حد قذف ماری جائے گی اور اگر ایک بچہ دو برس سے کم میں جنی اور دوسرا دو برس سے زیادہ میں جنی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ صورت اور پہلی صورت یکساں ہیں۔ اگر طلاق بائن یا تین طلاق ہوں اور دو برس سے کم میں جنی تو نفی کرنے سے اس پر حد ماری جائے گی اور دونوں اس کے بیٹے ہوں گے اور اگر دو برس سے زیادہ میں جنی تو دونوں کا نسب اس مرد سے ثابت نہ ہوگا اور اگر دونوں کی نفی کی تو اس پر حد و لعان نہ ہوگا اور اگر ایک کو دو برس سے ایک دن کم اور دوسرا دو برس سے ایک روز زیادہ میں جنی تو شیخینؒ کے نزدیک یہ صورت اور صورت اولیٰ یکساں ہیں یہ مبسوط میں ہے۔

اگر مرد نے اپنی عورت کو ایک طلاق بائن دی اور اس سے وطی کر چکا ہے پھر دوبارہ نکاح کیا اور اس نکاح سے چھ مہینے سے کم

منی اس کے لڑکا ہوا اس نے نفی کی تو دونوں میں لعان [1] کرایا جائے گا اور جدائی کرادی جائے گی اور بچہ کا نسب باپ سے ثابت رہے اور اگر چھ مہینے یا زیادہ میں پیدا ہوا تو لعان لیا جائے گا اور نسب بھی قطع کیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

ایک معتدہ عورت نے دوسرے سے نکاح کر لیا اور اس نے وطی بھی کر لی پھر دونوں میں جدائی کرادی گئی پھر اس کے بچہ پیدا ہوا کہ دونوں سے متصور ہو سکتا ہے تو پہلے شوہر کا قرار دیا جائے گا بعض مشائخ نے کہا کہ یہ قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے لیکن صاحبینؒ کے نزدیک دوسرے سے اس کا نسب ثابت نہ ہوگا اور اگر پہلے مرد سے ہونا متصور نہ ہو تو دوسرے کا ہے اور اگر دونوں سے ہو متصور نہ ہو تو دونوں سے نہ ہونے کا حکم کیا جائے گا صورت اس کی یہ ہے کہ پہلے کے طلاق دینے سے دو برس سے زیادہ میں اور دوسرے کے وطی کرنے سے چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوا تو کسی سے نہیں ہو سکتا ہے اور ام الولد اگر دو برس یا زیادہ میں بچہ جنی تو اس کا حکم مثل حرہ کے حکم کے ہے اور بالغہ اگر وفات شوہر سے عدت میں بیٹھی ہے تو دو برس تک نسب شوہر سے ثابت ہوگا اور صغیرہ اگر وفات شوہر سے عدت میں ہو اور عدت وفات گذرنے کے بعد چھ مہینے سے کم میں اس کے بچہ ہوا تو نسب ثابت ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایک شخص نے ایک باندی سے نکاح کیا پھر اس کو طلاق دے دی پھر اس کو خریدا اور وقت خرید سے چھ مہینے سے کم میں لڑکا جنی تو اس کو لازم ہوگا اور اگر چھ مہینے میں جنی تو لازم نہیں ہے یہ حکم اس وقت ہے کہ طلاق ایک ہو اور اگر دو طلاق دی ہیں تو وقت طلاق سے دو برس تک نسب ثابت ہوگا کذانی فتاویٰ قاضی خان۔

تیرھویں فصل ☆

ماں و باپ میں سے ایک کے بچہ کے نفی کرنے [2] اور دوسرے کے دعویٰ کرنے کے بیان میں

اگر ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور وقت نکاح سے چھ مہینے میں اس کے بچہ ہوا اور عورت و مرد دونوں آزاد مسلمان ہیں پس ایک نے اس کے بیٹے ہونے کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے تکذیب کی تو وہ دونوں سے بیٹا قرار پائے گا۔ اسی طرح اگر شوہر نے کہا کہ یہ بچہ مجھ سے پہلے کے شوہر کا ہے اور عورت نے کہا بلکہ وہ تیرا ہے تو اسی شوہر کا قرار دیا جائے گا اور دونوں میں لعان نہیں ہوگی اور نہ شوہر پر حد قذف ماری جائے گی یہ محیط میں ہے۔

اگر شوہر نے کہا کہ تو اس کو زنا سے جنی ہے پس اگر عورت نے اس کی تصدیق کی تو مرد کا بیٹا قرار پائے گا اور اگر انکار کیا تو دونوں میں لعان واجب ہوئی اور لعان سے بچہ کا نسب منقطع کیا جائے گا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر عورت نے دو بچے ایک ہی پیٹ سے جنے اور مرد نے اوّل کا اقرار کیا اور دوسرے کی نفی کی تو دونوں مرد کے نسب سے قرار دیئے جائیں گے اور قطع نکاح کے واسطے دونوں سے لعان لیا جائے گا۔ پس اگر اوّل کی نفی کی پھر دوسرے بچہ کا اقرار کیا تو حد قذف کی سزا دی جائے گی اور دونوں اس کے نسب سے ہوں گے اور اگر کسی شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کے دو بچے پیدا ہوئے اور شوہر نے ان کی نفی کی اور قاضی نے لعان کا حکم کیا پھر ایک بچہ لعان سے پہلے مر گیا تو دونوں شوہر کے نسب سے قرار پائیں گے اور لعان واسطے قطع نکاح کے لیا جائے گا اسی طرح اگر کوئی بچہ مرا نہیں لیکن بیوی و شوہر میں سے کوئی لعان سے پہلے مر گیا تو دونوں

[1] یعنی مرد و عورت دونوں چار چار مرتبہ قسم کھا کر بیان کرتے اور بار پنجم اپنے نفس پر لعنت کا وقوع در حالت خود کاذب ہونے کے کرتے ہیں ۱۲

[2] انکار کرنا اور منکر ہونا کہ یہ ہمارا نہیں ہے ۱۲

بچے شوہر سے ثابت النسب ہوں گے۔ اسی طرح اگر دونوں نے قاضی کے سامنے لعان کرلیا مگر ہنوز قاضی نے دونوں میں فرقت اور بچوں کو ماں کی طرف لازم کرنے کا حکم نہ کیا تھا کہ اتنے میں کوئی مرد یا عورت مرگیا تو دونوں لڑکے ان دونوں سے ثابت النسب ہوں گے۔ اگر عورت ایک بچہ جنی اور شوہر نے اس کی نفی کی اور قاضی نے دونوں میں لعان کیا اور فرقت کردی اور بچہ کو ماں کی طرف لازم کیا پھر دوسرا بچہ اسی پیٹ سے جنی تو دونوں بچہ شوہر کے نسب سے اس کو لازم ہوں گے یہ محیط میں ہے۔

اگر دو بچوں کو جوڑیا جنی اور شوہر کو ایک کا علم ہوا اس نے نفی کی اور لعان کیا اور قاضی نے بچہ اسکی ماں کی طرف لازم کیا اور دونوں میں فرقت کردی پھر دوسرے کا علم ہوا تو دونوں بچے شوہر کے نسب سے ہوں گے اور اگر قبل جدائی کے دوسرے بچہ سے واقف ہوا اور اس کی بھی نفی کی تو دوبارہ لعان کرایا جائے اور بعد لعان کے دونوں بچے ماں کی طرف لازم کیے جائیں گے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر شوہر ملاعن نے اپنی تکذیب کی اور بچہ کے نسب کا دعویٰ کیا بعد ازاں کہ قاضی نے دونوں میں جدائی کر کے بچہ کو ماں کی طرف لازم کردیا ہے پس اگر بچہ زندہ ہو تو اس کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا اور شوہر کو حد قذف ماری جائے گی خواہ عورت زندہ ہو یا مر گئی ہو یہ محیط میں ہے۔

اگر بچہ مرگیا ہو اور اس نے میراث چھوڑی پھر باپ نے اس کے نسب کا دعویٰ کیا تو تصدیق نہ کی جائے گی لیکن اگر اس بچہ نے کوئی اولاد مذکر یا مؤنث چھوڑی ہو تو تصدیق کی جائے گی پھر جب اقرار صحیح ہو جائے تو ملاعن کو حد ماری جائے گی اور میراث لے گا اور اگر وہ بچہ جس کی نفی کی ہے مؤنث ہو اور وہ لڑکا چھوڑ کر مرگئی پھر ملاعن نے اپنی تکذیب کی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تصدیق نہ کیا جائے گا اور نہ وارث ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک تصدیق کی جائے گی اور حد ماری جائے گی اور وارث ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر کسی شخص نے باندی سے لعان کیا اور قاضی نے اس کے بچوں کو ماں کی طرف لازم کیا پھر ملاعن[1] کے بیٹے نے چاہا کہ میں اس باندی سے نکاح کروں تو نہیں جائز ہے اور دونوں میں جدائی کرادی جائے گی اسی طرح اگر ملاعن نے خود دعویٰ کیا کہ میں نے اس باندی سے وطی نہیں کی تھی پس لڑکی سے نکاح کرنا چاہا تو دونوں میں جدائی کرادی جائے گی (یعنی اگر نکاح کرلیا ۱۲) یہ محیط میں ہے۔

اگر اپنی ام ولد کو آزاد کردیا پھر اس سے نکاح کیا پھر چھ مہینے یا زیادہ میں اس کے بچہ ہوا پس اگر اس کی نفی کی تو لعان لیا جائے گا اور بچہ ماں کی طرف لازم ہوگا اگر چھ مہینے سے کم میں وقت نکاح سے بچہ ہوا ہے تو نفی پر لعان کرے اور بچہ باپ کی طرف لازم ہوگا اور تاویل مسئلہ یوں ہے کہ جب ثبوت وقت اعتاق سے دو برس سے کم میں ہوتا کہ نسب مولیٰ سے ثابت ہو کذا فی المبسوط۔

قلت ☆

یعنی وقت اعتاق سے بچہ پیدائش تک دو برس سے کم میں نہ ہو اگرچہ نکاح سے چھ مہینے سے کم ہے تو بچہ مولیٰ کے نسب سے ثابت النسب ہے۔ اگر کسی کی منکوحہ باندی کہ اس کے بچہ پیدا ہوا پس اگر چھ مہینے سے کم وقت میں نکاح سے بچہ پیدا ہوا۔ پس اگر شوہر نے دعویٰ کیا تو بدون تصدیق مولیٰ کے ایسا نسب ثابت نہ ہوگا اور اگر نفی کی تو اس کو لازم نہ کیا جائے گا اور اگر چھ مہینے یا زیادہ میں بچہ ہوا تو شوہر سے اس کا نسب ثابت ہوگا وہ دعویٰ کرے یا نہ کرے اور اگر نفی کی تو دونوں میں لعان نہ ہوگا اور نہ نسب بچہ کا منتفی ہوگا اور نہ مرد پر حد ماری جائے گی اگر مولیٰ نے باندی کو آزاد کردیا پھر بچہ پیدا ہوا پس اگر وقت آزادی سے چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوا پس اگر شوہر نے بچہ کے نسب کا دعویٰ کیا تو اس سے نسب ثابت ہو جائے گا خواہ باندی نے آزادی کے بعد قبل مرد کے دعویٰ نسب کے یا بعد اس کے اپنی ذات کو اختیار کرلیا ہو یعنی شوہر سے جدائی اختیار کرلی ہو یا اپنے شوہر کے پاس رہنا اختیار کیا ہو اور اگر شوہر نے بچہ کی نفی کی پس اگر

[1] لعان کرنے والا مرد ۱۲

باندی نے شوہر کو اختیار کیا تو بچہ کا نسب ثابت ہوگا اور قطع نکاح کے واسطے دونوں سے لعان لیا جائے گا اور اگر اپنے نفس کو اختیار کیا پس اگر شوہر کے بچہ کے نفی کرنے سے پہلے ایسا کیا پھر شوہر نے بچہ کی نفی کی تو بچہ کا نسب شوہر سے ثابت رہے گا اور باہم لعان نہ لیا جائے گا اور شوہر پر حد قذف واجب ہوگی اور اگر بعد نفی کرنے کے اپنے نفس کو اختیار کیا اور ہنوز لعان نہیں واقع کی گئی ہے تو بچہ ثابت النسب ہوگا اور کچھ لعان یا حد لازم نہ ہوگی اور اگر وقت آزادی سے چھ مہینے یا زیادہ کے بعد باندی بچہ جنی پس اگر شوہر نے اس کا دعویٰ کیا تو نسب اس سے ثابت ہوگا اور سب صورتوں میں حد و لعان کچھ نہ ہوگا اور اگر نفی کی پس اگر باندی نے بعد آزادی کے اپنے شوہر کو اختیار کیا ہے تو دونوں میں لعان کرایا جائے گا اور استحساناً نسب ولد قطع کیا جائے گا اور اگر نفی ولد سے پہلے اپنے نفس کو باندی نے اختیار کیا یعنی شوہر سے جدائی اختیار کر لی تو بچہ کا نسب شوہر سے ثابت ہے اور لعان نہ ہوگی لیکن حد واجب ہوگی اور اگر بعد نفی کے لعان واقع ہونے سے پہلے اس نے شوہر سے جدائی اختیار کی تو بچہ ثابت النسب ہوگا اور باہم لعان اور کسی پر حد واجب نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔

مسئلہ بالا کی ایک اور صورت کا بیان ☆

اگر باندی کو شوہر نے خریدا پس وقت خرید سے چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہوا اور شوہر نے نفی کی تو نفی صحیح ہے بچہ اس کو لازم ہوگا اور اگر چھ مہینے یا زیادہ میں پیدا ہوا اور شوہر نے نفی کی تو فقط نفی کرنے سے منتفی ہو جائے گا اور مرد کے ذمہ لازم نہ ہوگا لیکن اگر اقرار کرے تو لازم ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایک شخص کی بیوی ایک باندی ہے اس نے باندی کے مالک سے اس کو خریدا اور آزاد کر دیا پھر اس کے بچہ ہوا پس اگر وقت عتق سے چھ مہینے سے کم میں بچہ ہوا اور اس نے نسب کا دعویٰ کیا تو نسب اس سے ثابت ہو جائے گا خواہ باندی سے اس نے وطی کی ہو یا نہ کی ہو اور باندی اس کی ام ولد ہوگی اور اگر اس کی نفی کی پس اگر وقت خرید سے چھ مہینے سے کم میں بچہ ہوا ہے تو نسب منتفی نہ ہوگا اور نہ دونوں میں لعان واجب ہوگی اور حد قذف واجب ہوگی اور اگر وقت خرید سے چھ مہینے یا زیادہ میں بچہ ہوا تو بچہ کا نسب مرد سے ثابت نہ ہوگا اور اس پر لعان و حد بھی واجب نہ ہوگی۔ اگر وقت آزادی سے چھ مہینے سے دو برس تک بچہ ہوا پس اگر شوہر نے اس کے نسب کا دعویٰ کیا تو نسب اس سے ثابت ہو جائے گا خواہ عورت سے وطی کی ہو یا نہ کی ہو اور اگر نفی کی پس اگر عورت سے وطی نہیں کی ہے تو بالا جماع مرد سے نسب ثابت نہ ہوگا اور اگر عورت سے وطی کی ہے پھر بچہ کے نسب سے انکار کیا یا نہ اقرار کیا اور نہ انکار کیا بلکہ خاموش رہا تو اس میں اختلاف ہے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شوہر سے نسب ثابت نہ ہوگا اور نہ اس کو حد ماری جائے گی اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شوہر سے نسب ثابت ہوگا اور اگر نفی کی تو حد ماری جائے گی (جب کہ نفی کرے ۱۲) اور اگر وقت آزادی سے دو برس سے زیادہ میں جنی۔ پس اگر شوہر نے دعویٰ کیا تو نسب ثابت ہوگا اور اگر نفی کی تو بالاتفاق نسب ثابت نہ ہوگا اور اگر اس کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور وقت خرید شوہر سے چھ مہینے سے کم میں بچہ جنی تو نسب شوہر یعنی بائع سے ثابت ہوگا خواہ دعویٰ کرے یا خاموش ہو رہے اور بیع باطل ہو جائے گی اور اس پر واجب ہوگا کہ دام مشتری کو واپس کر دے اور اگر نسب سے انکار کیا تو اس کے انکار سے بھی نفی نہ ہوگی اور اگر وقت خرید شوہر سے فقط چھ مہینے میں بچہ جنی اور شوہر نے بچہ کا دعویٰ کیا تو اس صورت کا حکم مثل اس کے ہے کہ جب وقت خرید شوہر سے چھ مہینے سے کم میں اس کے بچہ پیدا ہوا تھا۔ اگر شوہر کے خریدنے سے چھ مہینے سے زیادہ میں بچہ جنی پس اگر شوہر کے فروخت کر دینے سے چھ مہینے سے کم گذرے ہیں اور شوہر نے اس کا دعویٰ کیا تو بدون تصدیق مشتری کے شوہر سے اس کا نسب ثابت ہوگا اور بیع باطل ہو جائے گی اور اگر اس صورت میں شوہر نے نسب سے انکار کیا تو نسب ثابت نہ ہوگا اور بیع بحالہ باقی رہے گی اور اگر وقت بیع کر دینے شوہر سے چھ مہینے سے دو برس تک بچہ جنی اور شوہر یعنی بائع نے دعویٰ کیا پس اگر عورت سے وطی نہیں کی ہے

بدون تصدیق مشتری کے اس سے نسب ثابت نہ ہوگا اور مشتری نے تصدیق کی یہاں تک کہ نسب ثابت ہوا تو بیع باطل ہو جائے گی اور اگر عورت باندی سے وطی کر لی ہے اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ پہلے فرماتے تھے کہ بدون تصدیق مشتری کے دعوت صحیح نہیں ہے اور یہی قول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور یہ حکم دعویٰ نسب کی صورت میں ہے اور اگر نفی کی تو بالاتفاق نسب ثابت نہ ہوگا اور اگر وقت بیع سے دو برس سے زیادہ میں جنی پس اگر شوہر نے دعویٰ کیا تو بالا جماع بدون تصدیق مشتری کے نسب ثابت نہ ہوگا اور اگر نفی کی تو بالا جماع منتفی ہو جائے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر مشتری ثانی نے یعنی جس نے شوہر یعنی مشتری اوّل سے خریدی ہے بچہ کو آزاد کر دیا پھر مشتری اوّل نے دعویٰ کیا پس اگر مشتری اوّل کے خریدنے کے بعد چھ مہینے یا زیادہ میں جنی تو نسب اس کو لازم نہ ہوگا اور اگر چھ مہینے سے کم میں بچہ ہوا ہے تو دعوت صحیح ہے اور بیع باطل ہوگی اور حق عتق ٹوٹ جائے گا اسی طرح اگر اس صورت میں دوسرے مشتری نے باندی مع بچہ کے آزاد کر دی ہو تو بیع باطل اور دونوں کا عتق توڑ دیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر مشتری نے بچہ کو آزاد نہیں کیا بلکہ اس کی ماں کو آزاد کیا ہے پس اگر شوہر کے خریدنے سے چھ مہینے سے کم میں بچہ ہوا ہے تو اس کا دعویٰ نسب بچہ کی بابت اور ماں کے حق میں بھی صحیح ہے اور اگر چھ مہینے یا زیادہ میں وقت خرید سے جنی ہے پس اگر وقت بیع سے چھ مہینے سے کم میں جنی تو بدون دعوت کے نسب ثابت نہ ہوگا اور جب دعویٰ کیا تو دعوت بچہ کے حق میں صحیح اور ماں کے حق میں صحیح نہ ہوگی اور اگر وقت بیع سے چھ مہینے سے زیادہ میں جنی تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے قول کے موافق بدون تصدیق مشتری کے دعوت نسب صحیح نہیں ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو برس تک بدون تصدیق مشتری کے صحیح ہے بشرطیکہ عورت سے وطی کی ہو اور یہی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا پہلا قول ہے اور اگر وقت خرید سے دو برس سے زیادہ میں جنی پس وقت بیع سے خواہ دو برس سے کم یا زیادہ میں بچہ جنی ہو بدون تصدیق مشتری کے شوہر کی دعوت نسب صحیح نہیں ہے لیکن فرق اس قدر ہے کہ اگر دو برس تک وقت بیع سے جنی اور مشتری نے تصدیق کی تو بیع ٹوٹ جائے گی اور اگر وقت بیع سے دو برس سے زیادہ میں جنی تو بیع نہ ٹوٹے گی یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے اپنی عورت کو ایک طلاق بائن دے دی اور وہ عورت باندی تھی پھر آزاد کر دی گئی پس اگر وقت طلاق سے دو برس تک بچہ جنی تو نسب اس کا شوہر سے ثابت ہوگا اس کے انکار سے منتفی نہ ہوگا اور انکار پر اس کے حد (قذف ۱۲) ماری جائے گی اور اس بچہ کی ولاء اسکی ماں کے مولاؤں کو ملے گی اور اگر باپ مر گیا اور اس کے مرنے سے دو برس کے درمیان باندی کے بچہ ہوا اور اس کے ایک روز بعد وہ آزاد ہو گئی ہے تو بچہ ثابت النسب اور ولاء اس کی ماں کے مولاؤں کو ملے گی کذا فی المبسوط۔

اگر کسی شخص کی بیوی باندی ہو اور وہ اس سے بچہ جنی اور باندی کو اس کے شوہر نے خریدا اور اس کو آزاد کر کے نکاح کیا اور وقت نکاح سے چھ مہینے یا زیادہ میں اس کے دوسرا لڑکا پیدا ہوا اور اس نے اس کے نسب کا انکار کیا تو قاضی دونوں کے درمیان لعان کرائے گا اور بچہ ماں کی طرف لازم کرے گا اور اگر وقت دوسرے نکاح سے چھ مہینے سے کم میں یا زیادہ میں پیدا ہوا ہے تو لعان نہ کرایا جائے گا اور بچہ شوہر کے نسب سے قرار پائے گا اور اگر وقت خرید سے چھ مہینے سے کم میں اس کے بچہ ہوا تو وقت انکار کے باہم دونوں سے لعان کرایا جائے گا اور بعد لعان کے بچہ ماں کی طرف لازم کیا جائے گا اور اگر ام ولد مسلمان ہو تو انکار پر مرد کو حد (قذف ۱۲) ماری جائے گی اور اگر عورت نے مرد کی تصدیق کی کہ یہ بچہ تجھ سے نہیں ہے تو بچہ کے حق میں دونوں کی تصدیق نہ کی جائے گی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اس سے نکاح نہیں کیا تو وقت عتق سے دو برس تک بچہ مرد کو نسباً لازم ہوگا اور اگر اس کی نفی کی تو حد مارا جائے گا کذا فی المبسوط۔

ل ملوکیت سے باہر ہونا و آزادی ۱۲

چودھویں فصل☆

غلام تاجر و مکاتب کے دعوت نسب کے بیان میں

اگر عبد ماذون نے کوئی باندی خریدی اور اس سے وطی کی اس سے بچہ ہوا اور اس بچہ کا دعویٰ کیا تو نسب اس سے ثابت ہوگا اور غلام کو اس بچہ اور اس کی ماں کے فروخت کرنے کا اختیار ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر مولیٰ نے اس باندی کو کسی غلام سے بیاہ دیا تو صحیح ہے جیسا کسی دوسری باندی کا نکاح کر دینا صحیح ہے اور اگر بچہ جنی تو اس سے نسب ثابت ہوگا اسی طرح اگر بدون اجازت مولیٰ کے اس باندی سے غلام نے نکاح کر لیا تو نسب بچہ کا اس سے ثابت ہوگا اگر اس کا اقرار کرے یہ مبسوط میں ہے غلام ماذون اگر قرض دار[1] ہو اس نے باندی خرید کر اس سے وطی کی اور اس سے بچہ ہوا اور غلام نے اپنے نسب سے دعویٰ کیا اور مولیٰ نے اس کی تکذیب کی تو دعوت صحیح اور نسب غلام سے ثابت ہوگا اسی طرح اگر دعویٰ کیا کہ مولیٰ نے یہ باندی میرے واسطے حلال کر دی تھی اور مولیٰ نے اس کی تکذیب کی تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر غلام ماذون نے مولیٰ کی ایسی باندی کے بچہ کا جو اس کی تجارت میں سے نہیں ہے دعویٰ کیا اور کہا کہ مولیٰ نے اس کو میرے اوپر حلال کر دیا یا مجھ سے بیاہ دیا تھا پس اگر مولیٰ نے اس امر میں اس کی تکذیب کی تو نسب اس سے ثابت نہ ہوگا لیکن اگر مولیٰ نے اس کو آزاد کر دیا اور یہ غلام اس کا مالک ہوا تو دعویٰ نکاح میں قیاساً و استحساناً نسب ثابت ہوگا اور حلال کر دینے کے دعویٰ میں استحساناً ثابت ہوگا اور اگر مولیٰ نے اس کی تصدیق کی تو اس سے نسب ثابت ہوگا مگر نکاح میں خاصۃً تصدیق نکاح کی ضرورت ہے اور حلال کرنے کی دعوت میں ایک حلال کر دینے کی اور دوسری کہ یہ بچہ باندی کے اسی سے پیدا ہوا ہے دونوں باتوں کی تصدیق کی حاجت ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر اپنے مالک کے سوائے کسی دوسرے کی باندی کے بچہ کا نکاح فاسد یا جائز سے غلام نے دعویٰ کیا اور اس باندی کے مالک نے تصدیق کی تو نسب اس سے ثابت ہوگا کذا فی الحاوی۔

غلام نے ایک لقیط پر دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا اس باندی سے ہے جو میری بیوی ہے اور باندی نے اس کی تصدیق کی اور مولیٰ نے کہا کہ یہ میرا غلام ہے تو وہ مولیٰ کا غلام اور ان دونوں کا بیٹا ہے اور یہ قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ وہ ان دونوں کا بیٹا ہے آزاد ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول اظہر ہے کذا فی المحیط السرخسی۔

منتقی میں لکھا ہے کہ غلام نے ایک لقیط پر دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا اس باندی سے ہے جو میری بیوی ہے تو نسب اس کا غلام سے ثابت اور آزاد ہوگا اور باندی سے ثابت نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر مکاتب کی باندی نے بچہ جنا اور مکاتب نے اس کا دعویٰ کیا تو دعوت[2] صحیح ہے خواہ مولیٰ نے مکاتب کے قول کی تصدیق کی ہو یا تکذیب کی ہو اور یہ بچہ بھی مکاتب ہو جائے گا نہ اس کو فروخت کرے اور نہ اس کی ماں کو یہ محیط میں فصل دعوت النسب میں ہے۔ اگر مکاتب نے کسی لڑکے کے نسب کا دعویٰ کیا کہ یہ میری اس آزاد جورو سے میرا بیٹا ہے خواہ نکاح جائز سے یا فاسد سے اور عورت نے اس کی تصدیق کی تو اس کا بیٹا قرار دیا جائے گا کذا فی الحاوی۔

---

[1] قولہ قرض دار ہو اس سے ہر جگہ یہ مراد ہے کہ معاملات خرید و فروخت میں اس پر اُدھار وغیرہ کا قرضہ چڑھ گیا ہو اور یہی نہیں کہ اس نے کس سے روپیہ قرض لیا ہو فافہم ۱۲ [2] یعنی نسب کا دعویٰ کرنا ۱۲

مکاتب کا دوسرے فریق پر نکاح یا ملک سے نسب کا دعویٰ کرنا ☆

اگر مکاتب نے کسی شخص کی باندی کے لڑکے پر نکاح یا ملک سے نسب کا دعویٰ کیا اور اس شخص نے تکذیب کی تو مثل آزاد کے مکاتب کی تصدیق نہ کی جائے گی پس اگر وہ آزاد کیا گیا اور کسی روز بھی اس کا مالک ہوا تو مکاتب سے اس کا نسب ثابت ہو جائے گا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر مکاتب نے کوئی باندی خریدی وہ اس کے پاس چھ مہینے سے کم میں بچہ جنی پس مکاتب نے اس کا دعویٰ کیا تو دعوت صحیح ہے اور اگر مکاتب غلام ماذون ہو تو دعوت صحیح نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر مکاتب نے کوئی باندی فروخت کی پس چھ مہینے سے کم میں بچہ جنی اور اس نے دعویٰ کیا تو دعوت صحیح ہے اور بچہ مع ماں کے اس کو واپس ملے گا کذا فی المبسوط۔

اگر غلام ماذون نے دعویٰ کیا اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو دعوت صحیح نہیں ہے کذا فی المحیط۔

اگر مکاتب نے اپنے بیٹے کی باندی سے وطی کی اور بیٹا آزاد ہے یا عقد علیحدہ سے مکاتب ہے تو اگر بچہ پیدا ہو تو مکاتب کے دعویٰ سے اس کا نسب ثابت نہ ہوگا اگر بیٹا اس کی تکذیب کرے کذا فی المبسوط۔

پس اگر مکاتب آزاد کیا گیا اور اس لڑکے کا مع باندی کے کبھی ایک روز بھی مالک ہوا تو لڑکے کا نسب مکاتب سے ثابت ہو جائے گا اور باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی اور اگر مکاتب کا یہ بیٹا جس کی باندی سے وطی کی ہے مکاتب ہونے کی حالت میں پیدا ہوا تھا یا مکاتب نے اس کو خریدا تھا پس اس کی باندی نے یہ بچہ جنا اور مکاتب نے اس کا دعویٰ کیا تو دعوت صحیح ہے اور باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی اور مہر یا قیمت کا ضامن نہ ہوگا کیونکہ جو کچھ کتابت کی حالت کے پیدا ہوئے بیٹے کی یا خریدے ہوئے بیٹے کی کمائی ہو وہ بمنزلہ اس کی کمائی مال کے ہوتا ہے اس میں اس کا تصرف نافذ ہوگا کذا فی المحیط۔

اگر اپنی مکاتبہ کے بچہ کا دعویٰ کیا تو نسب ثابت ہوگا خواہ مکاتبہ اس کی تصدیق کرے یا نہ کرے اور مولیٰ پر بچہ کی قیمت کی ضمان نہیں ہے عقر اس پر واجب ہے اگر کتابت کے روز سے چھ مہینے سے زیادہ میں بچہ جنی ہو اور اگر چھ مہینے سے کم میں جنی ہو تو عقر[۱] بھی نہیں واجب ہے۔ یہ حاوی میں ہے اور مکاتبہ کو اختیار دیا جائے گا چاہے کتابت کو باقی رکھے اور تمام کر دے یا فسخ کر دے (اور ام ولد رہے)۔ کذا فی المحیط۔

اگر مکاتبہ کا شوہر ہو اور مولیٰ کی اس نے تصدیق کی تو بچہ آزاد ہوگا اور نسب ثابت نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر مکاتبہ کی باندی کے بچہ کا دعویٰ کیا تو بدون تصدیق مکاتبہ کے دعوت صحیح نہیں ہے اور یہ حکم ظاہر الروایت کا ہے اور اگر مکاتبہ نے مولیٰ کی تصدیق کی تو نسب اس سے ثابت ہو جائے گا اور بچہ بقیمت آزاد ہوگا کہ مولیٰ بچہ کی قیمت مکاتبہ کو ادا کرے گا اور مکاتبہ کو باندی کا عقر بھی دے گا اور بچہ کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو ولادت کے روز تھی اور یہ حکم اس وقت ہے کہ مکاتبہ کے یہ باندی خریدنے سے چھ مہینے میں باندی کے بچہ ہوا ہو اور اگر چھ مہینے سے کم میں بچہ[۲] ہوا اور مولیٰ نے دعویٰ کیا تو بدون تصدیق مکاتبہ کے نسب ثابت نہ ہوگا اور اگر مکاتبہ نے تصدیق کی یہاں تک کہ نسب ثابت ہوا تو آزاد نہ ہوگا ویسا ہی غلام باقی رہے گا کذا فی المحیط۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر مکاتب نے کوئی نابالغ غلام خریدا اور مولیٰ نے اس کا دعویٰ کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر مکاتب نے اس کی تصدیق کی تو مولیٰ سے نسب ثابت ہوگا اور آزاد نہ ہوگا یہ حاوی میں ہے۔

---

[۱] وہ مال جو بعوض وطی شبہہ کے لازم آئے ۱۲ [۲] یعنی مکاتبہ کے خرید کے وقت سے چھ ماہ سے کم میں ۱۲

ایک شخص نے ایک غلام خرید کا مکاتب کر دیا پھر مکاتب نے اپنی ایک باندی کو مکاتب کیا پھر مکاتبہ نے بچہ جنا پس مولائے مکاتب نے اس کا دعویٰ کیا پس اگر مکاتبہ نے اس کی تصدیق کی تو نسب ثابت ہوگا اور مکاتبہ کے واسطے اس کا عقر اس پر واجب ہوگا اگر وقت کتابت سے چھ مہینے سے زیادہ میں بچہ جنی ہے اور اگر چھ مہینے سے کم میں جنی ہو تو اس کا عقر مکاتب کو ملے گا پھر یہ بچہ اپنی ماں کے ساتھ مکاتب ہوگا پس اگر ماں نے بدل کتابت ادا کر دیا تو آزاد ہو جائے گی اور اسی کے ساتھ بچہ بھی اس کی تبعیت میں آزاد ہو جائے گا اور اگر عاجز ہوئی اور پھر مملوک ہو گئی تو مولیٰ دونوں کو بقیمت لے گا اور مکاتب کی تصدیق کی ضرورت نہ ہوگی اگرچہ مولیٰ کا استحقاق دعوت نسب کے روز صاحب تصدیق کی تصدیق سے ثابت ہوا ہے اور بچہ کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو مکاتبہ کے عاجز ہونے کے روز تھی اور اگر مکاتبہ نے اس کی تکذیب کی اور مکاتب نے تصدیق کی تو نسب ثابت نہ ہوگا اور بچہ اپنی ماں کے ساتھ مکاتب ہوگا اگر ماں نے بدل کتابت ادا کر دیا تو دونوں آزاد ہو جائیں گے اور اگر وہ عاجز ہو کر پھر مملوک ہو گئی تو مولیٰ سے نسب ثابت ہوگا اور بچہ بقیمت آزاد ہوگا مگر قیمت روز ولادت کی اس وقت معتبر ہوگی جب کہ روز کتابت سے چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہوا اور اگر روز کتابت سے چھ مہینے میں بچہ ہوا ہے تو عاجز ہونے کے روز کی قیمت معتبر ہوگی اور اگر دونوں نے مولیٰ کی تکذیب کی تو بچہ کا نسب ثابت نہ ہوگا اور بچہ اور اس کی ماں دونوں مکاتب کے مکاتب قرار پائیں گے پس اگر مکاتبہ نے مال کتابت ادا کر دیا تو دونوں آزاد ہو جائیں گے اور اگر عاجز ہوئی تو دونوں مکاتب کے مملوک ہوں گے اور نسب مولیٰ سے ثابت نہ ہوگا اور اگر دونوں نے مولیٰ کی تصدیق کی تو نسب ثابت ہو جائے گا پس اگر روز کتابت سے چھ مہینے سے کم میں بچہ ہوا ہے یہاں تک کہ ثابت ہوا کہ نطفہ کا قرار پانا مکاتب کی ملک میں ہوا ہے تو بچہ بقیمت آزاد ہوگا اور بچہ کی قیمت مکاتب کو ملے گی اور ولادت کے روز کی قیمت معتبر ہوگی اور اگر چھ مہینے سے زیادہ میں پیدا ہوا ہے تو بچہ اس مکاتبہ کے ساتھ مکاتب ہوگا جب تک کہ مکاتبہ عاجز نہیں ہوئی ہے اور جب عاجز ہو گئی تو مولیٰ اس بچہ کو عاجز ہونے کے روز کی قیمت پر لے گا۔ پھر جس صورت میں کہ مکاتب نے تصدیق اور مکاتبہ نے تکذیب کی حتیٰ کہ نسب ثابت نہ ہوا اور مکاتبہ ہنوز عاجز نہ ہوئی اور مکاتب سے اپنا بدل ادا کر دیا اور آزاد ہو گیا پس اگر مکاتبہ نے وقت کتابت سے چھ مہینے سے کم میں بچہ جنا تو مولیٰ سے نسب ثابت ہوگا اور بچہ بقیمت آزاد ہوگا اور یہ قیمت مکاتب کو ملے گی اور یہ اس وقت ہے کہ بچہ ایسا نابالغ ہو کہ اپنی ذات سے تعبیر نہ کر سکتا ہو اور اگر بڑا ہو گیا ہے اور مولیٰ نے دعویٰ کیا اور مکاتب نے اس کی تصدیق کی تو لڑکا آزاد ہوگا اور حق نسب میں لڑکے کے قول کی طرف رجوع کیا جائے گا اور اگر وقت کتابت سے چھ مہینے سے زیادہ میں بچہ جنی تو بچہ آزاد نہ ہوگا بلکہ اپنی ماں کے ساتھ مکاتب ہوگا اور مولیٰ سے اس کا نسب بھی ثابت نہ ہوگا پھر اگر اس کے بعد مکاتبہ عاجز ہوئی اور مملوک ہو گئی تو بچہ بقیمت آزاد اور مولیٰ سے ثابت النسب ہوگا۔ اگر عاجز نہ ہوئی بلکہ بدل کتابت ادا کر دیا تو آزاد ہو گی اور بچہ بھی اس کے ساتھ آزاد ہوگا اور مولیٰ سے نسب اس کا ثابت نہ ہوگا لیکن اگر لڑکے نے بڑے ہو کر مولیٰ کی تصدیق کی تو اس کی تصدیق سے نسب ثابت ہوگا پس قیمت مولیٰ پر لازم نہ آئے گی یہ محیط میں ہے۔

اگر مکاتب اوّل نے بدل کتابت ادا کر دیا اور آزاد ہو گیا پھر مکاتبہ نے وقت عتق سے چھ مہینے سے کم اور وقت کتابت سے چھ مہینے میں بچہ جنا تو حکم وہ دیا جائے گا کہ جو قبل عتق کے مکاتبہ کے جننے کا حکم تھا اور اگر وقت عتق سے چھ مہینے یا زیادہ میں بچہ جنی اور مولیٰ نے زعم کیا کہ عتق[1] کے بعد کی وطی سے یہ بچہ پیدا ہوا ہے تو نسب ثابت نہ ہوگا اور اگر تصدیق پائی گئی تو زانی شمار ہوگا چنانچہ اگر بعد عتق مکاتب کے نکاح کا دعویٰ کیا پس اگر مکاتبہ نے تصدیق کی تو شبہ نکاح ثابت ہوگا پس نسب ثابت ہوگا اور بچہ آزاد نہ ہوگا اور اگر

[1] آزادی و آزاد ہونا ۱۲

مکاتب آزاد نے نکاح کی تصدیق کی اور مکاتبہ نے تکذیب کی تو نسب ثابت نہ ہوگا لیکن اگر مکاتبہ عاجز ہو کر پھر مملوک ہوگئی تو مکاتب آزاد شدہ کا اقرار نکاح اس وقت اس پر نافذ ہوگا اور نسب مولیٰ سے ثابت ہوگا اور بچہ آزاد نہ ہوگا اور اگر دعویٰ کیا کہ یہ بچہ عتق مکاتب سے پہلے کی وطی سے پیدا ہوا ہے تو مولیٰ کی تصدیق نہ کی جائے گی پس اگر مکاتب آزاد اور مکاتبہ دونوں نے اس کی تصدیق کی تو بچہ کا نسب ثابت ہوگا اور بچہ آزاد نہ ہوگا پس اگر مکاتبہ نے مال کتابت ادا کر دیا تو مع بچہ کے آزاد ہو جائے گی اور اگر عاجز ہوگئی تو بچہ بقیمت آزاد ہوگا اور اگر مکاتبہ نے اس کی تصدیق کی اور مکاتب آزاد نے تکذیب کی تو نسب ثابت ہوگا اور بچہ غلام ہوگا پس اگر مکاتبہ عاجز ہوئی تو وہ اور اس کا بچہ دونوں مکاتب آزاد کے مملوک ہوں گے اور اگر مکاتب نے تصدیق کی کہ قبل عتق کے مولیٰ کی وطی سے پیدا ہوا ہے اور مکاتبہ نے تکذیب کی تو نسب ثابت نہ ہوگا لیکن اگر عاجز ہوگئی تو عاجز ہونے کے روز کی قیمت پر بچہ آزاد ہوگا۔ اسی طرح اگر مکاتب نے مال کتابت ادا کیا لیکن ادا کے لائق مال چھوڑ کر مر گیا اور بدل کتابت ادا کر دیا گیا پھر مکاتبہ عاجز ہوگئی تو بچہ بقیمت آزاد ہے اور اس کی ماں وارثان مکاتب کی مملوک ہوگی کذا فی شرح الزیادات۔

پندرھویں فصل ☆

متفرقات کے بیان میں

اگر ایک شخص مر گیا اور اس نے عورت وام ولد چھوڑی اور وارث نے اقرار کیا کہ اس نے یہ لڑکا میت کے نطفہ سے جنا ہے پس اگر وہاں مقر سے کوئی جھگڑا اور رد کرنے والا نہ ہو تو لڑکے کا نسب میت سے ثابت ہو جائے گا اور وہ وارث ہوگا اور اقرار کرنے والوں میں کچھ تعداد یا لفظ گواہی شرط نہیں ہے اور اگر مقر کا کوئی منازع [1] موجود ہو جو اس کے اقرار میں نزاع کرتا ہے تو باتفاق الروایات اقرار کرنے والوں کی تعداد شرط ہے اور باتفاق الروایات ان کی عدالت یعنی عادل ہونا شرط نہیں ہے اور مقر کا بلفظ شہادت اقرار کرنا شرط ہونے میں دو روایتیں ہیں یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص ایک ام ولد چھوڑ کر مر گیا اور مرنے سے دو برس تک کے درمیان میں اس کے ایک بچہ پیدا ہوا اور وارثوں نے نسب سے انکار کیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک میت سے اس کا نسب ثابت نہ ہوگا اور دائی کی گواہی سے وارث نہ ہوگا جب تک کہ دو گواہ گواہی نہ دیں لیکن اگر مولیٰ نے اپنی زندگی میں اقرار کیا تھا کہ یہ ام ولد مجھ سے حاملہ ہے تو دائی کی گواہی سے نسب ثابت ہوگا اور اگر وارثوں نے اقرار کیا تو مثل اقرار میت کے شمار ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

ایک شخص کے پاس ایک باندی ہے اس نے اس سے وطی کی اور وہ اس سے بچہ جنی پھر اس کے بچہ کا دعویٰ کیا پھر کہا کہ یہ فلاں شخص کی ام ولد تھی اس نے میرے ساتھ نکاح کر دیا تھا اس سے میرے نسب سے یہ بچہ پیدا ہوا ہے اور فلاں شخص نے اس کی تصدیق کی اور باندی نے دونوں کے قول کی تصدیق کی یا تکذیب کی لیکن مقر کی ام ولد ہونے کے حکم قاضی سے پہلے اس نے دونوں کی تصدیق کی طرف رجوع کیا تو مقرلہ کی ام ولد قرار دی جائے گی اور اس کے بچہ کا حکم مثل اس کے حکم کے ہو جانے کے ہوگا پس جب مقرلہ مرے تو دونوں آزاد ہو جائیں گے پھر اگر اس کے بعد بچہ بڑا ہوا اور اس نے باندی ام ولد کے اقرار کی تکذیب کی تو اس کی تکذیب کی طرف التفات نہ کیا جائے گا اور اگر باندی نے مقر کے قول کی نہ تکذیب کی اور نہ تصدیق کی یہاں تک کہ مر گئی تو مقر اور مقرلہ کی تصدیق کی جائے گی حتیٰ کہ یہ بچہ مقرلہ کا غلام قرار دیا جائے گا پس اگر بالغ ہوا اور اس نے مقرلہ کے غلام ہونے سے انکار

---

[1] منازعت و جھگڑا کرنے والا ۱۲

کیا تو التفات نہ کیا جائے گا اور اگر باندی نے دونوں کی تکذیب کی اور اسی پر قائم رہی تو قاضی اس کو مقر کی ام ولد قرار دے گا اور مقر پر اس کے ام ولد کے اعتبار سے قیمت مقرلہ کے واسطے واجب ہوگی بعض مشائخ نے کہا کہ موافق قول صاحبینؒ کے ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نہ مقر کو قیمت اور نہ عقر کچھ دینا نہ پڑے گا اور اگر باندی نے دونوں کی تکذیب کی پس ہنوز قاضی نے حکم نہ دیا تھا کہ باندی مرگئی تو بچہ کی بابت حکم دینے میں تا بلوغ توقف کیا جائے گا پس اگر بڑے ہو کر اس نے مقر کے قول کی تصدیق کی تو مقرلہ کا غلام قرار دیا جائے گا اور اسکی ماں مقرلہ کی ام ولد ہوگی اور اگر تکذیب کرتا رہا تو قاضی اس کو مقر کی طرف سے آزاد کر دے گا اور اس کی ماں مقرلہ کی ام ولد ہوگی اور اگر باندی زندہ ہو اور بچہ اپنی ذات سے تعبیر کر سکتا ہے۔ پس ماں نے مقر[1] کی تصدیق کی اور بچہ نے تکذیب کی تو بچہ آزاد اور باندی مقر کی ام ولد ہوگی اسی طرح اگر ماں نے مقر کی تکذیب اور بچہ نے تصدیق کی تو بھی ایسا ہی ہے یہ محیط میں ہے۔

دو عورتوں نے ایک ہی بچہ کی بابت نسب کا دعویٰ کیا ☆

ایک شخص مرگیا اور ایک بیٹا چھوڑا پس ایک عورت نے آ کر دعویٰ کیا کہ یہ میت سے میرا بیٹا ہے پس لڑکے نے اس کی تصدیق کی اور عورت نے اس امر کے گواہ پیش کیے تو قاضی اس کے نسب کی ڈگری کرے گا اور میت و عورت میں زوجیت کا حکم دے گا اور عورت میت کی وارث ہوگی کذا فی الحاوی۔

اگر دو عورتوں نے ایک بچہ کے نسب کا دعویٰ کیا اور ہر ایک عورت نے دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں گواہ قائم کیں تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کسی سے اس کا نسب ثابت نہ ہوگا اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں سے اس کا نسب ثابت ہوگا اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے ایک عورت گواہ پیش کی تو موافق روایت ابو سلیمان کے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس حجت سے کسی کی ڈگری نہ ہوگی اور موافق روایت ابو حفص کے دونوں کے نام نسب کی ڈگری ہوگی اور اگر دونوں کے پاس حجت نہ ہو تو بلا خلاف کسی کی ڈگری نہ ہوگی مجموع النوازل میں ہے۔

اگر دو بچوں میں ایک مذکر اور دوسرا مؤنث ہو اور دونوں عورتوں میں سے ہر ایک نے مذکر کا دعویٰ کیا اور مؤنث کی نفی کی تو دونوں عورتوں کا دودھ تولا جائے گا جس کا بھاری ہوگا اس کے نام مذکر کی ڈگری ہوگی یہ محیط میں ہے۔

اگر زید کی باندی کے بچہ ہوا پس اس کے بھائی نے کہا کہ یہ شبہہ کے نکاح سے میرا بیٹا ہے اور زید نے انکار کیا تو مدعی کی تصدیق نہ ہوگی اور یہی حکم چچا و ماموں و باقی اہل قرابت کا ہے پس اگر مدعی اس کا کسی روز مالک ہوا اور نکاح صحیح یا فاسد یا ملک سے نسب کا دعویٰ کر چکا ہے تو نسب ثابت ہوگا اسی طرح اگر بیٹے ہونے کا دعویٰ کیا اور یہ نہ کہا کہ میں نے اس باندی سے نکاح کیا ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ماں کا بچہ کے ساتھ یا بدون اس کے مالک ہوا تو اس کی ام ولد ہو جائے گی اور اگر مدعی کا باپ جو مدعی کے قول سے منکر ہے اس بچہ کا مالک ہوا تو مدعی سے نسب ثابت نہ ہوگا اور نہ بچہ آزاد ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر زید کی باندی بچہ جنی اس کے بیٹے نے اس بچہ کے نسب کا دعویٰ کیا تو بدون باپ کی تصدیق کے دعوت صحیح نہیں ہے اسی طرح اگر بیٹے نے نکاح کا دعویٰ کیا تو بھی بدون تصدیق باپ کے صحیح نہیں ہے اور اگر بیٹے نے باپ کی رضامندی سے یا بلا رضامندی نکاح کر لینے کے گواہ قائم کیے تو بچہ کا نسب اس سے ثابت اور آزاد ہو جائے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک غلام نابالغ کو آزاد کیا پھر دعویٰ کیا کہ میرا بیٹا ہے تو صحیح ہے خواہ اس کے پاس پیدا ہوا ہو یا نہیں اور اگر بڑا ہو تو دیکھا

---

[1] شخص اقرار کنندہ ۱۲

جائے گا اگر اس نے انکار کیا تو اس کا اقرار باطل ورنہ جائز ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

ایک شخص نے ایک باندی آزاد کی اس کا ایک بچہ ہے پھر بچہ کا دعویٰ کیا بعد ازانکہ باندی کو آزاد کر چکا ہے تو نسب اس کو لازم ہو گا اور باندی آزاد پر عدت واجب ہوگی کذافی المحیط۔

ایک غلام صغیر دو شخصوں میں مشترک ہے اس کو ایک نے آزاد کر دیا پھر دوسرے نے اس کے بیٹے ہونے کا دعویٰ کیا تو صحیح ہے یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور وہ دونوں کا آزاد کردہ شمار ہوگا بشرطیکہ دعوت مدعی دعوت تحریر ہو کہ اس کی ملک میں نہ پیدا ہوا ہو اور اگر دعوت استیلاد[1] ہو کہ علوق اس کی ملک میں قرار پایا ہو تو آزاد کرنے والے کے لیے آدھی ولاء ہوگی اور مدعی کو کچھ ولاء نہ ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک کل غلام آزاد کرنے والے کی طرف سے آزاد ہوا اور اگر دوسرے نے ایسے نابالغ آزاد کے نسب کا دعویٰ کیا جس کا نسب معروف نہیں ہے تو استحساناً اس کی دعوت صحیح ہوگی اور اگر خود آزاد کرنے والے نے اس کے نسب کا دعویٰ کیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدون دوسرے کی تصدیق کے دعوت صحیح نہیں ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک استحساناً صحیح ہے اور اگر بچہ بڑا ہوا کہ اپنی ذات سے تعبیر کر سکتا ہے پس اگر اس نے اس امر کا اقرار کیا تو مدعی سے اس کا نسب ثابت ہوگا اور اگر انکار کیا تو آزاد کرنے والے کی دعوت صحیح نہیں ہے اور دوسرے کی دعوت صحیح ہے اور یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک کسی کی دعوت بدون اس کی تصدیق کے صحیح نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر دو بچہ جوڑیا ہوں ایک کو آزاد کر کے دوسرے کے نسب کا دعویٰ کیا تو دونوں کا نسب ثابت اور عتق باطل ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

نوادر ابن سماعہ میں ہے کہ زید نے ایک باندی آزاد کی اس نے عمرو سے نکاح کیا اور وقت نکاح سے چھ مہینے سے کم میں بچہ جنی اور زید و عمرو دونوں نے دعویٰ کیا تو جس کی باندی آزاد تصدیق کرے اس کا ہوگا پس اگر شوہر کی تصدیق کی اور اس نے نکاح فاسد یا وطی شبہہ کا دعویٰ کیا تو نسب اس کو لازم ہوگا اسی طرح زید کو بھی بدون اس کی تصدیق کے کچھ دعوت[2] کا حصول نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔

ایک عورت کے پاس اس کے شوہر کے مرنے کی خبر آئی اس نے بعد عدت کے نکاح کیا اور بچہ جنی پس پہلا شوہر زندہ موجو۔ ہوا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر طرح بچہ پہلے شوہر کا ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر نکاح ثانی سے وقت ولادت تک چھ مہینے سے کم ہوں تو پہلے شوہر کا اور اگر زیادہ ہوں تو دوسرے کا ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ دوسرے کی وطی کے وقت سے ولادت تک دو برس سے کم ہوں تو پہلے شوہر کا اور اگر زیادہ ہوں تو دوسرے شوہر کا ہے کذافی الکافی۔

فقیہ ابواللیث نے اپنی شرح دعوت مبسوط میں لکھا ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول اصح ہے اور ہم اسی کو لیتے ہیں یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

ابو عصمہ سعد بن معاذ مروزی نے اسماعیل بن حماد سے انہوں نے عبدالکریم جرجانی سے انہوں نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ امام نے اس قول سے رجوع کر کے کہا کہ اولاد دوسرے شوہر کی ہوگی کذافی المحیط۔

ایک شخص اپنی عورت کو چھوڑ کر غائب ہو گیا اور وہ نوجوان دس برس کی ہے مثلاً پس اس نے نکاح کر لیا اور چند اولاد ہوئیں تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سب اولاد پہلے شوہر کی ہوں گی یہاں تک کہ دوسرے شوہر کو جائز ہے کہ ان کو زکوٰۃ دے اور ان کی گواہی اس کے حق میں مقبول ہے اور عبدالکریم نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ انہوں نے اس قول سے رجوع کیا اور کہا کہ

[1] ام ولد ہونے کا دعویٰ کرنا ۱۲ [2] نسب کا دعویٰ کرنے میں اس لفظ کا استعمال ہوتا ہے ۱۲

اولاد دوسرے شوہر کی ہے اور اس پر فتویٰ ہے کذافی الواقعات الحسامیہ اور بالا جماع اگر پہلا شوہر آیا تو عورت اس کو واپس کرا دی جائے گی یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر کوئی عورت گرفتار ہو گئی اور اس سے کسی حربی نے نکاح کیا اور چند اولاد ہوئیں تو بھی ایسا ہی اختلاف ہے کذافی المبسوط۔

اگر ایک عورت نے طلاق کا دعویٰ کیا اور عدت میں بیٹھ کر بعد کو دوسرے سے نکاح کیا اور اولاد ہوئی اور شوہر اول نے طلاق سے انکار کیا تو بھی ایسا ہی اختلاف ہے کذافی المحیط السرخسی۔

مجموع النوازل میں ہے کہ شیخ نجم الدین نسفی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک نابالغہ سے اس کے باپ کے نکاح کر دینے سے نکاح کیا پھر باپ مر گیا اور شوہر غائب ہے اور لڑکی جوان ہوئی اور اس نے دوسرے سے نکاح کر لیا پس غائب آیا اور اس نے دعویٰ کیا اور عورت انکار کر گئی اور شوہر کے پاس گواہ نہیں تھے یہاں تک کہ اس کی ڈگری نہ ہوئی بلکہ دوسرے کی ڈگری ہوئی اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اور پہلے شوہر کا ایک بیٹا دوسری بیوی سے ہے تو اس بیٹے اور اس دختر میں نکاح جائز ہے یا نہیں تو شیخؒ نے فرمایا کہ اگر لڑکا نابالغ ہے تو جائز نہیں ہے کیونکہ لڑکے کے باپ کے زعم میں ہے کہ لڑکی کی ماں میری بیوی ہے اور لڑکی اس کے فراش سے ہوئی پس اس کی بیٹی ہے لیکن اگر لڑکا جوان ہوا اور خود اس نے اس لڑکی سے نکاح کیا تو جائز ہونا چاہئے کیونکہ اقرار پسر دوسرے پر نافذ نہ ہوا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

اگر کسی نے دوسرے کی جورو سے نکاح کیا اور وہ بچہ جنی پس ایک نے دعویٰ کیا کہ نکاہ کو ایک مہینہ ہوا اور دوسرے نے ایک برس کا دعویٰ کیا تو ایک سال کے مدعی کی ڈگری ہو گی اور دونوں سے اثبات نسب کا حکم ہو گا اور اگر دونوں نے تصدیق کی کہ اس نے ایک مہینے سے نکاح کیا ہے تو نسب ثابت نہ ہو گا اور اگر باہمی ایک ماہ کی تصدیق کی بعد اس نے گواہ دیئے کہ ایک سال سے نکاح کیا ہے تو گواہ مقبول ہوں گے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے مرض میں کہا کہ یہ لڑکا میری ان دونوں باندیوں میں سے ایک سے میرا بیٹا ہے پھر مر گیا تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ غلام جمیع مال سے آزاد اور ہر باندی اپنے نصف قیمت کے واسطے سعی کرے اور نصف اس کا تہائی مال سے آزاد ہو گا یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے اقرار کیا کہ یہ لڑکا میری اس باندی سے میرا بیٹا ہے پھر مر گیا پس اس کے دوسرے بیٹوں نے گواہ قائم کیے کہ ہمارے باپ نے اس باندی کو اس لڑکے کے پیدا ہونے سے تین برس پہلے اس غلام کے ساتھ بیاہ دیا تھا پس یہ لڑکا اس غلام کے فراش سے پیدا ہوا اور غلام و باندی دونوں منکر ہیں تو ان کے گواہ مقبول نہ ہوں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر لڑکا و باندی اس کے مدعی ہوں تو ان دونوں کی گواہی مقبول ہو گی کیونکہ ان دونوں کی غرض اس گواہی پیش کرنے سے یہ ہے کہ اپنا حق یعنی نکاح ہونا میت پر ثابت کریں اور لڑکا آزاد ہو جائے گا اور باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی پھر اگر یہ اقرار مولیٰ سے اس کی صحت میں صادر ہوا تو لڑکا تمام مال سے آزاد ہو گا اور اگر مرض میں ہوا تو تہائی مال سے آزاد ہو گا اسی طرح اگر لڑکے نے ایسا دعویٰ کیا تو بھی گواہ مقبول ہوں گے اور حکم اس کا مثل حکم لڑکے و باندی دونوں کے دعویٰ کرنے کے ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر باندی نے یا لڑکے نے نکاح کا دعویٰ کیا تو تزویج کے گواہ مقبول ہوں گے کیونکہ یہ اثبات نسب کے واسطے ہوں گے کیونکہ نسب حق لڑکے کا ہے پس جب اس نے گواہوں سے نکاح ثابت کر دیا کہ غلام سے ہوا ہے تو اپنے حق کا ثابت کرنے والا شمار ہو گا یعنی نسب کا پس نکاح باندی و غلام میں ثابت ہوا اور یہ حق باندی کا ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اور اگر وارثوں کے گواہ قائم کرنے کی حالت میں غلام غائب ہو تو اس کے حاضر ہونے کے وقت تک اس گواہی کے حکم میں

توقف کیا جائے گا کذافی المحیط۔

عورت کا دعویٰ اور شوہر کا رَد کرنا☆

اگر کسی شخص کی عورت کے بچہ ہوا اور اس نے دعویٰ کیا کہ یہ بیٹا میرا اسی شخص سے ہے اور شوہر اس سے منکر ہے پس اس شخص پر اس کے بیٹے یا بھائی نے گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا یہ بیٹا میرا ہے تو گواہی مقبول ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر شوہر کے اس اقرار پر عورت کے باپ یا دادا نے گواہی دی تو گواہی مقبول نہ ہوگی خواہ عورت مدعی ہو یا منکر ہو اسی طرح اگر شوہر کے باپ یا دادا نے اس اقرار کی گواہی دی تو بھی قبول نہ ہوگی خواہ شوہر مدعی ہو یا منکر ہو یہ محیط میں ہے۔

پندرھواں باب☆

دعویٰ استحقاق اور جو اس کے معنی میں ہے اس کے دعویٰ کے بیان میں

اگر مشتری نے بائع پر دعویٰ کیا کہ بیع میں استحقاق ثابت ہو گیا یعنی کسی دوسرے نے مجھ پر استحقاق ثابت کر کے لے لی اور بائع سے اپنے دام واپس کرنے چاہے تو ضروری ہے کہ استحقاق کی تفسیر اور اس کا سبب بیان کرے پھر جب اس نے سبب استحقاق بیان کر دیا اور دعویٰ صحیح ہو گیا اور بائع نے اس مشتری کے ہاتھ فروخت کرنے سے انکار کیا اور مشتری نے بیع کے گواہ قائم کیے تو مقبول ہوں گے اور اپنے دام واپس کر سکتا ہے اور اس گواہی کی سماعت کے واسطے بیع کا حاضر کرنا شرط نہیں ہے یہ بعض مشائخ کے نزدیک ہے اور اسی پر ظہیر الدین مرغینانی فتویٰ دیتے تھے بلکہ اگر بیع کے رنگ و اوصاف کو ذکر کر دیا اور مقدار ثمن بیان کی تو کافی ہے پھر جب مشتری کے گواہ مقبول ہوئے اور اس نے بحکم قاضی بائع سے اپنے دام واپس لیے اور بائع نے اپنے بائع سے اپنے دام واپس لینے چاہے تو ہو سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر بائع نے مشتری کو ثمن سے بری کیا یا اس کو ہبہ کیا پھر مشتری کے پاس سے بیع استحقاق میں لے لی گئی تو وہ اپنے بائع سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اسی طرح باقی بائع بھی ایک دوسرے سے کچھ نہیں لے سکتے ہیں یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

کن صورتوں میں جبراً دام ادا کرنے پہ مجبور کیا جائے گا☆

اگر بیع مشتری کے پاس سے استحقاق[1] میں لی گئی اور ہنوز اس نے دام نہیں دیئے ہیں یا کچھ دام دیئے ہیں تو جبراً اس سے کل دام یا باقی دلوائے جائیں گے کیونکہ شاید قاضی مستحق کے گواہوں پر ڈگری نہ کرے مستحق بیع کی اجازت دے دے یہ محیط میں ہے۔

مشتری نے جب بائع سے دام طلب کیے اس نے دام واپس دینے کا وعدہ کیا پس اگر استحقاق ثابت ہونے میں مشتری کی تصدیق کر چکا اور اس نے مسجل قاضی قبول کر لیا ہے تو دام پھیر دینے پر مجبور کیا جائے گا اور اگر استحقاق کا اقرار نہیں کیا صرف وعدہ کر کے وعدہ خلافی کی تو مجبور نہ کیا جائے گا یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر مشتری نے اپنے بائع سے دام لینے چاہے اس نے تھوڑے داموں پر مشتری سے صلح کر لی تو بائع اپنے بائع سے پورے دام لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک نے دوسرے سے ایک دار بعوض ایک غلام کے خریدا اور باہم قبضہ کیا پھر نصف دار استحقاق میں لیا گیا تو مشتری کو اختیار ہے چاہے باقی دار نصف کو آدھے غلام میں لے یا ترک کر دے اور غلام خریدنے والے کو خیار نہ ہوگا اگرچہ صفقہ[2] کا متفرق ہونا اور باقی کا شرکت کی وجہ سے عیب دار ہونا

---

1. یعنی کسی شخص نے اس کا ثبوت پہنچا کر کہ وہ اس کی ملک ہے یا فلاں سبب سے میں اس کا حقدار ہوں پس اس کو لے لیا ۱۲

2. اور یہ بیان نہ کیا کہ اس کی ملک میں کیونکر آئی آیا بطور بیع کے یا ہبہ کے یا بطور میراث کے ۱۲

اس کے پاس بھی لازم آتا ہے اور علیٰ ہذا اگر نصف غلام میں استحقاق ثابت ہوا نہ نصف دار میں تو مشتری دار کو خیار نہ ہوگا اور اگر نصف غلام اور نصف دار دونوں استحقاق میں لیے گئے تو کتاب میں مذکور ہے کہ ہر ایک کو خیار ہے چاہئے ترک کر دے یا لے لے اور ماخوذ متروک کی مقدار کتاب میں مذکور نہیں ہے۔

ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا کہ چاہے چوتھائی کو چوتھائی کے عوض لے یا ترک کر دے اور بعض اصحاب نے فرمایا کہ چاہے نصف کو نصف کے عوض لے یا ترک کر دے اور اگر ہنوز کسی نے کچھ اختیار نہ کیا تھا کہ مستحق نے نصف غلام میں اجازت دے دی یا مشتری کو ہبہ یا صدقہ میں دے کر سپرد کر دیا تو مشتری غلام کا خیار باطل ہوگا مشتری دار کا باقی رہا یہ محیط میں ہے۔

زید نے عمرو سے غلام خریدا اور بکر کے ہاتھ فروخت کیا پھر زید نے دوبارہ خریدا اور اس کے ہاتھ سے استحقاق میں لے لیا گیا تو عمرو سے دام واپس کر سکتا ہے ایسا ہی شمس الاسلام محمود اوز جندی کا فتویٰ منقول ہے اور یہ حکم اس روایت کے موافق صحیح ہو سکتا ہے کہ جس میں مذکور ہے کہ استحقاق کے ثبوت سے تمام بیع جس قدر واقع ہوئی ہوں فسخ ہو جاتی ہیں لیکن موافق ظاہر الروایت کے اگر مستحق کے مالک ہونے کا حکم کیا جائے تو تمام بیعوں کا فسخ ہونا واجب نہیں پس زید کا فروخت کرنا اور دوبارہ خریدنا بحالہ باقی ہے پس عمرو سے واپس نہیں کر سکتا ہے بلکہ بکر سے واپس کرے پھر بکر اس سے واپس کرے پھر یہ عمرو سے واپس کرے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

ایک نے دوسرے سے ایک گھر خریدا اور اس پر قبضہ کیا اور اس سے استحقاق میں لے لیا گیا پس مستحق نے مشتری سے کہا کہ جو دام تو نے بائع کو دیئے ہیں وہ مجھ سے لے لے اس نے لیے لیے پھر مستحق نے چاہا کہ جو کچھ مشتری کو دیا ہے اس کو واپس کرے تو بعض مشائخ نے کہا کہ واجب ہے کہ اس کو یہ اختیار نہ ہو بنا بر اس روایت کے جس میں مذکور ہے کہ مستحق کے واسطے ملک کا حکم ہونے سے تمام بیع فسخ ہو جاتی ہیں اور موافق ظاہر الروایت کے واپس لے سکتا ہے اور اگر مشتری نے بائع سے اپنے داموں کا مطالبہ کیا اور مستحق نے مشتری سے کہا کہ مجھ سے اپنے دام لے لے اس نے لے لیے پھر مستحق نے واپس کر لینے کا قصد کیا تو باتفاق الروایات ایسا نہیں کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے زیادات میں ذکر کیا کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک غلام خریدا اور اس پر قبضہ کر لیا اور ایک شخص نے مشتری کے لیے ضمان درک کر لی کہ جو کچھ آئندہ پیدا ہوا از قسم استحقاق وغیرہ تو میں تیرے واسطے ثمن کا ضامن ہوں پھر مشتری نے زید کے ہاتھ فروخت کیا اور دے دیا پھر زید نے عمرو کے ہاتھ فروخت کر کے سپرد کر دیا پھر کسی مستحق نے عمرو پر گواہ پیش کر کے ڈگری کرا لی تو یہ حکم اس مشتری عمرو اور تمام بائعوں پر جاری ہوگا حتیٰ کہ اگر عمرو یا کسی بائع نے مستحق پر اپنی ملک مطلق کے گواہ قائم کیے تو مقبول نہ ہوں گے اور ہر دو مشتری اپنے بائع سے بدون اعادہ گواہوں کے دام واپس کر سکتے ہیں لیکن جب تک کسی بائع سے دام واپس نہ کیے جائیں تب تک وہ اپنے بائع سے واپس نہیں کر سکتا ہے چنانچہ جب تک زید سے عمرو واپس نہ کرے تب تک زید اپنے بائع سے نہیں واپس لے سکتا ہے اور نہ زید کا بائع یعنی مشتری اوّل اپنے بائع سے قبل رجوع درمیانی مشتری کے واپس لے سکتا ہے اور نہ مشتری اوّل ضمان درک کفیل سے لے سکتا ہے اور آیا ہر مشتری کو اس امر کے گواہ وقت ثمن واپس کرنے کے پیش کرنے چاہئیں ہیں کہ مجھ سے ثمن واپس لیا گیا یا نہیں پس دیکھنا چاہئے کہ اگر قاضی کو معلوم نہیں کہ اس سے دام وصول کر لیے گئے ہیں مثلاً کسی دوسرے قاضی کے پاس اس سے دام واپس لیے گئے تو گواہ لانا ضرور ہے اور اگر قاضی کو معلوم ہے تو ضرورت نہیں ہے اور اگر اس صورت میں غلام استحقاق میں لیا نہ گیا بلکہ اس نے عمرو پر اپنی اصلی آزادی کے گواہ قائم کر کے حکم آزادی حاصل کر لیا تو ہر ایک مشتری اپنے بائع سے اپنے دام قبل اپنے واپس دینے کے لے سکتا ہے اسی طرح مشتری اوّل بھی کفیل سے قبل اس کے خود دام واپس کرے دام بھر لے سکتا ہے اور اگر اس

صورت میں غلام نے اصلی آزادی کے گواہ نہ دیئے بلکہ یوں دعویٰ کیا کہ میں فلاں شخص کا غلام تھا اس نے مجھے ایک سال سے آزاد کیا اور اس امر کے گواہ پیش کیے یا خود کسی شخص نے بھی گواہ پیش کیے کہ میرا غلام تھا میں نے اس کو ایک سال سے آزاد کیا ہے اور تاریخ آزادی کی سب فروخت کی تاریخوں سے سابق ہے اور قاضی نے حکم دے دیا تو ہر مشتری اپنے بائع سے قبل دام واپس دینے کے لے سکتا ہے اسی طرح اگر تاریخ معلوم نہ ہوئی ہو تو بھی یہی حکم ہے۔ اسی طرح اگر غلام نے یا کسی شخص نے یہ گواہ قائم کیے کہ میرا غلام تھا میں نے اس کو مدبر کر دیا ہے۔ اس کو ایک سال کا عرصہ ہوا یا بجائے غلام کے باندی تھی کہ اس نے گواہ قائم کیے کہ میں فلاں شخص کی ایک سال سے ام ولد ہوں یا کسی شخص نے اس امر کے گواہ قائم کیے اور تدبیر یا استیلاد کی تاریخ سب فروخت کی تاریخوں سے سابق ہے یا تاریخ بالکل معلوم نہیں ہوتی ہے اور قاضی نے حکم دے دیا تو بھی یہی حکم ہے کہ ہر مشتری اپنے واپس دینے سے پہلے دام واپس لے سکتا ہے اور اگر مدبر کرنے یا آزاد کرنے یا ام ولد بنانے کی تاریخ سب فروخت کی تاریخوں سے بعد ہے مثلاً غلام یا باندی نے اخیر کے مشتری پر گواہ پیش کیے کہ میں فلاں کا غلام یا اس کی باندی ہوں کہ اس نے مجھے اس مشتری اخیر کے خریدنے کے بعد آزاد کیا یا مدبر یا ام ولد بنایا ہے یا کسی شخص نے اس امر کے گواہ قائم کیے اور قاضی نے اس پر ڈگری کر دی تو یہ حکم اور ملک مطلق کی ڈگری دونوں یکساں ہیں اور اگر اس غلام کی عتق تاریخ بیع کی تاریخوں کے بیچ میں واقع ہے کہ بعض تاریخ عتق سے پہلے اور بعض بعد ہیں تو قبل عتق میں ہر مشتری اپنے بائع سے اپنے دام قبل اپنے واپس دینے کے نہیں لے سکتا ہے اور جو بعد عتق کے بیع واقع ہوئی اس میں ہر مشتری اپنے بائع سے اپنے واپس کرنے سے پہلے اپنے دام واپس لے سکتا ہے اعتبار اللبعض بالکل یہ محیط میں ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے زیادات میں فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک باندی خریدی اور اس پر قبضہ کر لیا پھر ایک مستحق نے گواہوں سے استحقاق ثابت کر کے باندی لے لی تو مشتری اپنے بائع سے دام واپس کر لے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر مشتری نے مستحق کی ملک ہونے کا اقرار کر دیا یا قسم لی گئی اور اس نے انکار کیا اور مستحق کی ڈگری ہو گئی پھر اپنے بائع سے دام واپس لینے چاہے تو اس کو یہ اختیار نہیں اور اگر گواہ قائم کیے کہ بائع نے اقرار کیا ہے کہ یہ بیع مستحق کی ملک ہے تو واپس لے سکتا ہے اور اگر اس کے پاس گواہ نہ ہوں اور چاہا کہ بائع سے اس امر کی قسم لے کہ میں نے مستحق کی ملک ہونے کا اقرار نہیں کیا ہے تو قسم لے سکتا ہے کذا فی الخلاصہ اگر بائع نے قسم سے نکول کیا تو ثمن واپس کرے گا کذا فی الوجیز للکردری۔

اگر مشتری نے اپنے اقرار یا نکول کے بعد اس امر کے گواہ قائم کرنے چاہے کہ یہ مبیع مستحق کی ملک ہے اور مراد اس کی یہ ہے کہ بائع سے دام واپس کرے تو ساعت نہ ہوگی اور اگر باندی کا کوئی مستحق نہ پیدا ہوا بلکہ اس نے اپنی اصلی آزادی کا دعویٰ کیا اور مشتری نے اس کی اصلی آزادی کا اقرار کیا یا قسم سے انکار کیا اور قاضی نے باندی کی اصلی حرہ ہونے کی ڈگری کر دی تو اپنے بائع سے دام واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر بائع نے مقولہ مشتری سے انکار کیا اور مشتری نے کہا کہ میں اصلی آزادی کے گواہ دیتا ہوں تو مقبول ہوں گے اگر مستحق نے مشتری پر یہ دعویٰ کیا کہ یہ باندی میری ہے میں نے اس کو آزاد یا مدبر یا ام ولد بنایا ہے اور مشتری نے اس کا اقرار کیا یا قسم سے نکول کیا تو بھی اپنے دام بائع سے نہیں لے سکتا ہے پس اگر مشتری نے بائع پر اس امر کے گواہ قائم کرنے چاہے تا کہ ثمن واپس کرے تو دیکھا جائے گا کہ اگر اس کے گواہوں نے عتق مطلق کی بدون تاریخ کے گواہی دی یا ایسی تاریخ بیان کی کہ خرید کی تاریخ سے پہلے ہے تو گواہی مقبول اور اپنے دام واپس لے گا اور اگر بعد خرید کے عتق واقع ہونے کی تاریخ بیان کی تو گواہی مقبول نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے زیادات میں فرمایا کہ ایک باندی جو عبداللہ کے پاس ہے پس ابراہیم نے محمد سے کہا کہ اے محمد یہ

باندی جو عبداللہ کے پاس ہے میری باندی تھی میں نے تیرے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کر کے تیرے سپرد کر دی تھی اور تو نے دام نہیں دیئے تھے لیکن عبداللہ نے تجھ پر غلبہ پا کر تجھ سے غصب کر لی اور محمد نے اسکے سب قول کی تصدیق کی اور عبداللہ اس سب سے منکر ہے اور کہتا ہے کہ میری باندی ہے تو عبداللہ کا قول باندی کے باب میں معتبر ہوگا اور ثمن کی ڈگری ابراہیم کے نام محمد پر ہوگی یہ محیط میں ہے۔

ملک مطلق یا ملک نتاج کی صورت میں گواہ پیش کرنا ☆

پھر اگر اس باندی کو عبداللہ سے کسی شخص نے ملک مطلق یا ملک نتاج کے گواہ پیش کر کے لے لیا تو محمد کچھ دام ابراہیم سے واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر محمد نے مستحق پر اس امر کے گواہ قائم کیے کہ یہ میری باندی ہے میں نے ابراہیم سے خریدی ہے درحالیکہ وہ اس کا مالک تھا اور میں نے اس پر قبضہ کر لیا تو اس کے نام باندی کی ڈگری ہو جائے گی پھر اگر مستحق نے محمد پر نتاج کے گواہ پیش کیے تو محمد پر مستحق کے نام ڈگری ہوگی اور محمد اپنے دام ابراہیم سے واپس کر لے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر باندی کا کوئی مستحق نہ پیدا ہوا لیکن باندی نے عبداللہ پر گواہ قائم کیے کہ میں اصلی آزاد ہوں اور قاضی نے یہ حکم دے دیا تو محمد اپنے دام ابراہیم سے واپس لے گا۔ اسی طرح اگر عبداللہ نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ میری باندی تھی میں نے اس کو آزاد یا مدبر یا ام ولد بنایا ہے اور قاضی نے حکم دے دیا تو محمد اپنے دام ابراہیم سے واپس لے گا اور اسی طرح اگر باندی نے تعلق یا تدبیر یا استیلاد کے گواہ بدون تاریخ کے پیش کیے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر تاریخ بیان کی تو دیکھنا چاہئے کہ اگر ابراہیم و محمد کے درمیان بیع واقع ہونے کی تاریخ عتق وغیرہ کے بعد ہے تو محمد اپنے دام ابراہیم سے واپس لے گا اور اگر عتق یا تدبیر یا استیلاد مثلاً ایک سال سے واقع ہونے کا دعویٰ کرتی ہے اور گواہ بھی گواہی دیتے ہیں اور ان دونوں کی بیع واقع ہونے کی تاریخ دو برس ہے یعنی اس سے پہلے ہے تو دام واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر باندی نے عبداللہ پر اس امر کے گواہ قائم کیے کہ اس نے مجھے مکاتب کر دیا ہے اور قاضی نے حکم دے دیا تو محمد اپنے دام ابراہیم سے نہیں لے سکتا ہے لیکن اگر باندی نے بدل کتابت ادا کر دیا اور آزاد ہو گئی تو اس وقت محمد اپنے دام ابراہیم سے واپس کر سکتا ہے کذا فی المحیط۔

اگر عبداللہ نے اقرار کیا کہ میں نے یہ باندی محمد سے سو دینار کو خریدی اور قبضہ لیا اور دام دے دیئے ہیں اور محمد نے اس کی تصدیق کی پھر باہمی تصدیق کے بعد عبداللہ کے پاس سے یہ باندی استحقاق میں لے لی گئی تو عبداللہ اپنے دام محمد سے اور محمد اپنے دام ابراہیم سے لے لے گا اور اگر عبداللہ کے پاس سے باندی استحقاق میں لیے جانے کے بعد اس طرح باہمی تصدیق کی تو عبداللہ اپنے دام محمد سے لے سکتا ہے اور محمد اپنے دام ابراہیم سے نہیں لے سکتا ہے اسی طرح اگر عبداللہ نے محمد سے خریدنے کا اقرار کیا اور محمد حاضر یا غائب تھا اور ہنوز اس کی طرف سے کوئی تصدیق یا تکذیب نہیں پائی گئی پھر عبداللہ کے ہاتھ سے باندی استحقاق میں لے گئی پھر محمد نے اس کے قول کی تصدیق کی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر محمد نے کہا کہ میں ابراہیم پر اس امر کے گواہ قائم کرتا ہوں کہ عبداللہ نے مجھ سے وہ باندی خریدی تھی اور مراد اس کی یہ ہے کہ ابراہیم سے ثمن واپس کرے تو گواہ مقبول ہوں گے۔ اسی طرح اگر محمد نے اس امر کے گواہ دیئے کہ ابراہیم نے قبل اس کے کہ عبداللہ کے پاس سے باندی استحقاق میں لے لی جائے عبداللہ نے مجھ سے خریدنے کے دعویٰ کی تصدیق کی ہے تو بھی گواہ مقبول اور اپنے دام ابراہیم سے واپس کر سکتا ہے اور اگر محمد عبداللہ نے باہمی تصدیق کی کہ محمد نے باندی عبداللہ کو ہبہ کر کے سپرد کر دی یا صدقہ کر کے سپرد کر دی تو صورت ثانی و ثالث میں محمد اپنے دام ابراہیم سے نہیں لے سکتا ہے اور صورت اوّل میں لے سکتا ہے ہکذا فی الذخیرہ۔

ایک شخص نے ہزار درم کو ایک باندی خریدی اور دام دے دیئے اور باندی پر ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ کسی شخص نے گواہ قائم کیے

کہ یہ میری باندی ہے اور مشتری و بائع دونوں حاضر ہیں اور قاضی نے مستحق کی ڈگری کر دی پھر بائع یا مشتری نے دعویٰ کیا کہ بائع نے مشتری کے ہاتھ فروخت کرنے سے پہلے یہ باندی اسی مستحق سے خریدی تھی اور گواہ قائم کیے تو مقبول ہوں گے اور اگر مشتری نے بعد استحقاق ثابت ہونے کے قاضی سے درخواست کی کہ بائع سے کہا جائے کہ مبیع میرے سپرد کر دے یا بیع توڑ دی جائے تو قاضی بیع توڑ دے گا اور مشتری اپنے دام بائع سے وصول کر لے گا۔ پھر اگر قاضی کے بیع فسخ کر دینے کے بعد بائع کو اس امر کے گواہ دستیاب ہوئے کہ میں نے قبل فروخت کرنے کے مستحق سے یہ باندی خریدی تھی تو فسخ بیع اپنے حال پر ویسا ہی باقی رہے گا کیونکہ وہ ظاہر و باطن میں نافذ ہو چکا ہے اور اگر دونوں میں سے کسی نے بیع کی اجازت دینی چاہی تو نہیں ہو سکتا ہے اور اگر مشتری نے باندی پر قبضہ کر لیا پھر اس کے ہاتھ سے استحقاق میں لے لی گئی اور مشتری نے بائع سے ثمن لے لیا پھر بائع نے مستحق سے خریدنے کے گواہ پائے اور مستحق پر پیش کر کے اپنی ڈگری کرالی پھر چاہا کہ باندی مشتری کے ذمہ ڈالے تو صاحبینؒ کے نزدیک اس کو یہ اختیار ہے اور بقیاس قول ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس کو یہ اختیار نہیں ہے اور بیع عود نہ کرے گی اور یہ حکم اسوقت ہے کہ قاضی نے مشتری کے نام بائع سے ثمن واپس لینے کا حکم کر دیا پھر بائع کو مستحق سے خریدنے کے گواہ دستیاب ہوئے اور اگر ہنوز مشتری کے نام یہ حکم نہیں کیا تھا کہ بائع نے مستحق پر قبل فروخت کے خریدنے کے گواہ قائم کر کے اپنے نام باندی کی ڈگری کرالی تو باندی مشتری کو ملے گی پھر اگر قاضی نے بائع پر داموں کی ڈگری کر دی۔ پھر بائع نے گواہ قائم کیے کہ تو ویسا ہی اختلاف مذکور جاری ہوگا۔ اگر مشتری نے باندی لینی چاہی اور باندی نے انکار کیا تو دینے پر مجبور نہ کیا جائے گا اور اگر بائع نے اس کے ذمہ لازم کرنے کا قصد کیا تو اس کو اختیار ہے اور اگر مشتری نے بائع سے خصومت نہ لی لیکن اس سے دام طلب کیے اس نے دے دیے یا فسخ قبول کیا پھر بائع نے مستحق سے خریدنے کے گواہ پیش کیے اور باندی کی اس کے نام ڈگری ہوئی تو دونوں میں سے کسی کو اختیار نہیں ہے کہ باندی دوسرے کے ذمہ ڈالے اور اگر بائع نے مستحق سے خریدنے کے گواہ نہ قائم کیے بلکہ اس امر کے گواہ دیئے کہ یہ میری ملک میں پیدا ہوئی تھی تو یہ صورت اور مستحق سے خریدنے کی صورت یہاں یکساں ہے یہ خلاصہ میں ہے۔

ایک باندی خریدی وہ بچہ جنی یا درخت خریدا کہ اس میں پھل آئے اور ہنوز پھل اسی پر تھے کہ گواہ پیش کر کے ایک شخص نے اس کا استحقاق ثابت کیا اور بچہ مشتری کے قبضہ میں ہے تو باندی و درخت کی ڈگری میں بچہ و پھل بھی تابع ہوں گے اور اس میں اختلاف ہے کہ پھل و بچہ کی نسبت علیحدہ خاص حکم ہونا چاہیے یا نہیں پس بعض نے کہا کہ اصل میں ڈگری ہونا ہی فرع کی ڈگری ہے اور صدر الشہید نے فرمایا کہ فرع کا حکم بھی ہونا ضرور ہے چنانچہ اس صورت میں کہ پھل یا بچہ مشتری کے پاس ہے بلکہ دوسرے کے قبضہ میں ہو تو فرع کا حکم علیحدہ ہونا شرط ہے اور اگر باندی مشتری سے بچہ جنی تو بچہ خصومت کے روز کی قیمت پر آزاد ہوگا اور اس قدر قیمت بائع سے واپس لے گا اگر بچہ مر گیا تو مشتری پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر قتل کیا گیا اور قاتل سے دس ہزار درم لیے تو مستحق کو صرف اس کی قیمت دے گا اور اگر مر گیا اور مال کثیر چھوڑ گیا تو سب مشتری کا ہے اور بائع کو کچھ ڈانڈ نہ دے گا اور مشتری پر عقر واجب ہوگا اور اگر باندی نے کچھ مال کمایا یا کچھ اس کو ہبہ کیا گیا تو مستحق اس کو مع اس کمائی کے لے لے گا اور مشتری بائع پر سے صرف ثمن وصول کر سکتا ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔

اگر کسی سے انگور کے درخت خریدے یا زمین و درخت خرما سب خریدے اور قبضہ کر لیا پھر فقط میدان زمین کا استحقاق ثابت کیا گیا تو مشتری کو اختیار ہے کہ درخت بائع کو واپس کر کے پورا ثمن اس سے واپس لے لے یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایک گھوڑا مع زین کے خریدا وہ استحقاق میں لیا گیا تو پورا ثمن واپس کرے اور اگر بدون زین کے استحقاقاً لیا گیا تو بقدر حصہ کے واپس لے جیسا زین کے ضائع ہو جانے کی صورت میں حکم ہے اور اگر زین باقی ہو اور مشتری نے اس کا واپس کرنا اور پورا ثمن واپس لینا چاہا اور بائع نے انکار کیا تو اس کو یہ اختیار ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔

ایک شخص نے زمین خریدی اور اس میں درخت بوئے وہ درخت اُگے پھر زمین استحقاق میں لے لی گئی تو مشتری سے کہا جائے گا کہ اپنے درخت اُکھاڑے اور اگر ان کا اُکھاڑنا زمین کو مضر ہے تو مستحق سے کہا جائے گا کہ تجھ کو اختیار ہے چاہے ان درختوں کو رہنے دے اور مشتری کو درختوں کی قیمت اُکھڑے ہوئے کے حساب سے دے دے اور یہ درخت تیرے ہو جائیں گے یا اس کو اکھاڑنے کی اجازت دے اور جو کچھ تیری زمین کو نقصان ہوگا وہ نقصان مشتری دے گا پس اگر اس نے درخت اکھاڑنے کا حکم کیا اور مشتری نے اکھاڑ ڈالے پھر بائع پر قابو پایا تو مشتری اس سے اپنا پورا ثمن واپس لے گا اور درختوں کی قیمت یا جو کچھ نقصان زمین ادا کیا ہے اس سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر مستحق نے مشتری کو درختوں کی قیمت دینا پسند کیا اور قیمت دے کر درخت اپنے واسطے رہنے دیئے پھر مشتری نے بائع کو پایا تو بائع سے اپنے دام وصول کرے گا اور درختوں کی قیمت نہیں لے سکتا ہے اور مستحق کو بھی بائع یا مشتری کو سے نقصان زمین لینے کا اختیار نہیں ہے یہ سب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

اگر زمین کا کوئی مستحق ظاہر نہ ہوا یہاں تک کہ درختوں میں پھل آ گئے خواہ پک گئے یا نہیں پکے پھر ایک مستحق نے آ کر زمین کا استحقاق ثابت کیا اور مشتری سے درخت اکھاڑ لینے کا مطالبہ کیا تو اس کو اختیار ہے پس اگر زمین کا بائع حاضر ہو تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ بائع سے درختوں کی قیمت زمین میں جمے ہوئے کے حساب لے لے اور اسی طرح بائع کے سپرد کر دے اور پھلوں کی قیمت نہیں لے سکتا ہے اور مشتری پر پھل توڑ لینے کے واسطے جبر کیا جائے گا خواہ پکے ہوں یا کچے ہوں اور بائع پر جبر کیا جائے گا کہ درخت اکھاڑے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ بائع نے ایک شخص کو مشتری پر ثمن کے واسطے حوالہ کیا اور مشتری نے محتال لہ کو ثمن ادا کر دیا پھر یہ گھر جس کا ثمن ادا کیا ہے مشتری کے پاس سے استحقاق میں لے لیا گیا تو مجموع النوازل میں شیخ الاسلام علی سغدی سے منقول ہے کہ مشتری بائع سے اپنے دام وصول کرے پھر شیخؒ سے دریافت کیا گیا کہ اگر بائع کو نہ پائے تو محتال لہ سے وصول کرے فرمایا کہ نہیں اور جامع میں ہے کہ مشتری کو اختیار ہے قابض سے وصول کرے یا بائع سے۔ اگر کوئی چیز وکیل سے خریدی تو وقت استحقاق ثابت ہونے کے مشتری وکیل سے دام لے گا بشرطیکہ مشتری نے وکیل کو ثمن ادا کیا ہو اور اگر موکل کو دیا ہے تو وکیل سے کہا جائے کہ اپنے مؤکل سے وصول کر کے مشتری کے سپرد کرے یہ ذخیرہ میں ہے۔

مجموع النوازل میں ہے کہ دو شخصوں میں سے ایک باندی کی بیع واقع ہوئی پھر بحکم قاضی وہ باندی استحقاق میں لے لی گئی اور مشتری نے بائع سے دام وصول کر لیے پھر اماموں کے فتویٰ سے ظاہر ہوا کہ حکم قضا فاسد تھا پس بائع نے مستحق سے وہ باندی لے لی تو مستحق علیہ یعنی مشتری یا اس کے قائم مقام کو وہ باندی واپس کر لینے کا اختیار نہیں ہے کذا فی الخلاصہ۔

ایک نے دوسرے سے قراطیس کسی قدر ثمن معلوم کو خریدی اور مشتری نے ایک حمار معین قراطیس کے داموں میں ستر کو دیا جس کی قیمت چالیس ہے پس اگر قراطیس میں استحقاق ثابت ہو تو مشتری اپنے بائع سے ستر وصول کرے گا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے سے ایک باندی خرید کر قبضہ کیا پھر ایک شخص نے آ کر باندی کا دعویٰ کیا اور مشتری نے اقرار کیا کہ یہ مدعی کی ہے اور بائع نے مشتری کی اس امر میں تصدیق کی کہ یہ اسی مدعی کی ہے اور مشتری نے بائع سے دام وصول کرنے چاہے پس بائع نے کہا کہ وہ باندی مدعی کی اس وجہ سے ہو گئی کہ تو نے اس کو ہبہ کر دی تھی تو بائع کا قول قبول ہوگا اور مشتری اس سے دام نہیں لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر مشتری سے دو گواہوں کی گواہی پر لی گئی اور خود مشہود علیہ یعنی مشتری نے گواہوں کی تعدیل کی تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں گواہوں کا حال دریافت کروں گا اگر ان کی تعدیل ہو گئی تو مشہود علیہ یعنی مشتری یا اس کا قائم مقام بائع سے اپنے

دام وصول کر لے گا اگر تعدیل نہ ہوئی تو مشہود علیہ پر ان کی گواہی سے ڈگری ہو جائے گی کیونکہ خود اس نے ان کی تعدیل کی ہے لیکن مشہود علیہ اپنے بائع سے دام وصول نہیں کر سکتا ہے اور یہ صورت بمنزلہ خود اقرار کرنے کے قرار دی جائے گی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

اقالہ کی ایک صورت کا بیان ☆

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جامع کبیر میں فرمایا ایک شخص نے دوسرے سے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور مشتری کے حکم سے کسی کفیل نے اس کی طرف سے ثمن کی ضمانت کر لی اور کفیل نے بائع کو دام ادا کر دیئے اور غائب ہو گیا اور غلام مشتری کے پاس سے استحقاق میں لے لیا گیا یا وہ آزاد یا مدبر یا مکاتب نکلا یا باندی تھی کہ ام ولد ثابت ہوئی پس مشتری نے اپنے بائع سے ثمن واپس لینا چاہا تو دیکھا جائے گا کہ اگر کفیل نے جو کچھ دیا تھا وہ مشتری سے لے لیا ہے تو مشتری بائع سے لے سکتا ہے اور اگر مشتری سے نہیں لیا ہے تو مشتری بائع سے نہیں لے سکتا ہے پھر جب کفیل حاضر ہوا تو اس کو اختیار ہے چاہئے بائع سے (جو کچھ اس نے دیا ہے۱۲) وصول کرے یا مشتری سے لے لے پس اگر اس نے بائع سے لے لیا تو بائع مشتری سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر مشتری سے لیا تو مشتری بائع سے واپس لے گا اور اگر کفیل کے حاضر ہونے کے بعد مشتری نے بائع کا پیچھا پکڑنا چاہا قبل اس کے کہ کفیل مشتری سے لینا اختیار کرے تو مشتری کو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر کفالت نہ ہو بلکہ ادائے ثمن کا حکم کیا ہو اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہو تو سب صورتوں میں بمنزلہ کفالت کے ہے اور اگر ان اسباب میں سے جو ہم نے کفالت میں ذکر کیے کوئی نہ ہو لیکن قبضہ سے پہلے غلام مر گیا اور کفیل دام ادا کر کے غائب ہو گیا ہے تو مشتری کو اختیار ہے کہ بائع سے ثمن وصول کرے خواہ کفیل نے مشتری سے (جو ادا کیا۱۲) لیا ہو یا نہ لیا ہو اور اگر اس صورت میں کفیل حاضر ہوا یا کفیل موجود ہی ہو تو کفیل کو اختیار نہیں کہ بائع سے دام واپس کرے۔ اور اگر غلام نہیں مرا بلکہ کسی سبب سے دونوں میں بیع فسخ ہو گئی پس اگر اپنے سبب سے فسخ ہوئی کہ وہ ہر وجہ سے فسخ ہے مثلاً بعد قبضہ کے بسبب عیب کے بحکم قاضی یا قبل قبضہ کے بحکم قاضی یا بلا حکم قاضی واپس کیا یا خیار رویت یا خیار شرط کی وجہ سے واپس کیا تو اس کا حکم مثل قبضہ سے پہلے غلام کے مر جانے کی صورت کے حکم کے ہے اسی طرح اگر مشتری نے دوسرے کو حکم کیا کہ میری طرف سے دام ادا کر دے اس نے ادا کر دیئے پھر مشتری کو سپرد کرنے سے پہلے بائع کے پاس غلام مر گیا تو سب صورتوں میں مشتری ہی بائع سے دام وصول کرے گا اور اگر کفالت بدون حکم مشتری کے ہو پھر دونوں میں ہر وجہ سے بیع فسخ ہو گئی تو کفیل کو اختیار ہے کہ بائع سے ثمن وصول کرے اور کفیل کو مشتری سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے۔ اگر فسخ بیع ان دونوں کے حق میں ہوئی اور حق ثالث میں بیع جدید قرار پائی جیسے اقالہ یا بعد قبضہ کے بسبب عیب کے بدون حکم قاضی واپس کرنا تو کفیل کو بائع سے واپس لینے کا کچھ اختیار نہیں ہے اور حق القبض مشتری کو پہنچتا ہے اور جو قبضہ کیا اور وصول کیا ہے وہ کفیل کا ہے نہ مشتری کا اور اگر کفالت نہ ہو بلکہ بدون حکم مشتری کے کسی شخص نے ثمن ادا کر دیا تو تمام صورتوں میں وہی جواب ہو گا جو بلا حکم مشتری کفالت کرنے کی صورت میں ہم نے ذکر کیا ہے۔ اگر کفالت بحکم مشتری ہو پس کفیل نے پچاس دینار پر بائع سے ثمن کے عوض صلح کر لی تو کفیل کو اختیار ہے کہ مشتری سے درم لے لے نہ دینار۔ پھر اگر غلام استحقاق میں لیا گیا اور کفیل غائب ہے پھر حاضر ہوا تو اس کو بائع کا پیچھا کرنا دیناروں کے واسطے روا ہے اور کفیل کو مشتری کی طرف کوئی راہ نہیں ہے خواہ یہ استحقاق اسی مجلس میں ہو یا مجلس سے افتراق کے بعد ہو دونوں برابر ہیں اور ایسے ہی اگر بائع نے کفیل کے ہاتھ وہ درم جس کی اس نے کفالت کی ہے دیناروں کے عوض فروخت کر دیئے پھر غلام میں استحقاق ثابت ہوا تو بیع باطل ہو گئی اور مراد امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی بیع وصلح کے درمیان مساوات سے یہ ہے کہ دونوں کے مجلس سے جدا ہونے کے بعد مساوی ہیں اور اگر دونوں کے مجلس میں موجود ہونے کی حالت میں استحقاق ثابت ہوا تو بیع باطل نہ ہو گی اور صلح باطل ہو جائے گی اور اگر غلام میں استحقاق ثابت نہ ہوا لیکن بائع کے قبضہ میں مر گیا حالانکہ کفیل بائع کے ہاتھ

درموں کے عوض پچاس دینار کو فروخت کر چکا ہے اور بائع نے اس سے لے کر وصول کر لیے ہیں تو مشتری کو اختیار ہے کہ بائع سے ہزار درم وصول کرے اور کفیل کو بائع سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے اسی طرح اگر کفیل نے بائع سے پچاس دینار پر صلح کی ہو تو بھی ایسا ہی ہے مگر صلح میں بائع کو اختیار ہے چاہے پچاس دینار واپس کرے یا ہزار درم پھیر دے اور بیع میں بلا خیار ہزار درم واپس کرے گا پھر صلح میں اگر بائع نے ہزار درم واپس کرنا اختیار کیا تو مشتری ہی اس کو وصول کر لے گا اور اگر پچاس دینار واپس کرنے چاہے تو خود کفیل ان کو وصول کر لے گا اور کفیل کو مشتری سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے۔ اگر مشتری نے کسی شخص کو حکم کیا کہ میری طرف سے بدون کفالت کے ثمن ادا کرے پس اس شخص نے پچاس دینار بعوض ثمن کے بائع کے ہاتھ فروخت کیے تو جائز ہے اسی طرح اگر پچاس دینار پر صلح کی تو بھی جائز ہے اور اگر کفیل نے بدون حکم مشتری کے ثمن کی کفالت کر لی پھر کفیل نے بائع کے ہاتھ ثمن کے عوض پچاس دینار فروخت کیے یا اس قدر دیناروں پر صلح کر لی پھر مشتری کے قبضہ سے پہلے غلام مر گیا یا اس میں استحقاق ثابت ہوا تو مشتری کو بائع سے واپس کرنے کی کوئی راہ نہیں ہے لیکن کفیل بائع سے واپس کرے گا اور صلح کی صورت میں بائع مختار ہوگا چاہے درم واپس کرے یا دینار دے اور بیع میں خیار نہ ہوگا اور اگر کفالت بھی نہ ہو اور نہ ادائے قرض کا حکم کیا ہو لیکن اس شخص نے احسان کی راہ سے آ کر اپنے دینار بعوض اس ثمن کے جو مشتری پر ہے بائع کے ہاتھ فروخت کیے یا ثمن کے عوض صلح کر لی تو ہر حال میں بیع باطل ہے لیکن صلح میں اگر یہ شرط لگائی کہ اس شرط پر دینار پر صلح کرتا ہوں کہ جو تیرا ثمن مشتری پر ہے وہ میرا ہے تو باطل ہے اور اگر یہ شرط لگائی کہ اس شرط پر صلح کی کہ مشتری ثمن سے بری ہے تو جائز ہے اور اگر صلح کو مطلقاً چھوڑا اس میں مشتری کے بری ہونے یا ثمن کا اپنے تئیں مالک کرانے کی کوئی تصریح نہ کی تو بھی جائز ہے پھر اگر غلام میں استحقاق ثابت ہوا تو بائع پر دیناروں کا واپس کرنا صالح کو واجب ہوگا اور اگر غلام مر گیا تو بائع کو اختیار ہے چاہے کفیل کو دینار واپس کرے یا درم ہکذا فی المحیط۔

اگر کفیل نے جید درموں کی کفالت کی اور نبہرہ ادا کیے تو مشتری سے جید لے گا اور اگر غلام استحقاق میں لیا گیا تو بائع یا مشتری سے نبہرہ لے سکتا ہے اور اگر نبہرہ کی کفالت کی اور جید ادا کیے تو نبہرہ لے سکتا ہے اور اگر غلام میں استحقاق ثابت ہوا تو بائع سے جید درم واپس لے سکتا ہے اور مشتری سے نبہرہ لے سکتا ہے اور مشتری سے بائع سے جید لے گا کذا فی الکافی۔

اگر غلام میں استحقاق ثابت نہ ہوا لیکن قبضہ سے پہلے غلام مشتری کے پاس مر گیا اور کفیل نے جس کا التزام کیا تھا اس سے ناقص ادا کر چکا ہے تو کفیل کو بائع سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے لیکن مشتری سے ہزار درم نبہرہ لے لے گا اور اگر کفیل نے جس کا التزام کیا تھا اس سے جید ادا کیے ہیں پھر غلام بائع کے قبضہ میں مر گیا تو کفیل کو بائع سے لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی لیکن کفیل مشتری سے وہ درم لے سکتا ہے جس کی اس نے کفالت کی ہے اور مشتری بائع سے ویسے درم لے گا جو کفیل نے بائع کو دیئے ہیں یعنی جید درم لے گا اور اگر مشتری نے کسی شخص کو حکم دیا کہ میری طرف سے بلا کفالت ثمن ادا کر دے پس اس شخص نے مامور بہ سے افضل درم ادا کیے تو مشتری سے ویسے ہی لے سکتا ہے جیسے ادا کرنے کے واسطے اس نے حکم کیا ہے اور اگر مامور بہ سے ردی ادا کیے تو جیسے ادا کیے ہیں ویسے ہی واپس لے سکتا ہے پس اگر غلام استحقاق میں لے لیا گیا تو اس شخص کو اختیار ہے چاہے مشتری کا پیچھا کرے یا بائع کا پیچھا کرے پس اگر بائع سے واپس کرنا چاہے تو ویسے ہی لے سکتا ہے جیسے اس نے وصول کیے ہیں اور اگر مشتری سے لینا چاہے تو مثل ادا کیے ہوئے کے لے گا بشرطیکہ ادا کیے ہوئے درم مامور بہ سے ردی ہوں اور اگر جید ہوں تو جیسے ادا کرنے کا حکم تھا ویسے واپس لے سکتا ہے پھر مشتری بائع سے ویسے نے سکتا ہے جیسے اس نے مامور سے وصول کیے ہیں اور اگر غلام میں استحقاق ثابت نہ ہوا بلکہ قبضہ سے پہلے مر گیا تو شخص مامور کو بائع سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے لیکن مشتری بائع سے جیسے ادا کیے ہیں واپس لے گا بشرطیکہ مامور بہ سے ردی ادا کیے ہوں اور اگر جید ادا کیے ہیں

تو بائع سے ویسے واپس لے سکتا ہے جیسے ادا کرنے کا حکم کیا تھا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی شخص نے مشتری کے واسطے اس طرح ضمانت کی کہ اگر استحقاق ظاہر ہو تو میں ثمن کا ضامن ہوں تو جائز ہے لیکن جب مستحق نے بحکم قاضی بیع مشتری سے لے لی تو کفیل سے اس کو درم وصول کرنا اس وقت ممکن ہو گا کہ جب بائع پر ثمن کرنا واجب ہو جائے اور بائع پر فسخ بیع پر ثمن واجب ہو گا اور فسخ اس طور سے ہو گا کہ مشتری بائع سے ثمن واپس طلب کرے پس قاضی دونوں میں بیع فسخ کر دے گا اور ثمن بائع پر واجب ہو گا اور اس وقت مشتری کو خیار ہو گا چاہے بائع سے وصول کرے یا کفیل سے پس اگر کفیل سے لیا اور کفالت بلاحکم تھی تو کفیل بائع سے نہیں لے سکتا ہے لیکن بائع بعد استحقاق ظاہر ہو کر ڈگری ہو جانے کے اپنے بائع سے ثمن لے سکتا ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

اگر مدعی نے مدعا علیہ کو کوئی چیز دے دی اور گھر لے گیا پھر اس شے میں جس میں دعویٰ واقع ہوا ہے استحقاق ظاہر ہوا تو دینے والا دی ہوئی چیز کو واپس نہیں لے سکتا ہے یہ وجیز کردری میں ہے اگر دیناروں کے حق سے درم پر صلح کر لی اور قبضہ کر لیا پھر اس میں بعد جدائی کے استحقاق ظاہر ہوا تو دینار واپس لے گا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

اگر سو درم سے اس کے نصف پر صلح کر لی اور بدل لے لیا پھر بدل میں استحقاق ظاہر ہوا تو اس کے مثل واپس لے لے او رتمام قرضہ اوّل واپس نہیں لے سکتا ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔

اگر درموں سے ایک کر گیہوں پر صلح کر لی تو جائز ہے پھر اگر کر میں استحقاق ثابت ہوا یا عیب پا کر اس کو واپس کر دیا تو اپنا اصل حق لے سکتا ہے یعنی درم جو اس پر اصلی ہیں واپس لے سکتا ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

سولہواں باب ☆

دعویٰ غرور کے بیان میں

اگر کسی شخص نے کوئی باندی بطور فاسد یا جائز خریدی یا ہبہ یا صدقہ یا وصیت سے اس کا مالک ہوا پھر اس شخص سے اس کے چند اولاد ہوئیں پھر اس پر کسی شخص نے استحقاق ثابت کیا تو مستحق کے نام باندی مع اولاد کی ڈگری ہو جائے گی مگر جب کہ یہ ثابت ہو کہ اس شخص مستولد نے دھوکا کھایا اور اس کے ثبوت کے واسطے خرید یا ہبہ وغیرہ کے گواہ ہونا ضرور ہیں اور جب اس نے گواہ قائم کیے تو مستولد کا دھوکا کھانا ثابت ہو جائے گا تو اس وقت قاضی مستحق کے نام باندی اور بچہ کی قیمت اور باندی کے عقر کی ڈگری کرے گا اور مشتری ہمارے نزدیک اس شخص سے جس نے اس کو مالک کیا ہے خواہ بائع ہو یا واجب ہو عقر واپس نہیں لے سکتا ہے اور خرید کی صورت میں بچہ کی قیمت البتہ واپس لے سکتا ہے اور در صورت ہبہ واسطے نظائر میں واپس نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔

روز خصومت کی قیمت اولاد کی معتبر ہو گی اور جو اولاد روز خصومت سے پہلے مر گئی اس کی قیمت کا مستولد بالکل ضامن نہ ہو گا یہ وجیز کردری میں ہے۔

غرور اس کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص باندی خریدے یا بذریعہ ہبہ و وصیت وغیرہ اسباب ملک کے اس کا مالک ہو اور ام ولد بنائے پھر گواہوں سے ظاہر ہو کہ یہ دوسرے کی ملک ہے تو ان مسئلوں میں بچہ بقیمت آزاد ہو گا یہ کافی میں ہے۔

ایک باندی نے ایک شخص کے پاس آ کر بیان کیا میں آزاد ہوں اس نے اسی پر اس سے نکاح کر لیا اور ایک بچہ ہوا پھر باندی کے مالک نے گواہ قائم کیے کہ یہ میری باندی ہے اور ڈگری ہو گئی تو بچہ کی ڈگری بھی مالک کے نام ہو گی لیکن اگر شوہر اس امر کے

گواہ قائم کرے کہ میں نے اس سے اسی بناء پر نکاح کیا تھا کہ یہ آزاد ہے تو ایسے گواہوں سے اولاد کی سبب آزادی یعنی غرور ثابت ہوگا اور آزادی کی صورت میں اس کے ملک کی ڈگری ہونے کی کوئی راہ نہیں ہے مگر باپ پر اس کی قیمت اپنے مال سے فی الحال وقت حکم قاضی واقع ہونے کے واجب ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔

باندی کا غلط بیانی کر کے نکاح پر نکاح قائم کرنا ☆

جو اولاد خطا سے قتل ہوئی اور باپ نے اس کی دیت بحکم قاضی لے لی تو در صورت استحقاق روز قتل کی قیمت معتبر ہوگی اور اگر دیت میں سے کچھ نہیں لیا ہے تو اس پر بچہ کی قیمت کی ڈگری نہ ہوگی اور اگر دیت میں سے بقدر قیمت لے لی تو قیمت کی ڈگری ہوگی یہ محیط میں ہے۔

اگر اس مقتول لڑکے کا کوئی لڑکا ہو کہ اس نے سب دیت و میراث باپ کے ساتھ لے لی اور دیت میں بقدر قیمت یا کم کچھ مال برآمد ہوا تو باپ پر اسی قدر کی ڈگری باپ کے مال سے کی جائے گی اور دریت اور ترکہ پسر میں سے قیمت کی ڈگری نہ ہوگی یہ حادی میں ہے۔

اگر خود باپ نے قتل کیا تو اس کی قیمت ڈانڈ دے گا کذا فی الہدایہ۔

اگر مستولد مر گیا اور اس پر چند قرضے ہیں تو مستحق بھی قرض خواہوں میں شامل کیا جائے گا اور لڑکے کی ولاء باندی کے مولیٰ کو نہ ملے گی اگرچہ آزادی اس کے مولیٰ کی طرف سے اعتبار کی گئی اس واسطے کہ آزادی مستحق کی طرف سے اعتبار کرنا صرف اس واسطے ہے کہ مستولد پر ضمانت واجب لینے کا اختیار ہے لیکن اگر مستحق اس بچہ کا کوئی ذو رحم محرم ہو تو بسبب قرابت کے یہ اعتبار نہیں ہو سکتا ہے کہ مستحق کی طرف سے بچہ آزاد ہو الہٰذا ضمان نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر باپ کے پاس اس امر کے گواہ نہ ہوں کہ میں نے باندی سے اس بنا پر نکاح کیا کہ یہ حرہ ہے اور مستحق سے علم پر قسم طلب کی تو مستحق سے قسم لی جائے گی یہ مبسوط میں ہے۔

اگر کسی شخص نے دوسرے کو خبر دی کہ یہ عورت حرہ ہے اس نے اسی بنا پر اس سے نکاح کر لیا اور خبر دینے والے نے نکاح کرایا اور اولاد ہوئی پھر ایک شخص نے عورت پر اپنی باندی ہونے کا استحقاق ثابت کیا اور قاضی نے بچہ کو بقیمت آزاد کیا اور شوہر نے بشرط آزادی اس سے نکاح کیا تھا تو مستولد بچہ کی قیمت خبر دینے والے سے بھر لے گا اور اگر خبر دینے والے نے اس سے نکاح نہیں کرایا بلکہ عورت نے خود اس سے نکاح کر لیا اس بنا پر کہ وہ حرہ ہے تو مستولد اس باندی سے بعد آزاد ہونے کے بچہ کی قیمت لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر کسی شخص بکر کو ایک باندی نے دھوکا دیا کہ میں زید کی باندی ہوں اسی پر زید سے بکر نے خرید لی اور ام ولد بنایا پھر عمرو نے استحقاق ثابت کر کے لے لی تو بکر اپنا ثمن اور بچہ کی قیمت زید سے لے گا نہ باندی سے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر زید نے ایک باندی خریدی اور قبضہ کر کے عمرو کے ہاتھ فروخت کر دی اور عمرو سے اس کے اولاد ہوئی پھر بکر نے استحقاق ثابت کر کے لے لی تو عمرو اپنا ثمن اور بچہ کی قیمت اپنے بائع سے لے سکتا ہے اور دوسرا بائع اپنے بائع سے بچہ کی قیمت نہیں لے سکتا ہے یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔

اگر زید و عمرو نے ایک باندی خریدی پھر ایک نے اپنا حصہ دوسرے شریک کو ہبہ کر دیا اور باندی کے اس سے اولاد ہوئی اور بکر نے استحقاق ثابت کر کے باندی لے لی اور اولاد کی قیمت لے لی تو جس نے ام ولد بنایا ہے وہ آدھا ثمن اور آدھی قیمت اولاد کی

بائع سے پھیر لے گا اور ہبہ کرنے والے سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور واہب اپنے بائع سے آدھا ثمن لے سکتا ہے اور اولاد کی کچھ قیمت نہیں لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر ایک باندی دو شخصوں میں مشترک ہے اس کے ایک بچہ پیدا ہوا پس ایک شخص نے اس کا دعویٰ کیا اور باندی کی آدھی قیمت اور آدھا عقر اپنے شریک کو دے دیا پھر کسی شخص نے استحقاق ثابت کر کے باندی اور بچہ کی قیمت اور عقر لے لیا تو مستولد اپنے بائع سے آدھا ثمن اور آدھی قیمت اور شریک سے باندی کی آدھی قیمت اور آدھا عقر واپس لے گا اور شریک سے اولاد کی قیمت میں کچھ نہیں لے سکتا ہے اور شریک اپنے بائع سے آدھا ثمن واپس لے گا یہ مبسوط میں ہے۔

دو شخصوں نے ایک یتیم کے وصی سے ایک باندی خریدی اور ایک نے اس کو ام ولد بنایا پھر باندی استحقاق میں لے لی گئی تو بچہ بقیمت آزاد ہوگا اور مستولد وصی سے بچہ کی قیمت آدھی لے لے گا اور آدھی باقی قیمت بچہ کی اپنے شریک سے نہیں لے سکتا ہے اگرچہ باقی آدھے کو اس نے شریک سے خریدا ہے پھر وصی مال ضمان کو یتیم سے لے لے گا اسی طرح اگر نابالغ کے اپنے فروخت کیا ہو تو مال یتیم سے لے لینے میں دونوں (یعنی وصی و باپ ۱۲) برابر ہیں۔ اسی طرح اگر فروخت کرنے والا وکیل یا مستبضع ہو تو اس سے واپس کر سکتا ہے جس کے واسطے بیع قرار پائی ہے اسی طرح اگر بائع مضارب ہو اور باندی میں ربح نہ ہو تو جو کچھ اس کو بچہ کی قیمت دینی پڑی ہے وہ رب المال سے لے گا اور اگر باندی کے فروخت میں نفع ہوا ہے تو رب المال سے بچہ کی قیمت میں بقدر راس المال اور رب المال کے حصہ نفع کے واپس کر لے گا یہ محیط میں ہے۔

ایک باندی ایک مرد سے بچہ جنی پھر اس میں استحقاق ثابت ہوا پس وطی کرنے والے نے کہا کہ میں نے اس کو فلاں شخص سے خریدا ہے اور فلاں شخص نے اس کی تصدیق کی اور مستحق نے دونوں کی تصدیق نہ کی تو بچہ مستحق کا غلام قرار دیا جائے گا مگر پہلے مستحق سے اس امر کی قسم لی جائے گی کہ واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اس نے باندی کو فلاں شخص سے خریدا ہے اور اگر مستحق نے اقرار کیا اور بائع نے انکار کیا تو بچہ آزاد اور باپ پر اس کی قیمت واجب ہوگی اور بائع سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر مستحق نے اقرار کیا ان دونوں نے اقرار نہ کیا تو اس کے اقرار پر بچہ بلا قیمت آزاد ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر مکاتب یا غلام نے مولیٰ کی اجازت سے کسی آزاد عورت سے نکاح کیا اس سے اولاد ہوئی پھر عورت میں استحقاق ثابت ہوا اور مستحق کے نام اس کی ڈگری ہوگئی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے قول کے موافق بچہ غلام ہے اسی طرح اگر مکاتب نے اس باندی کی خرید میں دھوکا کھایا تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر کسی کی ام ولد یا مدبرہ یا مکاتبہ کو کسی اجنبی سے خریدا اور اس سے جماع کیا پس اس سے بچہ پیدا ہوا تو مستولد پر بچہ کی قیمت اور عقر مدبرہ کے اور ام ولد کے مالک کو دینا واجب ہوگی اور مکاتبہ کو عقر اور بچہ کی قیمت دینا پڑے گی یہ محیط میں ہے۔

ایک مکاتبہ نے اپنے آپ کو ظاہر کیا میں آزاد ہوں اسی پر دوسرے شخص سے نکاح کیا پھر معلوم ہوا کہ یہ مکاتبہ ہے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے قول کے موافق مستولد اس مکاتبہ کے واسطے ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔

مکاتب یا غلام ماذون نے ایک باندی فروخت کی اور مشتری نے اس کو ام ولد بنایا پھر وہ استحقاق میں لے لی گئی تو مستولد بچہ کی قیمت بائع سے پھیر لے گا یہ مبسوط میں ہے۔

مورث نے اگر وارث کے ہاتھ باندی فروخت کی اس نے ام ولد بنایا تو وقت استحقاق ثابت ہونے کے وارث مورث سے بچہ کی قیمت لے سکتا ہے یعنی اگر مورث مر گیا تو وارث اس کے مال سے ماسوائے حصہ میراث کے یہ مال لے سکتا ہے اور جس

شخص کے واسطے باندی کی وصیت کردی وہ وصیت کرنے والے کے بائع سے ام ولد نے بنانے اور استحقاق ثابت ہونے کے بعد بچہ کی قیمت نہیں لے سکتا ہے نہ بسبب عیب کے اس کو واپس کر سکتا ہے یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر مریض نے اپنے مرض الموت میں اقرار کیا کہ یہ باندی فلاں شخص کی میرے پاس ودیعت ہے پھر وارث نے اس کے مرنے کے بعد باندی سے وطی کی اور اس سے بچہ ہوا حالانکہ وارث کو اقرار موت کا علم ہے پھر باندی پر استحقاق ثابت ہوا تو مستحق کے نام پر باندی اور بچہ دونوں کی ڈگری ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایک شخص کو ایک باندی باپ سے میراث ملی اس نے ام ولد بنائی پھر اس میں استحقاق ثابت ہوا تو بچہ بقیمت آزاد ہوگا پھر ثمن اور بچہ کی قیمت مورث کے بائع سے واپس لے گا بخلاف موصی لہ کے کہ اگر اس نے باندی کو ام ولد بنایا پھر اس میں استحقاق ثابت ہوا تو وصیت کرنے والے کے بائع سے واپس نہیں لے سکتا ہے۔ایک شخص مر گیا اور ایک بیٹا اور باندی چھوڑی اور اس کا ترکہ قرض میں[1] ڈوبا ہوا ہے پھر بیٹے نے باندی سے وطی کی اور اس کے بچہ ہوا تو باندی قرضہ میں فروخت کی جائے گی اور بیٹا باندی کا عقر اور بچہ کی قیمت قرض خواہوں کو ڈانڈ بھرے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کسی نے آکر گواہ قائم کیے کہ یہ میری باندی ہے تو اس کے نام باندی و عقر[2] و بچہ کی قیمت ڈگری ہوگی یہ محیط میں ہے۔

اگر قرضہ محیط نہ ہو تو باندی کی قیمت اور اس کے عقر کا ضامن ہوگا اور اس سے قرضہ ادا کیا جائے گا اور باقی میراث رہے گا اور بچہ کی قیمت کا ضامن نہ ہوگا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ قرضہ باندی کی قیمت کے برابر یا زیادہ ہو اور اگر کم ہو تو بقدر قرض کے ضامن اور عقر کی ڈانڈ دے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایک شخص نے غصب کی ہوئی باندی خریدی حالانکہ جانتا ہے کہ بائع غاصب ہے یا ایسی عورت سے نکاح کیا جو کہتی ہے کہ میں حرّہ ہوں حالانکہ اس کو معلوم ہے کہ یہ جھوٹی ہے اور اس کو ام ولد بنایا تو بچہ غلام ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر باندی خریدی حالانکہ جانتا ہے کہ یہ باندی غیر کی ہے پس بائع نے کہا کہ اس کے مالک نے مجھے اس کے فروخت کرنے کا وکیل کیا ہے یا وہ مر گیا اور مجھے وصی کر گیا ہے اس بنا پر اس کے ہاتھ فروخت کر دی اور مشتری نے اس کو ام ولد بنایا پھر مالک نے حاضر ہو کر وکالت سے انکار کیا تو اس کو اختیار ہے کہ باندی کو اور بچہ کی قیمت کو لے لے پھر مشتری اپنے بائع سے اپنا ثمن اور بچہ کی قیمت واپس لے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر کسی کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک باندی خرید دے اس نے خرید دی اور موکل کے مال سے دام دے دیئے اور موکل نے اس کو ام ولد بنایا پھر باندی میں استحقاق ثابت ہوا تو مستحق اس باندی کو اور بچہ کی قیمت اور باندی کا عقر موکل سے لے لے گا نہ وکیل سے اور موکل اپنا ثمن اور بچہ کی قیمت بائع سے لے لے گا لیکن اس بات میں بائع سے خصومت کرنا وکیل کے ذمہ ہے پس اگر بائع نے مستولد کے ہاتھ فروخت کرنے سے انکار کیا اور مستولد نے گواہ قائم کیے کہ فلاں شخص نے میرے حکم سے یہ باندی اس سے خریدی اور میرے مال سے دام دیئے ہیں تو مشتری بائع کی طرف سے دھوکا کھانے والا شمار ہوگا اور بائع سے ثمن اور بچہ کی قیمت لے سکتا ہے اور وکیل اس باب میں والی خصومت ہوگا اور اگر مستولد[3] کے گواہوں نے خرید کی گواہی دی اور یہ گواہی نہ دی کہ مستولد نے مشتری کو خریدنے کا حکم کیا تھا صرف یہ گواہی دی کہ مشتری نے اقرار کیا کہ میں نے اس باندی کو فلاں شخص کے واسطے اس کے حکم سے

---

[1] ڈوبا ہوا یعنی اس قدر قرضہ ہے کہ تمام ترکہ کو گھیرے ہوئے ہے ۱۲ [2] عقر وہ جائے مہر کے ایسے وطی کا حق ہے جو شبہ سے ہو یا اس کے قائم مقام ہو ۱۲ [3] مستولد وہ شخص جس نے ام ولد بنایا ہے ۱۲

خریدا ہے پس اگر گواہوں نے گواہی دی کہ مشتری نے خرید سے پہلے یا حالت خرید میں ایسا اقرار کیا کہ میں اس کو فلاں شخص کے واسطے خریدتا ہوں تو مستولد بائع کی طرف سے دعوکا کھانے والا شمار ہوگا اور اس کو بائع سے بچہ کی قیمت لینے کا اختیار ہے اور اگر گواہوں نے گواہی دی کہ مشتری نے یہ اقرار خرید نے کے بعد کیا ہے تو مستولد بائع سے ثمن اور بچہ کی قیمت نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔

مضاربت کی ایک صورت ☆

ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم آدھے نفع کی مضاربت[1] پر دیئے اس نے ان درموں سے ایک باندی خریدی جو دو ہزار درم کے اندر کی ہے پس مضارب نے اس کو ام ولد بنایا پھر وہ استحقاق میں لی گئی تو بچہ بقیمت آزاد ہے پھر مضارب اپنے دام بائع سے لے لے گا اور وہ ثمن مثل سابق کے مال مضاربت ہوگا اور بھی بائع سے بچہ کی چوتھائی قیمت لے گا اور وہ خاصتہً مضارب کی ہوگی مضاربت کے مال میں نہ ہوگی اور اگر باندی میں زیادتی نہ ہو تو مستحق بچہ کو مع باندی کے لے لے گا اور مضارب سے اس کا نسب ثابت نہ ہوگا اور اگر رب المال نے خود اس کو ام ولد بنایا پس اگر باندی میں زیادتی نہ ہو تو بچہ آزاد ہوگا اور رب المال پر اس کی قیمت واجب ہوگی اور بائع سے ثمن اور بچہ کی قیمت واپس لے گا اور اس باب میں خصومت کرنے والا مضارب ہوگا پس ثمن مال مضاربت میں داخل ہوگا اور بچہ کی قیمت رب المال کو ملے گی اور اگر باندی دو ہزار درم کے برابر ہو تو بائع سے تین چوتھائی بچہ کی قیمت میں سے لی جائے گی اور ثمن واپس لیا جائے گا کہ وہ مال مضارب میں داخل ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے کو ایک باندی خریدنے کا حکم کیا اس نے اس کے واسطے خریدی پھر موکل نے اس کو ہبہ کر دی وہ اس سے ایک بچہ جنی پھر اس میں استحقاق ثابت ہوا اور باندی اور عقر اور بچہ کی قیمت لے لی گئی تو وطی کرنے والا بائع سے کچھ نہیں واپس کر سکتا ہے کیونکہ وہ غیر کے واسطے خریدنے والا تھا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایک شخص نے باندی خریدی اس کو آزاد کر کے دوسرے سے نکاح کر دیا اور شوہر کو خبر نہ دی کہ یہ آزاد ہے یا باندی ہے لیکن شوہر کو اس کا خریدنا اور آزاد کرنا معلوم ہے پھر شوہر نے اس سے وطی کی اور بچہ پیدا ہوا پھر اس میں استحقاق ثابت ہوا تو شوہر پر واجب ہے کہ مستحق کو اس کا عقر اور بچہ کی قیمت ادا کرے پھر شوہر اس نکاح کر دینے والے سے بچہ کی قیمت واپس نہیں لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایک باندی خریدی اور ام ولد بنائی (یعنی اس کا ایک بچہ ہوا۱۲) پھر آزاد کر کے اس سے نکاح کیا پھر اس سے وطی کی اور بچہ ہوا پھر اس میں استحقاق پیدا ہوا اور مستحق نے باندی مع عقر اور دونوں بچوں کی قیمت لے لی تو مستولد بائع سے فقط پہلے بچہ کی قیمت واپس لے گا اور مستولد سے ایک ہی عقر لیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کسی شخص پر مال کا دعویٰ کیا اس نے ایک معین باندی دے کر صلح کر لی اور باندی پر مدعی نے قبضہ کر لیا اور اس کو ام ولد بنایا پھر ایک مستحق نے آ کر باندی میں استحقاق ثابت کیا تو وہ باندی کو مع عقر اور بچہ کی وقت خصومت کی قیمت لے لے گا پھر اگر بچہ کی قیمت کی ڈگری ہونے سے پہلے بچہ مر گیا تو اس پر بچہ کی قیمت کی ڈگری نہ ہوگی پھر دیکھنا چاہئے کہ اگر صلح بعد اقرار مدعا علیہ کے تھی تو جس قدر مال کا دعویٰ تھا وہ مال اور جو کچھ ضمان دیا ہے یعنی بچہ کی قیمت سب مدعا علیہ سے بھر لے گا اور اگر صلح انکار مدعا علیہ یا سکوت پر تھی تو فقط اپنے دعوے پر رجوع کرے پھر اگر اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کیے یا مدعا علیہ سے قسم لی اور اس نے نکول کیا تو اپنا مال دعویٰ اور جو ڈانڈ دیا ہے یعنی بچہ کی قیمت سب بھر لے گا اور سب صورتوں میں عقر نہیں لے سکتا ہے اور اگر مال کا دعویٰ نہ کیا بلکہ نفس یا نفس سے کم

[1] مضاربت نفع کی بٹائی پر تجارت کو دینا جس کا بیان کتاب المضاربہ میں دیکھو۱۲

قصاص کا دعویٰ ہے پس مدعا علیہ نے ایک باندی دے کر صلح کر لی اس نے ام ولد بنائی پھر اس میں استحقاق پیدا ہوا پس اگر صلح بعد اقرار مدعا علیہ کے تھی تو باطل نہ ہوگی لیکن مدعا علیہ سے باندی کی قیمت اور جو ڈانڈ دیا ہے یعنی بچہ کی قیمت واپس لے گا اور عقر واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر صلح بعد انکار مدعا علیہ یا سکوت پر تھی پھر اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کیے یا قسم لی اور مدعا علیہ نے نکول کیا تو اس وقت باندی کی قیمت اور جس قدر بچہ کی قیمت ڈانڈ دی ہے واپس لے گا پس اگر قسم لی اور اس نے قسم کھالی تو کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ شرح طحاوی میں ہے۔

ایک شخص کی مقبوضہ باندی کی نسبت دعویٰ کیا اس نے ایک دوسری باندی دے کر انکار[1] یا سکوت کے بعد صلح کر لی اور ہر ایک نے دونوں مدعی و مدعا علیہ سے اپنی باندی کو ام ولد بنایا پس جو باندی مدعی کے پاس تھی اس میں استحقاق ثابت ہوا اور مستحق نے باندی اور عقر اور بچہ کی قیمت لے لی تو مدعی اپنے دعویٰ کی جانب رجوع کرے اور بچہ کی قیمت فی الحال نہیں لے سکتا ہے لیکن اگر اپنے حق پر گواہ قائم کیے تو اس وقت اس باندی کی قیمت جس پر دعویٰ کیا تھا اور بچہ کی قیمت دونوں لے لے گا اور اگر وہ باندی جو مدعا علیہ کے پاس ہے استحقاق ثابت کر کے لے لی گئی اور مستحق نے وہ باندی مع عقر اور بچہ کی قیمت کے لے لی تو مدعا علیہ دوسری باندی کی قیمت مدعی سے بھر لے اور بچہ کی قیمت نہیں لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر دونوں نے اس شرط پر صلح کر لی کہ مدعی مدعا علیہ سے دوسری باندی لے یا وہی باندی لے جس میں دعویٰ واقع ہوا ہے پھر ہر ایک نے اپنی اپنی باندی کو ام ولد بنایا پھر ایک باندی استحقاق ثابت کر کے لے لی گئی تو جس پر استحقاق ثابت ہوا وہ دوسرے سے اس باندی کی قیمت جو اس سے لی گئی اور بچہ کی اس قدر قیمت جو مستحق کو ڈانڈ بھری ہے واپس کرے یہ ذخیرہ میں ہے۔

مستولد سے نسب ثابت ہونے اور بچہ بقیمت آزاد ہونے میں مغرور[2] اور مفتر دونوں کی اولاد برابر ہے فرق اس امر میں ہے کہ ولد مغرور اپنے مالک کرنے والے سے قیمت بچہ کی واپس لے گا جو اس نے مستحق کو دی ہے اور ولد مفتر کی صورت میں واپس نہیں لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اہل ذمہ و اہل اسلام باب غرور میں ایک حکم رکھتے ہیں کذا فی المحیط۔

سترہواں باب☆

متفرقات کے بیان میں

اگر کسی پر بیٹے ہونے کا دعویٰ کیا اور کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے یہ نہ کہا کہ میرے فراش سے پیدا ہوا ہے تو یہ دعویٰ صحیح ہے اگر گواہ قائم کیے تو سماعت ہوگی اور بیٹے ہونے کی ڈگری ہو جائے گی یہ محیط میں ہے۔

زید کی مقبوضہ چیز پر دعویٰ کیا کہ یہ میری ملک ہے قابض نے اس پر اپنا قبضہ ناحق پیدا کر لیا ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ یہ دعویٰ غصب نہیں ہے اسی طرح اگر مدعی نے کہا کہ یہ چیز میری ملک ہے میرے قبضہ میں تھی اور قابض نے ناحق اس پر اپنا قبضہ پیدا کر لیا ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر یوں کہا کہ یہ میری ملک ہے میرے قبضہ میں رہی یہاں تک کہ مدعا علیہ نے ناحق اس پر اپنا قبضہ پیدا کر لیا ہے تو یہ قابض پر دعویٰ غصب ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

باندی کی آزادی اور تین طلاق اور طلاق بائن واقع ہونے کا اگر قاضی حکم لگائے تو اس کے حکم صحیح ہونے کے واسطے انکار

[1] جاننا چاہئے کہ صلح باقرار اور صلح بانکار یا سکوت کی صورتیں کتاب الصلح میں مذکور ہیں ان کو دیکھو ۱۲ [2] مغرور جو غرور میں یعنی دھوکے میں پڑا مثلاً بائع نے کہا کہ یہ میری باندی ہے تو خرید لے اور مفتر منکوحہ باقرار آزادی ہے باب استیلاد و بیوع دیکھو ۱۲

دعویٰ ہونا شرط نہیں ہے اور یہ مسئلہ معروف و مشہور ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ طلاق رجعی کے حکم کے واسطے بھی دعویٰ شرط نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر مدعی نے دو مالوں کا دعویٰ کیا ایک کو جیسا بیان کرنا چاہئے بیان کیا اور دوسرے کو نہ بیان کیا اور گواہوں نے ایسے ہی گواہی دی تو دونوں مالوں کی ڈگری نہ ہوگی اور اگر گواہوں نے صرف مال معلوم کی گواہی دی تو صحیح ہے یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔

زید کے مقبوضہ گدھے پر دعویٰ کیا کہ یہ میری ملک ہے کیونکہ میں نے اس کو فلاں شخص سے اس قدر داموں کو خریدا ہے اور تیرے قبضہ میں ناحق ہے پس تجھ پر واجب ہے کہ مجھے سپرد کر دے تو ایسا دعویٰ مسموع نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔

خلف بن ایوب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے شداد رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص مر گیا اور دو سو درم چھوڑے پس ایک شخص زید نے میت پر سو درم کے گواہ قائم کیے اور قاضی نے زید کی ڈگری کر دی پھر دوسرا شخص عمرو آیا اور اس نے بھی میت پر سو درم کا دعویٰ کیا اور وارثوں نے اس سے انکار کیا اور مدعی کے پاس گواہ نہیں ہیں پس زید نے اس دوسرے یعنی عمرو کے واسطے مال کا اقرار کیا تو شداد نے فرمایا کہ جس قدر زید نے وصول کیا ہے وہ دونوں میں برابر تقسیم ہوگا خلف کہتے ہیں کہ ہم اسی کو لیتے ہیں اور یہ مسئلہ کتابوں میں مسطور ہے یہ محیط میں ہے۔

زید نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ میں نے تجھ پر فلاں زمین کا دعویٰ کیا تھا اس میں میرے تیرے درمیان باہمی صلح شرعی واقع ہوئی ہے اور صلح صحیح کے گواہ قائم کیے اور مدعا علیہ نے صلح فاسد واقع ہونے کے گواہ دیئے تو صلح صحیح کے گواہ مقبول ہوں گے یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔

ایک شخص مر گیا اور تین غلام مساوی قیمت کے چھوڑے کہ ان کے سوائے اس کا کچھ مال نہیں ہے اور ایک بیٹا چھوڑا کہ اس کے سوائے دوسرا وارث نہیں ہے پھر ایک شخص زید نے گواہ قائم کیے کہ میت نے میرے لیے اس سالم نام غلام کی وصیت کی ہے اور وارث نے انکار کیا اور کہا کہ فقط اس دوسرے شخص عمرو کے نام اس بدھو غلام کی وصیت کی ہے اور عمرو نے اس کی تصدیق کی تو زید کے نام سالم غلام کی ڈگری کرے گا اور عمرو کے نام کچھ بھی ڈگری نہ کرے گا اور اگر وارث نے سالم کو بعوض بدھو کے خریدا تو جائز ہے۔ اسی طرح اگر ہزار درم کو خریدا ہے تو بھی جائز ہے لیکن پہلی صورت میں وارث بدھو کی قیمت عمرو کو ڈانڈ بھرے گا اور دوسری صورت میں حکم کیا جائے گا کہ بدھو کو عمرو کے سپرد کر دے۔ ایک شخص مر گیا اور ایک غلام ہزار درم کی قیمت کا چھوڑا کہ اس کے سوائے اس کا کچھ مال نہیں ہے پھر وارث نے اقرار کیا کہ میت نے فلاں شخص زید کے واسطے اس غلام کی وصیت کی ہے اور میں نے اس کے مرنے کے بعد اس کی وصیت کو جائز رکھا پھر ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ میرے میت پر ہزار درم قرض ہیں وارث نے انکار کیا تو قاضی اس غلام کو فروخت کر کے اس کے ثمن سے قرض ادا کرے گا پھر اگر وارث نے وہ غلام خریدا یا ہبہ یا وصیت یا میراث سے اس کی ملک میں آیا اور زید نے چاہا کہ موافق اقرار وارث کے میں اس سے لے لوں تو کوئی راہ نہیں ہے اور اگر یہ ظاہر ہوا کہ قرض کے گواہ سب غلام تھے تو قاضی بیع کو باطل نہ کرے گا بلکہ موصی لہ کو دام دے دے گا اور اگر قرض خواہ دام وصول کرنے کے بعد مر گیا اور پہلے میت کا وارث اس کا بھی وارث ہوا پس اگر بعینہٖ انہی ہزار درم کا وارث ہوا تو مقر لہ اس سے لے سکتا ہے اور اگر کسی اور مال کا سوائے ان ہزار درم کے وارث ہوا تو اس میں سے بقدر ہزار درم کے فروخت کر کے مقر لہ کو دام دے دیئے جائیں اور اگر میت کا وارث اس کا وارث نہ ہوا لیکن قرض خواہ نے مرتے وقت وصیت کی کہ یہ ہزار درم بعینہٖ مقر کو دیئے جائیں تو وارث مقر پر واجب ہوگا کہ مقر لہ کو دے دے اور اگر سوائے ان ہزار درم کے کسی اور مال کی وصیت کی تو اس میں سے بقدر ہزار درم کے فروخت کر کے مقر لہ کو دلائے جائیں گے۔ اگر ان

میں سے کوئی بات نہ ہوئی لیکن قرض خواہ نے بعینہ یہی ہزار درم یا دوسرے ہزار درم مقر[1] وارث کو ہبہ کر دیئے پس اگر ہبہ حالت مرض میں اس نے کیا تو اس کا حکم وہی ہے جو وصیت میں مذکور ہے اور اگر حالت صحت میں اس نے ہبہ کیا پس اگر بعینہ یہی ہزار درم ہبہ کیے تو مقرلہ کو دلوائے جائیں گے اور اگر دوسرے ہزار درم ہیں تو نہ دلوائے جائیں گے اور اگر قاضی نے یہ غلام کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت نہ کیا بلکہ قرض خواہ کو دے کر کہا کہ یہ غلام تیرے ہاتھ بعوض تیرے قرضہ کے بیع ہے یا میں نے اس کو بعوض تیرے قرضہ کے تیرا کر دیا اور قرض خواہ نے اسی طور سے لیا پھر وارث نے اس کو خرید ایا ہبہ یا صدقہ میں پایا تو زید کو اس کے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے اور اگر قاضی نے قرض خواہ کے ہاتھ فروخت نہ کیا بلکہ یوں دیا کہ یہ غلام تیرے قرضہ سے صلح میں دیا اور اس کے سپرد کر دیا پھر بھی وہ غلام وارث کی ملک میں آیا تو مقرلہ کو دلوایا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

بعد از وفات وارثوں میں غلاموں کی تقسیم ☆

ایک شخص مر گیا اور اس نے تین غلام مساوی قیمت کے چھوڑے پھر وارث نے زید کے واسطے کسی خاص غلام کی وصیت ہونے کا اقرار کیا اور زید نے تصدیق کی اور گواہوں نے گواہی دی کہ میت نے اس دوسرے غلام کی وصیت اس عمرو کے نام کی ہے اور وارث نے انکار کیا پس زید نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا پس اگر گواہوں کی گواہی پر حکم ہونے سے پہلے آزاد کیا تو اس کا آزاد کرنا نافذ ہو جائے گا پھر اگر عمرو کے گواہوں کی گواہی پر عمرو کے نام ڈگری ہو گئی تو زید اپنے غلام کی قیمت وارث کو ڈانڈ بھرے گا اور اگر زید نے گواہوں کی گواہی پر حکم ہونے کے بعد آزاد کیا تو آزادی نافذ نہ ہوگی۔ پھر اگر وارث بھی اس غلام کا جس کی عمرو کے نام ڈگری ہوئی ہے مالک ہوا تو جس غلام کا زید کے واسطے اقرار کیا ہے وہ اس کو دلایا جائے گا اور اس کی آزادی نافذ نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

نوادر ابن سماعہ میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مر گیا اور دو بیٹے اور دو دار چھوڑے پس ایک شخص نے ایک دار کی نسبت یہ دعویٰ کیا کہ ان دونوں کے باپ نے مجھ سے غصب کر لیا ہے اور دونوں سے قسم لی پس ایک نے قسم کھالی اور دوسرے نے نکول کیا تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مدعی کے نام آدھے دار کی ڈگری ہوگی بقدر حصہ اس بیٹے کے جس نے قسم سے نکول کیا ہے اور مدعی دوسرے دار میں سے بھی نکول کرنے والے کا آدھا حصہ فروخت کر کے لے لے گا پس گویا کل دار اس کو ملا جس کا اس نے دعویٰ کیا تھا اور اگر مدعی نے غصب کا دعویٰ نہ کیا بلکہ صرف یہ دعویٰ کیا کہ یہ دار میرا ہے تو مدعی کو نکول کرنے والے کا دوسرے گھر کا حصہ نہ ملے گا یہ محیط میں ہے۔

امام رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر وارثوں کے قبضہ میں ہو اور ایک ان میں سے غائب ہے پھر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں نے غائب کا حصہ غائب سے خریدا ہے اور اس پر گواہ پیش کیے پس اگر باقی وارث حصہ غائب کا اقرار کرتے ہوں تو گواہ مقبول نہ ہوں گے اور اگر منکر ہوں تو مقبول ہوں گے اور خرید غائب پر ثابت ہو جائے گی حتیٰ کہ اگر غائب حاضر ہوا اور انکار کیا تو التفات نہ کیا جائے گا یہ وجیز کردری میں ہے۔

اگر ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ ایک باندی فروخت کی پھر مشتری غائب ہو گیا اور معلوم نہ ہوا کہ وہ کہاں ہے پس قاضی کے پاس اس مرافعہ کیا اور درخواست کی کہ باندی فروخت کر کے میرا ثمن ادا کیا جائے تو بدون گواہ قائم کرنے کے قاضی اس درخواست کو منظور نہ کرے گا پس اگر اس پر گواہ قائم کیے تو مذکور ہے کہ قاضی باندی کو فروخت کرے گا اور یہ بیع مشتری کے نام واقع ہو گی اور بائع کو دام ادا کر کے اس سے ایک ثقہ کفیل لے لے گا پھر اگر ان درموں میں ثمن سے کمی پڑی تو مشتری پر رہی اور اگر زیادتی

---

[1] مقر اقرار کرنے والا ۱۲

ہوئی تو مشتری کے واسطے رہی پھر اس مسئلہ کو باندی کے حق میں اسی طرح بیان کیا ہے گھر کے حق میں اس طرح بیان نہیں کیا اور رواجب ہے کہ اگر بجائے باندی کے گھر فرض کیا جائے تو یوں کہا جائے کہ قاضی تعرض نہ کرے گا اور گھر کو فروخت نہ کرے گا اور اگر مشتری کا مکان اور اس کی جگہ معلوم ہو تو قاضی کو باندی فروخت کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اگر چہ بائع اپنی درخواست پر گواہ قائم کرے۔ یہ حکم مذکور اس وقت ہے کہ مشتری جب آیا تو اس نے اقرار کیا اور اگر آ کر انکار کیا تو بائع کو دوبارہ مشتری پر خرید نے کے گواہ قائم کرنے کی ضرورت ہو گی یہ محیط میں ہے۔

زید نے عمرو کے ایک مقبوضہ گھر پر دعویٰ کیا کہ میری ملک ہے میرے باپ نے تیرے پاس رہن کیا تھا اس نے انکار کیا پس اگواہوں نے گواہی دی کہ یہ ملک زید کی ہے عمرو کے پاس ناحق ہے تو گواہی مقبول ہو گی اور عمرو کا قبضہ ناحق[1] ہو جائے گا کیونکہ اس نے رہن سے انکار کیا ہے یہ خلاصہ میں ہے۔

زید نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ یہ گھر میری ملک ہے میں نے تیرے باپ فلاں بن فلاں کے پاس اس قدر پر رہن کیا تھا پھر تیرا باپ مر گیا اور تیرے قبضہ میں چھوڑ گیا پس تجھ پر واجب ہے کہ اپنا قرض مجھ سے وصول کرے اور گھر میرے سپرد کر دے پس عمرو نے انکار کیا اور زید کے گواہوں نے اس کے دعویٰ کے موافق گواہی دی لیکن اس قدر زیادہ کیا کہ آج کے روز اس مدعی کی ملک اور اس کا حق ہے اور اس مدعا علیہ کے قبضہ میں ناحق ہے تو یہ گواہی مقبول ہو گی یہ قنیہ میں ہے۔

اگر زید نے عمرو کی مقبوضہ باندی پر دعویٰ کیا کہ یہ میری ملک ہے اور اس کے قبضہ میں ناحق ہے تو اس کا دعویٰ صحیح ہے اگر چہ اپنے دعویٰ میں یہ بیان نہ کیا کہ جس دن قابض نے مجھ سے لی ہے اس دن میری ملک تھی اور اگر یوں دعویٰ کیا کہ اس نے مجھ سے یہ باندی غصب کر لی تو دعویٰ صحیح ہے اگر چہ بیان نہ کیا کہ میری ملک ہے اور اگر گواہ قائم کیے کہ قابض نے مدعی سے غصب کر لی ہے تو قاضی قابض کو حکم دے گا کہ مدعی کے سپرد کر دے اور مدعی کی ملک کی ڈگری نہ کرے گا یہ محیط میں ہے۔

زید کے قبضہ میں ایک گھر ہے اس گھر کو عمرو نے زید کے سوائے دوسرے سے بعوض ایک غلام کے خریدا اور غلام اس کے سپرد کر دیا پھر عمرو نے قابض سے گھر کی نسبت جھگڑا کیا اور اس سے بطور ہبہ یا صدقہ یا خرید یا ودیعت یا غصب یا اس کے مثل کے لے لیا تو اس کو غلام لینے کی کوئی راہ نہیں ہے پھر اگر قابض آیا اور مشتری سے وہ گھر واپس لیا مثلاً مشتری کے پاس بسبب غصب یا ودیعت کے تھا اس نے واپس لیا تو مشتری بائع سے غلام واپس لے گا اور اگر بجائے گھر کے باندی ہو اور اس کو بعوض غلام کے خریدا اور وہ باندی مشتری کے پاس ان اسباب (مذکورہ بالا ۱۲) میں سے کسی سبب سے پہنچ گئی اور اس کے پاس ہلاک ہو گئی تو اس کو غلام لینے کی کوئی راہ نہیں ہے مگر ایک صورت میں ہے وہ یہ ہے کہ باندی اگر مشتری کے پاس غصب ہو اور قابض نے آ کر بحکم غصب اس سے قیمت کی ضمان لی تو وہ بائع سے غلام واپس لے سکتا ہے اسی طرح اگر باندی مشتری کے پاس بطور غصب کے ہو اور وہ بھاگ گئی پس قابض آیا اور مشتری سے اس کی قیمت کی ضمان لی تو مشتری بائع سے غلام واپس لے گا پھر اگر وہ باندی بھاگنے سے لوٹ آئی تو غاصب کی ملک میں عود کرے گی اور وہ (غاصب ۱۲) مشتری ہے یہ ہمارے مذہب سے معلوم ہوا ہے اور وہ غلام خریدار باندی کے سپرد کیا جاوے گا باندی کے بائع کو غلام لینے کی کوئی راہ نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

زید نے عمرو سے ایک گھر بعوض ایک غلام کے خریدا اور گھر عمرو کے سوا دوسرے کے قبضہ میں ہے یعنی مثلاً بکر کے قبضہ میں ہے اور بکر مدعی ہے کہ یہ گھر میرا ہے پس زید نے بکر سے خصومت کی مگر اس کے نام کچھ ڈگری نہ ہوئی اور مشتری نے قاضی سے

[1] ناحق یعنی غصب ہو گا ۱۲

درخواست کی کہ ہم دونوں میں بیع فسخ کر دی جائے تو قاضی منظور کرے گا پس اگر قاضی نے عقد فسخ کر دیا اور بائع کو حکم دیا کہ مشتری کو غلام واپس کر دے پھر کبھی کسی سبب سے وہ گھر مشتری کے ہاتھ آ گیا تو فسخ بیع اپنے حال پر باقی رہا یعنی ہو چکا یہاں تک کہ مشتری کو یہ حکم نہ کیا جائے گا کہ غلام بائع کو واپس دے اور آیا یہ حکم دیا جائے گا کہ یہ گھر بائع کے سپرد کرے یا نہیں پس دیکھنا چاہئے کہ اگر مشتری نے وقت خرید کے صریح اقرار کیا کہ یہ بائع کا ہے تو حکم دیا جائے گا اور اگر صریح اقرار نہیں کیا تو اس مقام پر مذکور ہے کہ یہ حکم نہ دیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

ایک زمین زید کے قبضہ میں ہے اس پر عمرو نے دعویٰ کیا کہ یہ زمین بکر کی طرف سے مصرف معلوم پر وقف ہے اور میں اس کا متولی ہوں اور شرائط ذکر کر کے گواہوں سے ثابت کیا اور قاضی نے وقف ہونے کا حکم دے دیا پھر خالد نے آ کر دعویٰ کیا کہ یہ زمین میری ملک و حق ہے تو سماعت ہوگی یہ خلاصہ میں ہے شیخ نجم الدین نسفی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ زید نے عمرو کی مقبوضہ زمین پر دعویٰ کیا کہ یہ میری ملک ہے اور اس مدعا علیہ کے قبضہ میں ناحق ہے پس مدعا علیہ نے کہا کہ یہ میری ملک نہیں ہے تو اس مصرف[1] پر وقف ہے اور میں اس کا متولی ہوں پس قاضی نے مدعا علیہ سے اس کے قول پر گواہ طلب کیے اور اس سے اس قول پر گواہ لانے ممکن نہ ہوئے پس قاضی نے مدعا علیہ کو حکم دیا کہ یہ زمین مدعی کے سپرد کرے تاکہ جب تک تو اپنے مقولہ پر گواہ لائے یہ مدعی کے قبضہ میں رہے پس آیا یہ ٹھیک ہے تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سب خطا ہے قاضی کو نہ چاہئے کہ مدعا علیہ سے اس کے مقولہ پر گواہ طلب کرے اور نہ مدعا علیہ کو حکم دے کہ یہ زمین مدعی کے سپرد کر دے صرف مدعی کو حکم کرے کہ مدعا علیہ پر اپنی ملک کے دعویٰ کے گواہ قائم کرے اور ایسے گواہ مقبول ہوں گے یہ محیط میں ہے۔

منتقی میں ہے کہ زید کے قبضہ میں ایک مکان ہے اس پر عمرو نے دعویٰ کیا کہ میرا ہے میں نے اس کو قابض سے ہزار درم میں خریدا ہے اور بکر نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو عمرو سے ہزار درم کو خریدا ہے اور دونوں کے پاس گواہ نہیں ہیں تو گھر قابض کا قرار دیا جائے گا اور اگر دونوں نے اس مقولہ سے انکار کیا اور دو گواہوں نے ان کے ایسے اقرار کی گواہی دی اور دونوں گھر کا دعویٰ کرتے ہیں ہر ایک اپنی ملک کا مدعی ہے اس مقولہ سے منکر ہے جس کی گواہوں نے گواہی دی تو گھر کی ڈگری متکلم اوّل کے نام یعنی مدعی غیر قابض کے نام ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔

ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے فرماتے ہیں کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے دریافت کیا کہ ایک شخص زید کے قبضہ میں ایک گھر ہے اس پر عمرو نے دعویٰ کیا اور زید کو قاضی کے پاس لایا پس زید نے اقرار کیا کہ میں نے یہ گھر اس مدعی سے خریدا ہے اور دعویٰ کیا کہ میرے پاس اس امر کے گواہ ہیں تو کیا زید سے اس اقرار کی وجہ سے کہا جائے گا کہ گھر مدعی کے سپرد کر دے پس امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قیاس کی رو سے کہا جائے گا کہ ہاں لیکن استحساناً میں زید کے قبضہ میں چھوڑوں گا اور کفیل اس سے لے لوں گا اور تین روز کی مہلت دوں گا پس اگر اپنے گواہ لایا تو خیر ورنہ اس پر ڈگری کر دوں گا یہ محیط میں ہے۔

منتقی میں ہے کہ زید نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ یہ طیلسان[2] جو تیرے اوپر پڑی ہے میں نے تیرے ہاتھ اس قدر داموں کو بیچی ہے اور عمرو نے انکار کیا اور کہا کہ یہ میری طیلسان ہے میں نے تجھے ودیعت رکھنے کو دی تھی تو نے مجھے واپس کر دی تو ہر ایک سے دوسرے کے دعویٰ پر قسم لی جائے گی اور طیلسان زید کو واپس دی جائے گی اور پہلے مدعا علیہ سے قسم شروع کی جائے گی یہ ذخیرہ میں ہے۔

---

[1] مصرف جہاں اس وقف کی حاصلات صرف کرنا چاہئے ۱۲

[2] طیلسان ایک قسم کی کتاب کنارے دار چادر مشہور ہے عموماً اس کا رنگ کاہی سبز ہوتا ہے ۱۲

ابن سماعہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ زید نے عمرو کے مقبوضہ غلام پر دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے کہ یہ غلام بکر بن خالد غائب کا ہے اور اس نے اقرار کیا ہے کہ یہ زید کا ہے اور عمرو اس دعویٰ سے منکر ہے اور اپنی ملک کا دعویٰ کرتا ہے اور زید کہتا ہے کہ گواہوں نے سچ کہا اور درحقیقت بکر نے میرے واسطے اقرار کیا تھا لیکن میں اور وجہ سے ہبہ یا صدقہ یا خرید سے اس کا مالک ہوا ہوں تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ اس سے اس کو کچھ استحقاق حاصل نہ ہوگا جب تک کہ ہبہ یا صدقہ یا خرید بہ ثمن معلوم کے گواہ قائم نہ کرے اور اگر اس کے گواہ قائم کیے تو قاضی نقد دام لے کر اس کے نام غلام کی ڈگری کر دے گا اسی طرح اگر زید نے کہا کہ گواہوں نے سچ بیان کیا اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا اور ہبہ و خرید کا دعویٰ نہ کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مقر حاضر ہو اور غلام اس کے قبضہ میں ہو پس مدعی نے کہا کہ یہ غلام اسی شخص کا تھا جس کے قبضہ میں ہے اور اس نے غلام کا میرے واسطے اقرار کیا اور قابض نے کہا کہ اس نے سچ کہا تو اس سے مقر لہ کو کچھ استحقاق حاصل نہ ہوگا جب تک کہ اقرار کرنے والا ہبہ و قبضہ وغیرہ کا اقرار نہ کرے یہ محیط میں ہے۔

مقبوضہ غلام کی بابت دعویٰ کرنا ☆

ایک نے دوسرے کے مقبوضہ غلام پر دعویٰ کیا کہ تو نے میرے ہاتھ ہزار درم کو یہ غلام فروخت کیا اور میں نے تجھے دام ادا کر دیے پس مدعا علیہ نے بیع سے اور دام وصول کرنے سے انکار کیا پس مدعی کی طرف سے دو گواہوں نے گواہی دی کہ بائع نے اقرار کیا ہے کہ میں نے فروخت کیا اور دام وصول کر لیے اور کہا کہ ہم غلام کو نہیں پہچانتے ہیں لیکن ہم سے بائع نے کہا تھا کہ بدھو میرا غلام ہے اور دو گواہوں دوسروں نے گواہی دی کہ اس غلام کا نام بدھو ہے یا خود بائع نے اقرار کیا کہ اس کا نام بدھو ہے تو ایسی گواہی سے بیع تمام نہ ہوگی اور بائع سے قسم لی جائے گی اگر اس نے قسم کھالی تو دام واپس کرے اور اگر نکول کیا تو بیع لازم ہوگی اور اگر دو گواہوں نے یوں گواہی دی کہ بائع نے اقرار کیا میں نے اپنا غلام بدھو فروخت کیا اور بدھو کے ساتھ کوئی کام یا صناعت یا حلیہ یا عیب ایسا ذکر کیا جس سے اس کی شناخت ہو سکتی ہے اور وہ اس غلام سے مقابلہ کرنے میں موافق نکلا تو فرمایا کہ یہ گواہی اور پہلی دونوں قیاساً یکساں ہیں لیکن استحساناً میں کہتا ہوں کہ اگر کسی معروف شناخت کی چیز کی طرف نسبت کی تو بیع جائز ہے اور یہی حکم باندی میں ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور اگر کسی معین غلام کی نسبت اقرار کرنے کی گواہی دی اور اس کا نام اور وصف بیان کیا اور کہا کہ ہم کو اس نے اس دن دکھا دیا تھا اور نام بتا دیا تھا لیکن ہم اس کو آج کے روز بعینہٖ نہیں پہچانتے ہیں تو ایسی گواہی باطل ہے اس جہت سے کہ دونوں اس کی شناخت پر گواہ ہوئے پھر اپنی گواہی بھول گئے یہ محیط میں ہے۔

نوادر بشر میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ زید نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ اس نے یہ گھر مجھے صدقہ میں دیا اور میں نے قبضہ کر لیا یا میں نے اس کو ہزار درم کو عمرو سے خرید کر کے قبضہ کیا یا عمرو نے مجھے بعوض ہزار درم کے ہبہ کیا اور میں نے قبضہ کر لیا اور عمرو نے اس سے انکار کیا پھر زید نے گواہ قائم کیے کہ عمرو قابض نے اقرار کیا کہ یہ گھر اس مدعی زید کا ہے تو فرمایا کہ اس گواہی کو قبول کر کے گھر مدعی کا قرار دوں گا پھر اگر مدعا علیہ نے ثمن یا عوض کا جس کا زید نے اس کے لیے اقرار کیا ہے دعویٰ کیا تو اس کو دینا پڑے گا اور اگر یہ دعویٰ نہ کیا تو مدعا علیہ کا اس میں کچھ حق نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر مدعا علیہ نے کہا کہ یہ زمین جس پر دعویٰ ہے میرے قبضہ میں نہیں ہے اور مدعی نے اس سے قبضہ کی قسم لینی چاہی تو اس کو اختیار ہے تاکہ اقرار سے قبضہ ثابت ہو پھر جب قبضہ کا اقرار کیا تو قاضی یوں قسم لے گا کہ واللہ یہ زمین اس مدعی کی ملک نہیں ہے تاکہ ملک کا مقر قرار پائے اور جب ملک کا اقرار کیا تو قاضی اس کو حکم دے گا کہ اس زمین سے تعرض نہ کرے یہ محیط میں ہے۔

اگر زید نے دعویٰ کیا کہ میں نے عمرو سے یہ گھر یا قریہ یا زمین خریدی اور حدود بیان نہ کیے پس مدعا علیہ نے مدعی کے واسطے

اس کا اقرار کر دیا اور حدود پر دونوں نے اختلاف کیا مدعی نے کہا کہ یہ حدود ہیں اور مدعا علیہ نے کہا کہ نہیں[1] یہ حدود ہیں اور مدعا علیہ کے حدود سے اس میں کمی آتی ہے بلسبت حدود مدعی کے اور مشتری کے پاس شناخت حدود کے گواہ نہیں ہیں تو ہر ایک دوسرے کے دعویٰ پر قسم کھائے اور باہم واپس کر لیں اسی طرح اگر دو گواہوں نے ان کے خرید نے کے اقرار کرنے پر گواہی دی اور حدود بیان نہ کیے پس اگر دونوں کے حدود پر اتفاق کیا تو یہ گواہی دونوں پر نافذ ہوگی اور اگر اختلاف کیا اور مشتری کے پاس حدود کے پہچاننے والے گواہ نہیں ہیں تو دونوں باہم قسم کھائیں اور بیع توڑ دیں اور اگر دونوں نے قسم کھالی تو قاضی دونوں کے درمیان بیع نہ توڑے گا یہاں تک کہ دریافت کرے پھر اگر مشتری نے انکار کیا تو مبیع کو اسی حدود سے لے لے جو بائع نے بیان کیے ہیں اور بائع کی تصدیق کی طرف رجوع نہ کیا جائے گا اور اگر بائع نے نقض بیع کی درخواست کی تو قاضی کچھ انتظار کرے گا اگر مشتری کو کوئی ایسی حجت دستیاب ہوئی جس سے اس کا دعویٰ ثابت ہو تو خیر ورنہ بیع توڑے گا۔ اگر مشتری نے بیع نامہ کوئی بائع کے نام اپنے حقوق کا تحریر کیا ہوا پیش کیا اور اس میں حدود مذکور ہیں اور گواہوں نے اس خرید پر دونوں کے اقرار کرنے کی گواہی دی تو قاضی بائع کے ذمہ اس کو لازم کر کے اس سے مواخذہ کرے گا کہ یہ مشتری کے سپرد کرے پھر اگر حدود میں دونوں نے اختلاف کیا تو باہم قسم کھائیں اور بیع توڑ دیں لیکن اگر مشتری نے حدود کے گواہ پیش کیے انہوں نے موافق دعویٰ مشتری کے گواہی دی تو قاضی بیع لازم کر کے بائع پر لازم کرے گا کہ بیع موافق دعویٰ مدعی کے اس کے سپرد کرے کذا فی شرح ادب القاضی للخصاف۔

زید نے عمرو پر اس کے مقبوضہ دار کا دعویٰ کیا کہ میں نے یہ دار اس سے ایک مہینہ پہلے خریدا ہے اور عمرو نے انکار کیا پس مدعی نی اپنے دعویٰ کے گواہ قائم کیے پھر مدعا علیہ نے کہا کہ یہ دار میرا تھا لیکن تین مہینہ ہوئے کہ میں نے اپنی عورت کے ہاتھ اس کو فروخت کر دیا اور عمرو کی جورو نے اس کی تصدیق کی اور کہا کہ میں نے عمرو سے تین مہینہ ہوئے کہ یہ دار خریدا ہے اور مدعی پر اپنے اس دعویٰ کے گواہ قائم کیے حالانکہ ہنوز مدعی کے نام ڈگری نہیں ہوئی تو عورت کے گواہ مقبول نہ ہوں گے اور اگر شوہر پر یعنی مدعا علیہ پر قائم کیے تو مقبول ہوں گے اور عورت کے نام دار کی ڈگری ہو جائے گی اگر چہ شوہر نے عورت کے واسطے اقرار کیا ہے یہ محیط میں ہے۔

فتاویٰ ابواللیث میں ہے کہ زید کے قبضہ میں نصف دار ہے عمرو نے آ کر دعویٰ کیا کہ میں نے یہ سب دار وقف کیا ہے اور وقف کرنے کے دن یہ سب میرا تھا اور گواہوں نے عمرو کے تمام دار وقف کرنے کی گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایک شخص نے اپنے لڑکے کا ایک عورت سے نکاح کیا اور گھر کے ایک منزل کا اس کے نام مہر مقرر کیا اور عورت کے ہاتھ اس کو بطور بیع صحیح کے فروخت کیا پھر یہ شخص مر گیا اور اس کے وارثوں نے دعویٰ کیا کہ ہمارے باپ نے یہ منزل فلاں شخص کے ہاتھ اس عورت کے نام تسمیہ کرنے سے پہلے فروخت کر دی ہے تو وارثوں کی تصدیق نہ کی جائے گی اور منزل اسی عورت کی ہے لیکن اس شخص کو چاہئے کہ اپنے گواہ قائم کرے کہ میں نے اس عورت کے خریدنے سے پہلے اس کو خریدا ہے اور اس باب میں وارثوں کی گواہی مقبول نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔

ایک بالغہ عورت کے باپ نے اس کا نکاح کر دیا اور شوہر مر گیا اس نے میراث کا دعویٰ کیا پس اگر کہا کہ میں نے اپنے باپ کو اپنے نکاح کا حکم دیا تھا تو نکاح ثابت اور وارث ہوگی اور اگر کہا کہ حکم نہیں کیا تھا لیکن جب مجھے نکاح کی خبر پہنچی تو میں نے اجازت دے دی تو اس پر گواہ لانے واجب ہوں گے اور یہی حکم بیع میں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر زید نے گواہ قائم کیے کہ فلاں شہر کے قاضی شیخ الاسلام حمزہ نے میرے نام اس عمرو پر ہزار درم کی ڈگری کی ہے اور

---

[1] قولہ نہیں یہ یعنی دوسرے حدود بیان کیے ۱۲

مدعا علیہ نے گواہ دیے کہ اس قاضی نے عمرو کے نام ان ہزار درم سے بریت کی ڈگری کی ہے قاضی حاکم عمرو کے گواہوں پر حکم دے گا مدعی کے گواہوں پر نہ دے گا یہ محیط میں ہے۔

ایک مرد کی منزل میں وہ مرد[1] و عورت دونوں رہتے ہیں۔ مرد اس سے وطی کرتا ہے اور عورت کے اس سے اولاد ہے پھر عورت نے انکار کیا کہ میں اس کی جورو نہیں ہوں تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر عورت نے اقرار کیا کہ یہ میرا بچہ اسی مرد سے ہے تو یہ اس کی بیوی ہے اور اگر کوئی اولاد نہ ہو تو عورت کا قول مقبول ہوگا اگرچہ مرد کے ساتھ اس حالت سے رہتی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر زید نے عمرو پر نصف دار کا جو اس کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا اور قاضی نے گواہوں کی گواہی پر اس کے نام یہ ڈگری کر دی اور اس مدعی کے دو بھائی ہیں ہر ایک بعد اس کے دعویٰ کرتا ہے کہ یہ نصف دار میرا ہے پس اگر مدعی نے اس پر قبضہ کر لیا ہے تو ان دونوں بھائیوں کے نام آدھے آدھے کی ڈگری اس کی کر دی جائے گی اور اگر قبضہ نہیں کیا ہے تو تینوں کو تین حصہ ہو کر تقسیم ہوگا یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص مر گیا اور دو بیٹے چھوڑے پس اگر بیٹے نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ میرے باپ کے اس پر ہزار درم قرض ہیں اور اس پر گواہ قائم کیے اور دوسرے بیٹے نے بھی اسی عمرو پر دعویٰ کیا کہ میرے باپ کے اس پر ہزار درم ایک باندی کا ثمن ہیں جو اس کے ہاتھ فروخت کی تھی اور اس پر گواہ پیش کیے اور دونوں نے باہم ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ باپ کے اس پر سوائے ہزار درم کے زیادہ نہیں ہیں تو ہر ایک کے واسطے پانچ سو درم کی ڈگری ہوگی اور اگر ایک نے پانچ سو درم وصول کر لیے تو اس میں دوسرا شریک نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔

قرض کی وجہ سے جو شخص قید ہے اگر اس نے گواہ قائم کیے کہ میں مفلس ہوں اور رب الدین نے گواہ دیئے کہ یہ مالدار ہے تو قاضی قرض خواہ کے گواہ مقبول کرے گا اگرچہ اس کی مقدار ملک بیان نہ کی ہو یہاں تک کہ قرض خواہ کے گواہوں پر اس کو برابر قید میں رہنے دے گا کذانی المحیط۔

---

[1] وہ مرد یعنی اس منزل و مکان کا مالک خود مع ایک عورت کے رہتا ہے ۱۲

کتاب الاقرار

اس کتاب میں چندابواب ہیں

باب اول☆

اقرار کے شرعی معنی اور رکن اور شرط جواز واس کے حکم کے بیان میں

غیر کے حق کے اپنے اوپر ثابت ہونے کی خبر دینے کو اقرار کہتے ہیں کذافی الکافی۔

اقرار کا رکن مثلاً یوں کہنا کہ زید کے مجھ پر اس قدر درم ہیں یا مثل اس کے بیان کرے کیونکہ اس سے حق کا ظہور یا انکشاف ہوتا ہے پس شرط خیار اسی سے اس میں جائز نہیں ہے مثلاً کسی نے کہا کہ زید کا مجھ پر اس قدر دین یا یہ عین ہے بشرطیکہ مجھے تین روز تک خیار ہے تو خیار باطل ہوگا اگرچہ مقرلہ یعنی زید مثلاً اس کی تصدیق کرے اور مال لازم ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

شرط اقرار میں سے عقل و بلوغ بلا خلاف شرط ہیں لیکن آزاد ہونا پس بعض چیزوں کے اقرار میں شرط ہے بعض میں نہیں کذافی النہایہ۔

پس اگر غلام مجور نے مال کا اقرار کیا تو یہ اقرار مولیٰ کے حق میں نافذ نہ ہوگا اور اگر قصاص کا اقرار کیا تو صحیح ہے کذافی محیط السرخسی اور مال کا اقرار صحیح ہے مگر اس کا نفاذ اس وقت ہوگا کہ جب یہ غلام آزاد ہو جائے اور غلام ماذون کا اقرار ان چیزوں میں جو اسباب تجارت میں سے نہیں ہیں متاخر ہوگا یعنی بعد عتق کے اس کا نفاذ ہوگا مثلاً اس نے عورت سے بلا اجازت مالک کے نکاح کر لیا اور اس سے وطی کی اور مہر کا اقرار کیا یا کسی ایسے جرم کا جس کے عوض مال لازم آتا ہے اقرار کیا تو یہ اقرار بالفعل لازم نہ ہوگا بخلاف حدود قصاص کے اقرار کے کہ بالفعل لازم ہوگا کذافی التبیین اور اسی طرح بطوع خود ورضامندی ہونا شرط ہے حتیٰ کہ جس پر زبردستی کی گئی اس کا اقرار صحیح نہیں ہے کذافی النہایہ۔

و مست نشہ کا اقرار اگر بطریق ممنوع ہو تو صحیح ہے سوائے حد زنا و شراب خواری کے کہ رجوع کرنا قبول نہ ہوگا اور اگر بطریق مباح ہو تو صحیح نہیں ہے کذافی البحر الرائق وعلی الخصوص اقرار کے جائز ہونے کی شرط یہ ہے کہ مقربہ یعنی جس چیز کا اقرار کیا ہے وہ ایسی ہو کہ مقرلہ کو اس کا سپرد کر دینا واجب ہو خواہ بعینہٖ اس کا سپرد کرنا مثلاً اپنے قبضہ کی کوئی شے معین کا دوسرے کے واسطے اقرار کیا یا اس کے مثل کا سپرد کرنا مثلاً اپنے ذمہ کسی قرض کا اقرار کیا اور اگر مقربہ ایسی چیز ہو کہ مقرلہ کو اس کا سپرد کر دینا واجب نہیں ہے تو اس کا اقرار جائز نہیں ہے مثلاً اقرار کیا کہ میں نے فلاں شخص کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کی یا اس سے کرایہ لی یا اس سے کوئی غلام کسی ثمن کے عوض خریدا یا ایک مٹھی خاک اس سے غصب کر لی یا ایک دانہ گیہوں کا غصب کیا تو یہ باطل ہے حتیٰ کہ اس پر جبر نہ کیا جائے گا کہ بیان کرے کہ کیا چیز ہے مثلاً یہ محیط میں ہے۔

حکم اقرار کا یہ ہے کہ مقربہ کا ظہور ہو نہ یہ کہ ابتداءً ثابت ہو جائے کذافی الکافی اور اسی سے ہم نے کہا کہ اگر مسلمان کے

واسطے شراب کا اقرار کیا تو صحیح ہے اور اگر اقرار سے ابتداء تملیک ہوتی تو صحیح نہ ہوتا۔ اسی طرح مجبور کر کے باکراہ طلاق وعتاق کا اقرار صحیح نہیں ہے اور انشاءات[1] باکراہ صحیح ہوتے ہیں کذا فی المحیط۔

اگر کسی نے غیر کے واسطے مال کا اقرار کیا اور مقرلہ جانتا ہے کہ یہ شخص اپنے اقرار میں جھوٹا ہے تو اس کو مال لینا دیانت کی راہ سے حلال نہیں ہے لیکن اگر مقر خوشی سے اس کو دے تو لے لے کہ از سر نو ہبہ ہو جائے گا یہ قنیہ میں ہے اور اقرار کو اظہار اعتبار کرنا فقط مقر بہ چیز کی حق ملکیت میں ہے حتیٰ کہ صرف اس کے اقرار سے مقرلہ کی ملکیت کا حکم دیا جائے گا مقرلہ کی تصدیق کی ضرورت نہیں ہے لیکن رد کرنے کے حق میں مثل ہبہ کے تملیک ابتدائی حتیٰ کہ اگر مقرلہ رد کر دے تو اقرار باطل ہوگا اور مقرلہ سے تصدیق پائے جانے کے بعد اس کا رد کرنا کچھ کارآمد نہ ہوگا کیونکہ اقرار اس کے بعد وارد ہوا ہے پھر اگر مقرلہ کے رد کرنے سے خاص اس کا ذاتی حق باطل ہوتا ہو تو اس کے رد کرنے سے اقرار رد ہوگا اور اگر دوسرے کا حق باطل ہوتا ہو تو اس کا رد کچھ کارآمد نہیں ہے مثلاً کسی شخص نے اقرار کیا کہ میں نے فلاں شخص کے ہاتھ یہ غلام اس ثمن مسمی کو فروخت کیا اور مقرلہ نے اس کا اقرار رد کر دیا کہ میں نے تجھ سے کچھ نہیں خریدا ہے پھر اس کے بعد کہا کہ میں نے خریدا ہے پس بائع نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ اس کو نہیں بیچا ہے تو بائع کے ذمہ بیع بہ ثمن مسمی لازم ہوگی کیونکہ اس نے بیع تمام ہونے کے بعد بیع سے انکار کیا اور دونوں متعاقدین میں سے ایک کے انکار سے بیع میں نقصان نہیں آتا ہے اگر دونوں منکر ہوں تو البتہ مثلاً مشتری نے کہا کہ میں نے نہیں خریدا بائع نے اس کی تصدیق کی کہ ہاں تو نے نہیں خریدا پھر کہا کہ نہیں بلکہ تو نے خریدا ہے تو خرید ثابت نہ ہوگی اگرچہ گواہ قائم کرے کیونکہ دونوں کے انکار سے فسخ ثابت ہو گیا جس مقام پر مقرلہ کے رد کرنے سے اقرار باطل ہو گیا ہے اگر مقر نے دوبارہ اس اقرار کا اعادہ کیا اور مقرلہ نے اس کی تصدیق کی تو اس کو اختیار ہے کہ اقرار مقر پر لے لے اور یہ استحسان ہے کذا فی المحیط۔

دوسرا باب ☆

اُن صورتوں کے بیان میں جو اقرار ہوتی ہیں اور جو نہیں ہوتی ہیں

زید نے کہا کہ عمرو کے مجھ پر سو درم ہیں یا میری طرف سو درم ہیں تو یہ قرض کا اقرار ہے اور ودیعت کا دعویٰ کرے تو تصدیق نہ کیا جائے گا لیکن اگر ودیعت اس کلام سے ملا کر بولے تو تصدیق کیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کہا کہ میرے پاس ہیں تو یہ ودیعت کا اقرار ہے اسی طرح اگر کہا کہ بامن یا میرے ہاتھ میں یا میرے گھر میں یا میرے تھیلے میں یا صندوق میں تو یہ سب ودیعت کا اقرار ہے کذا فی المبسوط۔

اگر کہا کہ میرے پاس سو درم ودیعت قرض یا بضاعت قرض یا مضاربت قرض ہیں یا کہا کہ ودیعت دین یا دین ودیعت ہیں تو یہ قرض و دین ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے پاس فلاں شخص کے ہزار درم عاریت ہیں تو یہ قرض کا اقرار ہے اور یہی حکم کیلی و وزنی چیزوں میں ہے کیونکہ جن چیزوں سے نفع اٹھانا بدون تلف کرنے کے ناممکن ہے وہ قرض ہوں گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

فتاویٰ نسفی میں ہے کہ اگر کہا کہ میرا بفلاں[2] دہ درم دادنی است تو شیخ نے فرمایا کہ کچھ لازم نہ آئے گا تاوقتیکہ یہ نہ کہے کہ

[1] انشاءات یعنی مثلاً باکراہ طلاق دلوائی یا آزاد کرایا تو طلاق و اعتاق صحیح ہے کما ہو المذہب عندنا اور انشاءات وہ عقود کہلاتے ہیں جو خبر نہ ہوں مانند بیع و طلاق و نکاح و عتاق وغیرہ ۱۲ [2] مجھے فلاں کو دس درم دینا ہیں

مجھ پر یا میرے ذمہ یا میری گردن پر ہیں یا یہ قرض واجب یا حق لازم ہے کذا فی الظہیریہ۔

اگر کہا کہ زید کے میرے مال میں یا میرے ان درموں میں ہزار درم ہیں تو یہ اقرار ہے پس اگر یہ درم متمیز ہیں تو اقرار ودیعت ہے ورنہ شرکت ہے پس اگر مقر نے اپنے مال سے ہزار درم معین کر کے کہا کہ وہ ہزار درم یہ ہیں تو آیا یہ اس اقرار کا رد ہے بعض نے کہا کہ رد ہے اور بعض نے کہا اقرار شرکت باطل نہ ہوگا کیونکہ ہزار درم کی تعیین کا دعویٰ کرنے سے اقرار شرکت کا رد ہو جانا ضرور نہیں ہے کیونکہ جائز ہے کہ موافق اقرار کے پہلے شرکت ہو پھر دونوں نے تقسیم کر لیے یہ دعویٰ تقسیم ہوگا اور اگر دوسرے نے قسم کھالی کہ تقسیم نہیں ہوئی اور تقسیم ہونا ثابت نہ ہوا تو اقرار شرکت اپنے حال پر باقی رہے گا اور اگر مقر نے ہزار درم اپنے مال سے معین کیے اور مقر لہ نے انکار کیا تو اسی کا قول لیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کہا کہ میرے مال میں سے اس کے ہزار درم ہیں تو یہ ہبہ ہے اقرار نہیں ہے حتیٰ کہ دے دینے کے واسطے مجبور نہ کیا جائے گا اور اگر کہا کہ یہ ہزار درم تیرے ہیں تو یہ اقرار اس کی طرف سے ہبہ نہیں ہے یہاں تک کہ سپرد کرنے کے واسطے مجبور کیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر کہا کہ زید کے واسطے میرے مال سے ہزار درم ہیں میرا اس میں کچھ حق نہیں ہے تو یہ دین کا اقرار ہے یہ مبسوط میں ہے۔

ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا ہر[1] چہ مرا ایں می بایست از تو یافتم تو یہ مہر وصول پانے کا اقرار نہیں ہے ایسا ہی صدر الشہید سے منقول ہے اور بعض نے کہا کہ اقرار ہے کذا فی الخلاصہ۔

اگر کہا کہ یہ کپڑا یا گھر واسطے فلاں کے عاریت ہے یا فلاں سے ملک فلاں یا ملک فلاں یا در ملک فلاں یا فلاں کی ملک سے میراث فلاں یا در میراث فلاں یا بحق فلاں یا از طرف فلاں تو یہ سب الفاظ اقرار ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے اگر کپڑے یا چوپائے میں کہا کہ میرے پاس واسطے فلاں کے عاریت ہیں تو اقرار نہیں ہے اسی طرح اگر کہا کہ یہ ہزار درم میرے پاس واسطے حق فلاں کے مضاربت ہیں تو یہ اقرار نہیں ہے بخلاف اس کے اگر قرض واسطے حق فلاں کے کہا کہ تو یہ قرار ہے اور اگر کہا کہ یہ درم میرے پاس واسطے فلاں کے عاریت ہیں تو یہ اقرار ہے کہ یہ درم فلاں شخص کے ہیں یہ مبسوط میں ہے۔

اگر کہا کہ فلاں شخص کے ہاتھ کے میرے پاس عاریت ہیں یا کہا کہ فلاں شخص کے ہزار درم مجھ پر بسبب حصہ یا شرکت یا بشرکت یا شرکت کے یا بسبب اجرت یا باجرت یا اجرت کے یا یہ بضاعت کے یا یہ بضاعت ہیں تو یہ اقرار ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کہا کہ فلاں کے مجھ پر ایک کُر گیہوں بسبب سلم یا بسلم یا بسلف یا ثمن واجب ہیں تو اس کے ذمہ لازم ہوں گے اسی طرح اگر کہا کہ فلاں کے مجھ پر سو درم بسبب ثمن بیع کے یا بسبب بیع کے یا جہت بیع سے یا اجارہ سے یا بسبب اجارہ کے یا باجارہ یا بکفالت یا بسبب کفالت یا کفالت پر آتے ہیں تو اس کے ذمہ لازم ہوں گے یہ مبسوط کے باب الاستثناء میں ہے۔

فتاویٰ ابو اللیث میں ہے کہ اگر کہا کہ ایں چیز فلاں[2] راست۔ یا تراست تو اقرار ہے اور اگر کہا کہ ایں چیز فلاں را۔ یا ترا۔ تو یہ ہبہ ہے اور اگر کہا کہ۔ ایں[3] چیز آں فلاں است۔ تو یہ اقرار ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔

ایک شخص نے اپنے نابالغ بیٹے سے کہا کہ۔ ایں[4] مال ترا کردم یا بنام تو کردم یا آن تو کردم۔ تو تملیک یعنی مالک کر دینا ہے اور امام ظہیر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بنام تو کردم۔ تملیک و اقرار کچھ نہیں ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ یہ میرا گھر اولاد اصاغر[5]

---

[1] جو کچھ مجھے چاہئے تھا میں نے تجھ سے پایا ۱۲ [2] یہ چیز فلاں کے واسطے ہے ۱۲ [3] یہ چیز ملک فلاں ہے ۱۲
[4] میں نے یہ مال تیرا کر دیا ۱۲ [5] اصاغر جمع اصغر یعنی خردسال و غیر بالغ ۱۲

کے واسطے ہے تو باطل ہے کیونکہ یہ ہبہ ہے اور جب اولاد کو بیان نہ کیا تو باطل ہے اور اگر یوں کہا کہ یہ گھر میری اولاد میں سے اصاغر کے واسطے ہے تو یہ اقرار ہے اور اولاد سے ان میں کے تین چھوٹوں کے واسطے ہوگا اسی طرح اگر کہا کہ تہائی یہ گھر میرا فلاں کے واسطے ہے تو یہ بھی ہبہ ہے اور اگر کہا کہ تہائی اس گھر کا واسطے فلاں کے ہے تو یہ اقرار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر رقم کی ادائیگی کا ذومعنی الفاظ یا اشاروں کنایوں میں اقرار کیا☆

اگر زید نے عمرو سے کہا کہ ادا کر دے جو میرے ہزار درم تجھ پر ہیں اس نے کہا کہ ہاں اچھا تو یہ اقرار ہے یا یوں کہا کہ عنقریب تجھے یہ درم دے دوں گا یا کل یہ تجھے دوں گا تو بھی یہ اقرار ہے ایسے ہی اگر یوں جواب دیا تو بیٹھ کر مجھے تول دے یا تول کر ان پر قبضہ کرے یا بیٹھ کر نہ کہا صرف یوں کہا کہ تو ان کو تول لے یا نقد پرکھ لے یا ان کو لے لے تو یہ سب اقرار ہے بخلاف اس کے اگر صرف یوں کہا کہ تول یا پرکھ یا لے تو اقرار نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کہا کہ ابھی میعاد نہیں آئی یا کہا کہ کل یا کہا کہ مہیا نہیں ہیں یا آج میسر نہیں ہیں یا یوں کہا کہ تو ان کا بہت ہی تقاضا کرتا ہے تو یہ سب اقرار ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کہا کہ آج تو میرے پاس نہیں ہیں یا کہا کہ مجھے ان کے ادا کرنے میں کچھ مہلت دے یا مجھ سے لینے میں تاخیر کر دے یا ان کے وصول کرنے میں مجھ سے تاخیر کر دے یا کہا کہ تو نے مجھے ان درموں سے بری کر دیا یا مجھے بری کر دیا مجھ سے اس کے لینے کی تو نے براءت کر لی یا کہا کہ میں واللہ آج تجھے ادا نہ کروں گا یا تیرے واسطے نہ تولوں گا یا تو ان کو آج نہیں لے سکتا ہے یا یوں کہا کہ صبر کر یہاں تک کہ میرا مال آ جائے یا میرا غلام آ جائے تو یہ اقرار ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر زید نے عمرو سے کہا کہ ادا کر دے میرا کر گیہوں کا جو تجھ پر آتا ہے عمرو نے کہا کہ ناپ لینے والے کو کل بھیج دینا تو یہ اقرار ہے اسی طرح اگر وزنی چیز میں یوں کہا کہ تول لینے والے کو کل بھیج دینا تو بھی ایسا ہی ہے یا کہا کہ کل اپنے وکیل کو بھیج دینا میں اسے دے دوں گا یا کسی وصول کرنے والے کو بھیج دے یا کسی کو بھیج دے یا مجھ سے لے کر قبضہ کر لے تو یہ سب اقرار ہے یہ محیط میں ہے۔

زید نے عمرو پر ہزار درم کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ میں نے تجھے تیرا دعویٰ عطا کیا تو یہ اقرار نہیں ہے اسی طرح اگر کہا کہ مجھ پر اپنا دعویٰ کرنے سے ایک مہینہ تاخیر رکھ یا جو کچھ تو نے دعویٰ کیا تاخیر کر دے تو یہ اقرار نہیں ہے۔ اگر کہا کہ اپنا دعویٰ مجھ سے دور رکھ یہاں تک کہ میرا مال آ جائے تو میں تجھے یہ ہزار دے دوں گا تو یہ اقرار ہے اگر کہا کہ یہاں تک کہ میرا مال آ جائے تو تیرا دعویٰ تجھے دوں گا یہ اقرار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

نوادر ہشام میں ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے سنا کہ فرماتے تھے کہ زید نے عمرو سے کہا کہ مجھے ہزار درم دے اس نے کہا کہ ان کو تول لے تو عمرو پر کچھ لازم نہیں ہے کیونکہ اس نے یہ نہیں کہا تھا کہ میرے ہزار درم دے یہ محیط میں ہے۔

زید نے عمرو سے کہا کہ مجھے میرے ہزار درم جو تجھ پر آتے ہیں دے عمرو نے کہا کہ صبر کر یا عنقریب پا جائے گا تو یہ اقرار نہیں ہے کیونکہ ایسے کلمات کبھی استہزاء[1] واستخفاف کے طور پر ہوتے ہیں اور اگر کہا کہ ان کو تول دوں گا انشاء اللہ تو یہ اقرار ہے اور استثناء یعنی انشاء اللہ اس پر وارد نہیں ہے صرف تبریہ (ہو جانا بری) کے واسطے ہے اور تبریہ تقدم دین کو مقتضی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

نا وادر میں ہے کہ اگر مدعا علیہ نے کہا کہ کیسہ[2] بدوز قبض کن تو یہ اقرار نہیں ہے اور ایسے ہی بگیر۔ اقرار نہیں ہے کیونکہ یہ الفاظ ابتدائی بولے جا سکتے ہیں یعنی دعویٰ مدعی سے مربوط ہونا ضرور نہیں ہے پس اقرار نہ ہوں گے ایسے ہی قبض کنش کسرہ نون کے ساتھ دکیسہ بدوزش کسرہ زاء معجمہ کے ساتھ اقرار نہیں ہے۔ کیونکہ یہ الفاظ بطور استہزاء کے بولے جاتے ہیں اور ایسے ہی بگیرش کسرہ

---

[1] استہزاء ٹھٹھول کرنا استخفاف خفیف وخوار سمجھنا ۱۲ [2] تھیلی سیو وصول کرو ۱۲

راء مہملہ کے ساتھ اقرار نہیں ہے اور اگر کیسہ بدوزش فتحہ زاء وقبض کنش فتحہ نون اور بگیرش فتحہ راء کے ساتھ اگر کہا تو مشائخ سے اس میں اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ یہ الفاظ اقرار ہیں کیونکہ اس طرح استہزاء کے واسطے نہیں بولے جاتے ہیں اور مبتداء نہیں ہو سکتے پس انکار ربط دعویٰ مدعی سے لیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر کہا میرے ہزار درم جو تجھ پر آتے ہیں ادا کردے کیونکہ میرے قرض خواہ مجھے نہیں چھوڑتے ہیں پس مدعا علیہ نے کہا کہ بعضوں کو مجھ پر حوالہ کردے یا جس کو تو چاہے مجھ پر حوالہ کردے یا کسی شخص کو ان میں سے میرے پاس لائیں میں ضمان کرلوں گا یا قرضہ کا حوالہ قبول کرلوں گا تو یہ سب اقرار ہے اور اگر کہا کہ میں نے یہ درم تجھے ادا کردیے ہیں تو یہ اقرار ہے اور اگر کہا کہ مجھے تو نے اس قرضہ سے بری کردیا ہے یا میں نے تجھے بھرپور[۱] ادا کیا ہے یا تو نے مجھے اس سے احلال کیا ہے یا کہا کہ تو نے یہ درم ہبہ کردیے ہیں یا مجھے یہ درم صدقہ دیے ہیں یا میں نے تجھے یہ درم اترا دیے ہیں تو یہ سب اقرار ہیں یہ مبسوط میں ہے۔

اگر کہا کہ میں نے تجھے یہ درم وفا کردیے ہیں تو یہ قرضہ کا اقرار ہے ادا کردینے کا حکم کیا جائے گا پھر حکم کیا جائے گا کہ وفا کردینا ثابت کرے اسی طرح اگر مدعا علیہ نے مدعی سے کہا کہ سوگند خور کہ ایں مال بتو نرسانیدہ ام۔ یا کہا۔ سوگندہ خور کہ ایں مال بتو رسیدہ است۔ پس یہ مدعا علیہ کی طرف سے مال کا اقرار ہے حکم کیا جائے گا کہ ادا کرے ایسا ہی بعض مشائخ کا فتویٰ منقول ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر کہا کہ تو نے مجھے اس دعویٰ سے بری کیا ہے یا مجھ سے اس دعویٰ سے صلح کی ہے تو یہ اقرار نہیں ہے یہ خلاصہ میں ہے اگر کہا کہ میں نے تیرے حق سے تجھ سے صلح کرلی ہے تو اقرار ہے اور بیان کرنا مقر کی طرف ہوگا اور اگر کہا کہ تیرے دعوے سے تو اقرار نہیں ہے۔ اگر کہا کہ اس گھر سے بعوض ہزار کے باہر نکل[۲] یا اس سے بری کر یا دستبردار ہوجا یا میرے سپرد کردے یا مجھے دے تو یہ سب مخاطب کی ملک کا اقرار ہے کیونکہ یہ الفاظ جب بدل کے ساتھ مذکور ہوتے ہیں اور پہلے ان سے لفظ صلح نہیں ہوتا ہے تو عرف و عادت میں مساومت کے معنی ہوتے ہیں۔

قلت ☆

یہ خاص محاورہ اردو زبان کا نہیں ہے لیکن اصل کے الفاظ عربی اس معنی میں معروف ہیں اور اگر یہ الفاظ ذکر کیے اور ان کے ساتھ بدل ذکر نہ کیا تو یہ اقرار نہیں ہے اور اگر یوں صلح ٹھہرائی کہ ایک اپنا گھر سپرد کردے دوسرا غلام سپرد کرے تو یہ اقرار نہیں ہے۔ اگر کسی نے ایک دار خریدا پھر دوسرے سے کہا کہ مجھے اس کی خرید ہزار میں دے دے تو یہ دوسرے کی ملک کا اقرار نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

مجموع النوازل میں ہے کہ زید سے عمرو نے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار درم ہیں پس اس نے کہا کہ اور میرے بھی تجھ پر اسی قدر ہیں یا کسی سے کہا کہ میں نے تیری بیوی کو طلاق دی یا تیری باندی یا غلام کو آزاد کیا اس نے کہا کہ اور تو نے اپنی جورو کو طلاق دی یا اپنے غلام یا باندی کو آزاد کیا تو ابن سماعہ رحمتہ اللہ علیہ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ یہ اقرار ہوگا اور ظاہر الروایت کے موافق اقرار نہیں ہے اور امام اجل ظہیر الدین رحمتہ اللہ علیہ ابن سماعہ کی روایت کے موافق فتویٰ دیتے تھے یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر زید کے مخاطب نے اس کے جواب میں کہا کہ میرے تجھ پر ہزار درم ہیں حرف ''واؤ'' یا اور نہ کہا تو یہ بلا خلاف اقرار نہیں ہے اور اگر کہا کہ میرے تجھ پر اس کے مثل ہیں تو اس میں اختلاف ہے اور اگر کہا کہ میرے بھی تجھ پر اس کے مثل ہیں تو ظاہر یہ ہے کہ اس میں وہی اختلاف ہے اور اگر مخاطب نے کہا کہ پس تو نے بھی اپنے غلام کو آزاد کیا تو آیا اس مخاطب سے یہ کلام اپنے غلام کی آزادی کا اقرار ہے یا نہیں پس ظاہر یہ ہے کہ اس میں بھی اختلاف ہے اور اگر مخاطب نے کہا کہ تو نے اپنے غلام کو آزاد کیا تو بلا خلاف

۱؎ فی الاصل اخبجا لک میں نے تجھے اس کا حساب کردیا ہے ۱۲ ۲؎ نکل یعنی ہزار درم لے اور گھر چھوڑ دے ۱۲

اقرار نہیں ہے اور ایسا ہی اختلاف اس صورت میں ہے کہ زید نے دوسرے سے کہا کہ تو نے فلاں شخص کو قتل کیا ہے اس نے جواب دیا کہ اور تو نے بھی فلاں شخص کو قتل کیا ہے اور اگر اس نے یوں کہا کہ تو نے فلاں شخص کو قتل کیا تو بلا خلاف اقرار نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر فارسی میں کہا کہ مرا از تو چندیں می باید۔ کسی قدر مال معلوم کو بیان کیا پس مخاطب نے کہا کہ مرا نیز از تو چندیں می باید تو مخاطب کا یہ قول متکلم اوّل کے دعویٰ کا اقرار ہوگا ایسا ہی بعض مشائخ نے کہا ہے اور یہ حکم موافق قول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہونا چاہئے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ اقرار نہ ہوگا خواہ فارسی میں کہے یا عربی میں کہے اور اگر کہا کہ مرا از تو چندین می باید۔ مخاطب نے کہا کہ مرا بارے از تو چندیں می باید قول مدعی اوّل کے دعویٰ کا اقرار نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔

عیون میں ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میں نے فلاں کے بیٹے کو قتل کیا پھر کہا کہ میں نے فلاں کے بیٹے کو قتل کیا تو یہ ایک ہی بیٹے کا قتل کے اقرار ہوگا۔

فتاویٰ اہل سمرقند میں ہے کہ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ تو نے فلاں شخص کو کیوں قتل کیا اس نے کہا کہ لوح محفوظ میں یوں ہی لکھا تھا یا میں نے اپنے دشمن کو مار ڈالا تو یہ قتل کا اقرار ہے اگر عمداً قتل کرنے کا اقرار نہ کرے تو اس کے مال سے دیت دلائی جائے گی اور اگر یوں جواب دیا کہ جو مقدور ہو وہ ہونے والا ہے تو یہ اقرار نہیں ہے کذا فی الخلاصہ۔

اگر دو سو درم کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ میں نے تجھے سو بعد سو کے پورے کر دیے تیرا کچھ حق مجھ پر نہیں ہے تو یہ اقرار نہیں ہے اسی طرح اگر سو درم کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ پچاس درم میں نے تجھے دے دیے ہیں تو یہ اقرار نہیں ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان اگر زید نے عمرو پر ہزار درم کا دعویٰ کیا عمرو نے کہا کہ تو نے ان میں سے کچھ لے لیے ہیں تو یہ اقرار ہے اسی طرح اگر کہا کہ ان درموں کا وزن کیا ہے یا کیا مدت قرار پائی یا کیا اس کا سکہ ہے یا میں نے ان سے براءت تجھ سے کر لی ہے میں نے وہ درم تجھے ادا کر دیے ہیں تو یہ سب ہزار درم کا اقرار ہے اور اگر یوں کہا کہ میں نے تجھ سے ہر قلیل و کثیر سے جو تیرا مجھ پر تھا بریت کر لی ہے تو یہ ہزار کا اقرار نہیں ہے بلکہ ایسی چیز کا اقرار ہے جس کی جنس و مقدار مجہول ہے پس بیان کرنے پر مجبور کیا جائے گا اور جب اس نے بیان کیا تو طالب سے قسم لی جائے گی کہ میں نے اس سے وصول نہیں پائے اور مطلوب سے قسم لی جائے گی کہ مجھ پر سوائے اس کے نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر میت پر قرض کا دعویٰ اس کے بعض وارثوں پر کیا پس مدعا علیہ نے کہا۔ در دست من از ترکہ چیزے نیست۔ تو یہ ترکہ کا اقرار نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر کسی شخص نے دوسرے کی مقبوضہ زمین پر دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے مدعی سے کہا۔ ترا جز ایں زمینے دیگر است۔ تو یہ مدعا علیہ کی طرف سے اقرار ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھ سے اس قدر درم ناحق قبضہ میں لیے ہیں پس مدعا علیہ نے کہا کہ ناحق میں نے قبضہ نہیں کیا تو یہ اقرار نہیں ہے اور اگر کہا کہ میں نے تیرے حکم سے تیرے بھائی کو دے دیے ہیں تو یہ اقرار ہے اور اس پر واجب ہے کہ اس کے حکم دینے کو ثابت کرے یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر دوسرے پر دس درم کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا ازیں جملہ مرا پنج درم دادنی است۔ تو یہ دس درم کا اقرار ہے اور اسی طرح اگر کہا ازیں جملہ پنج درم باقی است تو بھی دس کا اقرار ہے اور اگر کہا پنج درم باقی ماندہ است تو یہ دس کا اقرار نہیں ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔

منتقی میں ہے کہ اگر دوسرے سے کہا کہ میرے تجھ پر ایک ہزار درم ہیں اس نے کہا کہ لیکن ان میں سے پانچ سو درم پس نہیں ہیں یا کہا کہ لیکن پانچ سو درم اس میں سے پس میں ان کو نہیں جانتا ہوں تو یہ پانچ سو درم کا اقرار ہے اور اگر یوں کہے کہ لیکن پانچ سو درم پس نہیں ہیں اور ان میں سے نہ کہے تو اقرار نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔

قرض کی ادائیگی کے جواب میں حق حق ہے کہنا ☆

زید نے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار درم ہیں اس نے کہا الحق یا الصدق یا الیقین ۔ یا کہا حقاً یا صدقاً یا یقیناً یا مکرر کہا الحق الحق یا الصدق الصدق یا الیقین الیقین ۔ یا حقاً حقاً یا صدقاً صدقاً یا یقیناً یقیناً ۔ یا ان سب کے ساتھ بمعنی نیکوکاری کے بڑھا دیا مثلاً کہا الحق البر یا البر الحق ۔ یا حق بر الی آخرہ تو یہ سب اقرار ہیں اور اگر یوں کہا کہ الحق حق یعنی حق حق ہوتا ہے جیسے محاورے میں بولتے ہیں سچ سچ ہی ہے یا صدق صدق ہے یا یقین یقین ہے یا لفظ بر کو مفرد بولا یا مکرر کر کے بدون حق وغیرہ کے ساتھ ملانے کے یوں بولا البر البر یا براً براً تو یہ اقرار نہیں ہے اسی طرح لفظ صلاح خواہ مفرد بولے یا حق وصدق کے ساتھ ملائے اقرار نہ ہوگا یہ کافی میں ہے۔

اگر مدعی نے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار درم ہیں پس مدعا علیہ نے کہا مع سو دینار کے ۔ تو فقیہ ابو بکر اسکاف نے فرمایا کہ یہ اقرار نہیں ہے اور فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ اگر دینار میں مدعی نے تصدیق کی تو صحیح ہے اور دونوں مالوں کا اقرار ہوگا اور اگر دیناروں میں تکذیب کی تو درموں کا اقرار صحیح ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر زید نے عمرو سے کہا کہ میں نے تجھے سو درم قرض دیے ہیں عمرو نے کہا کہ میں نے سوائے تیرے کسی سے قرض نہیں لیا یا کسی تیرے غیر سے یا کسی سے تجھ سے پہلے قرض نہیں لیا یا بعد تیرے کسی سے قرض نہ لوں گا تو یہ اقرار نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اصل میں مذکور ہے کہ اگر دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھے سو درم قرض دیے ہیں اس نے کہا کہ دوبارہ درموں کے واسطے ایسا نہ کروں گا یا اس کے بعد پھر ایسا نہ کروں گا تو یہ اقرار ہے بخلاف اس قول کے کہ دوبارہ نہ کروں گا کیونکہ یہ اقرار نہیں ہے ۔ اگر دوسرے سے کہا کہ تو نے مجھ سے سو درم غصب کر لیے اس نے کہا کہ میں نے تجھ سے غصب نہیں کیا مگر یہی سو درم تو یہ اقرار ہے اسی طرح اگر کہا کہ میں نے تجھ سے سوائے ان درموں کے یا غیر ان سو درم کے غصب نہیں کیا تو یہ بھی اقرار ہے اسی طرح اگر کہا کہ میں نے تجھ سے بعد ان سو درم کے کچھ غصب نہیں کیا یا ان سو درم کے ساتھ کچھ غصب نہیں کیا یا قبل ان سو درم کے کچھ غصب نہیں کیا تو سو درم کے غصب کا اقرار ہے اسی طرح اگر کہا کہ بعد تیرے کسی سے غصب نہ کروں گا یا بعد تیرے کسی سے غصب نہیں کیا تو یہ بھی اقرار ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر کہا کہ تیرے مجھ پر نہیں ہیں مگر سو درم یا سوائے سو درم کے نہیں ہیں یا سو درم سے زیادہ نہیں ہیں تو سو درم کا اقرار ہے اور اگر کہا کہ تیرے مجھ پر سو درم سے زیادہ نہیں ہیں اور نہ کم ہیں تو یہ اقرار نہیں ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔

اگر یوں کہا کہ تیرے مجھ پر سو درم سے زیادہ نہیں ہیں اور نہ سو درم سے کم ہیں تو بعض مشائخ نے کہا کہ یہ اقرار نہیں ہے جیسا مطلقاً کم نفی کرنے میں تھا اور بعض نے کہا کہ یہ سو درم ہونے کا اقرار ہے اور یہی اصح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کہا کہ تیرے صرف مجھ پر سو درم ہیں تو یہ سو درم کا اقرار ہے اور اگر کہا کہ تیرے سو درم مجھ پر نہیں ہیں تو یہ کسی قدر کا اقرار نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر زید نے تقسیم کرنے والے سے کہا کہ اس دار کو تقسیم کر تہائی واسطے عمرو کے اور تہائی میرے لیے اور تہائی بکر کے واسطے

تو یہ قول اس کا عمرو و بکر کے واسطے دو تہائی دار کی ملک کا اقرار نہیں ہے تاوقتیکہ یوں نہ کہے کہ تہائی اس کا عمرو کا ہے اور تہائی اس کا بکر کا ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

اگر کہا کہ فلاں شخص کے مجھ پر سو درم ہیں درصورت کہ میں جانتا ہوں یا میرے علم میں ہے یا درصورت کہ میں نے جانا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ سب باطل ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ اقرار صحیح ہے اور بالا جماع اگر یوں کہا کہ میں جانتا ہوں کہ البتہ فلاں شخص کے مجھ پر ہزار درم ہیں یا فلاں شخص کے مجھ پر ہزار درم ہیں اور ضرور مجھے ایسا معلوم ہوا ہے تو یہ اقرار صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر کہا کہ فلاں شخص کے مجھ پر ہزار درم ہیں میرے گمان میں یا میں نے گمان کیا یا دیکھا تو یہ باطل ہے یہ مبسوط باب الاستثناء میں ہے۔ اگر کہا کہ مجھ پر ہزار درم فلاں شخص کی شہادت یا علم میں ہیں تو اس کے ذمہ کچھ لازم نہ ہوگا اور اگر کہا کہ بشہادت فلاں یا بعلم فلاں ہیں تو اقرار ہوگا اور اگر کہا کہ بقول فلاں یا درقول فلاں ہیں تو اس کے ذمہ کچھ لازم نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کہا اس کے مجھ پر ہزار درم میرے حساب میں یا درحساب فلاں یا بحساب فلاں ہیں یا میری کتاب میں یا درکتاب فلاں یا بکتاب فلاں ہیں تو باطل ہے اور اگر کہا کہ اس کی چک میں یا فلاں کی چک یا میری چک میں یا میری چک کے موجب ہیں تو یہ اقرار ہے۔ اگر کہا فلاں کے مجھ پر ہزار درم بہی میں یا بموجب بہی کے ہیں یا فلاں کے مجھ پر ہزار درم حساب میں یا حساب سے یا حساب کے موجب ہیں تو یہ اقرار ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ بموجب تکل کے یا تکل میں یا بہی میں یا ایسی کتاب میں جو میرے اس کے درمیان ہے یا میرے اس کے درمیانی حساب سے ہیں تو یہ سب اقرار ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کہا کہ مجھ پر اس کے ہزار درم کی چک یا ہزار کی بہی یا حساب ہے تو اس کے ذمہ مال لازم ہوگا اور اگر کہا کہ میرے اس کے درمیانی شرکت کے ہزار درم یا باہمی تجارت کے یا خلط کے ہزار درم ہیں تو اس پر ہزار درم لازم ہوں گے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

اگر کہا اس کے مجھ پر ہزار درم قضاء زید میں ہیں حالانکہ زید قاضی ہے یا قضائے فلاں فقیہ میں یا بموجب اس کے فتویٰ کے یا اس کی فقہ کے ہیں تو اس کے ذمہ کچھ لازم نہ ہوگا اور اگر کہا کہ بموجب قضائے زید کے ہیں حالانکہ زید قاضی ہے تو اس کے ذمہ مال لازم ہوگا اور اگر زید قاضی نہ ہو لیکن طالب نے کہا کہ میں اس کو محاکمہ کے لیے اس کے پاس لے گیا تھا اس نے میرے لیے اس پر حکم دیا ہے تو اس کے ذمہ مال لازم ہوگا اور اگر دونوں نے باہم تصدیق کی کہ اس کے پاس محاکمہ نہیں کیا تھا تو مقر پر کچھ لازم نہ ہوگا اور اگر کہا کہ فلاں شخص کے مجھ پر ہزار درم اس کی یادداشت یا بموجب اس کی یادداشت کے ہیں تو اس کے ذمہ کچھ لازم نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر کسی شخص نے کہا کہ فلاں کے ہزار درم مجھ پر انشاء اللہ تعالیٰ ہیں تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اقرار باطل ہے اور یہ استحسان ہے کذا فی المحیط۔ اگر کہا کہ میں نے یہ غلام غصب کیا انشاء اللہ تعالیٰ تو کچھ اس کے ذمہ لازم نہ ہوگا کذا فی الخلاصہ۔

اگر ایک یادداشت تحریر کی اس میں لکھا کہ فلاں شخص کا مجھ پر اسقدر ہے یا میں نے اس کو اس قدر مہلت دی پھر آخر میں لکھ دیا کہ جو شخص اس یادداشت کے واسطے قیام کرکے وہ جو کچھ اس میں ہے اس کا ولی ہے انشاء اللہ تعالیٰ تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قیاساً[1] جو کچھ چک میں ہے کچھ اس کو لازم نہ ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک استحساناً لازم ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر کہا کہ میں نے کل کے روز تجھ سے یہ غلام غصب کیا انشاء اللہ تعالیٰ تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اقرار باطل ہے اور

---

[1] یعنی قیاس مقتضی ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ سے یہ باطل نہ ہو تو لازم نہیں رہے گا اور صاحبینؒ نے استحسان اختیار کیا ۱۲

استثناء صحیح ہے کذافی المحیط اور یہی ظاہر الروایت ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کہا کہ فلاں شخص کے مجھ پر ہزار درم ہیں اگر فلاں شخص چاہے تو یہ اقرار باطل ہے اگر چہ فلانا چاہے اسی طرح ہر اقرار کا حکم ہے کہ جو شرط پر معلق ہو مثلاً فلاں کے ہزار درم مجھ پر ہیں اگر میں گھر میں داخل ہوا یا آسمان سے مینہ برسا یا ہوا چلی یا قضائے الٰہی یا اللہ تعالیٰ کا ارادہ جاری ہوا یا اللہ تعالیٰ نے اس کو دوست رکھا یا اس سے راضی ہوا یا اس کو تنگی دی یا کشائش دی یا اگر میں اس امر کی بشارت دیا گیا تو یہ سب اس کے امثال مبطل اقرار ہیں اگر اقرار سے متصل بیان کیے جائیں یہ تبیین میں ہے۔

اگر کہا کہ اس کے مجھ پر ہزار درم ہیں الاّ یہ کہ اس کے سوائے کوئی امر مجھے ظاہر ہو یا میری رائے میں آئے تو یہ اقرار باطل ہے خواہ کوئی بات اس کے نزدیک ظاہر ہو یا ظاہر ہونے سے پہلے مر جائے یا سوائے اس کے کوئی امر اسکی رائے میں آئے یا نہ آئے اور اگر کہا کہ اس کے مجھ پر ہزار درم ہیں بشرطیکہ میرا یہ اسباب میرے مکان تک بصرہ میں پہنچائے اس نے ایسا ہی کیا اور وہ حاضر تھا اس مقولہ کو سنتا تھا تو یہ جائز ہے اور اس پر مال واجب ہوگا اسی طرح اگر کہا کہ تیرے مجھ پر ہزار درم ہیں اگر تو یہ اسباب اٹھا کر میرے گھر تک پہنچادے تو یہ بھی مزدور مقرر کرنے میں داخل ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر کسی نے کہا کہ گواہ رہو کہ اس کے مجھ پر ہزار درم ہیں اگر میں مر جاؤں تو یہ درم اس پر واجب ہوں گے خواہ جیتا رہے یا مر جائے ایسے ہی اگر کہا کہ اس کے مجھ پر ہزار درم ہیں جب کہ شروع مہینہ آئے یا جب لوگ افطار کریں یا فطر تک یا قربانی تک تو بھی یہی حکم ہے یہ تبیین میں ہے منتقی میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے سے روایت ہے کہ اگر یوں کہا کہ جب فلاں شخص آئے یا اگر فلاں شخص آئے تو زید کے مجھ پر ہزار درم ہیں تو یہ باطل ہے اور اگر کہا کہ تیرے مجھ پر ہزار درم ہیں جب زید آ جائے تو یہ جائز ہے بشرطیکہ طالب دعویٰ کرتا ہو کہ میرے زید پر ہزار درم ہیں اور اس نے جو کچھ میرا اس پر ہے اس کے آنے پر کفالت کر لی ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر زید نے کہا کہ عمرو کے مجھ پر ہزار درم ہیں بشرطیکہ وہ قسم کھا جائے یا اس شرط پر کہ قسم کھا جائے یا جس وقت قسم کھائے یا جب قسم کھالے یا وقت قسم کھانے کے یا اس کے قسم کے ساتھ یا اس کے قسم کے بعد پس فلاں شخص نے اس پر قسم کھالی اور مقرر نے مال سے انکار کیا تو مال کے واسطے اس سے مواخذہ نہ کیا جائے گا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر زید نے عمرو سے کہا کہ میرا یہ غلام مجھ سے خرید لے یا اجرت پر لے لے یا میں نے تجھے اپنا گھر عاریت پر دیا عمرو نے کہا کہ ہاں اچھا تو یہ قول اس کا یعنی ہاں یہ ملک زید کا اقرار ہے اسی طرح اگر زید نے کہا کہ اس میرے غلام کی مزدوری یا اس کا یہ کپڑا مجھے دے اس نے کہا کہ ہاں اچھا تو زید کی ملک کا غلام و کپڑے میں اقرار کیا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کہا کہ میرے اس دار کا دروازہ چھوڑ دے یا میرے اس دار پر کچھ کر دے یا میرے اس گھوڑے پر زین رکھ دے یا میرے اس خچر کو لگام دے دے یا میرے اس خچر کی زین مجھے دے یا میرے اس خچر کی لگام مجھے دے اس نے کہا کہ ہاں اچھا تو اقرار ہے اور اگر ان سب صورتوں میں کہا کہ نہیں تو اقرار نہ ہوگا یہ ظہیر یہ میں ہے۔

اگر کہا کہ میرے تجھ پر ہزار درم ہیں اس نے کہا کہ ہاں تو یہ اقرار ہے اسی طرح اگر اس کے ہاتھ میں کوئی کپڑا تھا اس کی نسبت کہا کہ یہ کپڑا مجھے فلاں شخص نے ہبہ کیا ہے اس نے کہا کہ ہاں یا کہا کہ تو نے سچ کہا یا فارسی میں کہا کہ آرے تو یہ اقرار ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر زید سے کہا گیا کہ تیرے اوپر عمرو کے ہزار درم ہیں اس نے سر ہلایا یعنی ہاں تو یہ اقرار نہیں ہے یہ تبیین میں ہے۔

اگر عمرو سے کہا کہ بکر کو خبر دے یا اس کو آگاہ کر دے یا اس سے کہہ یا گواہ رہ یا اسے خوشخبری دے کہ اس کے مجھ پر ہزار درم ہیں تو یہ اقرار ہے اور ایسے ہی اگر زید سے کہا کہا کہ بکر کو خبر دوں کہ اس کے تجھ پر ہزار درم ہیں یا اس کو آگاہ کر دوں یا گواہی دوں کہ اس کے تجھ پر ہزار درم ہیں یا میں اس سے کہوں پس زید نے کہا کہ ہاں تو یہ سب اقرار ہیں یہ محیط میں ہے۔

مندرجہ بالا مسئلہ کی ایک اور مبہم صورت ☆

اگر دوسرے سے کہا کہ فلاں کے ہزار درم شاہی مجھ پر ہونے کی گواہی نہ دے تو یہ اقرار نہیں ہے اسی طرح اگر کہا کہ فلاں شخص کا مجھ پر کچھ نہیں ہے پس یہ خبر اس کو نہ دے کہ اس کے مجھ پر ہزار درم ہیں یا نہ کہہ کہ اس کے مجھ پر ہزار درم ہیں تو یہ بھی اقرار نہ ہوگا اور اگر ابتداءً یہ کہا کہ فلاں شخص کو خبر نہ دے کہ اس کے مجھ پر ہزار درم ہیں تو یہ اقرار ہے اور ناطفی نے اپنی اجناس میں کرخی سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا کہ خبر نہ دے کہنا مثل گواہی نہ دے کہنے کی دونوں حالتوں میں اقرار نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ ان دونوں لفظوں میں فرق ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کہا کہ چھپاؤ عورت سے کہ میں نے اس کو طلاق دی یا میرا اس کو طلاق دینا اس سے چھپاؤ تو یہ اقرار ہے بخلاف اس قول کے کہ خبر نہ دو اس کو کہ میں نے اس کو طلاق دی ہے اور اگر کہا کہ عورت سے اس کی طلاق کو چھپاؤ تو یہ طلاق نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر زید نے کہا کہ جو کچھ میرے ہاتھ میں ہے قلیل و کثیر غلام وغیرہ سے وہ عمرو کا ہے تو یہ اقرار صحیح ہے پس عمرو آیا تاکہ جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے سب لے لے پس دونوں میں ایک غلام کی بابت اختلاف ہوا پس عمرو نے کہا کہ یہ غلام اقرار کے روز تیرے ہاتھ میں تھا اس واسطے میرا ہے اور زید نے کہا کہ اس روز میرے قبضہ میں نہ تھا اس کے بعد میں اس کا مالک ہوا ہوں تو زید کا قول مقبول ہوگا لیکن اگر عمرو اس امر کے گواہ لائے کہ یہ غلام اقرار کے روز زید کے قبضہ میں تھا تو اس کی ڈگری ہو جائے گی یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے کہا کہ سب جو میرے قبضہ میں ہے یا سب جو مجھ سے معروف ہے یا سب جو مجھ سے منسوب ہے وہ عمرو کا ہے تو یہ اقرار ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر یوں کہا کہ سب میرا مال یا سب جس کا میں مالک ہوں وہ عمرو کا ہے تو یہ ہبہ ہے بدوں سپرد کرنے کے جائز نہیں ہے اور سپرد کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا اور اگر یوں کہا کہ جو کچھ میرے گھر میں ہے وہ عمرو کا ہے تو اقرار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر اجیر نے اقرار کیا کہ جو کچھ قلیل و کثیر تجارت یا متاع مال عین و دین سے میرے قبضہ میں ہے وہ عمرو کا ہے اور میں ان چیزوں میں اس کا اجیر ہوں تو جائز ہے اور جو کچھ اس اقرار کے روز اجیر کے قبضہ میں ہو وہ عمرو کا ہے اس میں اجیر کا کچھ حق نہیں ہے مگر میں کھانے اور کپڑے کو استحساناً کہتا ہوں کہ دونوں اجیر کے قرار دیے جائیں گے اور اگر اجیر نے اقرار کیا کہ جو کچھ میرے قبضہ میں فلاں تجارت کا ہے وہ عمرو کا ہے تو جو کچھ اجیر کے قبضہ میں اس تجارت کا اس روز ہوگا وہ سب عمرو کو ملے گا اور جو کچھ سوائے اس کے دوسری تجارت کا ہوگا اس میں عمرو کا کچھ نہ ہوگا اور ان چیزوں کے بیان کرنے میں اجیر کا قول مقبول ہوگا اور بھی اگر اس نے دعویٰ کیا کہ جو کچھ میرے قبضہ میں اس تجارت کا تھا وہ بسبب آفت پہنچنے کے بعد اقرار کے تلف ہو گیا تو اسی کا قول قسم سے مقبول ہو گا اور اگر اجیر نے اقرار کیا کہ جو کچھ میرے قبضہ میں تجارت یا مال سے ہے وہ عمرو کا ہے اور اس کے قبضہ میں مال عین اور چکیں ہیں تو یہ سب عمرو کے ہوں گے اور اگر اقرار کیا کہ جو کچھ میرے قبضہ میں طعام[1] سے ہے وہ عمرو کا ہے اور اس کے قبضہ میں گیہوں اور جو اور تل اور چھوہارے ہیں تو اس میں سے سوائے گیہوں کے باقی کچھ عمرو کا نہ ہوگا اور اگر اجیر کے قبضہ میں گیہوں نہ ہوں تو عمرو کو کچھ بھی نہ ملے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنی صحت میں اقرار کیا کہ جو کچھ میری منزل یعنی مکان میں فروش و برتن وغیرہ سے جس پر ملک کا

[1] قولہ طعام اقول ائمہ کے عرف میں طعام فقط گیہوں پر محمول تھا کما فی الایمان والمبیوع مگر فارسی و اردو میں وہ چیز جو بالفعل کھانے کے لیے مہیا ہو کما فی المبیوع پس حکم مذکور فقط بعرف ائمہ ہے اور اردو میں مقرلہ کو کچھ نہیں ملے گا اور اگر طعام کی جگہ اناج ہو تو سوائے چھوہارے کے سب ملے گا واللہ اعلم ۱۲

اطلاق اصناف اموال سے ہوتا ہے سب میری اس دختر کے ہیں اور اس شخص کے گاؤں میں چوپایہ اور غلام ہیں اور یہ شخص شہر میں بستا ہے تو فرمایا کہ اس کا اقرار اسی گھر کی چیزوں میں واقع ہوگا جس میں وہ رہتا ہے اور چوپایہ ایسے ہیں کہ دن کو ان کو باہر بھیجتا ہے اور رات کو وہ گھر میں چلے آتے ہیں وہ اس اقرار میں داخل ہو جائیں گے جو اور ایسے ہی وہ غلام بھی داخل ہوں گے دن میں حوائج ضروری کے واسطے باہر جاتے ہیں اور رات کو گھر میں رہتے ہیں اور ان کے سوائے جو کچھ ہے وہ داخل نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔

ایک شخص نے اپنی صحت عقل و بدن کی حالت میں اقرار کیا کہ جو کچھ میری منزل یعنی گھر میں داخل ہے وہ سب میری عورت کا ہے سوائے ان کپڑوں کے جو میرے اوپر ہیں پھر وہ شخص مر گیا اور ایک بیٹا چھوڑا اس نے دعویٰ کیا کہ یہ میرے باپ کے ترکہ میں داخل ہے تو جس شے کو عورت جانتی ہو کہ یہ چیز بسبب بیع صحیح یا ہبہ صحیح کے شوہر کے مالک کر دینے سے میری ہوگئی ہے یا شوہر پر اس کا مہر ہو تو اس کو اس چیز میں ممانعت کی گنجائش ہے اور حجت بھی اقرار ہے اور جو چیز اس کی ملک نہیں ہوئی وہ اس اقرار کی وجہ سے فیما بینہما و بین اللہ تعالیٰ عورت کی ملک نہ ہو جائے گی بلکہ متوفی کا ترکہ ہے لیکن قضاء یہ حکم ہے کہ اگر گواہوں نے اقرار کی گواہی ادا کی تو قاضی کو واجب ہوگا کہ جو کچھ گھر میں اقرار کے روز موجود ہے سب کی ڈگری عورت کے نام کر دے یہ خلاصہ میں ہے اگر کسی نے کہا کہ میری عورت کے واسطے ہے یہ بیت اور جو کچھ اس بیت کے دروازہ نے اندر بند کر لیا ہے اور بیت کے اندر متاع موجود ہے تو عورت کو بیت اور متاع دونوں ملیں گے اور اگر بجائے اقرار کے اس لفظ کے ساتھ بیع واقع ہو تو حکم اس کے برخلاف ہے کیونکہ متاع اس بیع میں داخل نہ ہوگی اور ایسا ہوگا کہ گویا اس نے یوں کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ بیت کو مع اس کے حقوق کے فروخت کیا اگر کسی نے اپنی ماں کا مال تلف کر دیا پھر اس سے کہا کہ جو کچھ میرے قبضہ میں مال ہے وہ تیرا ہے پھر مر گیا اور جس مال کا اقرار کیا وہ بعینہ قائم ہے تو وہ ماں کا ہوگا اور اگر بیٹے نے اس کو تلف کر دیا ہے یعنی بعینہ قائم نہیں ہے اور وہ کیلی و وزنی چیزوں میں سے نہیں تھا اور اس نے درم و دینار چھوڑے ہیں تو بعد اس اقرار کے جو مذکور ہوا ہے اس عورت یعنی اس کی ماں کو گنجائش ہے کہ ان درم و دینار سے اس قدر لے لے جس قدر اس نے تلف کر دیا ہے کیونکہ یہ بمنزلہ صلح کے ہو گیا تھا اور جب بدل صلح کو اس نے تلف کر دیا تو صلح باطل ہوگئی اور دین جیسا تھا ویسا عود کر آیا ذخیرہ میں ہے۔

اگر ایک دیوار کا ایک شخص کے واسطے اقرار کیا پھر کہا کہ میری مراد اس سے صرف عمارت دیوار بدون زمین کے تھی تو تصدیق نہ کی جائے گی اور دیوار مع اس کی زمین کے ڈگری ہوگی اسی طرح اگر پکی اینٹوں کے اسطوانہ کا اقرار کیا تو بھی یہی حکم ہے لیکن اگر اسطوانہ لکڑی کا ہو تو مقرلہ کو صرف لکڑی ملے گی زمین نہ ملے گی پس اگر اس کا رفع کرنا بدون ضرر کے ممکن ہے تو مقرلہ اس کو لے لے اور اگر بدون ضرر کے نہیں لے سکتا ہے تو اقرار کرنے والا مقرلہ کو اس کی قیمت کی ضمان دے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر کہا کہ بناء اس دار کی فلاں شخص کی ہے تو فلاں شخص کے نام اس کے نیچے کی زمین کی ڈگری نہ ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر کسی نخل یا شجر کا جو اس کے باغ یا زمین میں لگا ہوا ہے دوسرے کے واسطے اقرار کیا تو اقرار میں نخل و شجر کے ساتھ اس قدر زمین جو اس کے جڑ کی ہے داخل ہو جائے گی اور کتاب میں یہ نہیں مذکور ہے کہ کس قدر زمین داخل ہوگی مگر دوسرے مقام پر اشارہ فرمایا کہ جس قدر درخت کے ساق (پنڈلی ۱۲) کے مقابلہ میں ہے داخل ہوگی حتیٰ کہ اگر یہ درخت اکھاڑ گیا اور اس کے اکھاڑنے کی جگہ دوسرا جما تو مقرلہ کا ہوگا اور اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ درخت کی بڑی جڑوں کے مواضع جو جذوع کے مشابہ میں داخل ہوں گے اور جو ہاریک جڑیں بڑی جڑوں سے پھوٹی ہیں انکے مواضع داخل نہ ہوں گے اور بعضوں نے کہا کہ ان جڑوں کے مواضع داخل ہوں گے کہ جن جڑوں کے بغیر یہ درخت باقی نہیں رہ سکتا ہے اور اس سے زیادہ داخل نہ ہوں گے اور بعضوں نے کہا کہ

ٹھیک دوپہر کو جب آفتاب آسمان پر ٹھہرا تو جس قدر زمین درخت کے سایہ میں آئے اس قدر داخل ہے باقی داخل نہ ہوگی اور بعضوں نے کہا کہ اقرار کے وقت جس قدر درخت کی موٹائی ہے اسی قدر زمین داخل ہوگی یہ محیط میں ہے۔

اگر کسی نے اقرار کیا کہ اس درخت کے پھل جو اس پر موجود ہیں فلاں شخص کے ہیں تو اس اقرار سے درخت کا بھی اقرار کرنے والا شمار نہ ہوگا اور اگر کہا کہ جو کھیتی اس زمین میں موجود ہے وہ زید کی ہے تو زید کو صرف کھیتی بدوں زمین کے ملے گی یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر کہا کہ یہ کرم زید کا ہے تو زید کو تاک انگور مع اس کی زمین اور جو کچھ اس میں عمارت وستون ومیخیں وغیرہ اور درخت ہیں سب ملیں گے اگر کہا کہ یہ زمین زید کی ہے اور اس کے درخت خرما میرے ہیں یا کہا کہ یہ زمین زید کی ہے مگر نخیل اس کے نہیں ہیں تو زمین مع درختوں کے زید کی ہوگی اسی طرح اگر کہا کہ یہ درخت مع جڑوں کے زید کا ہے اور اس کے پھل میرے ہیں تو درخت مع پھلوں کے زید کا ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر کسی نے کہا کہ یہ زمین زید کی ہے حالانکہ زمین میں کھیتی ہے تو زمین مع کھیتی کے زید کی ہوگی اور اگر مقر نے گواہ قائم کیے کہ یہ کھیتی میری ہے خواہ حکم قاضی زید کے نام ہو چکا ہے یا نہیں ہوا ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر زمین میں خرما کے درخت ہوں تو بھی یہی صورت ہوگی لیکن اگر اسکے گواہ لایا کہ یہ درخت میرے ہیں تو مقبول ہوں گے مگر اس وقت مقبول ہوں گے کہ جب اس نے اقرار کیا ہو کہ زمین زید کی اور درخت میرے ہیں تو اس صورت میں زید کے نام درختوں کی ڈگری نہ ہوگی یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔

امام محمد رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر زید نے کہا کہ یہ دار عمرو کا ہے تو اس کی بناء داخل قرار ہوگی اسی طرح اگر کہا کہ اس دار کی زمین عمرو کی ہے تو بناء داخل اقرار ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر زید کے واسطے عمرو نے اقرار کیا کہ یہ خاتم اس کی ہے تو حلقہ ونگینہ دونوں زید کو ملیں گے اور اگر تلوار کا اقرار کیا تو پھل و نیام و پرتلہ سب اس کا ہے اور اگر حجلہ کا اقرار کیا تو اس کی لکڑیاں جس سے وہ بنا ہوا ہے اور وہ کپڑا جس سے وہ منڈھا ہوا ہے سب زید کا ہے یہ کافی میں ہے۔

اگر زید کے قبضہ میں ایک دار ہے اس نے کہا کہ یہ دار عمرو کا ہے مگر فلاں بیت یا اس قدر حصہ معلومہ میرا ہے تو اس کے مقولہ کے موافق رکھا جائے گا اور اگر کہا کہ یہ بیت میرا ہے یا یوں کہا کہ لیکن یہ بیت میرا ہے تو کل دار عمرو کا ہوگا اور اگر کہا کہ یہ دار عمرو کا ہے اور یہ بیت بکر کا ہے تو موافق اس کے اقرار کے رکھا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کہا یہ دار فلاں شخص کا ہے اور اس کی بناء میری ہے یا کہا کہ یہ زمین فلاں شخص کی اور اس کے درخت میرے ہیں یا کہا کہ درخت مع اصول کے فلاں شخص کے اور پھل میرے ہیں تو سب مقرلہ کے ہوں گے اور بدون حجت کے مقر کی تصدیق نہ کی جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کہا کہ یہ دار فلاں شخص عمرو کا ہے مگر عمارت اس کی کہ وہ میری ہے تو عمارت اس کی تصدیق نہ کی جائے گی اور علیٰ ہذا اگر کہا کہ یہ باغ فلاں شخص کا ہے مگر ایک درخت بدون اس کی جڑ کے کہ وہ میرا ہے یا کہا کہ یہ جبہ عمرو کا ہے مگر اس کا استر کہ وہ میرا ہے یا یہ تلوار عمرو کی ہے مگر اس کا حلیہ کہ وہ میرا ہے یا کہا کہ یہ انگوٹھی عمرو کی ہے مگر اس کا نگینہ کہ وہ میرا ہے یا یہ حلقہ عمرو کا ہے مگر اس کا نگینہ کہ وہ میرا ہے تو ان سب صورتوں میں بھی وہی حکم ہے یہ مبسوط[1] میں ہے۔

[1] یعنی استثناء میں مقر کی تصدیق نہ ہوگی ۱۲

اگر کہا کہ عمارت اس دار کی میری ہے اور میدان زمین عمرو کا ہے تو اس کے کہنے کے موافق رکھا جائے گا کذافی الکنز۔

اگر کہا کہ عمارت اس دار کی میری اور زمین اس کی عمرو کی ہے یا اس کی زمین عمرو کی اور اس کی عمارت میری ہے تو عمارت زمین عمرو کی ہوگی اور اگر کہا کہ اس کی زمین میری ہے اور عمارت اس کی عمرو کی ہے تو زمین اس کی اور عمارت عمرو کی قرار دی جائے گی اور اگر کہا کہ زمین اس کی عمرو کی اور عمارت بکر کی ہے تو زمین و عمارت دونوں عمرو کے قرار دی جائے گی اور اگر کہا کہ اس کی عمارت بکر کی اور زمین اس کی عمرو کی ہے تو اس کے اقرار کے موافق ہوگا یہ محیط میں ہے۔

ایک انگوٹھی کے مختلف حصوں کی بابت ملکیت کا دعویٰ کرنا ☆

منتقی میں ہے کہ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ یہ انگوٹھی میری اور نگینہ تیرا ہے یا یہ پٹی میری اور اس کا حلیہ تیرا ہے یا یہ تلوار میری اور اس کا حلیہ تیرا ہے یا یہ جبہ میرا اور اس کا استر تیرا ہے اور عمرو نے کہا کہ سب میرا ہے تو قول زید کا معتبر ہوگا پھر دیکھا جائے گا کہ زید نے جس چیز کا اقرار کیا ہے اگر اس کے جدا کرنے میں کچھ ضرر نہیں تو حکم کیا جائے گا کہ جدا کر کے عمرو کے سپرد کرے اور اگر ضرر ہو تو زید پر واجب ہوگا کہ مقر بہ کی قیمت عمرو کو ادا کرے یہ سب امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ و امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر زید کے قبضہ میں ایک باندی کے بچہ پیدا ہوا زید نے کہا کہ باندی عمرو کی ہے اور بچہ میرا ہے تو اس کے اقرار کے موافق رکھا جائے گا اور یہی حکم باقی حیوانات کی اولاد کا اور درختوں سے توڑے ہوئے پھلوں کا ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر زید کے قبضہ میں ایک صندوق ہے اور اس میں متاع ہے پس زید نے کہا کہ یہ صندوق عمرو کا ہے اور متاع میری ہے یا یہ دار عمرو کا ہے اور جو کچھ اس میں متاع ہے وہ میری ہے تو زید کا قول مقبول ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کہا کہ یہ تھیلی عمرو کی ہے تو وہ تھیلی مع اس کے کہ جو کچھ اس میں درم ہیں عمرو کی ہوگی اور اگر مقر نے کہا کہ میں نے صرف کپڑا بدون درموں کے مراد لیا تھا تو تصدیق نہ کی جائے گی۔ اسی طرح اگر کہا کہ یہ زنبیل خرما عمرو کی ہے تو مع پھلوں کے عمرو کی قرار دی جائے گی اسی طرح اگر کہا کہ یہ خم فلاں شخص عمرو کا ہے اور اس خم میں سرکہ بھرا ہوا ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر یوں کہا کہ جراب یعنی تھیلی فلاں شخص کی ہے اور اس میں ہراتی کپڑے بھرے ہیں یا کہا کہ یہ تھیلی عمرو کی ہے اور اس میں آٹا بھرا ہوا ہے یا کہا کہ یہ گون عمرو کی ہے اور گون میں گیہوں بھرے ہیں اور دعویٰ کیا کہ میں نے فقط تھیلی یا گون مراد لی تھی تو تصدیق کی جائے گی اور حاصل یہ ہے کہ ہر چیز میں کہ عرف و عادت کے موافق اقرار واقع ہوگا اگر کھی کے کپے کو دیکھ کر کہا کہ یہ کپا فلاں شخص کا ہے تو یہ اقرار فقط کپے پر واقع ہوگا اور اگر کہا کہ بھوسہ اس گیہوں کا عمرو کا ہے تو عمرو کا بھوسہ ہوگا اور اگر کہا اس بالیوں کے گیہوں عمرو کے ہیں تو عمرو کو بالیں مع گیہوں ملیں گے اور اگر کہا کہ اس قبا کا ابرہ عمرو کا ہے تو سب قبا عمرو کی ہے اور اگر کہا کہ اس قبا کا استر عمرو کا ہے تو عمرو کے واسطے استر کی قیمت دینی پڑے گی۔ امام محمد رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر کہا کہ یہ پکھال (جس میں پانی ہو) زید کے واسطے ہے تو جس قدر پانی پکھال میں ہو وہ زید کو ملے گا پکھال نہ ملے گی یہ محیط میں ہے۔

اگر کہا کہ یہ گیہوں اس کھیتی کے ہیں جو زید کی زمین میں تھی یا اس کھیتی کے جو زید کی زمین سے کاٹی گئی تو یہ گیہوں کا اقرار ہے قلت یہ عرف ہماری زبان کا نہیں ہے واللہ اعلم۔

اسی طرح اگر کہا کہ یہ خشک انگور زید کے انگوروں کے ہیں یا یہ خرما زید کے نخل کے ہیں تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کہا کہ یہ صوف جو میرے پاس ہے زید کی بکریوں کا ہے یا دودھ جو میرے پاس ہے زید کی بکریوں کا ہے یا مکھن یا چستہ کی نسبت ایسا ہی اقرار کیا تو یہ اقرار ہے یعنی زید کی ملک کا ان چیزوں میں اقرار ہے من المحیط وفتاویٰ قاضی خان اور یہی حکم سوائے غلام و باندیوں کے تمام حیوانات کی اولاد کا ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر زید نے کہا کہ عمرو نے یہ زمین آراستہ کی یا یہ دار بنایا یا یہ درخت لگایا یا یہ انگور لگائے اور یہ سب زید کے قبضہ میں ہیں پس عمرو نے دعویٰ کیا کہ یہ سب میرے ہیں اور زید نے کہا کہ یہ میرے ہیں میں نے تجھ سے فقط مدد لی تھی تو نے مددی یا مزدوری لے کر مددی تو قول زید کا مقبول ہوگا یہ کافی میں ہے۔

اگر کہا کہ یہ آٹا فلاں شخص کی پسائی کا ہے تو اقرار نہیں ہے کذا فی الخلاصہ۔

اگر کہا کہ میں نے تجھ سے باندی اور غلام غصب کرلیا ہے تو دونوں کے غصب کا اقرار ہے۔ اسی طرح اگر کہا کہ یہ چیز مع اس چیز کے غصب کی مثلاً گھوڑا مع زین یا ساتھ اس کے غصب کی مثلاً گھوڑا ساتھ لگام کے یا غلام مندیل سمیت غصب کیا تو دونوں کے غصب کا اقرار ہے یا پس یا پھر کے ساتھ کہا مثلاً غلام پھر باندی غصب کی یا پس باندی غصب کی تو دونوں کے غصب کا اقرار ہے اسی طرح اوپر کے ساتھ یوں کہا کہ گھوڑا غصب کیا اور اس پر زین تھی تو بھی یہی حکم ہے کہ دونوں کے غصب کا اقرار ہے اور اگر یوں کہا کہ اس سے غصب کیا مثلاً مندیل میں نے اس کے غلام سے غصب کی یا جھول گھوڑے سے غصب کرلی تو خاص اوّل چیز کے غصب کا اقرار ہے اور اگر یوں کہا کہ اکاف جو حمار پر تھا غصب کرلیا تو بھی اوّل کے غصب کا اقرار ہے اور اگر ظرف کے طور پر دوسرے کا اقرار کیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر دوسری چیز پہلی چیز کا ظرف ہوسکتی ہے مثلاً کپڑے کو رومال میں غصب کرلیا یا اناج کو کشتی میں غصب کرگیا تو ایسی صورتوں میں دونوں کے غصب[1] کا اقرار ہے اور اگر دوسری چیز پہلی چیز کا ظرف نہیں ہوتی ہے مثلاً کہا کہ میں نے درم کو درم میں غصب کرلیا تو دوسری اس کے ذمہ لازم نہ ہوگی اور اگر دوسری چیز ایسی ہو کہ پہلی چیز اس کے درمیان ہوسکتی ہے مثلاً میں نے ایک کپڑا دس کپڑوں میں غصب کرلیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف اس کے ذمہ ایک کپڑا لازم ہوگا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک گیارہ کپڑے لازم ہوں گے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر کہا کہ میں نے تجھ سے ایک کرپاس دس کپڑوں حریر میں غصب کیا تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے ذمہ اوّل لازم ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کہا کہ میں نے طعام جو بیت میں تھا غصب کرلیا تو یہ اقرار بمنزلہ اس قول کے ہے کہ جو طعام کشتی میں تھا میں نے غصب کرلیا پس بیت و طعام دونوں کے غصب کا اقرار ہے لیکن قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے موافق بسبب غصب کے طعام اس کی ضمان میں داخل ہوگا اور بیت ضمان میں داخل نہ ہوگا اور اگر اس نے کہا کہ میں نے طعام کو اس کی جگہ سے دوسری جگہ حرکت نہیں دی تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی یہ مبسوط میں ہے۔

اگر ایک گھوڑے کے اصطبل میں غصب کر لینے کا اقرار کیا تو اس کے ذمہ فقط گھوڑا لازم ہوگا کذا فی الکنز اگر کہا کہ فلاں شخص کے مجھ پر دہ درم در دہ درم ہیں پس اگر مقر نے کہا کہ میں نے در سے واؤ مراد لیا ہے یا مع مراد لیا ہے تو اس پر بیس درم واجب ہوں گے اور اگر کہا کہ میں نے بر مراد لیا ہے تو دس درم لازم ہوں گے اور اگر کہا کہ مراد میری اس سے ضرب تھی تو ہمارے علماء کے نزدیک اس پر دس درم لازم ہوں گے اسی طرح اگر حقیقۃً لفظ در یعنی ظرف کا حرف مراد لیا تو بھی دس درم لازم ہوں گے یہ محیط میں ہے۔

اگر کسی نے یوں کہا کہ زید کا مجھ پر ایک درم ایک قفیز گیہوں میں ہے تو اس پر ایک درم لازم ہوگا اور قفیز باطل ہے اور اگر

[1] مثلاً خرماز نبیل یا گیہوں گون میں ۱۲

کہا کہ زید کے مجھ پر ایک قفیز گیہوں ایک درم میں واجب ہے تو اس پر قفیز لازم ہوگا اور درم باطل ہے اسی طرح اگر کہا کہ زید کے مجھ پر ایک فرق[1] زیت دس مختوم گیہوں میں واجب ہو تو زیت اس پر واجب ہے اور گیہوں باطل ہیں یہ غایۃ البیان میں ہے۔

اگر کہا کہ زید کے مجھ پر دس درم دس دینار میں واجب ہیں تو دس درم واجب ہوں گے اور آخر کلام باطل ہوگا لیکن اگر کہے کہ میں نے دونوں مال مراد لیے تھے تو دونوں لازم ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر اقرار کیا کہ مجھ پر پانچ درم ایک یہودی کپڑے میں واجب ہیں تو اس پر پانچ درم واجب ہوں گے پھر اگر اس کے بعد کہا کہ یہودی کپڑا سلم کا قرض ہے اور پانچ درم اس نے مجھے اس کپڑے کی سلم میں دیے تھے تو یہ اس اقرار کا بیان ہے لیکن چونکہ اس میں تغیر ہے اس واسطے علیحدہ کر کے اس کی صحت معتبر نہ ہوگی لیکن اگر طالب اس کی تصدیق کرے تو ہو سکتا ہے اور تصدیق کے وقت ہم کہیں گے کہ حق ان دونوں میں سے باہر نہیں جا سکتا ہے پس جس پر دونوں نے تصادق کیا وہ ثابت ہوگا اور اگر طالب نے اس کی تکذیب کی تو مقر کو اس سے قسم لینے کا اختیار ہے پس اگر قسم کھالی تو مقر لہ کو اختیار ہے کہ مقر سے پانچ درم کی بابت موافق اس کے اقرار کے مواخذہ کرے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کہا کہ میں نے زید کے پانچ درم ایک کپڑے میں غصب کر لئے تو اس پر پانچ درم مع کپڑے کے لازم ہوں گے یہ محیط سرخسی میں ہے اگر کہا کہ مجھ پر ایک درم مع ایک درم کے یا اس کے ساتھ ایک درم واجب ہے تو دونوں درم اس پر لازم ہوں گے یہ غایۃ البیان میں ہے۔

اگر کہا کہ مجھ پر ایک درم قبل ایک درم کے واجب ہے تو اس پر ایک درم واجب ہوگا اور اگر کہا کہ قبل اس کے ایک درم واجب ہے تو اس پر دو درم واجب ہوں گے اور اگر کہا کہ ایک درم بعد ایک درم کے یا بعد اس کے ایک درم واجب ہے تو دو درم واجب ہوں گے اسی طرح اگر کسی ایک درم کے بجائے ایک دینار یا قفیز گیہوں بیان کیے تو بھی دونوں چیزیں واجب ہوں گی یہ مبسوط قاضی خان میں ہے۔

اگر کہا کہ درم و درم یا درم پھر درم واجب ہے تو دو درم واجب ہوں گے اور اگر کہا درم درم واجب ہے تو ایک ہی درم واجب ہوگا اسی طرح اگر کہا کہ زید کا مجھ پر درم بر درم واجب ہے تو ایک ہی درم واجب ہوگا اور اگر کہا کہ دو درم پھر ایک درم واجب ہے تو تین درم واجب ہوں گے ایسے ہی اس کے عکس میں یعنی درم پھر دو درم واجب ہیں تو بھی تین درم واجب ہوں گے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر کہا کہ مجھ پر ایک درم اور مجھ پر ایک درم ہے تو دو درم واجب ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کہا کہ زید کا مجھ پر درم بدرم ہے تو ایک درم واجب ہوگا یہ غایۃ البیان شرح ہدایہ میں ہے۔

اگر کہا کہ زید کا مجھ پر ایک درم مع کل درم کے ہے تو اس پر دو درم واجب ہوں گے اور اگر خاص معین دس درم کو دیکھ کر کہا کہ زید کے مجھ پر ان درموں میں سے ہر درم کے ساتھ ایک درم واجب ہے تو اس پر بیس درم واجب ہوں گے اور اگر دس درم معین کو دیکھ کر کہا کہ مجھ پر اس کے ان سب درموں میں سے ہر درم کے ساتھ یہ درم واجب ہے تو اس پر گیارہ درم واجب ہوں گے اور اگر کہا کہ مجھ پر فلاں شخص کے درموں سے کل درم ہے تو تین درم واجب ہوں گے اور یہ قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور قیاس قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ میں دس درم واجب ہوں گے ایک شخص نے کہا کہ زید کا مجھ پر ایک درم فوق درم واجب ہے تو اس پر دو درم واجب ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

کتابت کے ساتھ اقرار کرنا یعنی لکھ کر اقرار کرنا کئی وجہ سے ہوتا ہے از انجملہ اس طرح لکھے کہ وہ کچھ نہ کھلے مثلاً ہوا یا پانی

---

[1] قولہ فرق ایک پیمانہ معروف ہے اور مختوم سے مراد گون ہے ۱۲

برف پر لکھا تو اس سے اس پر کچھ واجب نہ ہوگا اگر چہ گواہ کر لے اور گواہ کر لینے کے یہ معنی ہیں کہ چند لوگوں سے لکھنے میں یوں کہے کہ مجھ پر اس کے گواہ رہو اور ان کو پڑھ کر کچھ نہ سنائے اور اگر ان کو پڑھ کر سنا دیا تو جو کچھ لکھا سنایا ہے وہ اس پر لازم ہوگا اور جس شخص نے اس کا یہ اقرار سنا اس کو اس امر کی گواہی اس پر دینا حلال ہے ذخیرہ میں لکھا ہے۔

تحریر لکھنے کی ایک صورت کا بیان ☆

از انجملہ یہ ہے کہ اس طور سے لکھے کہ جو لکھا ہوا کھلتا ہے اور اس کی چند صورتیں ہیں از انجملہ یہ کہ ارسالی تحریر ہو اس کی یہ صورت ہے کہ کاغذ پر لکھے پہلے بسم اللہ سے شروع کرے پھر دعا پھر مقصود لکھے کہ تیرے مجھ پر ہزار درم اس جہت سے ہیں تو یہ استحساناً اقرار ہے اور جو شخص اس کی تحریر کو معائنہ کرے اس کو اس کے اس امر کی گواہی اس پر دینا حلال ہے بشرطیکہ گواہ اس تحریر کو جان لے خواہ وہ گواہ کیا جائے یا نہ کیا جائے یہ محیط میں ہے۔

اگر ارسالی تحریر یوں لکھے از جانب فلاں بسوئے فلاں امابعد تو نے مجھے لکھا تھا کہ میں نے تیرے واسطے فلاں شخص کی طرف سے ہزار درم کی ضمان کر لی ہے حالانکہ میں نے تیرے لیے ہزار کی ضمانت نہیں کی صرف تیرے واسطے پانچ سو درم کی ضمانت کی ہے اور اس محرر کے پاس دو مرد اس کے لکھنے کے وقت موجود و کتابت کے شاہد تھے پھر اس نے اپنی تحریر کو محو کر دیا اور دونوں گواہوں نے اس پر یہ گواہی دی تو اس کے ذمہ لازم ہوں گے اگر چہ اس نے ان دونوں سے گواہی یا گواہ رہنے کے واسطے نہ کہا ہو اور یہی حکم طلاق و عتاق و ہر ایسے حق کا ہے جو شبہات[1] کے باوجود ثابت ہو جاتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر بطور رسالت کے مٹی یا خرقہ (کپڑے وغیرہ کا ٹکڑا ۱۲) وغیرہ اس کے مانند پر لکھا تو یہ اقرار نہیں ہے اور نہ گواہوں کو اس پر اس کی گواہی دینا حلال ہے لیکن اگر ان سے کہے کہ مجھ پر اس مال کی گواہی دو تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر کاغذ پر غیر مرسوم تحریر کی ایسی کہ کھلتی ہے کہ فلاں شخص کا مجھ پر اس قدر حق ہے تو جائز نہیں ہے لیکن اگر گواہوں سے کہا کہ جو کچھ میں نے تحریر کیا ہے اس کی مجھ پر گواہی دو تو گواہوں کی گواہی دینا جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

از انجملہ چک کی تحریر ہے اگر کسی شخص نے اپنی ذات پر کسی حق کی یادداشت چند لوگوں کے حضور میں لکھی یا کوئی وصیت تحریر کی پھر ان لوگوں سے کہا کہ مجھ پر اس حق کے فلاں شخص کے واسطے ہونے کے گواہ رہو اور اس نے ان کو پڑھ کر نہ سنائی اور نہ انہوں نے اس کے سامنے پڑھی تو یہ جائز ہے بشرطیکہ ان کی آنکھوں کے سامنے اپنے ہاتھ سے تحریر کی یا کسی دوسرے سے لکھوائی ہو اور اگر یہ لوگ اس کے خود لکھنے یا لکھوانے کی حالت میں حاضر نہ ہوئے تو ان کی گواہی جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر ایک قوم کے درمیان خود ایک چک تحریر کی اور ان کو پڑھ کر نہ سنائی اور نہ ان سے کہا کہ مجھ پر گواہ رہو تو کتاب میں تحریر ہے کہ یہ اقرار نہیں ہے اور نہ ان لوگوں کو محرر پر اس مال کی گواہی دینا حلال ہے اور قاضی امام ابوعلی نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر تحریر مصدر مرسوم ہو مثلاً یوں لکھے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ اقرار نامہ ہے کہ فلاں بن فلاں نے اپنی ذات پر زید کے واسطے ہزار درم ہونے کا اقرار کیا ہے اور گواہ کو جو اس میں لکھا ہے معلوم ہوا تو جو کچھ اس نے لکھا اس کی گواہی دینے کے گواہوں کو گنجائش ہے اگر چہ ان کو پڑھ کر نہ سنائے اور نہ گواہ کرے اور اگر اس نے چک لکھ کر گواہوں کو پڑھ سنائی تو ان کو گواہی دینا اس مال کی حلال ہے اگر چہ ان سے نہ کہا ہو کہ تم گواہ ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کاتب کے سوائے دوسرے نے گواہوں کے سامنے اس کو تحریر سنائی اس کاتب نے کہا کہ جو کچھ اس میں ہے اس کے مجھ

---

[1] شبہات سے یہ مراد کہ قطعی اپیل نہ ہو مثلاً دو گواہ نے گواہی دی تو یہ قطعی نہیں ہے کیونکہ ان کو شبہ ہو گیا ہو ۱۲

پر گواہ رہو تو یہ اقرار ہے اور اگر یہ نہ کہا کہ گواہ رہو تو یہ اقرار نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک قوم کے نزدیک بیٹھ کر اپنی ذات پر ایک چک تحریر کی پھر قوم سے کہا کہ اس پر مہر کر دو اور یہ نہ کہا کہ گواہ رہو تو یہ اقرار نہ ہوگا اور نہ ان لوگوں کو جائز ہے کہ اس مال کی اس شخص پر گواہی دیں اسی طرح اگر گواہوں نے کہا کہ کیا ہم تجھ پر اس کی گواہی دیں اس نے کہا کہ اس پر مہر کر دو تو بھی یہی حکم ہے اور گواہوں نے کہا کہ کیا ہم اس تحریر پر مہر کر دیں اس نے کہا کہ اس پر گواہ رہو تو یہ اقرار ہے گواہوں کو اس پر گواہی دینا حلال ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کسی محرر سے کہا کہ فلاں شخص کو اقرار نامہ لکھ دے کہ مجھ پر اس کے ہزار درم ہیں تو یہ اقرار ہے محرر کو روا ہے کہ اس پر اس مال کی گواہی دے اسی طرح اگر محرر سے کہا کہ فلاں شخص کے واسطے بیع نامہ اس گھر کا بعوض اس قدر کے لکھ دے اس نے خواہ لکھا یا نہ لکھا تو یہ بیع کا اقرار ہے اسی طرح اگر کہا کہ میری عورت کی نام اس کی طلاق کا خط لکھ دے تو بھی ایسا ہی ہے۔ اگر محرر سے دوبارہ کہا کہ عورت کے واسطے طلاق لکھ دے تو یہ ایک طلاق کا اقرار ہے اور مکرر کہنا لکھنے والے پر تقاضا کے لیے ہے کذانی الخلاصہ۔

ایک شخص نے دوسرے کو ایک مال کے اقرار کی تحریر سنائی اس نے کہا کہ کیا میں تجھ پر اس مال کی جو اس میں تحریر ہے گواہی دوں اس نے کہا کہ ہاں تو یہ اقرار ہے اس کو گواہی دینا حلال ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ازانجملہ کتاب حساب ہے یہ وہ ہے کہ جو تاجر لوگ اپنے صحیفوں[1] اور حساب کے دفتروں میں لکھتے ہیں یہ محیط میں ہے۔

اگر اپنے حساب کے صحیفہ میں لکھا کہ زید کے مجھ پر ہزار درم ہیں اور دو گواہوں نے حضور کی گواہی دی یا خود اس نے حاکم کے سامنے اس کا اقرار کیا تو اس کے ذمہ لازم نہ ہوگا لیکن اگر کہے کہ تم مجھ پر اس کی گواہی دو تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اور بعض متاخرین نے کہا کہ اگر روزنامچہ میں لکھا ہے کہ فلاں شخص کے مجھ پر اس اس قدر درم ہیں تو یہ مرسوم میں شمار ہے اس پر گواہ کرنا شرط نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر یوں کہا کہ میں نے اپنی کتاب میں یہ پایا کہ فلاں شخص کے مجھ پر ہزار درم ہیں یا کہا کہ اپنی یادداشت یا حساب میں یا اپنی تحریر سے یا کہا اپنے ہاتھ سے میں نے لکھا کہ فلاں شخص کے مجھ پر ہزار درم ہیں تو یہ سب باطل ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر ایک جماعت نے ائمہ بلخ میں سے بالعوں کی یادداشت کی نسبت فرمایا کہ جو یادداشت میں بیاع کے خط سے تحریر ہو وہ اس پر لازم ہوتا ہے فعلی ہذا اگر بیاع نے کہا کہ میں نے اپنی یادداشت میں اپنے خط سے لکھا ہوا پایا یا میں نے اپنی یادداشت میں اپنے ہاتھ سے لکھا کہ فلاں شخص کے مجھ پر ہزار درم ہیں تو یہ اقرار ہے کہ اس پر لازم ہوگا یہ مبسوط و ظہیریہ میں ہے۔

صراف[2] و بیاع و دلال کا خط حجت ہے اگرچہ معنون نہ ہو کیونکہ اس میں لوگوں کا عرف ظاہر اسی طرح لوگ جو باہمی تحریر کیا کرتے ہیں اس کا بھی حجت ہونا بسبب عرف کے واجب ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعویٰ کیا اس نے کہا کہ جو کچھ مدعی کی یادداشت میں میرے خط سے ہوگا میں اس کا التزام کیے لیتا ہوں تو یہ اقرار نہیں ہے کذانی خزانۃ المفتین۔

---

[1] صحیفہ ورق حساب مانند چٹھی و کاپی وغیرہ کے ۱۲

[2] صراف معروف ہے دبیاع بیچنے والا اور عرف میں جو اناج وغیرہ فروخت کراتا ہے و دلال جو اسباب فروخت کرتا ہے ۱۲

نیسرا باب☆

تکرار اقرار کے بیان میں

ایک شخص نے اپنے او پر سو درم کا اقرار کیا اور اس پر دو گواہ کر لیے پھر دوسرے مقام پر سو درم کا اقرار کیا اور دو گواہ کر لیے پھر مقر نے کہا کہ یہ سو ہی درم ہیں اور طالب نے کہا کہ یہ دو سو درم ہیں تو اس مسئلہ کی چند صورتیں ہیں یا تو اپنے اقرار کو کسی سبب کی جانب نسبت کیا اور وہ سبب دونوں اقراروں میں ایک ہی ہے یا مختلف ہے اور یا کسی سبب کی طرف نسبت نہ کیا پس اگر سبب کی طرف نسبت کیا مثلاً کہا کہ زید کے مجھ پر ہزار درم اس غلام کے ثمن کے ہیں پھر اسی مجلس یا دوسری مجلس میں اس کے بعد اقرار کیا کہ مجھ پر زید کے ہزار درم اس غلام کے ثمن کے ہیں اور وہ غلام ایک ہی ہے تو بالاتفاق ہر حال میں اس کے ذمہ ایک ہی مال لازم ہوگا اور اگر سبب مختلف ہے مثلاً اوّل مرتبہ اقرار کیا کہ مجھ پر زید کے ہزار درم اس غلام کے ثمن کے ہیں پھر دوسری بار اقرار کیا کہ مجھ پر زید کے ہزار درم اس باندی کے ثمن ہیں تو بالاتفاق اماموں کے نزدیک اس پر اس صورت میں دونوں مال واجب ہوں گے خواہ یہ اقرار ایک ہی مجلس میں دوبارہ ہو یا دو مجلسوں میں واقع ہوا ہو اور اگر اقرار کو کسی سبب کی طرف مضاف نہ کیا بلکہ اپنے نام پر ایک چک لکھوا دی پس اگر وہ چک ایک ہی ہے تو بالاتفاق ایک ہی مال واجب ہوگا اور اگر دو چکیں لکھوائیں ہر چک ہزار درم کی ہے اور اس پر گواہ کر لیے تو ہر حال میں اس پر دونوں مال لازم ہوں گے اور چک کا مختلف ہونا اختلاف[1] سبب کے قرار دیا جائے گا اور اگر چک بھی نہ لکھی بلکہ مطلقاً اقرار کیا پس اگر پہلا اقرار قاضی کے سوائے دوسرے شخص کے سامنے دو گواہوں کے روبرو ہوا اور دوسرا اقرار قاضی کے سامنے ہو تو ایک ہی مال لازم ہوگا کذا فی فتاویٰ قاضی خان اسی طرح اگر پہلا اقرار قاضی کے سامنے اور دوسرا غیر قاضی کے سامنے دوسری مجلس میں واقع ہوا تو بھی ایک ہی مال لازم ہوگا کذا فی الخلاصہ اسی طرح اگر پہلے قاضی کے سامنے اقرار کیا اور قاضی نے اس اقرار کو اپنے دیوان میں لکھ لیا پھر دوسری مجلس میں اس کو قاضی کے سامنے اعادہ کیا اور ہزار درم کا اقرار کیا پس طالب نے دو مالوں کا دعویٰ کیا اور مطلوب نے دعویٰ کیا کہ وہی مال ہے تو مطلوب کا قول مقبول ہوگا اور اگر دونوں اقرار غیر قاضی کے سامنے ہوں یا پہلا قاضی کے سامنے اور دوسرا اقرار غیر قاضی کے سامنے ہو پس اگر ہر اقرار پر ایک گواہ کر لیا تو سب کے نزدیک مال واحد لازم آئے گا خواہ یہ ایک ہی مجلس میں ہو یا دو مجلسوں میں ہو اور اگر پہلے اقرار پر ایک ہی گواہ کیا اور دوسرے پر دو یا زیادہ گواہ دوسری مجلس میں کیے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مال ایک ہی ہوگا اور مشائخ نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں اختلاف کیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ ان کے نزدیک بھی ایک ہی مال واجب ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر پہلے اقرار پر دو گواہ کیے اور دوسرے اقرار پر دوسری مجلس میں دو گواہ کر لیے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مال واحد لازم ہوگا خواہ دوسرے اقرار پر پہلے ہی دونوں گواہوں کو گواہ کیا ہو یا ان کے سوائے دوسروں کو گواہ کیا ہو اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ظاہر الروایت کے موافق اگر پہلے ہی دونوں گواہوں کو گواہ کیا تو ایک ہی مال اور اگر دوسروں کو گواہ کیا تو دو مال لازم ہوں گے کذا ذکر الخصاف اور جصاص نے اس کے برعکس ذکر کیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر اقرار دونوں ایک ہی مجلس میں واقع ہوئے تو صاحبینؒ کے نزدیک ہر صورت میں مال واحد لازم ہوگا اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر پہلے اقرار پر دو گواہ کیے پھر دوسرے اقرار پر ایک یا زیادہ گواہ کیے تو قیاساً امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر دو

[1] اختلاف سبب یہ کہ مثلاً ایک مال بسبب ثمن بیع کے ہے اور دوسرا بسبب قرض کے ہے ۱۲

مال لازم ہوں گے اور استحساناً ایک ہی مال واجب ہوگا اور یہی امام سرخسی کا مذہب ہے کذا فی شرح ادب القاضی للصدر الشہید اگر اس کے ہزار درم کے اقرار پر دو گواہ لایا پھر دو گواہ دوسرے اس کے ہزار درم کے اقرار پر لایا اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ ایک ہی مجلس میں دائر ہوا یا دو مجلسوں میں اور گواہ بھی اس کو بھول گئے تو یہ دو مال قرار پائیں گے لیکن اگر معلوم ہو جائے کہ ایک ہی مجلس میں ایسا ہوا تو یہ حکم نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر دو گواہوں نے ہزار درم سیاہ اور دوسرے دو گواہوں نے ہزار درم دودھیا چاندی کے اقرار کی گواہی دی تو یہ دو مال ہیں ☆

نوادر بن سماعہ میں امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ زید نے عمرو پر ہزار درم و سو دینار کا دعویٰ کیا اور ہزار درم عمرو کے نام پر ایک چک میں تحریر تھی اس میں لکھا تھا کہ اس پر سوائے ان کے اور کچھ نہیں ہے اور سو دینار دوسری چک میں تحریر ہیں اس میں لکھا ہے کہ عمرو پر سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے اور وقت ایک ہی ہے یا دونوں میں وقت مذکور نہیں ہے تو تمام مال عمرو کے ذمہ لازم ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر دو گواہوں سے ہزار درم سیاہ اور دوسرے دو گواہوں نے ہزار درم دودھیا چاندی کے اقرار کی گواہی دی تو یہ دو مال ہیں اگر اس نے ہزار درم و سو دینار کا ایک ہی مجلس میں اقرار کیا پھر اسی جگہ اسی مجلس میں ہزار درم کا اقرار کیا تو اختلاف زفر رحمتہ اللہ علیہ و امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ میں مذکور ہے کہ امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ و امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر ہزار درم و سو دینار لازم ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ نوادر ہشام میں امام محمد رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر زید نے عمرو کے ہزار درم ایک مہینہ کے وعدے کے قرضہ پر اپنے اوپر دو گواہ کر لیے پھر دوسرے دو گواہ اپنے اوپر ہزار قرضہ کے دو مہینہ کے وعدے پر کر لیے تو بسبب میعاد مختلف ہونے کے یہ دو مال ہیں یہ محیط میں ہے۔

اگر زید نے اقرار کیا کہ میں نے عمرو کا غلام قتل کیا اس کا نام لیا یا نہ لیا یا کہا کہ میں نے عمرو کا بیٹا یا بھائی قتل کیا خواہ اس کا نام لیا یا نہ لیا پھر دوسری مرتبہ ایسا ہی اقرار کیا پس طالب نے کہا کہ تو نے میرے دو غلام یا دو بیٹے یا دو بھائی قتل کیے ہیں تو یہ اقرار ایک ہی غلام و ایک ہی بیٹے اور ایک ہی بھائی کا قرار دیا جائے گا لیکن اگر اس نے دو نام مختلف کا اقرار ثابت کیا تو دو لازم ہوں گے اور امام ابو الحسن علی السغدی نے فرمایا کہ جائز ہے کہ یہ مسائل بھی علی الاختلاف ہوں اور جائز ہے کہ اتفاقی ہوں بشرطیکہ جگہ واحد ہو اور یہی صحیح ہے کذا فی شرح ادب القاضی للصدر الشہید۔

چوتھا باب ☆

جن کے لیے اقرار صحیح اور جن کے واسطے صحیح نہیں ہے جن کی طرف سے اقرار صحیح ہے اور جن کی طرف سے نہیں صحیح ہوتا ہے

اگر کسی شخص کے واسطے حمل کا اقرار کیا یا حمل کے واسطے کچھ اقرار کیا اور سبب صالح بیان کیا تو اقرار صحیح ہے ورنہ نہیں اگر باندی کے حمل یا بکری کے حمل کا زید کے واسطے اقرار کیا تو اقرار صحیح و لازم ہوگا۔ اگر ہندہ کے حمل کے واسطے ہزار درم کا اقرار کیا تو اس کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ کوئی سبب صالح بیان کرے مثلاً یوں کہے کہ اس حمل کے واسطے زید نے اقرار کیا ہے یا اس کا باپ مر گیا اور یہ وارث ہوا مگر میں نے ہزار درم تلف کر دیے تو یہ اقرار صحیح ہوگا اور مال اس کے ذمہ لازم ہوگا پھر اگر وہ میت کا بچہ اس قدر مدت

میں زندہ پیدا ہوا کہ یہ معلوم ہوتا ہے اقرار کے وقت وہ قائم تھا مثلاً مورث[1] وموصی کے وفات سے چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوا تو مال دینا لازم ہے اور اگر چھ مہینے سے زیادہ میں پیدا ہوا تو اس کو اس اقرار سے کچھ استحقاق حاصل نہ ہوگا لیکن اگر عورت معتدہ[2] ہو تو اس صورت میں اگر دو برس سے کم میں بچہ پیدا ہوا اور اس کے ثبوت نسب کا حکم دیا گیا تو یہی حکم مورث وموصی کے انتقال کے وقت اس بچہ کے پیٹ میں موجود ہونے کا حکم ہوگا پس اگر وہ بچہ مرا ہوا پیدا ہوا تو یہ مال موصی ومورث کے وارثوں کو پھیر دیا جائے گا اور اگر دو لڑکے زندہ پیدا ہوئے تو یہ مال دونوں میں برابر تقسیم ہوگا پس اگر ایک لڑکی اور دوسرا لڑکا ہو تو وصیت کی صورت میں دونوں کو برابر ملے گا اور میراث کی صورت میں دو حصے لڑکا پائے گا اور ایک حصہ لڑکی کو ملے گا۔ دوسرے یہ کہ کوئی سبب مستحیل بیان کرے یعنی ہو نہیں سکتا ہے مثلاً یوں کہے کہ اس حمل نے مجھے ہزار درم قرض دیے تھے یا میرے ہاتھ ہزار درم کو کوئی چیز فروخت کی تھی تو یہ اقرار باطل اور اس پر کچھ لازم نہ ہوگا اور تیسری صورت یہ ہے کہ اقرار کو مبہم[3] چھوڑ دے تو یہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح نہیں ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح ہے یہ کافی میں ہے۔

اگر کسی لڑکے کے نابالغ لقیط یا غیر لقیط کے واسطے سو درم قرضہ کا کسی شخص نے اقرار کیا تو لازم ہوگا اسی طرح اگر اقرار کیا کہ اس لڑکے نے مجھے قرض دیا ہے حالانکہ لڑکا نہ کلام کر سکتا ہے نہ قرض دے سکتا ہے تو بھی مال لازم ہوگا اسی طرح اگر کہا کہ مجھے اس بچہ نے یہ غلام ودیعت یا عاریت یا اجارہ پر دیا ہے یا کسی مجنون کے واسطے ایسا اقرار کیا تو اصل مال کا اقرار صحیح ہے اور سبب باطل ہے یہ مبسوط میں ہے اور آیا غلام کی ضمان دونوں مقر سے لے سکتے ہیں یا نہیں اس کو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب میں ذکر نہیں فرمایا اور مشائخ نے فرمایا کہ جس صورت میں کہ بالغ کے واسطے اقرار کرنے سے اس پر ضمان نہ آئے اس صورت میں واجب ہے کہ یہ دونوں بھی ضمان نہ لے سکیں اور جس صورت میں بالغ کے واسطے اقرار کرنے سے اس پر ضمان واجب ہوتی ہے اس صورت میں لڑکے اور مجنوں کے واسطے اقرار کرنے سے بھی اس پر ضمان واجب ہوگی ہکذا قالوا کذا فی الذخیرہ۔

اگر زید نے اقرار کیا کہ میں نے اس بچہ کے واسطے فلاں شخص کی طرف سے ہزار درم کی کفالت کی ہے حالانکہ بچہ نہ کلام کرتا ہے اور نہ عقل رکھتا ہے تو کفالت باطل ہے وہ لیکن اگر بچہ کی طرف سے اس کا ولی جس کو بچہ کی طرف سے ولایت تجارت حاصل ہے قبول کرے تو ہو سکتا ہے اور یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ وامام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے اگرچہ اس کے ایسے ولی نے قبول نہ کیا ہو اور اگر زید نے یہ کلام بچہ کے ایسے ولی کے ساتھ کیا جس کو نفس میں ولایت تصرف ہے مال میں نہیں ہے جیسے بھائی وچچا وغیرہ تو کفالت منعقد موقوف الاجازت رہے گی پس اگر بچہ نے بالغ ہو کر اپنی رضا سے اجازت دے دی تو کفالت جائز ہو جائے گی اور اگر درمیان میں کفیل نے کفالت سے رجوع کر لیا تو رجوع صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر زید نے اقرار کیا کہ میں نے اس لقیط کی طرف سے فلاں شخص کے واسطے سو درم کی کفالت کر لی ہے حالانکہ لقیط کلام کرنے کے لائق نہیں ہے تو کفالت کفیل پر جائز اور لقیط پر کچھ لازم نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر ایسے لڑکے نے جس کو تجارت کی اجازت دی گئی ہے زید کے واسطے کچھ قرضہ کا اقرار کر لیا تو تجارتی قرضوں میں اقرار صحیح ہے اور جو تجارتی نہیں ہے اس میں اس کا اقرار صحیح نہیں ہے اسی طرح اس کا اقرار ودیعت وعاریت کا صحیح ہے اور غصب کا اقرار بھی صحیح ہے اسی طرح ایسے مال کے عیب کا اقرار جس کو اس نے فروخت کیا ہے جائز ہے اسی طرح اس کے مقبوضہ غلام کی بابت اقرار کر دینا اس سے صحیح ہے خواہ یہ غلام اس کے اموال تجارت سے ہو یا نہ ہو مثلاً اپنے باپ سے میراث پایا ہو اور کسی جرم یا مہر یا کفالت کا اقرار

[1] وہ شخص جو وارث چھوڑ مرا ۱۲ [2] عدت میں ہونے والی ۱۲ [3] یعنی کوئی تفصیل نہ بیان کرے نہ سبب صالح ونہ سبب مستحیل ۱۲

اس کی جانب سے صحیح نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایسے لڑکے کا اقرار جس کو تصرفات سے ممانعت کی گئی ہے اور معتوہ[1] اور مغمی علیہ اور نائم کا اقرار بھی بمنزلہ ان کے تصرفات کے باطل ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

نشہ کے مدہوش سے تمام حقوق میں اقرار جائز ہے سوائے ان حدود کے جو خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہیں اور مرتد ہونا اس کا بھی بمنزلہ اس کے تمام تصرفات کے ہوشیاروں کے مانند نافذ ہوگا کذانی الکافی اور گونگے کا اقرار اگر وہ لکھتا اور سمجھتا ہے تو ماسوائے حدود کے قصاص وحقوق الناس میں جائز ہے کذانی الحاوی۔

اگر کسی آزاد نے کسی غلام ماذون یا مجور کے واسطے کسی دین یا عین کا اقرار کیا اور اس کے مولیٰ نے غلام کی غیبت میں مقرلہ سے یہ چیز وصول کرنی چاہی تو نہیں لے سکتا ہے اگر کسی آزاد نے کسی غلام کے واسطے کسی ودیعت کا اقرار کیا اور غلام نے دوسرے کے واسطے اس کا اقرار کر دیا پس اگر غلام ماذون ہے تو اس کا اقرار جائز ہے اور اگر مجور ہے تو دوسرے کے واسطے اس کا اقرار کرنا باطل ہے کذانی المبسوط۔

اگر غلام مجور نے عمداً خون کرنے کا اقرار کیا اور مقتول کے دو ولی ہیں ایک نے اس کو معاف کر دیا تو دوسرے کا اس کی گردن پر مال نہ ہوگا اور اگر ایسی چوری کا اقرار کیا جس میں ہاتھ کاٹا جانا واجب نہیں تو حق مولیٰ میں اس کا اقرار باطل ہے کذانی الحاوی۔

غلام تاجر کا دوسرے کے واسطے کسی دین یا ودیعت یا غصب یا بیع واجارہ کا اقرار جائز ہے اگر چہ اس پر اس قدر قرض ہو کہ غلام کی قیمت اور جو کچھ اس کے پاس ہے سب کو محیط ہو۔

اگر اپنے مولیٰ کے واسطے اپنے اوپر قرض کا یا اپنے اس ودیعت کا اقرار کیا حالانکہ اس پر اس قدر قرضہ ہے کہ وہ اس قرضہ میں ڈوبا ہوا ہے تو اس کا اقرار جائز نہ ہوگا اور غلام تاجر کا اقرار ایسے جرم کا جس میں قصاص نہیں آتا ہے کسی اجنبی کے واسطے جائز نہیں ہے اور اگر قتل عمد کا اقرار کیا تو جائز ہے اور اس پر قصاص واجب ہوگا اسی طرح اگر اپنی ذات پر ایسے جرم کا اقرار کیا جس میں حد واجب ہوتی ہے جیسے قذف وزنا وشراب خواری تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر ایسی چوری کا اقرار کیا جس میں ہاتھ کاٹنا واجب ہے یا نہیں واجب ہے تو اسکی تصدیق کی جائے گی کذانی الحاوی۔

کسی عورت کے مہر کا یا کفالت نفس یا کفالت مال کا یا اپنے غلام آزاد کرنے کا مکاتب یا مدبر کرنے کا اقرار غلام ماذون سے صحیح نہیں ہے اور اگر اس نے کسی عورت کے نکاح کا اقرار کیا تو صحیح ہے لیکن مولیٰ کو اختیار ہے کہ دونوں میں جدائی کر دے کذانی المبسوط اور طلاق کا اقرار غلام ماذون سے جائز ہے کیونکہ غلام مجور کا طلاق کا اقرار جائز اس واسطے ہے کہ حق طلاق میں وہ بمنزلہ آزاد کے ہے تو غلام ماذون کا اقرار بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر غلام تاجر نے اقرار کیا کہ میں نے اس عورت سے اپنی انگلی سے اقتضاض کیا یعنی اس کی فرج میں داخل کر کے پردہ پھاڑا خواہ عورت باندی ہو یا آزاد ہو تو امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ وامام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک کچھ اس پر لازم نہ آئے گا اور امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر یہ (اقرار ۱۲) لازم آئے گا اگر ان دونوں (آزاد باندی ۱۲) سے نکاح کرنے کا اور پردہ پھاڑ دینے کا اقرار کیا تو امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ وامام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک جب تک وہ آزاد نہ ہوں دونوں میں سے کسی کا مہر اس پر لازم نہ ہوگا اور امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آزاد عورت میں یہی حکم ہے لیکن اگر باندی ہو اور اس کے مولیٰ نے اس کا نکاح کر دیا تو غلام تاجر

[1] قولہ معتوہ وہ شخص جس کے بعض تصرف مثل عاقل اور بعض مثل مجنون ہوں مغمی علیہ جس کو بدون نشہ کے بے ہوشی ہو نائم سوتا ہوا ۱۲

پر وقت آزاد ہونے تک کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر مولیٰ نے اس کا نکاح نہیں کیا تو غلام تاجر سے فی الحال مہر کا مواخذہ کیا جائے گا اور اگر باندی ثیبہ ہو تو جب تک یہ غلام آزاد نہ ہو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

باندی کی ''مہر'' توڑنے کا اقرار کرنا اور عقر کی وجوبیت ☆

اگر خریدی ہوئی باندی کے اقتضاص[1] کا اقرار کیا پھر وہ استحقاق میں لے لی گئی تو اس پر عقر واجب ہوگا اور فی الحال غلام تاجر سے مواخذہ کیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر غلام تاجر نے اقرار کیا کہ میں نے اس لڑکی سے جس کے پردہ بکارت موجود تھا وطی کی اور اس کا پردہ دور کر دیا اور اس سے جماع کر لیا تو جب تک آزاد نہ ہو اس پر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کچھ واجب نہ ہوگا ایسا ہی ابو سلیمان کے نسخوں میں ہے اور ابو حفص کے نسخوں میں قول ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا بیان کیا ہے۔

اسی طرح اگر اقرار کیا کہ میں نے باندی سے شبہ میں وطی کی اور اس کی بکارت کا پردہ توڑ دیا اور بدون اجازت اس کے مالک کے اس سے جماع کیا تو بھی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہی حکم ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر پیشاب کا استمساک[2] نہیں ہوتا ہے تو غلام تاجر کے ذمہ کچھ لازم نہ ہوگا نہ فی الحال اور نہ بعد آزادی کے اور اگر پیشاب کا استمساک ہوتا ہے تو نسخہ ابو سلیمان میں ہے کہ مہر کے بارہ میں اس کی تصدیق کی جائے گی اور فی الحال اس کے ذمہ قرض ہوگا اور افضاء میں تصدیق نہ کی جائے گی اور نسخہ ابو حفص میں ہے کہ اگر پیشاب کا استمساک ہوتا ہے تو مہر کے بارہ میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی پس اس پر دین نہ ہوگا اور جو حکم نسخ ابی سلیمان میں ہے وہ اشبہ[3] بالصواب ہے کذا فی المبسوط اگر ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہے کہ ایک نے اس کو تجارت کی اجازت دی اور غلام نے قرضہ کا اقرار کر لیا تو اس شخص کے حصہ میں لازم ہوگا جس نے اس کو اجازت دی ہے اور جن چیزوں میں غلام تاجر کا اقرار جائز ہے اس کا اقرار اسی کے حصہ میں جائز قرار دیا جائے گا جس نے اس کو اجازت دی ہے اور جو کچھ اس غلام کا مال ہے اس میں اس کا قرضہ مقدم رکھا جائے گا اور بعد ادائے قرض کے باقی اس کے دونوں مولاؤں کو برابر ملے گا لیکن اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ مال تجارت کے سوائے ہبہ یا صدقہ وغیرہ سے اس نے حاصل کیا ہے تو اس میں سے آدھا پہلے اس شخص کو نکال دیا جائے گا جس نے اجازت نہیں دی پھر اس کے بعد قرض ادا کیا جائے گا اور اگر اس غلام کے واسطے کسی آزاد نے قرضہ کا اقرار کیا تو وہ قرضہ دونوں مالکوں میں برابر تقسیم ہوگا اور کوئی ایک تمام مال کا باجازت مستحق نہیں ہوگا۔ کذا فی الحادی۔

اگر مکاتب نے کسی آزاد یا غلام کے واسطے اپنے اوپر دین کا بسبب ثمن بیع یا قرضہ یا غصب کے اقرار کیا تو وہ اس پر لازم ہوگا پھر اگر ادائے مال کتابت سے عاجز ہوا تو اس کے ذمہ سے مال اقرار باطل نہ ہوگا اور مکاتب سے حدود کا اقرار جائز ہے اور اگر نکاح کی وجہ سے مہر کا اقرار کیا تو سوائے قول امام ابو یوسف کے اس پر لازم نہ ہوگا اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس وقت لازم ہوگا کہ جب دخول کا اقرار کرے اسی طرح اگر اقرار کیا کہ میں نے اپنی انگلی سے کسی عورت آزاد یا باندی کا یا لڑکی کا پردہ بکارت توڑ دیا تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ اس کے ذمہ لازم ہوگا اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ بمنزلہ

---

[1] اقتضاص پارہ پارہ کرنا ہے اور پھاڑ ڈالنا اور یہاں مراد عورت کی فرج کے پردہ پھاڑنے سے ہے ۱۲

[2] روکنا اور رکاوٹ [3] اشبہ یعنی یہی ٹھیک نظر آتا ہے ۱۲

اقرار جرم کے ہے اور جرم کا اقرار مکاتب کی طرف سے جب تک کتابت قائم ہے صحیح ہے اور اگر جرمانہ ادا کرنے سے پہلے وہ عاجز ہو گیا تو امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک جرمانہ باطل ہو گیا اور امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک جائز رہا اور اگر مکاتب نے خطا سے جنایت کرنے کا قرار کیا اور قاضی نے اس پر ارش دینے کا حکم کیا اس نے کچھ ادا کیا تھا کہ عاجز ہو گیا تو امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک باقی باطل ہو گیا اور امام محمد رحمتہ اللہ علیہ وامام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک لازم رہا بخلاف اس کے اگر حکم قاضی ہونے سے پہلے وہ عاجز ہو گیا تو ایسا نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔

قلت☆

امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ وامام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک ظاہراً باطل ہو گا لیکن امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ سے اتفاق میں احتمال ہے واللہ اعلم اگر قاضی نے کسی آزاد کو مجور کیا پھر مجور نے اپنے اوپر دین یا غصب یا بیع یا عتق یا نسب یا قذف یا زنا کا اقرار کیا تو یہ سب اس پر جائز ہے اور امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا اوّل قول امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ میں آزاد کا مجور کرنا باطل ہے پھر امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے رجوع کیا اور کہا کہ جائز ہے اور یہی قول امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کا ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اس کا اقرار دین و بیع کا جائز نہیں ہے اور ہر شے جو ہزل[1] میں باطل ہوتی ہے وہ حجر[2] میں بھی باطل ہوتی ہے جو شے ہزل میں اس پر جائز ہے وہ حجر میں بھی جائز ہے کذا فی الحاوی۔

پانچواں باب☆

مجہول شخص کے واسطے اور مجہول پر و مجہول و مبہم چیز کے اقرار کے بیان میں

اگر مقرلہ مجہول ہو تو مقر پر کچھ لازم نہ آئے گا خواہ جہالت نہایت کھلی ہو مثلاً کہا مجھ پر ہزار درم لوگوں میں سے کسی کے ہیں یا اس قدر زیادہ نہ ہو مثلاً کہا کہ مجھ پر ہزار درم ان دونوں میں سے کسی کے ہیں ایسا ہی شمس الائمہ نے ذکر کیا ہے۔

شیخ الاسلام نے مبسوط اور ناطفی نے واقعات میں لکھا ہے کہ جہالت اگر نہایت زیادہ ہو تو اقرار جائز نہیں ہے اور اگر زیادہ فاحش نہ ہو تو جائز ہے اور ایسی صورت میں تذکرہ کا حکم دیا جائے گا کہ یاد کرے کہ کس کے ہیں اور بیان کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا اور وجہ یہ ہے کہ اگر دونوں مقرلہما مقر سے لینے پر اتفاق کریں اور باہم صلح کر لیں تو دونوں کا دعویٰ ممکن ہے پس مقر کا اقرار صحیح ہو گا کافی میں لکھا ہے کہ یہی اصح ہے کذا فی التبیین۔

اگر بایں لفظ بیان کیا کہ فلاں کے مجھ پر ہزار درم یا فلاں کا مجھ پر ایک درم ہے تو اس پر کچھ لازم نہ ہو گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر اقرار کیا کہ میں نے یہ غلام اس بکر یا عمرو سے غصب کر لیا اور دونوں میں سے ہر ایک اپنا دعویٰ کرتا ہے تو اقرار فاسد ہے حتیٰ کہ بیان کے واسطے مجبور نہ کیا جائے گا اور ان دونوں کو اختیار ہے کہ باہم صلح کر کے غلام کو مقر سے لے لیں اور اگر باہم صلح نہ کی تو مقر سے ہر ایک کے واسطے قسم لی جائے گی کہ واللہ یہ غلام نہ اس کا ہے اور نہ اس کا ہے اور یہ مذکور نہیں ہے کہ ہر دونوں کے واسطے ایک بار ایک قسم لی جائے گی یا ہر واحد کے واسطے علیحدہ قسم لی جائے گی اور مشائخ نے باہم اس میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے فرمایا کہ ہر ایک کے واسطے علیحدہ علیحدہ قسم لی جائے گی اور قاضی کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس کے نام چاہے شروع کرے یا دونوں کے نام کا قرعہ ڈالے اور جب دونوں کے لیے قسم لے تو تین صورتوں سے خالی نہیں اوّل یہ کہ ایک کے لیے قسم کھائے اور دوسرے کی قسم سے

---

[1] دل لگی و ٹھٹھول ۱۲ [2] کسی کام سے درنگ و ممانعت ہونا ۱۲

نکول کرے اور اس صورت میں تمام غلام کی اس کے نام ڈگری ہوگی جس کی قسم سے نکول کیا ہے اور جس کے نام سے قسم کھائی اس کے لیے کچھ ڈگری نہ ہوگی اور اگر دونوں کی قسم سے نکول کیا تو غلام اور غلام کی قیمت کی ڈگری دونوں کے نام برابر ہوگی خواہ اس نے دونوں کی قسم سے ایک بار نکول کیا مثلاً قاضی نے دونوں کی ایک ہی قسم دلائی اور اس نے نکول کیا یا آگے پیچھے مثلاً ایک کے واسطے پہلے قسم دلائی اس نے نکول کیا پھر دوسرے کے واسطے قسم دلائی اس نے نکول کیا دونوں حالتوں میں فرق نہیں ہے اور اگر دونوں کے واسطے قسم کھا لی تو ہر ایک کے دعویٰ سے بری ہو گیا پھر اگر دونوں نے باہم صلح کر کے مقر سے غلام لینا چاہا تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے موافق دونوں کو یہ اختیار ہے یہی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے پھر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول سے رجوع کیا اور کہا کہ بعد قسم لینے کے دونوں کو صلح کر لینا جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ زید کے مجھ پر ہزار درم ہیں اور بکر کے مجھ پر سو دینار یا عمرو کے ہیں تو زید کے واسطے ہزار درم ثابت ہیں اور بکر و عمرو کو اختیار ہے کہ باہم صلح کر کے سو دینار لے لیں اور اگر کہا کہ زید کے مجھ پر سو دینار اور مجھ پر عمرو کے ایک کر گیہوں یا بکر کے ایک کر جو ہیں تو زید کے واسطے اس پر دینار ثابت ہیں اور بکر و عمرو کو کچھ نہ ملے گا لیکن دونوں میں سے ہر ایک کو اختیار ہوگا کہ ہر ایک جو کچھ اس پر دعویٰ کرتا ہے اس کی قسم لے لے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر کہا کہ زید کے مجھ پر سو درم اور بکر کے یا عمرو کے ہیں تو زید کو سو کے آدھے اور باقی کے واسطے دوسرے ہر واحد کے لیے اس سے قسم لی جائے گی لیکن اگر دونوں باہم صلح کر لیں تو نصف نصف تقسیم کر لیں گے اور اگر کہا کہ زید کے مجھ پر سو درم یا عمرو کے ہیں و بکر کے ہیں تو بکر کو آدھے مل جائیں گے اور باقی اوّل دوسرے کو جس طرح ہم نے بیان کیا مل سکتے ہیں کذا فی الحاوی۔

اگر کہا کہ زید کے مجھ پر سو درم اور عمرو کے یا بکر کے اور خالد کے ہیں تو زید کو ایک تہائی اور خالد کو ایک تہائی ملیں گے اور باقی تہائی کے واسطے مقر سے عمرو و بکر کے واسطے قسم لی جائے گی لیکن اگر دونوں باہم صلح کر لیں تو لے لیں یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر یوں کہا کہ زید کے مجھ پر سو درم ورنہ عمرو کے ہیں تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ قول مثل اس قول کے ہے کہ فلاں یا فلاں کے مجھ پر سو درم ہیں اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سو درم زید کو ملیں گے اور عمرو کو کچھ نہیں ملے گا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر مقر علیہ مجہول ہو مثلاً کہا کہ تیرے ہم میں سے کسی ایک پر ہزار درم ہیں تو صحیح نہیں ہے یہ تبیین میں ہے۔

اگر زید نے کہا کہ تیرے مجھ پر ہزار درم ہیں یا میرے فلاں غلام پر حالانکہ اس کے غلام پر قرضہ نہیں ہے تو دونوں میں سے ایک کے ذمہ لازم ہوں گے اور اس پر بیان کرنا واجب ہے اور اگر اس کے غلام پر اس قدر قرض ہو کہ اس کی قیمت کو محیط ہے تو کچھ لازم نہ ہوگا پھر اگر کبھی اس کا قرضہ ادا کر دیا تو مال اقرار لازم ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

جس طرح معلوم چیز کا اقرار صحیح ہوتا ہے ویسے ہی مجہول کا بھی صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر کہا کہ زید کی مجھ پر کوئی چیز ہے تو اس پر واجب ہے کہ کوئی قیمت دار چیز بیان کرے اور اگر ایسی چیز کے سوائے کوئی چیز بیان کی تو یہ (اقرار سے ۱۲) رجوع شمار کیا جائے گا اور اگر زید نے اس سے زیادہ کا دعویٰ کیا تو مقر کا قول قسم سے معتبر ہوگا اسی طرح اگر کہا کہ زید کا مجھ پر کچھ حق ہے تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الہدایہ۔

اگر کہا کہ فلاں شخص کا مجھ پر حق ہے پھر کہا کہ میں نے حق سے حق اسلام مراد لیا تھا پس اگر اس کلام کو پہلے کلام سے الگ بیان کیا تو صحیح نہیں ہے اور اگر ملا ہوا بیان کیا ہے تو صحیح ہے اگر کہا کہ زید کا میرے فلاں غلام پر حق ہے تو یہ اپنے غلام پر قرضہ کا اقرار ہے شرکت کا اقرار نہیں ہے حتیٰ کہ اگر مقر لہ نے غلام میں شرکت کا دعویٰ کیا اور مقر نے انکار کیا تو قسم سے اسی کا قول لیا جائے گا بخلاف اس کے اگر کہا کہ زید کا میرے اس غلام میں حق ہے تو کسی قدر غلام کی شرکت کا اقرار ہے حتیٰ کہ اگر مقر نے کہا کہ میں نے غلام پر قرضہ ہونا

مراد لیا تھا تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی یہ ذخیرہ میں ہے اگر کہا کہ زید کا میرے اس غلام یا اس باندی میں حق ہے پس طالب نے اس کے ذمہ کے حق کا دعویٰ کیا تو مقر علیہ سے قسم لی جائے گی اگر اس نے قسم کھالی تو زید کا باندی و غلام کسی میں کچھ حق نہ ہوگا اور اگر طالب نے دونوں میں حق کا دعویٰ کیا تو دونوں میں جس میں چاہے ایک میں کسی قدر حصہ کا اقرار بیان کرے اسی طرح اگر دونوں سے ایک کا دعویٰ کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر اقرار کیا کہ میں نے زید کی کوئی چیز غصب کر لی اور بیان نہ کی تو اقرار صحیح ہے اور مقر کو حکم کیا جائے گا کہ بیان کرے پس اگر اس نے مال متقوم[1] مثل درم و دینار وغیرہ بیان کیے اور مقر لہ نے اس کی تصدیق کی اور اس سے زیادہ کا دعویٰ نہ کیا تو مقر پر جس قدر اس نے بیان کیا فقط اسی قدر دینا واجب ہے اور اگر مال میں تصدیق کی لیکن اس کے بیان سے زیادہ کا دعویٰ کیا تو جس قدر مقر نے بیان کیا اس قدر دینا اس پر واجب ہوگا اور زیادتی کے بارہ میں قسم سے منکر زیادت کا قول قبول ہوگا اور اگر مقر لہ نے اس کے بیان کی تکذیب کی اور کسی دوسری چیز کا دعویٰ کیا تو تکذیب کرنے سے اس کا اقرار باطل ہو گیا اور جس چیز کا مدعی نے دعویٰ کیا اس میں مقر کا قول مقبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر ایسی چیز بیان کی جو مال نہیں ہے پس اگر مقر لہ نے اس کے بیان کی تصدیق کی تو اس پر کچھ اور واجب نہ ہوگا خواہ ایسی چیز بیان کی ہو جو غصب سے مقصود ہوتی ہے مثلاً کہا کہ میں نے اس سے اس کی جورو یا اس کا نابالغ بچہ غصب کر لیا یا مقصود نہ ہو مثلاً میں نے اس سے ایک مٹھی خاک یا گیہوں یا تل غصب کر لیے ہیں اور اگر مقر لہ نے اس کے بیان کی تکذیب کی اور اس پر کسی مال متقوم کا دعویٰ کیا پس اگر مقر لہ نے ایسا مال بیان کیا جو غصب سے مقصود نہیں ہوتا ہے تو مشائخ میں اختلاف نہیں ہے کہ اس کے قول کی تصدیق کی جائے اور اگر ایسی چیز بیان کی جو غصب سے مقصود ہوتی ہے مگر وہ مال متقوم نہیں ہے تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے عامہ مشائخ نے فرمایا کہ اس کا بیان صحیح نہیں ہے اس پر جبر کیا جائے گا کہ ایسی چیز بیان کرے جو مال متقوم ہو اور یہی اصح ہے یہ غایۃ البیان شرح ہدایہ میں ہے۔

اگر اقرار کیا کہ زید کی میرے پاس ودیعت ہے اور یہ بیان نہ کیا کہ کیا ہے پس جو کچھ وہ بیان کرے اس میں اس کی تصدیق کی جائے گی بشرطیکہ ایسی چیز ہو کہ قصد کر کے ودیعت رکھے جانے کے لائق ہو اور اگر مقر لہ نے کسی دوسری چیز کا دعویٰ کیا تو مقر سے قسم لی جائے گی اسی طرح اگر اقرار کیا کہ یہ کپڑا میرے پاس ودیعت ہے اور اس کو لایا تو عیب دار تھا اور اقرار کیا کہ یہ عیب میرے پاس پیدا ہو گیا ہے تو اس پر ضمان لازم نہ ہوگی اور اگر اس کے مالک نے اس طرح ہونے سے انکار کیا تو اس کا بھی وہی حکم ہے جو مذکور ہوا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر اقرار کیا کہ میں نے زید سے ایک غلام غصب کر لیا ہے تو اقرار صحیح ہے اور حکم کیا جائے گا کہ بیان کرے اور جب اس نے بیان کیا کہ وہ غلام یہ ہے خواہ وہ عمدہ ہے یا اوسط یا ردی ہے اور مقر لہ نے اس کی تصدیق کی تو اس کو لے لے اور اگر اس کے بیان کی تکذیب کی اور دوسرے غلام کا اس پر دعویٰ کیا تو قسم سے مقر کا قول مقبول ہوگا اور مقر کا اقرار بسبب مقر لہ کی تکذیب کے باطل ہو گیا یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر اقرار کیا کہ میں نے بکری یا اونٹ یا کپڑا غصب کر لیا ہے تو اقرار صحیح ہے اور اس کے بیان کی طرف رجوع کی جائے گی یہ محیط میں ہے۔

---

[1] جس کی قیمت کا اندازہ ہو سکتا ہو ۱۲

اگر اقرار کیا کہ میں نے ایک دار غصب کر لیا تو اس باب میں کہ وہ دار یہ ہے یا وہ ہے یا دوسرے شہر میں ہے اس کا قول مقبول ہوگا اور اگر اس نے کہا کہ وہ دار یہی ہے جو اس شخص کے قبضہ میں ہے اور جس کے ہاتھ میں ہے وہ انکار کرتا ہے تو مقر کچھ ضامن نہ ہوگا اور نہ سوائے اس دار کے دوسرے کی بابت اس سے مواخذہ کیا جائے گا اور یہ قول امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا اور دوسرا قول امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کا ہے اوّل قول امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کے موافق اور وہی قول امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کا ہے کہ قسم کے ساتھ مقر سے اس دار کی قیمت کی ضمان لی جائے گی کذا فی الحاوی۔

اگر کہا کہ میں نے یہ باندی یا یہ غلام غصب کیا اور مقرلہ نے دونوں کا دعویٰ کیا تو غاصب سے کہا جائے گا کہ دونوں میں سے ایک جس کا تو چاہے اقرار کر اور دوسرے پر قسم کھا پھر اگر اس نے ایک کا اقرار کر دیا تو اس اقرار کے عہدہ سے نکل گیا اور مقرلہ تو اس کی تصدیق کر چکا ہے کیونکہ اس نے دونوں کا دعویٰ کیا ہے پس مقرلہ اس کو لے لے جس کو اس نے معین کیا اور دوسری کا دعویٰ باقی رہا تو اس میں قسم سے منکر کا قول مقبول ہوگا اور اگر مقرلہ نے کسی ایک خاص کا دعویٰ کیا اور مقر نے جس کو بیان کیا ہے وہ اس کے زعم میں نہیں بلکہ دوسرا ہے تو اس اقرار سے اس کو کچھ استحقاق حاصل نہ ہوگا اور دوسرے کی بابت اس کا دعویٰ مقر پر باقی رہا اور مقر منکر ہے تو قسم سے اسی کا قول مقبول ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر کہا کہ مجھ پر ایک قفیز گیہوں ہیں تو اس شہر کے قفیز سے پیمانہ کیے جائیں گے اور یہی من وغیرہ کا حکم ہے اور اگر کہا کہ فلاں شخص کے مجھ پر سو درم ہیں تو اس شہر کے وزن کے موافق اقرار معتبر رکھا جائے گا۔ اگر وزن سبعہ ہو تو سبعہ ہوگا اور کم پر اس کی تصدیق نہ کی جائے گی لیکن اگر وقت اقرار کے کلام متصل ہیں مثلاً سو درم مثقال یا وزن خمسہ بیان کیا تو تصدیق کی جائے گی اور اگر اقرار اس کا مثلاً کوفہ میں واقع ہوا تو کوفہ میں وزن سبعہ کے درم متعارف ہیں اور اگر شہر کے نقود مختلف ہوں اور کوئی نقد زیادہ رائج ہو تو اسی کی جانب اقرار راجع ہوگا اور اگر رواج میں سب برابر ہوں تو جو نقد سب سے کم ہے اس کی طرف راجع ہوگا مثلاً درموں کا اقرار کیا تو سب سے چھوٹے درم کی طرف وقت استوائے رواج کے رجوع کیا جائے گا اگر کہا کہ مجھ پر چھوٹا درم یا درمچہ یا دینار چہ یا بڑا درم ہے تو پورے درم پر اقرار رکھا جائے گا لیکن اگر وقت اقرار کے متصل بیان کر دے تو موافق بیان کے رکھا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر بغداد میں اس نے کہا کہ مجھ پر زید کے طبری درم ہیں تو طبری درم واجب ہوں گے مگر بغداد کے وزن سے۔ اسی طرح اگر بغداد میں موجود ہے اور کہا کہ مجھ پر ایک کر موصلی گیہوں ہیں تو اس پر موصلی گیہوں ہوں گے مگر بغداد کے کیل سے یہ محیط میں ہے۔

اگر کہا کہ مجھ پر دراہم [1] ہیں تو اس پر تین درم واجب ہوں گے۔ اسی طرح اگر کہا کہ مجھ پر دریہمات درمچے ہیں تو اس پر تین درم واجب ہوں گے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کہا کہ مجھ پر بہت سے دراہم ہیں یا بہت سے دنانیر ہیں تو امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے موافق اس پر دس درم اور دس دینار واجب ہوں گے اور صاحبینؒ کے نزدیک دو سو درم اور بیس دینار واجب ہوں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کہا کہ مجھ پر بہت سے تھان یعنی کپڑے اور بہت سے وصائف [2] ہیں تو امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک دس اور صاحبینؒ کے نزدیک دو سو درم کے انداز سے واجب ہوں گے اور اگر کہا کہ میں نے بہت سے اونٹ یا بہت سی گائیں یا بہت سی بکریاں غصب کر لیں ہیں تو صاحبینؒ کے نزدیک ہر جنس کے کمتر نصاب کے موافق اس سے لیے جائیں گے یعنی اونٹوں میں سے پچیس اونٹ تیس گائیں

---

[1] قولہ مجھ پر دراہم قال المترجم یہ حکم عربی زبان میں دراہم بلفظ جمع مکسر یا دریہمات بلفظ جمع مصغہ کا ہے لیکن اردو و فارسی میں بلفظ جمع اقرار میں دو درم واجب ہوں گے فافہم ۱۲

[2] وصائف جمع وصیف نابالغ غلام یا باندی ۱۲

میں سے اور چالیس بکریوں میں سے اور امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک مقر کے بیان کی طرف رجوع کیا جائے گا یہ تبیین میں ہے۔

اگر کہا کہ زید کے مجھ پر اکثر الدراہم ہیں تو دس درم واجب ہوں گے اور صاحبینؒ کے نزدیک دوسو درم اور اگر کہا کہ فلاں شخص کے مجھ پر دراہم میں سے کچھ یا کچھ دراہم میں سے ہیں تو اس پر تین درم واجب ہوں گے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

قال المترجم ان مسائل میں دراہم و دینار باعتبار عربیت کے جمع کے معتبر رکھے گئے اور اقل جمع تین درم ہے لہٰذا مبہم صورتوں میں تین درم کا حکم کیا گیا اور اگر زبان اردو میں بلفظ جمع اطلاق کیا جائے تو اس حکم میں تامل ہے چونکہ انخراج احکام مسائل میں اجتہاد مطلق یا فی الجملہ درکار ہے لہٰذا مترجم ضعیف معذور ہے جہاں تک ممکن ہے ترجمہ میں انہی الفاظ کا لحاظ کیا گیا پس تنبیہ ہے کہ دراہم و دنانیر کی صورتوں میں مثلاً حکم مذکور کو اسی عربی لفظ جمع کے ساتھ ملحوظ مقصود رکھیں واللہ اعلم۔

ابن سماعہ نے امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ اگر اقرار کیا کہ مجھ پر دراہم مضاعفہ ہیں یعنی دو چند ہیں تو چھ درم واجب ہوں گے اور اگر کہا کہ دراہم اضعافاً مضاعفہ واجب ہیں تو اس پر اٹھارہ درم لازم ہوں گے یا یوں کہا اضعافاً مضاعفہ دراہم ہیں تو بھی اٹھارہ درم واجب ہوں گے یہ تبیین میں ہے۔

اگر کہا کہ لہ علی عشرۃ دراہم و اضعافہا مضاعفہ یعنی زید کے مجھ پر دس درم اور ان کی اضعاف مضاعف کر کے واجب ہیں تو اسی درم واجب ہوں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کہا کہ کذا درہما تو ایک درم واجب ہوگا یہ کنز و ہدایہ میں ہے۔ اور یتیمیہ اور ذخیرہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ دو درم واجب ہوں گے اس لیے کہ کذا کنایہ عدد سے ہے اور اقل عدد دو ہے کذا فی التبیین یعنی علم حساب میں ثابت ہوا کہ واحد عدد نہیں پس عدد کا شمار دو سے ہے اور کذا چونکہ عددی کنایات سے ہے لہٰذا اکثر دو مراد ہوں گے وہکذا فی فتاویٰ قاضی خان۔

اگر کہا کہ کذا کذا درہما تو گیارہ درہم واجب ہوں گے اور اگر کہا کہ کذا و کذا درہما تو اکیس درم واجب ہوں گے اور یہی حکم دیناروں و کیلی و وزنی چیزوں میں ہے۔ اگر کہا کذا کذا مختوم من حنطۃ تو گیارہ مختوم واجب ہوں گے۔ اگر کہا کہ مجھ پر کذا کذا درہما و کذا کذا دینار ہیں تو ہر ایک میں سے گیارہ گیارہ واجب ہوں گے اور اگر کہا کہ مجھ پر کذا کذا دینار و درم واجب ہیں تو ہر ایک میں سے گیارہ کے نصف واجب ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر لفظ کذا کو تین بار بدون واؤ کے لایا تو گیارہ اور اگر واؤ کے ساتھ لایا تو ایک سو گیارہ اور اگر چار بار لایا تو ہزار اس پر زیادہ کیے جائیں گے کذا فی الہدایہ۔

اگر پانچ مرتبہ واؤ کے ساتھ لایا تو دس ہزار زیادہ کرنے چاہئے ہیں اور اگر چھ مرتبہ لایا تو سو ہزار اور اگر سات مرتبہ لایا تو دس لاکھ زیادہ کرنے چاہئے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس ہر بار جب واؤ کے ساتھ زیادہ کرے تو ایک دہائی بڑھانی چاہئے جیسا عادت جاری ہے کذا فی التبیین اور یہ سب اس وقت ہے کہ اس نے لفظ درم کو کذا کے تمیز کے واسطے ذکر کیا یعنی کذا کہنا یہ عددی مبہم ہے پس معلوم کرانے کے واسطے کہ یہ عدد کنایہ کس چیز سے ہے تو درم ذکر کر کے بتلایا کہ درم سے کنایہ ہے پس یہ سب احکام جو مذکور ہوئے ہیں جاری ہوں گے اور اگر لفظ درم کو مجرور ذکر کیا یعنی کذا کنایہ عددی مبہم کو درم کی طرف مضاف کیا تو امام محمد رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ سو درم واجب ہوں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کہا کہ فلاں شخص کا مجھ پر مال ہے تو مقدار بیان کرنے میں اسی کا قول معتبر ہوگا اور قلیل و کثیر میں اسی کے بیان کا اعتبار کیا جائے گا لیکن اگر ایک درم سے کم بیان کیا تو تصدیق نہ ہوگی اور اگر کہا کہ زید کا مجھ پر مال عظیم درموں میں سے ہے تو دوسو درم سے کم

بیان کرنے میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی اور صاحبینؒ کے نزدیک ہے اور دیناروں میں بیس سے کم میں اور اونٹوں میں سے پچیس سے کم میں تصدیق نہ ہوگی اور مال زکوٰۃ کے سوائے میں قیمت نصاب سے کم ہیں تصدیق نہ ہوگی کذا فی الکافی اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ دس سے کم میں تصدیق نہ ہوگی اور ایک روایت میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے مثل صاحبینؒ کے قول کے ہے کذا فی التبیین۔

مسئلہ مذکورہ کی بابت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی قول ☆

شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ صحیح قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے کہ امامؒ فقر کی حالت فقر وغنا کو دیکھ کر حکم کی بناء رکھتے ہیں کیونکہ فقیر قلیل کو عظیم سمجھتا ہے اور غنی نہیں سمجھتا ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔

یہ سب اس وقت ہے کہ اس نے مال عظیم کو درموں میں سے بیان کیا اور اگر صرف مال عظیم کا اقرار کیا تو جس جنس میں سے بیان کرے اس کی تصدیق کی جائے گی کذا فی العتابیہ۔

اگر کہا کہ مجھ پر اموال عظام ہیں یعنی دونوں لفظ بطور عربی جمع کے ذکر کیے تو جس کو بیان کرے اس میں سے بقدر تین نصاب کے مقدار کیے جائیں گے مثلاً درموں میں سے بیان کیے تو چھ سو درم واجب ہوں گے کذا فی الکافی قال[1] المترجم ینبغی ان یکون ہذا علیٰ قول صاحبیہ اور اگر کہا کہ مجھ پر مال نفیس یا خطیر یا کریم ہے تو بالاتفاق فرمایا کہ دو سو درم لازم ہوں گے اور اگر کہا کہ زید کا مجھ پر مال کثیر ہے تو ناطفی نے ذکر کیا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو سو درم واجب اور اگر زیادہ کا اقرار کیا تو زیادہ لازم ہوں گے اور دو سو درم سے کم میں اس کا قول مقبول نہ ہوگا اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دس سے کم میں تصدیق نہ ہوگی اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دو سو درم اس کو لازم ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کہا کہ الوف دراہم یعنی ہزاروں درم تو تین ہزار درم اور اگر کہا کہ الوف کثیرہ تو دس ہزار درم لازم ہوں گے اور یہی حکم فلوس و دیناروں میں ہے یہ محیط میں ہے۔

منتقی میں ہے کہ اگر کہا کہ مجھ پر مال ہے نہ قلیل ہے نہ کثیر ہے تو اس پر دو سو درم ہیں یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کہا کہ مجھ پر مال قلیل ہے تو اس پر ایک درم لازم ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کہا کہ لہ علیّ زہاء الف درہم اس کے مجھ پر قریب ہزار درم کے ہیں یا جل الف درہم او عظم الف درہم یا قریب ان الف درہم یا قریب ہزار درم کے ہیں تو سب پانچ سو درم سے کچھ اوپر کا اقرار ہے اور یہی حکم غصب ماو دیعت میں ہے اور یہی کیلی وزنی چیزوں اور کپڑوں میں ہے کذا فی الذخیرہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر کہا لفلان علی یا غیر الف فلاں کے مجھ پر سوائے ہزار کے ہیں تو اس پر دو ہزار واجب ہوں گے اور اگر کہا کہ غیر الفین سوائے دو ہزار کے ہیں تو اس پر چار ہزار واجب ہوں گے اور اگر کہا کہ غیر درہم تو دو درم واجب اور اگر کہا کہ غیر دراہم ہیں تو چار درہم واجب ہوں گے یہ حاوی میں ہے۔

اگر کہا کہ گیہوں کثیر ہیں تو صاحبینؒ کے نزدیک پانچ وسق ہوں گے اور بعض نے کا کہا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بیان کرنا مقر پر موقوف ہے مگر ایک صاع سے زیادہ بیان کرے اور بعض روایات میں مذکور ہے کہ حنطۃ کثیرہ دس قفیز میں اسی طرح ہر کیلی وزنی چیز کا حکم ہے اور اگر کہا کہ مجھ پر قفیز و حنطۃ میں تو تین قفیز اس پر لازم آئیں گے اور اگر کہا کہ قفیز و کثیرہ ہیں تو دس قفیز لازم آئیں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

---

[1] مترجم کہتا ہے کہ یہ حکم صاحبینؒ کے قول پر ہونا مناسب معلوم ہوتا ہے ۱۲

اگر کہا لفلان علی عشرۃ دراہم ونیف [1] فلاں کے مجھ پر دس درم اور کچھ زیادہ تو نیف کی مقدار بیان کرنا اسی کی طرف سے ہے پس اگر درم سے کم بیان کی تو جائز ہے یہ تبیین میں ہے۔

اگر کہا علی بضع وخمسون درہما مجھ پر بضع اور پچاس درم ہیں تو بضع کی مقدار تین یا اس سے زیادہ ہوتی ہے پس اگر تین سے کم بیان کرے تو ناجائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کہا کہ مجھ پر سو اور ایک درم ہوا ہے تو ہمارے نزدیک اس پر سو درم اور ایک درم ہوگا اسی طرح اگر سو اور ایک دینار یا سو اور ایک قفیز گیہوں بیان کرے غرضیکہ کیلی یا وزنی کوئی چیز بیان کرے تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر کہا کہ دس درم و دانگ یا قیراط تو یہ دانگ یا قیراط چاندی میں سے ہوگا یہ تبیین میں ہے۔

اگر کہا کہ مجھ پر فلاں شخص کے دینار و دانگ یا قیراط ہے تو یہ دانگ و قیراط سونے کا ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر کہا کہ مجھ پر زید کے دو سو مثقال سونا و چاندی یا اس قدر گیہوں و جو ہیں تو دونوں میں سے ہر ایک کا نصف لازم آئے اور اگر تین جنسیں ذکر کیں تو ہر ایک میں سے تہائی لازم ہوگا کذا فی الحاوی اور اگر کہا کہ سو اور ایک غلام یا سو و ایک بکری یا سو و ایک کپڑا دو کپڑے تو سو کی تمیز بیان کرنے میں اسی کا قول مقبول ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر کہا کہ سو اور تین کپڑے تو کل کپڑے قرار پائیں گے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر کہا کہ فلاں کے واسطے ایک جز و میرے دار کا ہے تو بیان کرنا اسی پر ہوگا اور اس کو اختیار ہے جس قدر چاہے اقرار کرے اور جز و کے مانند شقص [2] یا نصب یا طائفہ کا حکم ہے لیکن سہم کا لفظ امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک چھٹا حصہ قرار دیا جائے گا او صاحبینؒ کے نزدیک اس کے بیان پر ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک شخص نے اپنے ایک گلہ میں سے ایک بکری کا اقرار کیا تو صحیح ہے پھر اگر مقرلہ نے کسی معین بکری کا دعویٰ کیا اور مقر نے تصدیق کی تو وہ لے لے اور اگر انکار کیا تو بدون گواہ قائم کرنے کے نہیں لے سکتا ہے یا مدعا علیہ سے قسم لی جائے اور وہ نکول کرے تو لے سکتا ہے اور اگر مقر نے کسی بکری یا غیر معین کا دعویٰ کیا تو مقر کو اختیار ہے جس بکری کو چاہے دے دے اور اگر مقر نے سب بکریوں پر قسم کھالی تو مقبول نہ ہوگی اور مجبور کیا جائے گا کہ کوئی بکری اس کو دے اور اگر بکریوں میں سے کوئی معین نہ کی اور دونوں نے باہم کہا کہ ہم نہیں جانتے ہیں یا مقر نے اپنے اقرار سے رجوع کیا یا انکار کیا تو مقرلہ اس کا شریک ہوگا حتیٰ کہ اگر دس بکریاں ہوں تو مقرلہ کی ایک بکری دسواں حصہ ہوگی اور اگر کوئی بکری مر گئی تو دونوں کے مال سے مر گئی اور اگر کوئی بچہ جنی تو دونوں کے مال میں زیادتی ہوئی اسی حساب سے اور اگر مقر نے اصلاً انکار کیا اور گلہ ضائع کر دیا تو وہ مقرلہ کے حصہ کا ضامن ہے اور اگر کوئی بکری ان میں سے مری تو بقدر اس کے حصہ کے یعنی دسویں حصہ کا ضامن ہوگا اور اگر مقر مر گیا تو اس کے وارث اس باب میں بمنزلہ مورث کے قرار پائیں گے لیکن ان سے علم پر قسم لی جائے گی اور اقسام حیوانات وعروض باندی غلام اس باب میں مثل بکریوں کے ہیں یہ مبسوط میں ہے۔

اگر کہا کہ زید کے میرے ان درموں میں دس درم ہیں اور یہ درم سو ہیں اور ان میں چھوٹے کم وزن اور بڑے دونوں قسم کے ہیں تو دس درم وزن سبعہ سے قرار پائیں گے اور اگر مقر نے کہا کہ کم وزن والوں میں سے ہیں تو تصدیق نہ ہوگی اور اگر اس میں

[1] جیسے ہمارے عرف میں کچھ اوپر دس یا بیس وغیرہ بولتے ہیں اسی طرح محاورہ عرب میں کچھ اوپر کی جگہ بضع کا لفظ بولتے ہیں ۱۲

[2] قولہ تمیز بیان یعنی یہ سو کیا چیز ہیں کپڑے یا درہم وغیرہ ۱۲

یوف[1] شامل ہیں اوراس نے کہا کہ زیوف میں سے ہیں تو تصدیق کی جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کہا کہ زید کے میرے اس اناج میں سے ایک کُر گیہوں ہیں پھر دیکھا گیا تو وہ سب ایک کُر نہیں ہوتا ہے تو سب زید کا ہو گا اور مقر زیادہ کا ضامن نہ ہوگا مگر مقر سے قسم لی جائے گی کہ میں نے اس طعام میں سے کچھ تلف نہیں کیا ہے اور اگر پورا کُر ہو تو سب زید کا ہے اور اگر زیادہ ہو تو زید کو اس میں سے ایک کُر ملے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر کہا کہ زید کا میرے دار میں سے اس دیوار سے اس دیوار تک ہے تو زید کو فقط اس دیوار سے اس دیوار کے درمیان کا حصہ ملے گا یہ کنز میں ہے۔

اگر کہا کہ زید کے مجھ پر ایک درم سے دس درم تک ہیں یا مابین ایک درم سے دس درم تک ہیں تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر نو درم لازم آئیں گے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ دس درم لازم آئیں گے کذا فی الکافی۔

اگر کہا کہ مجھ پر زید کا مابین کر شعیر سے کر حطہ تک ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر ایک کُر گیہوں اور ایک کُر جو واجب ہے مگر ایک قفیز و گیہوں کو کم کر کے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو کُر لازم ہوں گے اگر کہا کہ مجھ پر مابین اس درم کے دس دیناروں تک ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر دس دراہم اور نو دنانیر لازم آئیں گے اور صاحبینؒ کے نزدیک اس پر دس دراہم اور دس دنانیر لازم ہوں گے اسی طرح اگر کہا کہ مابین دس دیناروں کے دس درم تک تو بھی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر دس دراہم اور نو دینار واجب ہوں گے اور بعض نسخ ابی حفص میں اس صورت میں واقع ہے کہ اس پر دس دینار اور نو درم لازم ہوں گے اور یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ظاہر ہے لیکن اصح وہی اول ہے اور یوں اقرار کرنا کہ من کذا الی کذا یعنی مثلاً درس درم سے دس دینار تک ہیں بمنزلہ اس قول کے سب حکموں میں ہے کہ مابین دس درم کے دس دینار تک ہیں یہ مبسوط میں ہے۔

بشر رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ اگر زید نے کہا کہ مجھ پر عمرو کی مابین بکری کے گائے تک ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اس پر کچھ واجب نہ ہوگا خواہ گائے بکری معین ہو یا غیر معین ہو اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر معین ہو تو کچھ نہیں لازم ہے اور اگر غیر معین ہو تو دونوں اس پر لازم آئیں گے اور اگر کہا کہ مابین درم کے درم تک تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک درم اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو درم لازم آئیں گے کذا فی المحیط۔

[1] شقص کے معنی بھی ٹکڑے کے آتے ہیں جیسے جزء کے معنی ہیں اور نصیب بمعنی حصہ اور طائفہ و قطعہ بھی اس معنی میں کبھی بولا جاتا ہے ۱۲

چھٹا باب☆

مریض کے اقراروں اور فعلوں کے بیان میں

مرض الموت کی صحیح تعریف کی بابت فقہاء کا اختلاف☆

مرض الموت کا مریض وہ شخص ہے جو اپنی ذاتی ضرورتوں کے واسطے نہ نکلے اور یہی اصح ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ مرض الموت کی تعریف میں اختلاف ہے فتویٰ کے واسطے یہ مختار ہے کہ اگر اس مرض سے غالباً موت ہو تو مرض الموت ہے خواہ وہ شخص بستر پر لگ گیا ہو یا نہیں یہ مضمرات میں ہے۔ مریض کا اقرار اپنے وارث کے واسطے جائز نہیں ہے لیکن اگر باقی وارث اجازت دیں تو جائز ہوگا پس اگر مقرلہ وقت اقرار کے مریض کا وارث ہو اور اسی طرح وارث باقی رہا یہاں تک کہ مریض مر گیا تو اقرار باطل ہے اور اگر وقت اقرار کے مقرلہ وارث ہو پھر بعد اقرار کے وارث ہونے سے خارج ہو گیا اور ایسا ہی رہا یہاں تک کہ مریض مر گیا مثلاً بھائی کے واسطے اقرار کیا اور اس وقت اس کے کوئی بیٹا نہ تھا پھر بیٹا پیدا ہوا اور وہ زندہ رہا یہاں تک کہ مریض مرا تو اقرار جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر ایسے شخص کے واسطے اقرار کیا جو وقت اقرار کے وارث نہ تھا پھر ایسے سبب سے وارث ہو گیا جو وقت اقرار کے قائم تھا مثلاً اپنے بھائی کے واسطے اقرار کیا اور اسکا بیٹا بھی موجود ہے پھر بیٹا مر گیا پھر مریض مرا تو اقرار صحیح نہیں ہے اور اگر ایسے شخص کے واسطے اقرار کیا جو وارث نہیں ہے پھر کوئی ایسا سبب پیدا ہوا جس سے وہ وارث ہو گیا مثلاً کسی اجنبی عورت کے واسطے اقرار کیا پھر اس سے نکاح کر لیا پھر مر گیا تو اقرار صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر وقت اقرار کے وارث ہو پھر وارث ہونے سے خارج ہو جائے پھر وارث ہو جائے مثلاً اپنی جورو کے واسطے اقرار کیا پھر اس کو بائن کر دیا اور اسکی عدت گذر گئی پھر اس سے نکاح کر لیا پھر مر گیا یا کسی شخص سے موالات کی پھر مریض ہو کر اس کے لیے اقرار کیا پھر فسخ کر دی پھر دوبارہ عقد موالات کیا پھر اسی مرض میں مر گیا تو اس صورت میں اختلاف ہے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اقرار جائز ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ اقرار باطل ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول قیاس ہے اور قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا استحسان ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی مریض نے اپنے بیٹے کے واسطے قرض کا اقرار کیا اور بیٹا اس کا غلام ہے پھر آزاد کیا گیا پھر باپ مر گیا اور وہ اس کے وارثوں میں ہے تو قرض کا اقرار جائز ہے اور اگر یہ غلام تاجر ہو اور اس پر قرض ہو اور باقی مسئلہ اپنے حال پر رہے تو اقرار باطل ہے اور اگر مریض نے اپنے بیٹے کے واسطے اقرار کیا اور وہ مکاتب ہے پھر باپ مر گیا اور بیٹا ویسا ہی مکاتب باقی ہے تو اس کے حق میں اقرار جائز ہے اور اگر باپ کے مرنے سے پہلے بیٹا مکاتب آزاد ہو گیا تو اس کے واسطے اقرار جائز نہ رہا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مکاتب مریض نے اپنے آزاد بیٹے کے واسطے مرض کا اقرار کیا پھر مر گیا اور کوئی مال لائق ادا کے نہیں چھوڑا یا ادائے قرض کے لائق چھوڑا ادائے کتابت کے لائق نہیں چھوڑا تو اقرار جائز ہے اور اگر دونوں چیزوں کے واسطے لائق چھوڑا تو اقرار باطل ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر مریض نے اپنے کسی وارث کے لیے معین ودیعت[1] کا اقرار کیا پھر اسی مرض میں مر گیا تو جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر مرد نے اپنے مرض میں اپنی عورت کے واسطے قرض کا اقرار کیا پھر اس سے پہلے اس کی بیوی مر گئی اور بیوی کے دو بیٹے ہیں ایک اسی مرد سے اور دوسرا دوسرے مرد سے تو اوّل قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے موافق اقرار باطل ہے اور دوسرے قول کے موافق جائز ہے۔ اگر مریض نے اپنی جورو کے واسطے قرض کا اقرار کیا پھر اس کی موت سے پہلے جورو مر گئی اور اس کے وارث ایسے

[1] ودیعت وہ چیز جو کسی کے پاس بطور امانت کے رکھی جائے ۱۲

موجود ہیں کہ اس کی تمام میراث لے لیتے ہیں اور وہ لوگ اس مقر کے وارث نہیں ہیں تو اقرار جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر مریض نے اپنے بیٹے کے واسطے قرض کا اقرار کیا پھر بیٹا مقر لہ مر گیا اور ایک بیٹا چھوڑا اور مریض کا کوئی بیٹا نہیں ہے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے پہلے قول پر یہ اقرار جائز نہیں ہے اور دوسرے قول پر جائز ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر اپنے مرض الموت میں اپنی عورت کے دین مہر کا اقرار کیا تو تمام مہر مثل تک تصدیق کی جائے گی اور قرض خواہان صحت کے ساتھ شریک ہوگی کذانی خزانۃ المفتین اور اگر مثل سے زیادہ کا عورت کے واسطے اقرار کیا تو زیادتی باطل ہے یہ مبسوط میں ہے۔

ایک شخص نے اپنے مرض الموت میں اپنی عورت کے واسطے ہزار درم مہر کا اقرار کیا اور مر گیا پھر وارثوں نے گواہ قائم کیے کہ عورت نے اپنے شوہر کی زندگی میں اس کو اپنا مہر ہبہ کر دیا تھا تو گواہ مقبول نہ ہوں گے اور مہر بسبب باقرار شوہر کے لازم رہے گا یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر اپنے کسی وارث یا اجنبی کے واسطے اقرار کیا پھر مقر لہ مر گیا پھر مریض مرا اور مقر لہ کا وارث اس مریض کے وارثوں میں سے ہے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے اوّل قول میں یہ اقرار ناجائز اور دوسرے قول میں جائز ہے اور یہی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اسی طرح اگر مریض نے اپنے مقبوضہ غلام کا کسی اجنبی کے واسطے اقرار کیا پھر اجنبی نے کہا بلکہ یہ غلام فلاں مرد وارث مریض کا ہے میرا اس میں کچھ حق نہ تھا تو اوّل قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے موافق مریض کا اقرار باطل ہے اور دوسرے قول کے موافق صحیح ہے اور دوسرا قول اقرب الی القیاس ہے اور قول اوّل احوط ہے یہ مبسوط اور فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

جو شخص دو دن مریض اور تین روز اچھا رہتا ہے یا ایک روز مریض اور دو روز اچھا رہتا ہے اگر اس نے اپنے بیٹے کے واسطے کسی قرض کا اقرار کیا پس اگر ایسے مرض میں اقرار کیا جس کے بعد وہ اچھا ہو گیا تو اس کا فعل جائز ہے اور اگر ایسے مرض میں اقرار کیا جس نے اس کو بستر سے لگایا اور وہ مر ہی گیا تو جائز نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

اپنے وارث کے واسطے کسی چیز کا اقرار کیا اور مر گیا پھر مقر لہ اور باقی وارثوں میں اختلاف ہوا مقر لہ نے کہا کہ حالت صحت میں اقرار کیا اور باقی وارثوں نے حالت مرض میں اقرار کا دعویٰ کیا تو مرض کے اقرار کے مدعی کا قول مقبول ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو مقر لہ کے گواہ اولیٰ ہیں اور اگر مقر لہ کے پاس گواہ نہ ہوں اور اس نے وارثوں سے قسم لینی چاہی تو اس کو یہ اختیار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مریض کا اقرار اپنے قاتل کے واسطے نہیں جائز ہے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ زخم ایسا کاری ہو کہ جس سے آنا جانا ممکن نہ ہو اور اگر ایسا کاری نہ ہو اور آنا جانا ہو سکتا ہے تو اقرار صحیح ہے اور جو شخص مریض ہونے کے واسطے غالباً خوف ہلاک ہونا معتبر رکھتا ہے وہ یوں کہتا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ زخم ایسا ہو کہ غالباً اس سے ہلاکت کا خوف ہو اور اگر ایسا زخم نہ ہو کہ جس سے غالباً خوف ہلاکت ہے تو اقرار صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔

مریض کا اقرار اپنے وارث کے غلام یا اس کے مکاتب کے واسطے یا قاتل کے غلام یا اس کے مکاتب کے واسطے جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر اپنے مکاتب کے واسطے دین کا اقرار کیا تو جائز ہے بشرطیکہ حالت صحت میں اس کو مکاتب کیا ہو اور اگر مرض میں مکاتب کیا تو اقرار نہیں جائز ہے لیکن تہائی مال سے جائز ہے کذانی الحاوی۔

اجنبی کے واسطے مریض سے تمام مال کے قرض کا اقرار جائز ہے بشرطیکہ اس پر حالت صحت کا قرض نہ ہو یہ محیط میں ہے۔

صحت کا قرضہ اس قرضہ پر جو حالت مرض میں اس کے اقرار سے ثابت ہوا ہے مقدم ہے یعنی ترکہ میں سے پہلے صحت کا قرضہ ادا کیا جائے گا پھر اگر کچھ بچ رہا تو اس سے مرض کا قرض ادا کیا جائے گا اور اگر یہ قرضہ قاضی کے مشاہدہ یا گواہوں سے ثابت کیا جائے تو دونوں برابر ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے۔

صحت کا قرضہ اس ودیعت سے مقدم ہے جس کا مرض میں اقرار کیا گیا یہ خزانۃ المفتین میں ہے اپنے مرض میں وکوئی چیز خریدی یا قرض یا اجارہ پر لی اور گواہوں نے اس پر قبضہ کرنا معائنہ کیا یا ایک عورت سے ہزار درم پر نکاح کیا اور یہی اس کا مہر المثل[1] ہے تو یہ لوگ قرض خواہاں صحت سے حصہ میں شریک ہیں اسی طرح ہر قرض کا حال ہے جو مریض پر کسی مال کے بدلے جس کا مالک ہوا یا تلف کیا ہے واجب ہوا اور اس کا واجب ہونا بغیر اقرار مریض کے ثابت ہوا پس وہ بھی بمنزلہ قرض صحت کے ہے اگر مرض میں دین ادا کیا پس اگر دین قرض یا ثمن بیع ادا کیا تو جس کو ادا کیا اسی کا ہوگا قرض خواہاں صحت کو نہ ملے گا[2] اور اگر دین مہر یا اجرت ادا کی تو قرض خواہاں صحت اس میں شریک ہو جائیں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر مریض پر صحت کے قرضے نہ ہوں اور اس نے حالت مرض میں دو شخصوں کے واسطے قرض کا اقرار کیا تو دونوں حصہ بانٹ لیں کسی سے اوّلاً شروع نہ کیا جائے گا خواہ دونوں اقرار معاً واقع ہوئے ہوں مثلاً کہا کہ ان دونوں کے مجھ پر ہزار درم ہیں یا آگے پیچھے مثلاً آج کہا کہ اس کے مجھ پر پانچ سو درم ہیں پھر ایک دن یا کم وبیش توقف کے بعد دوسرے سے کہا کہ اس کے مجھ پر پانچ سو درم ہیں کذا فی المحیط۔ زید نے اپنی صحت میں کہا کہ میں نے عمرو کی ایک باندی غصب کر لی پھر مرض میں کہا کہ وہ باندی یہ ہے اور سوائے اس باندی کے اس کا کچھ مال نہیں ہے حالانکہ اس پر قرض ہے تو یہ جائز ہے اور اس کی تصدیق کی جائے گی اسی طرح اگر اپنی صحت میں اقرار کیا کہ فلاں شخص کے میرے پاس ہزار درم ودیعت ہیں پھر مرض الموت میں کہا کہ وہ یہ ہزار درم ہیں تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور صاحب ودیعت اولیٰ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر مرض میں دین کا اقرار کیا پھر ودیعت کا اقرار کیا تو دونوں دین ہوں گے اور ودیعت مقدم نہ ہوگی اور اگر پہلے ودیعت کا اقرار کیا پھر دین کا اقرار کیا تو اقرار ودیعت اولیٰ ہے اور بضاعت ومضاربت[3] دونوں کا حکم مثل حکم ودیعت کے ہے کذا فی الحاوی۔

اگر مریض نے زید کے واسطے ہزار درم ودیعت کا اقرار کیا پھر مر گیا اور یہ ودیعت معین کر کے معلوم نہیں ہے تو مثل دین مرض کے یہ بھی اس کے ترکہ میں قرض شمار ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر مریض ہوا اور اس کے قبضہ میں ہزار درم ہیں اور اس پر صحت کا دین نہیں ہے اور اس نے زید کے واسطے ہزار درم قرض کا اقرار کیا پھر اقرار کیا کہ جو درم ہزار میرے قبضہ میں ہیں یہ عمرو کی ودیعت ہیں پھر خالد کے واسطے ہزار درم قرض کا اقرار کیا پھر مر گیا تو ہزار درم کے تین حصے کیے جائیں گے اور اگر زید نے کہا کہ میت کی طرف میرا کچھ حق نہیں ہے یا میں اس کو اپنے قرض سے بری کر چکا ہوں تو ہزار درم درمیان عمرو وخالد کے برابر تقسیم ہوں گے اور زید کے قول سے خالد کا حق باطل نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مریض نے ہزار درم قرض کا اقرار کیا پھر زید کے واسطے معین ہزار درم مضاربت کا اقرار کیا پھر عمرو کے واسطے دوسرے غیر معین ہزار درم قرض کا اقرار کیا پھر مر گیا اور فقط ہزار درم چھوڑے تو یہ ہزار درم ان سب لوگوں میں بقدر حصہ رسد کے تقسیم ہوں گے یہ محیط میں ہے۔

اگر مریض نے اقرار کیا کہ میرے باپ پر زید کا قرض ہے اور میرے قبضہ میں باپ کا گھر ہے اور حال یہ ہے کہ مریض پر

---

[1] یعنی جو اس کی خاندان کی عورتوں کا مہر ہے اسی کی مثل یہ بھی ہے ۱۲ [2] یعنی وہ حصہ نہیں بٹوا سکتے ہیں ۱۲
[3] شرکت جس کو ہمارے عرف میں ساجھا بولتے ہیں ۱۲

صحت کا قرضہ معروف ہے پس اس کا قرضہ صحت مقدم رکھا جائے گا پھر اگر کچھ بچ رہا تو اس کے باپ کے قرضہ میں دیا جائے گا اور اگر اپنے باپ کے انتقال کے بعد اپنی صحت میں ایسا اقرار کیا ہو تو بیٹے کے قرض خواہوں سے باپ کے قرض خواہ مقدم ہوں گے کذافی الحاوی۔

مرض الموت میں فریقین کے اقرار کی ایک پیچیدہ صورت ☆

زید نے کہا کہ عمرو کے مجھ پر ہزار درم ہیں اس نے انکار کیا پھر زید مریض ہوا اور عمرو مر گیا اور زید اس کا وارث ہے اور زید پر حالت صحت کا قرض ہے۔ پھر وہ بھی مر گیا اور ہزار درم جو عمرو سے میراث پائی ہے چھوڑ گیا تو زید کی حالت صحت کے قرض خواہ ان ہزار درم کے لینے میں عمرو کے قرض خواہوں سے مقدم ہوں گے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر اپنی صحت میں کوئی غلام کھلا خسارہ اٹھا کر تین روز کی اپنی خیار شرط پر خریدا پھر مدت خیار میں بیمار ہوا پھر بیع کی اجازت دی یا خاموش رہا یہاں تک کہ مدت خیار گذر گئی پھر مریض مر گیا تو محاباۃ تہائی مال سے رکھی جائے گی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

اگر مریض نے کسی مقبوضہ زمین کی نسبت اقرار کیا کہ یہ وقف ہے پس اگر اپنی جانب سے وقف کا اقرار کیا تو تہائی مال سے جائز رکھی جائے گی چنانچہ اگر مریض نے اپنے غلام کی آزادی کا اقرار کیا یا صدقہ کا اقرار کیا کہ میں نے فلاں کو صدقہ دے دیا ہے تو بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ اگر دوسرے کی طرف سے وقف کا اقرار کیا اور اس دوسرے نے یا اس کے وارثوں نے اس کی تصدیق کی تو کل میں وقف جائز ہے اور اگر فقط وقف کا اقرار کیا اور اپنی طرف یا غیر کی طرف سے وقف کرنا بیان نہ کیا تو تہائی مال سے اقرار دیا جائے گا۔ ایک مریض نے اپنے وارث اور ایک اجنبی کے واسطے دین کا اقرار کیا تو اقرار باطل ہے خواہ شرکت کی دونوں نے باہم تصدیق کی ہو یا تکذیب کی ہو اور یہ شیخین کا قول ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ اجنبی کے واسطے بقدر اس کے حصہ کے جائز ہے اگر ہر دو شریک نے باہم تکذیب کی یا اجنبی نے شرکت سے انکار کیا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر وارث نے شرکت میں اس کی تکذیب کی اور اجنبی نے اس کی تصدیق کی تو بعض نے کہا کہ اس میں بھی اختلاف ہونا ضرور ہے اور اصح یہ ہے کہ یہ بالاتفاق جائز نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

پس اگر مقر نے دونوں کی نفی شرکت میں تصدیق کی اور کہا کہ دین مشترک نہ تھا اور میں نے شرکت کا جھوٹ اقرار کر دیا تھا تو اس وقت اجنبی کے واسطے اقرار صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر مریض نے کہا کہ زید کا مجھ پر حق ہے اور وارثوں نے اس کے قول کی تصدیق کی پھر مریض مر گیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ طالب کی استحساناً تہائی مال تک تصدیق کی جائے گی اور اگر اس سے زیادہ کا دعویٰ کیا تو وارثوں سے ان کے علم پر قسم لی جائے گی اگر انہوں نے قسم کھالی تو طالب تہائی مال لے گا اور اگر مریض نے باوجود اس کے کسی دین مسمّٰی کا اقرار کیا تو دین مسمّٰی اس کے ترکہ میں مقدم رکھا جائے گا کذافی الحاوی۔

اگر دین کا اقرار نہ کیا تہائی مال کی کسی شخص کے واسطے وصیت کی تو وصیت مسمّٰی مقدم ہوگی اور وارثوں سے کہا جائے گا کہ دو تہائی مال میں جو کچھ تمہارا جی چاہے اس کے واسطے اقرار کر دو اور تہائی کے وصیت دار سے کہا جائے گا کہ تہائی مال میں جس قدر تیرا جی چاہے اس حقدار کے واسطے اقرار کر دے پس جس فریق نے کسی چیز کا اقرار کیا اس سے اس قدر لی جائے گی اور باقی کے واسطے قسم لی جائے یہ محیط میں ہے۔

مریض نے اپنے وارث کے واسطے ایک غلام کا اقرار کیا اس نے کہا کہ میرا نہیں ہے بلکہ زید یعنی اجنبی کا ہے اور زید نے اس

کی تصدیق کی پھر مریض مر گیا تو زید کو غلام دلایا جائے گا اور وارث اس کی قیمت ڈانڈ بھرے گا اس میں سے اس کا حصہ اس کو ملے گا اسی طرح اگر وارث نے دوسرے وارث کے واسطے اقرار کر دیا تو غلام دوسرے کو دلایا جائے گا اور پہلے وارث پر اس کی قیمت واجب ہوگی اور وہ میراث قرار پائے گی اور اس میں سے پہلے اور دوسرے کو حصہ ملے گا اور اگر میت پر اس قدر قرض ہو کہ اس کے مال کو محیط ہو تو کل قیمت ڈانڈ بھرے گا اور کسی کا حصہ اس میں سے ساقط نہ ہوگا یہ کافی میں ہے۔

ایک مریض نے اپنا غلام اپنے بعض وارثوں کو ہبہ کیا اور موہوب[1] لہ نے اس پر قبضہ کر لیا اور مریض کے سوائے اس کے کچھ مال نہیں ہے پھر موہوب لہ نے اقرار کیا کہ مریض نے مجھے ہبہ کر دینے سے پہلے اقرار کیا تھا کہ یہ غلام اس دوسرے وارث کا ہے یا اقرار کیا کہ اس نے مجھے ہبہ کرنے سے پہلے اس دوسرے وارث کو ہبہ کیا تھا اور دوسرے نے اس امر میں اس کی تصدیق کی تو دوسرے کو اختیار ہے کہ اوّل سے غلام لے لے پس اگر دوسرے نے لیا پھر مریض اسی مرض سے مر گیا پس اگر یہ غلام قائم موجود ہو تو دوسرے سے لے لیا جائے گا اور وارثان میت کی میراث ہو کر بطور فرائض اللہ تعالیٰ کے ان کو تقسیم کیا جائے گا اسی طرح اگر دوسرا شخص وارث نہ ہو اور میت پر اس قدر قرض ہو کہ اس کے مال کو محیط ہے تو قرض خواہوں کو اختیار ہے کہ چاہیں غلام اس کے قبضہ سے لے کر تقسیم کر لیں اور اگر غلام دوسرے وارث کے ہاتھ میں مر گیا ہو تو قرض خواہوں کو اس صورت میں اختیار ہے اور باقی وارثوں کو پہلی صورت میں اختیار ہے کہ چاہیں تو پہلے وارث سے غلام کی قیمت کی ضمان لیں یا دوسرے سے ضمان لیں اور دوسرا پہلے سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر پہلے سے ضمان لی تو وہ بھی دوسرے سے کچھ پھیر نہیں سکتا ہے ایسا ہی عامہ روایات میں اس کتاب میں مذکور ہے اور بعض روایتوں میں ہے کہ پھیر سکتا ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ باقی وارثوں کو یہ اختیار صرف اس وقت حاصل ہوگا کہ جب ان سے کوئی تصدیق یا تکذیب نہ پائی گئی ہو اور اگر انہوں نے تصدیق کی ہو تو صرف دوسرے سے ضمان لے سکتے ہیں اور اگر انہوں نے تکذیب کی ہو تو اوّل سے ضمان لے سکتے ہیں اور یہ اس وقت ہے کہ دوسرے سے اوّل کی تصدیق کی ہو اور اگر تکذیب کی اور کہا کہ غلام میرا ہے میں نہیں جانتا ہوں کہ یہ کیا کہتا ہے تو غلام دوسرے کو سپرد کیا جائے گا اور یہ اس وقت ہے کہ اوّل نے مریض سے لے کر غلام پر قبضہ کیا ہو اور پھر دوسرے کے واسطے اقرار کیا ہو اور ایسے ہی اگر اوّل نے مریض سے لے کر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ اقرار کر دیا کہ مریض نے دوسرے کے واسطے اس اقرار کیا ہے قبل اس کے کہ میرے واسطے اقرار کرے پھر اگر دوسرے نے اس کی تصدیق کی اور مریض سے لے کر غلام پر قبضہ کیا پھر مریض مر گیا اور اس پر قرضے ہیں اور غلام بعینہٖ دوسرے کے پاس قائم ہے تو اس سے لے لیا جائے گا اور قرض خواہوں میں تقسیم ہوگا اور اگر بعینہٖ قائم نہ ہو تو قرض خواہوں کو اختیار ہے چاہے اوّل سے ضمان لیں یا دوسرے سے ضمان لیں اور اگر مریض پر قرضے نہ ہوں تو باقی وارثوں کو غلام لینے کا اختیار ہے اگر بعینہٖ قائم ہو یا تضمین کا اختیار ہے اگر مر گیا ہو یہ محیط میں ہے۔

اگر مریض نے اپنے قرضے کے بھر پانے کا اقرار کیا جو اس کا دوسرے شخص پر واجب تھا پھر اگر یہ قرضہ کسی مال کے عوض تھا مثلاً نقد دیا یا کوئی چیز فروخت کی جس کا ثمن مشتری کے ذمہ واجب ہوا یا ایسی چیز کا بدل ہو جو مال نہیں ہے جیسے مہر و بدل[2] خلع و اس کے امثال پس اگر دین بسبب عوض مال کے واجب تھا اور قرض دار اجنبی شخص تھا تو بھر پانے کا اقرار صحیح ہے بشرطیکہ حالت صحت میں واجب ہوا خواہ مریض پر حالت صحت کا قرض ہو یا نہ ہو اور اگر حالت مرض میں دوسرے پر یہ قرض واجب ہوا ہے تو بھر پانے کا اقرار مریض کے قرض خواہ صحت کے حق میں صحیح نہیں ہے جب کہ مریض پر صحت کا قرضہ ہو یہ ذخیرہ میں ہے۔

یہ حکم اس وقت ہے کہ اس دین کا وجوب حالت صحت میں گواہوں سے یا قاضی کے معائنہ سے معلوم ہوا ہو اور اگر فقط مریض

---

[1] وہ شخص جس کے واسطے واہب نے کوئی شے ہبہ کی ۱۲ [2] وہ مال جو عورت نے طلاق کے عوض اپنے ذمہ لیا ۱۲

وقرضدار کے قول سے ثابت ہوا مثلاً مریض نے کسی خاص شخص سے کہا کہ میں نے اپنی صحت میں یہ غلام تیرے ہاتھ اس قدر داموں کو بیچ کر قبضہ کرادیا تھا اور دام بھر پائے تھے اور مشتری نے اس کی تصدیق کی اور یہ صرف ان دونوں کے قول سے معلوم ہوا پس اگر غلام مشتری کے پاس یا بائع کے پاس وقت اقرار کے بعینہٖ قائم ہو یا وقت اقرار کے ہلاک ہو گیا ہو مگر اول مرض میں اس کا زندہ قائم ہونا معلوم ہو یا ہلاک ہو گیا ہو مگر یہ معلوم نہ ہوتا ہو کہ مریض کی حالت مرض میں مرا ہے یا حالت صحت میں مرا ہے تو ان سب صورتوں میں اگر صحت کے قرض خواہ مریض کی اس بارہ میں یعنی دام بھر پانے میں تکذیب کریں تو مریض کا اقرار بھر پانے کا صحیح نہیں ہے اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ غلام حالت صحت میں مرا ہے تو اقرار مریض صحیح ہے۔ اگر دین کسی وارث پر واجب تھا اور مریض نے وصول پانے کا اقرار کیا تو صحیح نہیں ہے خواہ حالت مرض میں واجب ہوا ہو یا حالت صحت میں واجب ہوا ہو اور خواہ مریض پر حالت صحت کا قرضہ ہو یا نہ ہو۔ اگر قرضہ ایسی چیز کے عوض واجب ہوا جو مال نہیں ہے پس اگر قرض دار اجنبی ہے تو مریض کا وصول پانے کا اقرار صحیح ہے خواہ قرضہ حالت مرض میں واجب ہوا یا صحت میں واجب ہوا ہو اور خواہ مریض پر حالت صحت کا قرض ہو یا نہ ہو اور اگر ایسا قرضہ کسی وارث پر واجب ہوا ہے تو مریض کا اقرار استیفاء صحیح نہیں ہے خواہ یہ قرضہ حالت مرض میں واجب ہوا یا حالت صحت میں واجب ہوا ہو کذا فی المحیط۔

اگر قرض دار مریض نے اقرار کیا کہ جو میری ودیعت یا عاریت یا مضاربت میرے وارث کے پاس تھی میں نے وصول کر لی ہے تو اس کی تصدیق کی جائے گی یہ مبسوط میں ہے۔

اگر مریض نے اقرار کیا کہ میں نے موہوب لہ سے اپنا ہبہ واپس لیا تو تصدیق کی جائے گی اور موہوب لہ بری ہو جائے گا اسی طرح اگر بیع فاسد میں بیع یا مال مغصوب یا رہن واپس لینے کا اقرار کیا تو صحیح ہے اگرچہ اس پر صحت کے قرضے ہوں اور اگر ان سب صورتوں میں اپنے وارث سے واپس لینے کا قرار کیا تو تصدیق نہ کی جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جامع میں فرمایا کہ اگر کسی شخص کے دوسرے پر ہزار درم صحت میں واجب ہوئے ہیں پھر جب وہ بیمار ہوا تو اقرار کیا کہ یہ ہزار درم جو میرے قبضہ میں ہیں میرے قرض دار یا مکاتب کی ودیعت ہیں اور یہ ہزار ویسے ہی ہیں جیسے مریض کے دوسرے پر واجب ہیں پھر مریض مر گیا اور اس پر صحت کے قرضے ہیں اس کے قرض خواہوں نے مریض کے اقرار سے انکار کیا یا تکذیب کی تو مریض کی اس کے اقرار میں تصدیق کی جائے گی اور یہ ہزار ودیعت کے قرض دار کے قرض کا بدلا ہو جائیں گے یا مکاتب بعوض ان کے آزاد ہو جائے گا اور اگر یہ درم ودیعت کے ان سے کھرے ہوں جو مریض کے دوسرے پر واجب ہیں تو اقرار صحیح ہے پس اگر مقرلہ نے کہا کہ میں کھرے درم واپس لوں گا اور جیسے اس کے چاہئے ہیں وہ دے گا تو اس کو اختیار نہیں ہے کیونکہ زیادت کے اقرار کی صحت نہیں ہوئی ہے اور اگر ہزار درم زیوف ودیعت کا اقرار کیا کہ میرے پاس میرے قرض دار سے یا مکاتب کی ودیعت ہیں اور قرض دار پر درم کھرے چاہئے ہیں تو مریض کا اقرار صحیح نہ ہوگا اور یہ درم مریض کے قرض خواہوں کو تقسیم کیے جائیں گے اور مریض کا قرض دار و مکاتب اس کے قرضہ کی بابت ماخوذ ہوں گے۔ اسی طرح اگر اقرار کیا کہ یہ سو دینار جو میرے پاس ہیں میرے قرض دار یا مکاتب کی ودیعت ہیں یا کسی مقبوضہ باندی کے اسی طرح ودیعت ہونے کا اقرار کیا پھر مر گیا اور مرتے وقت تک یہ ودیعت اس کے پاس قائم تھی یا نہیں معلوم باندی اس نے کیا کی تو اقرار باطل ہے اور اگر مریض نے کہا کہ میں نے یہ ہزار درم نبہرہ اپنے قرض دار یا مکاتب سے اپنے حق کے ادا میں لے لیے ہیں یا یہ دینار اپنے والے حق میں لیے ہیں یا یہ باندی اپنے حق کے عوض خرید لی ہے پس اگر قرض دار و مکاتب نے اس کی تکذیب کی اور دونوں نے کہا کہ ہم پر اس کا قرضہ ویسا ہی ہے یہ چیزیں ہماری ہیں تو مریض کا

اقرار باطل ہو گیا اور یہ چیزیں مریض کے قرض خواہوں کو حصہ کے موافق تقسیم کر دی جائیں گی اور قرض دار مریض و مکاتب پر اس کا قرضہ بحالہ باقی رہے گا اور اگر مریض کے اقرار کی قرض دار و مکاتب نے تصدیق کی تو باندی و دینار دین میں دیکھنا چاہئے کہ اگر باندی و دیناروں کی قیمت مریض کے قرضہ کے برابر یا زیادہ ہے تو اقرار صحیح ہے اور اگر کم ہے مثلاً قرضہ ہزار درم اور قیمت کے پانچ سو درم ہیں تو باندی کی نسبت قرض دار یا مکاتب سے کہا جائے گا کہ مریض نے بقدر پانچ سو درم کے محاباۃ کی ہے اور محاباۃ مریض قرضدار سے صحیح نہیں ہے لہٰذا اگر تجھے بیع منظور ہو تو اس کا باقی حق پانچ سو درم دے کر پورا کر دے ورنہ بیع توڑ دے اور اس کا پورا حق ادا کر دے اور باندی واپس لے اور دراہم نبہرہ کی صورت میں مکاتب یا قرض دار کو اختیار نہ دیا جائے گا کہ چاہے نبہرہ[1] لے کر کھرے واپس کرے یا نبہرہ چھوڑ دے اور بقدر نقصان ان کے ڈانڈ بھرے بلکہ کہا جائے گا کہ نبہرہ واپس لے اور کھرے واپس دے اور کتاب میں یہ مذکور نہیں ہے کہ اگر دینار اُس دین سے کم ہوں تو مکاتب کو خیار دیا جائے گا یا نہیں اور فقیہ ابو بکر بلخی نے ذکر کیا کہ خیار دیا جائے گا اور یہی اصح ہے پھر اگر غریم یا مکاتب نے بیع توڑنا اختیار کیا تو دینار و باندی اس کو واپس کی جائے گی یہ محیط میں ہے۔

اگر کسی شخص نے مریض کے لیے اقرار کیا کہ میں نے اس کے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا یا قتل کیا ہے ☆

اگر غلام تاجر نے ایسے قرضہ کے وصول پانے کا اقرار کیا جو اس کا اس کے مالک پر تھا پس اگر غلام مقروض نہ ہو تو جائز ہے اور اگر قرض دار ہو تو جائز نہیں اسی طرح اگر مکاتب نے اپنے مولیٰ سے اپنا قرض وصول پانے کا اقرار کیا حالانکہ وہ مریض تھا پھر مر گیا اور اس پر قرض ہے اور مولیٰ اُسی کا وارث ہو تو اس کا اقرار باطل ہے اور اگر اس پر قرض نہ ہو اور اس کا مولیٰ پر طعام آتا ہو اور مال کتابت اس کا درم ہیں اور اس نے اقرار کیا کہ میرا جو طعام اناج مولیٰ پر آتا تھا وہ میں نے وصول پایا ہے پھر مر گیا اور اس قدر چھوڑ گیا جس سے مال کتابت ادا ہو سکتا ہے پس اگر سوائے مولیٰ کے کوئی اس کا وارث نہ ہو تو اقرار صحیح ہے اور اگر سوائے مولیٰ کے اس کا کوئی دوسرا وارث ہو تو بھی اس کے اس اقرار میں تصدیق کی جائے گی اور اگر اس پر اس قدر قرضہ ہو جو اس کے مال کو محیط ہے تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے مریض کے لیے اقرار کیا کہ میں نے اس کے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا یا قتل کیا ہے پھر مریض نے ارش وصول پانے کا اقرار کیا تو صحیح ہے اسی طرح اگر قاتل نے مولیٰ کے مرض میں اس کے غلام کو عمداً قتل کیا اور مولیٰ نے اس سے کسی قدر مال پر صلح ٹھہرائی اور بدل صلح وصول پانے کا اقرار کیا تو جائز ہے یہ حاوی میں لکھا ہے۔

اگر مریضہ نے شوہر سے اپنے تمام مہر وصول پانے کا اقرار کیا حالانکہ مریضہ پر صحت کا قرض ہے پھر شوہر کے طلاق دینے سے پہلے اسی مرض میں مر گئی تو اس کا اقرار صحیح نہیں ہے اور شوہر کو حکم کیا جائے گا کہ اس کا مہر دے دے کہ وہ اس کے قرض خواہوں میں موافق حصہ کے تقسیم ہو گا اور اگر شوہر نے دخول سے پہلے اس کو طلاق دے دی پھر اس نے اپنا مہر وصول پانے کا اقرار کیا پھر اسی مرض میں مر گئی تو اس کا اقرار صحیح ہے پس اگر شوہر نے کہا کہ میں قرض خواہوں کے ساتھ نصف مہر میں شریک ہوں تو نہیں ہو سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

پھر اگر صحت کے قرض خواہوں کے قرضے ادا کرنے کے بعد اگر اس عورت کے مال سے کچھ باقی رہا تو اس میں سے شوہر اپنا آدھا مہر لے لے گا اور اگر شوہر نے اس عورت کے ساتھ دخول کر لیا ہے پھر اگر اس کو طلاق بائن یا رجعی دی پھر عورت مریض ہوئی اور اس نے اپنا تمام مہر وصول پانے کا اقرار کیا پھر عدت گذرنے کے بعد مر گئی تو اقرار صحیح ہے اور اگر عدت گذرنے سے پہلے مر گئی تو صحیح نہیں ہے اور جب اس صورت میں مہر وصول پانے کا اقرار صحیح نہ ہو تو صحت کے قرض خواہ اپنے قرضے وصول کر لیں گے پھر اگر کچھ بچ رہا تو مہر کی طرف دیکھا جائے گا اور شوہر کی میراث کی طرف جو اس سے ملی ہے دیکھا جائے گا جو دونوں میں سے کم ہو وہ شوہر کو دیا

[1] جن میں آمیزش تانبا دسو برد غیرہ کی ہو ۱۲

جائے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر کسی عورت سے کچھ مال پر خلع کیا حالانکہ خود مریض ہے پھر اس کی عدت گذر گئی اور مریض نے اقرار کیا کہ میں نے بدل خلع عورت سے وصول پایا ہے اور اس پر کچھ قرض حالت صحت یا مرض کا نہیں ہے تو اقرار صحیح ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر مریض پر صحت کے قرضے ہیں اس سے زید نے ایک غلام حالت مرض میں غصب کر لیا اور وہ زید کے پاس مر گیا یا بھاگ گیا اور قاضی نے مریض کے نام غاصب پر قیمت کی ڈگری کر دی اور مریض نے اقرار کیا کہ میں نے یہ قیمت غاصب سے وصول پائی تو بدون گواہوں کے اس کی تصدیق نہ کی جائے گی اور اگر غصب[1] کرنا مریض کی حالت صحت میں واقع ہوا پھر یہ مریض ہوا حالانکہ غلام غاصب کے پاس بعینہٖ قائم ہے پھر بھاگ گیا یا مر گیا اور قاضی نے اس پر قیمت کی ڈگری کر دی پھر مریض نے اس کے وصول پانے کا اقرار کر لیا پس اگر غلام مر گیا یا بھاگنے سے لوٹ کر نہیں آیا تو تصدیق کی جائے گی بمنزلہ اس قرضہ کے جو صحت میں واجب ہوا ہو اور اگر غلام بھاگنے سے لوٹ آیا تو اس کا اقرار صحیح نہیں ہے اور اگر غصب اور ضمان کا حکم دونوں حالت صحت میں واقع ہوئے اور مریض نے ضمان وصول کرنے کا اقرار حالت مرض میں کیا تو اس کی تصدیق کی جائے گی یہ محیط میں ہے۔

ایک مریض نے ایک غلام ہزار کی قیمت کا جس کے سوائے اس کا کچھ مال نہیں ہے دو ہزار کو فروخت کیا اور اس پر صحت کے بہت سے قرضے ہیں پھر اس نے تمام ثمن وصول پانے کا اقرار کیا پھر مر گیا تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا کچھ اقرار صحیح نہیں ہے اور مشتری کو اختیار دیا جائے گا کہ چاہے دوبارہ ثمن ادا کرے یا بیع توڑ دے پس اگر اس نے دوبارہ ثمن دینا اختیار کیا تو وہ قرض خواہان صحت کو دیا جائے گا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قیمت سے جس قدر زیادہ ثمن ہے اس کی بابت مریض کے قول کی تصدیق ہوگی اور بقدر قیمت کے مشتری کو اختیار دیا جائے گا کہ چاہے دوسرے ایک ہزار درم ادا کرے یا بیع توڑ دے اور غلام قرض خواہوں کے واسطے فروخت کیا جائے گا اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول مذکور نہیں ہے اور ہمارے مشائخ نے ان کا قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے موافق ذکر کیا ہے یعنی مثل قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے ہے یہ تحریر شرح جامع کبیر میں ہے۔

ایک شخص نے اپنا غلام اپنی صحت میں زید کے ہاتھ فروخت کر دیا اور مشتری نے اس پر قبضہ کر لیا پھر بائع مریض ہوا اور اس پر حالت صحت کے قرضے ہیں اور اس نے اقرار کیا کہ میں نے ثمن وصول پایا ہے یہاں تک کہ اس کا اقرار قرض خواہان صحت کے حق میں صحیح ہو گیا پھر اپنے مرض میں مرے گا اور مشتری نے غلام میں عیب پا کر بحکم قاضی اس کو واپس کیا تو مشتری کو یہ اختیار نہیں ہے کہ قرض خواہان میت کے ساتھ باقی اموال میت میں شریک ہو لیکن غلام کو اپنے دام وصول کرنے تک روک لے سکتا ہے۔ پس غلام فروخت کیا جائے گا اور اس کے ثمن کا مشتری باقی قرض خواہوں سے زیادہ حقدار ہوگا یعنی لے لے گا پھر جب غلام فروخت کیا گیا تو اس کا ثمن مشتری کو ادا کر دیا جائے گا اور اگر اس میں سے کچھ بچا تو وہ باقی قرض خواہان میت کو دیا جائے گا اور اگر مشتری کے حق سے اس کا ثمن کم ہوا تو مشتری کو باقی مال میت سے جب تک دوسرے قرض خواہ اپنا اپنا حق نہ لے لیں کچھ نہ ملے گا اور اگر ان کے لینے کے بعد کچھ بچا تو اس میں سے مشتری باقی لے سکتا ہے اور اگر مشتری نے اپنے داموں کے واسطے غلام کو نہ روکا بلکہ مریض کو اس کی زندگی میں یا اس کے مرنے کے بعد اس کے وصی کو بحکم قاضی دے دیا تو غلام کے ثمن میں اس کا مقدم ہونا باطل ہو گیا لیکن اپنے پورے دام وصول کرنے میں اس کا حق باطل نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر مریض نے اپنے وارث کو کچھ درم دیے تا کہ اس کے کسی قرض خواہ کو ادا کرے پس وارث نے کہا کہ میں نے اس کو دے

---

[1] ناحق کسی کا مال لے لینا ۱۲

دیے اور قرض خواہ نے اس کی تکذیب کی تو وارث کی اس باب میں تصدیق نہ کی جائے گی کہ وہ ضمان سے بری ہے خواہ مریض اس کی تصدیق کرے یا تکذیب کرے لیکن وارث کے قول کی تصدیق قرض خواہ کے حق باطل ہونے میں نہ کی جائے گی اور اگر اس کو اپنے قرضہ وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا اور قرضہ کسی اجنبی پر ہے پس وارث نے کہا کہ میں نے وصول کر کے مریض کو دے دیا تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور قرض دار بری ہو گیا اور اگر اپنی متاع فروخت کرنے کے واسطے وارث کو وکیل کیا اور مریض پر کچھ قرض نہیں ہے پھر وہ متاع موافق اسکی قیمت کے گواہوں کے سامنے فروخت کی پھر مریض کی زندگی میں یا اس کے مرنے کے بعد کہا کہ میں نے دام وصول کر کے مریض کو دے دیے یا ضائع ہو گئی تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور اگر کہا کہ میں نے متاع فروخت کی اور ثمن وصول کیا اور وہ ضائع ہو گیا پس اگر متاع تلف ہو گئی اور خریدار معلوم نہ ہو تو اس کی تصدیق کی جائے گی خواہ مریض زندہ ہو یا مر گیا ہو اور اگر متاع قائم ہو اور خریدار معلوم ہو اور وہ اس کا مقر ہے اور مریض پر قرضہ نہیں ہے تو بھی وارث کی تصدیق کی جائے گی بشرطیکہ مریض زندہ ہو اور اگر مریض پر قرضہ ہو تو وارث کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ اگر چہ مریض اس امر میں اس کی تصدیق کرے اور اگر مریض مر گیا ہو اس وقت وارث نے یہ اقرار کیا تو اقرار صحیح نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔

زید کے عمرو پر ہزار درم قرضہ ہیں اور ایک وارث اس کا کفیل ہے یا قرضہ وارث پر ہے اور کوئی اجنبی اس کا کفیل ہے خواہ بحکم وارث کفیل ہے یا بدون اس کے حکم کے کفیل ہے پھر زید بیمار ہوا اور کسی ایک سے دونوں میں سے وصول پانے کا اقرار کیا تو باطل ہے اور اگر اجنبی کو بدون وصول پانے کے بری کر دیا پس اگر اجنبی اصیل ہو تو صحیح نہیں ہے اور اگر کفیل ہو تو تہائی مال سے بری کرنا صحیح ہے پس اگر میت کا اس قدر مال ہو کہ جس کی تہائی یہ قرض ہوتا ہے تو صحیح ہے اور اگر کفیل سے کچھ مواخذہ نہیں ہو سکتا ہے اور قرضہ وارث پر بحالہ باقی رہے گا اور اگر میت کا سوائے اس قرضہ کے کچھ مال نہ ہو تو اس کے تہائی سے بری کرنا صحیح ہے اور باقی دو تہائی کے واسطے وارثوں کو اختیار ہے چاہیں اصیل سے اور چاہیں کفیل سے لیں اور ایک تہائی جس سے کفیل کو بری کیا ہے وہ فقط اصیل سے لے سکتے ہیں اور اگر وارث کو بری کیا تو کسی حال میں صحیح نہیں ہے اور اگر یوں کہا کہ میں نے کسی اجنبی سے جس نے وارث کی طرف با حسان ادا کیا ہے وصول پایا یا اس کی طرف سے کسی اجنبی نے حوالہ قبول کر لیا یا اس کو کسی شخص نے اپنا غلام فروخت کرنے کا وکیل کیا اس نے اس موکل کے بیٹے کے ہاتھ فروخت کیا پھر موکل بیمار ہوا پس اس نے اقرار کیا کہ میں نے اپنے بیٹے سے ثمن وصول پایا یا وکیل نے وصول کر کے موکل کو دینے کا اقرار کیا تو تصدیق نہ کی جائے گی پس اگر وکیل ہی مریض ہو اور موکل صحیح ہو تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور اگر موکل نے انکار کیا پس اگر مشتری دونوں کا وارث ہو اور وہ دونوں مریض ہوں تو وکیل کی تصدیق نہ کی جائے گی اور اگر فقط وکیل کا وارث ہو اور موکل کا ہو اور وکیل نے اقرار کیا کہ میں نے وصول کر کے موکل کو دام دے دیے ہیں یا میرے پاس تلف ہو گئے تو تصدیق نہ کی جائے گی اور اگر فقط وصول کرنے کا اقرار کیا تو تصدیق نہ ہو گی اور اگر کفیل[1] نے مریض کو دوسرے پر قرضہ کا حوالہ کیا اور مریض اور محتال علیہ نے قبول کر لیا پھر مریض مر گیا پس اگر حوالہ مطلقہ ہے تو جائز نہیں ہے اور اگر حوالہ بشرط براءت الکفیل دون الاصیل ہو پس اگر کفیل ہی وارث ہے تو بھی صحیح نہیں ہے اور اگر اجنبی کفیل ہے تو تہائی مال سے صحیح ہے پس وارثوں کو اختیار ہو گا کہ چاہیں حوالہ کو جائز رکھیں یا توڑ دیں اور اگر جائز رکھا تو اختیار ہے چاہیں قرضہ محتال علیہ سے وصول کریں یا اصیل وارث سے لے لیں اور اگر جائز نہ رکھا پس اگر میت کا اس قدر مال ہے کہ یہ دین اس کی تہائی ہوتا ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر میت کا سوائے ہزار درم قرضہ کے اور کچھ مال نہ ہو تو تہائی مال سے صحیح ہے اور وارثوں کو اختیار ہے چاہیں محتال علیہ سے تہائی اور کفیل سے دو تہائی وصول کریں یا سب

---

[1] وہ شخص جس کو ہمارے عرف میں ضامن بولتے ہیں ۱۲

قرضہ وارث سے وصول کرلیں اگر مریض نے قرضہ وصول پانے کا اقرار نہ کیا اور نہ کفیل کو بری کیا اور نہ حوالہ قبول کیا لیکن ہزار درم یا سو دینار یا ایک باندی مقبوضہ کا کفیل کی ودیعت ہونے یا اس سے غصب کرنے کا اقرار کیا اور وقت موت تک بعینہ چیزیں قائم ہیں اور معلوم نہیں ہوتا ہے کہ اس نے باندی کو کیا کیا ہے تو اقرار باطل ہے پس اگر باندی معین معلوم نہ ہوئی یہاں تک کہ وہ مریض اسی تجہیل کے ساتھ مرگیا تو اس پر ضمان واجب ہوگی پس قرضہ کا قصاص ہو جائے گا اور اگر وہ بچہ قائم ہو تو کفیل اس کو لے لے گا اور فروخت کر کے اس کو قرضہ میں ادا کرے گا بدون اس کے کہ اپنے کسی خاص مال کے فروخت کرنے کی حاجت ہو اسی طرح اگر ان سب کا اصیل کے واسطے اقرار کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ تحریر شرح جامع کبیر میں ہے۔

بدلِ کتابت کی وصولی کا انکار☆

ایک شخص نے اپنے مرض میں اپنے غلام کو مکاتب کر دیا اور اس کے سوائے اس کا کچھ مال نہیں ہے پھر بدل کتابت وصول پانے کا اقرار کیا تو تہائی میں جائز ہے اور دو تہائی قیمت کے واسطے مکاتب سعی کرے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر بدل کتابت وصول پانے کا اقرار نہ کیا لیکن اپنے مقبوضہ ہزار درم یا سو دینار یا باندی کی نسبت اقرار کیا کہ یہ اسی میرے مکاتب کی ودیعت ہے اس نے مجھے بعد کتابت کے ودیعت رکھنے کو دی ہے پھر مرگیا تو یہ اقرار بقدر تہائی کے جائز ہے یہ محیط میں ہے۔

زید نے اپنے باپ عمرو کو ہزار درم عمرو کے مرض الموت یا صحت میں ودیعت رکھنے کو بمعائنہ گواہان دیے ہیں پھر جب وہ مرنے لگا تو اس نے اقرار کیا کہ میں نے وہ ودیعت تلف کر دی پس یا تو ودیعت کے تلف کرنے کا اقرار کیا اور اسی پر جمار ہا یہاں تک کہ مرگیا تو یہ ودیعت اس کے مال میں زید کا قرضہ ہوگئی اور یہ مریض کا اپنے وارث کے واسطے اقرار کرنا نہیں ہے اور یا ودیعت سے انکار کیا یا اقرار کیا کہ میں نے تلف کر دی پھر کہا کہ میرے پاس سے ضائع ہوگئی یا میں نے زید کو واپس کر دی تو اس صورت میں اس کے قول پر التفات نہ کیا جائے گا اور اس پر ضمان واجب ہوگی اگرچہ قسم کھالے اور یا اقرار کرلے کہ میرے پاس سے ضائع ہوگئی یا میں نے واپس کر دی پھر جب اس سے قسم لی گئی تو تلف کر دینے کا اقرار کیا یا قسم سے نکول کیا تو اس صورت میں اس سے ضمان باطل ہو جائے گی اور اس کے ترکہ میں سے نہ لی جائے گی ہکذا فی التحریر شرح الجامع الکبیر للحصیری۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک شخص کے تین بیٹے ہیں اور اس کے قبضہ میں ایک دار ہے پھر جب وہ مرنے لگا تو کہا کہ میں نے یہ دار اپنے اس بیٹے اور اس اجنبی سے ہزار درم میں خریدا ہے اور دونوں سے قبضہ کر لیا ہے اور دونوں کو کچھ ثمن نہیں دیا ہے اور دونوں نے اس کے اقرار شرکت کی تصدیق کی پھر مرگیا اور اس دار کا ایک شفیع ہے اور دوسرے دونوں بیٹے اس سب سے منکر ہیں تو یہ اقرار باطل ہے اور جب اقرار باطل ہوا تو وہ دار تینوں بیٹوں کو برابر تقسیم ہوگا پھر اگر شفیع آیا تو تہائی حصہ مقرلہ کا جو اس کو ملا ہے تہائی ثمن میں لے لے گا اور تہائی ثمن اس بیٹے مقرلہ اور اجنبی کے درمیان برابر تقسیم ہوگا اور اگر بیٹے مقرلہ کو کچھ مال اور بھی ملا ہوگا تو وہ بھی اس ثمن میں ملا کر تقسیم کیا جائے گا یہاں تک کہ اس کو اور اجنبی کو ہر ایک کو پانچ سو درم مل جائیں اور اگر اجنبی نے شرکت میں اس کی تکذیب کی مثلاً یوں کہا کہ میں نے نصف دار اس کے ہاتھ پانچ سو درم کو بیچا ہے اور باقی آدھا میں نہیں جانتا ہوں کہ کس کا ہے اور میرے اور اس بیٹے کے درمیان کچھ شرکت نہ تھی اور بیٹے نے اپنے باپ کی اقرار شرکت میں تصدیق کی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ صورت اور پہلا اقرار یکساں ہیں اور شفیع تہائی دار تہائی ثمن میں لے لے گا اور تہائی ثمن اس بیٹے اور اجنبی کے درمیان برابر تقسیم ہوگا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شفیع دو تہائی دار کی لے سکتا ہے اور اگر بیٹے نے اپنے باپ کے اقرار کی تکذیب کی اور اجنبی نے تصدیق کی تو بھی شیخینؒ کے نزدیک اقرار مریض باطل ہے مگر شفیع بیٹے مقرلہ سے چھٹا حصہ دار کا چھٹے

حصے ثمن میں لے گا اور امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک اجنبی کے حق میں اقرار صحیح ہے پس یوں حکم کیا جائے گا کہ اجنبی نے نصف دار مریض کے ہاتھ بیچا پس شفیع نصف ثمن میں لے لے گا اور باقی آدھا تینوں بیٹوں کو برابر تقسیم ہوگا ہر ایک کو کل کا چھٹا حصہ ملے گا اور شفیع اس صورت میں بیٹے مقرلہ سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔

ایک مریض نے اپنی بیوی کے واسطے جس کو اس نے اس کی درخواست سے طلاق دی ہے سو درم کا سوائے مہر کے اقرار کیا اور وہ عورت اپنا مہر سب لے چکی ہے پھر اس کی عدت گذرنے کے بعد مرگیا اور ایک بھائی اور بیوی کی سوت اور چالیس درم چھوڑے تو سب درم مطلقہ عورت کو ملیں گے اور اگر اس کی عدت گذرنے سے پہلے مرگیا تو چالیس کا آٹھواں حصہ یعنی پانچ درم پائے گی یہ کافی میں ہے اور اگر شوہر نے بجائے چالیس درموں کے ایک کپڑا قیمتی چالیس درم کا چھوڑا اور کوئی اور مال نہ چھوڑا پس اگر عدت گذرنے سے پہلے مرگیا تو غیر مطلقہ کو اس کپڑے کا آٹھواں حصہ ملے گا اور مطلقہ کو بعینہ یہ کپڑا لینے کا استحقاق نہیں ہے پس کپڑے کا آٹھواں حصہ پانچ درم کو فروخت کر کے عورت کو دیے جائیں گے لیکن اگر راضی ہو جائے کہ میں آٹھواں حصہ کپڑا کا اپنے حق میں لوں گی تو لے سکتی ہے اور اگر اس کی عدت گذرنے کے بعد شوہر مرگیا تو کپڑا فروخت کر دیا جاتا اور تمام ثمن اسی کو دیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص کی موت قریب آئی اور اس کا ایک بھائی ماں و باپ کی طرف سے ہے اور ایک بیوی ہے اس نے تین طلاق کی درخواست کی اس نے دے دیں پھر عورت کے واسطے سو درم کا اقرار کیا اور وہ اپنا مہر پورا لے چکی ہے اور ایک شخص کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی پھر مرگیا اور ساٹھ درم چھوڑے پس اگر بعد انقضاء عدت کے مرا ہے تو عورت اپنے قرضہ میں پورے ساٹھ درم لے لے گی اور اگر انقضاء عدت سے پہلے مرا تو موصی لہ کو بیس درم نکال دیے جائیں گے اگرچہ دین وصیت سے مقدم ہوتا ہے پھر عورت کو باقی کی چوتھائی یعنی دس درم ملیں گے اور باقی تیس درم بھائی کے ہوں گے اور اگر بجائے ساٹھ درم کے ایک ساٹھ درم کا قیمتی کپڑا چھوڑا اور عورت کی عدت گذرنے سے پہلے مرگیا تو موصی لہ کو تہائی کپڑا اور باقی عورت کے واسطے فروخت کر کے چوتھائی دیا جائے گا لیکن اگر اپنے حق میں چوتھائی ماتھی لینے پر راضی ہو تو لے سکتی ہے اور باقی بھائی کو ملے گا اور اگر اس کی عدت گذرنے کے بعد مرا تو مطلقہ کے حق کے واسطے کپڑا فروخت کر دیا جائے گا لیکن اگر اپنے حق میں کپڑا لینا پسند کرے تو لے لے اور موصی لہ کو کچھ نہ ملے گا اور اگر باوجود اس کے اجنبی کے واسطے قرضہ کا اقرار کیا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہے پس اگر عورت کی عدت گذرنے کے بعد مرا تو عورت اس اجنبی کے ساتھ ترکہ میت میں حصہ دار ہو کر دونوں اپنا اپنا دین پورا کرلیں گے پھر اگر کچھ بچ رہا تو اس کی تہائی موصی لہ کو ملے گی اور باقی بھائی کا ہوگا اور اگر اس کی عدت گذرنے سے پہلے مرگیا تو پہلے اجنبی کا دین ادا کیا جائے گا پھر اگر بچ رہا تو اس کی تہائی موصی لہ کو پھر باقی کی چوتھائی [1] اور عورت مطلقہ کے واسطے جس قدر اقرار کیا ہے دونوں میں سے جو کم ہو وہ عورت کو دیا جائے گا اور باقی بھائی کو ملے گا یہ تحریر شرح جامع کبیر حصیری میں ہے اپنے غلام کو ہزار درم پر مکاتب کیا پھر اس نے اپنے مرض میں مولیٰ کے واسطے ہزار درم قرضہ کا اور اجنبی کے واسطے ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا اور اس کے ہاتھ میں ہزار درم تھے اس نے بعوض مال کتابت کے ادا کر دیے پھر مرگیا اور کچھ مال اس کے پاس نہیں ہے تو وہ آزاد مرا اور ان ہزار میں سے دو تہائی مولیٰ کو اور ایک تہائی اجنبی کو دیے جائیں گے اور اگر یہ ہزار درم مولیٰ کو قرضہ میں دیے یا نہ دیے ان کو چھوڑ کر مرگیا تو اجنبی کو ملیں گے کیونکہ مکاتب جب مرجائے اور کوئی مال ادائے کتابت کے لائق نہ چھوڑے تو بسبب عجز کے کتابت فسخ ہو جاتی ہے پس غلام رہ گیا اور مولیٰ کا اپنے غلام پر کچھ قرضہ نہیں ہوتا ہے پس حق مولیٰ باطل ہوا

[1] قولہ چوتھائی اور عورت الخ یعنی ماتھی کی چوتھائی دیکھی جائے اور جس قدر عورت کے لیے اقرار کیا وہ دیکھا جائے جو دونوں میں سے کم ہو وہ عورت کو ملے گا۔۱۲

یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر مکاتب نے کوئی بیٹا چھوڑا جو حال مکاتبت میں پیدا ہوا ہے تو یہ ہزار درم اجنبی لے لے گا اور مولیٰ اپنے قرضہ اور مال کتابت کے واسطے اس کے بیٹے کا دامنگیر ہوگا اور اگر مکاتب نے یہ ہزار درم اپنے مولیٰ کو اس کے قرضہ مقر بہ میں قبل موت کے ادا کر دیے پھر مرا اور ایک بیٹا چھوڑا جو حالت کتابت میں پیدا ہوا ہے تو بھی اجنبی یہ ہزار درم مولیٰ سے لے گا اور مولیٰ اپنے قرضہ اور مال کتابت کے واسطے اس کے بیٹے کا دامن گیر ہوگا اور جب مولیٰ[1] کو اس کے بیٹے نے قرضہ اور مال کتابت ادا کر دیا تو جو حکم اجنبی کے واسطے ہو چکا وہ نہ ٹوٹے گا اگر چہ دونوں قرضہ اس وقت قوت میں برابر ہو گئے ہیں یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے اپنے غلام کو ہزار درم پر مکاتب کیا اور وہ غلام اس وقت صحیح تھا اور زید اجنبی نے اس کو ہزار درم اس کی صحت میں قرض دیے پھر مکاتب بیمار ہوا پس مولیٰ نے اس کو گواہوں کے سامنے ہزار درم قرض دیے وہ اس کے پاس سے چوری کیے اور اس کے پاس ہزار درم تھے اس نے مولیٰ کا قرض ادا کر دیا پھر مر گیا تو مولیٰ ان درموں کا حقدار زیادہ ہے وہی لے گا اگر چہ مکاتب نے کچھ اور مال نہ چھوڑا ہو یہ تحریر شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔

ایک مکاتب کا اپنے مولیٰ پر حالت صحت کا قرض تھا اس نے اپنے مرض میں اقرار کیا کہ جو کچھ میرا مولیٰ پر تھا میں نے وصول پایا ہے اور اس پر حالت صحت کے قرضے ہیں اس نے مرض میں ان کا اقرار کیا پھر مر گیا اور کچھ مال نہ چھوڑا تو اس کے اس اقرار کی تصدیق نہ کی جائے گی جو مولیٰ کے واسطے کیا ہے یہ محیط میں ہے۔

مکاتب مریض نے اجنبی کے لیے ہزار درم کا اقرار کیا پھر مر گیا اور ہزار درم چھوڑے اور مال کتابت اس پر ہے تو اجنبی مال کتابت سے مقدم ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر اپنے مرض میں مولیٰ کے واسطے ہزار قرض کا اور ایسا ہی اجنبی کے واسطے اقرار کیا یا پہلے اجنبی کے واسطے پھر مولیٰ کے واسطے اقرار کیا پھر مرا اور ہزار درم چھوڑے تو پہلے اجنبی کو دیا جائے گا پھر باقی ہزار درم مولیٰ مال کتابت میں لے گا اور مکاتب آزاد ہو گیا اور جو اس کے حیات کا آخر جزء تھا اس میں آزاد ہونے کا حکم دیا جائے گا اور جو ہزار درم مولیٰ کے واسطے بطریق قرض کے اقرار کیے ہیں وہ باطل ہو گئے اور اگر دو ہزار سے کچھ زیادہ چھوڑے تو باقی مولیٰ اپنے قرضہ میں لے گا بشرطیکہ مولیٰ اس کا وارث نہ ہو مثلاً مکاتب کا کوئی عصبہ موجود ہو اور اگر مولیٰ اس کا وارث ہو تو اس کے حق میں اقرار باطل ہے اور زیادتی مولیٰ اور قرض خواہ کے درمیان تقسیم ہوگی اگر کوئی قرض خواہ ہو اور اگر نہ ہو تو مولیٰ کو عصبہ ہونے کی وجہ سے ملیں گے یہ تحریر شرح جامع کبیر حصیری میں ہے اور اگر مکاتب کے پاس جس دم بیمار ہوا ہے سو دینار ہوں اور اس نے اقرار کیا کہ یہ میرے پاس میرے مولیٰ کی ودیعت ہے پھر کسی اجنبی کے واسطے ہزار درم قرض کا اپنے اوپر اقرار کیا پھر مر گیا پھر ہزار درم اور وہ سو دینار جن کا اپنے مولیٰ کے واسطے اقرار کیا ہے ترکہ چھوڑا تو پہلے اجنبی کا ترکہ ادا کرنا شروع کیا جائے گا پس ہزار درم اس کو دے دیے جائیں گے پھر دینار فروخت کر کے اولاً بدل کتابت ادا کیا جائے گا پھر اگر کچھ بچا تو یہ مال اقرار کی وجہ سے مولیٰ کو دیا جائے گا لیکن اگر مولیٰ اس کے وارثوں میں سے ہو یعنی سوائے مولیٰ کے اس کا کوئی وارث بھی ہو تو اس صورت میں بچا ہوا مال میراث کے طور پر دیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر اپنے غلام کو ہزار درم پر مکاتب کیا اور مولیٰ نے اس کی صحت میں اس کو ہزار درم قرض دیے پھر مکاتب مر گیا اور ہزار درم و آزادہ عورت سے آزاد اولاد چھوڑی تو مولیٰ کے نام ہزار درم کتابت کی ڈگری ہوگی اور غلام کی آزادی کی ڈگری کی جائے گی اور

[1] مولیٰ مالک و مرد آزاد کنندہ ۱۲

اس کی اولاد کی ولاء اس کی ولاء کے ساتھ ملائی جائے گی۔ پھر اگر مولیٰ نے کہا کہ میں یہ ہزار درم قرض میں رکھتا ہوں یا قرض و بدل کتابت میں رکھتا ہوں تو اس کی بات پر التفات نہ کیا جائے گا اور اگر مکاتب نے ہزار درم سے زیادہ چھوڑے تو مولیٰ ہزار درم کتابت میں لے گا اور بڑھتی کو اس قرض میں لے لے گا جس کا اس نے اقرار کیا ہے پھر اگر قرض دے کر بھی کچھ بچا تو وہ اس کی آزاد اولاد میں تقسیم ہوگا یہ تحریر شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔

مرض الموت (وفات پاجانے والے مرض) میں ہزار درہم کو لقطہ کہنا ☆

ایک شخص نے اپنے غلام کو ہزار درم پر مکاتب کیا اور اس کے دو بیٹے آزاد ہیں اس نے ایک کے واسطے ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا اور ہزار درم کا مولیٰ کے واسطے اقرار کیا اور دو ہزار درم چھوڑ کر مر گیا تو دونوں ہزار مولیٰ لے لے گا اور اگر دو ہزار سے کم چھوڑے تو پہلے بیٹے کے قرضہ دینے سے شروع کیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر مریض نے اپنے ایسے مرض میں جس میں وہ مر گیا معین ہزار درم کا اقرار کیا کہ یہ میرے پاس لقطہ ہیں پھر مر گیا اور کچھ مال اس کے پاس سوائے اس کے نہیں نکلا پس اگر وارثوں نے اس کے قول کی تصدیق کی تو یہ مال میراث نہ ہوگا کہ باہم تقسیم کر لیں بلکہ اس کو صدقہ کر دیں گے اور اگر وارثوں نے اس کی تکذیب کی تو امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک تہائی میں اقرار صحیح ہے وہ صدقہ کر دیا جائے گا اور دو تہائی میں صحیح نہیں ہے پس ہزار کی دو تہائی وارثوں کو میراث تقسیم ہوگی اور امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک اقرار مریض صحیح نہیں ہے پس کل میراث میں تقسیم ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک شخص مرا اور اس کے تین بیٹے ہیں اس کے ایک پر ہزار درم قرض ہیں پس مریض نے حالت مرض میں اس کے وصول پانے کا اقرار کیا اور بیٹے قرض دار نے تصدیق کی اور اس کے ایک بھائی نے تصدیق کی اور تیسرے نے انکار کیا تو قرض دار دو تہائی سے بری ہو گیا ایک تہائی اپنا حصہ اور تہائی مصدق کا حصہ اور باقی ایک تہائی منکر[1] کو دینا پڑے گی اور اگر میت نے دوسرے ہزار درم بھی چھوڑے ہوں اور باہم تین حصہ کر کے انہوں نے تقسیم کیے تو اس میں سے ایک تہائی منکر کو ملے گی اور باقی دو تہائی جو مصدق[2] و قرض دار کے باقی ہیں اس میں سے قرض دار بیٹا ایک تہائی اپنے قرض ادا کی بابت جس کا منکر نے انکار کیا ہے لے لے گا اور باقی ایک تہائی مصدق اور قرض دار کے درمیان برابر تقسیم ہوگی۔ اگر مریض نے اپنے مرض میں اقرار کیا کہ میں نے اپنا غلام مثل قیمت پر اپنے فلاں بیٹے کے ہاتھ فروخت کیا درحالیکہ میں صحیح تھا اور اس کا ثمن وصول کر کے اپنی حاجت ذاتی میں صرف کیا اور غلام اس کے سپرد کر دیا پھر اس نے مجھے ودیعت رکھنے کو دیا ہے پھر مر گیا اور مقرلہ بیٹے نے اس کی تصدیق کی اور اس کے ایک بھائی نے تصدیق کی اور تیسرے نے تکذیب کی تو تہائی غلام کی بیع باطل ہو گئی یہ امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور دو تہائی کی بیع صحیح ہے اور مشتری کو خیار ہوگا اگر اس نے بیع تمام کر دی تو دو تہائی لے لے اور ایک تہائی ثمن اپنے اور مصدق کے حصہ میں سے ترکہ میں سے پھیرے اور اگر فسخ کر دی تو غلام تینوں کو تین حصہ ہو کر تقسیم ہوگا اور مقرلہ اپنا تمام ثمن اپنے اور مصدق کے حصہ میں سے غلام دوسرے مال سے وصول کرے گا بشرطیکہ میت کا کچھ اور مال ہو اور صاحبینؒ کے نزدیک بیع نہ ٹوٹے گی لیکن تہائی ثمن پھیر دے گا یہ کافی میں ہے۔

اگر بیع میں محاباۃ واقع ہوئی مثلاً غلام کی قیمت دو ہزار تھی اور مریض نے اقرار کیا کہ میں نے اس لڑکے کے ہاتھ ہزار درم کو اپنی صحت میں بیچا ہے اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو بقیہ اس قول امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے یہ صورت اور صورت اولیٰ یکساں ہے لیکن صاحبینؒ کے نزدیک محاباۃ وصیت ہے اور وصیت کسی وارث کے حق میں بدون اجازت باقی وارثوں کے جائز نہیں ہوتی ہے اور جب

---

[1] شخص انکار کنندہ ۱۲ [2] مصدق تصدیق کرنے والا شخص ۱۲

اس صورت میں منکر بیٹے کی طرف سے اجازت نہ پائی گئی تو غلام اس بیٹے مشتری کو بعوض اس ثمن کے جس کی باہم تصدیق کی ہے نہ دیا جائے گا پس اس کو خیار ہوگا چاہے بیع فسخ کر دے یا تمام کرے پس اگر تمام کرنا اختیار کیا تو تکذیب کرنے والے لڑکے کے حصہ میں ثمن کو پوری قیمت تک بڑھائے اس واسطے کہ اس کے حق میں وصیت نہیں جاری ہوگی بلکہ رد ہوگی پس مشتری دو ہزار کی تہائی منکر کے واسطے ڈانڈ دے گا آدھی قیمت اس میں سے حصہ محاباۃ اور آدھی حصہ ثمن ہوگی پھر مشتری نے جس قدر ڈانڈ دیا ہے اس کا آدھا یعنی ہزار کی تہائی اپنے اور مصدق کے حصہ میں سے ایک ہزار ترکہ سے واپس لے گا اور اگر عقد فسخ کیا تو غلام تینوں بیٹوں میں تین حصہ برابر ہو کر تقسیم ہوگا پھر مشتری اپنا تمام ثمن اپنے اور مصدق کے حصہ میں سے پورا کر لے گا پھر اگر مشتری نے یوں کہا کہ میں فقط منکر کے حصہ کی بیع توڑتا ہوں تو اس کو یہ اختیار ہے اور اگر منکر کے حصہ کی بیع توڑ دی تو تہائی ثمن اپنے حصہ اور مصدق کے حصہ میں سے واپس لے گا یہ محیط میں ہے۔

ساتواں باب☆

مورث کے مرنے کے بعد وارث کے اقرار کے بیان میں

ایک شخص مر گیا اور ہزار درم اور ایک بیٹا چھوڑا پس لڑکے نے کلام موصول میں بیان کیا کہ اس زید کے میرے باپ پر ہزار درم اور اس عمرو کے ہزار درم ہیں تو ہزار درم ترکہ کے دونوں کو برابر تقسیم ہوں گے اور اگر زید کے واسطے پہلے اقرار کیا پھر خاموش رہا پھر عمرو کے واسطے اقرار کیا تو زید ہزار درم کا زیادہ حقدار ہے یعنی اسی کو یہ ترکہ ملے گا پھر اگر یہ ہزار درم زید کو بحکم قاضی دیے تو عمرو کے واسطے کچھ ضامن نہ ہوگا اور اگر بدون حکم قاضی دے دے تو عمرو کے واسطے پانچ سو درم کا ضامن ہوگا اور اگر کلام موصول میں یوں اقرار کیا کہ زید کے میرے باپ پاس یہ ہزار درم ودیعت تھے اور عمرو کے اس پر ہزار درم دین ہیں تو زید کو یہ متروکہ درم ملیں گے وہ مقدم ہے اور اگر یوں کہا کہ عمرو کے میرے باپ پر ہزار درم ہیں اور یہ ہزار درم اسی کے پاس زید کی ودیعت ہیں تو دونوں باہم حصہ بانٹ کر لیں گے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر وارث سے زید نے کہا کہ یہ ہزار درم ترکہ کے میرے تیرے باپ کے پاس ودیعت تھے اور عمرو نے کہا میرا تیرے باپ پر ہزار درم دین ہے پس وارث نے کہا کہ تم دونوں اس قول میں سے ہو یعنی اس نے دونوں کے واسطے اقرار کیا تو امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دونوں اقرار صحیح ہیں اور ہزار درم دونوں میں برابر تقسیم ہوں گے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ پورے ہزار درم ودیعت والے کو ملیں گے اور عمرو کے واسطے اقرار صحیح نہیں ہے کذافی المحیط۔

اگر کہا کہ زید[1] کے میرے باپ پر ہزار درم دین ہیں تو بحکم قاضی زید کو ہزار درم دے دیے پھر عمرو کے واسطے دوسرے ہزار درم اپنے باپ پر ہونے کا اقرار کیا تو امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے واسطے کچھ اس میں سے ضامن نہ ہوگا اور اگر پہلے کو ہزار درم بدون حکم قاضی دے دیے تو دوسرے کے واسطے پانچ سو درم کا ضامن ہوگا اور اگر کہا کہ زید کے میرے باپ پر ہزار درم ہیں نہیں بلکہ عمرو کے ہیں پھر بحکم قاضی زید کو ہزار درم دیدیے تو دوسرے کے واسطے کچھ ضامن نہ ہوگا اور اگر بدون حکم قاضی دے دیے تو عمرو کے واسطے اس کی مثل ہزار درم کا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر ایک شخص مر گیا اور دو بیٹے اور دو ہزار درم چھوڑے پس ہر ایک نے ایک ہزار درم لیے پھر زید نے دونوں کے باپ پر

---

[1] قولہ اور اگر کہا یا اسی صورت مفروضہ پر کہ میت نے ہزار درم چھوڑے ۱۲

ہزار درم کا دعویٰ کیا اور عمرو نے بھی ہزار درم کا دعویٰ کیا پھر دونوں نے ایک کے واسطے خاص اقرار کر دیا اور فقط ایک نے دوسرے کے واسطے اقرار کیا اور یہ دونوں اقرار معاً واقع ہوئے پس جس کے واسطے اقرار پر دونوں نے اتفاق کیا ہے وہ ہر ایک سے پانچ سو درم لے لے گا اور اگر دونوں نے ان دونوں سے کچھ نہ لیا یہاں تک کہ جس کے واسطے دونوں نے اقرار کیا تھا وہ غائب ہو گیا اور جس کے واسطے ایک نے اقرار کیا وہ حاضر ہوا اور اس کو حاکم کے پاس لایا اور کہا کہ میرے اس کے باپ میت پر ہزار درم ہیں اور اس نے اقرار کیا ہے پس وارث نے اس کی تصدیق کی اور قاضی کو یہ بھی خبر دی کہ میں نے دوسرے مدعی کے واسطے بھی اقرار کیا ہے تو قاضی اس پر پورے ہزار کی ڈگری کرے گا پھر اگر دوسرا آیا اور اس نے دوسرے بھائی کو قاضی کے سامنے پیش کیا تو اس پر بھی پورے ہزار کی ڈگری کی جائے گی اور کوئی بھائی دوسرے بھائی سے کچھ نہیں واپس لے سکتا ہے۔ اسی طرح اگر میراث دینار ہوں یا کوئی کیلی یا وزنی چیز ہو اور دین بھی اسی کے مثل ہو تو بھی یہی حکم ہوگا کذا فی الحاوی۔

زید مر گیا اور اس کے دو بیٹے چھوٹا عمرو اور بڑا خالد باقی رہے اور اس نے دو غلام چھوڑے دونوں نے ایک ایک تقسیم کر لیا اور وہ دونوں غلام ہزار ہزار درم کے تھے پھر دونوں نے اقرار کیا کہ ہمارے باپ نے اپنی صحت میں یہ غلام جو عمرو کے پاس ہے آزاد کیا تھا اور خالد نے اپنے مقبوضہ غلام کی نسبت بھی ایسا ہی اقرار کیا اور دونوں اقرار معاً واقع ہوئے تو غلام دونوں آزاد ہیں اور خالد عمرو کو اپنے غلام کی آدھی قیمت کی ضمان دے اور ایسا ہی حکم ودیعت میں ہے اور اگر دونوں نے ایک کی نسبت شعیب کی ودیعت ہونے کا اور فقط ایک نے دوسرے کی نسبت بکر کی ودیعت ہونے کا اقرار کیا تو یہ صورت اور عتق کی صورت یکساں ہے اور اگر ترکہ دو ہزار درم ہو اور ہر ایک نے ایک ایک ہزار لیا پھر ایک نے ایک شخص کے واسطے پانچ سو درم قرض کا اقرار کیا کہ میرے باپ پر تھا اور قاضی نے اس پر پانچ سو کی ڈگری کر دی پھر دونوں نے ایک دوسرے شخص کے واسطے ہزار درم قرض کا اپنے باپ پر اقرار کیا تو ہزار کی دونوں پر تین تہائی ہو کر ڈگری ہوگی اور اگر اوّل نے ہزار کا اقرار کیا اور بحکم قاضی قرض خواہ کو دے دیے پھر دونوں نے دوسرے کے واسطے ایک ہزار کا اقرار کیا تو جو ہزار درم منکر کے قبضہ میں ہیں ان کے دینے کا حکم کیا جائے گا اور پہلا مقر کچھ ضامن نہ ہوگا۔ اگر دونوں نے اولاً سو درم کا اقرار کیا پھر ایک نے دوسرے قرض خواہ کے واسطے دوسرے سو درم کا اقرار کیا تو پہلے سو درم دونوں پر آدھے آدھے پڑیں گے اور اگر متفق علیہ[1] قرض خواہ نے ایک ہی سے سو درم لے لیے تو وہ دوسرے سے اس کے نصف لے لے گا اور اگر ایک نے پہلے کسی کے واسطے سو درم کا اقرار کیا پھر دونوں نے دوسرے کے واسطے سو درم کا اقرار کیا تو پہلا مقرلہ اپنے مقر سے سو درم اس کے مقبوضہ ترکہ سے لے لے گا اور جس سو درم پر دونوں نے بالاتفاق اقرار کیا ہے وہ دونوں کے مال سے لیا جائے گا اور اُنیس حصوں میں تقسیم ہوگا اور اگر قرض خواہ نے ایک ہی سے سو درم لیے لیے تو وہ دوسرے بھائی سے بقدر اس کے حصہ کے لے لے گا۔ اسی طرح اگر دونوں اقرار معاً واقع ہوئے تو جس نے سو درم کا اقرار کیا ہے وہ اسی کے حصہ میں سے خاصتہً لیے جائیں گے اور جس پر دونوں نے اتفاق کیا ہے وہ انیس حصہ ہو کر دونوں سے لیا جائے گا یہ مبسوط میں ہے۔

ایک شخص نے تین بیٹے زید و عمرو و بکر چھوڑے اور تین ہزار درم ترکہ چھوڑا اس کو سب نے بانٹ لیا پھر خالد نے ان کے باپ پر تین ہزار درم کا دعویٰ کیا اور زید نے سب کے دعویٰ میں تصدیق کی اور عمرو نے دو ہزار میں تصدیق کی اور بکر نے ایک ہزار میں تصدیق کی تو خالد ایک ہزار تینوں سے تین تہائی کر کے لے لے گا اور زید و عمرو سے ایک ہزار آدھا آدھا کر کے لے لے گا اور پھر زید سے جو کچھ اس کے پاس باقی ہے وہ لے لے گا یہ امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک زید

[1] قولہ متفق علیہ قرض خواہ یعنی جس کی نسبت دونوں نے اقرار کیا ہے ۱۲

سے ہزار درم اور عمرو سے ہزار درم اور بکر سے تہائی ہزار لے لے گا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ تینوں بیٹے اس کو ایک بارگی مل گئے ہوں اور اگر متفرق ملے ہوں پس اگر بکر سے پہلے ملا تو اس سے ہزار درم لے لے گا پھر اگر اس کے بعد عمرو سے ملا تو اس سے ہزار درم مقبوضہ لے لے گا ایسے ہی اگر زید سے اس کے بعد ملا تو جو کچھ اس نے پایا ہے سب اس سے لے لے گا اور کتاب میں یہ مذکور نہیں ہے کہ آیا عمرو و بکر مقرلہ سے یعنی خالد سے کچھ واپس لیں گے یا نہیں اور مشائخ نے فرمایا کہ واجب ہے کہ بکر اس سے دو تہائی ہزار درم واپس کر لے باتفاق صاحبینؒ کے لیکن عمرو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کچھ واپس نہ کرے گا اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چھٹا حصہ ہزار کا واپس لے گا یہ حکم اس وقت ہے کہ خالد پہلے بکر سے ملا ہو اور اگر پہلے زید سے ملا تو اس سے ہزار درم لے لے گا پھر عمرو سے ملا تو اس سے ہزار درم لے لے گا اور پھر بکر سے ملا تو اس کے مقبوضہ سے تہائی لے لے گا بشرطیکہ بکر اس کا مقر ہو کہ میرے دونوں بھائیوں نے خالد کے واسطے ہزار سے زیادہ کا اقرار کیا ہے اور اگر اس زیادتی کے اقرار سے منکر ہے تو خالد اس سے کچھ نہیں لے سکتا ہے پھر زید بکر سے کچھ نہیں واپس کر سکتا ہے اور ایسا ہی اوسط بھی اور یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چھٹا حصہ ہزار زیادتی کو واپس لے سکتا ہے اور بکر قرض خواہ سے چھٹا حصہ ہزار واپس کر لے گا اور اگر اوّلاً عمرو سے ملا تو ہزار اس سے لے لے گا پھر اگر بکر سے اس کے بعد ملا تو اس کا وہی حکم ہے جو سابق میں مذکور ہوا یعنی اس سے لے سکتا ہے بشرطیکہ وہ مقر ہو کہ دونوں بھائیوں نے ہزار سے زیادہ کا اقرار کیا ہے ورنہ نہیں لے سکتا ہے پھر اگر اوّل کے بعد زید سے ملا تو اس کے ہزار درم مقبوضہ لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

میت کی بابت قرض وصول کرنے کا دعویٰ اور وارثین میں سے ایک کا اقرار اور دوسرے کا انکار ☆

ایک شخص مر گیا اور دو بیٹے چھوڑے کہ ان کے سوائے اس کا کوئی وارث نہیں ہے اور زید پر ایک ہزار درم قرض چھوڑ گیا پس زید نے کہا کہ میت نے مجھ سے اپنی زندگی میں پانچ سو درم وصول کر لیے تھے اور ایک بیٹے نے اس کی تصدیق کی اور اس کا نام خالد ہے اور دوسرے نے عمرو کی تصدیق نہ کی تو عمرو کو اختیار ہے کہ زید سے باقی پانچ سو درم وصول کر لے اور خالد اس سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر زید نے پورے ہزار درم کا دعویٰ کیا کہ میت نے مجھ سے وصول کر لیے تھے اور خالد نے تصدیق اور عمرو نے تکذیب کی تو بھی عمرو اس سے پانچ سو درم لے سکتا ہے اور خالد زید سے کچھ نہیں لے سکتا ہے لیکن زید کو اختیار ہے کہ عمرو سے قسم لے کہ واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ میرے باپ نے تجھ سے ہزار درم وصول کر لیے تھے پس اگر عمرو نے قسم کھالی اور پانچ سو درم زید سے لے لیے اور میت نے سوائے ان ہزار درم دین کے اور ایک ہزار درم چھوڑے ہیں اور یہ درم دونوں بیٹوں نے باہم تقسیم کر لیے تو زید کو اختیار ہے کہ خالد سے جس نے اس کی تصدیق کی ہے اس کے ورثہ کے پانچ سو درم واپس کر لے یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک شخص مر گیا اور ایک بیٹا زید نام اور ہزار درم چھوڑے پس ایک شخص عمرو نے میت پر ہزار درم قرضہ کا دعویٰ کیا اور زید نے اس کی تکذیب کی مگر پہلے قرض خواہ عمرو نے اس کی تصدیق کی اور خالد نے عمرو کے قرضہ سے انکار کیا تو اس کے انکار پر التفات نہ کیا جائے گا اور دونوں قرض خواہ ہزار درم قرضہ کے باہم برابر تقسیم کر لیں اور اسی طرح اگر دوسرے قرض خواہ نے تیسرے قرض خواہ کی تصدیق کی تو تیسرا قرض خواہ دوسرے کے مقبوضہ سے آدھا بانٹ لے گا کذا فی الحاوی۔

آٹھواں باب☆

مقر[1] اور مقرلہ[2] کے درمیان اختلاف واقع ہونے کے بیان میں

زید نے عمرو سے کہا کہ میں نے تجھ سے ہزار درم ودیعت کے اور ہزار درم غصب کے لیے ہیں پھر ودیعت ضائع ہوگئی اور وہ ہزار درم غصب کے باقی ہیں اور مقرلہ نے کہا کہ نہیں بلکہ غصب تلف ہوگیا اور ودیعت باقی ہے تو مقرلہ کا قول مقبول ہوگا یہ درم مقر سے لے لے گا اور ایک ہزار درم دوسرے ضمان سے لے گا اور اسی طرح اگر مقرلہ نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے دو ہزار درم غصب کیے تھے تو بھی حکم یہی ہوگا اور اگر مقر نے کہا کہ تو نے مجھے ایک ہزار درم ودیعت دیئے اور میں نے تجھ سے ایک ہزار درم غصب کر لیے پھر ودیعت تلف ہوگئی اور غصب کے درم باقی رہے اور مقرلہ نے کہا کہ نہیں بلکہ غصب کے تلف ہو گئے ہیں تو مقر کا قول قبول ہوگا مقرلہ اس سے ہزار درم لے لے گا اور زیادہ کچھ ضمان نہیں لے سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

زید نے عمرو سے کہا کہ میں نے تجھ سے ہزار درم ودیعت لیے وہ تلف ہو گئے اور عمرو نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے غصب کر لیے تھے تو زید ضامن ہوگا کیونکہ اس نے ضمانت کے سبب کا یعنی لینے کا اقرار کیا پھر ایسے امر کا دعویٰ جس سے ضمان سے بری ہو جانے یعنی لینے کی اجازت کا دعویٰ کیا اور عمرو اس سے منکر ہے اس لیے منکر کا قول قسم سے معتبر ہوگا اور زید پر بسبب اس کے اقرار کے ضمان لازم ہوگی لیکن اگر عمرو قسم سے نکول کرے تو ضمانت لازم نہ ہوگی کیونکہ اقرار اجازت کہ جو دافع ضمان ہے لازم آئے گا اور اگر کہا کہ تو نے مجھے ہزار درم ودیعت دیئے تھے اور وہ تلف ہو گئے اور عمرو نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے غصب کر لیے تھے تو زید ضامن نہ ہوگا کیونکہ اس نے سبب ضمان کا اقرار نہیں کیا ہے بلکہ دینے کا اقرار کیا ہے اور یہ مقرلہ یعنی عمرو کا فعل ہے موجب ضمان زید پر نہیں ہوگا لیکن عمرو اس پر ضمان کا دعویٰ کرتا ہے یعنی غصب کا پس اس صورت میں منکر یعنی زید کا قول قسم سے معتبر ہوگا لیکن اگر زید اس صورت میں قسم سے نکول کرے تو اس پر مال لازم آئے گا یہ کافی میں ہے۔

ایک شخص نے دو ٹٹو ایک حیرہ تک دوسرا اس سے آگے قادسیہ تک کرایہ کیے اور دونوں کو لاد کر قادسیہ میں لایا اور وہاں ایک ٹٹو مر گیا پس مالک نے کہا کہ وہ مرا ہے جس کو تو نے حیرہ تک کرایہ کیا تھا اور تجھ پر اس کی ضمان دینی واجب ہے اور متاجر نے کہا کہ نہیں بلکہ وہ مرا ہے جس کو میں نے قادسیہ تک کرایہ کیا تھا تو مالک کا قول قبول ہوگا اور متاجر[3] سے ضمان لے گا یہ تحریر شرح جامع کبیر میں ہے اگر زید نے عمرو سے کہا کہ میں نے تجھے ہزار درم قرض دیئے پھر تجھ سے لے لیے تو زید پر واجب ہوگا کہ یہ درم عمرو کو دے یہ تبیین میں ہے۔

اگر زید نے اقرار کیا کہ میں نے عمرو کو جو ہزار درم قرض دیئے تھے وہ اس سے وصول کر کے قبضہ کر لیے اور عمرو نے کہا کہ تو نے مجھ سے یہ مال لیا ہے حالانکہ تیرا مجھ پر کچھ نہ تھا تو مجھے واپس کر دے تو زید کو واپس کر دینے پر مجبور کیا جائے گا مگر پہلے عمرو یہ قسم کھا لے کہ زید کا مجھ پر کچھ نہ تھا۔ اسی طرح اگر زید نے اقرار کیا کہ میں نے ہزار درم عمرو سے جو میں نے اس کو ودیعت دیئے تھے یا ہبہ میں دیئے تھے لے لیے پس عمرو نے کہا کہ یہ میرا مال ہے تو نے مجھ سے لے لیا ہے تو زید پر واپس کرنا واجب ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر زید نے کہا کہ میں نے تجھ سے یعنی عمرو سے ہزار درم خالد کی وکالت میں وصول کیے کہ خالد کے تجھ پر ہزار درم آتے تھے یا تو نے خالد کو ہزار درم ہبہ کیے تھے اس نے مجھے تجھ سے یہ درم وصول کرنے کا وکیل کیا تھا میں نے اس کے لیے وصول کر لیے اور

---

[1] شخص اقرار کنندہ ۱۲ [2] وہ شخص جس کے واسطے مقر نے اقرار کیا ۱۲ [3] اجارہ لینے والا شخص ۱۲

یہ درم اس کو دے دیئے تو زید ضامن[1] ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر زید نے کہا کہ میں نے اپنے گھر میں اس عمرو کو بسایا تھا پھر اس میں سے نکال دیا اور اس نے مجھے میرا گھر دے دیا اور عمرو نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر میرا ہے تو استحساناً زید کا قول مقبول ہوگا اور عمرو کو گواہ پیش کرنے چاہئے ہیں۔ یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ عمرو کا قول قبول ہوگا اور یہ قیاس ہے اور علیٰ ہذا الخلاف اگر زید نے کہا کہ یہ ٹٹو میرا ہے میں نے عمرو کو عاریت دیا تھا پھر اس سے لے کر قبضہ کر لیا یا یہ کپڑا میرا ہے میں نے اس کو عاریت دیا تھا پھر اس سے لے کر قبضہ کیا تو یہ بھی مثل صورت سابق کے ہے اسی طرح اگر زید نے کہا کہ عمرو درزی نے میری میری یہ قمیص نصف درم میں سی ہے اور میں نے اس سے وصول رلی اور عمرو درزی نے کہا کہ یہ قمیص میری ہے میں نے تجھ کو عاریت دی ہے تو یہ بھی مثل صورت سابق کے ہے ایسے ہی اگر کوئی کپڑا رنگریز کو دیا اور یہ اختلاف واقع ہوا تو بھی یہی حکم ہے کذا فی المبسوط۔ اگر درزی وغیرہ کے مسئلہ میں یہ نہ کہا کہ میں نے اس سے وصول کر لی ہے تو بالاتفاق واپس نہ کرے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر یہ بات معروف ہو کہ یہ گھر یا کپڑا یا ٹٹو اسی زید مقر کا ہے اور اس نے کہا کہ میں نے عمرو کو عاریت دیا تھا پھر عمرو سے وصول کر لیا تو زید ہی کا قول قبول ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر زید نے کہا کہ میں نے عمرو کے گھر میں اپنا کپڑا رکھ دیا پھر اس کو لے لیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ضامن نہ ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر درزی نے کہا کہ یہ کپڑا زید کا ہے مجھے عمرو نے دیا ہے پھر دونوں نے اس کا دعویٰ کیا تو پہلے مقر لہ یعنی زید[2] کا ہوگا اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عمرو کے واسطے کچھ ضامن نہ ہوگا اور صاحبینؒ کے نادیک ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

زید نے عمرو سے کہا کہ میں نے تجھ سے یہ کپڑا اعارۃً لیا ہے اور عمرو نے کہا کہ تو نے مجھ سے بیعاً (بطور بیع کے) لیا ہے تو زید کا قول قبول ہوگا اور یہ اس وقت ہے کہ اس نے پہنا نہ ہو اور اگر پہن لیا ہے اور تلف ہو گیا تو ضامن ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔

زید نے عمرو سے کہا کہ میں نے تجھ سے یہ دراہم ودیعت لیے ہیں اور عمرو نے کہا کہ تو نے مجھ سے قرض لیے ہیں تو زید کا قول مقبول ہوگا کذا فی خزانۃ المفتین۔

اگر زید نے کہا کہ تو نے مجھے ہزار درم قرض دیئے ہیں اور عمرو نے کہا کہ تو نے مجھ سے غصب کر لیے تو زید ان درموں کا ضامن ہوگا لیکن اگر وہ درم بعینہٖ قائم ہوں تو عمرو ان کو لے سکتا ہے کذا فی الحاوی۔

زید نے عمرو سے کہا کہ یہ ٹٹو جو میرے ہاتھ میں ہے تو نے مجھے عاریت دیا ہے اور عمرو نے کہا کہ میں نے تجھے عاریت نہیں دیا ہے بلکہ تو نے مجھ سے غصب کر لیا ہے پس اگر زید نے اس پر سواری نہیں لی تو اسی کا قول مقبول ہوگا اور ضامن نہ ہوگا اور اگر سواری لی ہے تو اسی کا قول مقبول لیکن وہ ضامن ہوگا۔ اسی طرح اگر کہا کہ تو نے اس کو عاریۃً میرے سپرد کر دیا ہے یا اس کو عاریۃً عطا کیا ہے تو بھی اس پر ضمان نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر زید نے کہا کہ میں نے تجھ سے عاریۃً لیا ہے اور عمرو نے انکار کیا تو زید ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ زید نے عمرو سے کہا کہ میں نے تجھ سے ہزار درم غصب کیے اور اس میں دس ہزار درم کا نفع اٹھایا اور عمرو نے کہا کہ میں نے تجھے اس کا خود حکم کیا تھا تو عمرو کا قول قبول ہوگا اور اگر عمرو نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے پورے دس ہزار درم غصب کر لیے ہیں تو زید کا قول قبول ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔

---

[1] قولہ ضامن یعنی جبکہ عمرو منکر ہو کر مطالبہ کرے ۱۲ [2] اسی کو دلایا جائے گا ۱۲

زید نے عمرو سے کہا کہ یہ تیرے ہزار درم میرے پاس ودیعت ہیں عمرو نے کہا کہ ودیعت نہیں ہیں میرے تجھ پر ہزار درم قرض یا ثمن بیع کے ہیں پھر زید نے دین و ودیعت سے انکار کیا اور عمرو نے چاہا کہ میں جس دین کا دعویٰ کرتا ہوں اس کے ادا میں ودیعت کے ہزار درم لے لوں تو یہ اختیار اس کو نہ ہوگا کیونکہ پہلا اقرار ودیعت بسبب عمرو کے رد کرنے کے باطل ہوگیا اور اگر عمرو نے کہا کہ ودیعت نہیں ہیں لیکن میں نے تجھے یہی ہزار درم بعینہٖ قرض دیئے تھے اور زید نے قرض سے انکار کیا تو عمرو بعینہٖ یہی ہزار درم لے سکتا ہے لیکن اگر زید نے اس کے قرض دینے کی تصدیق کی تو عمرو کو بعینہٖ یہی ہزار درم لینے کا اختیار نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ثمن متاع کی بابت دعویٰ☆

اگر زید نے ہزار درم قرض یا غصب کا اقرار کیا اور عمرو نے ثمن (۱) ہونے کا دعویٰ کیا یا ثمن غلام یا باندی ہونے کا دعویٰ کیا تو زید پر دینا روا جب ہے کذا فی الکافی۔

اگر زید نے کہا کہ مجھ پر عمرو کے ہزار درم ثمن متاع کے ہیں اور عمرو نے کہا کہ میرے اس پر ہزار درم ثمن متاع کے ہرگز کبھی نہیں ہیں لیکن میرے اس پر ہزار درم قرض کے ہیں تو اس کو ہزار درم ملیں گے اور اگر یہ کہہ کر کہ میرے کبھی اس پر ثمن متاع کے ہزار درم نہیں ہیں چپ ہو رہا پھر دعویٰ کیا کہ ہزار درم قرض کے ہیں تو تصدیق نہ کی جائے گی یہ محیط میں ہے۔

اگر زید نے اقرار کیا کہ عمرو کے مجھ پر ہزار درم ایک متاع کے ثمن کے ہیں کہ اس نے میرے ہاتھ فروخت کی تھی لیکن میں نے اس پر قبضہ نہیں کیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی تصدیق نہ کی جاوے گی خواہ اس نے اپنا یہ قول کہ لیکن میں نے اس پر قبضہ نہیں کیا ملا کر کہا ہو یا جدا کر کے بیان کیا ہو خواہ عمرو اس کے سبب کے بارہ میں یعنی بیع میں تصدیق کرے یا تکذیب کرے اور صاحبینؒ نے فرمایا اگر ملا کر بیان کیا تو تصدیق کی جائے گی خواہ عمرو نے بیع واقع ہونے میں اس کی تصدیق کی ہو یا تکذیب کی ہو اور اگر جدا کر کے بیان کیا پس اگر عمرو نے بیع واقع ہونے میں اس کی تکذیب کی مثلاً یوں کہا کہ میرے ہزار درم اس پر قرض ہیں تو زید کے اس قول کی کہ لیکن میں نے اس پر قبضہ نہیں کیا ہے تصدیق نہ کی جائے گی اور دونوں اماموں کے نزدیک اس پر مال لازم ہوگا اور اگر عمرو نے اس کی وقوع بیع میں تصدیق کی مثلاً یوں کہا کہ میرے تجھ پر ہزار درم ثمن متاع کے ہیں جو میں نے تیرے ہاتھ فروخت کی تھی اور تو نے مجھ سے وصول کر لی ہے اور زید نے کہا ہے کہ میں نے وصول نہیں کی اور یہ کلام اس کا اپنے اقرار سابق سے جدا ہے تو ایسی صورت میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اوّلاً فرماتے تھے کہ تصدیق نہ کی جائے گی جیسا کہ عمرو کی تکذیب بیع کی صورت میں تھا پھر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے رجوع کر کے فرمایا کہ تصدیق کی جائے گی خواہ اس نے ملا کر بیان کیا ہو یا جدا کر کے کہا ہو اور یہی قول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کذا فی الذخیرہ۔

اگر زید نے اقرار کیا کہ عمرو کے مجھ پر اس غلام کے جو زید کے قبضہ میں تھا ہزار درم دام ہیں پس اگر عمرو نے اس کی تصدیق کی تو زید پر ہزار درم لازم ہوں گے اور اگر عمرو نے کہا کہ یہ غلام تو میرا ہے میں نے تیرے ہاتھ اس کے سوائے دوسرا غلام فروخت کیا ہے اور تو نے مجھ سے لے لیا ہے تو زید پر کچھ نہیں لازم آئے گا اور اگر عمرو نے یوں کہا کہ یہ غلام تو تیرا ہی ہے میں نے تیرے ساتھ اس کے سوائے دوسرا غلام بیچا ہے اور تو نے اس پر قبضہ کر لیا ہے اور میرے تجھ پر ہزار درم ہیں اس کے دام چاہئیں ہیں تو زید پر ہزار درم لازم آئیں گے یہ محیط میں ہے۔

(۱) یعنی مطلقاً بدوں بیان مبیع کے ۱۲

اگر زید نے اقرار کیا کہ مجھ پر عمرو کے ہزار درم اس غلام کے دام ہیں جو عمرو کے ہاتھ میں ہے پس اگر عمرو نے تصدیق کی تو غلام اس کو دے کر اپنے دام لے لے اور اگر عمرو نے کہا کہ یہ غلام تو تیرا ہی ہے میں نے تیرے ہاتھ اسکے سوائے دوسرا فروخت کیا ہے تو زید پر مال لازم آئے گا کذا فی المبسوط۔

اگر یوں کہا کہ یہ غلام تو میرا ہے میں نے تیرے ہاتھ نہیں فروخت کیا تو زید پر کچھ لازم نہ آئے گا یہ ہدایہ میں ہے۔

اگر کہا کہ یہ میرا غلام ہے میں نے تیرے ہاتھ نہیں فروخت کیا ہے تیرے ہاتھ میں نے دوسرا فروخت کیا ہے تو اس پر کچھ لازم نہ آئے گا اور اس کتاب کے آخر میں مذکور ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ دونوں میں سے ہر ایک سے دوسرے کے دعویٰ پر قسم لی جائے گی اور یہی صاحبینؒ کا قول ہے کذا فی المبسوط اور یہی صحیح ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان ہے۔ اگر دونوں نے قسم کھالی تو مال باطل ہو گیا کذا فی الہدایہ والکافی۔

اگر اس صورت میں غلام تیسرے شخص خالد کے قبضہ میں ہو پس اگر عمرو نے زید کی تصدیق کی اور عمرو کو یہ غلام زید کے سپرد کر دینا ممکن ہے تو زید پر مال لازم آئے گا ورنہ نہیں کذا فی الخلاصہ۔

اگر زید نے کہا کہ میں نے عمرو سے ایک چیز ہزار درم کو مول لی لیکن اس پر قبضہ نہیں کیا ہے تو بالاجماع زید کا قول قبول ہو گا یہ کافی میں ہے۔

اگر زید نے اقرار کیا کہ میں نے اپنا یہ غلام عمرو کے ہاتھ فروخت کیا اور دعویٰ کیا کہ میں نے دام نہیں پائے تھے داموں کے واسطے اس کو روک لیا تھا تو روکنے کا اس کو اختیار ہے اور اگر عمرو نے انکار کیا تو زید ہی کا قول قبول ہو گا یہ تبیین میں ہے زید نے کہا کہ عمرو کے ہزار درم شراب یا سور کے دام مجھ پر آتے ہیں تو مال اس کے ذمہ لازم ہو گا اور سبب کے بارہ میں سچا نہ سمجھا جائے گا اگر عمرو نے اس کے اس سبب سے تکذیب کی خواہ اس نے یہ سبب اپنے اقرار سے ملا کر بیان کیا ہو یا جدا بیان کیا ہو یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اسی طرح اگر سو درم قمار یعنی جوئے کے سبب سے ہونے کا اقرار کیا تو بھی یہی حکم[1] ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور اگر عمرو نے زید کے تمام قول کی مع سبب کے تصدیق کی تو بالاتفاق کسی کے نزدیک اس پر کچھ لازم نہ آئے گا کذا فی الذخیرہ۔

اگر زید نے کہا کہ عمرو کے ہزار درم مجھ پر حرام یا سود کے ہیں تو یہ درم اس پر لازم ہوں گے اور اگر کہا کہ عمرو کے ہزار درم مجھ پر زور یا باطل کے ہیں پس اگر عمرو نے اسکی تصدیق کی تو اس پر کچھ لازم نہ ہو گا اور اگر تکذیب کی تو مال زید پر لازم ہو گا یہ تبیین میں ہے۔

اگر زید نے کہا کہ مجھ پر ہزار درم ثمن متاع کے ہیں یا عمرو سے کہا کہ تو نے مجھے ہزار درم قرض دیئے ہیں پھر کہا کہ یہ درم زیوف یا نبہرہ یا ستوقہ یا رصاص ہیں یا کہا مگر یہ درم زیوف ہیں یا کہا کہ عمرو کے مجھ پر ہزار درم زیوف ایک متاع کے دام ہیں اور عمرو نے کہا جیاد یعنی کھرے ہیں تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خواہ کھوٹے ہونا اقرار کے ساتھ ملا کر بیان کرے یا جدا کر کے بیان کرے اس پر کھرے درم لازم ہوں گے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اگر ملا کر بیان کیا ہے تو تصدیق کی جائے گی اور اگر جدا بیان کیا تو نہ کی جائے گی اور اگر زید نے کہا کہ عمرو کے مجھ پر ہزار درم زیوف ہیں اور بیع یا قرض کا کچھ ذکر نہ کیا تو بعض نے کہا کہ اگر زیوف کو ملا کر بیان کیا تو بالاجماع تصدیق کی جائے گی اور بعض نے کہا کہ یہ بھی مختلف فیہ[2] ہے کذا فی الکافی۔

اگر چہ غصب یا ودیعت کے مال کا اقرار کیا اور کہا کہ یہ درم نبہرہ یا زیوف تھے تو خواہ نبہرہ یا زیوف ہونے کو ملا کر بیان کرے یا الگ بیان کرے اس کی تصدیق کی جائے گی اور اگر غصب یا ودیعت میں ستوق یا رصاص ہونا بیان کیا پس اگر ملا کر کہا تو تصدیق کی

[1] یعنی مال لازم اور قمار کے سبب میں غیر مصدق ہو گا ۱۲ [2] قولہ یعنی اس میں بھی امام و صاحبینؒ میں اختلاف ہے ۱۲

جائے گی اور اگر الگ بیان کیا تو تصدیق نہ کی جائے گی یہ مبسوط میں ہے۔

اگر کہا کہ زید کے ہزار درم ثمن متاع کے مجھ پر ہیں یا کہا کہ زید نے ہزار درم مجھے قرض دیئے ہیں یا کہا کہ ودیعت دیئے ہیں یا کہا کہ میں نے ہزار درم غصب کر لیے ہیں پھر کہا کہ مگر یہ درم اس قدر ناقص تھے پس اگر یہ کلام اقرار مذکور سے ملا کر بیان کیا تو تصدیق ہوگی ورنہ نہیں اور اگر جدا بیان کرنا بسبب ضرورت انقطاع [1] کے واقع ہو تو وہ بمنزلہ متصل بیان کرنے کے ہے کذانی الکافی۔ اسی پر فتویٰ ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

زید نے کہا کہ میں نے عمرو سے ہزار درم قبضہ کر لیے پھر کہا کہ یہ درم زیوف تھے تو اس کا قول قبول ہوگا اور اگر ستوق بیان کیے تو قبول نہ ہوگا اور اگر زید نے کچھ نہ بیان کیا اور مر گیا پھر اس کے وارث نے کہا کہ یہ درم زیوف تھے تو اس کی تصدیق نہ ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے۔

مضاربت اور غصب کی صورت میں اگر مقرلہ مر گیا پھر اس کے وارثوں نے بیان کیا کہ یہ درم مضاربت یا غصب کے زیوف تھے تو انکی تصدیق نہ کی جائے گی کذانی المحیط اور یہی حکم ودیعت میں ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر زید نے اپنی اور عمرو کی شرکت کے پانچ سو درم وصول کر لینے کا اقرار کیا اور کہا کہ یہ درم زیوف تھے تو اس کی تصدیق ہوگی خواہ ملا کر بیان کرے یا جدا بیان کرے اور اگر شریک لینا منظور کرے تو اس میں سے آدھے اس کو ملیں گے اور اس کو یہ بھی اختیار ہے کہ مطلوب سے اپنے کھرے درم وصول کر لے اور اگر اقرار سے الگ کر کے رصاص ہونا بیان کیا تو تصدیق نہ کی جائے گی اور شریک یعنی عمرو اس میں سے آدھے درم کھرے زید سے لے گا اور اگر ملا کر بیان کیا تو تصدیق کی جائے گی اور شریک کو کچھ نہ ملے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

زیوف درموں کے دعویٰ کرنے کی صورت میں اگر یہ کہا ہو کہ میں نے اپنا حق وصول پایا تو شریک کو اختیار ہوگا کہ اس سے اپنے حصہ کے نصف کھرے درم بھر لے یہ محیط میں ہے۔

اگر زید نے کہا کہ عمرو کے ایک کر گیہوں مجھ پر ثمن بیع یا قرض کے ہیں پھر کہا کہ یہ گیہوں ردی ہیں تو خواہ ملا کر بیان کرے یا الگ کہے اس باب میں اسی کا قول مقبول ہوگا اسی طرح باقی کیلی اور وزنی چیزوں کا بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر ایک کر گیہوں غصب کر لینے کا اقرار کیا پھر کہا کہ ردی تھے تو اسی کا قول مقبول ہوگا اسی طرح اگر کچھ طعام ایسا لایا کہ جو پانی پہنچنے کے باعث سے متعفن ہو گیا تھا اور لا کر کہا کہ یہی میں نے غصب کیا تھا یا تو نے مجھے ودیعت دیا تھا تو بھی اسی کا قول مقبول ہوگا اسی طرح اگر اقرار کیا کہ تو نے مجھے غلام ودیعت دیا پھر ایک عیب دار غلام لایا اور کہا کہ یہی ہے تو بھی اسی کا قول مقبول ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر زید نے اقرار کیا کہ مجھ پر عمرو کے دس پیسے قرض یا ثمن بیع کے ہیں پھر کہا کہ یہ فلوس کاسدہ ہیں کہ جن کا رواج جاتا رہا ہے تو اس کی تصدیق نہ ہوگی اسی طرح امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک اگر ملا کر کاسدہ ہونا بیان کیا تو بھی تصدیق نہ ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک قرض کی صورت میں اگر ملا کر بیان کیا تو تصدیق ہوگی اور اس پر وہی پیسے واجب ہوں گے جو اس نے بیان کیے ہیں لیکن بیع کی صورت میں اوّل قول امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کے موافق اس کی تصدیق نہ کی جائے گی اور امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک اگر ملا کر بیان کرے تو تصدیق کی جائے گی اور ودیعت میں بھی یہی حکم ہے یہ حاوی میں ہے۔

اگر بیع سلم [2] کے راس المال وصول پانے کا اقرار کیا پھر دعویٰ کیا کہ یہ دراہم زیوف تھے تو اس کی یہ صورت ہے کہ اگر اس

---

[1] قولہ انقطاع یعنی مثلاً سانس ٹوٹ گئی ۱۲ [2] بیع مسلم وہ بیع کہ مشتری بائع کو پیشگی ثمن دے اور بیع کے واسطے وقت و نرخ معین ہو جائے ۱۲

نے یوں اقرار کیا کہ میں نے کھرے درم وصول پائے ہیں یا اپنا حق وصول پایا یا راس المال بھر پایا درا ہم بھر پائے ہیں یا راس المال وصول پایا ہے تو پھر زیوف ہونے کا دعویٰ مقبول نہ ہوگا اور اگر صرف درم وصول پانے کا اقرار کیا ہے تو استحساناً زیوف ہونے کا دعویٰ قبول ہوگا یہ ظہیریہ[1] میں ہے۔

قرض کا تو اقراری ہونا پر مدت سے لاتعلقی کا اظہار ☆

اگر زید نے اقرار کیا کہ عمرو کا مجھ پر میعادی قرضہ ہے اور عمرو نے قرض ہونے میں اس کی تصدیق کی مگر میعاد ہونے سے انکار کیا تو زید پر فی الحال قرضہ ادا کرنا لازم آئے گا لیکن عمرو سے میعاد ہونے کے بابت قسم لی جائے گی یہ کافی میں ہے۔

اگر زید نے کہا کہ عمرو کی دس مثقال چاندی مجھ پر آتی ہے پھر کہا کہ یہ چاندی سیاہ ہے یا کہا کہ عمرو کے ہزار درم مجھ پر آتے ہیں پھر کہا کہ یہ فلاں نوع کے درم ہیں یا فلاں شہر کے سکہ کے ہیں جو وہاں رائج ہے پس اگر بسبب غصب کے لازم آنے کا اقرار کیا ہے تو بالا جماع اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی خواہ ملا کر بیان کرے یا جدا بیان کرے اور اگر کہا کہ قرض یا ثمن مبیع کے ہیں پس اگر جو درم اس نے بیان کیے ہیں وہ اس شہر کے نقود میں سے ہیں جہاں بیع یا قرض واقع ہوا ہے تو بھی بالا جماع اس کے قول کی تصدیق ہوگی خواہ ملا کر بیان کرے یا الگ بیان کرے اور اگر اس شہر کا نقد رائج یہ نہیں ہے پس اگر اس نے اقرار سے جدا بیان کیے تو بالا جماع اس کی تصدیق نہ ہوگی اور اگر ملا کر بیان کیے تو کتاب میں مذکور ہے کہ تصدیق کی جائے گی اور کچھ اختلاف مذکور نہیں ہے اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم جو کتاب میں مذکور ہے صاحبینؒ کے نزدیک ہے اور امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی تصدیق نہ کی جائے گی اور بعضے مشائخ نے کہا کہ یہ جو کتاب میں مذکور ہے بالا جماع سب کا قول ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر زید نے کہا کہ تو نے مجھ سے دس درم ایک کر گیہوں کی بیع سلم میں ٹھہرائے اور کہا کہ میں نے ان درموں پر قبضہ نہیں کیا اور عمرو نے کہا کہ نہیں تو نے ان پر قبضہ کر لیا ہے پس اگر زید نے قبضہ نہ کرنا اپنے اقرار سے ملا کر بیان کیا تو قیاساً اور استحساناً اس کی تصدیق کی جائے گی اور اگر جدا کر کے بیان کیا تو استحساناً اس کی تصدیق نہ ہوگی اور مسلم فیہ یعنی ایک کر گیہوں اس کے ذمہ لازم ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر زید نے کہا کہ مجھ پر عمرو کے ہزار درم قرض یا میرے پاس ودیعت ہیں پھر کہا کہ میں نے ان پر قبضہ نہیں کیا ہے تو زید ہزار درم کا ضامن ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر زید نے کہا کہ مجھ پر عمرو کے ہزار درم قرض یا میرے پاس ودیعت ہیں پھر کہا کہ میں نے ان پر قبضہ نہیں کیا ہے تو زید ہزار درم کا ضامن ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر زید نے عمرو سے کہا کہ تو نے مجھے ہزار درم قرض دیئے یا مجھے عطا کیے یا سلم میں دیئے پھر کہا کہ میں نے ان پر قبضہ نہیں کیا پس اگر اس نے ملا کر بیان کیا تو قیاساً و استحساناً اس کی تصدیق کی جائے گی اور اگر جدا[2] کر کے کہا تو استحساناً تصدیق نہ کی جائے گی اور اگر کہا کہ تو نے مجھے پر کھ دیئے یا میری طرف قرض کیے اور کہا کہ میں نے ان پر قبضہ نہیں کیا تو امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی تصدیق نہ ہوگی اور امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر اس نے ملا کر بیان کیا تو تصدیق کی جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر زید نے عمرو سے کہا کہ تو نے مجھ سے ہزار درم قرض کا معاملہ کیا مگر مجھے دیئے نہیں پس اگر یہ کلام علیحدہ بیان کیا تو

---

[1] قولہ ظہیریہ اقول یہ مسئلہ کتاب السلم میں مفصل مذکور ہوا ہے ۱۲
[2] کیونکہ دینے سے اس کا لے لینا لازم نہیں ۱۲

تصدیق نہ ہوگی اور زید ہزار درم کا ضامن ہوگا اور اگر ملا کر بیان کیا تو اسی کا قول قبول ہوگا اسی طرح اگر ملا کر یوں بیان کیا کہ تو نے مجھے ہزار درم عطا کیے یا بیع سلم میں دے دیئے ہیں تو بھی یہی حکم ہے اور اگر یوں کہا کہ تو نے میری طرف ہزار درم دفع کیے یا نقد کن دیئے اور میں نے ان کو قبول نہیں کیا تو امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تصدیق نہ کی جائے گی اور وہ ضامن ہوگا اور امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اسی کا قول مقبول ہوگا اور اس پر ضمان نہیں ہے اور اگر یوں کہا کہ میں نے تجھ سے ہزار درم لے کر قبضہ کیا یا میں نے تجھ سے ہزار درم لے لیے لیکن تو نے مجھے نہ چھوڑا کہ میں ان کو لے جاؤں تو اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی وہ ہزار درم کا ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔

زید نے کہا کہ مجھ پر عمرو کے سو درم گنتی سے ہیں پھر بعد اس کے کہا کہ وزن خمسہ یا ستہ کے ہیں اور یہ اقرار اس نے کوفہ میں کیا ہے تو زید پر سو درم وزن سبعہ کے لازم آئیں گے یعنی جو کوفہ میں رائج ہیں اور اس سے کم وزن جو اس نے بیان کیا غلط سمجھا جائے گا تصدیق نہ ہوگی لیکن اگر ناقص وزن اپنے اقرار سے ملا کر بیان کرے تو اسی کا قول لیا جائے گا یہ مبسوط میں ہے۔

پھر اگر اس نے یہ کلام اقرار سے جدا بیان کیا اور اس شہر کا رواج درم کا وزن سبعہ ہے یہاں تک کہ اس کا بیان صحیح نہ ٹھہرا اور اس پر سو درم بوزن سبعہ لازم آئے تو یہ درم باعتبار وزن کے لازم آئیں گے نہ باعتبار عدد کے حتیٰ کہ اگر پچاس درم وزن سبعہ سے بوزن سو درم ہوں تو اس کا ذمہ چھوٹ جائے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر شہر میں باہمی خرید و فروخت کسی درم سے معروف ہے اور ان کے درمیان وزن بھی وزن سبعہ سے ناقص چلتا ہے تو اس باب میں اس کی تصدیق کی جائے گی اور اگر اس نے وزن متعارف [1] سے بھی کم وزن کا دعویٰ کیا تو اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی لیکن اگر اپنے اقرار سے ملا کر بیان کرے تو تصدیق کی جائے گی اور اگر شہر میں نقود مختلف رائج ہوں پس اگر شہر میں کوئی نقد سب سے زیادہ چلتا ہو تو مطلق اقرار کی صورت میں وہی نقد قرار دیا جائے گا اور اگر کوئی نقد کسی سے زیادہ نہ چلتا ہو تو مطلق اقرار کی صورت میں جو سب سے کم ہے وہ نقد قرار دیا جائے گا اور اگر کوفہ میں کہا کہ زید کے مجھ پر سو درم سپید چاندی کے گنتی سے ہیں پھر کہا کہ اس میں ایک دانگ کا نقصان ہے تو تصدیق نہ کی جائے گی اور اگر کہا کہ زید کے مجھ پر سو درم اسبہدیہ گنتی سے ہیں پھر کہا کہ میں نے تو یہ چھوٹے درم مراد لیے تھے تو اس پر سو درم وزن سبعہ کے اسبہدیہ لازم آئیں گے کذافی المبسوط۔

نواں باب ☆

کسی شے کے کسی جگہ سے لے لینے کے اقرار کے بیان میں

اگر زید نے ایسے مکان میں سے ایک کپڑے کے لے لینے کا اقرار کیا جو اس کے اور عمرو کے درمیان شریک ہے اور عمرو نے آدھے کپڑے کا دعویٰ کیا اور زید نے انکار کیا تو زید ہی کا قول قبول ہوگا اور اگر مکان کو کرایہ پر عاریت لیا ہو تو اسی کا قول قبول ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر زید نے اقرار کیا کہ میں نے عمرو کے بیت میں سے سو درم لے لیے ہیں پھر کہا کہ یہ درم میرے یا خالد کے تھے تو عمرو کے نام ڈگری ان سو درم کی ہوگی اور زید اس کے مثل سو درم خالد کو ڈانڈ بھرے گا اگر اس کے واسطے اقرار کیا ہے۔ اسی طرح اگر کہا کہ میں نے عمرو کے صندوق یا کیسہ میں سے ہزار درم لے لیے یا اس کی گٹھڑی میں سے کپڑا لیا یا اس کے کھتوں میں سے ایک کر

[1] یعنی لوگوں میں باہم چلن ہونا ۱۲

گیہوں لے[1] لیے یا عمرو کے نخل سے ایک کُر چھوہارے لیے یا عمرو کی کھیتی سے ایک کُر گیہوں لے لیے یہ سب بمنزلہ عمرو کے ہاتھ سے لے لینے کے اقرار کے شمار ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر یوں اقرار کیا کہ میں نے عمرو کی زمین سے زطی کپڑوں کی ایک گٹھڑی پائی اور میں اس زمین سے ہو کر گذرتا تھا وہاں اترا تھا اور میرے ساتھ زطی کپڑوں کی بہت گٹھڑیاں لدی ہوئی تھیں تو عمرو کے نام اس گٹھڑی کی ڈگری کر دی جائے گی لیکن اگر اقرار کرنے والا اس امر کے گواہ قائم کرے کہ میں اس زمین سے ہو کر گذرا تھا یا اس زمین سے ہو کر عام راستہ ہو تو یہ ڈگری نہ ہو گی یہ محیط میں ہے۔

اگر زید نے اقرار کیا کہ میں نے عمرو کے ٹٹو پر سے زین یا لگام یا باگ ڈور لے لی اور عمرو اس کا خود دعویٰ کرتا ہے کہ میری ہے تو اس کی ڈگری کی جائے گی اسی طرح اگر اقرار کیا کہ میں نے عمرو کے ٹٹو پر جو گیہوں تھے یا جو اُس کے جوال میں تھے لے لیے تو عمرو کے نام بشرط دعویٰ ڈگری کر دی جائے گی اسی طرح اگر اقرار کیا کہ میں نے عمرو کے جبہ کا استر یا اس کے دروازہ کا پردہ لے لیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر یوں اقرار کیا کہ میں نے حمام میں سے کپڑے لے لیے تو وہ ضامن نہ ہو گا اور مثل حمام کے جامع مسجد اور خان کا اور جس زمین میں لوگ اتر کر اپنا اسباب رکھتے ہوں اور ہر مقام جس میں عامہ لوگوں کا اس طرح گذر ہو یہی حکم ہے اور اگر اقرار کیا کہ میں نے عمرو کی گلی یا اس کے فنائے دار سے ایک کپڑا لے لیا تو اس پر کچھ لازم نہ ہو گا اور اگر یوں اقرار کیا کہ میں نے عمرو کے اجیر سے لیا تو وہ کپڑا اجیر کا ہے عمرو کا نہیں ہے اور اگر اقرار کیا کہ میں نے عمرو کے بیت میں کپڑا رکھا پھر لے لیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ضامن نہ ہو گا اگرچہ عمرو اس کا دعویٰ کرے اور صاحبینؒ کے نزدیک ضامن ہو گا کذا فی الحاوی۔

اگر زید نے اقرار کیا کہ میں نے عمرو کے دار میں سے ہزار درم لے لیے پھر کہا کہ میں اس میں رہتا تھا یا وہ میرے پاس کرایہ پر تھا تو تصدیق نہ کی جائے گی اور اگر اپنے پاس کرایہ ہونے کے گواہ لائے تو ضمان دینے سے بری ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر زید نے اقرار کیا کہ میں نے عمرو کی زمین میں گڈھا کیا اور اس میں سے ہزار درم نکالے اور عمرو نے ان درموں کا دعویٰ کیا اور زید نے کہا کہ میرے ہیں تو عمرو کا قول مقبول ہو گا۔ اسی طرح اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ زید اس عمرو کی زمین میں آیا اور گڈھا کر کے اس میں سے ہزار درم سبعہ کے نکالے ہیں اور عمرو نے اس کا دعویٰ کیا اور زید نے اس فعل سے انکار کیا یا فعل کا اقرار کیا مگر دعویٰ کیا کہ یہ درم تو میرے ہیں تو عمرو کے نام ان کی ڈگری ہو گی اسی طرح اگر گواہوں نے گواہی دی کہ زید نے عمرو کے دار یا منزل یا حانوت میں سے اس قدر لے لیا یا اس کے شیشہ میں سے اس قدر تیل یا اس کے کپے میں سے اس قدر گھی لیا ہے تو زید ضامن ہو گا اور اگر زید نے اقرار کیا کہ میں عمرو کے ٹٹو پر سوار ہوا اس کو خالد نے لے لیا تو زید ضامن ہو گا تاوقتیکہ اس کو عمرو کو واپس نہ دے اور اس مسئلہ کی تاویل میرے نزدیک یوں ہے کہ زید نے اس پر سوار ہونے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے دونوں باتوں کا اقرار کیا تو یہ حکم ہے کذا فی المحیط۔

[1] مقدار معروف ۱۲

دسواں باب☆

اقرار میں شرط خیار یا استثناء کرنے اور اقرار سے رجوع کرنے کے بیان میں

اگر زید نے اقرار کیا کہ عمرو کے مجھ پر ہزار درم ہیں بشرطیکہ مجھے تین روز یا کم یا زیادہ تک خیار ہے تو مال اس پر لازم ہوگا اور خیار باطل ہے خواہ عمرو اس کی تصدیق کرے یعنی خیار میں یا تکذیب کرے اور اگر مقر نے مقرلہ کے واسطے خیار کی شرط لگائی تو امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے یہ صورت کتاب الاصل میں ذکر نہیں فرمائی ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ مقرلہ کے واسطے بھی خیار ثابت نہ ہونا چاہئے کذا فی المحیط۔

امانت رکھنے کا بیان☆

مترجم کہتا ہے کہ وجہ یہ ہے کہ اقرار متحمل خیار نہیں ہوتا ہے لہٰذا جب نفس اقرار متحمل نہیں ہے تو خیار خواہ مقر کے واسطے ہو یا مقرلہ کے واسطے ہو ثابت نہ ہوگا واللہ اعلم بالصواب۔ زید نے عمرو کے واسطے اپنے ذمہ کچھ مال کا اقرار کیا خواہ قرض کی وجہ سے یا غصب یا ودیعت[1] یا عاریت قائمہ یا مستہلکہ وجہ سے اور اس میں شرط لگائی کہ مجھے تین روز تک خیار ہے تو اقرار جائز ہے اور خیار باطل ہے خواہ عمرو نے خیار کی تصدیق کی یا تکذیب کی ہو اور اگر ثمن بیع کی وجہ سے اپنے ذمہ لازم ہونے کا اقرار کیا اور تین روز کی خیار کی شرط لگائی تو اس صورت میں اگر عمرو خیار میں اس کی تصدیق کرے تو خیار ثابت ہوگا اور اگر تکذیب کرے تو ثابت نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر خیار مقرلہ کی طرف سے ہو تو مقرلہ نے جب مقر کی خیار کی نسبت تصدیق نہ کی تو اس کو خیار ثابت نہ ہوگا اور اگر مقرلہ کے خیار میں تکذیب کرنے کی صورت میں مقر کی خیار ہونے پر گواہ پیش کرنے چاہے تو امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے اس صورت کو ذکر نہیں فرمایا او رمشائخ نے کہا کہ اس کے گواہوں کی سماعت نہ ہونا واجب ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کفالت کی وجہ سے دین کا اقرار کیا اور اس میں خیار کی شرط لگائی خواہ مدت خیار طول بیان کی خواہ تھوڑی ذکر کی اور مقرلہ نے اس کی تصدیق کی تو موافق اقرار مقر کے رکھا جائے گا اور اس کو آخر مدت تک خیار ثابت ہوگا اور اگر مقرلہ نے اس کی تکذیب کی تو مال اس کے ذمہ لازم ہوگا اور شرط خیار ہونے میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی یہ غایۃ البیان میں ہے۔ واضح ہو کہ کُل سے کُل کا استثناء کرنا باطل ہے اور کثیر سے قلیل کا استثناء کرنا بلا خلاف صحیح ہے اور قلیل سے کثیر کا استثناء ظاہر الروایات میں صحیح ہے اور خلاف جنس کا استثناء کرنا قیاساً نہیں جائز ہے اور یہی امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے اور استحساناً امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ و امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کے قول کے موافق اگر مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ میں عقود معاوضات میں بذمہ واجب ہونے میں اتفاق ہو مثلاً دونوں میں سے ہر ایک عقود تجارات میں فی الحال یا میعادی ذمہ واجب ہو جاتا ہو تو استثناء صحیح ہے حتیٰ اگر کسی نے کہا کہ عمرو کے مجھ پر ہزار درم ہیں اِلّا ایک دینار یا اِلّا ایک کُر گیہوں یا مگر دس پیسے یعنی ہزار درم ہیں مگر دس پیسے نہیں ہیں یا ایک دینار نہیں ہے یا ایک کُر گیہوں نہیں ہے تو یہ استثناء جائز ہے اور مستثنیٰ کی قیمت کے برابر مستثنیٰ منہ میں سے کم کیا جائے گا یعنی ہزار درم میں سے مثلاً دس پیسے یا ایک کُر گیہوں کی قیمت یا ایک دینار کم کیا جائے گا اور اگر مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ دونوں ایسے ہوں کہ عقود تجارات میں دونوں میں ذمہ واجب ہو جانے میں موافقت نہ ہو مثلاً مستثنیٰ منہ ایسا ہو کہ عقود تجارات میں فی الحال یا میعادی طور سے ذمہ واجب ہوتا ہے اور مستثنیٰ بالکل واجب نہ ہوتا ہو یا میعادی واجب ہوتا ہو فی الحال واجب نہ ہوتا ہو تو استثناء صحیح نہیں ہے حتیٰ کہ اگر زید نے کہا کہ مجھ پر عمرو کے ہزار درم ہیں مگر ایک کپڑا یا ایک حیوان یا اس کے اشباہ کو استثناء کیا تو استثناء صحیح نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔

[1] امانت رکھنا جس کو ہمارے عرف میں دھرو ہر بولتے ہیں ۱۲

اگر کہا کہ زید کے مجھ پر ہزار درم ہیں اور خالد کے مجھ پر سو دینار ہیں مگر ایک قیراط تو یہ استثناء اخیر والے سے قرار پائے گا یہ مبسوط میں ہے۔

منتقی میں ہے کہ امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر کسی نے کسی معین چیز کا اقرار کیا اور اس میں سے اسی کی قسم سے یا دوسرے قسم سے کچھ استثناء کیا تو استثناء باطل ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر دو مالوں کا اقرار کیا اور ان میں سے کسی چیز کا استثناء کیا اور یہ نہ بتلایا کہ یہ استثناء کس مال میں سے ہے پس اگر مقرلہ دونوں مالوں کا ایک ہی شخص ہو مثلاً کہا کہ زید کے مجھ پر ہزار درم اور سو دینار واجب ہیں الا ایک درم تو استحساناً یہ استثناء پہلے مال میں سے قرار دیا جائے گا بشرطیکہ مستثنیٰ مال اوّل کے جنس سے ہو اور اگر مقرلہ دونوں مالوں کے دو شخص ہوں تو استثناء دوسرے مال سے قرار دیا جائے گا اگر چہ مستثنیٰ دوسرے مال کے جنس سے نہ ہو مثلاً کہا کہ زید کے مجھ پر ہزار درم اور عمرو کے مجھ پر سو دینار مگر ایک درم واجب ہے تو ایک درم سو دینار سے استثناء ہے اور سب امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ و امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اور اگر یوں بیان کر دیا کہ زید کے مجھ پر ہزار درم اور عمرو کے سو دینار ہیں مگر ہزار میں سے ایک درم نہیں ہے تو اس کے بیان کے موافق اوّل مال سے استثناء کیا جائے گا کذافی الحادی۔

اگر عربی عبارت میں یوں اقرار کیا لفلاں [1] علیّ الف درہم الا مائۃ وخمسون ۔ تو ابو سلیمان کی روایت میں مذکور ہے کہ اس پر ساڑھے نو سو درم واجب ہوں گے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہی اصح ہے کذافی الذخیرہ۔

قال المترجم ☆

یعنی اقرار کیا کہ زید کے مجھ پر ہزار درم مگر سو نہیں اور پچاس ہیں پس اس صورت میں ہزار سے سو درم کم کیے اور پچاس شامل کیے تو ساڑھے نو سو درم لازم آئے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ خمسون کو اس نے بالرفع ذکر کیا اور وہ مرفوع پر عطف ہو گا مائۃ منصوب پر عطف نہیں ہو سکتا ہے لہٰذا اس نے ایک ہزار پچاس میں سے سو درم کا گویا استثناء کیا پس ساڑھے نو سو باقی رہے فافہم۔ اگر زید نے کہا کہ عمرو کے مجھ پر ہزار درم اور سو دینار سوائے سو درم و دس دینار کے ہیں تو اس پر نو سو درم اور نوے دینار لازم ہوں گے یہ محیط میں ہے۔

حسن بن زیاد نے کتاب الاختلاف میں لکھا کہ زید نے عمرو سے کہا کہ تیرے مجھ پر ہزار درم مگر پانچ سو درم اور پانچ سو درم ہیں تو امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس پر پورے ہزار درم واجب ہوں گے اور اگر یوں کہے کہ تیرے مجھ پر پانچ سو درم اور پانچ سو درم سوائے پانچ سو درم کے ہیں تو استثناء جائز ہے اور اس پر پانچ سو درم واجب ہوں گے اور استثناء دونوں پانچ سو درم سے قرار دیا جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔

نوادر ہشام میں امام محمد رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ زید نے عمرو سے کہا کہ تیرے مجھ پر ہزار درم کھرے خالص سوائے سو درم نبہرہ کے ہیں تو امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کے قول کے موافق دیکھنا چاہئے کہ سو درم نبہرہ کتنے دینار کے برابر ہیں پس اگر چار دینار کے برابر مثلاً ہوں تو چار دینار کو دیکھنا چاہئے کہ کتنی کھرے خالص درم کے برابر ہیں پس اگر بیس درم خالص کے برابر ہوں تو اس پر اسّی خالص درم واجب ہوں گے اور امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک اس پر پورے ہزار درم خالص لازم ہوں گے اور اگر کہا کہ مجھ پر تیرے ہزار درم غلہ کے سوائے سو درم کھرے کے ہیں تو بالاجماع اس پر نو سو درم غلہ کے لازم آئیں گے یہ محیط میں ہے۔

---

[1] مجھ پر فلاں شخص کے ہزار درم ہیں مگر سو نہیں اور پچاس ہیں ۱۲

اگر زید نے کہا کہ مجھ پر عمرو کے ہزار درم سوائے سو درم و دس دینار کے سوائے ایک قیراط کے ہیں تو اس صورت میں مستثنیٰ سو درم و دس دینار سوائے ایک قیراط کے ہے پس یہ قیراط دس دینار سے کم کر کے باقی کو مع سو درم کے ہزار درم سے استثناء کرنا چاہئے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر زید نے کہا کہ مجھ پر عمرو کے ہزار درم و دو سو دینار سوائے ہزار درم کے ہیں تو استثناء باطل ہے۔ اگر کہا کہ اس کے مجھ پر ایک کُر گیہوں اور ایک کُر جو مگر ایک کُر گیہوں و قفیز جو ہیں تو ایک قفیز جو کا استثناء کرنا جائز ہے اور ایک کر گیہوں کا استثناء کرنا باطل ہے اور یہ صاحبینؒ کے نزدیک ہے اور امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر دو کر واجب ہو جائیں گے اور اگر کہا کہ زید کے مجھ پر ہزار درم اور عمرو کے دو سو دینار سوائے ہزار درم کے ہیں تو مال اخیر سے استثناء ہے یہ حادی میں لکھا ہے۔

اگر کہا کہ زید کے مجھ پر دس درم اے فلانے سوائے ایک درم کے ہیں تو یہ امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک دو طرح پر ہے اگر منادی وہی زید ہے تو استثناء صحیح ہے کیونکہ خطاب اسی کی طرف متوجہ ہے اور اگر زید نہیں دوسرا ہے اور استثناء صحیح نہیں ہے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے اگر کہا کہ زید کے مجھ پر ہزار درم استغفر اللہ سوائے سو درم کے ہیں تو استثناء باطل ہے یہ حادی میں ہے۔

ایسے ہی مانند استغفار کے اگر درمیان مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کے لا الہٰ الا اللہ یا اللہ اکبر یا سبحان اللہ ذکر کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر کہا کہ زید کے مجھ پر سو درم ہیں اس کے مجھ پر تم لوگ گواہ ہو مگر دس درم یعنی استثناء کیا تو استثناء باطل ہے اور اگر کہا کہ زید کے مجھ پر ہزار درم ہیں سوائے دس درم کے کہ یہ میں نے اس کو ادا کر دیئے ہیں تو استثناء صحیح نہیں ہے اس پر پورے ہزار درم واجب ہوں گے اور اگر کہا کہ سوائے دس درم کے ہیں اور یہ درم میں اسے ادا کر چکا ہوں تو اس پر دس کم ہزار درم لازم آئیں گے اور اگر کہا کہ زید کے مجھ پر ہزار درم سوائے ایک درم کے ہیں یہ ایک درم میں اس کو ادا کر چکا ہوں تو استثناء صحیح ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ زید کا مجھ پر ایک ہزار درم سوائے ایک دانگ کے ساگ کے دام ہیں کہ یہ میں اسے دے چکا ہوں تو موافق روایت ابو حفص کے اس پر ایک دانگ کم ایک دام لازم آئے گا اور یہی اصح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر عربی میں کہا لفلان علی درہم غیر دانق غیر کو نصب کے ساتھ ذکر کیا تو اس پر پانچ دانگ لازم ہو دیں گے اور اگر کہا غیر دانق یعنی رفع کے ساتھ ذکر کیا تو اس پر پورا درم لازم آئے گا اور اگر کہا کہ لہ علی عشرۃ غیر درہمین اور غیر کو نصب کے ساتھ ذکر کیا تو استثناء صحیح ہوا یعنی زید کے مجھ پر دس درم بدون دو درہم کے ہیں تو آٹھ درہم لازم آئیں گے اور اگر کہا غیر درہمین غیر کو رفع دیا یعنی زید کے مجھ پر دس درم ہیں دو درم نہیں ہیں تو اس پر دس درم لازم آئیں گے یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر کہا لفلان علی عشرۃ الا درہمین۔ فلاں شخص کے مجھ پر دس درم سوائے دو درم کے ہیں تو اس پر آٹھ درم لازم ہوں گے اور اگر کہا کہ الا درہمان یعنی فلاں شخص کے مجھ پر دس درم ہیں مگر دو درم نہیں ہیں تو اس پر پورے دس درم لازم آئیں گے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

اگر کہا کہ لہ[1] علی مائۃ درہم الا قلیلا تو استثناء صحیح ہے اور قلیل میں کچھ کم پچاس رکھے جائیں گے اس لیے اس پر ایک اور پچاس درم واجب ہوں گے یہ یقینی ہیں اسی طرح اگر بجائے قلیلاً کے شیئا کہا یعنی زید کے مجھ پر سو درم سوائے کچھ کے ہیں تو بھی اس پر اکیاون درم لازم ہوں گے اور امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر یوں کہا کہ لفلان علی مائۃ درہم الا بعضھا۔ فلاں شخص کے مجھ پر سو درم سوائے بعض اس کے ہیں تو یہ بھی بمنزلہ شیئا کہنے کے ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔

[1] اس شخص کے مجھ پر سو درم ہیں مگر تھوڑے ۱۲

اگر کہا کہ جو کچھ اس کیسہ میں دراہم ہیں وہ فلاں شخص کے ہیں مگر ہزار درم کہ وہ میرے ہیں پس اگر اس کیسہ میں ہزار درم سے زیادہ ہوں تو زیادتی فلاں شخص کو ملے گی خواہ یہ زیادتی قلیل ہو یا کثیر ہو اور یا درم خود مقر کے ہیں اور اگر اس میں صرف ہزار یا اس سے کم ہوں تو سب فلاں شخص کو ملیں گے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

کچھ کھرے اور کچھ کھوٹے سکوں کا مقروض ہونا ☆

منتقی میں ہے کہ اگر کہا کہ زید کا مجھ پر ایک دینار بدون سو درم کے ہے تو استثناء باطل ہے اور اگر کہا کہ زید کا مجھ پر ایک درم بدون ایک رطل زیت یا ایک مشک پانی کے ہے تو جائز ہے پس ایک رطل زیت یا ایک مشک پانی کی قیمت درم سے کم کر کے باقی درم دے دے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کہا کہ زید کے مجھ پر دس رطل زیت بدون ایک رطل گھی کے ہیں تو استثناء باطل ہے اسی طرح اگر کہا کہ زید کے مجھ پر دس رطل گھی بدون ایک درم کے ہیں یا ایک کُر گیہوں بدون پانچ رطل زیت کے تو بھی باطل ہے یہ محیط میں ہے۔

زید نے کہا کہ عمرو کے مجھ پر کھرے دس درم سوائے پانچ درم زیوف[1] کے ہیں تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ زید پر دس درم کھرے واجب ہوں گے اور زید عمرو سے پانچ درم زیوف واپس کر لے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زید پر پانچ درم کھرے واجب ہوں گے اور مستثنیٰ اس صورت میں کھرے پانچ درم قرار پائے گا اس واسطے صرف اس پر پانچ درم واجب ہوں گے اور اگر کہا کہ عمرو کے مجھ پر دس درم کھرے بدون پانچ درم ستوق[2] کے ہیں تو بالاتفاق اس پر دس درم کھرے واجب ہوں گے اور ان میں سے پانچ درم ستوق کی قیمت کم کر دی جائے گی اور اگر کہا کہ مجھ پر دس بدون پانچ درم ستوق کے ہیں تو اس پر پانچ درم ستوق واجب ہوں گے یعنی جو کچھ بعد استثناء کے باقی بچے گا وہ ستوق میں سے لیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر زید نے کہا کہ لہ علی عشرۃ دراہم الا غیر خمسۃ الا غیر اربعۃ الا غیر ثلثۃ الا غیر اثنین الا غیر واحد یعنی عمرو کے مجھ پر دس درم الا غیر پانچ درم کے الا غیر چار درہم کے الا غیر تین درہم کے الا غیر دو درم کے الا غیر ایک درم کے ہیں تو اس پر چار درہم واجب ہوں گے اور اگر کہا کہ علی عشرۃ دراہم الا غیر اربعۃ الا غیر ثلثۃ الا غیر اثنین الا غیر واحد تو اس پر چھ درم واجب ہوں گے اور اگر کہا کہ لہ علی عشرۃ دراہم الا غیر اثنین الا غیر واحد یعنی عمرو کے مجھ پر دس دراہم الا غیر دو درم الا غیر ایک درم کے واجب ہیں تو اس پر آٹھ درم واجب ہوں گے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر استثناء کے بعد استثناء کیا تو پہلا استثناء نفی اور دوسرا ایجاب ہوگا مثلاً یوں کہا کہ زید کے مجھ پر دس درم الا نو درم الا آٹھ درم ہیں تو اس پر نو درم واجب ہوں گے اس واسطے کہ پہلے استثناء سے دس درم سے نو درم نکل گئے تو ایک درہم باقی رہ گیا پھر جب اس نے دوسرا استثناء کیا تو آٹھ درم ثابت ہوئے اس لیے وہ ایک درم کے ساتھ مل کر نو درم ہو گئے اور اگر اقرار کیا کہ زید کے مجھ پر دس درم الا تین درم الا ایک درم ہیں تو اس پر آٹھ درم لازم آئیں گے اور اگر کہا کہ زید کے مجھ پر دس درم الا سات دم الا پانچ درم الا تین درم الا ایک درم ہیں تو یوں کرنا چاہئے کہ اخیر مستثنیٰ یعنی ایک درم کو اس کے متصل یعنی تین درم سے نکالا جائے تو دو درم باقی رہیں گے ان دونوں کو اس کے متصل یعنی پانچ درم سے نکالنے سے تین درم باقی رہیں گے پھر ان تین درم کو اس کے متصل یعنی سات درم سے نکالنے کے بعد چار درم باقی رہیں گے پھر ان چار درم کو ان کے متصل یعنی دس درم سے نکالنے کے بعد چھ درم باقی رہیں گے پس یہی چھ درم اس کے اقرار سے ثابت ہوئے اور اسکے نکالنے کے واسطے ایک دوسری صورت بھی ہے وہ یہ ہے کہ جس قدر درموں کا اس

[1] جس کو ہمارے عرف میں کھوٹے بولتے ہیں ۱۲ [2] یعنی جن میں کسی قدر آمیزش ہو ۱۲

نے اقرار کیا ہے وہ دائیں طرف لکھے جائیں اور پہلا استثناء بائیں طرف لکھا جائے پھر دوسرا استثناء دائیں طرف لکھا جائے پھر تیسرا استثناء بائیں جانب اور چوتھا دائیں جانب علیٰ ہذا القیاس تمام استثناء آخر تک اسی طور سے لکھے جائیں پھر دائیں طرف کے اعداد کو جمع کر کے اس میں سے بائیں طرف کے اعداد کا مجموعہ گھٹایا جائے جو باقی رہے وہی اس کے ذمہ لازم ہوگا۔ بعض مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر استثناء کے بعد استثناء بیان کیا حالانکہ دوسرا استثناء مستغرق ہے تو پہلا استثناء صحیح ہوگا اور دوسرا باطل ہوگا مثلاً یوں اقرار کیا کہ مجھ پر دس درم الا پانچ درم الا دس درم ہیں تو اس پر پانچ درم لازم ہوں گے اور اگر پہلا استثناء مستغرق ہو دوسرا مستغرق نہ ہو مثلاً یوں کہا کہ مجھ پر دس درم الا دس درم الا چار درم ہیں تو اس صورت میں تین قول ہیں ایک یہ کہ اس پر دس درم واجب ہوں گے اور پہلا استثناء بسبب استغرق کے باطل ہوگا اور دوسرا باطل سے مستثنیٰ ہونے کی وجہ سے باطل ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس پر چار درم واجب ہوں گی اور دونوں استثناء صحیح ہیں اس لیے کہ کلام کا اعتبار آخر پر ہوتا ہے اور آخر کلام میں اس نے چار درم کا اقرار کیا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہی قول اقیس ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس پر چھ درم واجب ہوں گے اس لیے کہ پہلا استثناء باطل ہے اور دوسرا استثناء اوّل کلام سے متعلق ہوگا پس دس میں سے چار نکلنے کے بعد چھ باقی رہیں گے اور یہ قول ضعیف ہے۔ یہ سب اس صورت میں نے کہ دونوں استثناء کے درمیان عطف نہ ہو اور اگر عطف ہو مثلاً یوں کہا کہ مجھ پر دس درم الا پانچ درم و الا تین درم ہیں یا مجھ پر دس درم الا پانچ و تین ہیں تو دونوں استثناء ملا کر دس سے کم کیے جائیں گے پس اس پر صرف دو درم لازم ہوں گے اور اگر دونوں استثناء ایسے ہوں کہ جمع کرنے سے مستغرق ہو جاتے ہوں مثلاً یوں کہا کہ مجھ پر دس درم بدون سات و تین درم کے ہیں تو بعضوں نے فرمایا کہ اس پر دس درم واجب ہوں گے کیونکہ واؤ کے سبب سے دونوں استثناء جمع ہو گئے اور جمع ہو کر انہوں نے مستثنیٰ منہ کو استغراق کر لیا پس گویا اس نے کہا کہ مجھ پر دس درم بدون دس درم کے ہیں اور اس صورت میں استثناء باطل ہے اس واسطے دس درم کا اقرار صحیح رہا اور بعضوں نے کہا کہ اس پر تین درم واجب ہوں گے اور اس واسطے کہ لان الواو صح استثناء ہ فان قال لہ علی درہم و درہم و درہم الا درہما و درہما یلزمہ ثلثۃ اقوال کذا فی النسخ التی وجدتہا یعنی اگر کہا کہ زید کے مجھ پر ایک درم و ایک درم و ایک درم سوائے ایک درم و ایک درم کے ہے تو اس پر تین درم لازم ہوں گے۔ اسی طرح اگر کہا کہ مجھ پر تین درم سوائے ایک درم و ایک درم کے ہیں تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر کہا کہ مجھ پر تین درم بدون ایک درم و دو درم کے ہیں تو بھی تین درم لازم آئیں گے اور اگر کہا کہ مجھ پر دس درم بدون پانچ یا چھ درم کے ہیں تو اس پر چار درم لازم ہوں گے اور اگر کہا کہ مجھ پر ایک درم ایک درم ایک درم ہے تو اس پر ایک ہی درم واجب ہوگا ایسے ہی اگر بدون واؤ کے ہزار بار تکرار کرے تو ایک ہی درم لازم آئے گا یہ سراج الوہاج میں ہے۔

اگر کہا کہ لفلان علی غیر درہم فلاں شخص کا مجھ پر سوائے درم کے ہے تو اس پر دو درم لازم ہوں گے گویا اس نے یوں اقرار کیا کہ مجھ پر ایک درم ہے اور اسکے مثل دوسرا ہے اور اگر کہا لفلان علی غیر الف درہم فلاں شخص کا مجھ پر غیر ہزار درم کے ہے تو بھی اس پر دو ہزار درم لازم ہوں گے اور اگر زید نے کہا کہ یہ دار فلاں شخص عمرو کا ہے سوائے ایک حصہ کے اس دار میں سے کہ وہ خالد کا ہے پس اگر اپنے کلام سے ملا کر بیان کیا کہ عمرو کے اس میں سے دس کے نو حصے اور دسواں حصہ خالد کا ہے تو موافق اس کے اقرار کے جائز رکھا جائے گا اور اگر ملا کر بیان نہ کیا تو پھر بعد کو اس کا بیان اس دار کے حصوں کی بابت قبول نہ ہوگا اور تمام دار عمرو کو دے کر کہا جائے گا کہ جس قدر تیرا جی چاہے اس میں سے اس مقرلہ کے واسطے اقرار کر دے اور بیان کر دے کہ کس قدر حصہ ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ یہ غلام جو میرے قبضہ میں ہے یہ عمرو کا میرے پاس ودیعت ہے مگر اس میں سے آدھا خالد کا ہے تو موافق اس کے اقرار کے رکھا جائے گا اسی طرح اگر اقرار کیا اور یہ دونوں غلام عمرو کے ہیں مگر یہ غلام کہ یہ بکر کا ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کہا کہ یہ غلام عمرو کا ہے اور یہ

دوسرا غلام عمرو کا ہے مگر پہلا غلام میرا ہے تو اس کا قول قبول نہ ہوگا اور تصدیق نہ کی جائے گی اور دونوں غلام عمرو کو دلائے جائیں گے اور اگر کہا کہ یہ غلام عمرو کا ہے مگر میرے پاس خالد کی ودیعت ہے تو غلام عمرو کو ملے گا اور خالد کے واسطے یہ شخص اقرار کرنے والا غلام کی قیمت ڈانڈ بھرے گا اور اگر کہا کہ یہ غلام عمرو کا ہے اور یہ دوسرا غلام خالد کا ہے مگر پہلے کا آدھا بکر کا ہے اور دوسرے کا آدھا زید کا ہے تو موافق اس کے اقرار کے جائز رکھا جائے گا اور یہی حکم گیہوں اور جو اور سونے و چاندی و درم و عروض میں جاری ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر کہا کہ فلاں شخص کے مجھ پر ہزار درم ہیں نہیں بلکہ پانچ سو درم ہیں تو اس پر ہزار درم لازم آئیں گے اور اگر کہا کہ زید کا مجھ پر درم ابیض نہیں بلکہ اسود ہے تو اس پر ان دونوں میں سے جو افضل ہو وہ واجب ہوگا اور جید اور ردی درموں میں بھی یہی حکم ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ لفظ (نہیں بلکہ) جب دو مقداروں کے درمیان آئے پس اگر مقرلہ[1] دو شخص ہوں تو مقر پر دونوں مال لازم آئیں گے خواہ دونوں کی جنس متحد ہو یا مختلف ہو اور اگر مقرلہ ایک ہی شخص ہو پس اگر جنس متحد ہو تو دونوں مالوں میں سے جو زیادہ اور افضل ہو وہ اس پر واجب ہوگا اور اگر جنس مختلف ہو تو دونوں مال لازم آئیں گے یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر زید نے کہا کہ مجھ پر عمرو کی ایک گون ردی گیہوں کے آٹے کی ہے نہیں بلکہ حواری[2] کی ہے تو وہ حواری میں سے قرار دیا جائے گا اور شرح شافی میں حسن بن زیاد کی کتاب الاختلاف سے منقول ہے کہ اگر کہا کہ زید کی مجھ پر دقیق حواری ہے نہیں بلکہ خشکار ہے اس پر حواری لازم ہوگی اور اگر کہا کہ ایک کُر گیہوں نہیں بلکہ کُر آٹا ہے تو دو کُر اس پر لازم آئیں گے یہ محیط میں ہے۔

اگر کہا کہ زید کا مجھ پر ایک رطل بنفشہ ہے نہیں ایک رطل خیری ہے تو اس پر دونوں لازم ہوں گے اسی طرح اگر کہا کہ زید کا مجھ پر ایک رطل بھینس کا گھی ہے نہیں بلکہ گائے کا گھی ہے تو اس پر دو رطل واجب ہوں گے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر کہا کہ فلاں شخص کے مجھ پر ہزار درم ہیں نہیں بلکہ فلاں شخص دوسرے کے ہیں تو دونوں مال اس پر لازم آئیں گے۔ اسی طرح اگر فلاں دوسرا شخص پہلے شخص کا مکاتب یا غلام ماذون مقروض ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر غلام مقروض نہ[3] ہو تو استحساناً ایک ہی ہزار اس پر واجب ہوں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر زید نے کہا کہ مجھ پر عمرو کے ہزار درم ایک باندی کے دام ہیں جو اس نے میرے ہاتھ فروخت کی تھی نہیں بلکہ میرے ہاتھ وہ باندی خالد نے ہزار درم کو فروخت کی تھی تو زید پر ہر ایک کے ہزار درم لازم آئیں گے لیکن اگر خالد اقرار کردے کہ یہ باندی عمرو ہی کی تھی تو استحساناً زید پر ایک ہزار[4] درم واجب ہوں گے یہ حاوی میں ہے۔

اگر کہا کہ یہ غلام عمرو کا ہے پھر کہا کہ خالد کا ہے تو عمرو کے نام ڈگری ہوگی اور اگر مقر نے بدون حکم قاضی عمرو کو دے دیا تو خالد کے واسطے اس کی قیمت ڈانڈ بھرے گا اور اگر بحکم قاضی دے دیا تو ضامن نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر زید نے کہا کہ میں نے یہ غلام عمرو سے غصب کیا ہے نہیں بلکہ بکر سے غصب کیا ہے تو غلام عمرو کو ملے گا اور بکر کو غلام کی قیمت دینی پڑے گی خواہ زید نے وہ غلام عمرو کو بحکم قاضی دیا ہو یا بلا حکم قاضی دیا ہو۔ مثل غصب کے ودیعت اور عاریت[ا] کا بھی حکم ہے اور یہ قول امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کا ہے لیکن امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک ودیعت و عاریت کی صورت میں اگر پہلے کو بحکم قاضی دے دیا تو دوسرے کے واسطے ضامن نہ ہوگا اور اگر بلا حکم قاضی دیا ہے تو ضامن ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

ا چندروز کے واسطے لینا جس کو ہمارے عرف میں دست گرداں بولتے ہیں ۱۲

(۱) یعنی خالد ۱۲ (۲) سفید چھانا ہوا میدہ ۱۲ (۳) بلکہ محض غلام ماذون ہو ۱۲ (۴) اوّل کے واسطے ۱۲

مسئلہ مذکورہ میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے محیط میں منقول روایت ☆

ابن سماعہ نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ اگر زید نے کہا کہ یہ ہزار درم مجھے عمرو نے ودیعت دیئے ہیں نہیں بلکہ بکر نے دیئے ہیں اور عمرو غائب ہے پس بکر نے وہ درم لے لیے پھر عمرو حاضر ہوا پس اگر زید سے ان درموں کے مثل درم لے لیے تو بکر پھر زید سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر عمرو نے آ کر بکر سے وہ درم لے لیے تو بکر پھر زید سے اس کے مثل لے گا یہ محیط میں ہے۔

زید کے قبضہ میں ہزار درم ہیں اس نے کہا کہ یہ درم عمرو کے ہیں پھر اس کے بعد کہا کہ نہیں بلکہ بکر کے ہیں تو یہ درم عمرو کو ملیں گے یہ محیط میں سرخسی میں ہے۔

اگر زید نے کہا کہ یہ دار عمرو کا ہے پھر اس کے بعد کہا کہ نہیں بلکہ خالد کا ہے تو عمرو کو ملے گا اور بکر کو کچھ نہ ملے گا۔ اسی طرح اگر کہا کہ یہ دار عمرو کا ہے پھر بعد اس کے بعد کہا کہ عمرو کا اور بکر کا ہے یا میرا اور عمرو کا ہے تو تمام دار صرف عمرو کو ملے گا۔ اگر پہلے ہی سے ملا کر یوں کہا کہ یہ دار عمرو و بکر کا ہے تو دونوں کو برابر تقسیم ہو گا یہ مبسوط میں ہے۔

ابن سماعہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ زید کے قبضہ میں ایک غلام ہے اس نے کہا کہ یہ غلام میرے پاس عمرو کا مال مضاربت ہے پھر کہا کہ عمرو نے مجھے پانچ سو درم دیئے تھے میں نے اس سے یہ غلام خریدا ہے اور عمرو نے کہا کہ بلکہ میں نے تجھے یہ غلام دیا ہے تو عمرو کا قول قبول ہو گا اور غلام اس کو ملے گا اور یہی حکم عروض و عقار و کیلی و وزنی وغیرہ چیزوں میں جاری ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر زید نے کہا کہ میں نے سو درم و سو دینار اور ایک کر گیہوں عمرو کے غصب کیے ہیں نہیں بلکہ بکر کے غصب کیے ہیں تو زید پر دونوں میں سے ہر ایک کے واسطے یہ سب چیزیں لازم آئیں گی اور اگر یہ چیزیں معین ہوں تو سب پہلے شخص یعنی عمرو کو دلا دی جائیں گی اور بکر کو اس کے مثل دلا دی جائیں گی یہ تبیین میں لکھا ہے۔

اگر زید نے کہا کہ میں نے عمرو سے ہزار درم غصب کر لیے اور بکر سے سو دینار غصب کیے اور خالد سے ایک کر گیہوں غصب کیے ہیں نہیں بلکہ شعیب سے غصب کیے ہیں تو جس چیز کا اس نے تیسرے یعنی خالد کے واسطے اقرار کیا ہے وہی چوتھے یعنی شعیب کو ڈانڈ دینی پڑے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر زید کے عمرو پر دس درم ابیض[1] اور دس درم اسود ہیں پس قرض خواہ نے کہا کہ میں نے تجھ سے ایک درم اسود وصول پایا ہے نہیں بلکہ ابیض وصول پایا ہے یا اس کے برعکس کہا اور قرض دار نے کہا کہ دونوں تو نے مجھ سے وصول کر لیے ہیں تو ایک درم ابیض کا وصول کرنا لازم آئے گا اور اگر قرضہ میں دس درم اور دس دینار ہوں اور قرض خواہ نے کہا کہ میں نے تجھ سے ایک دینار وصول پایا نہیں بلکہ ایک درم وصول پایا اور قرض دار نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے ایک درم و ایک دینار وصول کیا ہے تو دونوں کے وصول پانے کا حکم کیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر زید پر ایک چک میں سو درم ہوں اور دوسری چک میں سو درم ہوں اور قرض خواہ نے کہا کہ میں نے اس چک کے درموں سے دس درم وصول پائے ہیں نہیں بلکہ اس دوسری چک میں سے دس درم پائے ہیں تو یہ دس ہی درم قرار دیئے جائیں گے زید کو اختیار ہے چاہے جس چک میں سے شمار کرے یہ مبسوط میں ہے۔

---

[1] ابیض سفید و اسود سیاہ ۱۲

اگر زید کے عمرو پر سو درم ہوں اور بکر پر دوسرے سو درم ہوں اور ہر ایک قرض دار دوسرے کا کفیل ہے اور ہر مال علیحدہ چک میں ہو یا دونوں ایک ہی چک میں تحریر ہوں پس زید نے کہا کہ میں نے عمرو سے دس درم لیے ہیں نہیں بلکہ بکر سے لیے ہیں تو ہر ایک سے دس درم وصول پانے لازم کیے جائیں گے۔ اسی طرح اگر دو شخصوں نے یعنی عمرو و بکر نے خالد کی طرف سے شعیب کے لیے کفالت کی اور شعیب نے کہا کہ میں نے عمرو سے دس درم پائے نہیں بلکہ اس سے پائے ہیں تو دونوں سے پانا دس دس درم کا لازم کیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر زید کے عمرو پر ہزار درم ہوں پس زید نے کہا کہ تو نے سو درم ان میں سے اپنے ہاتھ سے مجھے دیئے ہیں پھر کہا کہ نہیں بلکہ اپنے غلام کے ہاتھ میں یہ درم مجھے بھیج دیئے ہیں تو یہ سو ہی درم اقرار پائیں گے اس سے زیادہ وصول پانا اس پر لازم نہ کیا جائے گا اور اگر عمرو کی طرف سے خالد کفیل ہوا اور زید نے کہا کہ میں نے تجھ سے درم پائے ہیں نہیں بلکہ تیرے کفیل خالد سے پائے ہیں تو ہر ایک سے سو درم پانے کا حکم اس پر ہوگا پھر اگر زید نے عمرو و خالد ہر ایک سے قسم لینی چاہی تو دونوں پر قسم نہ آئے گی یہ حاوی میں ہے۔

زید نے اپنے قرض دار عمرو سے کہا کہ میں نے تجھ سے سو درم وصول پائے پس عمرو نے کہا کہ اور دس درم میں نے تجھے بھیج دیئے اور ایک کپڑا دس درم کو تیرے ہاتھ فروخت کیا ہے اور زید نے کہا کہ تو نے سچ کہا اور یہ اسی سو میں داخل ہے تو قسم سے اسی کا قول قبول ہوگا اور بعض مشائخ نے کہا کہ اگر عمرو نے کہا کہ دس درم میں نے تجھے بھیج دیئے الیٰ آخرۃ یعنی بدون لفظ اور کے بیان کیا اور زید نے تصدیق کی تو صرف زید پر سو درم وصول پانا لازم ہوگا اور اگر لفظ اور کے ساتھ عمرو نے بیان کیا اور زید نے تصدیق کی تو سو درم مع ان معطوفوں کے وصول پانا لازم آئے گا اور بعض مشائخ رحمہم اللہ نے کہا کہ دونوں صورتوں میں سو ہی درم وصول پانا لازم ہوں گے اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

زید نے عمرو سے ایک متاع خریدی پھر عمرو نے کہا کہ میں نے زید سے دام وصول پائے پھر کہا کہ مجھ پر زید کے ہزار درم تھے میں نے بدلا کر دیا تو عمرو کی تصدیق نہ کی جائے گی اور اگر یوں کہا کہ میں نے تجھ سے استیفاء ثمن کر لیا پھر کہا کہ میں نے تیرے قرضہ سے بدلا کر دیا ہے تو تصدیق کی جائے گی اسی طرح اگر کہا کہ تو نے مجھ سے اس کی براءت کر لی ہے تو بھی یہی حکم ہوگا اور اگر بدلا کرنا پہلے ذکر کیا اور کہا کہ میں نے ان داموں سے تیرے قرضہ سے جو مجھ پر آتا تھا بدلا کر لیا پھر کہا کہ میں نے تجھ سے دام وصول پائے ہیں تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور اگر یوں کہا کہ میں نے تجھ سے ثمن وصول پایا ہے نہیں بلکہ جو تیرے ہزار درم مجھ پر آتے تھے ان سے بدلا کر دیا ہے تو تصدیق نہ کی جائے گی اور اگر یوں کہا کہ میں نے تجھ سے دام بھر پائے ہیں نہیں بلکہ اس قرضہ سے جو تیرا مجھ پر آتا تھا بدلا کر دیا ہے تو تصدیق کی جائے گی یہ محیط میں ہے۔

گیارہواں باب☆

جو مال کسی شخص کو کسی شخص سے ملا اس کا دوسرے کے واسطے اقرار کرنے اور جو مال اپنا کسی شخص پر ہے اس کا دوسرے کے واسطے اقرار کرنے کے بیان میں

اگر زید نے کہا کہ یہ چیز مجھے عمرو نے دی ہے اور یہ چیز بکر کی ہے پس اگر عمرو نے اقرار کیا کہ یہ چیز بکر کی ملک ہے اس نے مجھے زید کو دینے کا حکم کیا تھا اور بکر نے اس کی تصدیق کی تو زید کو اختیار ہے دونوں میں سے جس کو چاہے واپس کر دے اور اگر بکر نے زید کو دینے کے واسطے حکم دینے سے انکار کیا تو زید اس کو عمرو کو نہ دے گا اور زید عمرو کے واسطے کچھ ضامن نہ ہوگا اگر عمرو و بکر ہر ایک نے

اپنی ملک ہونے کا دعویٰ کیا تو عمرو کو ملے گی اور بکر کے واسطے زید کچھ ضامن نہ ہوگا اور جب زید نے عمرو کو وہ چیز واپس کر دی تو خواہ عمرو مالک ہو یا نہ ہو زید بری ہو گیا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

زید کے پاس ہزار درم ہیں اس نے کہا کہ یہ ہزار درم عمرو کے ہیں اور مجھے خالد نے دیئے ہیں پس اگر خالد نے اقرار کیا کہ یہ ہزار درم عمرو کے ہیں اور میں نے اس کے حکم سے زید کو دیئے ہیں تو ہزار درم عمرو کے ہوں گے اور اگر خالد نے اس سب سے انکار کیا اور ہزار درم پر اپنی ملک کا دعویٰ کیا تو زید یہ درم عمرو کو دے خالد کو نہ دے پھر اگر بدون حکم قاضی کے عمرو کو دیئے ہیں تو خالد کے واسطے ضامن ہوگا بشرطیکہ خالد یہ قسم کھالے کہ واللہ میں عمرو کی طرف سے یہ ہزار درم زید کو دینے کے واسطے مامور[1] نہ تھا۔ اگر اس نے اس قسم سے نکول کیا تو زید کچھ ضامن نہ ہوگا اور اگر زید نے بحکم قاضی عمرو کو دیئے ہوں تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک خالد کے واسطے ضامن نہ ہوگا اور امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔

زید کے قبضہ میں ایک باندی ہے اس نے کہا کہ یہ عمرو کی ہے اس نے مجھے ودیعت دی ہے پھر کہا کہ بلکہ خالد کی ہے اس نے مجھے ودیعت دی ہے اسی کی ہے تو عمرو کے نام ڈگری ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

نوادر بن سماعہ میں امام محمد رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ زید کے پاس ہزار درم ہیں اس نے کہا کہ یہ درم عمرو کے ہیں مجھے خالد نے ودیعت رکھنے کو دیئے ہیں اور عمرو نے کہا کہ یہ میرے ہیں تو نے مجھ سے غصب کر لیے ہیں تو امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں یہ درم عمرو کو دلا دوں گا پھر اگر خالد آیا اور اس نے عمرو کے درم ہونے سے انکار کیا تو زید دوسرے ہزار درم خالد کو ڈانڈ دے گا اور عمرو سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر زید نے کہا کہ یہ ہزار درم عمرو کے ہیں خالد نے مجھے قرض دیئے ہیں اور دونوں نے اپنی اپنی ملک کا دعویٰ کیا تو یہ درم عمرو کو دلائے جائیں گے اور خالد کے زید پر دوسرے ہزار درم لازم ہوں گے یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر زید کے قبضہ میں ایک غلام ہو اس نے کہا کہ یہ غلام عمرو کا ہے میرے ہاتھ اس کو خالد نے بیچا ہے اور عمرو و خالد ہر ایک نے غلام کا دعویٰ کیا تو غلام عمرو کو دلایا جائے گا بشرطیکہ وہ قسم کھالے کہ میں نے خالد کو فروخت کرنے کا حکم نہیں دیا تھا اور بائع کے داموں کی ڈگری زید پر ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔

منتقی میں عیسیٰ بن ابان نے امام محمد رحمتہ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ زید کے قبضہ میں مال ہے اس نے کہا کہ مجھے آدھے نفع کی مضاربت پر عمرو نے دیا ہی حالانکہ عمرو غائب ہے پھر زید نے کہا کہ جو کچھ میں نے اقرار کیا تھا کہ یہ مال عمرو کا ہے اس نے آدھے نفع کی مضاربت پر مجھے دیا ہے سب میں نے باطل کیا اس مال میں اس کا کچھ نہیں ہے یہ مال خالد کا ہے۔ اس نے مجھے آدھے نفع کی مضاربت پر دیا ہے اور یہ خالد حاضر ہے اس نے تصدیق کی کہ میں نے تجھے دیا ہے تو اس مال سے خرید و فروخت کر اور نفع اٹھا پس زید نے خریدا اور نفع اٹھایا پھر عمرو آیا تو یہ مال اسی کا مضاربت پر قرار دیا جائے گا اور جو کچھ نفع آیا ہے وہ زید اور عمرو کے درمیان آدھا آدھا تقسیم ہوگا اور خالد کو کچھ نہ ملے گا لیکن زید اس کے مثل مال خالد کو ڈانڈ دے گا اور یہی حکم ودیعت میں جاری ہے اگر زید نے کہا کہ یہ مال میرے پاس عمرو کی ودیعت ہے حالانکہ عمرو غائب ہے پھر کہا کہ میں نے اپنا اقرار باطل کیا یہ مال میرے پاس خالد کو ودیعت ہے پھر وہ مال زید کے پاس تلف ہو گیا تو عمرو کے واسطے ضامن نہ ہوگا اور خالد کے واسطے ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر زید نے کہا کہ یہ ہزار درم عمرو کے ہیں اس نے یہ درم میرے پاس خالد کے ہاتھ ودیعت رکھنے کے بھیجے ہیں اور ان

---

[1] یعنی وکیل نہ تھا ۱۲

دونوں نے اپنی اپنی ملک ہونے کا دعویٰ کیا تو عمرو کو ملیں گے لیکن اگر عمرو کہے کہ میرے نہیں ہیں تو خالد کو ملیں گے اور خالد ایلچی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ مال معین اپنے مرسل یعنی بھیجنے والے کے غائب ہونے کی حالت میں واپس کر لے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر زید نے اقرار کیا کہ یہ غلام جو میرے قبضہ میں ہے عمرو کا ہے عمرو نے اس کو خالد سے غصب کر لیا ہے تو عمرو کے نام غلام کی ڈگری ہوگی ☆

اگر زید نے کہا کہ یہ ٹٹو عمرو کا ہے اس نے خالد کے ہاتھ میرے پاس بھیجا تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ ٹٹو عمرو کو واپس دے اور زید کو اس کی قیمت خالد کو دینی پڑے گی بشرطیکہ وہ اپنی ملک ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور زید نے بدوں حکم قاضی کے عمرو کو دے دیا ہو اور اگر بحکم قاضی دے دیا ہے تو ضامن نہ ہوگا اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قیاس قول پر خالد کے واسطے کچھ ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر زید نے اقرار کیا کہ یہ غلام جو میرے قبضہ میں ہے عمرو کا ہے عمرو نے اس کو خالد سے غصب کر لیا ہے تو عمرو کے نام غلام کی ڈگری ہوگی اور خالد کے واسطے زید پر کچھ ڈگری بابت غلام کے نہ ہوگی خواہ زید نے وہ غلام عمرو کو بحکم قاضی دیا ہو یا بلا حکم قاضی دیا ہو یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے اقرار کیا کہ یہ لڑکا عمرو کا بیٹا ہے میں نے اس کو خالد سے غصب کر لیا ہے اور عمرو نے لڑکے کی نسبت اپنے بیٹے ہونے کا دعویٰ کیا اور خالد نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا غلام ہے تو عمرو کی ڈگری ہوگی اور لڑکا آزاد اور عمرو سے ثابت النسب قرار پائے گا اسی طرح اگر زید نے کہا کہ یہ لڑکا عمرو کا بیٹا ہے اس نے اس کو میرے پاس خالد کے ساتھ بھیجا ہے تو یہ لڑکا عمرو کا بیٹا قرار پائے گا اگر وہ دعویٰ کرے اور ایلچی یعنی خالد کا نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

ایک درزی نے اقرار کیا کہ یہ کپڑا جو میرے قبضہ میں ہے عمرو کا ہے مجھے خالد نے سپرد کیا ہے حالانکہ دونوں میں سے ہر ایک اپنی اپنی ملک کا دعویٰ کرتا ہے تو کپڑا عمرو کا قرار دیا جائے گا اور یہی حکم رنگریز و دھوبی و سونار وغیرہ تمام کاریگروں کا ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک درزی دوسرے کے واسطے یعنی خالد کے واسطے کچھ ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر زید نے کہا کہ یہ کپڑا مجھے قمیض قطع کرنے کے واسطے خالد نے دیا ہے حالانکہ یہ کپڑا عمرو کا ہے اور دونوں نے اس کا دعویٰ کیا تو اس کو ملے گا جس نے زید کے سپرد کیا ہے دوسرے کو کچھ نہ ملے گا کذا فی الحاوی۔

اگر زید نے کہا کہ میں نے یہ کپڑا عمرو سے عاریت مانگا اس نے خالد کے ہاتھ میرے پاس بھیج دیا ہے تو عمرو کو ملے گا اور اگر یوں کہا کہ خالد نے مجھ کو یہ کپڑا عمرو سے عاریت لا دیا ہے اور دونوں نے دعویٰ کیا تو خالد کو دیا جائے گا یعنی ایلچی کو یہ محیط سرخسی میں ہے۔

کتاب الاصل میں ہے کہ اگر زید کے عمرو پر ہزار درم قرض کے اس کے نام سے ایک چک میں تحریر ہیں پھر زید نے اقرار کر یا کہ جو مال اس چک میں ہے وہ خالد کا ہے تو یہ جائز ہے اور وصول کرنے کا حق وکیل کو حاصل ہوگا موکل وصول نہیں کر سکتا ہے لیکن س صورت سے وصول کر سکتا ہے کہ وکیل (یعنی مقر) اس کو وکیل کرے اور قضایائے اہل کوفہ میں مذکور ہے کہ مقرلہ کو بدون مقر کی طرف سے وکیل مقرر ہونے کے وصول کرنے کا اختیار ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ کتاب الاصل میں جو حکم مذکور ہے وہ اس صورت پر محمول ہے کہ جب مقرلہ نے اقرار کیا ہو کہ سبب قرض کا مباشر یہی مقر میری اجازت اور وکیل مقرر کرنے سے ہوا ہے اور اگر مقرلہ نے اس سے انکار کیا کہ میں نے اس کو سبب قرض کے مباشر ہونے کی اجازت دی ہے تو وصول کرنے کا حق مقرلہ کو حاصل ہوگا مقر کو حاصل نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر زید نے اقرار کیا کہ جو کچھ میرا قرضہ عمرو پر ہے وہ بکر کا ہے اور زید کے عمرو پر سو درم ایک چک میں اور دس دینار دوسری چک میں تھے پس زید نے کہا کہ میں نے اپنے اقرار میں صرف درم ہی مراد لیے تھے لیکن بکر نے دونوں کا دعویٰ کیا تو دونوں قرضے بکر کو

ملیں گے اور اگر زید غائب ہو گیا تو بکر کو عمرو سے مال کا تقاضہ کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر عمرو نے اقرار کر لیا کہ زید نے بکر کے واسطے اس قرضہ کا اقرار کیا ہے تو عمرو پر بکر کو دینے کے واسطے جبر نہ کیا جائے گا اور اگر عمرو نے بکر کو دے دیا تو بری ہو جائے گا اگر زید کے عمرو پر ہزار درم ہوں اس نے اقرار کیا کہ اس میں سے آدھے بکر کے ہیں تو جائز ہے اور زید ہی وصول کر کے اس میں سے آدھے بکر کو دے گا اور اگر بکر نے زید پر ضمان کا دعویٰ کیا اور کہا کہ یہ میری بلا اجازت واقع ہوا اور زید نے کہا کہ تیری اجازت سے ہے تو مقر کا قول قبول ہوگا اور اس پر ضمان نہ آئے گی اور اگر اجازت کا دعویٰ کیا تو مقر ضامن ہوگا بشرطیکہ بکر قسم کھا لے کہ میں نے اجازت نہیں دی تھی اسی طرح اگر یہ امر سلم یا بیع یا کسی کیلی یا وزنی چیز کے غصب میں واقع ہو تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الحاوی۔

اگر زید نے اقرار کیا کہ جو میری ودیعت عمرو کے پاس ہے وہ خالد کی ہے تو جائز ہے اور خالد کو عمرو سے لینے کا اختیار نہیں ہے لیکن زید اس سے لے کر خالد کو دے گا اور اگر عمرو نے خالد کو دے دیئے تو وہ بری ہو گیا اور اگر زید کی عمرو کے پاس چند چیزیں ودیعت ہوں اور زید نے کہا کہ میں نے اپنے اقرار میں بعض چیزیں مراد لی ہیں تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی اور اگر عمرو نے کہا کہ مجھے زید نے کچھ ودیعت نہیں دی ہے اور خالد نے کہا کہ میری بلا اجازت تجھے ودیعت دی ہے تو زید ضامن ہوگا بشرطیکہ خالد قسم کھا لے کہ میری بلا اجازت اس نے ودیعت دی ہے اور اگر خالد نے اجازت کا اقرار کیا اور عمرو نے کہا کہ میں نے یہ ودیعت زید کو واپس دے دی یا خالد کو واپس دے دی یا میرے پاس ضائع ہو گئی تو قسم سے اسی کا قول قبول ہوگا لیکن اس بات میں خصومت اور قسم لینے کا حق زید کو حاصل ہوگا بشرطیکہ اس نے خالد کی اجازت سے عمرو کو ودیعت دی ہو یہ مبسوط میں ہے۔

بارہواں باب ☆

اپنے اقرار کو ایسے حال کی طرف نسبت کرنے کے بیان میں کہ جس حال میں اقرار صحیح نہیں اور اس کا حکم ثابت نہیں ہوتا ہے

اگر زید نے اقرار کیا کہ میں نے اپنی حالت نابالغی میں بکر کے واسطے ہزار درم کا اقرار کیا ہے اور بکر نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے بعد بلوغ کے میرے واسطے یہ اقرار کیا ہے تو قسم سے مقر کا قول قبول ہوگا اسی طرح اگر کہا کہ میں نے سوتے میں بکر کے واسطے ایسا اقرار کیا ہے یا ایسی عمر میں اقرار کیا ہے کہ میری قسم اس وقت معتبر نہ تھی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کہا کہ میں نے ایسی حالت میں اقرار کیا ہے کہ بسبب برسام[1] یا لمم کی بیماری کے میری عقل جاتی رہی تھی پس اگر یہ بات دریافت ہو کہ اس کو یہ مصیبت بیماری کی اس طور سے پہنچی تھی تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا اور اگر یہ بات دریافت نہ ہو تو مال کا ضامن ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر شوہر نے کہا کہ میں نے تجھ سے حالت نابالغی میں نکاح کیا ہے اور عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے ایسے حال میں نکاح کیا ہے کہ تو اس وقت بالغ تھا تو شوہر کا قول قبول ہوگا اور اگر شوہر نے کہا کہ میں نے تجھ سے مجوسی ہونے کی حالت میں نکاح کیا ہے اور عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے مسلمان ہونے کی حالت میں مجھ سے نکاح کیا ہے تو عورت کا قول قبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر عورت نے اقرار کیا کہ میں نے اس مرد سے اپنی باندی ہونے کی حالت میں نکاح کیا ہے اور وہ عورت پہلے باندی تھی پھر آزاد ہو گئی اور شوہر نے کہا کہ میں نے اس سے بعد آزادی کے یا اس سے پہلے نکاح کیا ہے تو دونوں برابر ہیں نکاح بالاتفاق جائز ہے اور اگر یہ عورت پہلے مجوسیہ ہو پھر مسلمان ہو گئی اور اقرار کیا کہ میں نے اس مرد سے اپنے مجوسی ہونے کی حالت میں نکاح کیا ہے اور

[1] برسام ایک بیماری ہوتی ہے جس کے سبب سے آدمی کے حواس پریشان ہو جاتے ہیں ۱۲

مرد نے کہا کہ میں نے اس کے مسلمان ہونے کے بعد اس سے نکاح کیا ہے تو مرد کا قول مقبول ہوگا اور اگر عورت نے کہا کہ میں نے تجھ سے تیری نابالغی کی حالت میں یا سوتے میں نکاح کیا ہے یا ایسی حالت میں نکاح کیا ہے کہ میں مغلوب العقل تھی اور مغلوب العقل ہو جانا عورت کا دریافت بھی ہوا ہے تو عورت کا قول قبول ہوگا کذا فی الحاوی۔

جورو و مرد میں سے ایک نے اقرار کیا کہ نکاح غیر شوہر کی عدت میں واقع ہوا یا غیر کے نکاح قائم ہونے کی حالت میں یا بدوں گواہوں کے واقع ہوا یا اس کے پاس چار منکوحہ موجود تھیں اس وقت واقع ہوا یا اس عورت کی بہن اس مرد کے نکاح میں تھی اس وقت اس عورت سے نکاح ہوا یا اس کی بہن کی عدت کے زمانہ میں نکاح ہوا ہے تو دونوں میں سے جو شخص ان امور کا مدعی ہو اس کا قول قبول نہ ہوگا پس اگر شوہر ان امور کا مدعی ہو تو اس کے اقرار سے دونوں میں جدائی کرادی جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر زید نے کہا کہ میں نے اس غلام کو اپنی نابالغی میں مکاتب کیا ہے اور غلام نے کہا کہ نہیں بلکہ حالت بلوغ میں تو نے مجھے مکاتب کیا ہے تو زید کا قول قبول ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر زید نے کہا کہ عمرو سے میں نے یہ چیز اپنے لڑکپن میں لی یا ایسی حالت میں لی کہ میری عقل جاتی رہی تھی تو دونوں حالوں میں اس پر مال لازم ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کسی آزاد نے اقرار کیا کہ میں نے عمرو کے واسطے اپنے اوپر ہزار درم کا اقرار اپنے غلام ہونے کی حالت میں کیا ہے تو اس پر مال لازم ہوگا۔ اسی طرح اگر حربی نے اسلام لانے کے بعد اقرار کیا کہ میں نے زید کے واسطے ہزار درم کا اقرار اس وقت کیا تھا کہ جب میں امان لے کر دارالاسلام میں آیا ہوں تو مال اس پر لازم ہوگا اسی طرح اگر کہا کہ فلاں مسلم دارالحرب میں امان لے کر ہمارے یہاں آیا پس میں نے اس کے لیے اس قدر مال کا اقرار کیا تھا تو مال اس پر ہو لازم گا اور اسی طرح اگر کہا کہ میں نے زید کے واسطے ہزار درم کا اقرار دارالحرب میں کیا تھا اور فی الحال وہ دارالاسلام میں ہے تو اس پر لازم ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر آزاد یا غلام نے کہا کہ میں نے زید کے واسطے ہزار درم کا اقرار کیا ہے حالانکہ زید غلام ہے تو مقر پر مال لازم ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر حربی مستامن[1] نے دارالاسلام میں کسی مسلمان کے واسطے قرضہ کا اقرار کیا تو اس پر لازم ہوگا پس اگر اس نے کہا کہ تو نے دارالحرب میں مجھے ادھار دیا ہے اور مسلمان نے کہا کہ دارالاسلام میں دیا ہے تو قرضہ اس پر لازم ہوگا خواہ اس کلام کو اقرار سے ملا کر کہے یا جدا بیان کرے اسی طرح اگر حربی مستامن کسی دوسرے حربی مستامن یا ذمی کے واسطے اقرار کرے تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر کسی معین چیز کی نسبت جو اس کے قبضہ میں ہے اقرار کیا ہے کہ یہ مسلمان حربی مستامن یا ذمی کی ہے تو بھی یہی حکم ہے اور حربی مستامن کی طرف سے نکاح و طلاق و عتاق اور بچہ کے نسب اور جراحات اور حد قذف اور اجارہ اور کفالت و ان کے اشباہ کا اقرار جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر زید نے اپنے غلام کو آزاد کیا پھر کہا کہ جب تو میرا غلام تھا تب میں نے تیرا ہاتھ کاٹا تھا اور غلام نے کہا کہ بعد آزادی کے کاٹا ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غلام کا قول مقبول و زید ضامن ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی حربی مسلمان ہو گیا یا ذمی بن کر رہا پھر ایک مسلمان نے کہا کہ میں نے تیرا ہاتھ کاٹا درحالیکہ تو حربی دارالحرب میں تھا یا اس قدر تیرا مال لے لیا درحالیکہ تو حربی دارالحرب میں تھا اور حربی نے کہا کہ جو کچھ تو نے کیا سب میرے مسلمان ہونے یا ذمی بن جانے کے بعد

---

[1] وہ کافر جو دارالحرب کا رہنے والا ہے اور کچھ مدت کے واسطے امن لے کر دارالاسلام میں داخل ہوا ۱۲

دارالاسلام میں کیا ہے تو شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک حربی کا قول قبول اور مسلمان ضامن ہوگا اسی طرح اگر حربی مسلمان ہو گیا اور ایک مسلمان سے کہا کہ میں نے تیرا ہاتھ کاٹا یا تیرا اس قدر مال لیا اس حالت میں کہ میں دارالحرب میں حربی تھا اور مسلمان نے کہا کہ نہیں جو کچھ تو نے کیا سب دارالاسلام میں مسلمان ہونے کے بعد کیا ہے تو شیخین کے نزدیک مسلم کا قول مقبول اور حربی ضامن ہوگا اور اس پر اجماع ہے کہ اگر مال مقر کے پاس ان صورتوں میں بعینہٖ قائم ہو تو اس کو واپس کر دینے کا حکم کیا جائے گا اور بھی اجماع ہے کہ اگر اپنی باندی سے کہا حالانکہ اسے آزاد کر چکا ہے کہ میں نے تجھ سے آزاد کرنے سے پہلے وطی کی ہے اس نے کہا کہ نہیں بلکہ بعد آزاد کرنے کے وطی کی ہے تو مولیٰ کا قول مقبول ہوگا اور وہ ضامن نہ ہوگا اور بھی اجماع ہے کہ اگر اپنے غلام کو آزاد کرنے کے بعد اس سے کہا کہ میں نے تجھ سے ماہواری بھاڑا تیرے غلام ہونے کی حالت میں لیا ہے اور غلام نے کہا کہ نہیں بلکہ آزادی میں لیا ہے تو مولیٰ کا قول قبول ہوگا اور وہ ضامن نہ ہوگا اور بھی اجماع ہے کہ اگر اپنے غلام کو آزاد کیا اس نے کسی شخص سے کہا کہ میں نے تیرا ہاتھ اپنے غلام ہونے کی حالت میں کاٹا ہے اس شخص نے کہا کہ نہیں بلکہ آزاد ہو جانے کے بعد کاٹا ہے تو مقر کا قول قبول ہوگا اور وہ ضامن نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

باندی کو آزاد کرنا اور بچہ کی بابت اختلاف رونما ہونا ☆

اگر اپنی باندی کو آزاد کر دیا پھر کہا میں نے تجھ سے یہ بچہ آزاد کرنے سے پہلے لیا ہے اس نے کہا کہ نہیں بلکہ بعد آزادی کے لیا ہے تو باندی کو واپس کر دے اور وہ بچہ آزاد ہے اور اگر یہ نہ کیا کہ میں نے تجھ سے لیا ہے تو واپس نہ کرے گا اور اگر کہا کہ میں نے تجھے یہ بچہ جننے کے بعد آزاد کیا ہے اس نے کہا کہ نہیں بلکہ پہلے آزاد کیا ہے تو بچہ کے قابض کا قول قبول ہوگا اور یہی حکم کتابت کی صورت میں ایسا واقع ہونے میں ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے امالی میں فرمایا کہ اگر بچہ دونوں کے قبضہ میں ہو تو عورت کا قول اور اگر دونوں کے پاس گواہ ہوں تو عورت کے گواہ قبول ہوں گے لیکن مدبر کر دینے کی صورت میں ایسے اختلاف میں مولیٰ کا قول قبول ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر زید نے اپنا غلام آزاد کیا پھر عمرو نے اقرار کیا کہ میں نے ہزار درم اس غلام سے اس کے غلام ہونے کی حالت میں لیے ہیں اور غلام نے کہا کہ تو نے بعد آزادی کے مجھ سے لیے ہیں تو غلام کا قول مقبول ہوگا۔ اسی طرح اگر غلام کو مکاتب کیا پھر یہ اقرار و اختلاف واقع ہوا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر زید نے اس غلام کو فروخت کیا پھر ایک شخص نے اقرار کیا کہ میں نے اس غلام سے سو درم اس وقت غصب کیے جب یہ زید کا غلام تھا اور دوسرے مالک نے کہا کہ نہیں تو نے اس وقت غصب کیے ہیں جب میرا غلام تھا تو دوسرے کو مال ملے گا اور یہی حکم جراحات کے اقرار و اختلاف میں ہے یہ حاوی میں ہے۔

اگر زید نے اقرار کیا کہ میں نے عمرو کی آنکھ عمداً پھوڑ دی پھر اس کے بعد زید کی آنکھ جاتی رہی اور عمرو نے کہا کہ تو نے میری آنکھ پھوڑی درحالیکہ تیری آنکھ ثابت تھی اور زید نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے تیری آنکھ پھوڑی درحالیکہ میری آنکھ جا چکی تھی تو عمرو کا قول قبول ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر اقرار کیا کہ میں نے اپنے غلام ہونے کی حالت میں زید کے ولی کو قتل کیا ہے اور زید نے کہا کہ نہیں بلکہ بعد آزادی کے تو نے قتل کیا ہے تو اس پر کچھ لازم نہ آئے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر دو متفاوضین میں سے ایک نے اقرار کیا کہ دوسرے پر شرکت سے پہلے کا زید کا قرضہ ہے اور اس دوسرے نے انکار کیا اور زید نے دعویٰ کیا کہ یہ قرضہ حالت شرکت کا ہے تو دونوں کے ذمہ لازم ہوگا اور اگر ایک نے اقرار کیا کہ یہ قرضہ شرکت سے پہلے کا

صرف مجھ پر ہے شریک پر نہیں ہے اور زید نے شرکت میں ہونے کا دعویٰ کیا تو مال اس پر اور اس کے شریک پر لازم ہوگا اور اگر باہم سب نے تصدیق کی کہ یہ قرضہ شرکت سے پہلے کا ہے تو دونوں میں سے کوئی دوسرے کے حصہ قرضہ کے واسطے ماخوذ نہ ہوگا اور اگر دونوں میں سے کوئی مر گیا یا دونوں جدا ہو گئے پھر ایک نے شرکت میں قرضہ دونوں پر ہونے کا اقرار کر دیا تو خاص اسی پر لازم آئے گا کذا فی الحاوی۔

اگر مسلمان نے مقبوضہ شراب یا سور کا کسی ذمی کے لیے اقرار کیا تو جائز ہے اسی طرح اگر ذمی نے کسی مسلمان کے واسطے معین موجودہ شراب یا سور کا اقرار کیا تو بھی جائز ہے اور اگر مستہلکہ شراب یا سور کا اقرار کیا تو اس پر کچھ لازم نہ آئے گا اور اگر مسلمان نے کسی ذمی کے واسطے ایسی شراب یا سور کا اقرار کیا جو تلف کر دی ہے تو اس پر قیمت اس کی واجب ہوگی اور اگر کوئی ذمی[1] مسلمان ہو گیا پھر دوسرے ذمی نے اقرار کیا کہ میں نے اس کا سور اس کے اسلام کے بعد تلف کر دیا اور مسلم نے کہا کہ تو نے میرے مسلمان ہونے سے پہلے تلف کیا ہے تو شیخینؒ کے نزدیک ذمی اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر ضمان نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کسی ذمی نے شراب کے تلف کر دینے کا اس طرح اقرار کیا کہ میں نے اپنے حربی ہونے کی حالت میں یہ شراب تلف کر دی یا تیرے حربی ہونے کی حالت میں تلف کر دی ہے اور مخاطب کا حربی ہونا اس سے پہلے دریافت ہوا ہے تو اس میں بھی اختلاف مذکور واقع ہے یہ مبسوط میں ہے۔

نیرھواں باب ☆

ان صورتوں کے بیان میں جو شرکت کا اقرار ہوتی ہیں اور جو نہیں ہوتی ہیں اور اپنی اور دوسرے شخص کی مشترکہ چیز میں اقرار کرنے اور اپنے اور دوسرے پر اقرار کرنے اور کسی چیز کا اپنے اور دوسرے کے واسطے ملک کا اقرار کرنے کے بیان میں

اگر کسی کے قبضہ میں ایک غلام ہے اس نے کہا کہ زید کی اس میں شرکت ہے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زید کو اس کا آدھا ملے گا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مقدار بیان کرنے میں مقر کا قول قبول ہوگا اور اس پر اتفاق ہے کہ اگر یوں کہا کہ زید اس غلام میں میرا شریک ہے یا یہ غلام میرے اور زید کے درمیان مشترک ہے یا یہ غلام میرا اور زید کا ہے تو دونوں میں برابر تقسیم ہوگا اگر اپنے اقرار سے ملا کر کہا کہ زید دسویں حصہ کا شریک ہے تو اسی کا قول قبول ہوگا یا یوں کہا کہ یہ غلام میرا اور زید کا ہے میرا دو تہائی ہے اور زید کا ایک تہائی ہے تو بھی اسی کا قول لیا جائے گا۔ اگر کہا کہ یہ غلام میرا اور میرے ساتھ فلاں وفلاں اس میں شریک ہیں تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک برابر تین حصہ ہو کر تقسیم ہوگا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مقدار بیان کرنے میں مقر کا قول قبول ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

ابن سماعہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ زید نے کہا کہ عمرو کے اس غلام میں ہزار درم ہیں تو غلام زید کا ہوگا اور ہزار درم عمرو کے اس کی گردن پر قرضہ ہوں گے لیکن اگر اس کے اقرار میں کوئی ایسا لفظ ہو جس سے غلام کی ذات میں شرکت ثابت ہو۔ مثلاً یوں بیان کرے کہ میں نے یہ غلام خریدا اس میں عمرو کے ہزار درم ہیں تو شرکت ہو سکتی ہے اور اگر کہا کہ عمرو کے اس کپڑے

---

[1] وہ کافر جو دار الاسلام میں جزیہ ادا کرنے کی شرط پر بود و باش رکھتا ہے ۱۲

میں ہزار درم ہیں اور ایسا کوئی لفظ نہ بولا جس سے کپڑے میں شرکت ثابت ہو تو یہ شرکت نہ ہو گی بلکہ کپڑے میں سے ہزار درم عمرو کو ملیں گے اور اگر کہا کہ اس برذون میں عمرو کے ہزار درم ہیں تو اس میں سوائے شرکت کے کوئی صورت نہیں ہے پس شرکت قرار دی جائے گی یہ محیط میں ہے۔

اگر کسی دار میں ایک بیت معین کی نسبت ایک شریک نے دوسرے شریک کے واسطے اقرار کر دیا تو فی الحال یہ اقرار نہیں صحیح ہے مگر دار کو تقسیم کرنے کے بعد اگر یہ بیت مقر کے حصہ میں پڑے تو دوسرے شریک کے سپرد کر دے گا اور اگر وہ بیت اس کے شریک کے حصہ میں آیا تو مقر کا حصہ اس کے اور شریک مقرلہ کے درمیان موافق دونوں کے حق کے تقسیم ہو گا کہ اس میں مقر اس بیت کے تمام گزوں سے اور مقرلہ باقی دار کے نصف سے سوائے اس بیت کے حصہ دار ہو گا۔ اسی طرح اگر کسی خاص راستہ یا دیوار کا اقرار کیا تو بھی ایسا ہی ہو گا اور یہ شیخینؒ کے نزدیک ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مقرلہ بیت کے آدھے گزوں سے اور مقر نصف باقی دار سے حصہ دار ہو گا مثلاً اگر دار کے سو گز ہوں اور بیت دس گز کا ہو تو شیخینؒ کے نزدیک مقرلہ دس گز سے اور مقر پینتالیس گز سے شریک ہو گا پس دار دونوں میں گیارہ حصوں پر تقسیم ہو گا دو حصہ مقرلہ کو اور نو حصہ مقر کو ملیں گے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مقرلہ کو پانچ اور مقر کو پینتالیس گز کا حق ہے پس اس کو مقر کے حصہ کا دسواں دیا جائے گا اسی طرح اگر دو شریکوں میں سے ایک نے ایک دار مشترک کے خاص بیت کی دوسرے شریک کے واسطے وصیت کی اور مر گیا تو بھی یہی صورت تقسیم ہو گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر ایک حمام دو شریکوں میں مشترک ہے ایک نے اقرار کیا کہ اس میں سے درمیانی بیت دوسرے شخص کا ہے یعنی کسی ثالث اجنبی کے لیے اقرار کیا تو جائز نہیں ہے اور مقرلہ کو اختیار ہے کہ مقر سے اس بیت کو آدھی قیمت ڈانڈ لے۔

قلت ☆

اس وجہ سے آدھی قیمت لے گا کہ تمام بیت مقر کا نہیں ہے بلکہ وہ آدھے کا شریک ہے اس واسطے آدھے میں اقرار جائز ہے مگر چونکہ مشترک ہے اس واسطے عین میں جائز نہیں قیمت میں جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

اگر نصف حمام یا تہائی حمام کا دوسرے شخص غیر کے واسطے اقرار کیا تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔

ایک تلوار دو شخصوں میں مشترک ہے اس کا حلیہ[1] چاندی کا ہے پس ایک نے اقرار کیا کہ اس کا حلیہ زید کا ہے تو یہ اقرار اس کے شریک پر جائز نہ ہو گا اور مقرلہ کو حلیہ کی آدھی قیمت ڈھلے ہوئے سونے سے ادا کرے گا۔ اسی طرح اگر کسی بیت مشترک کے شہتیر کا دوسرے کے واسطے اقرار کیا تو مقرلہ کو اس کی آدھی قیمت دے گا۔ اسی طرح اگر ایک دیوار مشترک کی اینٹوں یا ستون یا چوکھٹا دروازہ کا جو مشترک ہے کسی کے واسطے اقرار کر دیا تو بھی یہی صورت ہے یہ حاوی میں ہے۔

اگر ایک گٹھڑی کپڑوں کی دو شخصوں میں مشترک ہے اس میں سے ایک خاص کپڑے کا کسی شخص کے واسطے اقرار کیا تو اس کپڑے میں سے جس قدر حصہ مقر رہو گا وہ مقرلہ کو ملے گا کذا فی المبسوط اور باندی غلام وحیوانات کا بھی یہی حکم ہے کذا فی الحادی۔

ایک دار دو شخصوں میں مشترک ہے پس ایک نے کہا کہ تمام دار سے دسواں حصہ میرے حصہ کا زید کا ہے تو جائز ہے اور دار کے دس حصہ کیے جائیں گے اس میں سے پانچ حصہ مقرلہ کو دیئے جائیں گے اور اس نے تمام دار سے دسویں حصہ کا زید کے واسطے اقرار کیا ہے اس واسطے ایک حصہ ان پانچ حصوں میں سے زید کو ملے گا اور چار حصہ مقر کے پاس رہیں گے اور اگر یوں اقرار کیا کہ تمام دار کا چوتھائی زید کا ہے اور باقی ہم دونوں میں مشترک ہے اور شریک نے اس سے انکار کیا تو مقر کا حصہ اس کے اور مقرلہ کے درمیان

[1] زیور اور یہاں مراد وہ زیور ہے جو اکثر تلوار وغیرہ کے متعلق ہوتا ہے ۱۲

حصوں میں تقسیم ہوگا تین مقر کو اور دو حصہ مقرلہ کو ملیں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

دو اشخاص میں مشترک ولاء کا بیان ☆

اگر ایک دار دو شخصوں میں مشترک ہے ایک نے ایک بیت معین کا زید کے واسطے اقرار کیا اور شریک نے اس سے انکار کیا مگر شریک نے دوسرے بیت معین کا اقرار کیا اور پہلے شریک نے اس سے انکار کیا تو دار دونوں میں برابر تقسیم ہوگا جس کے حصہ میں اس کا بیت آیا کہ جس کا اس نے مقرلہ کے واسطے اقرار کیا ہے تو وہ بیت مقرلہ کو دے دے گا اور اگر اس کے حصہ میں نہ آیا تو اس کا حصہ اس کے اور مقرلہ کے درمیان اس بیت اور باقی آدھے دار پر سوائے بیت کے تقسیم ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

ایک دار دو شخصوں عمرو و خالد میں مشترک ہے پھر ایک عمرو نے اقرار کیا کہ یہ دار ہم دونوں اور زید کے درمیان میں تہائی ہے اور خالد دوسرے شریک نے اقرار کیا کہ یہ دار ہم دونوں اور زید اور بکر کے درمیان چار حصے برابر ہے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے موافق جس پر دونوں نے اتفاق کیا ہے یعنی زید وہ خالد کے پاس آئے گا اور جو کچھ اس کے قبضہ میں ہے اس کا چوتھائی لے لے گا اور یہ چوتھائی عمرو کے مقبوضہ میں ملا کر دونوں برابر بانٹ لیں گے اور جس قدر خالد کے پاس بچا وہ اس کے اور بکر کے درمیان برابر تقسیم ہوگا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے موافق زید خالد کے مقبوضہ میں سے پانچواں حصہ لے گا اور باقی قول مثل قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے ہے یہ تحریر شرح جامع کبیر میں ہے۔

اگر ایک قوم کا ایک راستہ خاص ہے اور اس پر ایک دروازہ لگا ہوا ہے قوم کے ایک شخص نے کسی غیر شخص کے واسطے اس راستہ میں اقرار کیا تو اس کا اقرار باقی شریکوں پر جائز نہ ہوگا اور جب تک باہم تقسیم نہ کریں تب تک مقرلہ اس راستہ سے گذر نہیں کر سکتا ہے اور اگر بعد قسمت کے وہ موضع اس مقر کے حصہ میں پڑا تو یہ اقرار اس پر جائز ہوگا اور اگر دوسرے کے حصہ میں آیا تو مقرلہ کو اختیار ہوگا کہ مقر کے حصہ میں سے بقدر حصہ اس راستہ کے بٹا لے یہ حاوی میں ہے۔

ایک نہر تین آدمیوں میں مشترک ہے ایک شریک نے دسویں حصہ نہر کا زید کے واسطے اقرار کیا تو اس کی دو صورتیں ہیں اگر یوں اقرار کیا کہ دسواں حصہ زید کا اور باقی نہر ہم تینوں میں مشترک ہے تو جس قدر حصہ مقر کے قبضہ میں یعنی ایک تہائی ہے وہ چار حصہ ہو کر ایک حصہ مقرلہ کو دیا جائے گا اور اگر اپنے واسطے تہائی نہر کا دعویٰ کرتا ہے تو جس قدر اس کے پاس ہے وہ اس کے اور مقرلہ کے درمیان تیرہ حصہ ہو کر تین حصے مقرلہ کو اور دس حصے مقر کو ملیں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اسی طرح اگر چشمہ یا حوض تین شخصوں میں مشترک ہو اور اس طرح اقرار واقع ہوا تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے۔

نوادر بن سماعہ میں ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ دو شخصوں کے قبضہ میں ایک دار ہے ہر ایک نے دوسرے پر یہ گواہی دی کہ اس نے مدعی کے واسطے نصف دار کا اقرار کیا ہے اور ہر ایک اس اقرار سے منکر ہے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کسی کے مقبوضہ[1] میں مدعی کا کچھ حق نہیں ہے اور اگر ہر ایک شریک نے کسی دوسرے گواہ کے ساتھ دوسرے شریک پر یہ گواہی دی کہ اس نے اس مدعی کے واسطے آدھے دار کا اقرار کیا ہے تو مدعی دونوں سے آدھا دار لے لے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر زید نے اقرار کیا کہ یہ جو غلام میرے قبضہ میں ہے میرے اور عمرو کے درمیان مشترک ہے پھر کہا کہ یہ غلام میرے اور بکر کے درمیان ہے پھر بعد اس کے کہا کہ میرے اور خالد کے درمیان ہے پھر سب نے قاضی کے پاس نالش کی تو عمرو کے نام آدھے غلام کی اور بکر کے نام چوتھائی غلام کی اور خالد کے نام آٹھویں حصہ غلام کی ڈگری ہوگی اور باقی آٹھواں حصہ زید کے پاس رہے گا اسی

[1] وہ شے جو قبضہ میں ہو ۱۲

طرح اگر یہ اقرار کسی میت پر کیا جس کا یہ وارث ہے تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الحاوی۔

ایک تھیلی جس میں ہزار درم ہیں دو شخصوں کے قبضہ میں ہے پس ایک نے زید کے واسطے آدھے مال کا اقرار کیا پس اگر یہ کہہ کر کہ اس کا آدھا تیرا ہے چپ ہو رہا اور دوسرے شریک نے انکار کیا تو مقر لہ کو مقر کے مقبوضہ کی دو تہائی ملے گی اور اگر یوں کہا کہ اس کا آدھا تیرا ہے اور باقی آدھا میرے اور میرے شریک کے درمیان مشترک ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر یوں کہا کہ یہ تھیلی میرے اور تیرے درمیان آدھی آدھی ہے تو اس کا مقبوضہ دونوں میں برابر تقسیم ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر زید و عمرو دونوں میں سے زید نے بکر سے کہا کہ یہ تھیلی آدھی میری اور آدھی تیری ہے اور عمرو نے کہا کہ تہائی بکر کی اور دو تہائی میری ہے اور زید نے تصدیق کی تو بکر عمرو سے اس کے مقبوضہ کی تہائی لے لے گا اور یہ تہائی زید کے مقبوضہ کے ساتھ ملا کر دونوں برابر تقسیم کر لیں گے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عمرو سے پانچواں حصہ لے گا اور زید کے مقبوضہ میں ملا کر دونوں برابر تقسیم کر لیں گے اور اگر اس نے کل کا دعویٰ کیا تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بکر ہر ایک سے اس قدر لے لے گا جس قدر اس نے اقرار کیا ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عمرو سے اس کے مقبوضہ کا پانچواں حصہ اور زید سے اس کا مقبوضہ کا آدھا لے گا یہ کافی میں ہے۔

اگر زید نے کہا کہ بکر کی تہائی ہے اور دو تہائی میری ہے اور عمرو نے کہا کہ بکر کی دو تہائی ہے اور ایک تہائی میری ہے اور بکر نے دعویٰ کیا کہ تمام تھیلی میری ہے تو زید سے اس کے مقبوضہ کا پانچواں حصہ لے گا اور عمرو سے اس کے مقبوضہ کا تین پانچواں حصہ لے گا اور یہ اس صورت میں ہے کہ بکر نے دونوں کی تکذیب کی ہو اور اگر معاً دونوں کی تصدیق کی تو عمرو سے اس کے مقبوضہ کا تین پانچواں حصہ لے کر زید کے مقبوضہ کے ساتھ ملا کر تین تہائی کر لیں گے کہ اس میں سے ایک تہائی بکر کو ملے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایک تھیلی تین شخصوں زید و عمرو و بکر میں مشترک ہے پس زید نے اقرار کیا کہ تین چوتھائی عمرو کی اور ایک چوتھائی میری ہے اور بکر نے اقرار کیا کہ عمرو کا پانچ چھٹا حصہ ہے اور چھٹا حصہ میرا ہے اور عمرو نے کل تھیلی کا دعویٰ کیا تو ہر ایک سے اس کے اقرار کے موافق لے لے گا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مقر سے دو پانچویں اور پانچویں کے تین چوتھائی لے گا اور دوسرے سے تین پانچویں لے گا کذا فی الکافی۔

اگر تینوں شریکوں میں سے ایک زید نے اقرار کیا کہ اس تھیلی کی تہائی خالد اجنبی کے واسطے ہے اور دو تہائی میری ہے اور عمرو نے کہا کہ نہیں بلکہ آدھا اس کا ہے اور آدھا میرا ہے اور بکر نے کہا کہ دو تہائی اس کی اور ایک تہائی میری ہے اور خالد نے دعویٰ کیا کہ سب تھیلی میری ہے تو زید سے اس کے مقبوضہ کا ساتواں اور عمرو سے دو ساتویں حصہ اور بکر سے تین ساتویں حصے لے لے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایک تھیلی ہزار درم کی زید کے پاس ہے اس نے اقرار کیا کہ یہ میرے اور عمرو کے درمیان برابر مشترک ہے اور عمرو کو آدھی دے دی پھر اقرار کیا کہ تھیلی میرے اور بکر کے درمیان برابر مشترک ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں یا تو عمرو کو آدھی تھیلی بحکم قاضی دی یا بدون حکم قاضی دی ہے پس پہلی صورت میں بکر کو باقی آدھا دے گا یعنی چوتھائی تھیلی اور دوسری صورت میں آدھا جو اس کے پاس ہے سب دے گا اور یہ ہمارے تینوں علماء کا قول ہے اور اگر بکر کے واسطے نصف کا اقرار نہیں بلکہ تہائی کا اقرار کیا ہو یعنی یوں کہا کہ تھیلی میرے اور تیرے اور عمرو کے درمیان تین تہائی مشترک ہے اور بکر نے عمرو کی شرکت سے انکار کیا پس اگر عمرو کو بحکم قاضی دے چکا ہے تو بکر کو باقی آدھا دے گا اگر بدون حکم قاضی دیا ہے تو بکر کو کل مال کی تہائی دے گا اور اگر عمرو کو بلا حکم قاضی آدھا دیا اور بکر کو بحکم قاضی

تہائی دیا پھر خالد کے واسطے اقرار کیا کہ یہ سب کا چوتھائی کا شریک ہے اور عمرو و بکر نے خالد کی شرکت سے انکار کیا اور خالد نے عمرو و بکر کی شرکت سے انکار کیا تو خالد کو تمام مال کا چھٹا حصہ دے گا اور اگر پہلے دونوں کو بلا حکم قاضی دے چکا ہے تو خالد کو اپنے قبضہ کا چھٹا حصہ دے دے گا اور اپنے مال سے اور چھٹا حصہ دے کر تھیلی کی چوتھائی اس کے واسطے پوری کر دے گا اور اگر عمرو کو آدھا بحکم قاضی دیا ہے اور بکر کو چوتھائی بحکم قاضی دیا ہے پھر خالد کے واسطے اقرار کیا تو باقی کا نصف یعنی آٹھواں حصہ اس کو دے گا اور اگر عمرو کو آدھا بحکم قاضی دیا ہے اور بکر کو چوتھائی بلا حکم قاضی دیا ہے پھر خالد کے واسطے اقرار کیا تو خالد کو تھیلی کا چھٹا حصہ دے گا اور چھٹے حصہ کا آدھا اس کے پاس رہ جائے گا اور اگر عمرو کو آدھا بدون حکم قاضی دیا اور بکر کو تہائی بحکم قاضی دیا ہے پھر خالد کے واسطے اقرار کیا اور عمرو نے خالد کے واسطے تصدیق کی اور بکر سے انکار کیا اور خالد نے عمرو کی تصدیق کی اور بکر سے انکار کیا اور بکر نے زید کے عمرو و خالد دونوں کی شرکت سے انکار کیا تو خالد زید سے اس کے مقبوضہ کا آدھا لے کر عمرو کے حصہ میں ملا کر برابر بانٹ لے گا اور یہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قیاس ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اور یہی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ خالد زید سے اس کے مقبوضہ کی تہائی لے کر مثل قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے عمل میں لائے گا اور اگر بکر کو بھی بلا حکم قاضی دے دی پھر خالد کے واسطے اقرار کیا اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو کتاب میں مذکور ہے کہ خالد زید سے تمام مال کا آٹھواں حصہ یعنی اس کے مقبوضہ کا تین چوتھائی لے کر عمرو کے حصہ میں ملا کر برابر تقسیم کر دے گا اور ابوبکر جصاص نے ابو سعید بردعی سے نقل کیا کہ یہ قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قیاس پر زید سے دسواں حصہ تمام مال کا یعنی اس کے مقبوضہ کا تین پانچواں لے کر عمرو کے حصہ میں ملا کر دونوں برابر تقسیم کر لیں گے اور اگر زید نے عمرو کو آدھا مال بلا حکم قاضی دے دیا پھر بکر و خالد کے واسطے معاً اقرار کیا اور عمرو نے زید کی تیسرے کے واسطے تصدیق کی اور دوسرے کے حق میں تکذیب کی تو خالد زید سے اس کے مقبوضہ کی چوتھائی لے کر عمرو کے حصہ میں ملا کر برابر تقسیم کر لیں گے اور یہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پانچواں حصہ لے گا اور دوسرا یعنی بکر جس کے بارہ میں عمرو نے تصدیق نہیں کی ہے زید سے تمام مال کی چوتھائی لے لے گا یہ تحریر شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔

اگر زید نے کہا کہ عمرو کے مجھ پر اور خالد پر ہزار درم ہیں اور خالد نے انکار کیا تو زید پر اس کے آدھے لازم آئیں گے۔ اسی طرح اگر عاریت یا قرض یا مضاربت یا قتل خطاء یا خطا سے یا عمداً زخمی کرنے میں ایسا اقرار کیا تو بھی یہی حکم ہے۔ اگر اپنے ساتھ دو شخصوں کو مقروض بتایا تو ان کے انکار کے بعد اس پر تہائی مال لازم آئے گا اسی طرح جن لوگوں کو اپنے ساتھ بیان کیا اگر ان میں غلام مجور یا نابالغ لڑکا یا حربی یا میت یا نامعلوم آدمی ہو تو ان لوگوں کے شمار سے جس قدر حصہ مقر پر پڑتا ہو وہ لازم آئے گا کذا فی الحاوی۔

اگر کہا کہ ہم پر زید کے ہزار درم ہیں حالانکہ اپنے ساتھ کسی کو ذکر نہیں کیا پھر کہا کہ اپنے ساتھ میں نے فلاں و فلاں شخصوں کو مراد لیا تھا اور مقر لہ نے سب مال کا اسی مقر پر دعویٰ کیا تو کل مال اسی پر لازم ہوگا۔ اسی طرح اگر کہا کہ زید کے ہم پر اور اشارہ اپنی طرف اور دو ساتھیوں کی طرف کیا تو اسی پر کل مال لازم ہوگا اور اگر کہا کہ زید کے ہم سب پر یا ہم کل پر ہزار درم ہیں اور اپنی طرف اور اپنے ساتھیوں کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا تو اس پر ہزار میں سے بقدر اس کے حصہ کے لازم آئے گا یعنی ہزار درم ان لوگوں کی تعداد پر تقسیم ہو کر جو حصہ اس مقر کے پڑتے میں پڑے اس پر لازم ہوگا اور اگر یوں اقرار کیا کہ زید کے ہم میں سے ایک شخص پر ہزار درم آتے ہیں تو اس پر کچھ لازم نہ آئے گا اسی طرح اگر کہا کہ ہم میں سے دو شخصوں پر آتے ہیں تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر یوں کہا کہ اے فلاں تمہارے مجھ پر ہزار درم ہیں تو کل مال اس پر واجب ہوگا اسی طرح اگر یوں کہا کہ اے فلاں تمہارے دونوں کے مجھ پر ہزار درم ہیں تو اس مخاطب فلاں شخص کو اس میں سے آدھے ملیں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

قرض کا اقرار کرنا مگر حالتوں میں اختلاف کرنا☆

اگر یوں کہا کہ ہم کو فلاں شخص نے ہزار درم قرض دیئے یا ہمارے پاس ودیعت رکھے یا ہم نے عاریت لیے یا ہم نے اس کے لیے غصب کر لیے ہیں تو اس پر یہ سب مال لازم آئے گا اور اگر یوں کہے کہ میں نے اپنے ساتھ دوسروں کو مراد لیا تھا تو تصدیق نہ کی جائے گی۔

اگر یوں کہا کہ میں نے سو درم درحالیکہ میرے ساتھ فلاں شخص تھا غصب کر لیے تو اس پر آدھا مال لازم ہوگا بخلاف اس صورت کے کہ اگر یوں کہا کہ میرے ساتھ فلاں شخص بیٹھا تھا تو ایسا نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر اقرار کیا کہ میں نے اور فلاں شخص نے عمداً زید کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور فلاں شخص منکر ہے اور زید دعویٰ کرتا ہے کہ کاٹنے والا صرف یہی مقر ہے قیاساً اس پر کچھ لازم نہیں آتا ہے لیکن ہم قیاس کو چھوڑ کر اس پر آدھی دیت ید کا حکم کرتے ہیں یہ حاوی میں ہے۔

اگر زید مر گیا اور اس نے دو بھائی چھوڑے پھر ایک بھائی نے زید کی نسبت بھائی ہونے کا اقرار کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو ہمارے علماء کے نزدیک مقر اس مقر لہ بھائی کو اپنے مقبوضہ کا آدھا بانٹ دے گا یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے۔

اگر زید نے اقرار کیا کہ جو میراث میرے باپ کی میرے پاس ہے وہ میرے اور اس شخص کے درمیان مشترک ہے یہ میرا بھائی ہے پس مقر لہ نے زید کے بیٹے ہونے سے انکار کیا یعنی یہ زید میت کا بیٹا نہیں ہے میں ہی میت کا بیٹا ہوں یا کسی شخص سے زید نے کہا کہ تیری بہن مر گئی اور وہ میری جورو تھی اور یہ مال میرے اور تیرے درمیان میراث چھوڑ گئی ہے اس نے کہا کہ سب مال میرا ہے کیونکہ تو اس کا شوہر نہیں ہے تو پہلے مسئلہ میں آدھا مال مقر لہ کو ملے گا اور دوسرے مسئلہ میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مقر لہ تمام مال لے لے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک آدھا مال لے گا یہ کافی میں ہے۔

عورت نے اگر اقرار کیا کہ میں نے اپنے شوہر سے میراث پائی ہے پھر اس نے اقرار کیا کہ یہ شخص شوہر کا بھائی ہے پس بھائی بولا کہ میں بھائی ہوں اور تو اس کی جورو نہیں تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ و زفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تمام مال بھائی کو ملے گا اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عورت کو چوتھائی اور باقی بھائی کو ملے گا یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے۔

ابن سماعہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ ایک شخص نے دو شخصوں سے کہا کہ تم دونوں کے مجھ پر ہزار درم ایک غلام کے دام ہیں جو تم دونوں نے میرے ہاتھ فروخت کیا تھا پس ایک نے تصدیق کی اور دوسرے نے کہا کہ میرے تجھ پر پانچ سو درم قرض کے ہیں کہ میں نے تجھے قرض دیئے تھے اس میں میرے ساتھ کسی کی شرکت نہیں ہے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جواب فرمایا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قیاس میں چاہئے کہ دونوں میں سے کوئی کچھ وصول نہ کرے مگر دوسرا اس میں شریک ہوگا لیکن میرے نزدیک جو کچھ ایک نے وصول کیا اگر دوسرا اس میں اپنی شرکت سے انکار کرتا ہے تو شریک نہ ہوگا۔ زید نے عمرو و بکر دو شخصوں سے کہا کہ میں نے تم دونوں کے باپ سے ہزار درم غصب کر لیے اور اس کا تم دونوں کے سوائے کوئی وارث نہیں ہے پھر عمرو نے اس کی تصدیق کی اور بکر نے کہا کہ میرے تجھ پر پانچ سو درم قرض ہیں کہ میں نے تجھے قرض دیئے تھے اور تو نے میرے باپ کی کوئی چیز غصب نہیں کی ہے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دونوں میں سے کوئی کچھ وصول نہ کرے مگر دوسرا بھائی اس میں شریک ضرور ہوگا یہ محیط میں ہے۔

رجودھواں باب☆

ایسے اقرار جن سے صریح ابراء ہوتا ہے اور جن سے صریح ابراء نہیں ہوتا ہے اُن کے بیان میں

قال الابراء بری کرنا☆

اگر کسی شخص نے اقرار کیا کہ میرا زید کی طرف کچھ نہیں ہے تو اس براءت میں سب حق آ گئے جواز قسم مال ہے اور وہ بھی جواز قسم مال نہیں ہے جیسے کفالت بالنفس وقصاص وحد قذف[1] اور وہ دین بھی جو مال کے بدلے واجب ہوا ہے جیسے ثمن واجرت یا جو مال کے بدلے نہیں واجب ہوا ہے جیسے مہر وارش اور وہ بھی جو مال معین مضمون ہو یعنی اس کی ضمان لازم ہو جیسے غصب یا امانت ہے جیسے عاریت واجارہ وغیرہ اور اگر یوں کہا کہ میرا کچھ حق زید پر نہیں ہے تو اس میں مضمون آ گیا اور امانت داخل نہ ہوئی اور اگر یوں کہا کہ زید کے پاس میرا کچھ حق نہیں ہے تو امانت داخل ہوئی اور مال مضمون داخل نہ ہوا یہ محیط میں ہے۔

اگر کہا کہ زید میرے مال سے جو اس پر ہو بری ہے تو یہ دیون کو شامل ہے اگر کہا کہ میرے مال سے جو اس کے پاس ہو بری ہے تو ان مالوں کو شامل ہے جو اصل میں امانت ہیں جن کی اصل غصب یا مضمون ہے ان کو شامل نہیں ہے اور اگر کہا کہ زید میرے مال سے جو اس کی طرف ہے بری ہے تو ضمان اور امانت سے بری ہو گیا پھر اگر اس کے بعد طالب نے اس پر کسی حق کا دعویٰ کیا تو اس کی گواہی مقبول نہ ہو گی تاوقتیکہ گواہ یوں گواہی نہ دیں کہ یہ حق بری کرنے سے بعد کا ہے یا کوئی ایسا وقت مقرر کریں جو بری کرنے سے بعد ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر وقت نہ بیان کیا بلکہ دعویٰ میں ایہام رہا تو قیاس چاہتا ہے کہ اس کے دعویٰ کی سماعت ہو مگر استحساناً گواہی مقبول نہ ہو گی یہ محیط میں ہے۔

اگر یوں کہا کہ میرا کسی پر دین نہیں ہے پھر کسی پر دین کا دعویٰ کیا تو دعویٰ صحیح ہے اور نوادر ابن رستم میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر زید نے کہا کہ جس پر میرا دین ہے وہ اس سے بری ہے تو اس کے قرض دار اس کے قرضوں سے بری نہیں ہوں گے لیکن اگر کسی شخص معین کو قصداً مراد لے اور کہے کہ یہ شخص میرے قرض سے جو اس پر ہے بری ہے یا کسی قبیلہ کو مراد لے اور کہے کہ فلاں قبیلہ بری ہے اور اہل قبیلہ معدودے چند لوگ ہیں تو ہو سکتا ہے کہ یہ بری ہو جائیں اسی طرح اگر یوں کہا کہ جو کچھ ملکی میرا لوگوں پر از قسم دین تھا سب میں نے بھر پایا تو صحیح نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر اقرار کیا کہ فلاں شخص میرے حق سے بری ہو گیا پھر کہا کہ صرف بعض حق سے بری ہوا ہے تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی اسی طرح اگر کہا کہ زید اس سے جو میرا اس کی طرف ہے یا میرے مال سے جو اس کی طرف ہے یا میرے قرضہ سے جو اس پر ہے یا میرے حق سے جو اس پر ہے بری ہے تو بھی یہی حکم ہے لیکن حقوق سے بری کرنے میں کفالت اور وہ جنایت جس میں قود (قصاص) یا ارش لازم آتا ہے داخل ہوں گے کیونکہ یہ اس کے حقوق میں سے ہیں یہ مبسوط میں ہے۔

اگر یوں کہا کہ میں نے اپنے دین سے جو فلاں شخص پر ہے بری کیا یا وہ شخص اس دین سے جو میرا اس پر ہے حلت میں ہے تو

---

[1] قذف پاکدامن کو تہمت زنا کی لگانا ۱۲

یہ قرض دار کی براءت ہے اسی طرح اگر کہا کہ جو میرا اس پر مال ہے میں نے اس کو ہبہ کر دیا تو قرض دار بری ہو گیا لیکن اگر حاضر ہو اور کہے کہ میں ہبہ نہیں قبول کرتا ہوں یا غائب ہو اور خبر پہنچنے پر کہے کہ میں نہیں قبول کرتا ہوں تو مال اس پر رہے گا اور اگر عدم قبول سے پہلے مر گیا تو بری رہا یہ حاوی میں ہے۔

اگر طالب نے اقرار کیا کہ فلاں شخص پر جو میرا قرضہ تھا اس نے میری طرف اس سے براءت کر لی تو یہ وصول پانے کا اقرار ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر یوں اقرار کیا کہ لیس لی مع فلان شی ءٌ کہ فلاں شخص کے پاس میری کوئی چیز نہیں ہے تو یہ امانات سے ابراء ہے نہ دیون سے یہ محیط میں ہے۔

اگر اقرار کیا کہ زید کی طرف میری کوئی حد شرعی نہیں آتی ہے تو مقرا ایسے سرقہ کا دعویٰ کر سکتا ہے جس میں ہاتھ کاٹا جائے اور اگر کہا کہ زید کی طرف میرا کچھ ارش نہیں ہے تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ خطا سے قتل کی دیت کا دعویٰ اس پر دائر کرے یا صلح یا کفالت سے دیت کا دعویٰ کرے اور اگر کہا کہ جراحت کی وجہ سے کوئی حق نہیں ہو تو خطا سے زخمی کرنے اور عمداً زخمی کرنے دونوں کو شامل ہے قتل کو شامل نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر اقرار کیا کہ زید کی طرف میرا قصاص نہیں ہے تو اس کو خطا سے قتل یا حد کا دعویٰ کرنے کا اختیار ہے اور اگر یوں اقرار کیا کہ زید کی طرف خطا سے زخمی کرنے کا میرا حق نہیں ہے تو اس کو اختیار ہے کہ عمداً زخمی کرنے کا اس پر دعویٰ کرے خواہ اس کے عوض قصاص آتا ہو یا نہ آتا ہو یہ مبسوط میں ہے۔

اگر اقرار کیا کہ میرا حق خون زید کی طرف نہیں ہے تو عمداً یا خطاءً خون کا دعویٰ اس پر نہیں کر سکتا ہے اس کے سوائے دعویٰ کر سکتا ہے جس میں خون کرنا نہیں ہے کذا فی الحاوی۔

اگر اقرار کیا کہ میرا کچھ حق زید کی طرف نہیں ہے پھر اس پر حد قذف یا سرقہ[1] کا دعویٰ کیا تو گواہ قبول نہ ہوں گے لیکن اگر گواہ گواہی دیں کہ یہ حق بری کرنے کے بعد پیدا ہوا ہے تو قبول ہوں گے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر یوں کہا کہ یہ میرے قذف کرنے سے وہ بری ہو گیا پھر اس پر دعویٰ کیا تو اس کو اختیار ہے اور اگر یوں کہا کہ یہ شخص اس سرقہ سے جس کا میں نے اس پر دعویٰ کیا تھا بری ہے تو اس پر ضمان نہ آئے گی اور نہ ہاتھ کاٹا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کسی شخص نے کہا لا حق لی علی فلاں فیما اعلم اس کی طرف میرا کوئی حق نہیں ہے درصورت یہ کہ میں جانتا ہوں پھر اس پر کسی حق مسمیٰ معین کا دعویٰ کیا تو گواہ قبول ہوں گے اور یہ براءت کچھ نہیں ہے اسی طرح اگر کہا کہ میرے علم میں یا میرے ظن میں یا میری رائے میں یا میرے حساب میں یا میری کتاب میں نہیں ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر یوں کہا کہ میں نے جانا کہ میرا اس پر کچھ حق نہیں ہے یا یقین جانا کہ کچھ حق اس پر نہیں ہے پھر دعویٰ کیا تو گواہ مقبول نہ ہوں گے یہ حاوی میں ہے۔

اگر کہا کہ لست مِن فلان فی شی ءٍ کہ میں فلاں شخص سے کسی شے میں نہیں ہوں پھر اس قول سے پہلے کے مال کا اس پر دعویٰ کیا تو گواہ قبول نہ ہوں گے اور یہ قول باطل ہے اور اگر کہا کہ فلاں سے میں بری ہوا یا فلاں مجھ سے بری ہوا تو دونوں میں سے کسی کے واسطے دوسرے کے کسی حق سے اس قول سے براءت نہ ہو گی یہ مبسوط میں ہے۔

اگر کہا کہ لست من الدار التی فی یدہ فی شی ءٍ یعنی میں اس گھر سے جو زید کے قبضہ میں ہے کسی شے میں نہیں ہوں اور مقصود یہ

---

[1] سرقہ بمعنی وزدی یعنی چوری کرنا ۱۲

ہے کہ مجھے اس گھر میں جو زید کے قبضہ میں ہے کچھ حق حاصل نہیں ہے اور یہ عرف زبان سے معلوم ہے پھر اگر اس گھر کی نسبت کچھ دعویٰ کیا تو قبول نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر زید نے کہا کہ یہی باندی عمرو کی ہے میں نے اس سے غصب کر لی ہے عمرو نے کہا کہ میری نہیں ہے تو اقرار رَد ہو جائے گا ☆

اگر کہا کہ میں اس دار سے بری ہوں یعنی کچھ تعلق نہیں ہے پھر اسی دار کا دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے تو مقبول نہ ہوں گے لیکن اگر بعد براءت کے کسی حق کے پیدا ہونے کا دعویٰ کرے تو گواہ قبول ہوں گے یہ محیط میں ہے۔ اگر کہا کہ میں اس دار سے خارج ہوا تو یہ کسی بات کا اقرار نہیں ہے اور اگر یوں کہا کہ میں اس دار سے سودرم پر یا بعوض سودرم کے نکل گیا اور یہ دام وصول پائے تو عرف کے اعتبار سے یہ اس امر کا اقرار ہے کہ میرا اس میں کچھ حق نہیں رہا اور یہی حکم حیوان وعروض وقرضہ میں ہے۔ پس اگر قابض نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ یہ دار میرا ہے اور تو نے سودرم مجھ سے غصب کر لیے ہیں تو اس سے قسم لی جائے گی اور اگر قسم کھالی تو سودرم واپس ملیں گے اور مقر اپنی خصومت پر باقی رہے گا یعنی وہ خصومت کر سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کہا کہ میں اس غلام سے بری ہوں پھر اس کا دعویٰ کر کے گواہ پیش کیے تو قبول نہ ہوں گے اسی طرح اگر کہا کہ میں اس غلام سے نکل گیا یا غلام میری ملک سے نکل گیا یا میرے ہاتھ سے نکل گیا پھر اس کا دعویٰ کر کے گواہ قائم کیے تو قبول نہ ہوں گے یہ محیط میں ہے۔

اگر زید نے عمرو سے کہا کہ یہ غلام تیرا ہے اس نے کہا کہ میرا نہیں ہے پھر کہا کہ بلکہ میرا ہے تو اس کا نہ ہوگا اسی طرح اگر گواہ قائم کیے تو مقبول نہ ہوں گے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر زید نے کہا کہ عمرو کے مجھ پر ہزار درم ہیں عمرو نے کہا کہ میرا تجھ پر کچھ نہیں ہے تو زید کا اقرار رد ہو جائے گا پھر اگر زید نے دوبارہ اقرار کا اعادہ کیا اور عمرو نے کہا کہ ہاں تو زید پر لازم آئیں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر زید نے کہا کہ یہی باندی عمرو کی ہے میں نے اس سے غصب کر لی ہے عمرو نے کہا کہ میری نہیں ہے تو اقرار رد ہو جائے گا پھر اگر اقرار کا اعادہ[1] کیا اور عمرو نے دعویٰ کیا تو اس کو دلائی جائے گی یہ مبسوط میں ہے۔

بشیر ابن الولید نے امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ زید نے عمرو سے کہا کہ جو کچھ میرا تجھ پر ہے میں نے اس سے تجھے بری کیا عمرو نے جواب میں کہا کہ تیرے مجھ پر ہزار درم ہیں پس زید نے کہا کہ تو نے سچ کہا تو قیاساً اس پر ہزار درم لازم ہوں گے اور استحساناً بری ہو جائے گا یہ محیط میں ہے۔

زید عمرو پر ہزار درم ہونے کے دو گواہ لایا اور عمرو ہزار درم کی بریت سے دو گواہ لایا پس اگر مال کی تاریخ ہو اور مال کی تاریخ کے بعد براءت کی تاریخ ہو تو بری ہونے کی ڈگری کر دی جائے گی اور اگر مال کی دستاویز کی تاریخ براءت کی تاریخ کے بعد ہو تو مال کی ڈگری ہوگی اور اگر کسی کی تاریخ نہ ہو تو بریت پر عمل درآمد ہوگا اسی طرح اگر دونوں کی تاریخ برابر ہو تو بھی بریت کا حکم ہوگا اور اگر مال کی چک میں تاریخ ہو اور براءت کی تاریخ نہ ہو یا اس کے برعکس ہو تو بریت کا حکم ہوگا اور اگر زید کی عمرو پر دو چکیں مال کی ہر چک ہزار درم کی ہو اور دونوں چکوں کی تاریخ مختلف ہو اور عمرو کے پاس براءت کی دو چکیں ایک ہزار درم کی اور دوسری پانچ سو درم کی ہوں پس عمرو نے دعویٰ کیا کہ تیرے مجھ پر ہزار درم تھے حالانکہ تو نے مجھ سے ڈیڑھ ہزار درم لیے ہیں اور زید نے کہا کہ میرے تجھ پر دو ہزار درم تھے اور میں نے تجھ سے کچھ نہیں لیا ہے تو عمرو ڈیڑھ ہزار درم سے بری ہوگا اور دو ہزار کی باقی یعنی پانچ سو درم زید لے لے گا کذافی

[1] یعنی دوبارہ بعد انکار کے اقرار کیا

فتاویٰ قاضی خان۔

متصلات ☆

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جامع میں فرمایا کہ زید کے قبضہ میں ایک دار ہے اس نے اقرار کیا کہ یہ دار عمرو کا ہے میرا اس میں کچھ حق نہیں ہے پس عمرو نے کہا کہ یہ دار میرا کبھی نہ تھا لیکن یہ بکر کا ہے اور بکر نے اس کی تصدیق کی تو بکر کے نام ڈگری کر دی جائے گی یہ اس وقت کہ عمرو نے اپنے کلام سے کہ یہ میرا کبھی سے نہ تھا ملا کر کہا ہو کہ لیکن یہ بکر کا ہے اور اگر جدا کر کے بیان کیا تو ڈگری نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔

زید کے واسطے عمرو نے دین کا اقرار کیا پس زید نے اقرار کیا یہ قرضہ خالد کا ہے اور خالد نے تصدیق کی تو صحیح ہے اور وصول کرنے کا حق زید کو حاصل ہوگا خالد کو حاصل نہ ہوگا اور اگر عمرو نے خالد کو دے دیا تو بری ہو گیا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر زید نے کہا کہ میرے ہزار درم جو عمرو پر ہیں وہ خالد کے ہیں میرے نہیں ہیں اور خالد نے کہا کہ میرے عمرو پر یہ درم نہیں ہیں تو عمرو اس مال سے بری نہ ہوگا اور اگر مقرلہ نے یوں کہا کہ میرا عمرو پر کچھ نہیں ہے تو وہ بری ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ہشام نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ زید کے پاس ہزار درم ہیں اس نے عمرو سے کہا کہ یہ ہزار درم تیرے ہیں تو نے اپنے بھائی سے ورثہ میں پائے ہیں عمرو نے کہا کہ یہ خالد کے ہیں اس نے اپنے بھائی سے میراث پائے ہیں تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خالد کو دلائے جاویں گے بشرطیکہ کلام موصول ہو کذا فی المحیط۔

پندرھواں باب ☆

تلجیہ کے ساتھ اقرار کرنے کے بیان میں

اگر زید نے اقرار کیا کہ عمرو کے مجھ پر ہزار درم ہیں یہ اقرار تلجیہ کے طور پر کیا اور عمرو نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ[1] حق ہے پس اگر عمرو سے کوئی ایسا اقرار صادر نہیں ہوا ہے کہ یہ زید کا اقرار بطور تلجیہ ہے تو زید پر مال لازم ہوگا لیکن اگر عمرو زید کے قول کی تصدیق کرے تو زید پر کچھ لازم نہ ہوگا ایسے ہی اگر گواہوں سے کہا کہ گواہ رہو کہ مجھ پر زور یا باطل یا کذب کی راہ سے عمرو کے ہزار درم ہیں اور عمرو نے کہا کہ اس نے جو کچھ کہا سب سچ کہا تو زید پر کچھ لازم نہ آئے گا اور عمرو نے کہا کہ اس نے مال کے اقرار میں سچ بیان کیا اور زور یا باطل یا کذب کی راہ سے ہونے میں جھوٹ بولا ہے تو زید سے ہزار درم کا مواخذہ کیا جائے گا علی ہذا اگر زید نے کہا کہ میں نے تلجیہ کی راہ سے اپنا گھر عمرو کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا ہے اور عمرو نے تلجیہ کے طور سے بیع ہونے میں اس کی تکذیب کی تو بیع لازم ہو جائے گی اور اگر اس کے سب قول کی تصدیق کی تو بیع باطل ہے اور اگر عمرو نے اس کے جواب میں یوں کہا کہ اس نے سچ کہا تو بھی باطل ہے کیونکہ مطلق تصدیق تمام اقرار کی تصدیق قرار دی جائے گی جب کہ اس میں سے کوئی بات خاص نہ کی ہو یہ مبسوط میں ہے۔

اگر زید نے عمرو سے کہا کہ میرا تجھ پر کوئی حق نہیں ہے مگر تو میرے لیے اپنے اوپر ہزار درم ہونے کے گواہ کر لے عمرو نے کہا کہ ہاں تیرا کچھ حق مجھ پر نہیں ہی پھر ہزار درم اپنے اوپر ہونے کے گواہ کر دیئے اور گواہ یہ سب باتیں سنتے تھے تو یہ باطل ہے عمرو پر کچھ لازم نہ آئے گا اور اگر گواہوں کو بھی عمرو پر اس مال کے ہونے کی گواہی دینا حلال نہیں ہے اور اگر یوں کہا کہ اپنے اوپر میرے ہزار درم ہونے کے اس شرط پر کہ یہ باطل ہیں یا اس شرط پر کہ تو بری ہے گواہ کر لے اس نے ایسے ہی گواہ کر لیے تو اس پر ان درموں میں

[1] یعنی تلجیہ نہیں بلکہ حقیقت میں اقرار صحیح ہے ۱۲

سے کچھ بھی لازم نہ آئے گا یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک عورت سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تجھ سے بطور تلجیہ یا باطل کے ہزار درم پر نکاح کر لینے پر گواہ کر لوں عورت نے کہا کہ ہاں اس طور سے گواہ کر لے اور گواہوں نے یہ باتیں سنی تھیں وہیں حاضر تھے پھر اس نے گواہ کیے کہ میں نے اس عورت سے ہزار درم پر نکاح کیا اور عورت نے کہا کہ میں راضی ہوئی تو نکاح جائز ہو گیا ایسے ہی طلاق و عتاق خواہ مال پر ہو یا بلا مال ہو خلع کی ایسی صورت میں بھی یہی حکم ہے اور جس صورت میں مال مقرر ہوا ہے وہ مال بھی واجب ہو جائے گا لیکن اگر کتابت اس طور سے واقع ہوئی تو مثل بیع کے باطل ہو گی کذا فی الحاوی۔

اگر کسی عورت سے کہا کہ میں تجھ سے پوشیدہ ہزار درم مہر دوں گا اور علانیہ دو ہزار درم ظاہر کر کے اس پر گواہ کر لوں گا تو عورت کا مہر ہزار درم ہو گا اور اگر باہم قرار دیا کہ مہر در پردہ ہزار درم ہے اور سنانے کو ظاہر میں سو دینار مہر کے ظاہر کیے جائیں پس دونوں نے ایسا ہی کیا تو عورت کو مہر مثل ملے گا اور اگر ایسی صورت بیع میں واقع ہوئی تو قیاساً باطل ہے اور استحساناً صحیح ہے اور اگر بیع میں یہ صورت بجائے ہزار درم سو دینار کے ہزار درم و دو ہزار درم میں واقع ہو تو امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے علم میں امام اعظمؒ کے نزدیک دو ہزار درم پر بیع واقع ہو گی اور ایسا ہی معلیٰؒ نے امام اعظمؒ و ابو یوسفؒ سے روایت کیا ہے اور امام محمد رحمتہ اللہ علیہ سے املاء میں امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ بیع ایک ہزار درم پر صحیح ہے اور یہی ان دونوں کا قول ہے کذا فی المبسوط۔

سولھواں باب ☆

نکاح وطلاق ورق کے اقرار کے بیان میں

رقیت مملوک ہونا رقیق مملوک محض ☆

زید نے اقرار کیا کہ میں نے اپنی صحت یا مرض میں ہندہ سے نکاح کیا ہے پھر اس سے انکار کر گیا اور ہندہ نے اس کی زندگی میں یا مرنے کے بعد اس کی تصدیق کی تو جائز ہے اور عورت کو مہر و میراث ملے گا لیکن اگر نکاح مرض میں واقع ہوا اور مہر میں مہر مثل سے زیادتی ہے تو زیادتی باطل ہو گی اور اگر عورت نے اپنی صحت یا مرض میں اقرار کیا کہ میں نے فلاں شخص سے اتنے پر نکاح کیا ہے پھر انکار کر گئی پس شوہر نے اگر اس کی زندگی میں اس کی تصدیق کی تو نکاح ثابت ہو گا اور اگر بعد مرنے کے تصدیق کی تو امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک نکاح ثابت نہ ہو گا اور شوہر کو اس کی میراث نہ ملے گی اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ نکاح ثابت ہو گا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر زید نے کہا کہ میں نے ہندہ سے نکاح کیا اور کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ تو یہ نکاح کا اقرار نہیں ہے بلکہ انکار نکاح ہے اور اگر عورت نے کہا کہ زید نے انشاء اللہ تعالیٰ نہیں کہا تھا تو زید کا قول قبول ہو گا۔ اسی طرح اگر عورت نے ایسا اقرار کیا تو بھی یہی حکم ہو گا۔ ایسا ہی طلاق و عتاق میں اگر کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی اور کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ تجھے آزاد کیا اور کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ تو بھی یہی حکم ہے اگر عورت سے کہا کہ کیا میں نے تجھ سے کل کے روز نکاح نہیں کیا تھا یا آیا تجھ سے کل نکاح نہیں کیا ہے یا آیا یہ بات نہیں ہے کہ کل میں نے تجھ سے نکاح کیا ہے اسے عورت نے کہا کہ ہاں کیا ہے تو یہ عورت کی طرف سے نکاح کا اقرار ہے اسی لئے کہ جب کلمہ استفہام کا نفی پر داخل ہوتا ہے تو وہ بمعنی اثبات کے ہوتا ہے پس یوں ہو گیا کہ گویا مرد نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا ہے اس نے کہا کہ یعنی ہاں کذا فی المحیط۔ اگر عورت سے کہا کہ کیا نہیں میں نے تجھے کل کے روز طلاق دی ہے اس نے کہا کہ ہاں دی ہے تو یہ طلاق کا اقرار ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر عورت سے کہا کہ میں نے تجھ سے کل کے روز نکاح کیا اس نے کہا کہ نہیں پھر کہا کہ ہاں کیا ہے پھر شوہر نے کہا کہ نہیں تو نکاح لازم آئے گا اور اگر عورت سے کہا کہ کیا میں نے تجھے کل کے روز طلاق نہیں دی تو یہ مرد کی طرف

سے نکاح وطلاق دونوں کا اقرار ہے اور اگر یوں کہا کہ آیا میں نے تجھے کل کے روز طلاق دی ہے تو یہ نکاح کا اقرار ہے طلاق کا اقرار نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک عورت نے کسی مرد سے کہا کہ تو مجھے طلاق دے دے تو یہ نکاح کا اقرار ہے اس طرح اگر یوں کہا کہ مجھ سے ہزار درم پر خلع کرے تو بھی یہی حکم ہے ایسے ہی اگر عورت نے کہا کہ زید نے مجھے کل کے روز طلاق دے دی یا مجھ سے ہزار درم پر خلع کر لیا ہے یا یوں اقرار کیا کہ تو نے مجھ سے مظاہرت یا ایلاء کیا ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے۔

قلت ☆

مولی ایلاء کرنے والا۔ مظاہر ظہار کرنے والا۔ یہ کتاب النکاح میں مفصل مذکور ہے۔ اگر مرد نے عورت سے کہا کہ میں تجھ سے مولی یا مظاہر ہوں تو یہ نکاح کا اقرار ہے اور اگر کسی عورت سے کہا کہ تو مجھ پر مثل پیٹھ میری ماں کے ہے تو یہ اقرار نکاح نہیں ہے کذا فی الحاوی۔

مرد نے خلع کی حامی بھری تو اب نکاح سے انکاری نہیں ہوسکتا ☆

اگر مرد نے کہا کہ تو مجھ سے بعوض مال کے خلع کرالے تو مرد کی طرف سے یہ اقرار اس امر کا ہوگا کہ میں نے اس عورت سے نکاح کیا ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر عورت نے کہا کہ تو مجھے طلاق دے دے مرد نے کہا کہ تو اختیار کر لے یا طلاق میں تیرا کام تیرے ہاتھ ہے یا طلاق میں نہ بیان کیا تو یہ مرد کی طرف سے نکاح کا اقرار ہے اور اگر مرد نے ابتداءً یوں کہا کہ طلاق میں تیرا کام تیرے اختیار ہے تو یہ مرد کی طرف سے نکاح کا اقرار ہے اور اگر طلاق میں نہ کہا تو یہ نکاح کا اقرار نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ تو طالق تو یہ نکاح کا اقرار ہے اور اگر عورت سے کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا تو یہ نکاح کا اقرار نہیں ہے اسی طرح اگر کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے یا بائن ہے تو بھی اقرار نکاح نہیں ہے لیکن اگر عورت نے طلاق کا سوال کیا اور مرد نے یہ کلمات اس کے جواب میں کہے تو اقرار ہوں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر ایک آزاد عورت سے کہا کہ یہ میرا بیٹا تجھ سے پیدا ہوا ہے اس عورت نے کہا کہ ہاں تو یہ نکاح کا اقرار ہے اسی طرح اگر اس عورت سے کہا کہ یہ ہم دونوں کا بیٹا ہے اس نے کہا کہ ہاں تو بھی اقرار نکاح ہے اور اگر یہ عورت جس سے یہ کلام کیا ہے باندی ہو تو یہ کلام نکاح کا اقرار نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے اقرار کیا کہ میں نے اس عورت کو تین مہینہ سے طلاق دی ہے پس اگر اس سے ایک مہینہ سے نکاح کیا ہو تو کوئی طلاق اس پر واقع نہ ہوگی اور اگر چار مہینہ سے نکاح کیا ہو تو اس پر طلاق واقع ہو جائے گی لیکن اگر عورت نے مرد کے قول کی اسناد وقت میں تصدیق کی یعنی تین مہینہ سے طلاق دی ہے تو اس کی عدت اسی وقت سے ہوگی جس وقت طلاق واقع ہوئی ہے اور اگر اسناد وقت میں شوہر کی تکذیب کی تو اس کی عدت شوہر کے اقرار کے وقت سے شروع ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر بعد دخول واقع ہونے کے مرد نے اقرار کیا کہ میں نے اس عورت کو قبل دخول کے طلاق دے دی ہے حالانکہ اس کا مہر مقرر ہو چکا تھا تو طلاق واقع ہوگی اور اس کو اس مہر مسمی کا آدھا ملے گا اس سبب سے کہ اس نے قبل دخول کے طلاق کا اقرار کیا ہے اور بعد طلاق کے دخول واقع ہونے کے اقرار کی وجہ سے اس کو مہر مثل دلایا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

ایک عورت نے اقرار کیا کہ زید نے مجھ سے نکاح یا ملک کی وجہ سے وطی کی ہے حالانکہ زید منکر ہے پھر اس عورت نے زید کے بیٹے یا باپ سے نکاح کر لیا تو دونوں میں جدائی نہ کی جائے گی۔ اسی طرح اگر عورت نے دعویٰ کیا کہ زید نے مجھے تین طلاق دی ہیں اور زید کہتا ہے کہ میں نے اس کو ایک طلاق دی ہے پھر اس عورت سے دوسرے شخص سے نکاح کرنے سے پہلے زید نے نکاح کر لیا

تو جائز ہے اسی طرح اگر عورت نے اقرار کیا کہ میں نے اس لڑکے کو دودھ پلایا ہے پھر وہ لڑکا بالغ ہوا اور اس نے اس عورت سے یا اس کی لڑکی سے نکاح کیا تو دونوں میں جدائی نہ کی جائے گی لیکن اس کو چاہئے کہ دونوں میں سے کسی سے قربت نہ کرے اور ایسی صورت میں جو اقرار عورت کی طرف سے ہو نکاح کو توڑتا ہے اور اگر شوہر کی طرف سے ہو مثلاً اس نے کہا کہ یہ عورت میری ماں و باپ کی طرف سے بہن ہے اور اسی پر ثابت رہا پھر اس عورت سے نکاح کیا تو دونوں میں جدائی کرا دی جائے گی اور شوہر پر نصف مہر لازم ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر مرد نے اقرار کیا کہ میں نے اس عورت کو تین طلاق دی ہیں پھر اسی عورت سے قبل اس کے کہ دوسرے شوہر سے نکاح کرے خود نکاح کر لیا اور عورت نے کہا کہ تو نے مجھے کوئی طلاق نہیں دی یا میں نے دوسرے سے نکاح کیا اور اس نے دخول کیا ہے تو دونوں میں جدائی کرا دی جائے گی اور شوہر پر عورت کے واسطے قبل دخول کے آدھا مہر واجب ہوگا اور بعد دخول کے پورا مہر اور عدت کا نفقہ واجب ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر ایک مجہولۃ النسب عورت نے اقرار کیا کہ میں شوہر کے باپ کی بیٹی ہوں اور شوہر کے باپ نے اس کی تصدیق کی اور شوہر نے اس کی تکذیب کی تو قاضی دونوں میں جدائی کرا دے گا اور اگر دو عورتیں جن کا آپس میں بہنیں ہونا معروف ہے اور وہ دونوں جوڑیا پیدا ہوئی ہیں ان دونوں میں سے ایک سے کسی ایک مرد نے نکاح کیا پھر دوسری نے اقرار کیا کہ میں اپنے بہن کے شوہر کے باپ کی بیٹی ہوں اور شوہر کے باپ نے تو اس کے قول کی تصدیق کی اور اس کی بہن اور بہن کے شوہر نے اسکی تکذیب کی تو قاضی اس کی بہن اور بہن کے شوہر میں جدائی کر دے گا یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص کے پاس ایک باندی ہے اس نے اقرار کیا کہ میں نے اس باندی سے وطی کی ہے پھر اس باندی کو اس شخص کے باپ نے یا بیٹے نے خریدا تو اس کو حلال نہیں ہے کہ اس باندی سے وطی کرے۔ اسی طرح اگر باپ یا بیٹے کے وطی کر لینے کے بعد اس شخص نے ایسا اقرار کیا تو بھی یہی حکم جاری ہوگا اور شخص کے قول کی تصدیق کی جائے گی بشرطیکہ اپنی دیانت میں مرد متدین ہو اور یہ استحسان ہے اور اگر زید نے اقرار کیا کہ میں نے اپنی ملک میں اس باندی سے وطی کی ہے پھر اس کو آزاد کر دیا پھر اس سے زید کے بیٹے نے نکاح کیا تو زید کے اقرار کی تصدیق[1] قیاساً نہ ہوگی مگر استحساناً تصدیق کی جائے گی یہ[2] محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کسی عورت نے اقرار کیا کہ میں زید کی باندی ہوں حالانکہ اس عورت کا مملوک ہونا یا آزاد ہونا کچھ نہیں معلوم ہوتا ہے تو اس کا اقرار صحیح ہے اور زید کی باندی قرار پائے گی جو امور ظاہر باندی کے ساتھ کر سکتا ہے وہ اس کے ساتھ بھی کر سکے گا اور یہ مسئلہ بظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اگرچہ مقرلہ کو اس کا کاذب ہونا بھی معلوم ہو تو بھی یہ عورت اس کی باندی ہو جائے گی کہ اس کو باندی کی طرح رکھے اس سے خدمت لے اس کو اپنے تحت میں لائے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اصح یہ ہے کہ اس وقت تصرف جائز ہوگا کہ جب مقرلہ کو اس کا سچا ہونا معلوم ہو اور اگر اس کا سچا ہونا معلوم نہ ہوے جھوٹا ہونا معلوم ہو تو اس کو تصرف حلال نہ ہوگا اسی طرح اگر کوئی مرد مجہول الحال ہو کہ اس کا آزاد یا مملوک ہونا معلوم نہ ہوتا ہو اور اس نے زید کے واسطے اپنے مملوک ہونے کا اقرار کیا کہ میں زید کا مملوک ہوں اور زید نے اس کی تصدیق کی تو اس کا اقرار صحیح ہے اسی طرح جو لڑکی یا لڑکا کہ بات کرتا یا سمجھتا ہو اگر اس نے اپنے تئیں کسی کے مملوک ہونے کا اقرار کیا تو اس کا اقرار صحیح ہوگا اور وہ باندی یا غلام ہو جائے گی بشرطیکہ اس شخص نے اس کی تصدیق کی ہو اور لقیط کا حکم بھی حریت اور رقیت میں مثل مجہول الحال کے ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ اس کا حر ہونا کسی طرح کی دلیل سے ثابت نہ ہو

[1] یعنی نکاح جائز ہے ۱۲ [2] یعنی تفریق کر دی جائے گی ۱۲

اور اگر اس کا حر ہونا کسی وجہ سے ثبوت ہوتا ہو مثلاً اسکے والدین اصلی آزاد ہوں یا یہ آزاد مشہور ہو تو قاضی اس کے اقرار کی تصدیق نہ کرے گا اور اس کو مقرلہ کا مملوک اقرار نہ دے گا۔ اسی طرح اگر قاضی نے اس پر آزادوں کا کوئی حکم بھی جاری کیا ہے مثلاً اس نے کسی کو زخمی کیا یا اس کو کسی نے زخمی کیا اور قاضی نے آزادوں کے مثل ارش کا حکم کیا تو پھر اس کے رقیت کے اقرار کی تصدیق نہ کرے گا اسی طرح اگر ثابت ہو کہ یہ مثلاً زید کا آزاد کیا ہوا ہے اور اس نے عمرو کے مملوک ہونے کا اقرار کیا تو اقرار صحیح نہ ہوگا لیکن اگر زید اس کے اقرار کی تصدیق کرے تو اس کا اقرار جائز ہوگا یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے ایک ایسی عورت سے نکاح کیا کہ جس کا آزاد یا مملوک ہونا معلوم نہیں ہے تو اس کی ظاہری حریت پر نکاح جائز ہوگا اور اگر اس سے چند اولاد ہوئیں پھر اس نے کسی کی مملوکہ ہونے کا اقرار کیا اور مقرلہ نے اس کی تصدیق کی اور شوہر نے انکار کیا تو عورت کے حق میں اس کے اقرار کی تصدیق کی جائے گی حتیٰ کہ عورت مقرلہ کی باندی ہو جائے گی اور عورت کا مال مقرلہ کو ملے گا اور شوہر کے حق میں اس کی تصدیق نہ ہوگی حتیٰ کہ مولیٰ کی اجازت نہ ہونے سے نکاح باطل ہونے کا حکم نہ کیا جائے گا اور مقرلہ کو اختیار نہ ہوگا کہ عورت کو اس کے شوہر سے ملنے وغیرہ سے منع کرے مگر شوہر کو اختیار رہوگا کہ مقرلہ کو اس عورت سے خدمت لینے سے منع کرے یہ تحریر شرح جامع کبیر میں ہے۔

پس اگر ایسی عورت کو شوہر نے اس کے اقرار کرنے سے پہلے مہر اس کا دے دیا ہے تو بری ہو گیا اور اگر بعد اقرار کے دیا تو بری نہ ہوگا اور جو بچہ قبل اقرار کے جنی یا بعد اقرار کے چھ مہینے سے کم میں جنی وہ آزاد ہے اور اگر چھ مہینے سے زیادہ میں جنی تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ غلام ہوگا بخلاف امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے اور اس عورت کی پوری طلاق دو طلاق ہیں اور عدت اس کی دو حیض ہیں اس پر اجماع ہے اور اگر اس کے اقرار کرنے سے پہلے شوہر نے اس کو دو طلاق دے دی ہیں تو رجعت کرنے کا اختیار ہے اور اس کو ایک طلاق ثابت دینا اس پر روا ہے یعنی تیسری طلاق بھی دے سکتا ہے اور اگر مقرلہ نے اس کو آزاد کر دیا تو اس کو اختیار نہیں ہے کہ چاہے اپنے شوہر کے نکاح میں رہے یا نہ رہے اور اگر شوہر نے اس سے ایلاء کیا پھر دو مہینہ گذرنے سے پہلے اس نے مملوک ہونے کا اقرار کیا تو اس کے ایلاء کی مدت دو مہینہ ہوگی اور اگر دو مہینہ گذرنے کے بعد اس نے اقرار کیا تو مدت ایلاء چار مہینہ قرار دی جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر اس باندی کو مثلاً کسی نے زخمی کیا تو ارش باندی کا یعنی جو جرمانہ ملے وہ مقرلہ کا ہے اور اگر اس باندی نے خود کسی کو زخمی کیا تو مقرلہ کو اختیار ہے چاہئے جرمانہ ادا کرے یا باندی کو دے دے کذانی الکافی اور اگر شوہر لے اس کو دو طلاق دی ہیں اور اس کو یہ حال معلوم نہ ہوا کہ اس نے کسی کے مملوک ہونے کا اقرار کیا ہے تو [1] رجعت کر سکتا ہے اور اگر جانتا ہے تو رجعت نہیں کر سکتا ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر شوہر نے کسی کو وکیل کیا کہ اس کو دو طلاق دے دے پھر اس عورت نے مملوک ہونے کا اقرار کر دیا اور شوہر کو یہ بات معلوم ہوئی مگر اس نے وکیل کو معزول نہ کیا یہاں تک کہ وکیل نے اس کو دو طلاق دے دیں تو عورت بائن ہو گئی اور اگر شوہر کو یہ اقرار کرنا معلوم نہ ہوا یا معلوم ہوا مگر وہ وکیل کے معزول کرنے پر قادر نہ ہوا تو اس سے رجعت کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر شوہر نے اس کو ایک طلاق دی اور اس کی عدت میں ایک حیض گذر گیا پھر اس نے اپنی رقیت کا اقرار کیا تو اس کی عدت دو حیض ہوں گے اور اگر دو حیض گذرنے کے بعد اس نے رقیت کا اقرار کیا تو عدت کے تین حیض ہوں گے اور اگر شوہر نے اس سے ایلاء کیا اور ایک مہینہ گذر گیا پھر اس سے ایلاء کیا اور ایک مہینہ گذر گیا پھر اسے رقیت کا اقرار کیا تو پہلے ایلاء کی مدت چار مہینہ اور دوسری ایلاء کی مدت دو مہینہ قرار

[1] یعنی اپنے قول سے پھرنا ۱۲ [2] یہ دوسرا ایلاء بالشرط ہے ۱۲

دی جائے گی پھر اگر وقت اقرار سے ایک مہینہ گذر گیا تو دوسرے ایلاء کی وجہ سے مطلقہ ہو جائے گی اور دوسری کی مدت پہلے ایلاء پر سبقت کر جائے گی اسی طرح اگر اس سے ایلاء کیا پھر کہا کہ جس وقت دو مہینہ گذر جائیں پس واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا پھر جب دو مہینے گذر گئے تو اس نے رقبت کا اقرار کر دیا تو ایلاء اوّل کی مدت چار مہینہ اور ایلاء دوم کی دو مہینہ ہو گی پھر اگر بعد اقرار کے دو مہینہ گذر گئے تو دونوں ایلاؤں کی وجہ سے دو طلاقوں سے بائن ہو گئی یہ محیط میں ہے۔

رجعت کن حالتوں میں قائم رہ سکتی ہے؟

اگر اس عورت سے کہا کہ جس وقت تو اس دار میں داخل ہوئی یا جس وقت تو نے زید سے کلام کیا یا ظہر کی نماز پڑھی یا جس وقت شروع مہینہ آیا تو تجھے دو طلاق ہیں یعنی تو دو طلاق کی طالق ہے پھر اس عورت نے رقیت کا اقرار کیا پھر شرط پائی گئی تو دو طلاق اس پر واقع ہوں گے لیکن شوہر کو اس سے رجعت کا اختیار ہے کیونکہ تعلیق سے رجوع کرنا صحیح نہیں ہے پس اس کے کرنے سے تدارک نہیں ہو سکتا ہے اور تعلیق ایسی شرط پر کی تھی جس میں رجعت ممکن ہے پس اگر یہ حکم دیا جائے کہ اس کی حرمت غلیظہ ہو گئی یعنی رجعت ممکن نہ رہی تو شوہر کو ضرور پہنچے گا اور یہ ضرر اس عورت کے اقرار کی وجہ سے ہو گا پس یہ حکم نہیں دیا جائے گا اسی طرح اگر دو طلاق دینے میں اس کا کام اس کے ہاتھ میں دیا یا کسی اجنبی کے ہاتھ میں دیا پھر اس عورت نے رقیت کا اقرار کیا تو بھی یہی حکم ہو گا کیونکہ تفویض امر لازمی ہوتا ہے اس کا تدارک بھی رجوع نا ممکن ہے یہ تحریر شرح جامع کبیر میں ہے۔

اگر اس کے کسی فعل پر دو طلاق اس پر واقع ہونا معلق کیں یعنی اگر یہ فعل کرے تو تجھ کو دو طلاقیں ہیں پھر اس عورت نے رقیت کا اقرار کیا پھر یہی فعل کیا تو دو طلاق اس پر واقع ہو جائیں گی لیکن شوہر پر حرام نہ ہو گی اور اگر اپنے کسی فعل پر معلق کیں اور اس کے اقرار رقیت کے بعد سے اس نے خود وہ فعل کیا تو حرام ہو جائے گی اور کتاب میں مذکور ہے کہ خواہ اپنا فعل ایسا ہو کہ اس کا کرنا ضروری نہ ہو جیسے باپ سے کلام کرنا یا ضرور ہو جیسے نماز ظہر وغیرہ یہ محیط میں ہے۔

اگر کسی مرد مجہول الاصل کی ام ولد باندیوں سے اولاد ہوں اور اس کے مدبر و مکاتب غلام ہوں اور اس شخص نے اپنے تئیں زید کے مملوک ہونے کا اقرار کر دیا تو یہ اقرار اس کے نفس و مال کے حق میں صحیح ہے اور اس کی اولاد ام ولد یا باندیوں اور مدبروں و مکاتبوں کے حق میں صحیح نہیں ہے یہ تحریر شرح جامع کبیر میں ہے۔

منتقی میں ہے کہ ایک شخص نے زید سے کہا کہ میں تیری باندی کا بیٹا ہوں اور یہ میری ماں تیری باندی ہے۔ تیری ملک میں یہ باندی بچہ جنی ہے میں آزاد ہوں میں آزاد ہی پیدا ہوا ہوں تو اس کا قول قبول ہو گا اور وہ زید کا غلام قرار نہ دیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک عورت نے مجہول الحال کے پاس ایک نابالغ صغیر بچہ حرام سے ہے پھر اس عورت نے اقرار کیا کہ میں زید کی باندی ہوں اور یہ میرا بیٹا اس کا غلام ہے تو عورت کے اقرار کی اس کے ذات پر تصدیق کی جائے گی اور اگر بچہ ایسا ہو کہ اپنی ذات سے تعبیر کر سکتا ہو اور اس نے کہا کہ میں آزاد ہوں تو بچہ کا قول مقبول ہو گا اسی طرح اگر ایک مرد اور اس کی عورت دونوں مجہول الحال ہوں اور دونوں کا ایک نابالغ صغیر بچہ ہو اور دونوں نے اپنے اور اپنے لڑکے کی نسبت زید کے مملوک ہونے کا اقرار کیا تو جائز ہے اور اگر یوں کہا کہ ہم دونوں زید کے مملوک ہیں اور ہمارا یہ لڑکا عمرو کا مملوک ہے اور زید نے ان دونوں کی بچوں کے بارہ میں تکذیب کی تو بچہ بھی دونوں کے ساتھ زید کا غلام قرار پائے گا یہ تحریر شرح جامع کبیر میں ہے۔

زید نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا پھر اقرار کیا کہ یہ عمرو کا غلام ہے اور عمرو نے تصدیق کی پس اگر ہنوز قاضی نے غلام کی آزادی کا حکم نہیں دیا ہے تو غلام رقیق ہو جائے گا بخلاف اس کے اگر قاضی نے اس کی آزادی کا حکم جاری کر دیا پھر اس نے اقرار کیا تو

صحیح نہیں ہے اور اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں تیرا غلام ہوں اس نے کہا نہیں پھر کہا ہاں ہے تو اس کا غلام قرار دیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اور اگر قابض نے عمرو سے کہا کہ اے عمرو یہ تیرا غلام ہے اس نے کہا کہ نہیں پھر کہا کہ ہاں میرا غلام ہے اور اس پر گواہ لایا تو مقبول نہ ہوں گے اسی طرح اگر زید نے اقرار کیا کہ یہ عمرو کا غلام ہے پھر گواہ لایا کہ میرا غلام ہے تو گواہ مقبول نہ ہوں گے یہ مبسوط میں ہے۔ مولیٰ کے غلام میں تصرف کرتے وقت اس کا خاموش رہنا آیا رقیت کا اقرار ہے یا نہیں ہے اس میں دیکھنا چاہئے کہ اگر ایسا تصرف ہے جس میں آزاد و غلام دونوں مشترک ہوتے ہیں جیسے اجارہ یعنی مزدوری پر دینا یا نکاح یا خدمت وغیرہ تو ایسے تصرف میں خاموشی رقیت کا اقرار نہیں ہے اور اگر تصرف ایسا ہو جو غلاموں سے مختص ہے جیسے بیع و سپرد کر دینا یا ہبہ و رہن کر کے قبضہ دے دینا جرم میں اس کو دے دینا تو اس وقت اس کی خاموشی اور رد نہ کرنا رقیت کا اقرار ہے اور چکاتے وقت غلام کی خاموشی رقیت کا اقرار نہیں ہے اور اگر فروخت کر دیا لیکن سپرد نہیں کیا ہے اور غلام خاموش رہا تو اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ رقیت کا اقرار ہے اور متاخرین نے فرمایا کہ اقرار نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر ایک شخص نے ایک باندی پر دعویٰ کیا کہ یہ میری باندی ہے اور باندی نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا غلام ہے اور دونوں کی اصل معلوم نہیں ہے اور کوئی دوسرے کے قبضہ میں بھی نہیں ہے اور دونوں نے ایک دوسرے کے دعویٰ کی معاً تصدیق کی تو یہ باطل ہے اور اگر آگے پیچھے اقرار کیا تو جس نے اخیر میں اقرار کیا وہ اول کا مملوک ہوگا بشرطیکہ اول دوبارہ اس کی تصدیق کرے پس اگر تصدیق کی تو مقر اس کا غلام یعنی مملوک ہوگا اور اگر تصدیق یا تکذیب کچھ نہ کی تو کوئی دوسرے کا مملوک نہ ہوگا یہ تحریر شرح جامع کبیر میں ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ مجھے آزاد کر دے تو یہ رقیت کا اقرار ہے اسی طرح اگر کہا کہ اس نے مجھے کل کے روز آزاد کیا ہے اسی طرح اگر کہا کہ آیا تو نے مجھے آزاد کر دیا ہے رقیت کا اقرار ہی یہ محیط میں ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک شخص کا نسب معلوم نہیں ہوتا ہے اس کا ایک آزاد بیٹا ہے اس مجہول النسب نے ایک غلام خرید کر آزاد کر دیا پھر اس مجہول نے زید کے مملوک ہونے کا اقرار کیا اور زید نے اس کی تصدیق کی اور آزاد شدہ نے انکار کیا تو مجہول کا اقرار اس کے حق میں صحیح ہے اور وہ زید کا غلام ہو جائے گا اور آزاد شدہ کے حق میں صحیح نہیں ہے حتیٰ کہ آزاد کرنا باطل نہ ہوگا پھر اگر وہ غلام مر گیا اور مال چھوڑا تو اس کے آزاد[1] کنندہ کے مولیٰ یعنی زید کو ملے گا بشرطیکہ اس کے عصبات میں کوئی موجود نہ ہو اور اگر اس کا کوئی عصبہ ہو جیسے بیٹا بھائی وغیرہ تو یہ لوگ میراث کے حق دار ہیں مقر لہ کو نہ ملے گی اور اگر اس کے فقط ایک بیٹی موجود ہو تو اس کو نصف دے کر باقی آزاد کنندہ کو بسبب ولاء کے پہنچے گی۔ پھر اس کے اقرار کی وجہ سے زید یعنی مقر لہ کی ہو جائے گی اور اگر وہ مرا نہیں بلکہ اس نے کوئی ایسا جرم کیا جس میں سعی کرنی لازم ہے تو سعی کرے گا اور کوئی اس کا عاقلہ نہ ہوگا یعنی مددگار برادری کا حق کسی پر جاری نہ ہوگا اور مشائخ نے اختلاف کیا ہے آیا وہ اپنی قیمت کی سعی کرے گا یا مقتول کی دیت کی تو بعضوں نے کہا کہ اپنی قیمت کی اور بعضوں نے کہا کہ اس کی دیت کی اور صدر الشہید نے فرمایا کہ یہی اصح ہے اور اس کی طرف کرخی نے میل کیا ہے جیسا کہ جصاص نے ان سے نقل کیا ہے یہ تحریر شرح جامع کبیر میں ہے۔

---

[1] قولہ آزاد کنندہ کے مولیٰ اقول یعنی اس غلام کو مرد مجہول النسب نے آزاد کیا تھا پھر مجہول اپنی زبان سے زید کا غلام بنا اور آزاد شدہ غلام کے حق میں تصدیق نہ ہوئی تو جب آزاد شدہ مرا تو مال ترکہ اس کے آزاد کنندہ یعنی مجہول مذکور کا ہوا لیکن وہ زید کا غلام بن گیا ہے لہٰذا زید کو پہنچا مگر اس شرط سے کہ خود مجہول مذکور کا عصبہ نہ ہو اور مسئلہ میں اس کا آزاد بیٹا موجود ہونا فرض کیا ہے لہٰذا حکم بتصریح مسئلہ یہ ہے کہ اس کا مال اس مجہول کے پسر کو ملے گا اگر مجہول مر گیا ہو ورنہ مقر یعنی زید کو ملے گا فافہم ۱۲ مترجم

اگر ایسے غلام پر کسی نے جرم کیا تو ایسا ہی ہوگا جیسے اور مملوکوں پر جرم کرنے کا حکم ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔
اگر مقرلہ یعنی زید نے اس مقر یعنی مجہول کو آزاد کیا پھر پہلا آزاد شدہ مرگیا تو اس کا مال مقرلہ کو ملے گا اسی طرح اگر مقر یعنی مجہول کا کوئی آزاد بیٹا ہو تو بھی یہی حکم ہے کیونکہ جب تک باپ زندہ موجود ہے تو بیٹے کا اس کے آزاد شدہ کے ترکہ میں کچھ حق نہیں ہے اور پہلے مقر مرگیا اور ایک آزاد بیٹا چھوڑا پھر پہلا آزاد شدہ مرگیا اور کوئی عصبہ نہ چھوڑا تو اس کی میراث غلام مقر کے بیٹے کو ملے گی مقرلہ کو نہ ملے گی اسی طرح اگر سوائے بیٹے کے اس کے عصبات موجود ہوں تو بھی مال اسی کا ہوگا یہ تحریر شرح جامع کبیر میں ہے۔ قال المترجم وحاصل [1] المسئلۃ ماقد لخصناہ فی الحاشیہ فتذکر واللہ تعالیٰ اعلم۔

ستر ہواں باب ☆

نسب دام ولد ہونے وعتق وکتابت اور مدبر کرنے کے اقرار کے بیان میں

اگر کسی نے دوسرے کی نسبت اپنے بیٹے ہونے کا اقرار کیا تو صحیح ہے بشرطیکہ مقرلہ ایسا ہو کہ ایسے لوگوں کے ایسا بیٹا ہو سکتا ہو اور مقرلہ دوسرے سے ثابت النسب نہ ہو اور جب کہ مقرلہ عبارت صحیح بول سکتا ہو تو مقر کے اقرار کی تصدیق کرے اور والد ہونے کا اقرار بھی صحیح ہے بشرطیکہ ایسے لوگوں کے مثل مقر کے بیٹا پیدا ہو سکتا ہو اور مقر دوسرے سے ثابت النسب نہ ہو اور عبارت صحیح سے مقرلہ مقر کے اقرار کی تصدیق کرے اور جورو ہونے کا اقرار بھی جب کہ وہ عورت اس کی تصدیق کرے اور دوسرا اس کا شوہر نہ ہو اور نہ اس کی عدت میں ہو اور نہ اس مقر کی تحت میں اس عورت کی بہن یا اس کے سوائے چار عورتیں ہوں صحیح ہے اور یوں اقرار کرنا کہ یہ غلام میرا آزادہ کردہ ہے یا یوں اقرار کرنا کہ یہ میرا آزاد کنندہ ہے صحیح ہے بشرطیکہ مقرلہ تصدیق کرے اور پہلی صورت میں آزاد شدہ کی اور دوسری صورت میں مقر کی آزادی دوسرے سے ثابت نہ ہو اور ان لوگوں کے سوائے اقرار صحیح نہیں ہے مثلاً بھائی یا چچا یا ماموں وغیرہ کا اقرار نہیں صحیح ہے اور واضح ہو کہ یہاں صحت اقرار وعدم صحت اقرار کی تفسیر یہ ہے کہ اقرار صحیح کے یہ معنی ہیں کہ اقرار سے جو حقوق مقرلہ اور مقر کو اور ان دونوں کے سوائے دوسروں کو لازم آتے ہیں ان حقوق میں یہ اقرار معتبر ہو پس جن لوگوں کی نسبت ہم نے صحت اقرار کا حکم کیا ہے ان میں سے مثلاً اگر کسی کے واسطے بیٹے ہونے کا اقرار کیا اور وہ اقرار اپنے شرائط کے ساتھ صحیح قرار پایا تو یہ بیٹا مقرلہ اس مقر کے باقی وارثوں کے ساتھ میراث لے گا اگرچہ باقی وارث اس کے نسب سے منکر ہوں اور یہی مقر کے باپ سے یعنی مقرلہ کے دادا کی میراث میں بھی شریک ہوگا اگرچہ دادا نے اس کے نسب سے انکار کیا ہو اور جن لوگوں کے واسطے ہم نے اقرار صحیح ہونے کا حکم کیا ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ مقر ومقرلہ کے سوائے غیروں کو جو حقوق اس اقرار سے لازم آتے ہیں ان کے واسطے یہ اقرار معتبر نہیں ہے اگرچہ ذاتی اس کے حقوق کے واسطے یہ اقرار معتبر ہے چنانچہ مثلاً کسی نے دوسرے کی نسبت اپنے بھائی ہونے کا اقرار کیا اور مرگیا اور اس مقر کے دوسرے وارث موجود ہیں جو اس شخص مقر کے بھائی ہونے سے انکار کرتے ہیں تو یہ بھائی دوسرے وارثوں کے ساتھ مقر کا وارث نہ ہوگا اور بھی مقر کے باپ کا وارث نہ ہوگا جب کہ وہ اس کے نسب سے منکر ہو لیکن مقر کی زندگی میں اس پر نفقہ کا استحقاق رکھتا ہے کیونکہ یہ حق مقر کی ذات کو لازم ہے اور عورت کا اقرار ان تین کے ساتھ یعنی ولد اور شوہر اور مولیٰ کا صحیح ہے بیٹا ہونے کا صحیح نہیں ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ بیٹا ہونے کا اقرار صحیح نہ ہونا ایسی صورت پر محمول ہے کہ جب اس کا شوہر معروف ہو اور اگر شوہر معروف نہ ہو تو عورت کا اقرار صحیح ہونا چاہئے یہ محیط میں ہے۔

[1] مترجم کہتا ہے اور حاصل مسئلہ کا وہی ہے جو ملخصا حاشیہ میں بیان کیا ہے فافہم ۱۲

ایک شخص اپنی صحت میں ایک غلام کا مالک ہوا اور اپنے مرض میں یوں اقرار کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور ایسا شخص ایسے شخص سے پیدا ہو سکتا ہے اور اس غلام کا کوئی نسب معروف نہیں ہے تو وہ اس کا بیٹا قرار پائے گا اور آزاد اور وارث ہوگا اور کچھ سعایت نہ کرے گا اگرچہ مقر کا اس کے سوائے کچھ مال نہ ہو اور اس پر اس غلام کی قیمت سمیت قرض محیط ہو۔ اسی طرح اگر اس غلام کے ساتھ اسکی ماں کا مالک ہوا اور حالت صحت میں مالک ہو تو اس کی ماں بھی سعایت نہ کرے گی اور اگر غلام کا حالت مرض میں مالک ہوا اور اس کی ذات کے واسطے اقرار کیا تو بھی اس کا نسب مقر سے ثابت ہوگا اور اس کی طرف سے آزاد ہو جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں مقدارِ سعادت کی بابت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبینؒ میں اختلاف ☆

پھر اگر مریض کا کوئی دوسرا مال سوائے اس غلام کے نہ ہو کہ جس کی تہائی یہ غلام ہوتا ہو تو اس غلام پر سعایت واجب ہوگی اور مقدار سعایت میں اختلاف ہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو تہائی قیمت کے واسطے مشقت کر کے ادا کرے اور صاحبینؒ کے نزدیک تمام قیمت کے واسطے سوائے اس قدر حصہ میراث کے جو خصوص اس کو حاصل ہوئے سعی کرے اور جس قدر حصہ میراث خصوص اس کا تھا وہ اس سے کم کر دیا جائے گا اور اگر مریض کا سوائے غلام کے اس قدر مال ہو کہ جس کی تہائی یہ غلام ہوتا ہے تو صاحبینؒ کے نزدیک اس مال سے غلام میراث پائے گا اور اپنی قیمت کے واسطے سعی کرے گا مگر اس قدر کم کیا جائے گا جتنا اس کا حصہ میراث ہوا اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وارث ہوگا اور اپنی کچھ بھی قیمت کے واسطے سعی نہ کرے گا لیکن باندی مقر کے مرنے سے آزاد ہو جائے گی اور اس پر سعایت نہ ہوگی اگرچہ باندی کا بھی حالت مرض میں مالک ہوا ہو اور یہ بالا جماع ہے یہ محیط میں ہے۔

ایک غلام صغیر کہ اپنی ذات سے تعبیر نہیں کر سکتا ہے دو شخصوں زید و عمرو میں مشترک ہے کہ دونوں نے اس کو خریدا ہے پھر زید نے کہا کہ یہ میرا بیٹا اور تیرا بیٹا ہے یا تیرا بیٹا اور میرا بیٹا ہے یا ہم دونوں کا بیٹا ہے پس اگر ملا کر بیان کیا تو اس کا نسب مقر سے ثابت ہو جائے گا خواہ شریک نے اس کی تصدیق کی ہو یا تکذیب کی ہو اور اگر جدا کر کے یوں بیان کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے پھر چپ رہا پھر کہا کہ اور تیرا بیٹا ہے تو یہ اقرار مقر پر نافذ ہوگا اور اگر کہا کہ تیرا بیٹا ہے پھر چپ رہا پھر کہا کہ میرا بیٹا ہے پس اگر شریک نے یعنی عمرو نے اس کی تصدیق کی تو عمرو سے اس کا نسب ثابت ہو جائے گا اور اگر عمرو نے تکذیب کی تو اس سے نسب ثابت نہ ہوگا اور مقر سے یعنی زید سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ثابت نہ ہوگا اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ثابت ہوگا اور جس صورت میں زید نے جدا کر کے کلام کو بیان کیا ہے اگر اس صورت میں عمرو نے زید کے اقرار کے بعد یوں بیان کیا کہ یہ میرا بیٹا اور تیرا بیٹا ہے یا تیرا بیٹا اور میرا بیٹا ہے یا ہم دونوں کا بیٹا ہے تو عمرو سے اس کا نسب ثابت ہو جائے گا کیونکہ یہ کلام عمرو کا زید کے قول کی تصدیق اور اقرار ہے اور اگر مقرلہ نے کہا یعنی عمرو نے کہا کہ میرے سوائے تیرا بیٹا ہے یا تیرا بیٹا ہے کہہ کر خاموش رہا پھر کہا کہ میرا بیٹا ہے تو عمرو سے نسب ثابت نہ ہوگا۔ پس امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں میں سے کسی سے[1] ثابت نہ ہوگا یہ شرح زیادات عتابی میں ہے اور اگر یہ غلام بالغ ہو یا نابالغ ہو مگر اپنی ذات سے تعبیر کر سکتا ہے ہو پس اگر زید و عمرو دونوں کے واسطے اپنے رقیق ہونے کا اقرار کرتا ہو تو یہ لڑکا اور جو اپنی ذات سے تعبیر نہیں کر سکتا ہے دونوں برابر ہیں اور اگر اس نے دونوں کے واسطے رقیق ہونے کا اقرار نہ کیا تو صورت مذکورہ میں اس کے قول کی طرف رجوع کیا جائے گا اگر اس نے زید سے اقرار کیا تو زید کا بیٹا اور اگر عمرو سے اقرار کیا تو عمرو کا بیٹا ہے بشرطیکہ عمرو اس کی تصدیق کرے کیونکہ عمرو مقرلہ قرار دیا گیا ہے خود مقر نہیں ہے اور اگر دونوں کے نسب سے انکار کیا تو کسی سے نسب ثابت نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

دو شخصوں کی مشترک باندی کے بچہ پیدا ہوا پس ایک نے کہا کہ یہ میرا بیٹا، تیرا بیٹا، یا تیرا بیٹا، میرا بیٹا ہے یا ہم دونوں کا بیٹا

---

[1] اور صاحبینؒ کے نزدیک مقر سے ثابت ہوگا ۱۲

ہے پس اگر شریک نے اس کی تصدیق کی تو مقر سے اس کا نسب ثابت ہوگا اور نسب ثابت ہونے کی وجہ سے باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی اور اس کی آدھی قیمت خواہ تنگ دست ہو یا خوش حال ہو شریک کو دے گا اور بچہ کی قیمت کا ضامن نہ ہوگا اور نصف عقر شریک کی تصدیق کی وجہ سے نصف عقر کا بدلا ہو گیا اور اگر شریک نے اس کی تکذیب کی تو بھی یہی حکم ہے مگر اس قدر فرق ہے کہ مقر کو آدھا عقر شریک کو دینا پڑے گا اور شریک پر نصف عقر مقر کے واسطے واجب نہ ہوگا یہ شرح زیادات عتابی میں ہے۔ زید و عمرو نے ایک غلام بازار سے خریدا اور وہ خالد کا غلام تھا اس کے پاس پیدا ہوا تھا پھر زید نے عمرو سے کہا کہ یہ میرا بیٹا اور تیرا بیٹا ہے یا تیرا بیٹا و میرا بیٹا ہے یا ہم دونوں کا بیٹا ہے اور عمرو نے اس کی تصدیق کی تکذیب کی تو وہ زید کا بیٹا قرار دی جائے گا اور غلام سے دریافت نہ کیا جائے گا اگرچہ وہ اپنی ذات سے تعبیر کر سکتا ہو پھر اگر عمرو زید کی تصدیق کر چکا ہے تو زید پر اس کی قیمت میں کچھ ضمان نہ ہوگی اور اگر تکذیب کی ہے تو اس کا حکم مثل اس کے ہوگا کہ ایک غلام دو شخصوں میں مشترک تھا ایک شخص نے اسے آزاد کر دیا اور اگر عمرو نے یوں کہا کہ یہ میرے سوائے تیرا بیٹا ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زید و عمرو کے واسطے کچھ ضمان نہ ہوگی لیکن یہ غلام آزاد شدہ اپنی قیمت میں عمرو کے واسطے سعی کرے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر زید خوشحال ہو تو ضمان دے گا یہ محیط میں ہے۔

زید و عمرو نے ایک غلام خریدا پھر زید نے اسکے نسب کا دعویٰ کیا پھر عمرو پر گواہی دی کہ اس نے میرے دعویٰ کرنے سے پہلے اس کو آزاد کر دیا ہے اور عمرو نے اس کی تصدیق کی تو زید سے بسبب عمرو کی تصدیق کرنے کا ضمان ساقط ہو گئی یہ شرح زیادات عتابی میں ہے۔ ایک باندی دو شخصوں زید و عمرو میں مشترک ہے پس زید نے دعویٰ کیا کہ یہ میری ام ولد ہے اور اس کے شریک عمرو نے کہا کہ میں نے تیرے اس دعویٰ سے پہلے اس کو آزاد کیا ہے اور زید نے اس کی تکذیب کی تو باندی زید کی ام ولد قرار پائے گی اور اگر زید و عمرو کو نصف قیمت کی ضمان دے گا یہ محیط میں ہے۔

ایک باندی دو شخصوں زید و عمرو میں مشترک تھی وہ ان کی ملک میں بچہ جنی پس ایک نے اس کے بچہ کے نسب کا دعویٰ کیا اور عمرو نے باندی کے نسب کا دعویٰ کیا اور دونوں نے معاً دعویٰ کیا یا دوسرے نے یوں کا اقرار کیا کہ میں نے باندی کو آزاد کر دیا تھا تو بچہ کا نسب زید سے ثابت ہوگا اور باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی کیونکہ بچہ کا دعویٰ نسب دعویٰ استیلاد ہے پس وقت علوق نطفہ سے مستند ہو گی اور باندی کی دعوت دعوت تحریر ہے پس وقت دعوت سے معتبر ہو گی پس دعوت استیلاد سابق ہوئی لہٰذا اسی پر حکم ہوگا اور زید کو آدھی قیمت باندی کی عمرو کو دینی پڑے گی اگرچہ شریک عمرو کے زعم میں ضمان نہیں ہے کیونکہ اس نے زعم کیا ہے کہ یہ باندی میری بیٹی یا آزاد کردہ ہے اور آدھا عقر بھی دے گا کیونکہ اس نے وطی کا اقرار کیا ہے لیکن بچہ کی قیمت کا ضامن نہ ہوگا کیونکہ اس کا نطفہ اصلی آزادی کے ساتھ قرار پایا ہے یہ شرح زیادات عتابی میں ہے۔ زید کے پاس ایک باندی ہے اس نے ام ولد بنائی یعنی بچہ پیدا ہوا پھر زید نے اقرار کیا کہ یہ باندی عمرو کی ہے اس نے میرے ساتھ اس کا نکاح کر دیا تھا اور باندی نے تصدیق کی تو[1] باندی مع بچہ کے دونوں عمرو کی مملوک ہوں گی اور اگر بچہ نے بعد بالغ ہونے کے انکار کیا تو اس پر التفات نہ کیا جائے گا۔ اسی طرح اگر باندی نے کچھ نہ کہا یہاں تک کہ مر گئی تو بھی یہی حکم ہے۔ اگر باندی نے تکذیب کی تو زید کے اقرار کی تصدیق نہ کی جائے گی لیکن زید کو باندی کی قیمت عمرو کو دینی ہو گی اور بچہ کی قیمت دینی پڑے گی ورنہ عقر دے گا اور اگر باندی تصدیق یا تکذیب کرنے سے پہلے مر گئی تو زید کی تصدیق کی جائے گی اور بچہ عمرو کا غلام ہوگا اور اگر باندی نے انکار کیا اور ہنوز کچھ حکم نہ ہوا تھا کہ باندی مر گئی تو کچھ حکم نہ دیا جائے گا یہاں تک کہ غلام بالغ ہو اور بعد بلوغ کے غلام کا قول مقبول ہوگا اور اگر باندی زندہ ہے اور بچہ اس لائق ہے کہ اپنی ذات سے تعبیر کر سکتا ہے پس باندی نے

---

[1] یعنی باندی اور اس کے بچہ کے حق میں مصدق نہ ہوگا لیکن الخ

زید کی تصدیق کی اور غلام نے تکذیب کی یا اس کے برعکس واقع ہوا تو غلام آزاد اور باندی زید کی ام ولد ہوگئی اور زید کو باندی کی قیمت عمرو کو دینی پڑے گی یہ محیط میں ہے لکھا ہے۔

امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ زید کا ایک غلام ہے اور غلام کا ایک بیٹا ہے اور بیٹے کے دو بیٹے ہیں کہ ہر ایک علیحدہ بطن سے پیدا ہوا ہے اور ان سب میں سے ہر ایک ایسا ہے کہ اس کے مثل زید سے پیدا ہو سکتا ہے پھر مولیٰ نے اپنی صحت میں اقرار کیا کہ ایک ان میں سے میرا بیٹا ہے تو جب تک مولیٰ زندہ ہے اسکو حکم کیا جائے گا کہ بیان کرے کہ وہ کون ہے پس جس کو اس نے بیان کیا اس کا نسب زید سے ثابت اور اس کے مابعد کے سب آزاد ہوں گے اور اگر بیان کرنے سے پہلے مر گیا تو غلام اپنی تین چوتھائی قیمت کے واسطے سعی کرے گا اور اس کا بیٹا دو تہائی کے واسطے اور دونوں پوتے اپنی چوتھائی قیمت کے واسطے ہر ایک سعی کرے گا یہ تحریر شرح جامع کبیر میں ہے۔

زید کا ایک غلام ہے اس غلام کے دو بیٹے مختلف پیٹ سے ہیں اور ہر بیٹے کا ایک ایک بیٹا ہے یہ سب پانچ آدمی ہیں اور ہر ایک ان میں سے ایسا ہے کہ زید کے ایسا بیٹا ہو سکتا ہے پھر زید نے اپنی صحت میں کہا کہ ایک ان میں سے میرا بیٹا ہے اور قبل بیان کے مر گیا تو اوّل سے پانچواں حصہ آزاد ہوگا اور چار پانچویں حصہ کے واسطے سعی کرے گا اور دونوں درمیانی میں سے ہر ایک کا چوتھائی آزاد ہوگا اور تین چوتھائی کے واسطے سعی کرے گا اور دونوں اخیروں میں سے ہر ایک کا دو تہائی آزاد ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر سب غلام اس صورت میں سات عدد ہوں اس طرح کہ دونوں اخیرین کے بھی ایک ایک لڑکا ہو پس مولیٰ نے کہا کہ ان میں سے ایک میرا بیٹا ہے اور قبل بیان کے مر گیا تو صاحبینؒ کے[1] نزدیک اور یہی اصح قول امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا ہے کہ اوّل میں سے ساتواں حصہ آزاد ہوگا اور چھ ساتویں حصہ قیمت کے واسطے سعی کرے گا اور اس کے دونوں بیٹوں میں سے ہر ایک سے چھٹا حصہ آزاد ہوگا اور پانچ چھٹے حصہ کے واسطے سعی کرے گا اور دونوں پوتوں میں سے ہر ایک سے پانچواں حصہ آزاد اور چار پانچوں حصہ کے واسطے سعی کرے گا اور دونوں پرپوتوں میں سے ہر ایک سے پانچ آٹھواں حصہ آزاد اور تین آٹھویں حصے کے واسطے سعی کرے گا یہ تحریر شرح جامع کبیر میں ہے۔

ایک غلام زید و عمرو میں مشترک ہے زید نے عمرو سے کہا کہ ہم دونوں نے اسے آزاد کیا ہے یا میں نے اور تو نے اس کو آزاد کیا ہے یا تو نے اور میں نے اسے آزاد کیا ہے اور عمرو نے اس کے کل اقرار میں تصدیق کی تو دونوں کی طرف سے آزاد ہو جائے گا اور دونوں کا آزاد کردہ قرار پائے گا اور اگر عمرو نے اس کی تکذیب کی تو زید کے اقرار پر اس کی طرف سے آزاد ہوگا اور گویا ایک غلام دو شخصوں میں مشترک تھا ایک نے اسے آزاد کر دیا یہ حکم ہوگا پس امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک عمرو کو تین طرح کا اختیار حاصل ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر زید خوشحال ہے تو اس پر ضمان متعین ہوگی اور اگر تنگدست ہے تو غلام سعایت کرے گا اور زید و عمرو کے حصہ کی ولاء موقوف رہے گی پس اگر عمرو نے دوبارہ زید کی تصدیق کی طرف رجوع کیا تو جس قدر ضمان یا سعایت لی ہے سب واپس کر دے گا اور ولاء عمرو کے واسطے ثابت ہوگی یہ محیط میں ہے۔

اگر کسی شخص نے اقرار کیا کہ میں نے اپنا یہ غلام کل کے روز آزاد کیا ہے حالانکہ وہ جھوٹا ہے تو قضاءً یعنی حکم قاضی میں آزاد ہوگا و فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ آزاد نہ ہوگا یعنی قاضی ظاہر پر آزادی کا حکم کر دے گا مگر چونکہ واقع میں اس نے آزاد نہیں کیا ہے لہٰذا

[1] قولہ نزدیک اور یہی اصح الخ فی الاصل عند ہما و ہو الاصح علی قول الخ فی الحاشیہ کذافی جمیع النسخ الحاضرۃ والظاہر ماعند الصاحبین سقط من البین انتہیٰ قول بل مذلۃ المحشی ولاسقوط والمعنی ماترجمناہ فافہم ۱۲

عنداللہ آزاد نہیں ہے کذا فی المبسوط مشرحاً۔

اگر زید نے کہا کہ میں نے تجھے کل کے روز آزاد کیا اور کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ تو آزاد نہ ہوگا اسی طرح اگر کہا کہ میں نے تجھے کل کے روز آزاد کر دیا ہے حالانکہ آج ہی خریدا ہے یا یوں کہا کہ میں نے تجھے تیرے خریدنے سے پہلے آزاد کیا ہے تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الحادی۔

بغیر شرط کے خریدنا اور آزاد کرنا ☆

قال المترجم اس کی مراد[1] تعلیق نہیں ہے یعنی یوں نہیں کہا تھا کہ جب میں تجھے خریدوں تو تو آزاد ہے ورنہ آزاد ہو جائے گا اگر کہا کہ میں نے تجھے آزاد کیا اگر تو اس دار میں داخل ہو تو جب تک دار میں داخل نہ ہو آزاد نہ ہوگا اور اگر کہا کہ آزادی کے باب میں میں نے تیرا کام تیرے اختیار میں کل کے روز دے دیا تھا پھر تو نے اپنے آپ کو آزاد نہ کیا اور غلام نے کہا کہ بلکہ میں نے آزاد کر لیا ہے تو آزاد نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر زید نے کہا کہ میں نے تجھے مال پر آزاد کیا ہے اور غلام نے کہا کہ بلا عوض آزاد کیا ہے تو غلام کا قول قبول ہوگا اور اگر کہا کہ میں نے تجھے مال پر کل آزاد کیا مگر تو نے قبول نہیں کیا اور غلام نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے قبول کیا یا کہا کہ تو نے مجھے مفت بغیر عوض آزاد کیا ہے تو زید کا قول قبول ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر اقرار کیا کہ میں نے اپنا یہ غلام آزاد کیا نہیں بلکہ یہ غلام دوسرا آزاد کیا ہے تو دونوں آزاد ہو جائیں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر مولیٰ نے کہا کہ میں نے تجھے مکاتب کیا ہے اور مال کتابت کی مقدار بیان نہ کی اور غلام نے کہا کہ پانچ سو درم پر تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غلام کی تصدیق ہونی چاہئے اور صاحبینؒ کے نزدیک تصدیق نہ ہوگی یہ حاوی میں ہے۔

اگر کہا کہ میں نے کل تجھے ہزار درم پر مکاتب کیا تھا مگر تو نے کتابت قبول نہ کی اور غلام نے کہا کہ بلکہ میں نے قبول کر لی تھی تو اسی کا قول قبول ہوگا اور اگر اقرار کیا کہ میں نے یہ غلام ہزار درم پر مکاتب کیا ہے نہیں بلکہ وہ مکاتب کیا ہے اور دونوں میں سے ہر ایک نے کتابت کا دعویٰ کیا تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر اقرار کیا کہ میں نے غلام کو قبل اس کے خریدنے کے مکاتب کیا یا میں نے اس کو کل کے روز مکاتب کیا حالانکہ آج ہی خریدا ہے تو صحیح نہیں ہے اور اگر اقرار کیا کہ میں نے اس کو کل کے روز مکاتب کیا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ کہا ہے تو اسی کا قول مقبول ہوگا اور اگر کہا کہ میں نے اپنی ذات کے واسطے خیار کا استثناء کیا ہے اور مکاتب نے کہا کہ اس میں خیار ہی تھا تو کتابت جائز ہے اور خیار میں مولیٰ کی تصدیق نہ ہوگی اور ایسے ہی ان صورتوں میں بیع کا بھی حکم ہے۔ کذا فی الحادی۔

ایک باندی کو مدبر کیا پھر اقرار کیا کہ یہ دوسرے شخص کی مدبرہ تھی میں نے اس سے غصب کی ہے[2] تو باندی کے حق میں اس کے اقرار کی تصدیق نہ ہوگی اور خود اس کی قیمت کی ضمان دے گا اور حکم قاضی میں باندی سے خدمت لینا وطی کرنا جائز رکھا جائے گا لیکن دیانت کی راہ سے اس کو یہ فعل نہ کرنا چاہئے بشرطیکہ جیسا کہتا ہے ویسا ہی ہوا اور اگر کسی اجنبی نے اس باندی کو قتل کیا تو اس سے قصاص لیا جائے گا اور اگر مقرلہ نے قتل کیا تو قیاساً اس پر قصاص ہے استحساناً نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایک باندی زید و عمرو میں مشترک ہے زید نے کہا کہ میں نے اور تو نے اس کو مدبر کر دیا یا کہا کہ تو نے اور میں نے اس کو مدبر

---

[1] یعنی کسی شرط کے ساتھ مشروط نہیں ہے ۱۲ [2] یعنی دوسرے کی باندی کو غصب کر لیا ہے ۱۲

کیا ہے یا ہم دونوں نے اس کو مدبر کیا ہے پس اگر عمرو نے اس کی تصدیق کی تو باندی دونوں کی مدبر ہوگی اور اگر عمرو نے تکذیب کی تو ایسا ہوگا کہ گویا ایک باندی دو شخصوں میں مشترک تھی اس کو ایک شخص نے مدبر کر دیا اور اسی صورت میں امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک شریک کو پانچ طرح کا اختیار حاصل ہوتا ہے چاہئے تو اپنا حصہ مدبر کر دے یا اپنا حصہ اپنے حال پر چھوڑ دے یا مدبر کرنے والے سے ضمان لے اگر وہ خوش حال ہے یا باندی سے سعی کرادے اگر مدبر کرنے والا تنگدست ہے یا اپنے حصہ کو آزاد کر دے۔ پھر اگر شریک نے مقر سے باندی کی قیمت کی ضمان لی تو آدھی باندی مقر کی مدبر ہوگی اور باقی آدھی موقوف رہے گی ایک روز مقر کی خدمت کرے گی اور ایک روز خالی رہے گی۔ پھر اگر مقر کے شریک نے تصدیق مقر کی طرف رجوع کیا تو وہ باندی دونوں کی مدبر ہو جائے گی اور شریک نے جو کچھ ضمان لی ہے وہ مقر کو واپس کر دے اور اگر شریک نے اس کے قول کی تصدیق کی طرف رجوع نہ کیا یہاں تک کہ دونوں میں سے ایک مر گیا اور سوائے باندی کے اس کا کچھ مال نہیں ہے پس اگر مقر مر گیا اور باندی نے اس کے قول کی تصدیق کی تو باندی وارثان مقر کے واسطے اپنی نصف قیمت کی دو تہائی کے واسطے سعی کرے گی اور اگر باندی نے اس کے قول کی تو بھی ظاہر الروایہ کے موافق اپنی دو تہائی قیمت کے واسطے سعی کرے گی اور اگر منکر مر گیا پس اگر باندی نے مقر کے قول کی تصدیق کی تو اپنی تمام قیمت کے واسطے مقر کے لیے سعی کرے اور اگر باندی نے مقر کے اقرار کی تکذیب کی تو مقر کے واسطے اسکے حصہ کی آدھی قیمت کے لیے سعی کرے گی اس سے زیادہ سعی نہ کرے گی اور اگر دونوں مر گئے ایک بعد دوسرے کے مرے پس اگر مقر پہلے مرا پھر منکر مر گیا اور باندی نے مقر کے اقرار کی تصدیق کی تو حکم مسئلہ کا قبل موت منکر کے یہ ہے کہ مقر کے نصف حصہ کی تہائی آزاد ہو اور باندی پر اس نصف کی دو تہائی کے واسطے سعی کرنی لازم ہوگی پھر اگر اس کے بعد منکر مر گیا تو باندی پر بقدر حصہ منکر کے مقر کے واسطے سعی کرنی واجب ہوگی اور یہ مال مقر کے ترکہ میں داخل ہوگا اور ترکہ میں زیادتی ہو جائے گی اور اس کا ثلث یعنی تہائی بھی زیادہ نکلے گی پس اس کی تہائی باندی کو دی جائے گی اور تمام کی دو تہائی کے واسطے وہ سعی کرے گی اور اگر باندی نے مقر کے اقرار کی تکذیب کی تو بھی یہی حکم ہے کہ اپنی دو تہائی کے واسطے سعی کرے اور اگر پہلے منکر مر گیا پھر مقر مرا اور باندی نے مقر کی اقرار کی تصدیق کی ہے تو ہمارے مشائخ نے ذکر کیا کہ باندی پر اپنی تمام قیمت کے واسطے سعی کرنی واجب ہوگی اور اگر باندی نے مقر کے اقرار کی تکذیب کی تو ہم کہتے ہیں کہ امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کو قبل موت مقر کے ذکر کیا کہ باندی پر فقط مقر کے حصہ کے واسطے سعی کرنی واجب ہوگی اور بعد موت مقر کے اس مسئلہ کا حاکم بیان نہیں فرمایا اور مشائخ نے ذکر کیا کہ اس پر کل قیمت کے واسطے سعی واجب ہوگی کیونکہ قبل موت مقر کے اس پر کل قیمت کی سعایت واجب تھی پس مقر کے مرنے سے اس کا حکم نہ بدلے گا یہ سب امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے مذہب کا بیان ہوا ہے لیکن صاحبینؒ کے مذہب کا یہ بیان ہے کہ مقر کے اقرار سے تمام باندی مدبر ہو جائے گی۔ پھر اس کے بعد اگر شریک نے مقر کی تصدیق کی تو دونوں میں مدبر قرار پائے گی اور مقر ضامن نہ ہوگا اور اگر تکذیب کی تو مقر باندی کی نصف قیمت کی ضمان شریک کو دے گا خواہ خوش حال ہو یا تنگدست ہو اور آدھی باندی مقر کی مدبرہ ہوگی اور آدھی موقوف رہے گی یہاں تک کہ اس کا شریک مقر کے قول کی طرف رجوع کرے اور اس کی تصدیق کرے پھر اگر تصدیق کی تو دونوں میں مدبرہ قرار پائے گی اور شریک نے جو کچھ ضمان لی ہے وہ واپس کرے اور اگر شریک نے مقر کے قول کی تصدیق کی طرف رجوع نہ کیا یہاں تک کہ مقر مر گیا تو وارثان مقر کے واسطے باندی آدھی کی دو تہائی قیمت کے لیے سعی کرے گی فی الحال اس پر اس کے سوائے اور کچھ واجب نہیں ہے خواہ باندی نے مقر کی تصدیق کی ہو یا تکذیب کی ہو پھر اس کے بعد باقی مسئلہ کا حکم صاحبینؒ کے نزدیک بھی ویسا ہی ہے جیسا ہم نے امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے مذہب میں بیان کیا ہے یہ محیط میں ہے۔

اٹھارواں باب ☆

خرید وفروخت میں اقرار اور بیع میں عیب کے اقرار کے بیان میں

اگر زید نے کہا کہ میں نے اپنا یہ غلام تیرے ہاتھ کل کے روز فروخت کیا تھا مگر تو نے قبول نہیں کیا اور مشتری عمرو نے کہا کہ میں نے قبول کیا تھا تو اسی کا قول قبول ہوگا۔ اسی طرح اگر مشتری نے کہا کہ میں نے تجھ سے یہ غلام خرید امگر تو نے قبول نہ کیا اور بائع نے کہا کہ میں نے قبول کیا ہے تو بائع کا قول قبول ہوگا کیونکہ دونوں کے فعل سے بیع ٹھیک ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر زید نے اقرار کیا کہ میں نے اپنا یہ غلام عمرو کے ہاتھ فروخت کیا اور اس سے دام لے لیے مگر تعداد بیان نہیں کی تو جائز ہے اور اگر بیان کی اور قبضہ کرنے کا اقرار کیا تو بھی جائز ہے اور اگر تعداد بیان کی اور کہا کہ میں نے دام نہیں پائے ہیں اور مشتری نے کہا کہ قبضہ کر چکا ہے تو قسم سے قول بائع کا مقبول ہوگا اور مشتری کو گواہ لانا چاہئے ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اقرار کیا کہ میں نے ایک دار زید کے ہاتھ فروخت کیا اور اس دار کو نہ بتلایا پھر انکار کیا تو اقرار باطل ہے اسی طرح اگر بیع کو بیان کیا لیکن ثمن کی مقدار وغیرہ نہ بیان کی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر حدود دار ذکر کیے اور ثمن کا نام لیا تو بیع لازم ہو جائے گی اگرچہ بائع اس سے انکار کرے اور گواہ حدود کو نہ پہچانتے ہوں بعد از یکہ گواہ معرفت[1] حدود قائم ہوں یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر اقرار کیا کہ میں نے زید کے ہاتھ ایک غلام فروخت کیا اور غلام کو نہ بتلایا پھر انکار کیا تو اقرار باطل ہے۔ اسی طرح اگر اقرار کیا کہ میں نے اپنا غلام زید کے ہاتھ فروخت کیا جز ایکہ گواہوں نے اس کو بعینہٖ نہیں پہچانا تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر زید نے اقرار کیا کہ میں نے اپنا غلام عمرو کے ہاتھ فروخت کیا اور ثمن کا نام نہ لیا اور مشتری نے کہا کہ میں نے اس کو تجھ سے پانچ سو درم کو خریدا ہے پس زید نے انکار کیا کہ میں نے کسی چیز کے عوض نہیں بیچا ہے تو زید سے عمرو کے دعویٰ پر قسم لی جائے گی اور صرف پہلے اقرار سے اس پر بیع لازم نہ ہوگی اسی طرح اگر مشتری نے ابتداءً ایسا اقرار کیا پھر یہ صورت واقع ہوئی تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر زید نے اقرار کیا کہ میں نے یہ غلام عمرو کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا ہے اور عمرو نے کہا کہ میں نے تجھ سے کسی قدر کو نہیں خریدا ہے پھر کہا کہ ہاں میں نے تجھ سے وہ غلام ہزار درم میں خریدا ہے اور زید نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ اس کو نہیں بیچا ہے تو مشتری کا قول مقبول ہوگا اور اس کو بعوض ثمن کے لینے کا اختیار ہے اور اگر ایسا ہوا کہ جس وقت مشتری نے خرید سے انکار کیا اس وقت بائع نے کہا کہ تو سچا ہے تو نے اس کو نہیں خریدا ہے پھر اس کے بعد مشتری نے کہا کہ میں نے اس کو خریدا ہے تو بائع کے ذمہ بیع لازم نہ آئے گی اور مشتری سے اس امر کے گواہ قبول نہ ہوں گے لیکن اگر بائع پھر مشتری کی تصدیق کرے تو دونوں کا باہمی تصدیق کرنا بمنزلہ بیع جدید کے ہو جائے گا یہ مبسوط میں ہے۔

زید نے اقرار کیا کہ میں نے یہ غلام عمرو کے ہاتھ فروخت کیا نہیں بلکہ خالد کے ہاتھ فروخت کیا ہے تو یہ باطل ہے اور دونوں میں سے ہر ایک اس سے قسم لے سکتا ہے بشرطیکہ ثمن مسمی کے عوض خرید نے کا دعویٰ کرے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر زید نے اقرار کیا کہ یہ غلام جو میرے پاس ہے عمرو کا ہے میں نے تجھ سے ہزار درم کو خریدا ہے اور تجھ کو دام دے دیئے ہیں پھر بعد اس کے کہا کہ میں نے یہ غلام خالد سے پانچ سو درم کو خریدا ہے اور دام دے دیئے ہیں پھر اگر اس سب پر گواہ قائم کیے تو جائز

[1] قولہ معروف حدود یعنی اس محدود کے حدود پہچاننے والے گواہ قائم ہوں ۱۲

ہے اور اس پر پہلے یعنی عمرو اور دوسرے خالد دونوں کا ثمن واجب ہوگا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ اس نے فقط دونوں بیع پر گواہ قائم کیے ہوں اور اگر دونوں کو دام دے دینے پر بھی گواہ قائم کیے تو کسی کا اس پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر اس امر پر وہ گواہ نہ لایا تو غلام عمرو کو ملے گا اگر اس نے بیع سے انکار کیا اور اگر دوسرے نے یعنی خالد نے اس کی تصدیق کی تو اس کو پانچ سو درم دام ملیں گے اور اگر بیع سے انکار کیا تو زید کو غلام کی قیمت خالد کو دینی پڑے گی مبسوط میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ کی ایک صورت جس میں دونوں بیعوں کا اثبات ہو رہا ہے ☆

اگر بیع اوّل پر گواہ قائم کیے دوسری بیع پر قائم نہ کیے مگر دوسرے نے بیع کی تصدیق کی تو اس کا حکم مثل اس صورت کے ہے کہ دونوں بیع گواہوں سے ثابت ہوئی ہوں یہ محیط میں ہے۔

اگر بائع نے اقرار کیا کہ میں نے ہزار درم کو اس کے ہاتھ فروخت کیا ہے اور مشتری نے کہا کہ میں نے پانچ سو درم کو خریدا ہے حالانکہ آدھا غلام مشتری کی ملک سے خارج ہو چکا ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مشتری کا قول مقبول ہوگا خواہ بائع باقی غلام واپس لینے پر راضی ہو یا راضی نہ ہو اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ثمن کے باب میں قسم کے ساتھ مشتری کا قول قبول ہوگا لیکن اگر بائع اس امر پر راضی ہو کہ باقی غلام مشتری سے لے لے اور جس قدر اس کی ملک سے نکل گیا اس کے حصہ کے واسطے دامن گیر ہو بقول[1] مشتری تو ایسی صورت میں دونوں باہم قسم کھائیں گے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں باہم قسم کھاویں گے اور غلام کی قیمت پر باہم واپسی کر لیں گے لیکن اگر بائع راضی ہو جائے کہ باقی غلام واپس کر لے اور جس قدر مشتری نے اپنی ملک سے خارج کیا ہے اس کی قیمت لے لے تو ہو سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ منتقی میں ہے کہ ایک شخص نے ایک باندی خریدی اور اس پر قبضہ کر لیا پھر مشتری نے اقرار کیا کہ یہ باندی اس مدعی کی ہے اور بائع نے اس کی تصدیق کی پس مشتری نے بائع سے دام واپس لینے چاہئے اور بائع نے کہا کہ مدعی کی اس وجہ سے ہوئی کہ تو نے اس کو ہبہ کر دی تو اسی کا[2] قول قبول ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ زید نے عمرو سے ایک باندی بطور بیع فاسد کے خریدی اور اس پر قبضہ کر لیا پھر بائع نے آکر بوجہ بیع فاسد ہونے کے اس کو واپس کر لینا چاہا پس مشتری نے کہا کہ میں نے خالد کو ہبہ کر کے قبضہ کرا دیا اور خالد نے پھر میرے پاس ودیعت رکھی ہے اور بائع نے انکار کیا تو مشتری کا قول قبول نہ ہوگا اور بائع اس سے باندی کو واپس لے سکتا ہے پھر اگر مشتری نے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کیے تو قبول نہ ہوں گے اور اگر قاضی کو جو مشتری نے دعویٰ کیا ہے معلوم ہے یا بائع نے اس کی تصدیق کی یا مشتری نے بائع کے[3] اقرار کے گواہ پیش کیے یا مشتری نے بائع سے اس امر پر قسم لی اور اس نے انکار کیا تو مشتری سے خصومت دفع ہو جائے گی اور اس کی قیمت بائع کو ڈانڈ بھرے گا اور اگر اس امر پر جو ہم نے ذکر کیا گواہ قائم نہ ہوئے اور بائع نے باندی واپس لی پھر خالد آیا اور اس نے مشتری کے دعویٰ سے انکار کیا تو باندی بائع کے سپرد کی جائے گی اور اگر مشتری کی تصدیق کی تو بائع سے باندی واپس لے گا اور مشتری کو اس کی قیمت ڈانڈ دینی پڑے گی اور اگر مشتری نے کہا کہ میں نے یہ باندی خالد کو ہبہ کر دی اور قبضہ دے دیا پھر اس نے میرے پاس ودیعت رکھی پھر اس کو آزاد کیا یا مدبر کیا یا ام ولد بنایا ہے اور بائع نے اس سے انکار کیا تو بائع کو باندی لینے کی کوئی راہ نہیں ہے اس کی قیمت لے گا اور اس کی ولاء موقوف رہے گی اور مدبرہ موقوفہ یا ام ولد موقوفہ رہے گی کہ موہوب لہ کے مرنے سے آزاد ہو جائے گی پھر اگر خالد نے آکر ان سب باتوں میں مشتری کی تصدیق کی تو باندی کو لے لے گا اور اس کی مدبرہ یا امولد ہو گی جیسا مشتری نے بیان کیا

[1] قولہ بقول مشتری یعنی مشتری جس قدر دام بیان کرتا ہے اسی کے قول پر حصہ رسد راضی ہو ۱۲ [2] یعنی دام واپس نہیں لے سکتا ہے ۱۲

[3] یعنی بائع مقر ہوا کہ خالد نے اس کو ودیعت دی ہو ۱۲

ہے اور اگر خالد نے حاضر ہو کر ہبہ کرنے کا دعویٰ کیا لیکن آزاد کر دینے وغیرہ سے انکار کیا تو وہ باندی رہے گی اور خالد اس کو مشتری سے لے سکتا ہے اور اگر مشتری نے کہا کہ موہوب لہ نے یعنی خالد نے اس کو مکاتب کر دیا ہے اور بائع نے اس کی تکذیب کی تو بائع اس کو لے سکتا ہے اسی کے پاس رہے گی یہاں تک کہ خالد حاضر ہو اور اگر اس نے حاضر ہو کر مشتری کی ان باتوں میں تکذیب کی تو باندی بائع کے سپرد کی جائے گی لیکن اگر باندی نے خود گواہ قائم کیے کہ اس نے فروخت کر دیا تھا اور مشتری نے اس باندی کو مکاتب کیا ہے تو اس کے مکاتب ہونے کی ڈگری کی جائے گی اور اگر خالد نے مشتری کے ہبہ کرنے میں تصدیق کی اور مکاتب کرنے میں تکذیب کی تو اس کو لے لے گا اور وہ خالد کی باندی رہے گی اور اگر ان سب باتوں میں مشتری کی تصدیق کی تو بائع سے واپس لے گا اور جیسا مشتری نے بیان کیا ہے ویسا ہی ہوگا اور مشتری اس کی قیمت ڈانڈ دے گا اور اگر یوں ہوا کہ جب وہ باندی بائع کو ملی تو اس نے اس کو فروخت یا مدبر کیا یا آزاد کر دیا تو یہ سب باطل ہو جائیں گے بشرطیکہ خالد نے آ کر مشتری کے قول کی بیع و ہبہ میں تصدیق کی ہو اور اگر تکذیب کی تو یہ سب باتیں نافذ ہو جائیں گی یہ تحریر شرح جامع کبیر میں ہے۔

وکیل بیع نے اگر بیع کا اقرار کیا تو حق موکل میں اس کا اقرار صحیح ہوگا خواہ ثمن موجود ہو یا تلف ہو گیا ہو اور اگر موکل نے اقرار کیا کہ وکیل نے زید کے ہاتھ اس کو ہزار درم میں فروخت کیا ہے اور زید نے اس کی تصدیق کی اور وکیل نے تکذیب کی تو غلام زید کو ہزار درم میں ملے گا اور اس بیع کا عہدہ[1] موکل پر رہا وکیل پر نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر زید نے عمرو کو ایک غلام دیا اور حکم کیا کہ اس کو فروخت کر دے پھر زید مر گیا پھر وکیل نے اقرار کیا کہ میں نے اس کو ہزار درم میں فروخت کر کے قبضہ دے دیا ہے اور دام لے لیے ہیں پس اگر غلام موجود ہو تو وکیل کی تصدیق نہ ہوگی اور اگر تلف ہو گیا ہو تو تصدیق کی جائے گی یہ مبسوط میں ہے۔

زید کا ایک غلام ہے اس کو عمرو نے خالد کے ہاتھ فروخت کیا اور خالد نے اس کو تلف کر دیا اور زید نے عمرو سے کہا کہ میں نے تجھے غلام فروخت کرنے کا حکم کیا تھا دام مجھے ملنے چاہئیں اور عمرو نے کہا کہ تو نے حکم نہیں کیا تھا تجھے قیمت نہیں ملے گی دام میرے ہیں تو زید کا قول مقبول ہوگا اسی طرح اگر غلام موجود ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر مالک غلام نے بائع کو بیع کا حکم نہیں دیا تھا لیکن اس نے بیع کی اجازت دے دی یعنی بعد بیع کے اس نے کہا کہ میں نے اس بیع کی اجازت دی پس اگر غلام بعینہٖ قائم ہو تو جائز ہے اور اگر تلف کر دیا ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر اس غلام کا ہاتھ کاٹا گیا پھر اس نے بیع کی اجازت دی تو ارش مشتری کو ملے گا اور اگر اس نے بیع کی اجازت نہ دی تو ارش مالک غلام کو ملے گا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر مالک غلام نے اقرار کیا کہ میں نے وقوع بیع کے ایک روز بعد اجازت دے دی اور مشتری نے انکار کیا تو مالک غلام کا قول قبول ہوگا اور اس پر قسم نہ آئے گی اور اگر غلام مر گیا ہو تو قسم کے ساتھ مشتری کا قول قبول ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

زید نے عمرو کو اپنی ایک باندی فروخت کرنے کا وکیل کیا اور باندی وکیل کو دے دی پھر زید آیا اور وکیل سے باندی واپس کر لینی چاہی اور عمرو نے کہا کہ میں نے خالد کے ہاتھ وہ باندی ہزار درم فروخت کر دی ہے اور اس نے قبضہ کر لیا ہے اور میں نے دام وصول کر لیے ہیں اور وہ یہ ہیں پھر اس نے میرے پاس ودیعت رکھی ہے اور موکل نے اس کی تکذیب کی تو وکیل کا قول قبول نہ ہوگا اور موکل کو واپس ملے گی اور وکیل کے دعویٰ کے گواہ مقبول نہ ہوں گے پھر اگر خالد نے آ کر قول وکیل سے انکار کیا تو باندی موکل کو سپرد رہے گی اور اگر اس نے وکیل کے قول کی تصدیق کی تو باندی کو موکل سے لے لے گا اور موکل وکیل سے دام لے گا بشرطیکہ اس کے

---

[1] یعنی اس کی ذمہ داری موکل پر ہوگی ۱۲

پاس قائم ہوں اور اگر تلف ہو گئے ہوں تو وہ ضامن نہ ہو گا اور اگر وکیل نے دام پانے کا اقرار نہ کیا ہو تو اسی کا قول قبول ہو گا اور خالد دام دے کر باندی لے لے گا۔ اسی طرح اگر کوئی باندی کا فر حربی لوگ قید کر کے لے گئے اور ان کے ملک میں جا کر کسی مسلمان نے وہ باندی خریدی اور ہزار درم دے کر اس کو دارالاسلام میں لایا پھر قدیم مالک اس کا آیا تا کہ مشتری سے دام دے کر باندی لے لیوے اس نے کہا کہ میں نے خالد کو ہبہ کر دی اور اس نے قبضہ کر لیا پھر میرے پاس ودیعت چھوڑ کر غائب ہو گیا تو مشتری کا قول نامقبول ہو گا اور قدیمی مالک کے نام ڈگری ہو جائے گی اور اس کے دعویٰ کے گواہ مقبول نہ ہوں گے پھر اگر خالد نے حاضر ہو کر مشتری کے قول کی تکذیب کی تو باندی مالک قدیم کو سپرد ہو گی اور وہ دام دے گا اور اگر خالد نے موافق اقرار مشتری کے دعویٰ کیا تو باندی مالک قدیم سے لے لی جائے گی اور خالد کو ملے گی پھر مالک قدیم خالد سے بقیمت لے لے گا اور مشتری اس کا ثمن مالک قدیم کو واپس کر دے اسی طرح اگر کسی شخص کو کوئی چیز ہبہ کر دی اور اس کے سپرد کر دی پھر رجوع کرنا چاہا اور موہوب لہ نے کہا کہ میں نے وہ چیز خالد کو ہبہ کی اور اس کے سپرد کر دی ہے پھر اس نے میرے پاس ودیعت رکھی ہے تو حکم دیا جائے گا کہ واہب کے سپرد کر دے پھر اگر خالد نے آ کر موہوب لہ یعنی اپنے واہب کی تکذیب کی تو وہ چیز ہبہ کرنے والے کے پاس واپس ہو چکی ہے ویسے ہی رہے گی اور اگر تصدیق کی تو واہب کو حکم دیا جائے گا کہ خالد کے حوالہ کرے اسی طرح اگر کسی ایسے سبب کو درمیان میں ڈالا جس کے باعث سے واپس کرنا ممنوع ہو جاتا ہے جیسے کہا کہ میں نے[1] عوض دے دیا ہے تو بھی تصدیق نہ ہو گی اور واہب کو رجوع کر لینے کا اختیار ہے یہ تحریر شرح جامع کبیر میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کو ایک معین غلام خریدنے کا حکم دیا اس نے اقرار کیا کہ میں نے ہزار درم کا خریدا ہے اور بائع نے بھی یہی دعویٰ کیا مگر موکل نے یعنی زید نے مثلاً انکار کیا تو وکیل کا قول مقبول ہو گا۔ اگر کسی غیر معین غلام کے خریدنے کے واسطے جس کی جنس وصفت وثمن بیان کر دیا تھا وکیل کیا پھر وکیل نے اقرار کیا کہ میں نے یہ غلام انہیں داموں کو جو تو نے کہے تھے خریدا ہے اور موکل نے انکار کیا تو امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر موکل نے وکیل کو دام دے دیئے ہوں تو وکیل کے قول کی تصدیق ہو گی اور اگر نہیں دیئے ہیں تو تصدیق نہ ہو گی اور صاحبین رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر غلام بعینہٖ قائم ہو اور ایسا غلام اتنے داموں کو خریدا جاتا ہو تو وکیل کا قول قبول ہو گا اور اگر موکل مر گیا پھر اس کے وکیل نے اس غلام کو خریدنے کا اقرار کیا پس گر بعینہٖ وکیل کے پاس یا بائع کے پاس قائم ہو یا موکل نے وکیل کو دام دے دیے ہوں تو امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک وکیل کے قول کی موکل کے حق میں تصدیق نہ ہو گی اور بیع وکیل کے ذمہ لازم ہو گی اور وارثوں سے ان کے علم پر قسم لی جائے گی اور اگر بائع نے دام تلف کر دیئے ہوں تو وکیل کا قول قبول ہو گا اور میت کو بیع لازم ہو گی یہ حاوی میں ہے۔ امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ زید نے عمرو کو حکم کیا کہ میرے واسطے خالد کی باندی دے دے اور ہزار درم دام بتلائے پھر عمرو نے قبول کیا اور اس لونڈی خواہ قبضہ کیا یا نہ کیا مگر زید سے کہا کہ میں نے وہ باندی ایک ہزار پانچ سو درم کو خریدی اور تیری مخالفت کی لہٰذا وہ باندی میری رہی اور زید نے کہا کہ تو نے ہزار درم کو خریدی ہے اور باندی میری رہی اور خالد نے موکل کی تصدیق کی تو بائع اور موکل کا قول قبول ہو گا اگر بائع نے دام نہیں پائے ہیں پس موکل اس کو ہزار درم دے کر باندی لے لے گا پھر اگر مشتری نے بائع سے قسم طلب کی تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر موکل سے قسم لینی چاہی تو اختیار ہے پس اگر اس نے قسم کھائی تو باندی لے لے اور بائع کو دام دے دے اور عہدہ بائع اور اس کے درمیان رہے گا مامور سے یعنی وکیل سے کچھ کام نہیں ہے۔ اگر موکل نے قسم سے انکار کیا تو باندی مشتری کی ہو گئی اور مشتری بائع کو ہزار درم دے گا اور باندی لے لے گی پھر اگر بائع نے مشتری کے قول کی تصدیق کی طرف رجوع کیا تو زیادہ پانچ سو درم لے لے گا۔ کتاب میں مذکور نہیں ہے کہ اگر بائع نے یہ چاہا کہ

[1] قولہ عوض یعنی ہبہ کے عوض یا مشروط عوض الکافی کتاب الہبۃ

موکل سے ہزار درم کا مطالبہ کرے تو کر سکتا ہے نہیں تو جصاص نے کرخی رحمۃ اللہ علیہ سے اور قاضی ابو الہیثم نے قضاۃ ثلثہ سے نقل کیا کہ اس کو اختیار ہے چاہے مشتری سے مطالبہ کرے یا بائع سے مطالبہ کرے اور عامہ مشائخ نے فرمایا کہ اس کو یہ اختیار نہیں ہے اسی طرح اگر وکیل نے کہا کہ میں نے باندی سو دینار کو خریدی اور تیری مخالفت کی اور باقی مسئلہ بحالہ رہا تو اس کا حکم اور پہلی صورت کا حکم یکساں ہے لیکن صرف ایک شق میں اور وہ یہ ہے کہ پہلی صورت میں جب موکل نے باندی لے لی اور ہزار درم بائع کو دے دیئے پھر مشتری نے اس سے قسم لی اور اس نے انکار کیا تو وکیل باندی کو موکل سے مفت بدوں داموں کے لے لے گا اور یہ قیاس ہے اور استحساناً بعوض ان داموں کے جو اس نے ادا کیے ہیں یعنی ہزار درم کے عوض لے گا اور موکل کو اختیار ہوگا کہ مشتری کو دینے سے روک لے جب تک اپنے دام وصول نہ کرے نہ دیوے اور اس دوسری صورت میں قیاساً استحساناً دونوں طرف مفت بلا قیمت لے لے گا۔

قسم طلب کرنا ☆

یہ اس وقت ہے کہ اس نے خریدنے کا اقرار کیا ہو اور اگر خرید سے اصلاً انکار کیا اور موکل نے کہا کہ تو نے ہزار درم کو خریدی اور بائع نے اس کی تصدیق کی تو بائع کا قول قبول ہوگا اور عہدہ بیع موکل پر رہے گا اور اگر بائع نے کہا کہ میں مشتری سے قسم لوں گا کہ واللہ میں نے موکل کے واسطے نہیں خریدی ہے تو اس کو اختیار ہے پس اگر اس نے قسم کھالی تو اس پر کچھ نہیں ہے اور اگر انکار کیا تو عہدہ بیع کے امور کا اسی پر ہوگا پس ثمن ادا کرے گا اور موکل سے واپس لے گا اور ادا کرنے سے پہلے موکل سے لے گا اور اگر خرید سے انکار کے وقت اس نے اقرار کیا کہ میرا کچھ حق موکل کی طرف نہیں ہے تو اس مسئلہ میں بائع کا مشتری کو قسم دلانا مذکور ہے اور دونوں مسئلوں یعنی خلاف بالکثرۃ اور خلاف تغایر الجنس میں[1] استحلاف مذکور نہیں ہے بعض مشائخ نے فرمایا کہ ان صورتوں میں قسم نہیں لے سکتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ وہاں بھی قسم لے سکتا ہے جب کہ موکل قسم کھالے کہ واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اس نے ڈیڑھ ہزار درم یا سو دینار کو خریدی ہے قال المترجم مسئلہ خلاف بالکثرۃ سے یہ مراد ہے کہ وکیل نے موکل کے خلاف اسطور سے کیا کہ اس کے حکم سے زیادہ دام دیئے یعنی مثلاً اس نے ہزار کو کہا تھا اس نے ڈیڑھ ہزار کو خریدی اور مسئلہ خلاف تغایر الجنس سے یہ مراد ہے کہ جنس ثمن میں خلاف کیا اس نے ہزار درم کہے اس نے سو دینار کو خریدی فافہم اور اگر بائع نے ان صورتوں میں ہزار درم ثمن پر قبضہ کر لیا پھر کہا کہ ثمن ہزار درم یا سو دینار تھے تو اس کے کہنے پر التفات نہ ہوگا اس کا قول تو باطل ہوا۔ باقی رہا موکل اور وکیل میں اختلاف یعنی وکیل کہتا ہے میں نے اپنے واسطے خریدی ہے اور موکل کہتا ہے میرے واسطے خریدی ہے تو قسم سے وکیل کا قول قبول ہوگا پس اگر اس نے قسم کھالی تو اسی کے واسطے خرید ثابت ہوگی اور اگر انکار کیا تو موکل کے واسطے خرید ثابت ہوگی یہ حکم اسوقت ہے کہ بائع نے موکل کی تصدیق کی اور اگر اس نے وکیل کی تصدیق کی اور موکل نے ثمن کو بیان کر دیا تھا یا نہیں متعین کیا اور وکیل نے خریدی اور کہا کہ میں نے ہزار درم کو خریدی ہے اور موکل نے کہا کہ تو نے پانچ سو درم کو خریدی ہے اور بائع نے وکیل کی تصدیق کی تو قسم کے ساتھ وکیل کا قول قبول ہوگا یہ تحریر شرح جامع کبیر میں ہے۔ اگر بائع نے اقرار کیا کہ میں نے یہ غلام زید کے ہاتھ فروخت کیا حالانکہ اس میں یہ عیب تھا اور دعویٰ کیا کہ مشتری نے مجھے اس عیب سے بری کر دیا تھا تو اس پر گواہ لانے واجب ہوں گے اور اگر گواہ نہ ہوں تو مشتری سے قسم لی جائے گی کہ میں نے بائع کو اس عیب سے بری نہیں کیا اور جب سے دیکھا ہے تب سے بیع کو بیع کے واسطے پیش نہیں کیا اور نہ دیکھ کر راضی ہوا ہوں اور نہ بیع میری ملک سے خارج ہوئی ہے پس اگر قسم کھا گیا تو بائع کو واپس کر دے اور اگر مشتری نے دعویٰ کیا کہ میں نے جب اس غلام کو خریدا ہے تو اس میں یہ عیب موجود تھا اور بائع نے انکار کیا حالانکہ عیب ایسا ہے کہ اس کے مثل پیدا ہو سکتا ہے اور بائع نے یوں اقرار کیا کہ جس

[1] استحلاف قسم طلب کرنا ۱۲

وقت میں نے اس کو فروخت کیا ہے تو اس میں کچھ عیب تھا اور اس کو بیان نہ کیا تو اس اقرار سے بائع پر کچھ لازم نہیں آتا ہے یہ حاوی میں ہے۔

اگر بائع نے بیع میں ایسے عیب کا اقرار کیا کہ جس کا زائل ہو جانا اسطور سے متوہم ہو سکتا ہے کہ بالکل اس کا اثر تک باقی نہ رہے مثلاً کہا کہ میں نے جب اس غلام کو فروخت کیا تھا تو اس کے ایک[1] قرحہ تھا اور اس کا نام نہ لیا اور اس کو معین کیا پھر مشتری اس غلام کو لایا اور اس کے ایک قرحہ تھا اور واپس کرنا چاہا اور کہا کہ یہ وہی قرحہ ہے جس کا تو نے اقرار کیا اور بائع نے کہا کہ جس کا میں نے اقرار کیا ہے وہ زائل بھی ہو گیا یہ نیا قرحہ تیرے پاس پیدا ہوا ہے تو قسم سے بائع کا قول قبول ہوگا اور مشتری کو گواہ لانے چاہئیں ہیں اسی طرح اگر بائع نے کسی نوع کے عیب کا اقرار کیا حالانکہ وہ عیب زائل ہو سکتا ہے اور دعویٰ کیا کہ وہ زائل ہو گیا یہ دوسرا پیدا ہوا ہے تو بھی اس کی تصدیق کی جائے گی یہ مبسوط میں ہے۔

پس اس صورت میں مشتری کو واپس کرنے کا حق بدوں گواہ قائم کرنے کے نہیں ہے ہاں گواہ قائم کرے کہ یہ بعینہٖ وہی عیب ہے یا بائع کے اقرار اور مشتری کے نزاع کرنے میں اس قدر کم مدت ہو کہ اتنی مدت میں ایسا قرحہ مع اثر کے زائل ہو جانا متصور نہیں ہے اور باندی میں سوائے اس قرحہ کے کوئی قرحہ بھی نہ ہو تو اس صورت میں مشتری کا قول قبول ہوگا اور اس کو بسبب عیب کے بائع کو واپس کر دینے کا اختیار ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر بائع نے اقرار کیا کہ جب میں نے کپڑا فروخت کیا تو اس میں ایک شگاف تھا پھر مشتری شگاف اور کپڑا لایا اور بائع نے کہا کہ یہ وہ نہیں ہے تو تصدیق نہ کی جائے گی اور اگر شگاف چھوٹا تھا بڑھ گیا ہے تو تصدیق کی جائے گی اور اگر اس میں دوسرا شگاف ہو اور بائع نے کہا کہ اس میں یہ شگاف تھا وہ دوسرا شگاف تھا تو قسم سے بائع کا قول مقبول ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر بائع دو شخص ہوں ان میں سے ایک نے عیب کا اقرار کیا اور اس عیب کو بیان کر دیا اور دوسرے نے انکار کیا تو مشتری مقر کو واپس دے سکتا ہے دوسرے کو نہیں دے سکتا ہے اور اگر بائع ایک ہو اور اس کا شریک مفاوض ہو پس بائع نے عیب سے انکار کیا اور شریک نے اقرار کیا تو مشتری واپس کر سکتا ہے کذافی المبسوط۔ مشتری کو اختیار ہے چاہئے شریک مقر کو واپس دے یا بائع کو واپس کرے کذافی المحیط اور اگر شریک شریک عنان ہو تو اس کے اقرار سے مشتری نہیں واپس دے سکتا ہے۔ اسی طرح اگر مضارب نے کوئی غلام مضاربت کا فروخت کیا اور رب المال نے اس میں عیب کا اقرار کیا تو مشتری مضارب کو اس اقرار کی وجہ سے واپس نہیں دے سکتا ہے اسی طرح اگر خود رب المال نے فروخت کیا اور مضارب نے عیب کا اقرار کیا تو بھی یہی حکم ہے اور ایسے ہی اگر وکیل نے فروخت کیا اور موکل نے عیب کا اقرار کیا تو اس اقرار سے وکیل یا موکل پر کچھ لازم نہیں آتا ہے اور اگر وکیل نے عیب کا اقرار کیا اور موکل نے انکار کیا تو مشتری وکیل کو واپس دے سکتا ہے لیکن یہ واپسی حق وکیل میں ہوگی موکل کے حق میں نہ ہوگی لیکن اگر ایسا عیب ہو کہ اس کے مثل پیدا نہیں ہو سکتا ہے تو ایسی صورت میں موکل کو واپس دے مگر وکیل کے اقرار سے نہیں بلکہ اس وجہ سے کہ یقین ہو گیا کہ یہ عیب موکل کے پاس موجود تھا اور اگر ایسا عیب ہو کہ اس کے مثل پیدا ہو سکتا ہے پس اگر وکیل نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ یہ عیب موکل کے پاس تھا تو موکل کو واپس دے سکتا ہے اگر گواہ نہ ہوں تو موکل سے قسم لے اگر اس نے قسم سے انکار کیا تو اس کو واپس کر دے اور اگر قسم کھا لے تو غلام وکیل کے ذمہ پڑے گا اور ہر دو شریک عنان میں سے جو بائع ہے اگر اس نے عیب کا اقرار کیا اور شریک منکر ہوا تو مشتری واپس دے سکتا ہے اور دونوں کے ذمہ لازم ہوگا اسی طرح اگر[2] مضارب نے عیب کا اقرار کیا تو واپس ہو کر مضارب اور رب المال دونوں کو لازم ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

---

[1] قرحہ بضمہ قاف زخم جس کو ہمارے عرف میں گھاؤ کہتے ہیں ۱۲ [2] یعنی مضارب بائع نے ۱۲

اگر زید نے عمرو سے کوئی چیز خریدی اور خالد کے ہاتھ فروخت کی اور خالد نے اس میں عیب لگایا اور زید کو واپس کر دی پس اگر بدوں حکم قاضی واپس کی ہے تو زید کو عمرو سے اس عیب میں نزاع کا اختیار نہیں ہے اور اگر بحکم قاضی واپس کی ہے تو اس میں تین صورتیں ہیں اوّل یہ کہ زید نے اس عیب کا اقرار کیا پھر واپس لینے سے انکار کیا اور قاضی نے واپس لینے کا حکم اس پر جاری کیا تو یہاں دو صورتیں ہیں یا تو اوّل اس سے یعنی اقرار سے پہلے صریح اس عیب کا انکار زید سے صادر ہوا ہے یا نہیں صادر ہوا ہے پس اگر نہیں صادر ہوا ہے یعنی مثلاً یوں نہیں کہا کہ میں نے جب یہ غلام فروخت کیا تو اس میں یہ عیب نہ تھا تو اس صورت میں زید کو اختیار ہے کہ اپنے بائع عمرو کو واپس کرے بشرطیکہ اس امر کے گواہ لائے کہ یہ عیب عمرو کے پاس وقت بیع کے موجود تھا اور اگر صریح اقرار عیب سے پہلے انکار عیب اس سے صادر ہو چکا ہے تو اپنے بائع سے نزاع نہیں کر سکتا ہے دوسری صورت یہ ہے کہ زید کے قسم سے انکار کرنے کی وجہ سے واپس کی اور اس صورت میں اگر انکار سے پہلے صریح اس عیب کا انکار اس سے صادر نہیں ہوا مثلاً دعویٰ عیب کے وقت وہ خاموش رہا اور کچھ نہ کہا پھر جب اس پر قسم پیش کی گئی تو انکار کر گیا پس اس دلیل سے اس کو واپس دے گئی تو اپنے بائع سے خصومت کر سکتا ہے اور اگر پہلے انکار عیب صادر ہو چکا ہے تو اپنے بائع سے خصومت نہیں کر سکتا ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ گواہوں کی گواہی پر یہ چیز اس کو واپس دے گئی اور اس صورت میں اگر سابق میں اس صریح انکار عیب ثابت نہ ہو یعنی خاموس رہا یہاں تک کہ گواہوں نے گواہی دی اور قاضی نے واپسی کا حکم کیا اس کو اپنے بائع سے خصومت کا اختیار ہے اور اگر اس نے سابق میں اس عیب سے صرح انکار کیا تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ خالد نے اس امر کے گواہ پیش کیے کہ زید کے فروخت کرنے کے وقت اس چیز میں یہ عیب موجود تھا پس اس صورت میں زید کو اپنے بائع سے خصومت کا اختیار نہیں ہے اور دوسرے یہ کہ خالد کے گواہوں نے گواہی دی کہ بائع اوّل یعنی عمرو کے فروخت کرنے کے وقت اس میں یہ عیب تھا تو اپنے بائع سے خصومت کر سکتا ہے ایسا ہی بعض روایات میں مذکور ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ امام ابو یوسفؒ کا قول ہے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ خصومت نہیں کر سکتا ہے اور بعض نے کہا کہ یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر کوئی گھر فروخت کیا پھر اقرار کیا کہ وقت بیع کے اس میں یہ عیب تھا یعنی مثلاً دیوار پھٹی ہوئی تھی کہ جس سے گر پڑنے کا خوف تھا یا کوئی شہتیر شکستہ تھا یا دروازہ شکستہ تھا تو اس اقرار سے واپس دیا جا سکتا ہے اسی طرح اگر کوئی زمین جس میں درخت تھی فروخت کیے پھر درختوں میں کسی عیب کا اقرار کیا جس سے ثمن میں نقصان آتا ہے تو بھی یہی حکم ہے اور یہی حکم کپڑوں اور عروض وحیوانات میں ہے اگر بائع اس میں کسی عیب کا اقرار کرے جس سے ثمن میں نقصان آتا ہے اور اگر بائع نے اقرار کیا کہ میں نے یہ غلام ایک ہاتھ کٹا ہوا فروخت کیا ہے پھر مشتری اس کو دونوں ہاتھ کٹا ہوا لایا تو واپس نہیں کر سکتا ہے لیکن ایک ہاتھ کٹنے کا نقصان واپس لے سکتا ہے۔ اگر غلام کی انگلی زائد ہو تو مشتری اس کو واپس کر سکتا ہے اگر بائع نے اقرار کیا یا واپسی سے انکار کیا لیکن اگر بائع کوئی سبب واپسی سے مانع ثابت کرے تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور ان مواضع میں خصومت عیب کے واسطے غلام کا حاضر ہونا اور غائب ہونا یکساں ہے بشرطیکہ بائع فی الحال غلام میں یہ عیب ہونے کا مقر ہو یہ مبسوط میں ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر باندی سے کہا کہ او چوٹی اور بھگوڑی، او چھنال، اری دیوانی۔ پھر اس کو فروخت کیا او رمشتری نے اس میں یہی عیب پائے اور بسبب عیب کے اس کو واپس کرنا چاہا اور بائع نے کہا کہ تیرے پاس پیدا ہو گئے ہیں تو بائع کا قول قبول ہوگا اور مشتری نے فروخت سے پہلے کی بائع کی گفتگو کے گواہ قائم کیے تو قبول نہ ہوں گے اور واپس نہیں کر سکتا ہے۔ اسی طرح اگر اسامر کے گواہ قائم کیے کہ بائع نے فروخت سے پہلے اس باندی کو یہ خبیثہ۔ چوٹی۔ یہ مجنونہ ایسا ایسا کرتی ہے کہ اتھا تو بھی

یہی حکم ہے یہ تحریر شرح جامع کبیر میں ہے۔

اگر بائع نے کہا ہذہ السارقۃ اور[1] خاموش ہو رہا تو یہ اقرار ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ قال المترجم اگر یوں کہا کہ ہذہ السارقۃ فعلت کذا یعنی اس چوٹی نے ایسا کیا تو چوٹی اس کی صفت ہوگی بطور مذمت کے اور اخبار قیام صفت منظور نہ ہوگا پس اقرار عیب نہ ہوگا اور صرف ہذی السارقۃ چونکہ عاقل بالغ کا کلام ہے اس واسطے مبتدا و خبر قرار دیا جائے گا اور معنی یہ ہوں گے کہ یہ باندی چوٹی ہے اور یہ قیام عیب کی خبر دیتا ہے لہٰذا اقرار عیب کی وجہ سے واپس کر سکتا ہے فافہم۔ اگر گواہوں نے گواہی دی کہ بائع نے کہا کہ ہذہ السارقۃ ہذہ الزانیۃ ہذہ الابقہ۔ ہذہ المجنونۃ اور اس کے سوائے کوئی فعل اس کا ذکر نہیں کیا یا یوں کہا ہذہ سارقۃ و ہذہ الابقہ و ہذہ زانیہ۔ ہذہ مجنونۃ تو مشتری کو اس گواہی سے واپس کرنے کا اختیار حاصل ہوگا یہ تحریر شرح جامع کبیر میں ہے۔

قال المترجم ☆

ہذہ سارقۃ معنی ان الفاظ کے بترتیب یہ ہیں یہ باندی چور ہے، یہ بگھوڑی ہے، یہ چھنال ہے، یہ مجنونہ ہے اور چونکہ الفاظ سابقہ میں بھی فعل نہیں ذکر کیا اس واسطے وہ بھی کلام اقرار دی کر بعینہ انہیں معنی میں لیے جاویں گے والوجہ ماذ خرناہ۔ اگر اپنی عورت سے کہا کہ یا طالق یا اپنی باندی سے کہا کہ یا حرہ یا کہا ہذہ الطالقہ او ہذہ الحرۃ فعلت کذا یعنی اس طلاق دی ہوئی نے یا اس آزاد نے ایسا کیا تو یہ کلام[2] ایقاع اور اقرار دونوں ہے اگر چہ فعل مذکور ہے یا بطریق ندا کے ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے۔

انیسواں باب ☆

مضارب وشریک کے اقرار کے بیان میں

مضاربت[3] میں اگر قرضہ ہونے کا مضارب نے اقرار کیا تو یہ اقرار رب المال پر جائز ہوگا بشرطیکہ مال مضاربت اسی کے پاس ہو اور اگر مال مضاربت اس کی پاس نہ ہو تو جائز نہیں ہے۔ جب کہ مال مضاربت اسی کے پاس ہے اسی وقت رب المال پر ایسے شخص کے قرضہ ہونے کا اقرار کیا جس کی گواہی اس کے حق میں مقبول نہیں ہے تو بالاجماع جائز ہے اور اگر دو شریک عنان میں سے ایک شرک نے ایسی شخص کے واسطے جس کی گواہی اس کے حق میں مقبول نہیں ہے ایسے قرضہ کا اقرار کیا جو ایسی تجارت کے سبب سے واجب ہوا ہے جو ان دونوں کی شرکت میں ہے تو بالاجماع جائز ہے اور صرف اسی پر لازم آئے گا اس کے شریک پر لازم نہ ہوگا اور اگر دونوں متفاوضین میں سے ایک نے ایسے شخص کے واسطے قرضہ کا اقرار کیا جس کی گواہی اس کے حق میں مقبول نہیں ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اصلاً صحیح نہیں ہے نہ اپنے حق میں صحیح ہے اور نہ اپنے شریک کے حق میں صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص کے پاس ہزار درم مضاربت کے ہوں اس نے اس میں قرضہ کا اقرار کیا اور رب المال نے انکار کیا تو بھی جائز کیا تو اس کا اقرار مضاربت میں جائز ہے اسی طرح اگر مضاربت میں کسی مزدور کی مزدوری یا ٹٹو کے کرایہ یا کرایہ دُکان کا اقرار کیا تو بھی جائز ہے اور اگر وہ درم رب المال کو دے دے اور کہا کہ یہ تیرا راس المال ہے اس پر قبضہ کرے پھر ان میں سے بعض امور کو جو ہم نے ذکر کیے ہیں اقرار کیا تو تصدیق نہ کی جائے گی یہ حاوی میں ہے۔ اگر زید نے اقرار کیا کہ یہ ہزار درم عمرو کے آدھے نفع کی مضاربت پر میرے پاس ہیں پھر اسکے بعد کہا کہ یہ خالد کے آدھے نفع کی مضاربت پر ہیں اور ہر ایک نے دونوں میں سے اپنا دعویٰ کیا کہ میرے ہیں آدھے نفع

---

[1] ہذہ السارقۃ اس کو اقرار اس بنا پر کہ قائل بائع کا کلام ہے قرار دیں گے ۱۲ [2] تو ایقاع یعنی بالفعل طلاق یا حق واقع ہے ۱۲

[3] تجارت میں باہم شرکت کرنا

کی مضاربت میں میں نے دیئے ہیں پھر مضارب نے اس سے تجارت کی اور نفع اٹھایا تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عمرو کو ہزار درم اور نصف نفع دیا جائے گا اور خالد کو ہزار درم ڈانڈ دے گا اور نفع نہ دے گا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر ایک کو ہزار درم دے گا اور کچھ نفع نہ دے گا بلکہ نفع مضارب کا ہو گا وہ اس کو صدقہ کر دے یہ محیط میں ہے۔ گر زید نے اقرار کیا کہ یہ مال عمرو و خالد کی مضاربت کا ہے اور دونوں نے اس کی تصدیق کی پھر اس کے بعد مضارب نے جدا کلام بیان کیا کہ عمرو کی دو تہائی اور خالد کی ایک تہائی ہے تو تصدیق نہ کی جائے گی وہ دونوں کو نصف نصف تقسیم ہو گا یہ مبسوط میں ہے۔ زید کے پاس ایک غلام ہے اس نے کہا کہ آدھے کی مضاربت پر عمرو کا یہ غلام میرے پاس ہے پھر اس کو دو ہزار درم کو فروخت کیا اور کہا کہ راس المال ہزار درم تھے اور رب المال نے کہا کہ میں نے اس کو خاص یہی غلام مضاربت میں دیا تھا پس مضاربت فاسد ہے اور ثمن تمام میرا ہے اور تجھ کو اجر المثل یعنی جو ایسے کام کی مزدوری ہوا کرتی ہے ملے گی تو اس صورت میں مالک غلام کا قول قبول ہو گا یہ محیط سرخسی میں ہے اگر زید و عمرو دونوں مضاربوں نے اپنے مقبوضہ مال کی نسبت اقرار کیا کہ یہ خالد کا مال ہمارے پاس مضاربت میں ہے اور دونوں کی اس نے تصدیق کی پھر رب المال نے ایک کے واسطے تہائی نفع اور دوسرے کے واسطے چوتھائی نفع کا اقرار کیا تو اسی کا قول قبول ہو گا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص کے واسطے مضاربت کا اقرار کیا اور قرار کی تعداد نہ بتلائی تو اس کا قول لیا جائے گا کہ کس قدر کی مضاربت تھی یا اس کے وارثوں کا قول اس باب میں قبول ہو گا اگر وہ مر گیا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر مضارب نے ہزار درم نفع کا مال میں اقرار کیا پھر کہا کہ میں نے غلطی کی صرف پانچ سو درم تھے تو تصدیق نہ کی جائے گی اور موافق اقرار کے مال کا ضامن ہو گا اور اگر اس کے پاس کچھ مال رہ گیا اس نے کہا کہ یہ نفع ہے اور راس المال میں نے رب المال کو دے دیا اور رب المال نے اس کی تکذیب کی تو رب المال کا قول قبول ہو گا لیکن رب المال سے مضارب کے دعویٰ پر قسم لی جائے گی اگر اس نے قسم کھالی تو جو کچھ مضارب کے پاس ہے اپنے راس المال کے حساب سے لے لے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مضارب کی فروخت کی ہوئی چیز میں رب المال نے عیب کا اقرار کیا تو مشتری مضارب کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر بائع یعنی مضارب نے اقرار کیا تو دونوں کے ذمہ واپسی لازم ہو گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر زید نے کہا کہ عمرو میرا شریک بطور مفاوضہ کے ہے عمرو نے کہا کہ ہاں یا کہا کہ تو نے سچ کہا یا کہا کہ ایسا ہی ہے جیسے اس نے کہا یا کہا کہ زید سچا ہے تو یہ سب برابر ہیں اور وہ دونوں باہم شریک قرار دیے جائیں گے اور جو کچھ زید کے پاس ہے عین و دین و رقیق و عقار وغیرہ یا دوسرے کے قبضہ میں ہے سب دونوں میں برابر رہے گا لیکن طعام اس کا اور اس کے اہل کا یا کپڑا اس کا اور اس کے اہل کا استحساناً اسی کا ہو گا جس کے قبضہ میں ہے ایسے ہی جس کی ام ولد یا مدبرہ ہو وہ بھی اسی کی ہو گی اور اگر کسی نے قبل اقرار کے کوئی مکاتب کیا ہے تو جس قدر بدل کتابت اس پر ہے وہ دونوں میں برابر تقسیم ہو گا۔ اسی طرح اگر یوں کہا کہ وہ میرا شرکت میں مفاوض ہے یا میں اس کا مفاوض شرکت ہوں تو بھی یہی حکم ہے کذا فی المبسوط۔ اگر دونوں متفاوضین میں سے ایک نے ایسی چیز کا جو داخل مفاوضہ ہے اقرار کیا تو اس پر اور اس کے شریک دونوں پر جائز ہے خواہ اس کا شریک تصدیق کرے یا تکذیب کرے اور مطلق قرض کا اقرار مفاوضہ کے تحت میں داخل ہے۔ اگر ایک متفاوض[1] نے شرکت میں قرضہ کا اقرار کیا اور شریک نے کہا کہ یہ قرضہ تجھ پر قبل مفاوضہ کے واجب ہوا ہے خاصۃً تجھی پر ہے اور مقر نے کہا کہ نہیں بلکہ بعد مفاوضہ کے واجب ہوا ہے تو قسم سے مقر کا قول قبول ہو گا۔ اور اگر دو شریک عنان میں سے ایک نے ایسے قرضہ کا جو ان کی تجارت کی تحت میں داخل ہے اقرار کیا اور اس کے شریک نے تکذیب کی تو یہ اقرار اس کے شریک کے حق میں صحیح نہ ہو گا اور اگر ایسے قرضہ کا اقرار کیا جس کے سبب کا خود بنفسہ مباشر ہوا ہے تو تمام کا مواخذہ

[1] وہ شخص جو تجارت میں نصف نصف شریک ہو ۱۲

اسی سے ہوگا اپنے شریک سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر ایسے قرضہ کا اقرار کیا کہ جس کے سبب کے مباشر دونوں ہیں تو جس قدر اقرار کیا ہے اس کے نصف کا مواخذہ اس مقر سے ہوگا اور اس کے شریک سے کچھ مواخذہ نہ کیا جائے گا اور اگر ایسے قرضہ کا اقرار کیا جس کے سبب کا مباشر اس کا شریک خود ہوا ہے تو اس مقر پر کچھ لازم نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شریک عنان نے اپنے شریک پر چیز کی خرید وفروخت کا جو بعینہٖ قائم ہے اقرار کیا تو جائز ہے اور اس کا اس کے شریک پر بقدر اس کے حصہ کے لازم آوے گا اور اگر کسی تلف شدہ چیز کی خرید کا اقرار کیا تو اس کا ثمن اس پر قرض ہوگا اس کے شریک پر نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک متفاوض نے اپنی صحت یا مرض میں کفالت کا اقرار کیا تو اس کے شریک سے مواخذہ کیا جائے گا اور یہ اس وقت ہے کہ یہ کفالت مکفول عنہ کے حکم سے ہو اور اگر بدوں حکم مکفول عنہ کے کفالت کی ہے تو سب کے نزدیک خاصۃً اسی پر لازم آوے گی اور یہی صحیح ہے۔ اور اگر دو متفاوضوں میں سے ایک صحیح ہے دوسرا مریض ہے پس صحیح نے مریض کے وارث کے قرضہ کی کفالت کا اقرار کیا تو کل کفالت صحیح کو لازم ہوگی مریض کے ذمہ لازم نہ ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر ایک متفاوض نے اقرار کیا کہ میں نے اپنے شریک کی طرف سے اس کی زوجہ کے مہر یا نفقہ کی یا جرم کی کفالت کی ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر اور اس کے شریک پر بھی لازم ہوگی اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک صرف اسی پر لازم ہوگی اس کے شریک پر لازم نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر دو شخص متفاوض ہوں اور ان میں سے ایک نے اپنے دونوں کے ساتھ تیسرے شخص کی شرکت کا اقرار کیا اور دوسرے شریک نے تکذیب کی تو کتاب میں مذکور ہے کہ اس کا اقرار دونوں پر جائز ہوگا اور جو کچھ دونوں کے قبضہ میں ہے وہ ان دونوں اور تیسرے کے درمیان بطور ملک کے مشترک ہوگا اور شرکت متفاوضہ یا شرکت عنان ثابت نہ ہوگی اور اگر اس نے تیسرے شخص کی نسبت یوں اقرار کیا کہ وہ ہمارا بطور شرکت عنان یا شرکت مفاوضہ کے شریک ہے اور دوسرے مفاوض نے انکار کیا تو تیسرا شخص شریک عنان قرار پائے گا شریک متفاوض نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اگر زید نے عمرو کے واسطے شرکت مفاوضہ کا اقرار کیا اور عمرو نے انکار کیا تو کسی کو دوسرے کے مقبوضہ میں سے کچھ نہ ملے گا اور اگر عمرو نے کہا کہ میں تیری مقبوضہ چیزوں میں بدون مفاوضہ کے شریک ہوں اور تو میری مقبوضہ چیزوں میں بالکل شریک نہیں ہے تو قسم کے ساتھ عمرو کا قول قبول ہوگا یہ حاوی میں لکھا ہے۔

اگر کسی آزاد نے کسی غلام ماذون کے واسطے شرکت مفاوضہ یا کسی مکاتب کے واسطے شرکت مفاوضہ کا اقرار کیا اور اس نے تصدیق کی تو دونوں میں مفاوضہ ثابت نہ ہوگی لیکن جس قدر دونوں کے قبضہ میں ہے وہ غلام ماذون یا مکاتب کی تصدیق کرنے کی صورت میں دونوں کو برابر تقسیم ہوگا اور دونوں میں سے کسی کا دوسرے پر قرضہ یا ودیعت کا اقرار جائز نہ ہوگا۔ علیٰ ہذا اگر کسی لڑکے تاجر کے واسطے مفاوضہ کا اقرار کیا یا لڑکے تاجر نے اقرار کیا اور دوسرے نے تصدیق کی تو بھی دونوں میں مفاوضت ثابت نہ ہوگی لیکن جو کچھ دونوں کے پاس ہے وہ دونوں میں برابر تقسیم ہو جائے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی ایسے لڑکے کے واسطے جو کلام نہیں کر سکتا ہے شرکت مفاوضہ کا اقرار کیا اور اس کے باپ نے مقر کی تصدیق کی تو جو کچھ مقر کے پاس ہے وہ دونوں کو برابر تقسیم ہوگا اور دونوں متفاوض نہ ہوں گے اور نہ لڑکے کا مقبوضہ مال دونوں میں تقسیم ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ذمی نے کسی مسلمان کے واسطے مفاوضہ کا اقرار کیا یا مسلم نے ذمی کے واسطے ایسا اقرار کیا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک دونوں متفاوض نہ ہوں گے لیکن جو کچھ دونوں کے قبضہ میں ہے وہ دونوں میں برابر تقسیم ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کہا فلاں شخص میرا شریک ہے اور اس پر زیادہ نہ کیا تو بیان کے واسطے اسی کے قول کی طرف رجوع کیا جائے گا اور جو شے بیان کی اس میں اس کی تصدیق ہوگی بشرطیکہ ایسی چیز بیان کرے جس میں شرکت ثابت ہوتی ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کہا کہ تو میرا تجارت میں شریک ہے تو جس قدر اموال تجارت ان دونوں کے قبضہ میں ہے دونوں میں

مشترک ہوگا ایسے ہی درم و دینار بھی لیکن رہنے کا گھر اور خادم و کپڑا اور اناج ہر ایک کا خاص ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر زید نے کہا کہ میں عمرو کا ہر قلیل و کثیر میں شریک ہوں اور عمرو نے اس کی تصدیق کی تو وقت اقرار کے جو مال تجارت دونوں کے قبضہ میں ہو وہ مشترک ہو جائے گا پس ہر ایک کا مقبوضہ جو مال تجارت معلوم ہو وہ دونوں میں مشترک ہو جائے گا اور اس میں سونا و چاندی بھی داخل ہے اس میں کسی سے استفسار کی حاجت نہیں ہے اور جو مال تجارت معلوم نہ ہو جیسے مسکن وغیرہ جو اموال کہ حاجت اصلی میں کار آمد ہیں وہ تجارت کے واسطے شمار نہ ہوں گے اگرچہ وقت اقرار کے ان کا ہر ایک کے قبضہ میں ہونا ثابت ہو اور ماسوائے سونے اور چاندی کے جو اموال ہیں کہ وہ حاجت اصلی میں مشغول نہیں ہیں ان کے تجارتی ہونے یا نہ ہونے کے باب میں ان کے قابض کا قول قبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر اقرار کیا کہ جو کچھ اس دُکان میں ہے اس میں عمرو شریک ہے تو جس قدر دُکان میں ہے سب مشترک ہو جائیگا ☆

اگر زید نے کہا کہ جو کچھ اس دوکان میں ہے اس میں خالد میرا شریک ہے پھر کہا کہ میں نے بعد اقرار کے اس میں ایک گٹھری کپڑے کی داخل کر دی ہے تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی اور وہ بھی شرکت میں ہوگی اور ایک روایت میں ہے کہ اس کا قول قبول ہوگا اور بعض مشائخ نے کہا کہ دونوں روایتیں موافق ہیں اسی طرح کہ اگر اقرار کے روز سے کھلنے کے وقت تک دکان بند رہی تو اس کا قول قبول نہ ہوگا ورنہ مقبول ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر اقرار کیا کہ جو کچھ اس دوکان میں ہے اس میں عمرو میرا شریک ہے تو جس قدر دکان میں ہے سب دونوں میں مشترک ہو جائے گا اور اگر کسی متاع میں جھگڑا کیا اور کہا کہ میں نے بعد اقرار کے دوکان میں داخل کر دی اور مقرلہ نے کہا کہ وقت اقرار کے اس میں موجود تھی تو اس صورت میں روایات مختلف ہیں روایت ابو سلیمان میں ہے کہ مقرلہ کا قول قبول ہوگا اور وہ مشترک ہوگی اور روایت ابو حفص میں ہے کہ مقر کا قول قبول ہوگا اور اسی کی ہوگی اور اگر یوں کہا کہ جو کچھ میرے قبضہ میں مال تجار موجود ہے اس میں عمرو میرا شریک ہے پھر مقر نے بعض مال تجارت کی نسبت کہا کہ یہ میں نے بعد اقرار کے حاصل کیا ہے اور عمرو نے کہا کہ نہیں اقرار کے وقت موجود تھا تو باتفاق الروایات مقر کا قول قبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر کہا کہ عمرو میرا الطحن میں یعنی پیسنے میں شریک ہے اور مقر کے پاس چکی اور اونٹ اور جو چیزیں اس کام کے واسطے ضروری ہوتی ہیں سب موجود ہیں اور عمرو نے ان سب میں شرکت کا دعویٰ کیا تو مقر کا قول قبول ہوگا اسی طرح ہر کاریگر کا حال ہے اگر اس کے قبضہ میں دکان ہو اور اس میں اسباب ہو اور اس نے عمرو کی نسبت کسی کام میں شرکت کا اقرار کیا تو اس کام میں فقط شرکت ثابت ہوگی اس متاع میں ثابت نہ ہوگی اور اگر یوں کہا کہ عمرو اس دکان میں اس کام میں میرا شریک ہے تو جو کچھ اس دکان میں کام و آلات کار میں سے موجود ہے دونوں میں مشترک ہوگا اور اگر دکان و جو کچھ اس میں ہے دونوں کے قبضہ میں ہو پھر ایک نے کہا کہ فلاں میرا اس کام میں شریک ہے لیکن اس کی متاع سب میری ہے اور فلاں شخص نے کہا کہ متاع بھی ہم دونوں میں مشترک ہے تو دونوں میں مشترک قرار دی جائے گی یہ مبسوط میں ہے۔

اگر زید نے کہا کہ ہر زطی گٹھری جو میں نے خریدی ہے اس میں عمرو میرا شریک ہے اور اس کے پاس دو گٹھریاں ہیں پس ایک کی نسبت کہا کہ میں نے میراث پائی ہے تو اسی کا قول قبول ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کہا کہ جو گٹھری زطی کی میرے پاس تجارت کے واسطے ہے اس میں عمرو میرا شریک ہے پھر ایک گٹھری کی نسبت کہا کہ یہ میں نے اپنے خاص مال سے خریدی ہے مگر تجارت کے واسطے نہیں خریدی ہے تو اسی کا قول قبول ہوگا اور اگر اقرار کیا کہ دونوں میرے پاس تجارت کے واسطے ہیں پھر ایک کی نسبت کہا کہ میرے خالص مال سے سوائے شرکت کے خریدی گئی ہے تو تصدیق نہ کی جائے گی یہ مبسوط میں ہے اگر اقرار کیا کہ ہر

زطیاں کل کے روز اہواز سے میرے پاس آئی ہیں ان میں عمرو میرا شریک ہے پھر اقرار کیا کہ دو گٹھڑیاں آئی ہیں اور کہا کہ ایک مال بضاعت ہے تو دونوں مال شرکت میں سے قرار دی جائے گی اور بضاعت کا اقرار اس کا صرف اس کے حصہ میں صحیح ہوگا پس اپنا حصہ جس کے واسطے بضاعت کا اقرار کیا ہے اس کو دے دے اور اگر بدون حکم قاضی کے نصف شریک کو دے چکا ہے تو باقی نصف کی قیمت بھی مقرلہ کو دے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر یوں کہا کہ اس قرضہ میں جو عمرو پر آتا ہے خالد میرا شریک ہے اور خالد نے کہا کہ تو نے میری بلا اجازت یہ متاع اس کو اُدھار فروخت کر کے دے دی میرے تیرے درمیان شرکت نہ تھی پس اگر مقر ہی نے متاع فروخت کی ہو تو اس کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر یادداشت میں کہا کہ اسی نے متاع فروخت کی ہے اس نے کہا کہ میں نے تنہا نہیں فروخت کی ہے ہم دونوں نے فروخت کی ہے مگر چک میرے نام کی ہے تو اسی کا قول قبول ہوگا اور اگر عمرو سے خالد نے کہا کہ تو نے میری متاع پر بلا اجازت میری قبضہ کر لیا اور تو نصف کا ضامن ہے اس نے کہا کہ میں نے تجھ سے کچھ نہیں خریدا ہے میرے ہاتھ اس نے فروخت کی ہے جس کے نام چک ہے تو اس پر ضمان نہ آئے گی لیکن جو مال چک میں ہے وہ دونوں کو تقسیم ہوگا اور مطالبہ کا حق صرف اسی کو حاصل ہوگا جس کے نام چک ہے یہ مبسوط میں ہے۔ زید نے کہا کہ عمرو ہر تجارت میں میرا شریک ہے اور اور عمرو نے اس کی تصدیق کی پھر زید کچھ مال چھوڑ کر مر گیا یا عمرو اس طرح مر گیا پھر میت کے وارثوں نے کہا کہ یہ مال اس نے بلا شرکت حاصل کیا ہے تو وارثوں کا قول قبول ہوگا اور اگر انہوں نے یہ اقرار کیا کہ جس روز میت نے شرکت کا اقرار کیا ہے اس روز اس کے پاس یہ مال تھا تو شرکت میں شمار ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر میت کے نام سے کوئی چک کسی شخص پر قرضہ کی ہو اور اس کی تاریخ اقرار شرکت سے پہلے کی ہے تو وہ دونوں کی شرکت میں شمار ہوگا اور اگر چک کی تاریخ اقرار شرکت سے بعد کی ہو تو وارثوں کا قول کہ یہ شرکت میں سے نہیں ہے قبول ہوگا کذافی المبسوط۔

بیسواں باب☆

وصی کے قبضہ کر لینے کے اقرار کے بیان میں

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اصل میں فرمایا کہ اگر کسی میت کے وصی نے اقرار کیا کہ میں نے جمیع مال میت جو فلاں بن فلاں پر تھا استیفاء[1] پالیا ہے اور کچھ اس کی تعداد بیان نہ کی پھر بعد اس کے کہا کہ میں نے اس سے صرف سو درم پائے ہیں اور قرض دار نے کہا کہ میت کے مجھ پر ہزار درم تھے اور وصی نے بتمامہ وصول کر لیے ہیں پس اگر یہ قرضہ میت کے اُدھار کرنے سے قرض دار پر پیدا ہوا ہے اور وصی نے پہلے تمام قرض کے باستیفاء وصول پانے کا اقرار کیا پھر جدا کر کے کہا کہ یہ سو درم تھے پھر قرض دار نے بیان کیا کہ مجھ پر ہزار درم تھے اور وصی نے پورے ہزار مجھ سے وصول کر لیے ہیں تو قرضدار ہزار درم سے بری ہو جائے گا یہاں تک کہ وصی کو اس سے کسی چیز کے مطالبہ کا اختیار نہ ہوگا اور اس بات میں کہ میں نے سو درم وصول پائے ہیں قسم سے وصی کا قول قبول ہوگا اور قرض دار کا قول وصی کے حق میں تصدیق نہ کیا جائے گا تا کہ اس کو نو سو درم وارث کو ڈانڈ دینے پڑیں۔ پھر اگر وارث نے گواہ قائم کیے کہ یہ قرض دار ہے میت کے اس پر ہزار درم تھے تو قرض دار پورے ہزار درم سے بری ہوگا اور وصی کو اس نو سو درم کے مطالبہ اور دامنگیری کا اختیار نہیں ہے لیکن وصی نو سو درم وارثوں کو ڈانڈ دے گا اور اگر قرض دار نے اقرار کیا کہ مجھ پر ہزار درم قرضہ تھے پھر وصی نے جو کچھ اس پر تھا سب کے باستیفاء وصول پانے کا اقرار کیا پھر کہا یہ سو درم تھے جدا بیان کیا تو قرض دار پورے ہزار سے بری ہو جائے گا۔ کیونکہ وصی

[1] جس کو ہمارے عرف میں بھرپور بولتے ہیں ۱۲

نے اقرار کیا ہے اور وصی کو بسبب انکار کے وارثوں کو نوسو درم ڈانڈ دینے پڑیں گے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب وصی نے یہ قول کہ وہ سو درم تھے اپنے اقرار سے جدا بیان کیا ہو اور اگر ملا کر یوں کہا کہ میں نے تمام مال میت کا جو فلاں شخص پر تھا باستیفاء وصول پایا اور وہ سو درم ہے اور قرض دار نے کہا کہ نہیں بلکہ ہزار درم ہے تو وصی کی اس بیان میں تصدیق کی جائے گی یہاں تک کہ وصی نوسو درم کے واسطے اس کا دامنگیر ہو سکتا ہے اور جس صورت میں کہ قرضدار نے پہلے ہزار درم کا اقرار کیا پھر وصی نے اقرار کیا کہ جس قدر اس پر تھا سب میں نے باستیفاء وصول پایا اور وہ سو درم ہیں تو اس صورت کا حکم مثل اس صورت کے ہے کہ جب وصی نے پہلے تمام قرضہ کے استیفاء کا اقرار کیا ہے اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ قرضہ میت کے فعل سے ثابت ہوا ہو اور اگر وصی کے اُدھار کرنے سے قرضہ پیدا ہوا ہو۔ پس اگر وصی نے پہلے استیفاء تمام کا اقرار کیا پھر اقرار سے جدا بیان کیا کہ وہ سو درم ہیں پھر قرض دار نے اقرار کیا کہ قرضہ کے ہزار درم ہیں تو قرض دار پورے ہزار سے بری ہو جائے گا اور قرض دار کے کہنے سے وصی پر وارثوں کو کچھ دینا نہ پڑے گا۔ اور اگر اس امر کے گواہ قائم ہوئے کہ قرضہ کے ہزار درم ہیں تو وصی کے اقرار کی وجہ سے قرض دار بری ہو جائے گا اور وصی پر وارثوں کو نوسو درم انکار یا ابراء[1] کی وجہ سے دینے پڑیں گے اور اگر قرض دار نے پہلے قرضہ کا اقرار کیا پھر وصی نے استیفاء تمام کا اقرار کیا پھر اقرار سے جدا بیان کیا کہ وہ سو درم ہیں تو قرض دار بسبب اقرار وصی کے بری ہوگا اور وصی وارثوں کو نوسو درم ڈانڈ دے گا اور اگر وصی نے یہ کلام اقرار سے ملا کر بیان کیا اس طور سے کہ جس قدر قرض دار پر تھا سب میں نے پایا اور وہ سو درم ہیں پھر قرض دار نے کہا کہ قرضہ مجھ پر ہزار درم تھا اور وصی نے وصول کر لیا ہے تو قرض دار بری ہوگا اور وصی کو اختیار نہ ہوگا کہ کسی قدر کے واسطے اس کا دامن گیر ہو سکے اور وارث بھی وصی سے صرف اسی قدر لے سکتے ہیں جتنے کا اس نے وصول پانے کا اقرار کیا ہے۔ اور اگر قرض دار نے پہلے ہزار درم کا اقرار کیا پھر وصی نے کہا کہ جو کچھ اس پر تھا میں نے بھرپور وصول پایا اور وہ سو درم تھے تو قرض دار پورے ہزار سے بری ہوگا اور وصی وارثوں کو نوسو درم ڈانڈ دے گا یہ محیط میں ہے۔

وارثوں کا مال وصی نے فروخت کیا پھر اس پر گواہ کر لیے کہ میں نے تمام ثمن بھر پایا اور وہ سو درم ہیں پھر مشتری نے کہا بلکہ ایک سو پچاس درم تھے تو وصی کا قول قبول ہوگا اور قرض دار سے ڈانڈ نہیں لے سکتا ہے اور نہ وصی ڈانڈ دے گا اور اگر وصی نے یوں اقرار کیا کہ میں نے سو درم بھر پائے اور یہ تمام ثمن ہے اور مشتری نے کہا کہ ثمن ایک سو پچاس ہے تو باقی پچاس وصی لے سکتا ہے۔ اسی طرح اگر ذاتی مال اپنا فروخت کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر وصی نے اقرار کیا کہ تمام مال میت جو عمرو پر تھا میں نے بھر پایا اور وہ سو درم تھے پھر گواہ قائم ہوئے کہ تمام مال دو سو درم تھے تو قرض دار باقی سو درم کے واسطے پکڑا جائے گا اور وصی کے قول کی اس زیادتی کے ابطال میں تصدیق نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر وصی نے اقرار کیا کہ میں نے فلاں میت کا مال جو زید کے پاس بطور ودیعت یا مضاربت یا شرکت یا بضاعت یا عاریت کے تھا بھرپور وصول پایا ہے پھر اس کے بعد کہا کہ میں نے اس سے صرف سو درم پائے ہیں پس اگر وصی نے پہلے استیفاء کا اقرار کیا پھر بعد اس کے کہا کہ سو درم وصول پائے ہیں اور مطلوب نے کہا کہ ہزار درم تھے اس نے سب وصول کر لیے ہیں تو وصی نے جس قدر پر قبضہ کرنے کا اقرار کیا ہے اس سے زیادہ کا ضامن نہ ہوگا اور مطلوب تمام مال سے بری ہو جائے گا جیسا قرضہ کی صورت میں تھا اور اگر اس امر پر گواہ قائم ہوئے کہ میت کے ہزار درم مطلوب کے پاس تھے تو وصی اس کا ضامن ہوگا اور مطلوب ضامن نہ ہوگا یہ حکم اس وقت ہے کہ وصی نے اقرار سے جدا بیان کیا ہو اور اگر ملا کر بیان کیا پھر مطلوب نے کہا کہ میرے پاس ہزار درم تھے تو وصی کا قول اس باب میں مقبول ہوگا کہ میں نے اس سے سو درم وصول کر لیے ہیں اور مطلوب کا

---

[1] بری کرنا یعنی جو کچھ دوسرے کے ذمہ واجب ہو اس سے اس کا ذمہ پاک کرنا ۱۲

کسی چیز کے واسطے دامنگیر نہیں ہو سکتا ہے بخلاف اس کے یہ صورت اگر قرضہ میں واقع ہو تو باقی کے واسطے مطلوب کا دامنگیر ہوگا۔اور اگر مطلوب نے پہلے اقرار کیا کہ میت کے ہزار درم امانت تیرے پاس ہیں پھر وصی نے اقرار کیا کہ جو کچھ اس پر تھا سب میں نے بھر پایا اور وہ سو درم ہیں پس اگر جدا کر کے تعداد بیان نہ کی تو وصی کل مال کا ضامن ہوگا اور اگر بیان کی تو صرف اسی قدر اس پر لازم آئے گا جس کا اس نے وصول پانے کا اقرار کیا ہے اور مطلوب سے کچھ مطالبہ نہیں کر سکتا ہے بخلاف قرض کے کہ اس میں یہ حکم نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔اگر وصی نے اقرار کیا کہ فلاں میت کا جو کچھ لوگوں پر تھا میں نے وصول کر لیا پھر ایک قرض دار میت کا آیا اور کہا کہ میں نے تجھ کو اس قدر مال دیا ہے اور وصی نے کہا کہ میں نے تجھ سے کچھ نہیں پایا اور نہ مجھے معلوم تھا کہ فلاں میت کا تجھ پر کچھ ہے تو وصی کا قول قبول ہوگا اور قرض دار اس قرضہ کے واسطے پکڑا جائے گا اور اگر در اصل[1] اس قرضہ کے ہونے کے گواہ قائم ہوئے تو اس میں سے وصی پر کچھ لازم نہ آئے گا کیونکہ اس نے کسی خاص شخص سے وصول پانے کا اقرار نہیں کیا ہے۔اسی طرح اگر کہا کہ میں نے فلاں میت کا کل حصہ جو کوفہ میں تھا وصول پایا تو بھی یہی صورت ہے اور یہی حکم وکیل بالقبض کا ہے کذا فی الحاوی۔اگر وصی نے اقرار کیا کہ جو کچھ مال فلاں میت کا لوگوں پر تھا از قسم دین سب میں نے بھر پایا فلاں بن فلاں سے بھر پایا ہے اور اس امر کے گواہ قائم ہوئے کہ میت کے کسی شخص پر ہزار درم ہیں اور وصی نے کہا کہ میرے مقبوضہ میں یہ نہیں آئے ہیں تو وصی کے ذمہ لازم ہوں گے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر وصی نے اقرار کیا کہ جس قدر فلاں میت کی زمین میں اناج تھا یا جو اس کے نخل میں چھوہارے تھے قبضہ کر لیے ☆

اگر وصی نے اقرار کیا کہ فلاں شخص پر جو دین میت کا تھا میں نے بھر پایا اور قرض دار نے کہا کہ اس کے مجھ پر ہزار درم تھے اور وصی نے کہا کہ اس کے ہزار درم تجھ پر تھے لیکن تو نے پانچ سو درم اس کی زندگی میں اس کو دے دیے تھے اور پانچ سو درم بعد اس کے مرنے کے تو نے مجھے دیے ہیں اور قرض دار نے کہا کہ نہیں میں نے کل تجھی کو دیے ہیں تو وصی ہزار درم کا ضامن ہوگا لیکن وارثوں سے اس کے دعویٰ پر قسم لی جائے گی کذا فی المحیط اگر وصی نے اقرار کیا کہ میں نے فلاں میت کی منزل میں جو کچھ تھا متاع و میراث سے سب اپنے قبضہ میں لے لیا پھر اس کے بعد کہا کہ وہ سو درم اور پانچ کپڑے تھے اور وارثوں نے گواہ قائم کیے کہ فلاں میت کی منزل میں اس کے مرنے کے روز ہزار درم اور سو کپڑے تھے تو وصی پر اس کے اقرار سے زیادہ کچھ لازم نہ ہوگا تاوقتیکہ گواہ گواہی نہ دیں کہ وصی نے ان سب پر قبضہ کر لیا ہے یہ حاوی میں ہے۔اور اگر وصی نے اقرار کیا کہ جس قدر فلاں میت کی زمین میں اناج تھا یا جو اس کے نخل میں چھوہارے تھے قبضہ کر لیے یا اس زمین کی کھیتی میں نے قبضہ میں لے لی پھر کہا کہ وہ اس قدر تھی اور وارث نے اس سے زیادہ کا دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے کہ اس زمین میں اس اس قدر تھی تو وصی پر اس کے اقرار سے زیادہ لازم نہ آئے گا جب تک کہ گواہ گواہی نہ دیں کہ وصی نے اس پر قبضہ کر لیا ہے یہ مبسوط میں ہے۔اور اگر وصی نے اقرار کیا کہ مال کتابت فلاں مکاتب میت پر ہزار درم تھا اس میں سے نو سو درم میت نے اپنی حین حیات میں وصول پائے اور سو درم اس کے مرنے کے بعد میں نے وصول کیے ہیں اور مکاتب نے کہا کہ تو نے پورے ہزار درم لیے ہیں اور گواہوں نے گواہی دی کہ وصی نے اقرار کیا ہے کہ جو مکاتب پر تھا سب میں نے بھر پور وصول پایا ہے تو پورے ہزار درم وصی پر لازم آئیں گے لیکن پہلے وارث قسم کھائیں کہ ہم کو میت کے وصول کر لینے کا حال معلوم نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔اگر وصی نے اقرار کیا کہ میں نے فلاں میت کے مکاتب سے جو کچھ اس پر تھا بھر پایا اور وہ سو درم تھے اور مکاتب معروف ہے وہ دعویٰ کرتا ہے کہ تو نے مجھ سے ہزار درم وصول کیے ہیں اور یہی تمام مال مکاتبت ہے تو سو درم کے بارہ میں وصی کا

[1] یعنی اگر قرضہ گواہوں سے ثابت ہوا تو وصی کے اقرار سے اس پر لازم آتا اس کا جواب دیا کہ اس سے اس پر نہ لازم آئے گا کیونکہ اس نے کسی خاص سے وصول پانے کا اقرار نہیں کیا ہے ۱۲

قول قبول ہوگا اور مکاتب پر نو سو درم لازم آئیں گے اور اگر وصی نے تمام مال کتابت وصول پانے کا اقرار کیا اور کچھ تعداد بیان نہ کی تو مکاتب آزاد ہو جائے گا پھر اگر گواہ قائم ہوئے کہ اصل مال کتابت ہزار درم ہیں اور مکاتب نے وصی کے وصول پانے کے اقرار سے پہلے ایسا اقرار کیا تھا تو وصی پورے ہزار درم کا ضامن ہوگا کذا فی المبسوط۔

اکیسواں باب ☆

جس کے قبضہ میں میّت کا مال ہے اس کے وارث یا موصیٰ لہ کے واسطے اقرار کر دینے کے بیان میں

ایک شخص زید کے قبضہ میں ایک شخص غائب یعنی عمرو کا مال ہے وہ غائب مر گیا پھر خالد آیا اور دعویٰ کیا کہ میں اس کا بیٹا ہوں اور زید نے اس کی تصدیق کی تو قاضی چند روز انتظار کرے گا خواہ اس نے کہا ہو کہ میّت کا کوئی اور وارث ہے یا نہ کہا ہو پس اگر کوئی وارث دوسرا ظاہر ہوا تو خیر ورنہ خالد کے حوالہ کرے گا اور جن جن مقامات میں یہ حکم مذکور ہے کہ قاضی درنگ و انتظار کرے گا وہاں مدت انتظار کی قاضی کی رائے پر ہے کہ وہ خوب خیال کر لے کہ اگر اس کا وارث کوئی دوسرا ہوتا تو وہ اس قدر مدت میں آ جاتا یہ فتاویٰ صغریٰ کتاب الدعویٰ میں ہے۔ املاء میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ زید مر گیا اور اپنا مال عمرو کے پاس چھوڑا پس خالد نے دعویٰ کیا کہ میں اس کا بیٹا ہوں اور ہندہ نے دعویٰ کیا کہ میں اس کی جورو ہوں پس عمرو نے کہا کہ تم دونوں سچے ہو میں تم دونوں کے سوائے اس کا تیسرا وارث کوئی نہیں جانتا ہوں مگر ان دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کی تکذیب کی تو قاضی چند روز انتظار کے بعد خالد کو تمام مال دے دے گا مگر پہلے خالد سے عورت کے دعویٰ پر اس کے علم کی قسم لے گا۔ اسی طرح اگر اس صورت میں میّت کوئی عورت ہوتی اور کسی مرد نے دعویٰ کیا کہ میں اس کا خاوند ہوں۔ تو اس کا حکم مثل حکم عورت کے اس مسئلہ میں ہوتا۔ اسی طرح اگر قابض مال نے کسی شخص کی نسبت شوہر یا زوجہ ہونے کا یا ماں کی طرف سے بھائی ہونے کا یا چچا یا ماموں وغیرہ ذی نسب کا اقرار کیا تو بھی یہی حکم ہوگا اور مولی العتاقہ اس صورت میں بمنزلہ نسب کے ہے۔ پس اگر ایک عورت نے دعویٰ کیا کہ میں میّت کی بیٹی ہوں اور ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں نے میّت کو آزاد کیا ہے اور قابض مال نے کہا کہ تم دونوں سچے ہو یا کہا کہ یہ عورت اس کی بیٹی ہے اور اس شخص نے اسے آزاد کیا تھا یا پہلے مولیٰ کی نسبت اقرار کیا پھر بیٹی کی نسبت اقرار کیا تو دونوں یکساں ہیں اور مال ان دونوں کو برابر تقسیم ہوگا اگرچہ دونوں نے باہم ایک دوسرے کی تکذیب کی ہو اور مولی الموالاۃ[1] اس حکم میں بمنزلہ زوجین کے ہے۔ اور اگر قابض مال ایک عورت ہو اور مال ایک شخص مرد کا ہو پس اس عورت قابضہ نے کہا کہ میں میّت کی جورو ہوں اور یہ عورت بھی جو موجود ہے اس کی جورو ہے اور یہ مرد جو موجود ہے میّت کا مولیٰ ہے یعنی اس کے ہاتھ پر میّت اسلام لایا تھا اور اس سے موالاۃ کی تھی اور دوسری عورت نے کہا کہ میں ہی اس کی جورو ہوں تو نہیں ہے اور مولی الموالاۃ نے کہا کہ میں ہی اس کا وارث ہوں تم دونوں نہیں ہو تو قاضی چوتھائی مال دونوں جوروؤں کو دے گا اور باقی مال مولی الموالاۃ کو دے دے گا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر قابض نے کہا کہ یہ شخص میّت کا بیٹا ہے اور میں نہیں جانتا ہوں کہ اس کا کوئی دوسرا وارث ہے یا نہیں ہے تو قاضی انتظار کے بعد اگر کوئی وارث دوسرا آیا تو خیر ورنہ تمام مال اس بیٹے کو دے دے گا۔ اور اگر قابض نے کہا کہ میں دوسرا وارث میّت کا نہیں جانتا ہوں تو قاضی انتظار نہ کرے گا بلکہ اس مقر لہ کو مال دے دے گا

[1] مولی الموالاۃ وہ شخص مجہول النسب جس نے کسی کو اپنا مولیٰ بنایا کہ اگر میں مروں تو میرا وارث تو ہے اور اگر کوئی جنایت کروں جس سے دیت لازم آئے تو اس کو تو ادا کرے اور وہ قبول کرلے ۱۲

کذا فی شرح ادب القاضی الصدر الشہید۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر قابض مال نے کہا کہ تو میت کا ماں و باپ کی طرف سے بھائی ہے اور میں نہیں جانتا ہوں کہ آیا میت کا کوئی اور ایسا وارث ہے کہ تجھے میراث سے محجوب کر دے اور مدعی نے کہا کہ میں اس کا ماں و باپ کی طرف سے بھائی ہوں میرے سوائے کوئی وارث نہیں ہے تو اس کو میراث نہ ملے گی جب تک معلوم نہ ہو جائے کہ اس کا کوئی دوسرا وارث نہیں ہے۔ اور اگر قابض نے کہا کہ تو میت کا ماں و باپ کی طرف سے بھائی ہے اور ایک بھائی اس کا ایسا ہی اور ہے تم دونوں اس کے وارث ہو میں تم دونوں کے سوائے اس کا وارث کوئی تیسرا نہیں جانتا ہوں اور مدعی نے کہا کہ میں ہی اس کا ماں و باپ کی طرف سے بھائی ہوں میرے سوائے دوسرا وارث نہیں ہے تو قاضی چند روز انتظار کر کے اگر دوسرا وارث پیدا ہو تو خیر ورنہ تمام مال اس مدعی کو دے دے گا یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے آ کر دعویٰ کیا کہ میت میرا غلام ہے اور یہ مال میرے غلام کا مال ہے میں اس کا زیادہ حق دار ہوں اور ایک دوسرے شخص نے آ کر دعویٰ کیا کہ میں میت کا بیٹا ہوں اور میت آزاد اصلی تھا کبھی مملوک نہیں ہوا ہے اور میں ہی اس کا وارث ہوں اور قابض اقرار کرتا ہے کہ میت غلام تھا اور ان دونوں نے باہم ایک دوسرے کی تکذیب کی تو مال مولیٰ کو ملے گا بیٹے کو نہ ملے گا یہ محیط میں ہے۔ اگر دعویٰ کیا کہ میں غائب کا بھائی ہوں وہ مر گیا اور میں وارث ہوا میرے سوائے دوسرا وارث نہیں ہے یا کسی نے دعویٰ کیا کہ میں اس کا بیٹا یا باپ یا ماں یا اس کا مولیٰ آزاد کنندہ ہوں یا کسی عورت نے دعویٰ کیا کہ میں میت کی پھوپھی یا خالہ یا اس کی بہن کی بیٹی ہوں میرے سوائے اس کا کوئی وارث نہیں ہے اور ایک دوسرے شخص نے دعویٰ کیا کہ میت نے تمام مال کی تہائی مال کی میرے حق میں وصیت کی ہے اور قابض نے دونوں کی تصدیق کی اور کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ تم دونوں کے سوائے میت کے مال کا کوئی دوسرا وارث حق دار ہے یا نہیں ہے تو اس اقرار کے سبب سے مدعی وصیت کو کچھ نہ ملے گا اور قاضی دوسرے وارثوں کو مال دے دے گا یہ خلاصہ میں ہے۔ شوہر و زوجہ اور مولیٰ الموالاۃ یہ دونوں[1] موصی لہ سے مقدم حقدار ہیں یہ محیط میں ہے۔ اگر قابض مال نے اقرار کیا کہ مالک مال مر گیا اور اس شخص کے اس پر ہزار درم ہیں تو قاضی اس سے دریافت کرے گا کہ اس نے کوئی وارث چھوڑا ہے اگر اس نے کہا کہ ہاں تو ان دونوں میں خصومت قرار نہ دے گا اور کہا کہ نہیں تو قاضی انتظار کرے گا پھر اگر کوئی وارث ظاہر نہ ہوا تو میت کی طرف سے ایک وصی مقرر کرے گا اور اس کے مقابلہ میں دعویٰ مدعی کی سماعت کرے گا اور اگر قرضہ ثابت ہو گیا تو اس کو دلائے گا ورنہ تمام مال بیت المال میں داخل کر دے گا یہ مختصر جامع کبیر میں ہے۔

ایک شخص کے قبضہ میں دوسرے کا مال ہے مالک مال مر گیا اور قابض مال نے اقرار کیا کہ میت نے اس زید کے واسطے جمیع اس مال کی وصیت کی ہے اور بھی اقرار کیا کہ میت نے اس عمرو کے واسطے جمیع مال کی وصیت کی ہے اور عمرو نے زید سے کہا کہ میت نے میرے واسطے تمام اس مال کی وصیت کی تیرے واسطے کچھ وصیت نہیں کی ہے تو مال دونوں کو برابر تقسیم ہوگا اور اگر قابض مال نے اقرار کیا کہ میت نے اس زید کے واسطے جمیع مال کی وصیت کی ہے اور بھی اقرار کیا کہ عمرو اس کا ماں و باپ کی طرف سے بھائی ہے وارث ہے اس کے سوائے دوسرا وارث نہیں ہے اور زید و عمرو نے باہم ایک دوسرے کی تکذیب کی تو زید کو تہائی مال اور عمرو کو دو تہائی مال دیا جائے گا اور اگر قابض مال نے اقرار کیا کہ میت نے اس زید کے واسطے تمام مال کی وصیت کی ہے اور بھی اقرار کیا کہ میت نے اقرار کیا ہے کہ عمرو اس کا بیٹا یا باپ یا مولیٰ العتاقہ یا مولیٰ الموالاۃ ہے اس کے سوائے اس کا کوئی وارث نہیں ہے تو تمام مال وارث مقر لہ اور مولیٰ کو ملے گا یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص زید نے دعویٰ کیا کہ مالک مال پر میرے ہزار درم ہیں اور وہ مر گیا ہے اور میرے دعویٰ کی اس شخص سے جس کی طرف مال آتا ہے اس نے تصدیق کی ہے تو اس پر التفات نہ کیا جائے گا جب تک کہ کوئی وارث حاضر نہ ہو اور اگر

[1] موصی لہ وہ شخص ہے جس کے واسطے کل مال یا بعض مال کی وصیت موصی نے کی ۱۲

جس کی طرف مال ہے اس نے اور مدعی نے اقرار کیا کہ میت کا کوئی وارث نہیں ہے تو قاضی انتظار کرے گا پھر میت کی طرف سے ایک وصی مقرر کرے گا کہ وہ جس کی طرف مال ہے اس سے مال وصول کر لے پھر مدعی کو حکم کرے گا کہ اپنے دعویٰ کے گواہ قائم کرے اگر اس نے قائم کیے تو اس کے نام موافق دعویٰ کے مال کی ڈگری کر دے گا پھر اگر مالک مال زندہ آ کر موجود ہوا تو قاضی اس ڈگری کو منسوخ و رد کر دے گا پس اگر مدعی نے وہ مال تلف کر دیا ہو اور اصل میں قرض دار پر وہ مال قرضہ ہو تو مال مالک کو قرض دار سے ضمان لینے کا اختیار ہے اور اگر اصل میں اس نے غصب کر لیا تھا تو اس کو اختیار ہے کہ چاہے مدعی قبضہ کر لینے والے سے ضمان لے اور اگر دراصل ودیعت[1] تھا تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ضمان قبضہ کر لینے والے پر ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میرے نزدیک ودیعت مثل غصب کے ہے اور اگر مال اس شخص کے پاس جس کے قبضہ میں ہے اس کے باپ کی طرف سے پہنچا ہے کہ اس نے اس کو وصی مقرر کیا تھا تو وہ ضامن نہ ہوگا ضامن وہی ہے جس نے وصول کر لیا ہے یعنی مدعی اور اگر مالک مال زندہ نہ آیا اس کا وارث حاضر ہوا اور قرضہ مدعی سے انکار کیا تو حکم قضاء ویسا ہی رہے گا یہ مختصر جامع کبیر میں ہے۔

میت کے وارثان کا قاضی کب تک انتظار کرے؟

اگر اس شخص نے جس کے پاس مال ہے اقرار کیا کہ میت نے اس زید کے واسطے تمام مال کی وصیت کی ہے لیکن خالد بن عمرو کا میت پر اس قدر قرضہ ہے اور خالد نے اس کی تصدیق کی اور زید نے وصایت کا دعویٰ کیا اور قرضہ سے انکار کیا مگر سبھی نے یہ اقرار کیا کہ مدعی نے کوئی وارث نہیں چھوڑا ہے تو قاضی چند روز انتظار کرے گا پھر قرض خواہ سے کہے گا کہ اپنے قرضہ کے گواہ پیش کرے اگر اس کے پاس گواہ نہ ہوں تو موصی لہ سے اس کے علم پر قسم لے گا کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اس شخص کا میت پر یہ قرضہ ہے پس اگر اس نے قسم کھالی تو تمام مال اس کو دے دے گا اور اگر قرض خواہ کو کچھ نہ دے گا اور اگر قابض مال نے کہا کہ میت نے اس شخص کے واسطے تمام مال کی وصیت کر دی ہے اور یہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اس نے کوئی وارث چھوڑا ہے یا نہیں پس موصی لہ نے کہا کہ مجھے تمام مال دے دے کہ وہ ہر حال میں میرا ہے خواہ اس نے کوئی وارث چھوڑا ہو یا نہ چھوڑا ہو تو قاضی اس کو کچھ نہیں دے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر اس شخص نے جس کی طرف مال ہے قاضی سے کہا کہ یہ مال فلاں میت کا ہے اس نے کوئی وارث نہیں چھوڑا ہے تو قاضی انتظار کرے گا اور اس شخص سے اس کے نفس کا کوئی کفیل لے گا پھر اگر کوئی وارث یا موصی لہ حاضر ہوا تو خیر ورنہ مال اس سے لے کر بیت المال میں داخل کر دے گا پھر اگر وہ مال مسلمانوں کو تقسیم کر دیا پھر مالک زندہ موجود ہوا تو وہ مال قرض دار پر ویسا ہی قرض رہے گا اور اس کو بیت المال سے عوض دلایا جائے گا اور اگر وہ مال اصل میں غصب ہو تو مالک کو اختیار ہے چاہے اس شخص سے لے جس کے پاس تھا یا اس کے بیت المال میں سے لے لے اور اگر اس نے غاصب سے لیا تو غاصب کو بیت المال میں سے ملے گا اور اگر دراصل وہ ودیعت تھا تو مستودع پر ضمان نہیں آتی ہے یہ قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میرے نزدیک ودیعت بمنزلہ غصب کے ہے اور اگر قابض ال وصی تھا تو وہ ضامن نہ ہوگا اور مالک کو بیت المال سے عوض ملے گا اور اگر مالک مال زندہ نہ آیا بلکہ اس کا بیٹا آیا تو جس شخص کی طرف مال تھا وہ کسی صورت میں ضامن نہ ہوگا اور بیٹے کو بیت المال میں سے عوض ملے گا یہ مختصر جامع کبیر میں ہے۔

[1] جس کو ہمارے عرف میں دھرو ہر بولتے ہیں ۱۲

بائیسواں باب☆

قتل اور جنایت کے اقرار کے بیان میں

قال المترجم جنایت لغت میں گناہ کرنے کے معنی میں آیا ہے اور مراد یہاں عمداً اضاعت نفس کے سوائے کوئی فعل جس سے جرمانہ لازم آئے اور مترجم اس کو جرم کے لفظ کے ساتھ تعبیر کرتا ہے اور کبھی قتل عمد کو بھی جنایت کہتے ہیں۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کو خطا سے قتل کرنے کا اقرار کیا اور گواہ قتل کے اس مقر کے سوائے دوسرے پر قائم ہوئے اور ولی نے اس سب کا دعویٰ کیا تو مقر پر آدھی دیت لازم ہوگی اور دوسرے مشہود علیہ پر کچھ لازم نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر زید نے عمداً قتل کرنے کا اقرار کیا اور قتل عمد کے گواہ عمرو پر قائم ہوئے اور ولی نے عمد کا دعویٰ کیا تو مقر کو قتل کر سکتا ہے دوسرے کو قتل نہیں کر سکتا ہے۔ اور اگر قتل خطا کی صورت میں ولی نے کل کا مقر پر دعویٰ کیا تو پوری دیت اس کے مال پر لازم ہوگی اور اگر مشہود علیہ پر کل قتل کا دعویٰ کیا تو پوری دیت اس کی مددگار برادری پر لازم آئے گی یہ محیط میں ہے۔

اگر زید نے اقرار کیا کہ میں نے عمرو کو تنہا عمداً قتل کیا ہے اور بکر نے بھی ویسا ہی اقرار کیا اور ولی نے کہا کہ تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے تو دونوں کو قصاصاً قتل کر سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر دو گواہوں نے زید پر گواہی دی کہ اس نے عمرو کو قتل کیا ہے دوسرے دو گواہوں نے بکر پر گواہی دی کہ اس نے عمرو کو قتل کیا ہے اور ولی نے کہا کہ تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے تو وہ دونوں میں سے کسی کو قتل نہیں[1] کر سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اس صورت میں اس نے ایک کو کہا کہ تو نے قتل کیا ہے تو اس کو قتل کر سکتا ہے اور اگر دونوں سے کہا کہ تم دونوں اپنے قول میں سچے ہو تو دونوں میں سے کسی کو قتل نہیں کر سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر اپنے کسی غلام معروف کے حق میں جرم کرنے کا اقرار کیا پھر دوسرے شخص کے مملوک ہونے کا اقرار کیا ہے پس اگر مقرلہ نے ملک ہونے اور جنایت یعنی جرم کرنے میں اس کی تصدیق کی تو مقرلہ سے کہا جائے گا کہ یا غلام کو دے دے یا اس کا فدیہ دے اور اگر مقرلہ نے ملک و جرم دونوں میں اس کی تکذیب کی تو مقر فدیہ کا مختار نہ ہوگا اور اگر ملک میں اس کی تصدیق اور جنایت کرنے میں تکذیب کی تو مقر فدیہ کا مختار ہوگیا اور اگر مقر نے پہلے دوسرے کے مملوک ہونے کا اقرار کیا پھر جنایت کا اقرار کیا پس اگر مقرلہ نے دونوں باتوں میں اس کی تصدیق کی تو مقرلہ فقط خصم ہو سکتا ہے اور اگر دونوں میں اس کی تکذیب کی تو مقر ہی خصم ہوگا اور اگر ملک میں تصدیق اور جنایت میں تکذیب کی تو جنایت ہدر یعنی لاشے ہو جائے گی یعنی اس کے اقرار کا اعتبار نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر غلام مجہول الحال ہو نہ معلوم ہو کہ مقر کا ہے یا غیر کا ہے پس مقر نے پہلے جرم کرنے کا اقرار کیا پھر ملک کا یا پہلے ملک کا پھر جرم کا اقرار کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کہا کہ میں نے جرم کرنے سے پہلے فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کیا تھا اور فلاں شخص نے اس کی تصدیق کی تو مشتری کو غلام کو دینے اور فدیہ دینے میں اختیار ہوگا یعنی چاہے غلام دے دے یا فدیہ دے یہ محیط سرخسی میں کتاب الجنایات میں ہے۔

---

[1] کیونکہ اس نے گواہوں کی تکذیب کی یا اس کے دعوے پر گواہ نہیں ہیں ۱۲

بیسواں باب☆

متفرقات میں

ابن سماعہ نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ وارثان زید کے مجھ پر ہزار درم ہیں تو موافق میراث کے ان سب میں تقسیم ہوگا اور اگر مورث کا کوئی حمل ہو تو وہ بھی ان وارثوں میں داخل ہوگا اور اگر کہا کہ اولاد فلاں کے مجھ پر ہزار درم ہیں تو وارثان موجودہ میں برابر تقسیم ہوگا حمل کو اس میں سے نہ ملے گا یہ محیط میں ہے۔ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ جب میں نے تجھ سے نکاح کیا تھا تو میں نابالغ تھا تو فقط اس اقرار سے دونوں میں جدائی نہ کی جائے گی بلکہ اس سے دریافت کیا جائے گا کہ آیا تیرے والد نے اجازت دی تھی اگر اس نے کہا کہ نہیں تو کہا جائے گا کہ کیا تو نے بعد بالغ ہونے کے اجازت دی اگر اس نے کہا کہ نہیں تو اس سے کہا جائے گا کہ کیا تو اب اجازت دیتا ہے اگر اس نے کہا کہ نہیں تو اس وقت باہم جدائی کرادی جائے گی یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔نوادر ہشام میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے اگر زید نے اقرار کیا کہ عمرو کے مجھ پر ہزار درم خالد کی میراث کے ہیں پس اگر مقرلہ نے مقر کے قول کی تصدیق کی تو مقرلہ سے اس کو خالد کے وارث لے لیں گے اور اگر مقرلہ نے انکار کیا تو وارثان خالد کو کسی سے لے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ایک غلام نے کسی شخص کو خطا سے قتل کر ڈالا اور مولیٰ کو معلوم نہ ہو یہاں تک کہ اس نے اقرار کیا کہ میں نے یہ غلام زید کے ہاتھ فروخت کر کے اس کے سپرد کر دیا تھا اس نے پھر میرے پاس ودیعت رکھا ہے اور مقتول کے ولی نے اس کی تکذیب کی تو مولیٰ کا قول قبول نہ ہوگا اور نہ اس کے گواہ مسموع ہوں گے اور حکم کیا جائے گا کہ یا غلام مقتول کے ولی کو دے یا اس کا فدیہ دے پس اگر اس نے غلام دیا پھر زید حاضر ہوا اور مولیٰ کی تکذیب کی تو جو ہوا وہی رہے گا اور اگر تصدیق کی تو غلام کو واپس لے سکتا ہے اور اگر مولیٰ اس کی قیمت مقتول کے ولی کو دے گا اور اگر یوں کہا کہ میں نے حالت دانستگی میں کہ اس نے جرم کیا ہے فروخت کیا تو مقتول کا جو ولی غلام کو کسی راہ سے نہیں لے سکتا ہے اور مولیٰ پر دیت واجب ہوگی خواہ مقرلہ نے اس کی تصدیق کی یا تکذیب کی ہو یہ تحریر شرح جامع کبیر میں ہے۔

ابن سماعہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ زید نے کہا کہ اس عمرو کا مجھ پر اسی قدر ہے جس قدر اس بکر کا ہے اور اس مجلس میں بکر کے قرضہ کی کچھ تعداد بیان نہ کی تھی اور نہ کوئی کلام پہلے ایسا کر چکا ہے جس سے معلوم ہو کہ بکر کا اس پر کس قدر ہے تو اس کو اختیار ہے کہ دونوں کے لیے جس قدر چاہے اقرار کرے اور اگر بکر نے گواہ قائم کیے کہ میرے اس پر ہزار درم ہیں تو اس سے عمرو کو ہزار درم کا استحقاق ثابت نہ ہوگا اور مقر کو اختیار ہے جس قدر چاہے اس کے واسطے اقرار کرے نوادر بن سماعہ میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر زید نے کہا کہ عمرو کے مجھ پر ہزار درم ہیں جیسے کہ بکر کا مجھ پر دینار ہے تو عمرو کے اس پر ہزار درم ہوں گے اور بکر کا اس پر ایک دینار ہوگا اور اگر اس قدر کہہ کر کہ عمرو کے مجھ پر ہزار درم ہیں خاموش ہو رہا پھر کہا اور اس بکر کے مجھ پر مثل اس عمرو کے ہیں تو ہر ایک کو دونوں میں سے ہزار درم ملیں گے بشرطیکہ یہ ایک ہی مجلس اور ایک ہی کلام میں واقع ہو یہ محیط میں ہے۔

زید نے عمرو کے غلام کی نسبت اقرار کیا کہ یہ بکر کا ہے اور عمرو نے انکار کیا پھر زید نے کہا کہ اگر میں اس کو خریدوں تو یہ آزاد ہے پھر اس کو خریدا تو وہ بکر کو دلایا جائے گا اور عتق باطل ہوگا اور اگر اقرار کیا کہ یہ بکر کا ہے پھر اقرار کیا کہ یہ آزاد ہے پھر اس کو خریدا تو بکر کو ملے گا اور اگر پہلے اقرار کیا کہ یہ آزاد ہے پھر کہا کہ یہ بکر کا ہے پھر اس کو خریدا تو وہ آزاد ہے۔اور اگر پہلے بکر کے واسطے اقرار کیا پھر کہا کہ یہ خالد کا ہے پھر اس کو خریدا تو پہلے کو یعنی بکر کو ملے گا اور اگر دونوں اقراروں کے بعد شعیب نے اس کو اس غلام کے خریدنے کا وکیل کیا اور اس نے خریدا تو موکل کو دیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ منتقی میں بروایت بشر بن الولید کے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ

سے مروی ہے کہ زید نے کہا کہ عمرو کے میرے پاس ہزار درم ودیعت کے ہیں پھر کہا کہ میرے اقرار سے پہلے ضائع ہو گئے تو اس کی تصدیق نہ ہوگی اور وہ ضامن ہوگا اور اگر کہا کہ میرے پاس ودیعت تھے پھر ضائع ہو گئے تو اسی کا قول قبول ہوگا اور اگر کہا کہ زید کے میرے پاس ہزار درم ودیعت کے ہیں کہ ضائع ہو گئے اور یہ کلام ملا کر بیان کیا تو استحساناً اس کی تصدیق ہوگی اسی طرح اگر یہ فقرہ ملایا کہ کل کے روز وہ ضائع ہو گئے تو بھی استحساناً تصدیق ہوگی یہ محیط میں ہے۔

اگر اقرار کیا کہ زید کا مجھ پر ایک ہروی کپڑا ہے تو جو ہروی کپڑا لائے گا اس میں اس کی تصدیق کی جائے گی مگر پہلے قسم کھا لے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے اور امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک چاہئے کہ اس اقرار سے اوسط درجہ کا کپڑا اقرار دیا جائے اور اصح یہ ہے کہ یہ بالا جماع سب کا قول ہے۔ اسی طرح اگر کہا کہ زید کا مجھ پر ایک کپڑا ہے اور اس کی جنس بیان نہ کی تو جو کپڑا لائے گا اس میں اس کی تصدیق کی جائے گی پہنا ہوا اور نیا اس صورت میں یکساں[1] ہے اور اس کا پیچھا نہ چھوٹے گا جب تک کہ وہ کوئی کپڑا نہ دے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر کسی شخص نے اقرار کیا کہ زید کا مجھ پر ایک دار یا زمین یا نخل یا بستان ہے تو یہ غصب کا اقرار ہے پس مال عین یعنی بعینہ اسی مال کی واپسی کا حکم دیا جائے گا اگر بعینہ موجود ہو اور اگر اس کے واپس کرنے سے عاجز ہوا تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور دوسرے قول امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کے موافق قیمت کا ضامن نہ ہوگا اور اوّل قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے موافق و امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک قیمت کا ضامن ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر اقرار کیا کہ مجھ پر فلاں شخص کا غلام ہے اور فلاں شخص نے ایسا دعویٰ کیا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اس پر درمیانی غلام یا درمیانی غلام کی قیمت واجب ہوگی اور امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ غلام اور اس کی قیمت کے باب میں اسی کا قول قبول ہوگا اسی طرح اگر اقرار کیا کہ فلاں شخص کا مجھ پر ایک اونٹ یا گائے یا بکری ہے تو بھی ایسا ہی اختلاف ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ مجھ پر غلام قرض ہے تو اس پر غلام کی قیمت واجب ہوگی اور قیمت کے بارہ میں قسم سے اسی کا قول قبول ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر اپنے اوپر ایک چوپایہ ہونے کا اقرار کیا تو جس چوپایہ کو وہ چاہے اس کی قیمت اس پر واجب ہوگی اور اگر ایک چوپایہ لایا اور کہا کہ یہ ہے تو اس کا قول قبول ہوگا بشرطیکہ گھوڑا یا بیل یا گدھا یا اونٹ لائے اور ان کے سوائے میں اس کا قول قبول نہ ہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ کتاب العلل میں ہے کہا کہ لفلان علی درہم فلوس تو اس پر مساوی ایک درم کے فلوس واجب ہوں گے اسی طرح اگر کہا کہ لفلاں علی دینار دراہم تو اس پر مساوی ایک دینار کے دراہم واجب ہوں گے اور اگر کہا لفلان علی بدرہم فلوس تو یہ بیع ہے گویا اس نے کہا کہ میں نے اس کے ہاتھ فلوس بعوض درم کے فروخت کیے اور فلوس کی مقدار بیان کرنا اسی پر ہوگی اور منتقی میں ہے کہ اگر کہا لفلان علی درہم دقیق تو اس پر ایک درم کے مساوی آٹا واجب ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر کسی شخص کے واسطے کسی دار یا زمین یا ملک یا شراء میں حق ہونے کا اقرار کیا تو اس کو بیان کرنا چاہئے کہ کس قدر ہے اور اگر مقرلہ نے اس سے زیادہ کا دعویٰ کیا تو زیادتی پر اس سے قسم لی جائے گی اور اگر اس نے بیان مقدار سے انکار کیا تو قاضی خود اس سے دریافت کرتا جائے گا کہ کیا آدھا ہے یا تہائی ہے یا چوتھائی ہے یہاں تک کہ ایسی مقدار تک نوبت پہنچے کہ عرف میں اس سے کم کی ملکیت نہیں ہوا کرتی ہے پس اس قدر اس پر خواہ مخواہ لازم ہوگا پھر زیادتی پر اس سے قسم لی جائے گی اور اگر یوں کہا کہ اس شخص کا حق اس میں یہ شہتیر یا دروازہ جڑا ہوا یا بناء بدون زمین کے یا حق زراعت یا اجارہ پر رہنے کا ہے تو اس کے قول کی تصدیق نہ کی جائے گی لیکن اگر یہ بیان اقرار سے ملا کر کہا ہو تو تصدیق کی جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

---

[1] کیونکہ اس نے مطلق کپڑے کا اقرار کیا ہے ۱۲

اگر کہا کہ فلاں شخص کا مجھ پر قرضہ ہے اور بیان کرنے سے انکار کیا تو قاضی اس سے تعداد درجہ بدرجہ دریافت کرتا جائے گا یہاں تک کہ عرف کے موافق اقل مرتبہ کہ جس سے کم پر قرضہ کا اطلاق نہیں ہوتا ہے پہنچے پس اگر اس قدر کا اقرار کیا تو خیر ورنہ اس قدر خواہ مخواہ اس پر لازم ہوگا اور زیادتی پر اس سے قسم لی جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کہا کہ یہ غلام فلاں شخص کا ہے میں نے اس سے خریدا ہے اور ملا کر بیان کیا اور خرید کے گواہ پیش کیے تو استحساناً مقبول ہوں گے اور اگر سکوت کے بعد کہا کہ میں نے قبل اقرار کے اس سے خریدا ہے یا اس نے مجھے ہبہ کیا ہے یا صدقہ دیا ہے تو اس امر پر اس کے گواہ مقبول نہ ہوں گے یہ مبسوط میں ہے۔

منتقی میں ہے کہ بشر رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ سے روایت کی کہ اگر اقرار کیا کہ میرے بھائی کے مجھ پر ہزار درم ہیں اور اس کا نام نہ بیان کیا تو یہ باطل ہے اور اگر نام لیا اور اس کا کوئی بھائی اس نام کا ہے تو اس پر یہ لازم آئے گا اور اگر کہا کہ میرے بیٹے کے اور اس کا نام نہ لیا اور اس کا بیٹا معروف ہے مگر اس نے کہا کہ میرا ایک دوسرا بیٹا ہے میں نے اسی کو مراد لیا تھا تو اسی کا قول قبول ہوگا اور اگر کسی بیٹے کا نام لیا ہے تو اس کو دوسرے کی طرف معروف کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر اس قبیل کے امور میں دو نام عمرو وعمرو و سالم و سالم متفق ہو جائیں تو اقرار قرضہ باطل ہوگا اور طلاق وعتاق واقع ہو جائے گی اور اس کو بیان کرنا چاہئے کہ ان متفقین میں سے کون مراد ہے یہ محیط میں ہے۔

الاصل یعنی قاعدہ یہ ہے کہ اگر اس نے کوئی مقدار بیان کر کے دو صنفوں مال کی طرف نسبت کیا تو دونوں میں سے ہر ایک کی نصف لی جائے گی کیونکہ اس نے مقدار کو دونوں کی طرف برابر نسبت کیا ہے پس برابر تقسیم ہوگی چنانچہ اگر دو شخصوں کی طرف نسبت کرے تو دونوں میں برابر تقسیم ہوتی ہے اور اضافت میں مساوات ہونا تقسیم میں بھی مساوات چاہتا ہے۔ اگر کہا کہ مجھ پر دس کپڑے ہروی و مروی ہیں تو ہر ایک میں سے نصف نصف واجب ہوں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کہا کہ مجھ پر دو سو مثقال سونا و چاندی ہے تو ہر ایک میں سے سو مثقال واجب ہوگی اور مقر لہ چاندی کو زیادہ نہیں کر سکتا ہے اور جید وردی ہونے میں مقر کا قول قبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر کہا کہ زید کے مجھ پر ہزار درم قرض وودیعت ہیں تو وہ آدھے درم قرض کا ضامن ہے اور آدھے درم ودیعت ہوں گے۔ اسی طرح اگر کہا کہ میری طرف زید کے ہزار درم مضاربت وقرض کے ہیں تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اپنے اقرار سے ملا کر یوں بیان کیا کہ اس میں سے تین سو درم قرض اور سات سو درم مضاربت کے ہیں تو اسی کا قول قبول ہوگا اور اگر جدا کر کے بیان کیا تو دونوں میں سے آدھے آدھے رکھے جائیں گے کذا فی الحاوی اگر اقرار کیا کہ زید کے میرے پاس ہزار درم ہبہ وودیعت کے ہیں تو سب ودیعت کے قرار دیے جائیں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر اقرار کیا کہ زید نے مجھے تین کپڑے زطی و یہودی ودیعت دیے تھے تو اس پر ایک زطی اور ایک یہودی لازم ہوگا اور تیسرے کپڑے کا بیان اسی پر ہے خواہ زطی بیان کرے یا یہودی مگر قسم سے بیان معتبر ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ مجھ پر ایک قفیز گیہوں و جو کی ہے الا ایک ربع تو اس پر تین چوتھائی قفیز واجب ہوگی ہر ایک میں سے نصف نصف یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کہا کہ مجھ پر ایک کر گیہوں و جو و سمسم یعنی تل کا ہے تو ہر ایک صنف میں سے ایک تہائی کر واجب ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ مجھ پر نصف درم و دینار و ثوب ہے تو اس پر ہر ایک کا نصف لازم آئے گا اسی طرح اگر کہا کہ مجھ پر نصف کر گیہوں و کر جو و کر چھوہارے کا ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کہا کہ مجھ پر نصف اس غلام و اس باندی کا ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر یوں کہا مجھ پر اس کر کا نصف گیہوں و کر شعیر ہے تو اس پر شعیر یعنی جو کا پورا کر واجب ہوگا اسی طرح اگر کہا کہ میں نے فلاں شخص سے نصف اس کا غلام اور یہ باندی غصب کر لی تو بھی باندی کامل واجب ہوگی اسی طرح اگر نصف درم اور یہ دینار کہا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

جامع صغیر میں ہے کہ ایک شخص مر گیا اور ایک غلام چھوڑا پس غلام نے وارث سے کہا کہ تیرے باپ نے مجھے آزاد کر دیا ہے اور زید نے کہا کہ میرے تیرے باپ پر ہزار درم قرضہ ہیں پس وارث نے دونوں سے کہا کہ تم دونوں نے سچ کہا تو امام اعظمؒ کے نزدیک قرضہ مقدم ہوگا اور غلام اپنی قیمت کے واسطے سعی کرے گا اور صاحبینؒ نے کہا کہ غلام پر سعایت واجب نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔

امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک شخص کا ایک غلام ہے اور دوسرے کی ایک باندی ہے پس دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کے حق میں شہادت دی کہ اس نے اپنے مملوک کو آزاد کیا ہے اور دوسرے نے اس کے قول کی تکذیب کی پھر ہر ایک نے اپنے مملوک کے عوض دوسرے کا مملوک خریدا تو خرید جائز ہے اور ہر ایک کی طرف سے اس کی خریدی ہوئی بیع آزاد ہو جائے گی خواہ قبضہ کرے یا نہ کرے اور ہر ایک دوسرے کو اپنی خریدی ہوئی چیز کی قیمت کی ضمان دے گا پس اگر دونوں کی قیمت برابر ہو تو بدلا ہو جائے گا کوئی بھی دوسرے سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر دونوں میں سے کسی کی قیمت زیادہ ہو تو اس کا مالک دوسرے سے بقدر زیادتی لے لے گا اسی طرح اگر ہر ایک نے دوسرے پر یہ گواہی دی کہ اس نے اپنے مملوک کو مدبر کر دیا ہے پھر بیع واقع ہوئی تو ہر ایک مملوک کا آزاد ہونا بائع کے مرنے پر ہوگا اب مشتری کے مرنے سے متعلق نہ ہوگا اور ولاء موقوف رہے گی اور اگر ہر ایک نے دوسرے کے مملوک کی نسبت گواہی دی کہ یہ خالد کا ہے اور یہ شخص معروف ہے اور دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کی تکذیب کی پھر ایک نے اپنے مملوک کے عوض دوسرے کا مملوک خریدا تو بیع جائز ہے اور ہر ایک نے جو مبیع خریدی ہے وہ مقرلہ یعنی خالد کو مثلاً دے دے اور یہ اس وقت ہوگا کہ خالد نے دونوں کی تصدیق کی ہو اور اگر تکذیب کی تو خالد کو دے دینے کے لیے کسی کو حکم نہ کیا جائے گا اور نہ ہر ایک دوسرے کو اپنی شے خریدہ کی ضمان قیمت دے گا اور نہ بائع دوسرے سے اپنی مبیع کی قیمت لے سکتا ہے اور اگر زید نے عمرو پر گواہی دی کہ اس نے اپنے مملوک کو مدبر کر دیا ہے اور عمرو نے زید پر گواہی دی کہ اس کی مقبوضہ چیز بکر کی ہے اور اگر بکر اس کا مدعی ہے اور ہر ایک نے دوسرے کی تکذیب کی پھر دونوں نے اپنے اپنے مملوک کے عوض باہم خرید کر لی تو خالد اپنے مقربہ کو اس کے مشتری سے لے لے گا اور جس نے کہ مدبر ہونے کا اقرار کیا تھا اس کی خرید کردہ باندہ مثلاً مدبر ہو جائے گی اور ولاء اس کی موقوف رہے گی اور بیع جائز ہوگی۔ اور کوئی دوسرے سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر ہر ایک نے دوسرے کی نسبت یہ گواہی دی کہ اس نے اپنے مملوک کو مکاتب کر دیا ہے پھر دونوں نے باہم بیع کر لی اور دونوں نے قاضی کے پاس مرافعہ کیا پس اگر دونوں مملوکوں نے مکاتب سے انکار کیا تو دونوں محض مملوک رقیق رہ گئے اور مطلقاً بیع جائز ہونے کا حکم کیا جائے گا اور اگر دونوں نے کتابت کا دعویٰ کیا تو قاضی دونوں سے کتابت واقع ہونے کے گواہ طلب کرے گا پس اگر ہر ایک نے گواہ پیش کیے تو کتابت کا حکم ہو جائے گا اور بیع فسخ ہو جائے گی اور اگر دونوں کے پاس گواہ نہ ہوں تو ہر ایک بائع سے اس کی بیع کی نسبت قسم لی جائے گی کہ واللہ میں نے اس کو مکاتب نہیں کیا تھا پس اگر دونوں نے قسم کھالی تو بیع جائز ہوگی اور ہر ایک اپنے اپنے مشتری کا غلام ہوگا اور اگر دونوں نے قسم سے نکول کیا تو ہر ایک کے مکاتب ہونے کا حکم کیا جائے گا بیع فسخ ہو جائے گی اور اگر دونوں شخصوں میں سے ایک نے دوسرے پر اس کے مملوک کے مدبر کرنے کی گواہی دی اور دوسرے نے دوسرے کے مکاتب کرنے کی گواہی دی پھر باہم بیع کر لی پس جس نے مدبر کرنے کی گواہی دی تھی اس کا خرید کردہ اس کے مال سے مدبر ہوگا اور اس کے بائع کے مرنے پر آزاد ہو جائے گا کیونکہ اس نے اقرار کیا تھا اور اس کی ولاء موقوف[1] رہے گی اور جس نے مکاتب کر دینے کی گواہی دی اس کا خرید کردہ فسخ کتابت کے بعد مملوک ہوگا اگر مملوک کے پاس گواہ نہ ہوں تو اس کے بائع سے قسم لی جائے گی کہ میں نے بیع سے پہلے اس کو مکاتب نہیں کیا تھا اور دونوں شخصوں میں سے کوئی دوسرے سے کچھ واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر بائع نے قسم کھانے سے انکار کیا تو غلام اس کے بائع کو واپس کر دیا جائے گا اور بیع فسخ کر دی جائے گی یہ تحریر شرح جامع کبیر میں ہے۔

[1] موقوف رہنے کے یہ معنی ہیں کہ اگر منکر نے پھر تصدیق مقر کی طرف عود کیا تو اس کی تصدیق ہوگی پس اس کے موافق ولاء اس وقت تک کہ اس کے عود کرنے سے پاس ہو جائے موقوف رہے گی ۱۲ منہ

کتاب الصلح

اس میں اکیس ابواب ہیں

باب اول ☆

صلح کی تفسیر شرعی اور اس کے رکن و حکم و شرائط و انواع کے بیان میں

قال المترجم مصالح صلح کرنے والا مصالح عنہ جس چیز سے صلح کی ہے یعنی مثلاً مدعی نے دعویٰ زمین یا ہزار درم کا کیا اور اس سے ہزار درم دے کر صلح کی تو صلح کرنے والا مصالح ہے اور زمین یا ہزار درم مصالح عنہ اور ہزار درم جو صلح میں دیئے وہ بدل الصلح ہے اس کو مصالح علیہ بھی کہتے ہیں مگر اختلاف اعتبار ہے۔ صلح کی تفسیر شرعی یہ ہے کہ صلح ایسا عقد ہے کہ جو باہمی رضامندی کے ساتھ جھگڑا دور کرنے کے واسطے موضوع ہوا ہے کذافی النہایہ اور رکن صلح کا پس ایجاب تو مطلقاً چاہئے اور قبول ان چیزوں میں جو معین کرنے سے متعین ہوتی ہیں واجب ہے یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے۔ پس اگر دعویٰ ایسی چیز میں واقع ہوا جو معین کرنے سے متعین ہو سکتی ہے پس مدعا علیہ نے مدعی سے کہا (صلح کن ازیں مدعی بامن بدرہم کہ بتومیدہم) یعنی اس دعویٰ سے میرے ساتھ ایک درم پر صلح کر لے جو میں تجھے دیتا ہوں پس مدعی نے کہا کہ میں نے کیا تو صلح تمام نہ ہو گی تاوقتیکہ طالب صلح یہ نہ کہے کہ میں نے قبول کی اسی طرح اگر دعویٰ ایسی چیز میں واقع ہوا جو معین کرنے سے متعین نہیں ہوتی ہے جیسے درم و دینار اور طالب نے دوسری جنس پر صلح طلب کی تو بھی یوں ہی ہونا ضرور ہے لیکن اگر درم و دینار میں دعویٰ واقع ہوا اور صلح بھی اسی جنس پر طلب کی تو صرف مدعی کے اس قدر کہنے سے کہ میں نے صلح کی صلح تمام ہو جائے گی۔ مدعا علیہ کے قبول کی حاجت نہ ہو گی کیونکہ یہ کسی قدر حق کے ساقط کرنے کے واسطے ہے اور ساقط کرنا فقط ساقط کرنے والے سے تمام ہو جاتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

جس چیز سے صلح کا ثبوت پیش کیا جائے اس میں بھی ملک متحقق ہو سکتی ہے ☆

ایجاب و قبول یہ ہے کہ مدعا علیہ کہے کہ میں نے تجھ سے اس بات سے اتنے پر صلح کی یا تیرے اس دعوے سے اتنے پر صلح کی و دوسرے نے کہا کہ میں نے قبول کیا یا میں راضی ہوا یا اور ایسے ہی الفاظ جو قبول و رضا پر دلالت کرتے ہیں کذافی البدائع۔ ایک شخص نے دوسرے پر کسی شے کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے کہا کہ بر چندیں فضل کردم اور مدعی نے کہا کہ کردو تو اس مبلغ پر صلح کرنے والا ہو گا یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے

حکم صلح کا یہ ہے کہ بدل میں ملک ثابت ہو جاتی ہے اور جس چیز سے صلح کی گئی ہے اس میں بھی ملک ثابت ہوتی ہے بشرطیکہ وہ محتمل ہو مثل مال کے یا اس سے بریت ہو جاتی ہے اگر محتمل ملک نہ ہو جیسے قصاص وغیرہ اور یہ حکم اس وقت ہے کہ صلح اقرار پر ہو یعنی مدعا علیہ مقر ہو کر صلح کرے اور اگر اس نے باوجود انکار کے صلح کر لی تو مدعی کے واسطے بدل صلح میں ملک ثابت ہوتی ہے اور مدعا علیہ دعویٰ سے بری ہوتا ہے خواہ جس امر سے صلح کی گئی وہ مال ہو یا نہ ہو یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور شرائط چند قسم کے ہیں از انجملہ یہ ہے کہ

صلح کرنے والا عاقل ہو پس صلح مجنون اور طفل لایعقل[1] کی صحیح نہیں کذا فی البدائع اور جو شخص نشہ میں ہو اس کی صلح جائز ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ از انجملہ یہ ہے کہ جو شخص نابالغ کی طرف سے صلح کرنے والا ہے وہ اس صلح سے اس کو کھلا ہوا ضرر نہ پہنچائے مثلاً ایک شخص نے ایک نابالغ پر قرضہ کا دعویٰ کیا پس نابالغ کے باپ نے نابالغ کے مال سے صلح کی پس اگر مدعی کے واسطے اگواہ دعویٰ موجود ہوں اور جس قدر مال صلح میں باپ نے دیا وہ اس کے حق کے برابر یا اس قدر زیادہ ہو کہ لوگ اتنی زیادتی برداشت کرلیا کرتے ہیں تو صلح جائز ہے اور اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں تو صلح جائز نہیں ہے اور اگر باپ نے اپنا مال ذاتی دے کر صلح کرادی تو جائز ہے از انجملہ یہ ہے کہ نابالغ کی طرف سے صلح کرنے والا ایسا شخص ہو جس کو نابالغ کے مال میں تصرف کا اختیار ہے جیسے باپ یا دادا یا وصی از انجملہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک مرتد نہ ہو اور صاحبین رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک مرتد کی صلح نافذ ہے اور پھر اختلاف اس بنا پر ہے کہ مرتد کے تصرفات امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک موقوف رہتے ہیں اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک نافذ ہوتے ہیں اور مرتدہ عورت کی صلح بلا خلاف جائز ہے یہ بدائع میں ہے۔ اور بلوغ اور آزادی شرط نہیں ہے پس ایسے لڑکے کی صلح جس کو اجازت تصرف ہے صحیح ہے بشرطیکہ اس میں نفع ہو اور ضرر سے خالی ہو اور غلام ماذون سے بھی صحیح ہے بشرطیکہ اس میں اس کی مصلحت ہو لیکن بعض حق کے کم کرنے پر صلح کرنے کا اختیار نہیں رکھتا ہے جس وقت کہ اس کے پاس اپنے حق کے گواہ موجود ہوں۔ اور مدت مقرر کردینے کا مطلقاً اختیار رکھتا ہے اور عیب کی وجہ سے کسی قدر ثمن کم کردینے کا بھی مختار ہے اور مکاتب سے بھی صلح کرنا یعنی مکاتب صلح کرے تو جائز ہے یہ غرر میں ہے۔ از انجملہ یہ ہے کہ جس چیز پر صلح ٹھہری ہے وہ مال معلوم ہو اگر اس کے قبضہ کی احتیاج ہو اور اگر اس کے قبضہ کی احتیاج نہ ہو تو شرط یہ ہے کہ وہ مال ہو خواہ معلوم ہو یا مجہول ہو یہ محیط میں ہے۔

اگر کسی مال عین پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے مثل دار یا ز میں یا غلام وغیرہ نے دعویٰ کیا اور کل یا بعض کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ مقر ہے یا منکر ہے یا ساکت ہے پس اگر صلح کس قدر دراہم غیر معینہ پر واقع ہوئی تو اس کی مقدار بیان کرنا شرط ہے اور کھرے درموں پر اس شہر کے چلن کے مطابق واقع ہوگی اور اگر شہر میں نقود مختلفہ رائج ہوں[2] تو اکثر جو رائج ہو اس پر صلح واقع ہوگی اور اگر بعض درم بعض پر غالب نہ ہوں تو مطلق صلح جائز نہ ہوگی جب تک کہ مقدار کے ساتھ کسی چلن کے درموں کو بیان نہ کرے اور درموں کی صلح فی الحال یا میعادی دونوں طرح جائز ہے اور جس چیز پر صلح واقع ہوئی اس کا مجلس میں جدا ہونے سے پہلے قبضہ کرلینا شرط نہیں ہے۔ اور اگر درم معینہ ہوں تو صلح جائز ہے اور اس میں قدر و وصف کے بیان کی ضرورت نہیں ہے اور عقد صلح ان کے عین کے ساتھ متعلق نہ ہوگا حتیٰ کہ اگر صلح کرنے والے نے ان کو روک لیا اور ان کے عوض ان کے مثل دینے چاہے تو جائز ہے اور اگر دے دینے سے پہلے اس کے پاس تلف ہو گئے یا ان میں استحقاق ثابت کیا گیا تو عقد صلح باطل نہ ہوگا اور ان کے مثل دے دے گا اور اگر تلف ہو جانے کے بعد ان کی مقدار و وصف میں اختلاف کیا تو دونوں باہمی قسم کھالینے کے بعد صلح کو رد کرلیں گے اور اسی طرح اگر دیناروں پر صلح واقع ہو تو بھی سب صورتوں میں یہی حکم ہے اور اگر اس کے دعویٰ سے کسی کیلی مثل گیہوں و جو کے یا وزنی مثل لوہے و تانبے کے صلح ٹھہرائی پس اگر وہ معین ہے اور عقد کو اس کی طرف نسبت کیا خواہ غائب ہے یا سامنے موجود ہے لیکن مدعا علیہ کی ملک میں ہے تو صلح صحیح ہے اور یہ صلح اس قدر پر واقع ہوگی جس قدر اس نے کیلی و وزنی کا نام لیا ہے اور اگر اسکی طرف اشارہ کردیا اور کیل و وزن بیان نہ کیا تو جائز ہے اور وہی عقد میں متعین ہوگا اور اگر گیہوں میں مدت مقرر کی پس اگر گیہوں معین ہیں تو باطل ہے صحیح نہیں ہے ایسا ہی شیخ الاسلام خواہرزادہ نے نقل کیا ہے اور اگر گیہوں وصف بیان کرکے اپنے ذمہ رکھے ہیں تو اس میں قدر و وصف کا بیان کرنا شرط ہے اور مدت کا بیان کرنا شرط نہیں ہے

[1] جس کو اپنے نیک و بد کی کچھ تمیز نہ ہو ١٢ [2] یعنی کئی قسم کے سکے چلتے ہوں تو ١٢

ایسا ہی شیخ الاسلام خواہرزادہ نے ذکر کیا ہے اور اگر مدت بیان کر دی تو جائز ہے اور مدت ثابت ہو جائے گی اور اگر کپڑوں پر صلح ٹھہرائی پس اگر کپڑے معین ہوں تو صلح جائز ہے اور اس میں فقط اشارہ کر دینا شرط ہے اور کپڑے غیر معین ہیں تو جب تک بیع سلم کی پوری شرطیں ذکر نہ کرے صلح جائز نہ ہوگی۔ اور اگر دعویٰ مدعی سے کسی حیوان پر یا ایسی چیز پر جس میں بسبب جہالت کے بیع سلم جائز نہیں ہوتی ہے صلح قرار دی تو جب تک وہ معین نہ کرے صلح جائز نہ ہوگی یہ شرح طحاوی میں ہے۔ از انجملہ یہ ہے کہ جس پر صلح ٹھہرائی ہے وہ مال متقوم یعنی قیمت دار ہو پس مسلمان کی طرف سے شراب یا سور پر صلح کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح ایک مٹکے سرکہ پر صلح ٹھہرائی پھر دیکھا تو وہ شراب تھی تو بھی جائز نہیں ہے۔ از انجملہ یہ ہے کہ وہ مال صلح کرنے والے کی ملک ہو حتیٰ کہ اگر کسی قدر مال پر صلح کی پھر وہ مال مدعی کے ہاتھ سے استحقاق ثابت کر کے لے لیا گیا تو صلح صحیح نہ ہوئی یہ بدائع میں ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ جس امر سے صلح ٹھہرائی ہے وہ ایسا ہے کہ اس کا عوض لینا مال یا غیر مال سے جائز ہو جیسے قصاص خواہ معلوم ہو یا مجہول ہو یہ محیط میں ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ جس امر سے صلح ٹھہرائی ہے وہ بندہ کا حق ہو حق اللہ تعالیٰ نہ ہو خواہ مال عین یا دین یا سوائے ان دونوں کے کوئی حق ہو پس اگر حد زنا یا سرقہ یا شراب خواری سے صلح کی اس طور سے کہ ایسے شخص کو کسی نے پکڑا اس نے اس امر پر صلح ٹھہرائی کہ مجھ سے اس قدر مال پر صلح کر لے اور مجھے حاکم کے پاس نہ لے جا تو یہ صلح باطل ہے یہ بدائع میں ہے۔ اگر ایک چور نے کسی کے گھر سے مال چوری کا باہر کر دیا پھر اپنے گھر میں سے اس نے چور کو پکڑا پس چور نے کسی قدر مال معلوم پر صلح کر لی یہاں تک کہ اس نے ہاتھ روک لیا تو چور پر مال واجب نہ ہوگا اور وہ خصومت سے بری ہو جائے گا جب کہ اس نے چوری کا مال اس کے مالک کے حوالہ کر دیا اور اگر یہ صلح قاضی کے پاس مرافعہ کرنے کے بعد واقع ہوئی پس اگر[1] لفظ عفو کے ساتھ صلح کی تو بالاتفاق صلح صحیح نہیں ہے اور اگر لفظ ہبہ یا براءت کے ساتھ واقع ہوئی تو ہمارے نزدیک ہاتھ کاٹنا ساقط ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر وہ چیز جس کی وجہ سے صلح کی ہے ایسی ہو کہ اس کا عوض لینا جائز نہیں ہوتا ہے جیسے حق شفعہ وحد قذف اور کفالت بالنفس تو اس سے صلح کرنی جائز نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر حد قذف سے قاضی کے پاس پیش ہونے سے پہلے صلح کر لی تو بدل صلح واجب نہ ہوگا اور حد ساقط نہ ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر کسی گواہ سے جو اس پر گواہی دینا چاہتا ہے مال دے کر صلح کر لی کہ مجھ پر گواہی نہ دے تو یہ باطل ہے کیونکہ حقوق اللہ تعالیٰ سے صلح کر لینا باطل ہے اور جو گواہ نے لیا ہے اس کو پھیر دینا واجب ہے اور تعزیر سے صلح جائز ہے یہ بدائع میں ہے اور جس امر پر بعد اختلاف کے ائمہ خوارزم کا فتویٰ قرار پایا ہے وہ یہ ہے کہ ایسے دعویٰ فاسد سے جس کی تصحیح ممکن نہیں ہے صلح کر لینا صحیح نہیں ہے اور جس دعویٰ فاسد کی تصحیح ممکن ہے مثلاً کسی حد کا حدود[2] میں سے ذکر کرنا چھوڑ دیا ایک حد کو غلط بیان کیا تو اس سے صلح کرنا جائز ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔

صلح کے انواع بحسب مدعا علیہ کے تین ہیں کذا فی النہایۃ ایک صلح باقرار مدعا علیہ دوسری صلح بسکوت یعنی مدعا علیہ نہ اقرار کرے اور نہ انکار کرے اور تیسری صلح مع انکار یعنی مدعا علیہ دعویٰ مدعی سے انکار کرے اور پھر بھی صلح کر لے اور یہ سب جائز ہیں۔ پس اگر صلح باوجود اقرار مدعا علیہ کے واقع ہوئی تو اس میں وہی چیزیں معتبر ہوں گی جو بیع میں معتبر ہوتی ہیں اگر صلح دعویٰ مال سے بعوض مال کے واقع ہوئی پس اس میں شفعہ جاری ہوگا اگر دعویٰ عقار میں واقع ہوا ہے اور اس سے صلح ہوئی ہے اور عیب کی وجہ سے واپس ہوگا اور خیار رویت اور شرط ثابت ہوگا اور بدل کے مجہول ہونے سے صلح فاسد ہوگی اور مصالح عنہ کی جہالت سے صلح فاسد نہ ہوگی اور بدل کے سپرد کرنے پر قادر ہونا شرط ہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر مصالح عنہ اور بدل الصلح دونوں نقد ہوں تو جو بیع صرف میں معتبر ہے وہی ان کی

[1] اپنے حق سے درگذر کرنا اور بخش دینا ۱۲ [2] قولہ حد یعنی کسی گھر یا زمین کے دعوے میں کوئی حد بیان کرنی چھوڑ دی یا غلط بیان کی ۱۲

صلح میں معتبر ہوگا حتیٰ کہ اگر جس پر صلح قرار پائی ہے اس کو مجلس صلح میں اپنے قبضہ میں نہ لیا تو صلح باطل ہوگی یہ تہذیب میں ہے اور اگر مال سے بعوض منافع کے صلح واقع ہوئی تو شروط اجازت معتبر ہوں گے پس اس میں مدت مقرر کرنا شرط ہوگی اور مدت کے اندر کسی ایک کے مرنے سے صلح باطل ہو جائے گی کذافی الہدایہ۔ حتیٰ کہ اگر کسی بیت معین میں کسی مدت معلوم تک رہنے پر صلح کی تو جائز ہے اور اگر مدت کے واسطے ابدا یعنی ہمیشہ کو کہا یا یہ کہا کہ مرتے دم تک رہوں گا تو یہ جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر دعویٰ بھی منفعت کا ہو اور صلح بھی منفعت پر ہو پس اگر دونوں منفعتیں دو جنس مختلف کی ہوں مثلاً کسی گھر کے سکونت کے دعویٰ سے کسی غلام کی خدمت لینے پر صلح کر لی تو بالاجماع جائز ہے اور اگر دونوں جنس واحد کی ہوں تو ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے یہ بدائع میں ہے۔ اور جو صلح سکوت یا انکار سے ہوتی ہے وہ حق مدعا علیہ میں قسم کا فدیہ اور قطع خصومت کے واسطے ہے اور مدعی کے حق میں معاوضہ کے معنی میں ہوتی ہے کذافی الہدایہ۔ اور صلح کے اقسام باعتبار مصالح علیہ اور مصالح عنہ کے چار ہیں کیونکہ یا تو مصالح عنہ اور مصالح علیہ دونوں معلوم ہوں گے مثلاً زید کے مقبوضہ دار میں عمرو نے حق معلوم کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے مال معلوم پر صلح کر لی اور یہ صلح جائز ہے یا مصالح عنہ اور مصالح علیہ دونوں مجہول ہوں گے اور اس میں دو صورتیں ہیں یا تو اس میں دینے و لینے کی حاجت نہ ہوگی مثلاً زید نے عمرو کے مقبوضہ دار پر کسی حق مجہول کا دعویٰ کیا اور عمرو نے بھی زید کی مقبوضہ زمین پر کسی حق مجہول کا دعویٰ کیا اور دونوں نے حق کو بیان نہ کیا پھر دونوں نے باہم اس شرط پر صلح کر لی کہ ہر ایک اپنا دعویٰ چھوڑ دے تو یہ جائز ہے اور اگر دینے و لینے کی ضرورت ہو مثلاً یوں صلح کی کہ ایک اپنے پاس سے کسی قدر مال دے اور اس کو بیان نہ کیا اس شرط پر دے کہ دوسرا اپنا دعویٰ چھوڑ دے یا دوسرا اس کے دعویٰ کے موافق دے دے تو یہ جائز نہیں ہے۔ یا مصالح عنہ مجہول اور مصالح علیہ معلوم ہو اور اس کی بھی دو صورتیں ہیں اگر مصالح عنہ کے سپرد کرنے کی ضرورت ہو مثلاً زید کے مقبوضہ دار میں اپنے حق مجہول کا دعویٰ کیا اور دونوں نے اسی طرح صلح کر لی کہ مدعی کسی قدر مال معلوم مدعا علیہ کو دے تاکہ مدعا علیہ مدعی کو اس کے دعوے کے موافق حق اس کو سپرد کر دے تو یہ جائز نہیں ہے اور اگر مصالح عنہ کے سپرد کرنے کی ضرورت نہ ہو مثلاً اسی صورت میں مدعا علیہ نے کسی قدر مال معلوم دے کر اس شرط پر صلح کی کہ مدعی اپنا دعویٰ چھوڑ دے تو یہ جائز ہے۔ یا مصالح عنہ معلوم اور مصالح علیہ مجہول ہو تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں اگر اس میں دینے و لینے کی ضرورت ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر دینے و لینے کی ضرورت نہ ہو تو جائز ہے اور قاعدہ کلیہ اس مقام پر یہ ہے کہ نفس جہالت کی وجہ سے عقد صلح فاسد نہیں ہوتا ہے بلکہ اس سبب سے فاسد ہوتا ہے کہ بسبب جہالت کے لینا و سپرد کرنا ممکن نہیں اس میں جھگڑا پیدا ہوگا پس جن صورتوں میں باوجود جہالت کے دینے لینے کی ضرورت نہیں ہے وہاں جھگڑا پیدا ہونے کی کوئی وجہ نہیں پس جہالت صلح کی صحت مانع نہ ہوگی اور جن صورتوں میں لینے و دینے کی ضرورت ہے بسبب جہالت کے جھگڑا پیدا ہوگا پس صلح جائز نہ ہوگی یہ نہایہ میں ہے اور اگر قرضہ سے صلح کی تو اس کا حکم ثمن کا ہے جیسے بیع میں ثمن ویسے ہی صلح میں بدل صلح ہوگا اور اگر مال عین سے صلح کی تو اس کا حکم مبیع کا ہے پس جو چیز بیع میں ثمن یا مبیع ہو سکتی ہے وہ صلح میں بدل ہوگی ورنہ نہیں ہوگی کذافی المحیط۔

دوسرا باب☆

دین میں صلح کرنے اور اس کے متعلق شرائط مثل مجلس صلح میں بدل پر قبضہ شرط ہونے وغیرہ کے بیان میں

زید کے عمرو پر ہزار درم ہیں اس نے پانچ سو درم پر صلح کر لی تو جائز ہے یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے۔ اور اگر زید کے ہزار درم اسود ہوں اور پانچ سو درم ابیض پر صلح کی تو جائز نہیں ہے بخلاف اس کے اگر ابیض ہوں اور اس سے اودن (۱) اسود پر صلح کر لی تو جائز ہے یہ غایۃ البیان شرح ہدایہ میں ہے اور اگر سو درم اسود ہوں اور ان سے پچاس درم غلہ پر صلح کر لی تو جائز ہے خواہ نقد یا کوئی مدت مقرر کی ہو یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم غلہ کے آتے ہوں ان سے پانچ سو درم بخیہ پر صلح کی اور مجلس صلح میں ادا کر دیے تو امام اعظم و امام محمد تو امام اعظم و امام محمد دوسرے قول امام ابو یوسف میں جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر ہزار درم غلہ کے ہوں ان سے ہزار درم بخیہ پر صلح کر لی اور فی الحال دینے کی شرط کی پس اگر قبل افتراق کے قبضہ کر لیا تو جائز ہے ورنہ اگر قبضہ سے پہلے جدا ہو گئے تو صلح باطل ہو گئی اور اگر مدت مقرر کی تو بھی صلح باطل ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر اپنے ذمہ کے درموں سے دیناروں پر یا اس کے برعکس صلح قرار دی تو بدل پر قبضہ کرنا شرط ہے۔ اگر دیناروں سے جو ذمہ ہیں ان سے کم دیناروں پر صلح کی تو قبضہ شرط نہیں ہے اور اگر ذمہ کے سو درم سے دس درم پر بوعدہ ایک ماہ کے صلح کی تو جائز ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ اگر ہزار درم سیاہ اس پر فی الحال ہوں اور اس نے ہزار درم بخیہ[۱] پر صلح کر لی اور مدت مقرر کی تو جائز نہیں ہے اور اگر اس پر ہزار درم سیاہ میعادی ہوں اور اس نے ہزار درم بخیہ نقد دینے پر صلح کی تو جائز ہے اگر اسی مجلس میں قبضہ کر لیا ہو یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر جید درم ہزار فی الحال ہوں ان سے ہزار درم نبہرہ پر میعاد مقرر کر کے صلح کی تو جائز ہے لیکن اگر اصل مال قرض ہو اور اس سے پانچ سو درم پر مدت مقرر کر کے صلح کی تو مدت صحیح نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر ہزار درم بخیہ میعادی ہوں اس نے ہزار درم سیاہ فی الحال دینے پر صلح کر لی تو جائز نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر اس پر ہزار درم میعادی ہوں اس نے پانچ سو درم نقد دینے پر صلح کی تو جائز نہیں ہے کذا فی الہدایہ۔

اگر زید کے عمرو پر ہزار درم سپید چاندی کے ہیں اس نے پانچ سو درم تبر سیاہ پر میعادی صلح کی تو جائز ہے اور اگر پانچ سو درم مضروب (سکہ دار) بوزن سبعہ پر میعادی صلح کی تو جائز نہیں ہے پس حاصل یہ ہے کہ اگر اس نے حق سے جید[۲] اور کم مقدار پر صلح کی تو نہیں جائز ہے (سکہ دار۱۲) اور اگر حق سے مقدار و جودت میں کم پر صلح کی یا اس کے مثل حق سے جودت اور کم مقدار پر صلح کی تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر ایک شخص کے دوسرے پر سو درم و سو دینار ہیں اس نے پچاس درم و دس دینار پر ایک ماہ کے وعدہ پر صلح کر لی تو جائز ہے اسی طرح اگر پچاس درم پر نقد یا میعادی صلح کی تو بھی جائز ہے اسی طرح اگر پچاس درم چاندی سفید تبر پر نقد یا میعادی صلح کی تو بھی جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔

شیخ الاسلام نے فرمایا کہ تاویل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ جیسا حق اس پر ہے تبر جودت میں اس کے برابر یا کم ہو تو یہ حکم ہے اور اگر تبر اس سے جید ہو تو جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر اس پر سو درم و دس دینار ہوں ان سے سو درم و دس دینار پر میعادی صلح کی تو جائز نہیں ہے اور اگر دونوں پر صلح کی اور دونوں اس کو دے دیئے تو جائز ہے اور اگر دس درم قبل افتراق کے قبضہ کر لیے اور سو درم باقی

---

[۱] ایک قسم کے کھوٹے دام اونے میں ۱۲ [۲] یعنی خالص جس کو ہمارے عرف میں کھرا او بے میل بولتے ہیں ۱۲ (۱) کھوٹے کم قیمت ۱۲

رہے تو جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم ہیں کہ ان کا وزن نہیں معلوم ہے پس ان سے ایک کپڑے یا عرض معین پر صلح کر لی تو جائز ہے اور اگر کچھ معلوم درموں پر صلح کی تو استحساناً جائز ہے اسی طرح اگر کچھ مدت مقرر کی تو بھی جائز ہے اور بعض سے ابراء اور باقی کے واسطے میعاد قرار دی جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم معلومۃ الوزن ہیں اس نے درم مجہولۃ الوزن ادا کیے تو جائز نہیں ہے اور اگر صلح میں دیے تو جائز ہے اور اسی پر عمل کیا جائے گا کہ یہ حق سے کم ہیں یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم ہیں اس نے سو درم پر ایک مہینے کے وعدہ پر اور دو سو درم پر ایک مہینہ تک نہ دے صلح قرار دی تو جائز نہیں ہے یہ وجیز کردری میں ہے ایک شخص پر کسی قدر دینار کا دعویٰ کیا اس نے انکار کیا پس باہم دونوں نے کچھ دیناروں معلومہ پر کہ بعض اس کے نقدی اور بعض میعادی ٹھہرے ہیں صلح کر لی تو صحیح ہے یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔ اگر کسی نے دوسرے پر ہزار درم کا دعویٰ کیا اس نے اپنے ذمہ کچھ اناج مقرر کر کے صلح کر لی خواہ اس میں میعادی لگائی یا نہیں لگائی اور قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو صلح باطل ہے اور اگر ذمہ کے درموں سے ایک کُر گیہوں معین پر صلح کر لی اور قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو جائز ہے اور اگر ایک کُر گیہوں سے جو ذمہ ہیں دس درم پر صلح کی پس اگر دس درم پر قبضہ کیا تو جائز ہے اور اگر قبضہ سے پہلے جدا ہو گئے تو باطل ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک کُر گیہوں قرض سے دس درم پر صلح کی پھر پانچ درم پر قبضہ کر کے جدا ہو گئے تو بحساب قبضہ کے آدھے کُر کی صلح باقی رہی اور بحساب باقی کے آدھے کُر کی صلح باطل ہو گئی اور اگر ایک کُر جو معین پر صلح کی اور قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو جائز ہے اور اگر جو غیر معین ہوں اگر جدائی سے پہلے دونوں نے باہمی قبضہ کیا تو جائز ہے اور اگر قبضہ سے پہلے جدا ہو گئے تو صلح فاسد ہو گئی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر اس پر ایک کُر گیہوں ہوں پس آدھے کُر گیہوں اور آدھے کُر جو غیر معین پر میعادی صلح کی تو جائز نہیں ہے اور گیہوں اس پر نقدی رہیں گے اور اگر میعاد مقرر نہ کی یا جو بعینہٖ قائم ہوں اور گیہوں غیر معین ہوں تو جائز ہے اسی طرح اگر جو غیر معین ہوں اور اسی مجلس میں قبضہ کر لیا تو بھی جائز ہے۔ اسی طرح اگر گیہوں میعادی ہوں اور نصف کُر جو نقدی غیر معین ہوں پس اگر جدا ہو گئے اور گیہوں اس کو دے دیے گئے اور جو نہیں دیے گئے تھے تو صلح بقدر حصہ جو کے فاسد ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر کسی کے اوپر دس درم اور دس قفیز گیہوں تھے اس نے گیارہ درم پر صلح کر لی اور قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو صلح بقدر ایک درم کے باطل ہو گئی یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔ اگر دو شخصوں کے ایک شخص پر ایک کُر گیہوں قرض ہوں پس ایک نے اس سے اپنے حصہ سے دس درم پر صلح کر لی تو جائز ہے اور اپنے شریک کو خواہ چوتھائی کر دے دے یا پانچ درم دے دے یہ مبسوط میں ہے۔ دو شخصوں کے ایک شخص پر ہزار درم ہیں پس اگر دین ایک ہی شخص کے عقد سے واجب نہ ہوا ہو بلکہ دونوں مثلاً دین میعادی کے کسی مورث سے وارث ہوئے ہوں پس ایک نے اس سے سو درم پر نقد لے کر صرف اس امر پر صلح کی کہ اپنے باقی حصہ چار سو درم کے واسطے ایک سال تک تاخیر دے تو سو درم جو اس نے وصول کیے ہیں دونوں میں برابر تقسیم ہوں گے اور تاخیر اس کے حصہ یعنی چار سو درم کی باطل ہے یہ قول امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے حتیٰ کہ اگر دوسرے شریک نے کچھ وصول کیا تو اس صلح کرنے والے کو اس میں شرکت کا اختیار ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اس کے حصہ کی تاخیر جائز ہے اور اگر یہ قرضہ دونوں میں سے ایک کے فعل سے واجب ہوا ہے مثلاً یہ دونوں بطور شرکت عنان کے شریک ہوں پس اگر اس شخص نے تاخیر دی جس کے فعل سے دین واجب ہوا ہے تو پورے قرضہ میں مہلت دینا جائز ہے اور اگر اس شخص نے تاخیر دی جس کے فعل سے دین واجب نہیں ہوا ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے حصہ کی بھی تاخیر صحیح نہیں ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک صحیح ہے۔ اور اگر دونوں میں مفاوضہ[1] کی شرکت ہو اور ایک نے مفاوضہ کے قرضہ میں

---

[1] یعنی نصف نصف جس کو ہمارے عرف میں آدھوں آدھ بولتے ہیں ۱۲

میعاد دے دی تو دونوں میں سے کوئی مدت دے سب کے نزدیک بالاتفاق صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کوئی قرضہ دو شریکوں میں مشترک ہو اور ایک شریک اپنے حصہ سے ایک کپڑے پر صلح کر لے تو شریک کو اختیار ہے کہ چاہے اس کپڑے میں آدھا کپڑا اس شرط پر لے لے کہ چوتھائی قرضہ کا شریک ضامن ہو یا چاہے تو قرض دار سے آدھا قرضہ وصول کر لے۔ اور اگر ایک شریک نے اپنا پورا حصہ آدھا حصہ وصول کر لیا تو اس کے شریک کو اختیار ہے کہ اس مقبوضہ میں شریک ہو جائے پھر دونوں مل کر باقی قرضہ کو قرض دار سے وصول کر لیں یہ کافی میں ہے۔ اگر دو شخصوں کے ایک شخص پر ہزار درم بجیہ ہوں پھر ایک نے اپنے حصہ سے پانچ سو درم زیوف یا پانچ سو درم سیاہ پر صلح کر لی تو شریک کو اختیار ہے کہ ان دونوں میں آدھے کا اس کا شریک ہو جائے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر قرض دار پر دو شخصوں کے دو مال ہوں ایک کے دراہم اور دوسرے کے دینار ہوں اور دونوں نے اس سے سو درم پر صلح کر لی تو جائز ہے اور سو درم دونوں کو بحساب درم و دیناروں کی قیمت کے تقسیم ہوں گے پس جس قدر درم دیناروں کے پرتے میں پڑیں وہ بیع صرف ہوں گے اس میں اسی مجلس میں قبضہ شرط ہوگا اور جس قدر درموں کے پرتے میں پڑیں وہ بعض حق کا استیفاء اور بعض کا ساقط کرنا ہے کذا فی الحاوی۔ ایک شخص نے دو شخصوں پر ہزار درم قرض کا دعویٰ کیا پھر دونوں نے اس سے سو دینار کسی مدت کے وعدہ پر صلح کر لی تو جائز نہیں ہے خواہ صلح اقرار پر یا انکار پر واقع ہوئی اور اگر دونوں نے کسی قدر اناج پر جو ذمہ مقرر کیا میعادی یا غیر میعادی صلح قرار دی تو نہیں جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم ہوں اور اس سے ایک خاص غلام پر صلح کر لی تو جائز ہے اور غلام طالب کا ہے اس میں اس کا عتق جائز ہے اور مطلوب کا عتق اس کے حق میں جائز نہ ہوگا اور اگر مطلوب کے قبضہ میں طالب کے سپرد کرنے سے پہلے مر گیا تو مطلوب کا مال گیا اور طالب اپنا قرضہ وصول کر لے گا۔ اسی طرح ہر شے معین جس میں قبضہ سے پہلے دونوں کا افتراق باطل نہیں کرتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔

چیز کچھ دی تھی اور جب صلح ہوئی تو ماسوا رہوئی مثلاً روپے کی قیمت وغیرہ کا فرق ہو تو کیا صورت ہوگی؟

اگر ہزار درم سے ایک غلام پر صلح کر لی پھر دونوں نے ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ قرض دار پر کچھ قرضہ نہ تھا جس کو غلام دیا گیا ہے وہ مختار ہے چاہے غلام واپس کر دے یا ہزار درم دے دے اور غلام اپنے پاس رہنے دے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ہزار درم سے سو درم پر اس شرط پر صلح کی کہ میرے ہاتھ ایک کپڑا فروخت کرے تو صحیح نہیں ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ اگر کسی شخص پر قرضہ کا دعویٰ کیا پھر باہم ایک گھر پر اس شرط سے صلح ٹھہرائی کہ قرض دار اس میں ایک سال رہ کر پھر مدعی کے سپرد کر دے تو جائز نہیں ہے اسی طرح اگر ایک غلام پر اس شرط سے صلح کی کہ غلام ایک سال تک مدعا علیہ کی خدمت کرے تو بھی صلح فاسد ہوگی یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک شخص کے دوسرے پر سو دینار نیشاپوری تھے اس نے سو دینار نجاری پر صلح کر لی اور قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو صحیح یہ ہے کہ قبضہ شرط نہیں ہے اور صلح باطل نہ ہوگی اور اس کے برعکس صورت ہو تو بلا خلاف بدل الصلح پر قبضہ کرنا شرط ہوگا کذا فی الذخیرہ نجم الدین نسفی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے پر ایسے ہزار درم کا جن میں چاندی نہیں ۔ ہ ، ، یٰ کیا اور سو درم غطریفی پر صلح کر لی اور قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو فرمایا کہ صلح باطل ہو جائے گی اور یہ جواب ایسی صورت میں ہے کہ دعویٰ ایسے درم میں واقع ہوا جو اس کے ذمہ تھے اور اگر معین درموں میں دعویٰ کیا ہو تو جائز ہے (یعنی صلح ۱۲) یہ محیط میں ہے۔ جس شخص پر میعادی قرضہ ہو اگر اس نے میعاد سے پہلے قرضہ ادا کر دیا پھر مقبوضہ طالب کے پاس استحقاق ثابت کر کے لے لیا گیا یا اس کو طالب نے نبہرہ یا زیوف یا ستوق پا کر واپس کر دیا تو مال پھر وہی میعادی ہوگا اسی طرح اگر اس کے ہاتھ کوئی غلام فروخت کیا یا کسی غلام پر صلح کی اور غلام پر قبضہ کر لیا پھر اس میں استحقاق ثابت ہوا یا وہ آزاد معلوم ہوا یا بسبب عیب کے بحکم قاضی واپس کیا تو مال قرضہ پھر میعادی عود کرے گا

اور اگر یہ خواہش کہ صلح کا اقالہ اس حال پر ہو جو صلح سے پہلے تھا یا عیب سے واپس کرنا بغیر حکم ہو تو پھر مال میعادی ہوگا اور اگر اقالہ یا عیب کی وجہ سے بدون حکم قاضی کے واپس کرنے میں میعاد کا نام نہ لیا تو مال فی الحال لازم آئے گا کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ اگر ایک شخص کے دوسرے پر ایک کر گیہوں عرض ہوں اور اس نے اس سے ایک کر جو پر صلح کر لی اور اس کو دے دیئے پھر مدعی نے جو میں عیب پا کر بعد افتراق کے واپس کیے پس اگر مجلس واپسی میں بدل نہ لیا تو بالا جماع صلح باطل ہو جائے گی اور اگر دوسرے اسی مجلس واپسی میں بدل لیے تو بھی امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک یہی حکم ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک صلح اپنے حال پر باقی رہے گی اور ایسا ہی اختلاف ہر ایسے عقد میں ہے جو بدون قبضہ کے جدا ہو جانے سے باطل ہو جاتا ہے اور اس میں عیب پا کر واپس کیا ہو جیسے بیع صرف و سلم کذا فی المحیط۔ اگر ایک شخص پر ہزار درم کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا اور اس نے سو درم پر صلح کی اور مدعی نے کہا کہ میں نے تجھ سے ان ہزار درم سے جو میرے تجھ پر آتے تھے سو درم پر صلح کی اور باقی سے تجھے بری کر دیا تو جائز ہے اور مدعا علیہ باقی سے قضاءً (یعنی قرض دار ۱۲) اور دیانۃً بری ہو جائے گا اور اگر یوں کہا کہ میں نے تجھ سے ہزار درم سے سو درم پر صلح کی اور یہ نہ کہا کہ میں نے تجھے باقی سے بری کیا تو قضاءً بری ہو جائے گا اور دیانۃً بری نہ ہوگا یعنی اگر واقع میں اس پر ہزار درم آتے ہیں تو عنداللہ بری نہ ہوگا یہ فتاویٰ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر مطلوب نے ہزار درم ادا کر دیے ہیں اور طالب نے انکار کیا پھر سو درم لے کر اس سے صلح کی تو مطلوب کا ادا کر دینا جائز رہا اور طالب کو حلال نہیں ہے کہ اس سے سو درم لے لے حالانکہ جانتا ہو کہ اس نے ادا کر دیے ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم ثمن بیع کے میعادی ہوں اور طالب نے اس سے اس شرط پر صلح کی کہ مجھے کوئی کفیل دے اور میں ایک سال تک بعد میعاد کے[1] تاخیر دوں گا تو یہ جائز ہے اور یہ استحسان ہے اور اسی طرح اگر کوئی کفیل موجود ہو اور اس سے اس شرط پر صلح کی کہ یہ کفیل بری ہے یا اس کفیل کے ساتھ دوسرا کفیل داخل کفالت ہو اور بعد میعاد کے ایک مہینہ کی تاخیر دے گا تو بھی جائز ہے اور اگر اس شرط پر صلح کی کہ نصف مال مجھے اب دے اور باقی کے واسطے میں بعد میعاد کے ایک سال تک تاخیر دوں گا تو فاسد ہے۔ اور اگر طالب نے بدوں صلح کے اس کو بعد میعاد کے ایک سال تک تاخیر دی تو جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک کے دوسرے پر ہزار درم تھے اس نے کہا کہ کل کے روز تو مجھے ان میں سے پانچ سو درم دے دے اس شرط پر کہ تو زیادتی سے بری ہے اس نے ایسا ہی کیا تو بری ہو جائے گا اور اگر دوسرے روز اس کو پانچ سو درم نہ دیے تو پورے ہزار درم امام اعظم و امام محمد رحمتہ اللہ علیہما کے نزدیک عود کریں گے یہ کافی میں ہے۔ اگر یوں کہا کہ میں نے پانچ سو درم تیرے ذمہ سے کم کر دیے اس شرط پر کہ تو پانچ سو درم مجھے نقد دے دے اور اس کا کوئی وقت مقرر نہ کیا تو بالاتفاق اگر قرض دار نے اس کو قبول کیا تو پانچ سو درم سے بری ہو جائے گا خواہ باقی پانچ سو درم اس کو دیئے یا نہ دیئے ہوں۔ اور اگر یوں کہا کہ میں نے تجھ سے پانچ سو درم اس شفط سے کم کر دیئے کہ تو باقی پانچ سو درم مجھے آج دے دیئے اور اگر آج نہ دیئے تو تجھ پر پورا مال بحالہ رہے گا اور قرض دار نے اس کو قبول کر لیا تو بالاتفاق سب ائمہ کے نزدیک اگر پانچ سو درم اسی روز دے دیئے تو باقی سے بری ہو گیا اور اگر اسی روز نہ دیئے تو بری نہ ہوگا اور اگر کہا کہ میں نے تیرے ذمہ سے پانچ سو درم اس شرط پر کم کر دیے کہ باقی تو مجھے آج ہی ادا کر دے اور اس سے زیادہ نہ کہا اور قرض دار نے قبول کر لیا تو امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ کے نزدیک اگر اسی روز دے دیئے تو باقی سے بری ہو ورنہ بری نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کہا کہ ہزار درم میں سے پانچ سو درم سے میں نے تجھے بری کیا بشرطیکہ پانچ سو درم تو مجھے کل کے روز دے دے تو بری کرنا واقع ہو جائے گا خواہ پانچ سو درم دے یا نہ دے یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر زید کے کسی شخص پر ہزار درم ہوں اس نے پانچ سو درم پر اس سے صلح کر لی

[1] جس کو ہمارے عرف میں مہلت دینا بولتے ہیں ۱۲

اس شرط پر کہ مجھے دے دے اور پانچ سو درم صلح کے ادا کا کوئی وقت مقرر نہیں کیا تو صلح جائز ہے اور باقی درموں کی اس کی طرف سے حط (کم کرنا ۱۲) صحیح ہوگی اور اگر کہا کہ میں نے تجھ سے پانچ سو درم پر اس شرط پر صلح کی کہ تو باقی مجھے آج ہی دے دے پھر اگر تو نے مجھ کو نہ دیے تو ہزار درم تجھ پر بحالہ رہیں گے پس اگر اس نے پانچ سو درم اسی روز دے دیئے تو صلح پوری ہوگی اور اگر نہ دیئے اور وہ دن گزر گیا تو پورے ہزار درم اس پر واجب رہیں گے۔ اور اگر کہا کہ میں نے ہزار درم سے پانچ سو درم پر تجھ سے صلح کی اس شرط پر کہ تو آج ہی مجھے دے دے اور یہ نہ کہا کہ اگر تو آج نہ دے گا تو تجھ پر ہزار درم پورے رہیں گے پس اگر اسی روز پانچ سو درم دے دیئے تو بالاجماع باقی سے بری ہو جائے گا اور اگر نہ دیئے اور دن گذر گیا کہ تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک پورے ہزار درم اس پر عود کریں گے یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اگر کہا کہ میں نے ہزار درم سے پانچ سو درم پر تجھ سے صلح کی جن کو تو مجھے کل کے روز دے دے گا اور تو زیادتی سے بری ہوگا بشرطیکہ اگر تو نے کل کے روز نہ دیئے تو ہزار پورے تجھ پر بحالہ رہیں گے پس اگر پانچ سو درم دے دیئے تو ابراء پورا ہو گیا اور اگر نہ دیئے تو بالاجماع ابراء باطل ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اگر کہا کہ مجھے پانچ سو درم ادا کر دے اس شرط پر کہ تو زیادتی سے بری ہے اور ادا کر دینے کا کوئی وقت مقرر نہیں کیا تو ابراء صحیح ہے اور پورا قرضہ عود نہ کرے گا یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میں نے تجھ سے پانچ سو درم کم کر دیئے اگر تو نے مجھے پانچ سو درم ادا کر دیئے تو کم کرنا صحیح نہیں ہے خواہ پانچ سو درم دیئے ہوں یا نہ دیئے ہوں اور یہ بالاتفاق ہے اسی طرح اگر قرض دار یا کفیل سے کہا کہ جس وقت ہزار میں سے تو نے پانچ سو درم ادا کر دیئے یا جب ادا کر دے یا اگر تو نے دے دیئے تو باقی سے بری ہے تو یہ سب باطل ہیں باقی سے بری نہ ہوگا اگر چہ پانچ سو درم ادا کر دے خواہ لفظ صلح ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر دو شریکوں میں سے ایک نے کسی قدر حط کیا پس اگر یہ شریک عقد کرنے والا تھا تو حط کرنا خواہ کل کا حط کرے یا بعض کا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح ہے اور اپنے شریک کے حصہ کا ضامن ہوگا اگر کل حط کرے اور اگر یہ شخص عقد کرنے والا نہ تھا تو سب کے نزدیک اپنے حصہ کا حط کرنا جائز ہے اور اپنے شریک کے حصہ سے بری کرنا سب کے نزدیک جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

تیسرا باب ☆

مہر و نکاح و خلع و طلاق و نفقہ و سکنیٰ[1] سے صلح کرنے کے بیان میں

ایک شخص نے ایک عورت سے ایک غلام یا باندی پر نکاح کیا پھر اس سے ایک معین بکری پر صلح کی تو جائز ہے اور اگر بکری اُدھار ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر کسی کیلی یا وزنی چیز پر صلح کی پس اگر وہ معین ہے تو جائز ہے اور اگر غیر معین ہو پس اگر اُدھار ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر نقد ہے پس اگر اسی مجلس میں دے دے تو جائز ہے اور اگر اسی مجلس میں نہ دے تو جائز نہیں ہے اور اگر خادم سے ادھار درموں پر صلح کی تو جائز ہے اور اگر کسی خادم معین پر صلح کی اور خادم کے ساتھ کچھ درم معین زیادہ کیے اور دونوں پر صلح کی تو جائز ہے اور اگر کسی عرض معین پر صلح کر کے وہ عرض اس کو دے دیا پھر دخول سے پہلے اس کو طلاق دے دی تو عورت کو خیار ہوگا اگر چاہے تو خادم کی آدھی قیمت اس کو دے دے یا نصف عرض دینا ہے دے دے اور اگر مہر کی باندی کے عوض عرض اس نے خریدا ہو تو بلا خیار اس کو باندی کی آدھی قیمت دینی پڑے گی اور اگر عورت نے شوہر سے درموں پر صلح کی ہو تو آدھے درم مقبوضہ واپس کرے گی۔ اسی طرح اگر اس کو شوہر نے ایک درمیانی خادم دیا ہو اور قبل دخول کے اس کو طلاق دے دی تو عورت اس کو آدھی باندی (یا غلام) بلا خیار واپس دے گی یہ

[1] جائے سکونت یعنی مکان و دار وغیرہ ۱۲

محیط میں ہے۔ اگر کسی عورت سے ایک بیت و خادم پر نکاح کیا پھر بیت سے ایک ہروی کپڑے پر ادھار میعادی صلح کی تو جائز نہیں ہے اور اگر بیت سے اور خادم سے کسی قدر معلوم درموں یا دیناروں پر میعادی ادھار صلح کی تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور بیت و خادم کی قیمت سے زیادہ پر صلح کرنا روا نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر کسی عورت سے سو درم پر نکاح کیا پھر اس مہر سے کسی قدر اناج معین پر صلح کر لی تو جائز ہے اور اگر اناج غیر معین ہو تو جائز نہیں ہے بشرطیکہ اس میں اُدھار کی میعاد ہو اور اگر اسی مجلس میں دے دیا تو بھی مذکور ہے کہ جائز نہیں ہے اور اگر ایک کُر گیہوں پر نکاح کیا پھر ایک کر جو معین پر صلح کر لی تو جائز ہے اور اگر جو غیر معین ہوں پس اگر میعادی ادھار رکھے تو بھی جائز نہیں ہے اور اگر فی الحال دینے کا وعدہ کیا پس اگر اسی مجلس میں دے دیئے تو استحساناً صلح صحیح ہے یا ایک روایت کے موافق صحیح ہے یعنی دو[1] روایتوں میں سے ایک روایت کے موافق صحیح ہے اور اگر قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو صلح باطل ہو گئی۔ اگر ایک عورت پر دعویٰ کیا کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا ہے اور اس نے انکار کیا پھر اس عورت نے سو درم پر اس شرط سے صلح کی کہ اس نکاح کرنے کے دعوے سے باز رہے تو جائز ہے اگر مدعی نے اس کو قبول کیا پھر اگر مدعی نے اس کے بعد نکاح واقع ہونے پر گواہ قائم کئے تو قبول نہ ہوں گے اسی طرح اگر عورت نے کہا کہ میں نے تجھے سو درم بشرط مبارات یعنی باہمی بریت پر دیئے تو بھی جائز ہے۔ اسی طرح اگر کہا کہ میں نے تجھے سو درم اس شرط پر دیے کہ تو اپنے دعویٰ سے بری ہے تو بھی جائز ہے اور اگر یوں کہا کہ میں نے تجھے سو درم اس شرط پر دیے کہ میرے تیرے درمیان نکاح نہیں ہے تو شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر صلح صحیح ہے اور صاحبینؒ کے قول پر صلح نہیں صحیح ہے اور اگر عورت نے کہا کہ میں نے تجھے سو درم اس شرط پر دیے کہ تو کہے کہ میں نے تجھ سے نکاح نہیں کیا ہے تو یہ باطل ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر عورت کو قبل دخول کے طلاق دے دی پھر دونوں نے مہر میں اختلاف کیا ☆

ایک عورت نے دعویٰ کیا کہ مجھے میرے شوہر نے تین طلاق دے دی ہیں اور شوہر نے انکار کیا پھر اس عورت سے اس امر پر کہ اپنے دعوے سے باز رہے سو درم پر صلح کی تو صحیح نہیں ہے اور شوہر کو اس سے بدل واپس لینا جائز ہے اور عورت اپنے دعویٰ پر باقی رہے گی۔ اسی طرح اگر طلاق یا دو طلاق یا خلع کا دعویٰ کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر عورت کو قبل دخول کے طلاق دے دی پھر دونوں نے مہر میں اختلاف کیا مرد نے کہا کہ پانچ سو درم مہر تھا اور عورت نے کہا کہ میرا مہر ہزار درم تھا پھر آدھے مہر سے تین سو درم پر صلح کر لی تو جائز ہے اور اگر مرد نے کہا کہ میں نے تیرا مہر کچھ معین نہیں کیا تھا صرف تجھے جو احسان کے طور پر مال متعہ دیا جاتا ہے وہی ملے گا پھر دونوں نے اس امر پر صلح کی کہ مرد اس کو مال متعہ[2] دے دے اور عورت اس کو اپنے دعویٰ سے بری کر دے تو جائز ہے۔ پھر اگر اس کے بعد عورت نے گواہ قائم کیے کہ میرا مہر ہزار درم قرار پایا تھا تو اس کے گواہ قبول نہ ہوں گے اور اگر شوہر نے اس کو پہلے ہی مہر دے دیا پھر دخول سے پہلے اس کو طلاق دے دی اور آدھے مہر واپس لینے کا دعویٰ کیا اور آدھے کی تعداد میں دونوں نے اختلاف کیا شوہر نے کہا کہ تین سو درم ہیں اور عورت نے کہا کہ دو سو درم ہیں پھر دونوں نے باہم ڈھائی سو درم پر صلح کر لی تو جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر عورت نے مرد پر طلاق بائن دینے کا دعویٰ کیا پھر سو درم پر اس شرط سے صلح کی کہ اس کو بائن طلاق دے دے تو جائز ہے اسی طرح اگر عورت نے کہا کہ سو درم پر صلح اس شرط پر ہے کہ تو میرے واسطے اس طلاق بائن کا اقرار کر دے کہ جس کا میں نے

[1] یعنی ایک روایت میں ہے کہ صلح صحیح ہوگی اور دوسری روایت میں ہے کہ صحیح نہ ہوگی پس بعض نے کہا کہ اس مسئلہ میں روایتیں ہیں اور بعض نے کہا کہ نہیں بلکہ اوّل استحسان ہے اور دیگر قیاس ہے [2] قال متعہ سے متعہ شیعہ مراد نہیں ہے یہ مال جو قبل دخول کے طلاق پر دیا جاتا ہے موافق کلام شریف کے کتاب النکاح میں مفصل مذکور ہے ۱۲

دعویٰ کیا ہے اور وہ منکر ہے تو یہ جائز ہے اور اگر عورت نے اس امر کے گواہ پیش کئے کہ شوہر نے اس کو تین طلاق یا ایک طلاق بائن دی ہے تو جس قدر اس نے صلح میں دیا ہے وہ مرد سے واپس لے گی یہ مبسوط میں ہے۔ ایک مرد نے دوسرے کی عورت پر دعویٰ کیا اور دونوں نے اس شرط سے صلح کی کہ مال لے کر اس دعویٰ سے باز رہے تو ایسی صلح نہیں جائز ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے منتقی میں بروایت بشر رحمۃ اللہ علیہ کے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے ایک مرد پر دعویٰ کیا کہ میں اس کی جورو ہوں اور میرے مہر کے اس پر ہزار درم ہیں اور یہ لڑکا مجھی سے اس کا بیٹا ہے اور مرد نے اس سب سے انکار کیا پھر اُس عورت سے سو درم پر اس شرط سے صلح کی کہ ان تمام دعووں سے بری کرے تو اس سے مرد کسی چیز سے بری نہ ہوگا پھر اگر عورت کی طرف سے اس کے تمام دعویٰ کے گواہ قائم ہوئے تو نکاح ثابت اور نسب ثابت اور مہر سے صلح بھی جائز رہے گی اور یہ سو درم جو عورت کو دیئے ہیں اس کے ہزار درم کے دعویٰ سے صلح میں ہوں گے اور یہ حکم استحساناً ہے اور اگر عورت نے فقط نکاح کا دعویٰ بغیر بچہ کے کیا اور مہر کا دعویٰ نہ کیا اور سو درم پر صلح کی (یعنی مرد نے ۱۲) تو صلح جائز نہ ہوگی اور اگر شوہر نے اس سے سو درم پر اس شرط پر صلح کی کہ عورت اس کو دعویٰ نکاح سے بری کرے اور اس امر پر کہ مرد اس کو بری کرے حالانکہ عورت اس کی طرف مہر یا نفقہ کا دعویٰ نہیں کرتی ہے تو صلح جائز نہ ہوگی اور اپنے سو درم جو عورت کو دیئے ہیں واپس لے اور مرد کو بھی عورت پر نکاح کے دعویٰ کرنے کی کوئی راہ نہیں ہے کیونکہ اس نے عورت سے مبارات[۱] کی ہے اور یہ بمنزلہ خلع کے ہوگا اور اگر عورت نے مرد پر نفقہ و نکاح کا دعویٰ کیا پھر مرد نے اس سے سو درم پر بشرط مبارات صلح کی تو جائز ہے اور سو درم نفقہ میں ہوں گے اور شوہر اس سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور دونوں میں نکاح نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ نفقہ کے دعویٰ سے اگر ایسی چیز پر صلح واقع ہوئی کہ قاضی اُس سے نفقہ مقرر کر سکتا تھا جیسے نقد یا اناج تو وہ نفقہ مقرر کرنے کے حکم میں ہے معاوضہ کا اعتبار نہ ہوگا۔ اگر ایسی چیز پر صلح واقع ہوئی جس سے نفقہ مقرر نہیں ہو سکتا ہے جیسے غلام و چوپایہ وغیرہ تو وہاں معاوضہ کا اعتبار ہوگا اور عورت اپنے شوہر کو نفقہ سے بری کرنے والی شمار ہوگی یعنی نفقہ سے بعوض اس بدل کے اس نے شوہر کو بری کر دیا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر مرد نے اپنی عورت سے صلح کی حالانکہ اس کے ساتھ دخول نہیں کیا ہے اس امر پر کہ مرد اس کو طلاق دے دے اور وہ شوہر کے لڑکے کو دو برس تک دودھ پلا دے یہاں تک کہ اس کا دودھ چھوٹ جائے اور شوہر اس کو ایک کپڑا معین زیادہ دے گا جس عورت نے کپڑے پر قبضہ کر لیا اور اس کو تلف کیا اور ایک سال تک لڑکے کو دودھ پلایا پھر وہ لڑکا مر گیا اور کپڑے کے دام اور مہر کے دونوں برابر ہیں تو شوہر اس سے کپڑے کی آدھی قیمت اور چوتھائی قیمت دودھ پلائی کی واپس لے گا اور اگر باوجود اس کے عورت نے مرد کو ایک بکری دی ہو کہ جس کی قیمت مثل قیمت دودھ پلائی کے ہے تو مرد اس سے چوتھائی کپڑے کی قیمت اور چوتھائی دودھ پلائی کی قیمت واپس لے گا اور بکری اس کو دی جائے گی اور اگر وہ بکری استحقاق میں لے لی گئی تو عورت سے تین چوتھائی کپڑے کی قیمت اور چوتھائی دودھ پلائی کی قیمت واپس لے گا اور بکری کی آدھی قیمت واپس لے گا اور اگر کپڑا استحقاق میں لیا گیا اور بکری نہ لی گئی اور باقی مسئلہ یہی ہے تو عورت مرد سے بکری کی آدھی قیمت مع اپنے آدھے سال کے دودھ پلائی کے اجر المثل کے لے گی اور مرد اس سے چوتھائی قیمت دودھ پلائی کی لے گا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر عورت نے اپنے نفقہ میں تین درم ماہواری پر اپنے شوہر سے صلح کر لی پھر ایک مہینہ گذرا تو گذشتہ مہینے کے واسطے اُس سے لے لے اور اگر تین درم ماہواری پر نفقہ سے صلح کرنے کے بعد مہینہ گذرنے سے پہلے تین کون معین آٹے پر صلح کی تو صلح جائز ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر عورت نے مہینہ گذرنے سے پہلے درموں سے آٹے کی گونوں غیر معین پر صلح کی تو جائز ہے اور بعد

[۱] باہم ایک دوسرے سے برأت حاصل کرنا اور بری ہونا ۱۲

گزرنے کے جائز نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر عورت نے شوہر سے تین درم ماہواری پر نفقہ سے صلح کی پھر شوہر نے کہا کہ مجھے اس قدر طاقت نہیں ہے تو یہ اس پر لازم ہوگا لیکن اگر عورت اس کو بری کردے تو ہو سکتا ہے یا قاضی بری کردے یا نرخ ارزاں ہو جائے اور عورت کو اس سے کم کفایت کرے تو ہو سکتا ہے اور اگر عورت نے کہا کہ مجھے اس قدر کفایت نہیں کرتا ہے تو اس کو اختیار ہے کہ خصومت کرے یہاں تک کہ بڑھوالے اگر مرد آسودہ ہو اور اگر قاضی نے عورت کا ماہواری نفقہ کچھ مقرر کر دیا اور حکم قضا دے دیا تو عورت کو خصومت کا اختیار ہے اگر اس کو یہ نفقہ کفایت نہ کرتا ہو اور جس قدر کفایت کرتا ہو اس قدر پورا کرانے پر مطالبہ کرے اور یہی حکم عزیز واقارب کے نفقہ میں ہے۔ اور اگر عورت کو ہر مہینہ کے نفقہ کا کفیل دیا تو ایک مہینہ کا نفقہ کفیل پر واجب ہوگا اور اگر کفیل نے یوں کفالت کی کہ جب تک میں زندہ ہوں یا جب تک کہ یہ عورت اس کی جورو ہے تو اس کے کہنے کے موافق رکھا جائے گا۔ اور اگر شوہر مر گیا اور عورت کا نفقہ شوہر پر رہ گیا تو میں اس کو باطل کر دوں گا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر اپنی عورت سے اس کے نفقہ سے سال بھر تک ایک حیوان پر یا کپڑے پر جن کی جنس بیان کر دی ہے صلح کی تو جائز ہے خواہ میعادی ہو یا فی الحال دینا بخلاف اس کے اگر نفقہ فرض ہونے کے بعد یعنی مقرر ہونے کے بعد یا بعد رضامندی عورت کے صلح کی تو جائز نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر عورت سے بعد بائن ہونے کے لڑکے کی دودھ پلائی پر کسی قدر اجرت پر صلح کی تو جائز ہے پھر اس عورت کو یہ اختیار نہیں ہے کہ جس قدر اس کے درم دودھ پلائی کے ثابت ہوئے ہیں ان سے اناج غیر معین پر صلح کرلے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنی مطلقہ عورت کے نفقہ سے کسی قدر دراہم معلومہ پر اس طور سے صلح کی کہ جب تک مہینوں کے حساب سے اس کی عدت گذرے میں اس سے زیادہ نہ دوں گا تو جائز ہے اور اگر اس کی عدت حیض سے ہو تو جائز نہیں ہے کیونکہ حیض غیر معلوم ہوتا ہے کبھی دو مہینہ میں تین حیض آتے ہیں اور کبھی دس مہینہ تک حیض نہیں آتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر اپنے شوہر سے کسی قدر مال پر نفقہ سے اس طور سے صلح کی کہ جب تک اس کی بیوی ہے یہ مال نفقہ کا پورا ہے تو جائز نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر اس کی عورت مکاتبہ ہو یا باندی ہو کہ اس کے مولیٰ نے اس کو کسی بیت میں شوہر کے ساتھ بسایا ہو اس نے کسی قدر معلوم پر ہر سال کے کھانے کپڑے سے صلح کرلی تو جائز ہے اسی طرح اگر باندی نے مولیٰ سے صلح کی تو بھی جائز ہے اور اگر اس باندی کو اس کے مولیٰ نے کسی بیت میں نہ بسایا ہو تو صلح جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اگر عورت ایسی چھوٹی نابالغ ہو کہ مرد اس سے قربت نہ کر سکتا ہو اور اس سے اس کے نفقہ سے صلح کی تو جائز نہیں ہے اور اگر عورت بالغ ہو اور مرد نابالغ ہو اور اس کے باپ نے عورت سے نفقہ سے صلح کی اور ضامن ہوا تو جائز ہے اور اگر مکاتب نے اپنی عورت سے ماہواری نفقہ سے صلح کی تو جائز ہے جیسا کہ تمام حقوق سے جو اس پر عائد ہوتے ہوں اس کا صلح کر لینا جائز ہے۔ ایسا ہی غلام مجور اور غلام تاجر کا اپنی عورت سے اس کے نفقہ سے صلح کرنا جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی عورت کے ایک سال کے نفقہ سے ایک کپڑے پر صلح کرلی اور اس پر قبضہ کر لیا پھر وہ کپڑا استحقاق میں لے لیا گیا تو اپنا نفقہ واپس کر لے گی اگر مقرر ہو گیا ہے اور اگر مقرر نہیں ہوا ہے تو کپڑے کی قیمت اس سے لے لے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک شخص کی دو عورتیں ہوں دونوں میں سے ایک باندی ہے جس کو اس کے ساتھ مولیٰ نے الگ گھر میں بسایا ہے پس آزاد عورت نے اس کے ماہواری نفقہ سے کسی قدر پر صلح کی اور باندی سے اس سے زیادہ نفقہ پر صلح کی تو جائز ہے اسی طرح اگر ایک ذمیہ ہو اور اس سے مسلمان عورت سے زیادہ نفقہ پر صلح کی تو بھی جائز ہے اور اگر فقیر نے اپنی عورت سے ماہواری نفقہ کثیرہ پر صلح کی تو فقیر پر صرف اسکی عورت کے مثل عورت کا نفقہ لازم آئے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر محارم[1] کے نفقہ پر صلح کی پھر تنگدست ہونے کا دعویٰ کیا تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور صلح باطل ہوگی یہ تاتار

---

[1] محارم جمع محرم وہ لوگ جن میں باہم ایک دوسرے کے ساتھ نکاح جائز نہیں ۱۲

خانیہ میں ہے۔ اگر مرد نے اپنے بعض محارم کے ساتھ نفقہ سے صلح کی حالانکہ وہ فقیر ہے تو اس کے دینے پر مجبور نہ کیا جائے گا بشرطیکہ ان محارم نے اُس کے فقیر ہونے کا اقرار کیا ہو اور اگر اس کا حال معلوم نہ ہو اور اس نے فقیر ہونے کا دعویٰ کیا تو قول اسی کا قبول ہوگا اور جس قدر پر اس نے صلح کی ہے اس کے ذمہ سے باطل ہوگا لیکن اگر گواہ قائم ہوں کہ یہ خوشحال ہے تو مقدار صلح کی اس پر ڈگری ہوگی اور نابالغ بچہ کے نفقہ کا حکم مثل نفقہ زوجہ کے ہے اس معنی کر کہ اس نفقہ کے واسطے آسودہ حال ہونا شرط نہیں ہے پس اس کی صلح برقرار رہے گی اگر نابالغ لڑکا محتاج ہو اور اگر ان کے نفقہ سے زیادہ پر صلح کی مگر زیادتی ایسی ہے کہ لوگ اس کے مثل برداشت نہیں کرتے ہیں تو زیادتی اس کے ذمہ سے دور کر دی جائے گی ایسے ہی کپڑے سے صلح کرنے کا حکم ہے اور بقدر کفایت کپڑا اعتبار کیا جائے گا جیسے نفقہ میں معتبر ہے۔ اور اگر اپنی عورت سے اس کے کپڑے سے ایک درع یہودی پر صلح کی اور اس کا طول و عرض اور رفعت یعنی کس مرتبہ کا کپڑا ہے بیان نہ کیا تو جائز ہے اور ایسا ہی حکم اہل قرابت کے ساتھ کپڑے سے صلح کرنے کا ہے اور اگر کسی شخص نے اپنے بھائی کے کھانے کپڑے سے حالانکہ وہ تندرست بالغ ہے کسی قدر درموں مقرر پر صلح کی کہ ہر مہینہ تجھ کو اس قدر درم دیا کروں گا تو جائز نہیں ہے اور اس کے ادا کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر بائنہ[1] عورت نے اپنے شوہر سے اپنے سکنی سے کسی قدر درموں پر صلح کر لی تو جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر اپنی عورت کے نفقہ و کپڑے سے دس برس کے واسطے ایک درمیانی خدمت گار غلام یا باندی پر ایک مہینہ کے وعدہ سے یا کوئی مدت مقرر نہ کی صلح کر لی تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔

چوتھا باب ☆

ودیعت اور ہبہ و اجارہ و مضاربت و رہن میں صلح کرنے کے بیان میں

قال المترجم ☆

مودع بکسر الدال ودیعت دینے والا۔ مودع بفتح اوّل جس کے پاس ودیعت ہے لیکن مترجم ودیعت رکھنے والے کو بلفظ مودع یا رب المال تعبیر کرتا ہے اور جس کے پاس ودیعت رکھی ہے اس کو مستودع کے لفظ کے ساتھ تعبیر کرتا ہے۔ واہب ہبہ کرنے والا موہوب لہ جس کو ہبہ کیا ہے۔ موہوب وہ چیز جو ہبہ کی گئی۔ مواجر اجارہ دینے والا۔ مستاجر اجارہ لینے والا۔ مضارب جس کو مضاربت پر مال دیا گیا ہو رب المال وہ ہے جس کا اصل مال ہو۔ راہن رہن کرنے والا۔ مرتہن رہن اپنے پاس رکھنے والا معیر عاریت دینے والا۔ مستعیر عاریت لینے والا۔

قال فی الکتاب ☆

اگر صاحب ودیعت نے کسی چیز پر صلح کی پس اگر صاحب مال نے ودیعت رکھنے کا دعویٰ کیا اور مستودع نے کہا کہ تو نے مجھے کوئی چیز ودیعت نہیں دی تھی پھر کسی شے معلوم پر اس سے صلح کی تو بالاتفاق جائز ہے اور اگر صاحب مال نے ودیعت کا دعویٰ کیا اور مستودع سے واپس کر دینے کا مطالبہ کیا پس مستودع نے ودیعت کا اقرار کیا یا خاموش رہا اور کچھ نہ کہا اور صاحب مال اس پر دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے تلف کر دیا ہے پھر کسی شے معلوم پر صلح کر لی تو بالاتفاق صلح جائز ہے اور اگر رب المال نے مستودع کے تلف کر دینے کا دعویٰ کیا اور مستودع واپس کر دینے یا خود تلف ہو جانے کا دعویٰ کرتا ہے پھر کسی شے معلوم پر صلح کی تو امام اعظم رحمہ اللہ کے قول پر مشائخ کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ایسی صلح جائز نہیں ہے اور یہی امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کا پہلا قول ہے

[1] بائنہ وہ عورت ہے کہ جس کو طلاق دی گئی ۱۲

اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور واضح ہو کہ عامہ مشائخ کے نزدیک خواہ پہلے مستودع کہے کہ میں نے واپس کر دی تلف ہو گئی پھر صاحب مال دعویٰ کرے کہ تو نے تلف کر دی ہے یا پہلے صاحب مال دعویٰ کرے کہ تو نے تلف کر دی پھر مستودع کہے کہ میں نے واپس کر دی یا تلف ہو گئی ہے ان دونوں میں کچھ فرق نہیں ہے کذا فی المحیط اور بالاجماع اگر مستودع کے واپس کر دینے تلف ہو جانے پر قسم کھا لینے کے بعد صلح کی تو جائز نہیں ہے صرف اختلاف اس صورت میں ہے کہ مستودع کی قسم سے پہلے صلح کی ہو اور اگر مستودع نے واپس کر دینے یا تلف ہو جانے کا دعویٰ کیا اور صاحب مال نہ اس کی تصدیق کرتا ہے اور نہ تکذیب کرتا ہے بلکہ خاموش ہے تو کرخیؒ نے ذکر کیا کہ یہ صلح جائز نہ ہوگی موافق اوّل قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے اور جائز ہے بقول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے اور اگر صاحب مال نے تلف کر دینے کا دعویٰ کیا اور مستودع نے نہ اس کی تصدیق کی اور نہ تکذیب کی پھر اس سے کسی چیز پر صلح کی تو مذکور ہے کہ ایسی صلح بالاتفاق جائز ہے۔ پھر اگر اس کے بعد اختلاف کیا اور مستودع نے کہا کہ میں نے قبل صلح کے کہا تھا کہ وہ چیز تلف ہو گئی یا میں نے تجھے واپس کر دی ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صلح صحیح نہ ہوئی پس اگر صاحب مال نے کہا کہ تو نے ایسا نہیں کیا تھا تو صاحب مال کا قول قبول ہوگا اور صلح باطل نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر مستعیر[1] نے عاریت سے اصلاً انکار کیا پھر صلح کی تو صلح صحیح ہے اور اگر عاریت کا اقرار کیا اور واپس دینے یا تلف ہو جانے کا دعویٰ نہ کیا اور مالک تلف کر دینے کا دعویٰ کرتا ہے تو یہ صلح صحیح ہے اور اگر خود ہلاک و تلف ہو جانے کا دعویٰ کیا اور مالک تلف کر دینے کا دعویٰ کرتا ہے تو مسئلہ کا اختلاف مذکورہ جاری ہے اور یہی حکم مضاربت میں ہے۔ اور ہر ایسے مال میں ہے جو دراصل امانت ہو کذا فی المحیط۔ اور اگر ودیعت بعینہ قائم ہو اور وہ دو سو درم ہیں پھر سو درم پر ان سے بعد اقرار یا انکار کے صلح ٹھہرائی تو جائز نہیں ہے جب کہ ودیعت کے گواہ قائم ہوں اور اگر گواہ نہ ہوں اور مستودع منکر ہو تو صلح جائز ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور[2] مستودع کو فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ زیادتی جائز نہیں ہے یعنی سو درم جو اس کے پاس باقی ودیعت میں رہے وہ اس کو حلال نہیں ہیں کذا فی المحیط بتشریح۔ اور اگر عرض پر صلح کی تو مطلقاً جائز ہے اور اگر دس دیناروں پر صلح کی پس اگر مستودع کے منکر ہونے کی صورت میں صلح کی تو صلح صحیح ہے بشرطیکہ افتراق دیناروں کے قبضہ کے بعد واقع ہو خواہ دراہم مجلس میں موجود ہوں یا نہ ہوں۔ اور اگر مستودع ودیعت کا اقرار کرتا ہو پس اگر ودیعت مجلس صلح میں موجود ہو تو جائز ہے اگر مستودع اسی مجلس میں از سر نو اس پر قبضہ کرے اور رب المال دیناروں پر قبضہ کرے اور اگر مستودع نے اس پر از سر نو قبضہ نہ کیا تو صلح باطل ہے اور اگر مجلس ودیعت صلح میں موجود نہ ہو تو بھی صلح باطل ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر ایک عورت نے کسی شخص زید کو ودیعت دی کہ وہ اس کے پاس دوسرے شخص کی تھی پھر زید سے لے کر عمرو کو ودیعت دی پھر اس سے بھی لے لی اور اس میں سے کوئی متاع گم کر دی اور کہنے لگی کہ تم دونوں میں جاتی رہی میں نہیں جانتی ہوں کہ کس نے ضائع کر دی ہے اور ان دونوں نے کہا کہ ہمیں نہیں معلوم تیری تھیلی میں کیا تھی تو نے ہم کو دی ہم نے ویسی ہی رہنے دی پھر تجھے دے دی پھر اس عورت نے ان دونوں سے کسی قدر مال پر صلح کی تو وہ عورت صاحب متاع کے واسطے ضامن ہوگی اور اس نے جو صلح زید و عمرو سے کی ہے یہ جائز ہے۔ پھر واضح ہو کہ قیمت متاع پر عورت کا صلح کرنا دو حال سے خالی نہیں یا تو صاحب متاع کو ڈانڈ دینے کے بعد اس نے صلح کی اور اسی صورت میں خواہ قیمت متاع کے مثل پر یا کم پر جس بدل پر صلح کرے جائز ہے۔ اور اگر مالک کو متاع کی قیمت ڈانڈ دینے سے پہلے اس نے صلح کی پس اگر اس قدر قیمت پر صلح کی جو مثل قیمت متاع کے یا اس قدر کم ہے کہ لوگ اس قدر کمی برداشت کر لیا کرتے ہیں تو صلح جائز ہے اور زید و عمرو ضمان سے بری ہو جائیں گے حتی کہ اگر صاحب متاع نے اس کے بعد اپنی متاع کے گواہ قائم کیے تو اس کو زید و عمرو پر ضمان کی کوئی راہ نہ ہوگی۔ اور اگر عورت نے

[1] عاریت لینے والا شخص ۱۲ [2] ودیعت لینے والا شخص ۱۲

اس قدر پر صلح کی جو قیمت متاع سے اس قدر کم ہے کہ اتنا خسارہ لوگ برداشت نہیں کرتے ہیں تو صلح جائز نہیں ہے اور مالک کو اختیار ہے چاہے عورت سے قیمت متاع کی ضمان لے یا زید وعمرو سے لے بشرطیکہ متاع کے گواہ موجود ہوں اور پیش ہوں پس اگر اس نے زید وعمرو سے ضمان لی تو دونوں عورت سے جو اس کو دیا ہے واپس کر لیں گے اور اگر عورت سے ضمان لی تو یہ صلح اس عورت کے حق میں نافذ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر ایک مال معین پر جو زید کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا اس نے کہا کہ یہ خالد کی ودیعت ہے یا خالد نے اس کو میرے پاس ودیعت رکھا ہے پھر مدعی سے بعد گواہ قائم کرنے کے یا اس سے پہلے صلح کر لی تو صلح صحیح ہے اور یہ مال پھر نہیں لے سکتا ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اور اگر مستعیر کی سواری میں ٹٹو مر گیا اور ٹٹو والے نے اجارہ سے انکار کیا کہ میں نے عاریت نہیں دیا تھا اور مستعیر سے کسی قدر مال پر صلح کر لی تو جائز ہے پھر اگر اس کے بعد مستعیر نے عاریت کے گواہ پیش کیے اور کہا کہ وہ ٹٹو خود مر گیا تو صلح باطل ہوگی اور اگر مالک سے قسم طلب کی تو اختیار ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک ٹٹو کسی وقت تک کے واسطے مستعار لیا اور وہ تھک کر مر گیا اور مستعیر نے کہا کہ میرے نیچے مر گیا ہے اور مالک ٹٹو کا اس سے منکر اور مکذب ہے اور وہ عاریت کا مقر ہے پس مستعیر سے اس کے دام لے کر اس سے صلح کر لی تو جائز نہیں ہے اسی طرح اگر مستعیر نے کہا کہ میں نے تجھے دے دیا تھا تو بھی یہی حکم ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر مضارب نے مضاربت سے انکار کیا پھر اس کا اقرار کیا یا اقرار کیا پھر انکار کیا پھر کسی قدر مال پر صلح کر لی تو جائز ہے۔ اگر مضارب کا کسی شخص پر قرضہ ہو کہ اس کو مضاربت میں سے اُدھار دیا ہے پھر اس سے اس طور پر صلح کی کہ میں اس میں تاخیر دوں گا تو جائز ہے اور اگر اس کے ذمہ سے بعض قرضہ کم کر دیا تو بھی جائز ہے اور جس قدر کم کر دیا ہے اس قدر رب المال کو خود ڈانڈ دے گا اور اگر کمی بسبب مبیع کے عیب کے ہو یا عیب سے کسی قدر درموں پر صلح کر لی ہو تو یہ کمی رب المال پر بھی جائز ہوگی اور اگر اس طور سے صلح کی کہ کوئی کفیل لے لے اس شرط پر کہ اصیل بری ہو یا اس کفیل پر حوالہ قبول کر لے تو یہ جائز ہے کذا فی المبسوط۔ قلت یہ کفالت اصل میں حوالہ ہوا کہ بنام کفالت ہے کیونکہ کفالت بشرط براءۃ الاصل حوالہ ہوتی ہے۔ اگر زید نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے یہ غلام ہبہ کیا تھا اور میں نے قبضہ کر لیا ہے اور غلام عمرو کے ہاتھ میں موجود ہے وہ اس سے انکار کرتا ہے پھر دونوں نے اس شرط سے صلح کر لی کہ آدھا غلام مدعا علیہ کا ہو تو جائز ہے۔ پھر اس کے بعد اگر مدعی نے ہبہ کے گواہ قائم کیے کہ اس نے ہبہ کر دیا تھا اور میں نے قبضہ کر لیا تھا تو مقبول نہ ہوں گے حتی کہ مدعا علیہ سے وہ نصف جو اس کے قبضہ میں رہا ہے نہیں لے سکتا ہے۔ اور باوجود اس کے کسی نے دوسرے پر کچھ درم شرط کیے تو بھی جائز ہے اور اگر یوں صلح کی کہ تمام غلام ایک کو ملے اور غلام والا کچھ درم دوسرے کو دے تو بھی جائز ہے اور اگر موہوب لہ نے ہبہ کا دعویٰ کیا اور اقرار کیا کہ میں نے غلام پر قبضہ نہیں کیا تھا اور واہب نے انکار کیا پھر دونوں نے اس شرط سے صلح کی کہ غلام دونوں میں برابر تقسیم ہو تو صلح باطل ہے اور اگر باوجود اس کے کسی پر درم شرط کیے پس اگر واہب پر شرط کیے تو جائز نہیں ہے اور اگر موہوب لہ پر شرط کیے تو جائز ہے اور اگر یوں صلح کی کہ غلام پورا ایک کو ملے اور وہ دوسرے کو اس قدر درم دے پس اگر دونوں نے واہب پر یہ درم دینے شرط لگائے تو نہیں جائز ہے اور اگر موہوب لہ کو غلام دینا اور اس پر واہب کو درم دینا شرط کیا تو جائز ہے یہ محیط میں ہے۔

ایک عورت نے کچھ زمین اپنے دو بھائیوں کو ہبہ کر دی ایک بھائی حقیقی[1] یعنی ماں و باپ کی طرف سے ہے دوسرا علاتی[2] یعنی باپ کی طرف سے ہے پھر وہ عورت مر گئی اور حقیقی بھائی اس کا وارث ہوا اور کہا کہ یہ ہبہ ناجائز تھا اور دوسرے نے موافق قول بعض

[1] جس کو ہمارے عرف میں سگا بولتے ہیں ۱۲ [2] جس کو ہمارے عرف میں سوتیلا کہتے ہیں ۱۲

فقہاء کے اس کے جواز کا دعویٰ کیا پھر باہم دونوں نے صلح کر لی پھر حقیقی بھائی مر گیا پھر اس کے وارثوں نے ایسے قاضی کے پاس اس صلح کو باطل کرانا چاہا جو اصل ہبہ کو ناجائز جانتا ہے تو وہ اس کو موافق اس کے قول کے جو اس ہبہ کو باطل کہتا ہے باطل کر کے میراث قرار دے گا اور اس کے قول کے موافق جو اس ہبہ کو جائز کہتا ہے صلح باطل کر کے اس کو دونوں برابر نصف نصف ہبہ قرار دے گا۔ اور اگر عورت نے تمام زمین فقط علاتی بھائی کو ہبہ کر دی تھی لیکن اس نے بہن کی زندگی میں اس پر قبضہ نہیں کیا تھا پھر عورت کے مرنے کے بعد اس کے حقیقی بھائی نے مخاصمت کی کہ وہ تیرے حق میں جائز نہیں ہے کیونکہ تو نے اس پر قبضہ نہیں کیا تھا اور علاتی نے کہا کہ تو سچا ہے میں نے اس پر قبضہ نہیں کیا تھا لیکن میں تجھے بدون حکم قاضی کے نہ دوں گا پھر دونوں نے باہمی صلح کر لی تو صلح باطل ہے خواہ نصفا نصف پر یا کم یا زیادہ پر صلح کی ہو یہ مبسوط میں ہے۔ اگر زید نے دعویٰ کیا کہ عمرو نے یہ دار آدھا غیر منقسم مجھے ہبہ کیا اور میں نے اس سے لے کر قبضہ نہیں کیا اور عمرو نے انکار کیا پھر دونوں نے اس طور سے صلح کر لی کہ عمرو چوتھائی دار ہزار درم میں دے دے تو جائز ہے یہ حاوی میں ہے۔ اگر زید نے اپنے مقبوضہ دار کی نسبت دعویٰ کیا کہ مجھے عمرو نے یہ صدقہ دیا اور میں نے قبضہ کر لیا ہے اور عمرو نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے تجھے ہبہ کیا تھا اور میں اس ہبہ کو پھیرنا چاہتا ہوں پھر دونوں نے سو درم پر اس شرط سے صلح کی کہ عمرو یہ دار زید کے صدقہ میں سپرد کر دے تو جائز ہے اور اس کے بعد پھر عمرو کو پھیرنے کا اختیار نہ رہے گا۔ اسی طرح اگر دونوں نے صلح قرار دی کہ دار ہم دونوں کو آدھا آدھا ملے بشرطیکہ قابض سو درم واہب کو دے تو صلح جائز ہے اور غیر منقسم ہونا صلح کو باطل نہیں کرتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ کسی شخص کو کچھ گیہوں معین پر مزدور مقرر کیا پھر اس سے درموں پر صلح کر لی تو جائز نہیں ہے۔ یہ محیط سرخسی میں ہے۔ دوسرے سے ایک دار کرایہ لیا اور مدت میں میں دونوں نے اختلاف کیا پس مواجر نے کہا کہ میں نے دو مہینہ کے واسطے دس درم پر کرایہ دیا ہے اور مستاجر نے کہا بلکہ تو نے دس درم پر تین مہینے کے واسطے کرایہ دیا ہے پھر دونوں نے باہم اس امر پر صلح کی کہ ڈھائی مہینہ دس درم پر رہے تو جائز ہے اور اگر یوں صلح کی کہ تین مہینہ تک رہے بشرطیکہ مستاجر ایک درم اور زیادہ کرے تو یہ بھی جائز ہے اور اگر تین مہینہ تک رہنے کے واسطے اس شرط پر صلح کی کہ ایک قفیز معین یا غیر معین موصوف فی الذمہ زیادہ کرے تو بھی جائز ہے اور اگر یوں صلح کی کہ دو ہی مہینے تک مستاجر رہے مگر مواجر دوسرے دار میں سے ایک بیت اور بھی ان دو مہینہ تک اس کو دے دے تو بھی جائز ہے۔ اور اس جنس کے مسائل میں اصل یہ ہے کہ زیادتی کو دیکھنا چاہئے اگر زیادتی مجہول ہے تو جائز نہیں ہے خواہ اُسی جنس سے ہو جو کرایہ پر دی ہے یا اس کے خلاف جنس ہو اور اگر مستاجر کی طرف سے ہو پس اگر اسی جنس سے ہو جس کو کرایہ پر لیا ہے تو جائز نہیں ہے۔ اور اس کے خلاف جنس ہو تو جائز ہے اور اگر تین مہینہ تک دس درم پر رہنے کے واسطے اس شرط سے صلح کی کہ مستاجر رب الدار[1] کو ایک زمین بعینہ دے تو استحسانا جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

صلح کے موقع پر ہی قطع و برید ہو سکتی ہے یا مابعد بھی؟

اور اگر مواجر اور مستاجر نے باہم اس شرط پر صلح کی کہ مواجر اس کو اس کا کفیل دے اور کفیل اس پر راضی ہوا تو جائز ہے اور اگر کفیل غائب ہو تو صلح مردود ہے اور اگر یہ شرط کی کہ سکونت دار کے ساتھ اپنے ٹٹو کو فلاں مقام تک کی سواری کے واسطے دے تو بھی جائز ہے اسی طرح اگر اپنے کسی خاص غلام کی ایک مہینے کی خدمت زیادہ کر دے تو بھی جائز ہے اور اگر مستاجر نے اس کو کسی دار معروف کی ایک مہینہ کی سکونت زیادہ کر دی تو جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر ایک ٹٹو کسی مقام معلوم تک کچھ اجرت مقرر کر کے کرایہ کر لیا پھر ٹٹو والے نے زیادہ اجرت کا اور مستاجر نے زیادہ دوری

---

[1] وہ شخص جس کو دار کی ملکیت حاصل ہو ۱۲

تک کا دعویٰ کیا پھر باہم صلح کی کہ مقام وہی ہے جو ٹٹو والے نے معین کیا اور کرایہ وہی جو مستاجر نے اقرار کیا تو یہ صلح جائز ہے اور اگر مستاجر نے اصل اجارہ سے انکار کیا اور ٹٹو والے نے اس کا دعویٰ کیا پھر باہم صلح کی کہ مستاجر اس ٹٹو پر فلاں مقام تک ایک درم پر جائے تو جائز ہے اور اگر مستاجر نے دعویٰ کیا کہ میں نے یہ ٹٹو مع اکاف کے بغداد تک پانچ درم پر کرایہ کیا تھا کہ اس پر اپنا اسباب لا دوں گا اور ٹٹو والے نے اس سے انکار کیا پھر باہم صلح کر لی کہ میں خود اس پر زین سواری سے بغداد تک جاؤں گا تو جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کے مقبوضہ غلام پر دعویٰ کیا کہ میں نے بسبب عمرو کے سو درم کے جو مجھ پر قرضہ تھے یہ غلام عمرو کے پاس رہن کر دیا ہے اور عمرو نے کہا کہ میرا غلام ہے اور سو درم میرے تجھ پر قرضہ ہیں پھر دونوں نے باہمی صلح کی کہ عمرو ان سو درم سے جن کا زید پر دعویٰ کرتا ہے زید کو بری کرے اور پچاس درم اور دے دے اور زید اس غلام میں جھگڑا کرنا چھوڑ دے تو یہ صلح جائز ہے پھر اگر اس صلح کے بعد عمرو نے اقرار کیا کہ غلام میرے پاس رہن تھا تو صلح نہ ٹوٹے گی۔ اور اگر غلام مرتہن کے پاس ہے اس نے کہا کہ تو نے میرے پاس بعوض سو درم کے کہ جو میرے تجھ پر آتے ہیں اس غلام کو رہن کیا ہے اور راہن نے کہا کہ تیرے مجھ پر سو درم ہیں مگر میں نے یہ غلام تیرے پاس رہن نہیں کیا ہے پھر دونوں نے باہم صلح کر لی کہ مرتہن اس کو پچاس درم قرض اور دے دے اور غلام ایک سو پچاس پر اس کے پاس رہن رہے تو صلح جائز ہے اور غلام ایک سو پچاس پر رہن رہے گا اور اگر اس شرط سے صلح کی کہ مرتہن راہن کو پچاس درم ہبہ کر دے اور راہن غلام کو بعوض سو درم کے اس کے پاس رہن رہنے دے تو صلح فاسد ہے اور اگر مرتہن نے ہبہ دیا ہو تو اس کو واپس لینے کا اختیار ہے اور راہن کو اپنے رہن واپس کر لینے کا اختیار ہے۔ اور اگر دونوں نے یوں صلح ٹھہرائی کہ مرتہن پچاس درم سے راہن کو بری کر دے اور باقی پچاس کے عوض غلام رہن رہے تو جائز ہے۔ اگر مرتہن نے کسی کپڑے کی نسبت جو راہن کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا کہ اس راہن نے یہ کپڑا میرے پاس بعوض دس درم کے جو میں نے اس کو قرض دیے تھے رہن کیا مگر میں نے اس رہن پر قبضہ نہیں کیا اور راہن نے کہا کہ تیرے دس درم مجھ پر ہیں لیکن میں نے یہ کپڑا تجھے رہن میں نہیں دیا پھر دونوں نے اس امر پر صلح کی کہ مرتہن ایک درم قرض کم کر دے تا کہ راہن اس کے پاس یہ کپڑا رہن کر دے تو یہ جائز ہے اسی طرح اگر یوں صلح کی کہ مرتہن اس کو ایک درم اور قرض دے تا کہ راہن اس کے پاس یہ کپڑا رہن کر دے تو بھی جائز ہے۔ اور ایسے ہی اگر یوں باہم صلح کی کہ یہ کپڑا اس شرط سے رہن دیا جائے کہ مرتہن ایک درم قرضہ کم کر دے اور ایک درم اور قرض دے یعنی ایک درم اصل سے معاف کیا اور ایک درم پھر قرض دیا تو یہ صلح بھی جائز ہے پھر اگر اس کو کپڑا رہن نہ دیا اور اس کو اپنے پاس ہی رکھنا مصلحت معلوم ہوا تو اس کو اختیار ہے لیکن اصل قرض میں ایک درم کی کمی ثابت نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر متاع بعوض سو درم کے رہن کی اور رہن کی قیمت دو سو درم ہیں پھر مرتہن نے کہا کہ رہن تلف ہو گیا اور راہن نے کہا کہ نہیں تلف ہوا ہے پھر دونوں نے اس شرط پر صلح کی کہ مرتہن اس کو پچاس درم دے دے اور باقی سے اس کو بری کرے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ باطل ہے اور ایسے ہی اگر مرتہن نے رہن راہن کو واپس دینے کا دعویٰ کیا اور راہن نے انکار کیا تو بھی صلح کا یہی حکم ہے اور اگر راہن نے اس پر تلف کر ڈالنے کا دعویٰ کیا اور مرتہن نے اس کا اقرار نہ کیا اور نہ انکار کیا پھر کسی چیز پر صلح قرار دی تو بالاتفاق جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر رہن کی قیمت دو سو درم ہوں اور قرضہ سو درم ہوں پس راہن نے کہا کہ تو نے میری متاع فروخت کر ڈالی اس نے نہ اقرار کیا اور نہ انکار کیا پھر دونوں نے باہم صلح کر لی تو جائز ہے۔ اور اگر مرتہن نے اقرار کیا کہ میں نے وہ متاع سو درم کو راہن کی وکالت سے فروخت کر دی ہے یعنی راہن نے مجھے وکیل بیع کیا تھا اور راہن نے کہا کہ میں نے تجھ کو بیع کے واسطے وکیل نہیں کیا تھا پھر دونوں نے باہم صلح کی کہ مرتہن راہن کو سو درم قرضہ سے بری کر کے پچاس درم زیادہ کر دے تو جائز ہے پھر اگر وہ متاع مرتہن کے پاس ظاہر ہوئی تو صلح ویسی ہی باقی رہے گی۔ اور اگر مرتہن نے متاع

فروخت کردی پھر راہن مرگیا اس کے وارثوں نے اس پر صلح کی کہ مرتہن قرضہ سے بری کر کے پچاس درم وارثوں کو زیادہ دے تو بھی جائز ہے۔ پھر اگر دوسرا شخص آیا اور اس نے کہا کہ یہ رہن تو میرا ہے اور اس سے بھی مرتہن نے دس درم پر صلح کی تو بھی جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر راہن مرگیا پھر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ رہن میرا ہے میں نے راہن کو عاریت دیا تھا کہ وہ رہن کر دے پھر دونوں نے باہم اس شرط پر صلح کی کہ مرتہن ایسا اقرار کر دے تو مرتہن کے قول کی وارثان راہن پر تصدیق نہ کی جائے گی کذا فی المحیط۔

باب پانچواں ☆

غصب اور سرقہ اور اکراہ وتہدید سے صلح کر لینے کے بیان میں

اگر کسی شخص پر غصب کا دعویٰ کیا پھر مال پر اس سے صلح کر لی تو صلح جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک کپڑا غصب کیا جس کی قیمت سو درم تھی پھر اس کو تلف کر دیا پھر اس سے سو درم سے زائد پر صلح کر لی تو جائز ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اگر اس کی قیمت سے اس قدر زیادتی ہو کہ جس قدر لوگ برداشت نہیں کرتے ہیں تو باطل ہوگی اور صحیح امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے یہ خزانۃ الفتاویٰ میں ہے اگر مغصوب یعنی غصب کی ہوئی چیز کوئی غلام ہو اور وہ بھاگ گیا یا غاصب کے پاس ہلاک ہو گیا پس اس کی قیمت سے زیادہ پر صلح کر لی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اس کی قیمت سے اگر اس قدر زیادتی خسارہ ہو کہ لوگ اس کو برداشت نہیں کرتے ہیں تو زیادتی باطل ہوگی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب غلام بھاگ گیا ہو۔ اور اگر ہلاک کیا ہو اور اس کی قیمت سے زیادہ پر صلح کی تو بالاتفاق جائز نہیں ہے اور اصح یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں اختلاف ہے کذا فی ذکر الامام فخر الدین فی شرح جامع الصغیر۔ اور اسی اختلاف پر اس صورت میں کہ ایک غلام غصب کیا اور وہ اس کے قبضہ میں مر گیا پھر کسی قدر مال پر صلح کی پھر غاصب نے گواہ قائم کیے کہ جس قدر پر صلح کی ہے اس سے اس کی قیمت کم تھی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک گواہ قبول نہ ہوں گے اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہوں گے اور زیادتی غاصب کو واپس دلائی جائے گی یہ غایۃ البیان شرح ہدایہ میں ہے۔ اور اجماع ہے کہ اگر کسی عرض[1] (اسباب ۱۲) پر صلح قرار پائی تو جائز ہے خواہ اس عرض کی قیمت غلام کی قیمت سے زیادہ ہو یا کم ہو۔ اور اس پر بھی اجماع ہے کہ اگر قاضی نے غاصب پر قیمت کی ڈگری کی پھر قیمت سے زیادہ پر صلح کی تو جائز نہیں ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر غلام مغصوب بھاگ گیا پھر اس کے مالک سے کسی قدر درموں مسمّی پر فی الحال یا میعادی اُدھار دینے پر صلح کی تو جائز ہے اور اگر اسی بھاگے ہوئے غلام سے کیلی یا وزنی چیز پر خواہ بعینہ ہو یا غیر معین ہو صلح کی لیکن بدل پر اسی مجلس میں قبضہ کر لیا تو جائز ہے اور اگر غیر معین ہو اور اسی مجلس میں قبضہ کیا تو جائز نہیں ہے چنانچہ حقیقت میں ہلاک ہو جانے کی صورت میں بھی جائز نہیں ہے اور اگر غلام بعینہ قائم ہو اور غاصب نے ان چیزوں پر جو ہم نے ذکر کی ہیں کسی چیز یا غیر معین پر فی الحال دینے یا میعادی اُدھار دینے پر صلح کی تو جائز ہے اور مثل بیع کے قرار دی جائے گی۔ اور اگر غاصب نے اور مغصوب منہ نے باہم اختلاف کیا ایک نے کہا کہ بھاگ گیا اور دوسرے نے کہا کہ نہیں بھاگا ہے تو غاصب کا قول قبول ہوگا اگر اس نے کہا کہ میرے پاس ہے تو تمام ان چیزوں پر جو ہم نے بیان کی ہیں صلح جائز ہے خواہ فی الحال دینا شرط ہو یا میعادی اُدھار ہو۔ اور اگر کہا کہ بھاگ گیا ہے تو درموں پر صلح فی الحال یا میعادی ادھار پر جائز ہے اور کیلی اور وزنی چیز پر فی الحال دینے پر صلح جائز اور اُدھار میعادی جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔

---

[1] اس کا اطلاق ایسی چیزوں پر ہوتا ہے جو ہمارے عرف میں اسباب کہلاتی ہے ۱۲

اگر زید نے ایک کپڑا عمرو کا غصب کر لیا اور زید کے پاس خالد نے اس کو تلف کر دیا پس مالک نے زید سے اس کی قیمت سے کم پر صلح کر لی تو جائز ہے اور زید خالد سے اس کی قیمت لے لے گا اور اس کی زیادتی صدقہ کر دے گا اور اگر اس نے خالد ہی سے اس کی قیمت سے کم پر صلح کر لی تو جائز ہے اور زید کی براءت ہو جائے گی اور خالد کچھ صدقہ نہ کرے گا اور اگر جو مال خالد پر ٹھہرا تھا وہ ڈوب گیا تو مالک پھر زید سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر ایک کُر گیہوں غصب کیے پھر اس سے کسی قدر درموں پر مقرر کر کے فی الحال ادا کرنے یا میعادی ادھار پر صلح کی اور کُر بعینہٖ قائم ہے تو صلح جائز ہے اسی طرح اگر کسی قدر ہونے پر مقرر کر کے فی الحال دینے پر یا میعادی اُدھار پر صلح کی تو بھی جائز ہے اور یہی حکم تمام وزنی چیزوں پر صلح کا ہے۔ اور اگر کسی کیلی چیز پر میعادی اُدھار دینے کی شرط پر صلح کی تو جائز نہیں ہے خواہ گیہوں پر صلح کی ہو یا کسی اور چیز پر۔ اور اگر وہ کر تلف کر دیا ہو پھر کسی قدر درموں یا دیناروں پر صلح ٹھہرائی پس اگر اُدھار ہوں تو نہیں جائز ہے اور اگر نقد ہوں اور قبضہ کر لیا تو صلح جائز ہے اور اگر قبضہ سے پہلے جدا ہو گئے تو صلح باطل ہو گئی اور اگر کسی کیلی[1] یا وزنی چیز پر صلح کی پس اگر نقد فی الحال ہے اور قبضہ کر لیا تو جائز ہے اور اگر اُدھار میعادی ہے پس اگر مصالح علیہ سوائے گیہوں کے کوئی چیز ہے تو جائز نہیں ہے اور اگر گیہوں ہوں تو جائز ہے اور اگر ڈیڑھ کر پر صلح کی تو صلح باطل ہے خواہ غصب کر لیا ہوا کُر بعینہٖ قائم ہو یا تلف ہو گیا ہو کیونکہ یہ ربوا یعنی سود ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک کر گیہوں و ایک کر جو غصب کر کے تلف کیے اور پھر اس سے ایک کر جو پر میعادی اُدھار کر کے اس شرط سے صلح کی کہ گیہوں سے اُسے بری کر دے تو جائز ہے اسی طرح اگر کوئی دونوں میں سے موجود ہو اور اسی پر اس شرط سے صلح کی کہ جو تلف ہو گئی ہے اس سے بری کر دے تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ منتقی میں ہے کہ ایک شخص نے عروض و گیہوں پر جو غصب کیے اور مغصوب منہ نے اس سے ہزار درم پر ایک سال کے وعدہ پر صلح کی تو گیہوں و جو کا حصہ صلح اگر دونوں تلف ہو گئے ہوں تو باطل ہے اور ہزار میں سے عروض کے حصہ کی صلح جائز ہے اور اگر غاصب نے کہا تھا کہ گیہوں تلف نہیں کیے ہیں اور مغصوب منہ نے کہا کہ تلف کر دیئے ہیں تو غاصب کا قول قبول ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر سو درم اور دس دینار غصب کر لئے اور دونوں تلف کر دیئے پھر ان سے ایک کر گیہوں معین پر صلح کی پھر وہ استحقاق میں لے لیا گیا یا اس میں کچھ عیب پا کر واپس کیا تو درم و دیناروں کو واپس لے گا۔ اور اگر پچاس درم فی الحال نقد یا میعادی اُدھار پر صلح کی تو جائز ہے اور اگر بعد قبضہ کے اس میں استحقاق ثابت ہوا یا زیوف یا ستوق پائے اور واپس کر دیئے تو صلح نہ ٹوٹے گی ان کے مثل دوسرے لے۔ اور اگر پچاس درم کے وزن سے چاندی پر صلح کی تو بھی یہی حکم ہے۔ اسی طرح اگر سو مثقال چاندی اور دس دینار غصب کیے پھر پچاس درم فی الحال یا میعادی اُدھار پر صلح کی تو بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ یہ دراہم کھرے پن میں چاندی کے برابر ہوں اور اگر اس سے اچھے ہوں گے تو صلح جائز نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔

غاصب غصب سے انکاری ہو تو کیا کمی زیادتی پر صلح جائز ہے؟

اگر ایک کر گیہوں غصب کر لیے پھر نصف کر گیہوں پر صلح کی پس اگر وہ کر جو غصب کر لیا ہے غائب ہو اور اسی کے آدھے کر پر صلح کی تو نہیں جائز ہے خواہ غاصب غصب کا اقرار کرتا ہو یا انکار کرتا ہو اور اگر دوسرے کر کے نصف پر صلح کی تو جائز ہے خواہ غاصب مقر ہو یا منکر ہو۔ لیکن اس کو جس قدر زیادتی رہی دیانۃً اللہ کے نزدیک حلال نہیں ہے جب کہ وہ کر اُس کے پاس درحقیقت قائم ہو اور چاہئے کہ مغصوب منہ کو واپس کر دے۔ اور اگر وہ کر مغصوب حاضر ہو پس اگر غاصب غصب سے انکار کرتا ہو اور اس نے اسی کر کے نصف پر یا دوسرے نصف کر پر صلح کی تو قضاءً جائز ہے لیکن دیانت کی راہ سے اللہ کے نزدیک اس کو آدھا کر باقی مغصوب منہ کو واپس

[1] مثلاً اناج پر کہ کیلی ہو یا سونے چاندی پر کہ وزنی ہو۱۲

دینا واجب ہے اور اگر غاصب غصب کا اقرار کرتا ہو تو آدھے کر غصب کردہ شدہ پر صلح جائز نہیں ہے یا دوسرے کر کے نصف پر بھی نہیں جائز ہے اور یہ استحسان ہے۔ اور اگر کسی کپڑے پر صلح کی اور اس کو دے دیا تو صلح جائز ہے خواہ کر مغصوب موجود ہو یا غائب ہو خواہ غاصب مقر ہو یا منکر ہو۔ اور یہی حکم جو ہم نے گیہوں کی صورت میں ذکر کیا ہے تمام کیلی چیزوں میں اور تمام ان چیزوں میں جو تقسیم ہو سکتی ہیں جیسے وزنیات اور عددیات متقاربہ میں بھی جاری ہے۔ اور اگر مغصوب ایسی چیز ہو کہ تقسیم نہیں ہو سکتی ہے مثلاً غلام یا کوئی چوپایہ یا باندی ہو پھر مغصوب منہ سے غاصب نے اس کے نصف پر صلح کی پس اگر مغصوب[1] غائب ہو تو صلح بے شک ناجائز ہے اور اگر موجود حاضر ہو پس اگر غاصب غصب کا اقرار کرتا ہو تو بھی صلح ناجائز ہے اور اگر انکار کرتا ہو تو بھی مذکور ہے کہ صلح جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ زید نے عمرو سے ہزار درم غصب کر لیے اور ان کو چھپا کر غائب کر دیا اور مالک نے اس سے پانچ سو درم پر صلح کی اور غاصب نے اس کو انہی درموں میں سے دیئے یا دوسرے درموں سے دیئے تو یہ صلح قضاءً جائز ہے لیکن دیانت کی رو سے اللہ کے نزدیک جائز نہیں ہے غاصب کو چاہئے کہ باقی درم مالک کو واپس کر دے اور اگر غاصب کے پاس دراہم مغصوبہ اس طور سے موجود ہیں کہ مالک ان کو دیکھتا ہے پس اگر غاصب منکر غصب ہو تو بھی یہی حکم ہے۔ پھر اگر مالک نے اس کے بعد گواہ پائے اور پیش کئے تو اس کے واسطے باقی درموں کی ڈگری ہو جائے گی اور اگر غاصب غصب کا اقرار کرتا ہو اور درم اس کے ہاتھ میں ظاہر موجود ہوں اور مغصوب منہ اس سے لے لینے کی قدرت رکھتا ہو اور اس سے نصف درموں پر صلح کی اس شرط پر کہ باقی درموں سے اس کو بری کر دے تو قیاساً مثل اوّل کے ہے یعنی قضاءً صلح جائز ہے اور استحساناً جائز نہیں ہے اس پر واجب ہے کہ مغصوب منہ کو واپس کر دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک غلام یا کپڑا یا اس کے مشابہ کوئی چیز دو شخصوں سے غصب کر لی اور تلف کر دی پھر ایک نے دونوں میں سے غاصب سے اپنے حصہ سے درموں یا دیناروں پر صلح کی اور قبضہ کر لیا تو جائز ہے اور اس مقبوضہ میں دوسرا شخص اس کا شریک ہو گا اور مصالح کو یہ اختیار نہ ہو گا کہ چاہے مقبوضہ میں سے اس کو دے یا دوسری دے۔ اور اگر صلح کسی عرض پر واقع ہوئی اور دوسرے شریک نے مصالح سے ضمان لینا اختیار کیا تو مصالح کو اختیار ہو گا کہ چاہے نصف مقبوضہ اس کو دے یا چوتھائی مال مغصوبہ دے دے۔ اور اگر عرض قائم ہو پھر دونوں میں سے ایک نے غاصب سے اپنے حصہ سے صلح کی پس اگر عرض غاصب کے ہاتھ میں ظاہر موجود ہو اس طرح کہ مالک اس کو دیکھتا ہے اور غاصب غصب کا اقرار کرتا ہے تو ساکت کو مصالح کے ساتھ شریک ہونے کا حق مال مقبوض میں نہیں ہے اور اگر عرض غائب ہو کہ مالک کو اس کی جگہ معلوم نہ ہو اور نہ غاصب کو معلوم ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو ساکت کو مصالح کی شرکت کرنے کا مقبوضہ مال میں اختیار ہے اور اگر عرض غاصب کے اختیار میں بعینہ قائم ہو اس طرح کہ مالک اس کو دیکھتا ہو لیکن غاصب غصب سے انکار کرتا ہے تو اصل میں مذکور ہے کہ ساکت کو مصالح کے ساتھ اس کے مقبوضہ میں شرکت کرنے کا اختیار نہیں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ جو اصل میں مذکور ہے یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور ابن سماعہ نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ ساکت کو مصالح کے مقبوضہ میں اس کے ساتھ شرکت کا اختیار ہے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ جس صورت میں مغصوب غائب ہو اور مالک کو اس کی جگہ معلوم نہ ہو مگر غاصب کو معلوم ہو تو بھی حکماً ایسا ہی اختلاف ہونا واجب ہے کذا فی المحیط۔ ایک شخص نے دوسرے کا چاندی کا برتن تلف کر دیا اور قاضی نے اس پر قیمت کی ڈگری کر دی پھر قیمت پر قبضہ کرنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو ہمارے نزدیک حکم قضا باطل نہ ہو گا۔ اسی طرح اگر دونوں نے باہم صلح کر لی اور بدون حکم قاضی کے قیمت پر صلح ٹھہری اور قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر چاندی کا پتر یا درم ضائع کر دیئے پھر اس سے کم پر میعادی اُدھار کر کے صلح کی تو بھی ہمارے نزدیک یہی

[1] وہ چیز جس کو غاصب نے غصب کیا ۱۲

حکم ہے فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر چاندی کے پتر یا درم تلف کر دیے پھر اس کے مثل دس درم پر کسی مدت کے اُدھار پر صلح کی تو جائز ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ نوادر بن سماعہ میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک چاندی کا برتن ڈھلا ہوا غصب کر کے اپنے گھر میں رکھا پھر مالک اس سے ملا اور اس کے برابر چاندی پر یا کسی قدر سونے پر صلح کی پھر قبضہ سے پہلے جدا ہو گئے تو صلح باطل نہ ہوگی۔ اور بھی نوادر بن سماعہ میں ہے کہ ایک شخص نے ایک طوق سو دینار قیمت کا غصب کیا اور اس کے پاس سے ضائع ہو گیا اور مالک طوق نے اس سے پچاس دینار پر صلح کی تو جائز ہے اور اگر غاصب نے اس کو پایا تو طوق کا مالک آدھے کا اس کا شریک ہوگا۔ اور اگر غاصب کے پاس طوق موجود ہو اور اس نے مالک سے اس طور سے صلح کی جس طرح ہم نے بیان کیا تو صلح جائز نہ ہوگی۔ اور بھی نوادر بن سماعہ میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک چاندی کا کنگن غصب کر لیا اور بعد غصب کے اس کی قیمت سے زیادہ پر صلح کی تو جائز نہیں ہے اور اگر غاصب نے اس کو تلف کر دیا اور مغصوب[1] منہ اس امر پر راضی ہوا کہ کنگن کے برابر چاندی پتر کی لے لے اور اس کی بنوائی سے بری کر دے تو جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کے گھر سے ایک چور پکڑا حالانکہ چور مال چوری کا گھر سے باہر نکال چکا ہے اور زید نے اس کو عمرو کے سپرد کرنا چاہا پس چور نے زید سے کسی قدر مال معلوم پر صلح کی کہ وہ نہ پکڑے اور زید نے صلح کر کے اس کو چھوڑ دیا تو یہ صلح باطل ہے زید کو وہ مال سارق کو پھیر دینا واجب ہے اور اگر یہ مال عمرو کا ہو تو چور کو دینا واجب نہ ہوگا اور جب اس نے یہ سرقہ عمرو کو دے دیا تو خصومت سے بری ہو جائے گا اور اگر ایسی صلح عمرو سے واقع ہوئی حالانکہ پہلے قاضی کے پاس مقدمہ پیش ہو چکا ہے پس اگر صلح بلفظ عفو واقع ہوئی تو بالاتفاق عفو صحیح نہیں ہے اور اگر بلفظ ہبہ یا براءت کے واقع ہوئی تو ہمارے نزدیک ہاتھ کاٹنا ساقط ہو جائے گا اور امام یا قاضی نے اگر شراب خوار سے اس طور سے صلح کی کہ مال لے کر اس کو عفو کر دے تو صلح نہیں صحیح ہے اور مال شراب خوار کو واپس کرے خواہ یہ پکڑے جانے سے پہلے ہو یا اس کے بعد یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے ایک موزہ سینے والے کی دوکان سے لوگوں کے موزے چوری کئے گئے اور موزہ دوز نے چور سے صلح کی پس اگر مال مسروقہ بعینہٖ قائم ہو تو بدون اجازت مالکان موزہ کے صلح کرنا جائز نہیں ہے اور اگر مال مسروقہ تلف کر دیا تو صلح بدون مالکوں کی اجازت کے جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ صلح درموں پر واقعہ ہو اور اس میں قیمت میں سے زیادہ کی نہ ہو یہ خزانۃ المفتین میں ہے ایک شخص چوری میں متہم ہو کر قید کیا گیا پھر اس پر ایک قوم نے دعویٰ کیا اس نے لوگوں سے صلح کر لی پھر قید سے نکل کر انکار کیا اور کہا کہ میں نے صرف اپنی جان کے خوف سے ان لوگوں سے صلح کی تھی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر قاضی کے قید خانہ میں قید تھا تو صلح جائز ہے اور اگر والی ولایت کے قید خانہ میں تھا تو صلح صحیح نہیں ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو کچھ بضاعت دی اور اس پر راہ میں ڈاکہ پڑا اور خود اس کا مال اور مال بضاعت سب لے لیا گیا پھر جس کے پاس بضاعت تھی اس نے چور رہزن سے صلح کی پھر یہ کہا کہ میں نے صرف اپنے مال سے صلح کی تھی اور صاحب بضاعت کہتا ہے کہ تو نے میری بضاعت سے صلح کی ہے پس اگر قبضہ کرنے کے وقت دینے والے نے یہ کہا کہ یہ مال منجملہ اس کے ہے جو مجھ پر واجب تھا تو موافق ان دونوں کے ملکیت کے حصہ رسد تقسیم ہوگا اور اگر اس نے کوئی مال خاص کا دعویٰ صلح بیان کیا تو اسی مال کا خاص قرار دیا جائے گا اور دوسرا اس میں شریک نہ ہوگا اور اگر مبہم چھوڑ کر یا کوئی تفصیل قابض و واقع کے درمیان نہ ہوئی پس اگر رہزن چور حاضر ہو تو اسی کا قول معتبر ہوگا کہ تو نے کس مال کے عوض صلح میں دیا ہے بشرطیکہ اس صلح کی کوئی تحریر مفصل نہ ہو اور اگر غائب ہو کہ اس سے ملنے کی قدرت نہیں ہے اور بضاعت لینے والا و دینے والا دونوں متفق ہیں کہ چور نے دیتے وقت کچھ بیان

[1] وہ شخص جس کے مال کو کسی نے ناحق چھین لیا ۱۲

نہیں کیا تھا تو کل مال سے عوض قرار دیا جائے گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

مکرہ[۱] کی صلح جائز نہیں ہے کذا فی السراجیہ۔ اگر مدعی دو شخص ہوں اور مدعا علیہ پر سلطان نے ایک کے ساتھ صلح کرنے کے واسطے زبردستی کی اس نے دونوں کے ساتھ صلح کر لی تو جس کے واسطے زبردستی کی گئی تھی اور وہ مجبور کیا گیا تھا اس کے ساتھ صلح جائز نہیں اور دوسرے کے ساتھ جائز ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ کچھ لوگ ایک شخص کے گھر میں رات یا دن میں اس کے پاس داخل ہوئے اور اس پر ہتھیار نکالے اور اس کو دھمکایا یہاں تک کہ اس نے اپنے دعویٰ سے کسی چیز پر صلح کر لی یا اس کو اقرار یا ابراء پر مجبور کیا یعنی اکراہاً اس سے اقرار یا ابراء کرایا اس نے ایسا ہی کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قیاس پر صلح و اقرار و ابراء جائز ہے کیونکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اکراہ صرف سلطان سے ہوتا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اکراہ ہر ایسے شخص سے ہو سکتا ہے کہ جو اس قدر قدرت و غلبہ رکھتا ہو کہ جس چیز سے وہ ڈراتا ہے اس کو کر دکھائے اور صاحبینؒ ہی کے قول پر فتویٰ ہے۔ اور اگر ان لوگوں نے اس کو ہتھیار نکال کر نہ ڈرایا بلکہ اس کو صرف مارا پس اگر شہر میں دن میں ایسا ہوا تو صلح جائز ہے۔ اور اگر کسی بڑی لکڑی سے جس سے جان جاتی رہے ڈرایا تو اس حکم میں وہ بمنزلہ ہتھیار کے ہے اور اگر یہ امر راستہ میں رات یا دن میں یا گاؤں میں واقع ہوا کہ وہاں کوئی مددگار فریاد رس نہیں پہنچ سکتا ہے تو اقرار و صلح باطل ہے اگرچہ انہوں نے ہتھیار نہ نکالے ہوں اور شوہر نے اپنی جورو کو دھمکایا تاکہ وہ مہر سے کسی چیز پر صلح کر لے یا بری کر دے تو وہ بمنزلہ اجنبی کے ہے۔ اور اگر اس کو طلاق سے دھمکایا یا یوں دھمکایا کہ اس کے اوپر دوسری سے نکاح کر لے گا یا کوئی باندی ام ولد بنا لے گا تو یہ اکراہ نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

۱؎ ایک صیغہ مفعول وہ شخص جس پر اکراہ و زبردستی کی گئی ہو اور کتاب اکراہ میں مفصل مذکور ہے ۱۲

باب ششم ☆

عمال سے صلح کرنے کے بیان میں

عمال جو لوگ ہمیشہ وکام کرتے ہیں۔ اگر کسی شخص نے کندی کرنے والے کو کندی کے واسطے کوئی کپڑا دیا اس نے کندی میں اس کو پھاڑ دیا پھر مالک نے کندی والے سے کسی قدر معلوم درموں پر صلح کی خواہ اس طور پر کہ درم کے ساتھ کپڑا بھی مالک لے یا کپڑا کندی والا لے تو صلح جائز ہے خواہ درم فی الحال ٹھہرے ہوں یا میعادی ادھار ہوں۔ اسی طرح اگر اس سے دیناروں پر صلح کی تو بھی جائز ہے خواہ کپڑا مالک کو دینے یا کندی والے کو دینے کی شرط کی ہو اور اگر کسی کیلی یا وزنی پر جو ذمہ مقرر کی ہے صلح کی اور شرط یہ کہ کپڑا کندی والے کو ملے تو صلح حصہ ثوب کی جائز اور حصہ خرق کی باطل ہے۔ اور اگر اس شرط پر واقع ہوئی کہ کپڑا اس کے مالک کو ملے تو جائز نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر کندی والے نے کہا کہ میں نے تجھے کپڑا دے دیا اور مالک نے انکار کیا اور صلح کی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صلح جائز نہیں ہے اور نہ کندی والے کا اجر یعنی مزدوری واجب ہوگی اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صلح جائز ہے اور ایسے ہی دوسرے قول امام ابو یوسف میں بھی جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر قصار یعنی کندی کرنے والے نے دعویٰ کیا کہ میں نے کپڑا مالک کو دیا اور اجرت طلب کی اور مالک نے انکار کیا پھر اجرت سے نصف پر صلح کی تو جائز ہے۔ اسی طرح اگر کپڑے کے وصول پانے کا اقرار کیا اور دعویٰ کیا کہ میں نے مزدوری اس کو دے دی ہے اور کندی والے نے انکار کیا پھر دونوں نے آدھی اجرت پر صلح کر لی تو جائز ہے یہ خلاصہ میں ہے۔

کچھ ایسی صورتوں کا بیان جن میں صلح جائز نہیں ☆

اجیر[1] مشترک نے دعویٰ کیا کہ مال عین میرے پاس تلف ہو گیا پھر اس سے درموں پر صلح کر لی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اجیر مشترک امین ہوتا ہے اس واسطے اس کے اس کہنے کے بعد کہ مال عین میرے پاس تلف ہو گیا ہے صلح کرنا صحیح نہیں ہے جیسا مستودع میں حکم ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک صحیح ہے اور وہ ضامن ہوتا ہے پس مثل غاصب کے اس کا حکم ہے۔ اور چرواہا اگر اجیر مشترک ہو تو اس کا حکم مثل قصار یعنی کندی کرنے والے کے ہے اور اگر ایک ہی شخص کا اجیر ہو تو اجیر خاص ہے وہ بلا خلاف امین ہوتا ہے اس کا حکم مثل مستودع کے ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ آجر کچھ سوت کی جولا کو دیا اور اس سے جس شرط کے ساتھ بننے کو کہا تھا اس نے اس طور سے نہ بنا اور بناوٹ میں اس کے خلاف[2] کیا تو مالک کو اختیار ہے چاہے اس سے کپڑا لے کر ایسی بنائی کی جو اجرت ہوتی ہے اس کو دے دے یا کپڑا اسکے پاس چھوڑ دے اور اپنے سوت کے مثل سوت اس سے لے لے اور اگر اس سے اس طور سے صلح کی کہ کپڑا جولا ہے کے پاس رہے اور جولاہا کچھ دراہم[3] مسمی کسی میعاد پر مالک کو ادا کرے تو کتاب میں مذکور ہے کہ ایسی صلح جائز نہیں ہے۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ تاویل اس مسئلہ کی یعنی صلح ناجائز ہونے کی یہ ہے کہ سوت کے مالک نے یہ کیا کہ کپڑا جولا ہے کے پاس چھوڑ دیا اور اپنے سوت کے مثل اس سے تاوان لیا پھر اس سے کسی قدر دراہم مسمی پر صلح کی اور مدت ادا مقرر کی تو جائز نہیں ہے کیونکہ بن دینا اس کے ذمہ دین تھا پھر جب اس سے اس کے عوض ادھار درموں پر صلح کی تو یہ دین بعوض دین کے ہوا اور یہ حرام ہے اور اگر یوں ہو کہ کپڑے کو سوت کے مالک نے لے لیا پھر اس طور سے صلح کی کہ کپڑا جولا ہے کا اور جولاہا کچھ درم سے کسی مدت مقررہ تک ادا کرے تو صلح جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر یوں صلح کی کہ کپڑا لے کر تھوڑی مزدوری دے اور تھوڑی گھٹا دے تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے

---

[1] وہ شخص جس نے اجارہ لیا ۱۲ [2] قولہ خلاف کیا مثلاً ستا چوا تھا اس نے پنجا چوا بنایا یا اٹھا چوا ۱۲ منہ [3] دراہم مسمی جو کہ نام زد ہو چکے ۱۲

ہے۔اگر رنگریز کو ایک کپڑا اس شرط پر دیا کہ ایک درم میں ایک قفیز عصفر سے رنگ دے اس نے دو قفیز سے رنگا حتیٰ کہ مالک ثواب کو اختیار حاصل ہوا کہ چاہے کپڑا لے لے اور اس کو ایک درم اور دوسرے قفیز کی زیادتی دے دے یا کپڑا رنگریز کے پاس چھوڑ دے اور اپنے سپید کپڑے کی قیمت اس سے ڈانڈ لے پھر مالک نے اس طور سے صلح ٹھہرائی کہ کپڑا لے کر ایک قفیز گیہوں معین اس کو دے دے تو جائز ہے خواہ اس سے اجرت اور زیادتی قفیز عصفر[1] سے صلح ٹھہرائی یا دوسرے قفیز کی زیادتی سے صلح ٹھہرائی ہو۔ اور اگر ایک قفیز گیہوں اُدھار میعادی پر صلح ٹھہرائی تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ صورت کتاب میں نہیں لکھی ہے اور مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے مشائخ عراق نے فرمایا کہ جائز ہے اور مشائخ بلخ نے کہا کہ جائز نہیں ہے اور اگر ایک قفیز عصفر پر صلح کی پس اگر قفیز عصفر معین ہے تو جائز ہے اور اگر غیر معین ہے تو جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر رنگریز سے کسی قدر درموں پر میعادی ادھار کر کے صلح کی تو جائز ہے اسی طرح اگر ایک قیراط سونے پر صلح کی تو جائز ہے بشرطیکہ سونے پر اسی مجلس میں قبضہ کر لیا اور اگر قبضہ نہ کیا یا اُدھار کر کے میعاد مقرر کی پس اگر قیمت دوسرے قفیز کی جو اس نے رنگ میں زیادہ کی ہے ایک قیراط سونا یا اس سے زیادہ ہو تو یہ اس طور سے جائز ہے کہ اجرت کو کم کر دیا اور قفیز کی زیادتی کی قیمت میں مدت مقرر کی۔ اور اگر اس قفیز کی قیمت قیراط سونے سے کم ہو تو صلح جائز نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔

ساتواں باب☆

بیع اور سلم میں صلح کرنے کے بیان میں

اگر ہزار درم سیاہ پر اپنا غلام فروخت کیا پھر اس سے ایک ہزار ایک سو درم زیوف یا نبہرہ پر صلح کی خواہ نقد فی الحال یا ادھار میعادی تو یہ صلح باطل ہے۔ اسی طرح اگر کسی کیلی یا وزنی غیر معین چیز پر صلح قرار دی تو بھی جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے کوئی چیز خریدی اس پر یا اس کے کسی ٹکڑے پر کسی دوسرے شخص نے دعویٰ کیا اور مشتری نے اس سے صلح کر لی تو جائز ہے اور اگر مشتری نے چاہا کہ یہ بدل صلح بائع سے واپس لے تو اس کو اختیار نہ ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ حسن بن علی رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے پر بعد قبضہ مبیع کے فساد بیع کا دعویٰ کیا اور اس کو ہنوز گواہ پیش کرنے کی نوبت نہ پہنچی تھی کہ ان میں باہم کچھ دیناروں پر فساد بیع کے دعویٰ سے صلح کرا دی گئی تو آیا یہ صلح صحیح ہے انہوں نے فرمایا کہ صحیح نہیں ہے پھر کہا گیا کہ اگر اس کے بعد یعنی صلح کے بعد اس کو گواہ فساد بیع کے ملے اور اس نے پیش کیے تو سماعت ہوگی فرمایا کہ ہاں سماعت ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر دعویٰ کیا کہ میرے اس شخص پر ہزار درم ایک غلام کا ثمن ہیں جو میں نے اس کے ہاتھ بطور بیع فاسد فروخت کیا تھا اور وہ غلام تلف کر چکا ہے پھر اس سے پانچ سو درم پر صلح کر لی اور طالب نے دعویٰ کیا کہ اس کی قیمت ہزار درم تھی اور مطلوب نے دعویٰ کیا کہ چار سو درم تھی تو صلح جائز ہے کذا فی المبسوط۔ اگر رب السلم ایک ہی شخص ہو اس نے مسلم الیہ کے ساتھ مسلم فیہ سے راس المال پر صلح کر لی تو جائز ہے کذا فی السراج الوہاج مسلم فیہ سے سوائے راس المال کے کسی اور جنس پر صلح کرنا جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر اس پر ہزار درم اور ایک کر سلم ہو اور اس سے سو درم پر صلح کر لی تو جائز ہے کذا فی البدائع اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص سلم میں اس طور پر صلح کرے کہ نصف راس المال اور نصف سلم بعینہ لے لے تو کچھ ڈر نہیں ہے پس اگر کسی شخص پر ہراتی کپڑے سلم میں ہوں اور اس سے نصف راس المال اور نصف مسلم پر صلح کر لی اور صلح جائز ہوگئی پھر مسلم الیہ نصف کپڑا قطع کیا ہوا دینے لایا اور رب السلم اس کے

[1] عصفر جس کو عرف میں کسم کہتے ہیں ۱۲

لینے پر مجبور نہ کیا جائے گا اگر چاہے تو لے لے اور اگر چاہے تو قبول نہ کرے جب تک کہ پورا کپڑا نہ لائے یہ محیط میں ہے۔ اگر بیع سلم میں میعاد ہے اور صلح اس شرط سے کی کہ نصف راس المال لے لے اور نصف کی سلم توڑ دے اور نصف سلم مدت سے پہلے جلد دے دے تو نصف راس المال کی سلم توڑنا جائز ہے اور تعجیل جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی شخص سے ایک کُر گیہوں کی سلم قرار دی اور میعاد ایک مہینہ رکھی اور اسی شخص سے ایک کر جو کی سلم قرار دی اور اس کی میعاد دو مہینہ رکھی پھر وقت عقد سے ایک مہینہ گذر ا اور گیہوں کی میعاد آ گئی پھر اس سے اس طور سے صلح کی کہ گیہوں لے لے اور جو کی مدت تک بڑھا ئے تو جائز ہے اور اگر اس طور سے صلح کی کہ گیہوں لینے میں تاخیر کر دے اور جو کے لینے میں تعجیل کر لے تو جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر بیع السلم کی میعاد آ گئی اور مسلم الیہ نے راس المال میں سے کسی قدر اس شرط پر واپس دیا کہ سلم میں ایک مہینہ کی اور میعاد بڑھائے تو جائز ہے اور بعض نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ جائز ہے یعنی واپس دینا جائز ہے اور یہ مراد نہیں ہے کہ میعاد دینا جائز ہے۔ یہ قول بعض فقہاء کا ہے کہ میعاد بڑھانا اس صورت میں جائز نہیں ہے اور روایت کتاب کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں اور دوسری صورت میں یعنی جب کہ سلم میں میعاد ہے اور مسلم الیہ نے ایک درم رس المال میں سے اس شرط پر کم کر دیا کہ میعاد بڑھائے تو جائز نہیں ہیاں دونوں صورتوں میں یہی فرق ہے کہ صورت اولیٰ میں جو کتاب میں مذکور ہوئی ہے جائز ہے اور دوسری صورت میں میعاد دینا جائز نہیں ہے اور فرق اس طور سے ہے کہ راس المال کے قبضہ کا اعتبار مسلم فیہ کے قبضہ کا ہے کیونکہ دونوں کا جریان قبضہ میں ایک ہی طور پر ہوتا ہے حتیٰ کہ دونوں کا استبدال جائز نہیں ہے اس لیے کہ اس میں قبضہ فوت ہوگا پس اگر حکم فی الحال ہے اور اس میں سے بعض مسلم فیہ پر قبضہ کر لیا اس شرط سے کہ باقی کی میعاد مقرر کر دے تو جائز ہے تو اسی کے اعتبار سے اگر بعض راس المال پر اس شرط سے قبضہ کر لیا کہ جس قدر سلم اس پر ہے اس کی میعاد مقرر کر دے تو بھی جائز ہے۔ اور اگر سلم میں میعاد ہے اور بعض مسلم فیہ کو اس شرط سے قبضہ کر لیا کہ باقی کے واسطے میعاد بڑھا تو جائز نہیں ہے اسی طرح اگر بعض راس المال پر اس شرط سے قبضہ کیا کہ میعاد بڑھائے تو بھی جائز نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر سلم کے ایک کر گیہوں ہوں پھر آدھے کر پر اس شرط سے صلح کی کہ باقی سے اس کو بری کر دے تو جائز ہے اسی طرح اگر سلم کے ایک کُر گیہوں کھرے ہوں اور اس نے ایک کر ردی گیہوں پر صلح کر لی تو بھی جائز ہے۔ اور اگر سلم کے ایک کر ردی گیہوں ہوں اور اس نے نصف کر کھرے گیہوں پر صلح کی تو دوسرے قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے موافق جائز نہیں ہے اور یہی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر سلم میں گیہوں اور راس المال سو درم ہوں پھر سلم سے اس شرط پر صلح کی کہ دو سو درم واپس دے گا یا سو درم یا پچاس درم واپس دے گا تو باطل ہے اور اگر یوں کہا کہ میں نے تجھ سے سلم سے اس شرط پر صلح کی کہ تیرے راس المال کے سو درم یا راس المال سے پچاس درم واپس دوں گا تو صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ [1] اور اگر یوں کہا کہ میں نے تیرے ساتھ سلم سے راس المال کے سو درم پر صلح کی تو زیادتی جائز نہیں ہے اور اقالہ بقدر راس المال کے واقع ہوگا ایسا ہی شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے اشارہ کیا ہے کہ اس صورت میں اقالہ اصلاً باطل ہے یہ محیط میں ہے۔ دونوں نے بیع سلم کا اقالہ کر لیا اور راس المال از قسم عروض[ل] تھا کہ وہ تلف ہو گیا یا قبضہ سے پہلے اس کو فروخت کر دیا تو مسلم الیہ اس کی قیمت کا ضامن ہے اور اگر رب المال کو بلا عوض ہبہ کر دیا ہے تو استحساناً ضامن نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کچھ دراہم معدودہ ایک کر گیہوں کی سلم میں کسی میعاد معین کے واسطے دیئے پھر کچھ دن بعد دونوں نے باہم اس شرط سے صلح کی کہ مسلم الیہ رب السلم کے واسطے نصف کر گیہوں زیادہ کر دے اور اسی مدت معینہ پر ادا کر دے تو بالا جماع جائز نہیں ہے پھر جب جائز نہ ہوئی تو مسلم الیہ پر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک

ل اسباب و سامان ۱۲ (۱) جب کہ راس المال سو سے کم ہو ۱۲

واجب ہے کہ تہائی راس المال واپس کرے اور اس پر پورا ایک کر اس میعاد پر واجب الادا ہوگا اور صاحبین نے فرمایا کہ کچھ واپس نہ کرے گا اور اس پر ایک کر پورا واجب ہوگا یہ حصر شرح منظومہ میں ہے۔

قاضی کی طرف سے فیصلہ دیئے جانے کے بعد ردوبدل کا امکان باقی رہتا ہے یا نہیں؟

ایک کر گیہوں کی سلم میں ایک کپڑا دیا پھر مسلم الیہ اوّل نے اس کپڑے پر قبضہ کر کے اس کپڑے کو دوسرے شخص کو سلم میں دے دیا پھر مسلم الیہ اوّل نے راس المال پر پہلے رب السلم سے صلح کی پھر اگر یہ صلح اس وقت واقع ہوئی کہ وہ کپڑا دوسرے مسلمالیہ کے پاس سے پہلے مسلم الیہ کے پاس ایسے سبب سے واپس آیا جو ہر طرح سے بیع سلم کا فسخ ہے جیسے خیار روایت یا خیار عیب کی وجہ سے بحکم قاضی واپس آیا یا دوسری سلم میں راس المال پر قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہوئے تو اس صورت میں پہلے مسلم الیہ پر واجب ہے کہ بعینہ وہ کپڑا رب السلم کو واپس کر دے اور اس کو اس کپڑے کی قیمت کے واپس دینے کا اختیار نہیں ہے اور اسی طرح اگر پہلے مسلم الیہ نے اس کو ہبہ کیا ہو اور پھر ہبہ سے رجوع کر لینے کی وجہ سے وہ کپڑا اس کے پاس آ گیا ہو خواہ رجوع بحکم قاضی ہو یعنی قاضی نے رجوع کے وقت حکم واپسی دیا ہو یا بدون حکم قاضی ہو تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر ایسے سبب سے واپس آیا ہے کہ وہ سبب ہر صورت سے از سر نو ملک شار ہے جیسے خرید لینا یا ہبہ میں پانا یا میراث میں پانا تو رب السلم کا حق عین اس کپڑے میں نہیں ہے اس کی قیمت میں ہے۔ پھر اگر دونوں نے اس امر پر صلح کی کہ مسلم الیہ بعینہٖ وہی کپڑا رب السلم کو واپس کرے پس اگر یہ صلح اس وقت واقع ہوئی کہ قاضی نے اس پر کپڑے کی قیمت دینے کا حکم نہیں کیا تھا تو قیاساً جائز نہیں ہے اور استحساناً جائز ہے اور اگر قاضی کے قیمت دینے کے حکم کے بعد ایسی صلح قرار دی تو قیاساً جائز نہیں ہے اور استحساناً جائز ہونے میں مشائخ کا اختلاف ہے اور اگر وہ کپڑا مسلم الیہ اوّل کے پاس ایسے سبب سے واپس آیا جو فسخ و تملیک کے مشابہ ہے جیسے اقالہ اور رد بالعیب بدون حکم قاضی کے تو رب السلم کا استحقاق اس کی قیمت میں ہے اس کے عین میں نہیں ہے اور اگر ان دونوں نے باہم عین اس کپڑے کی واپسی پر صلح کی پس اگر یہ صلح پہلے اس سے کہ قاضی اس پر کپڑے کی قیمت دینے کا حکم کرے واقع ہوئی تو قیاساً نہیں جائز ہے اور استحساناً جائز ہے اور اگر اس کے بعد واقع ہوئی تو قیاساً و استحساناً دونوں طرح نہیں جائز ہے۔ اور اگر مسلم الیہ اوّل نے قبل اس کے کہ وہ کپڑا اس کے پاس واپس آئے رب السلم سے صلح کی پھر اس کے بعد وہ کپڑا اس کے پاس واپس آیا پس اگر بعد اس کے واپس آیا کہ قاضی نے مسلم الیہ اوّل پر قیمت دینے کا حکم دے دیا ہے تو بعینہ وہ کپڑا لینے پر دونوں کا صلح کرنا جائز نہ ہوگا خواہ کسی سبب سے وہ کپڑا مسلم الیہ اوّل کے پاس واپس آیا ہو لیکن اگر بسبب عیب کے بحکم قاضی واپس ملا ہے تو وہ اس کپڑے کو رب السلم کو دے کر اس کی قیمت اُس سے لے لے گا اور اگر قاضی کے قیمت دینے کے حکم دینے سے پہلے اس کے پاس واپس آیا پس اگر ایسے سبب سے واپس آیا جو ہر طرح سے فسخ السلم ہے تو وہ کپڑا پہلے رب السلم کو واپس کر دے اور اگر ایسے سبب سے واپس آیا جو تملیک و فسخ کے مشابہ ہے تو اس پر کپڑے کی قیمت رب السلم کو دینا واجب ہوگی اور اگر دونوں نے بعینہ اسی کپڑے کے لینے پر صلح کی تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر سلم میں دو شریک ہوں تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک شریک کا اپنے حصہ راس المال سے کم پر صلح کرنا صحیح نہیں ہے اور اگر اپنے حصہ راس المال پر صلح کر لی تو شریک کی اجازت پر موقوف رہے گی اگر اس نے رد کر دی تو صلح بالکل رد ہو جائے گی اور مسلم فیہ دونوں میں بحالہ مشترک رہے گا اور اگر اجازت دی تو صلح دونوں پر نافذ ہوگی پس نصف راس المال دونوں میں مشترک اور باقی نصف مسلم فیہ بھی دونوں میں مشترک رہے گا اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صلح جائز ہے اور نصف راس المال اس کا ہوگا اور اس کے شریک کو اختیار ہوگا کہ چاہے اس کے مقبوضہ میں شرکت کرے یا مطلوب سے اپنا حصہ لے لے لیکن اگر مسلم الیہ پر جو اس کا مال ہے وہ ڈوب جائے تو

اپنے شریک سے لے گا یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ دونوں کا راس المال مخلوط[1] ہو اور اگر مخلوط نہ ہو بلکہ ہر ایک نے اپنا اپنا مال علیحدہ دیا ہو تو اس میں اختلاف ہے بعض مشائخ نے کہا کہ امام محمد رحمتہ اللہ علیہ و امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک بھی مثل قول امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کے ہے اور بعضوں نے کہا کہ اس صورت میں بھی اختلاف ہے اور یہی صحیح ہے کذا فی التبیین والکافی۔ اور اگر دو متفاوضوں کی کسی شخص پر سلم ہو اور ایک نے راس المال پر صلح کر لی تو جائز ہے اور یہی حکم دو شریک عنان میں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر زید کا عمرو پر ایک کر گیہوں سلم میں ہو اور اس کا خالد کفیل ہو پس کفیل نے رب السلم سے راس المال پر صلح کر لی تو اختلاف ہے امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ و امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک مسلم الیہ کی اجازت پر صلح موقوف ہے اگر اس نے اجازت دی تو جائز ہو گی اور رب السلم کا حق راس المال میں پیدا ہو گا اور اگر باطل کر دی تو باطل ہو جائے گی اور رب السلم کا حق اناج یعنی گیہوں میں رہے گا۔ اسی طرح اگر بدوں حکم مسلم الیہ کے کوئی شخص کفیل ہو اور اس نے رب السلم سے اس طرح صلح کر لی تو بھی ایسا ہی اختلاف ہے۔ اسی طرح اگر کسی اجنبی نے راس المال پر صلح کر لی اور مال ضمان دے دیا تو بھی یہی اختلاف ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کفیل نے رب السلم کے ساتھ جنس سلم کے اناج پر صلح کر لی مگر یہ اناج سلم سے کھرے ہونے میں کم ہے تو جائز ہے اور کفیل مسلم الیہ سے کھرا اناج جو سلم میں ٹھہرا ہے لے لے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر طالب نے کفیل کو کل سلم ہبہ کر دی تو کفیل کو مسلم الیہ سے مسلم کا اناج لے لینے کا اختیار ہے اور اگر کفیل نے رب السلم سے کسی کپڑے یا وزنی چیز پر صلح کر لی تو جائز نہیں ہے بخلاف اس کے اگر کفیل نے مسلم الیہ سے سوائے سلم کے کسی دوسری چیز پر صلح کر لی تو جائز ہے۔ پھر سلم کے کفیل نے اگر مطلوب کے ساتھ سوائے جنس سلم کے کسی چیز پر صلح کر لی تو مطلوب کفیل کے قرضہ سے بری ہو گیا اور طالب کے قرضہ سے بری نہ ہو گا پھر بعد اس کے دیکھنا چاہئے کہ اگر کفیل نے رب السلم کو اناج دے دیا ہے اور اس کا حق ادا کر دیا ہے تو دونوں بری ہو جائیں گے اور اگر طالب نے مطلوب سے اپنا اناج وصول کیا تو مطلوب کو کفیل سے واپس لینے کا اختیار ہے اور کفیل مختار ہو گا چاہے مسلم الیہ کو طعام سلم دے دے یا جو کچھ اس سے لیا ہے وہی واپس کر دے یہ محیط میں ہے۔ اگر کفیل نے رب السلم سے اس شرط پر صلح کی کہ ایک درم راس المال (یعنی رب السلم ۱۲) میں بڑھا دے اور اس پر قبضہ کر لیا تو جائز نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اور اگر کفیل نے اس شرط سے صلح کی کہ مسلم الیہ ایک گون گیہوں بڑھائے تو جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر رب السلم نے ایک درم اس شرط سے بڑھایا کہ مسلم الیہ ایک گون گیہوں بڑھائے تو بھی جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر رب السلم کے پاس کفیل سلم کی چیز کیلی یا وزنی اس سے گھٹی ہوئی لایا جس کی کفالت کی تھی اور کہا کہ تو اس کو لے لے میں تجھے ایک درم واپس دوں گا تو امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ و امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک یہ امر مسلم الیہ سے ناجائز ہے پس ایسا ہی کفیل سے بھی جائز نہیں ہے اور اگر آپ کی کفالت سے بڑھی ہوئی جید لایا اور کہا کہ اس کو لے لے اور مجھے ایک درم بڑھا دے تو کیلی یا وزنی کسی چیز کی سلم میں یہ جائز نہیں ہے اور اگر مسلم الیہ نے وزنی چیز کی سلم میں ایسا کیا تو جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کفیل نے رب السلم کو سلم اس موضع کے سوائے جو شرط کیا ہے دوسری جگہ ادا کر دی اور اس نے قبول کر لی تو اس کو اختیار ہے کہ مسلم الیہ سے مقام مشروط[2] میں وصول کرے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر کفیل نے طالب سے اس امر پر صلح کی کہ سلم کا اناج موضع مشروط کے سوائے دوسری جگہ ادا کرے گا جائز نہیں ہے اور طالب اناج و کرایہ واپس کر دے تا کہ اس کو موضع مشروط میں ادا کرے اور طعام ادا کرنے کا موضع سواد شہر کوفہ اطہر پایا ہے اور طالب نے کفیل سے اس شرط پر صلح کی کہ اناج شہر کوفہ میں ادا کرے اور طالب اس کو اس قدر درم دے گا تو جائز نہیں ہے اور اگر کفیل نے

---

[1] مخلوط خلط کردہ شدہ جس کو ہمارے عرف میں گھال میل بولتے ہیں ۱۲ [2] سپردگی مبیع کا قرار داد ہوا ہو ۱۲

رب السلم کو سلم کا اناج بدون شرط کے کوفہ میں ادا کر دیا تو کفیل اس کو مسلم الیہ سے سواد کوفہ میں لے سکتا ہے کوفہ میں نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک کر گیہوں کی سلم ٹھہرائے پھر عمرو نے مسلم الیہ سے راس المال پر صلح کر لی تو یہ صلح عمرو پر نافذ ہوگی اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ وامام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مثل سلم کے ایک کر گیہوں موکل کو ڈانڈ دے گا اسی طرح اگر مسلم الیہ کو بطریق صلح کے راس المال پر اناج سلم سے بری کر دیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر خود موکل نے مطلوب سے راس المال پر صلح کی اور راس المال پر قبضہ کر لیا تو جائز ہے جیسا کہ بدون صلح کے بری کر دینے کی صورت میں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کی طرف سو درم اور سلم کے ایک کر گیہوں کا دعویٰ کیا اس نے بیس دینار پر صلح کر لی۔ پس اگر اس صورت میں سلم کے راس المال میں درم ہوں تو سو درم اور سلم دونوں کے حصہ کی صلح باطل ہوگی خواہ بدل صلح کے دیناروں پر قبضہ کرنے سے پہلے یا بعد دونوں جدا ہوئے ہوں اور اگر راس المال دینار ہوں پس اگر راس المال کے پانچ دینار ہوں اور صلح میں دونوں نے یہ شرط لگائی کہ پانچ دینار بمقابلہ سلم کے ہیں اور بیس دینار نقد دے دے اور سو درم کا بھی حصہ نقد دے دیا تو کل کی صلح جائز ہوگی اور اگر صلح میں دونوں نے پانچ دینار بمقابلہ سلم کے قرار نہ دیئے اور بیس دینار نقد دے دیئے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ صورت کتاب میں ذکر نہیں فرمائی ہے اور مشائخ نے باہم اختلاف کیا ہے فقیہ ابوجعفر ہندوانی فرماتے تھے کہ جائز نہیں ہے اور فقیہ ابوبکر بلخی استاذ ابوجعفر فرماتے تھے کہ جائز ہے اور جس قدر سلم کے حصہ میں پڑے اس پر سلم کا استحساناً اقالہ بقدر راس المال قرار دیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر دو ذمیوں نے کسی ذمی سے شراب کی سلم ٹھہرائی پھر دونوں میں سے ایک مسلمان ہو گیا تو اس کا حصہ سلم باطل ہو گیا اور اپنا حصہ راس المال واپس کر دے پس اگر اپنے راس المال سے اس نے طعام معین یا میعادی پر صلح قرار دی تو جائز نہیں ہے اور اگر دوسرے شریک ذمی کا مال اس صورت میں مسلم الیہ پر ڈوب گئے وہ اپنے شریک مسلمان سے اس کے حصہ مقبوضہ میں شرکت کر سکتا ہے اور اگر ایک نصرانی نے دوسرے نصرانی کو شراب گیہوں کی سلم میں دی اور اس کے راس المال یعنی شراب پر قبضہ کر لیا پھر دونوں میں سے ایک شخص مسلمان ہو گیا تو سلم نہ ٹوٹے گی اور اگر اس سے مسلمان نے راس المال پر صلح کی تو جائز نہیں ہے۔ اور اگر ایک نصرانی نے سور دوسرے نصرانی کو شراب کی سلم میں دیا اس نے سور پر قبضہ کر کے اس کو تلف کر دیا پھر دونوں میں سے ایک مسلمان ہو گیا تو سلم ٹوٹ جائے گی اور اس پر سور کی قیمت واجب ہوگی کذا فی المبسوط۔

آٹھواں باب ☆

صلح میں شرط خیار اور عیب سے صلح کرنے کے بیان میں

اگر زید نے عمرو پر سو درم کا دعویٰ کیا اس نے سو درم سے ایک غلام پر صلح کی اور زید کے واسطے یا خود اپنے واسطے تین روز کے خیار کی شرط کی تو صلح جائز اور خیار جائز ہے خواہ مدعا علیہ مقر ہو یا منکر ہو یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم ہوں اس نے ایک غلام پر اس شرط سے صلح کی کہ ایک مہینہ کی میعاد پر مدعی اس کو دس دینار اور دے اور خیار کی شرط کی پس یہ صحیح ہے اور جب عقد پورا ہو گیا اور مدعی نے قبول کیا تو مطلوب ہزار درم سے بری ہو گیا اور جس روز سے عقد پورا ہوا ہے اسی روز سے دس دینار مدعی پر ایک مہینہ کی میعاد پر واجب ہو گئے ہکذا فی المبسوط۔ اگر ایک شخص کے دوسرے پر دس دینار ہوں اس نے ایک کپڑے پر ان دیناروں سے صلح کی اور مطلوب نے اپنی ذات کے واسطے تین روز کے خیار کی شرط کی اور کپڑا طالب کو دے دیا اور طالب کے پاس تین روز سے پہلے تلف ہو گیا تو وہ اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اس کے دینار اس کے قرض دار پر قرضہ ہیں اور اگر خیار طالب کے واسطے ہو اور کپڑا

اس کے پاس مدت خیار میں تلف ہوا تو وہ بعوض ثمن کے اس کے پاس تلف ہوا اور اگر کپڑا تلف نہ ہوا بلکہ جس کے واسطے خیار مشروط ہے وہ ہلاک ہو گیا تو صلح تمام ہو گئی یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص کا دوسرے پر قرضہ ہے اس نے اپنے غلام پر صلح کی اور تین روز کے خیار کی شرط کی اور تین روز گذر گئے پھر صاحب خیار نے تین روز کے اندر فسخ صلح کا دعویٰ کیا تو بدون گواہوں کے قبول نہ ہوگا پھر اگر اس نے فسخ کے گواہ دیئے اور دوسرے نے تین روز کے اندر صلح تمام کر دینے کے گواہ دیئے تو فسخ کے گواہ قبول ہوں گے۔ اور اگر تین روز کے اندر ایسا اختلاف واقع ہوا تو اسی کا قول جس کو خیار ہے خیار فسخ کر دینے میں قبول ہوگا اور دوسرے کے جو مدعی اتمام ہے گواہ قبول ہوں گے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر دو شخصوں کا ایک شخص پر قرضہ ہو اور دونوں نے مطلوب سے ایک غلام پر صلح کی اور دونوں کے واسطے خیار کی شرط کی پھر ایک صلح پر راضی ہوا اور دوسرے نے فسخ کرنا چاہا تو امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک وہ فسخ نہیں کر سکتا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک فسخ کر سکتا ہے۔ اور اگر ایک شخص کا دو شخصوں پر قرضہ ہو اس نے دونوں سے ایک غلام پر صلح کر لی اور تین روز کے خیار کی شرط کی پس اگر خیار طالب کے واسطے ہو اور اس نے ایک کے حق میں صلح کی اجازت دی اور دوسرے کے حق میں فسخ کر دی تو بیشک صاحبین کے قول پر جائز ہے اور امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ سے دو روایتیں ہیں ایک روایت میں دوسرے کے حق میں فسخ جائز اور دوسری روایت میں نہیں جائز ہے اور اگر دونوں مطلوبوں کو خیار ہو پس ایک نے اجازت دی اور دوسرے نے فسخ چاہا تو مسئلہ میں اختلاف ہے امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک کل میں صلح جائز ہوگی اور صاحبین کے نزدیک اجازت دینے والے کے حصہ میں جائز اور دوسرے کے حصہ میں ناجائز ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر دعویٰ مدعی سے باوجود انکار کے مدعا علیہ نے صلح کر لی اور اپنے واسطے خیار کی شرط کی پھر بحکم خیار عقد فسخ کر دیا تو مدعی اپنے دعوے پر عود کرے گا اور مدعا علیہ کا صلح کرنا اس کے اقرار کرنے میں شمار نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

دعویٰ مال سے صلح کرنے میں خیار عیب ثابت ہوتا ہے ☆

اگر ایسی چیز پر صلح کی جس کو اس نے نہیں دیکھا ہے تو اس کو دیکھنے کے وقت خیار حاصل ہوگا کذا فی السراجیہ۔ زید نے عمرو کی جانب کسی حق ہونے کا دعویٰ کیا اور عمرو نے ایک زطی کپڑے کی گٹھڑی پر صلح کر لی اس کو زید نے بدون دیکھنے کے اپنے قبضہ میں لیا اور زید نے خالد سے کہا کہ جس نے زید پر کسی حق کا دعویٰ کیا تھا اسی گٹھڑی پر صلح کر کے اس کے قبضہ میں دے دی اور اس نے بھی نہ دیکھی تو خالد کو بوقت دیکھنے کے واپس کر دینے کا اختیار ہے کہ زید کو واپس کر دے اور زید کو اختیار نہ ہوگا کہ عمرو کو واپس کرے خواہ زید نے خالد سے بحکم قاضی واپسی قبول کی ہو یا بلا حکم قاضی قبول کی اور اگر بجائے خیار رویت کے خیار عیب ہو اور خالد نے بحکم قاضی بسبب اس عیب کے زید کو واپس کر دی تو زید اس کو عمرو کو واپس دے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ دعویٰ مال سے صلح کرنے میں خیار عیب ثابت ہوتا ہے مثلاً کسی نے زید پر قرضہ کا دعویٰ کیا اس نے ایک غلام پر صلح کر لی اور مصالح نے عیب پا کر واپس کرنا چاہا تو کر سکتا ہے اور اس کا حکم مثل مبیع کے حکم کے ہوگا کہ اگر بحکم قاضی مصالح نے واپس کیا تو صلح کا فسخ ہے اور زید کو اس واپسی میں اختیار ہے کہ اپنے بائع کو واپس کرے۔ اور اگر مصالح نے بدون حکم قاضی کے زید کو واپس دیا اور زید نے قبول کر لیا تو مثل از سر نو بیع ہونے کے حکم کے ہے کہ زید اس کو اپنے بائع کو واپس نہیں دے سکتا ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے اور بسبب عیب کے واپس کرنے کے واسطے مصالح علیہ کا حکم مثل مبیع کے ہے کہ تھوڑے سے عیب اور بہت عیب سے واپس ہو سکتا ہے اور مدعی پھر اپنے دعویٰ پر رجوع کرے گا خواہ بحکم قاضی واپس کیا ہو یا بلا حکم قاضی واپس کیا ہو یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مدعی نے مصالح علیہ میں عیب پایا لیکن بسبب مدعی کے پاس ہلاک ہو جانے یا اس میں زیادتی یا نقصان آ جانے کے مدعی اس کو واپس نہیں کر سکتا ہے تو مدعا علیہ سے حصہ نقصان بھر لے پس گا اگر یہ صلح مدعا علیہ کے اقرار دعویٰ

کے بعد واقع ہوئی تو حصہ عیب کو اسی مدعا علیہ[1] میں لے گا۔ اور اگر صلح انکار سے واقع ہوئی ہے تو دعویٰ میں لے گا پس اگر گواہ قائم کیے یا مدعا علیہ سے قسم لی اور اس نے نکول کیا تو حصہ عیب کا مستحق ہوا اور اگر قسم کھلانے سے اس نے قسم کھالی تو اس سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کے مقبوضہ دار پر دعویٰ کیا اور اس سے ایک غلام پر صلح کر لی اور وہ غلام استحقاق ثابت ہو کر لے لیا گیا تو مدعی پھر اپنے دعویٰ پر رجوع کرے گا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ مستحق نے صلح کی اجازت نہ دی ہو اور اگر اس نے اجازت دے دی تو غلام مدعی کو دیا جائے گا اور غلام کی قیمت مستحق مدعا علیہ سے لے لے گا اور اگر آدھا غلام استحقاق میں لے لیا گیا تو مدعی کو اختیار ہے چاہے باقی آدھے پر راضی ہو کہ نصف دعویٰ پر عود کرے یا باقی غلام واپس کر کے پورا دعویٰ کرے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ صلح کسی مال عین پر واقع ہوئی ہو اور اگر مال غیر معین مثل درم و دینار کے ہو یا کیلی و وزنی غیر معین ہو یا کچھ کپڑے پر میعاد ٹھہرا کر وصف بیان کر کے اس کے ذمہ قرار دیئے گئے ہوں تو استحقاق ثابت ہونے کی وجہ سے صلح باطل نہ ہوگی اور اس کے مثل مدعا علیہ سے واپس لے گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور باہم قبضہ کر لیا پھر اس میں عیب پایا اور بائع نے انکار کیا کہ میرے پاس کا عیب نہیں ہے یا اقرار کیا پھر اس سے کسی قدر درموں پر فی الحال دینے یا میعادی اُدھار دینے پر صلح کر لی تو جائز ہے اور اگر دیناروں پر صلح کی تو باہم قبضہ کر لینا یعنی افتراق[2] سے پہلے شرط ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر عیب سے کسی معین کپڑے پر صلح کی تو جائز ہے اور اگر کسی قدر معین گیہوں پر صلح کی تو بھی جائز ہے اگرچہ قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو جائیں۔ اور اگر غیر معین ہوں پس اگر اس میں ادا کرنے کی میعاد ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر فی الحال دینے ٹھہرے ہوں پس اگر افتراق سے پہلے ادا کر دے تو جائز ہے اور اگر قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو صلح باطل ہوگئی اسی طرح اگر غلام ہو کہ اس میں عیب پیدا ہو گیا کہ جس کی وجہ سے مشتری اس کو واپس نہیں کر سکتا ہے یا مشتری کے پاس مر گیا یا عیب سے واقف ہونے سے پہلے مشتری نے اس کو آزاد کر دیا پھر عیب سے واقف ہوا اور عیب سے صلح کر لی تو صلح جائز ہے اور اگر مشتری نے اس کو قتل کر دیا پھر اس کے عیب سے واقف ہو کر صلح قرار دی تو صلح جائز نہیں ہے۔ اور اصل اس جنس کے مسائل میں یہ ہے کہ جب مشتری سے واپس کرنا متعذر ہو لیکن نقصان عیب واپس کر لے سکتا ہو تو جب بائع سے اس نے عیب سے صلح کر لی تو جائز ہے۔ اور جب مشتری سے واپس کرنا متعذر ہو اور نقصان عیب بھی نہیں لے سکتا ہے جب صلح کی تو جائز نہیں ہے کیونکہ پہلی صورت میں مشتری نے اپنا حق لیا اور دوسری صورت میں ناحق لیا اور اگر عیب سے واقف ہونے کے بعد اس کو آزاد کر دیا پھر عیب سے صلح کی تو جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اگر اس کو بعد عیب سے واقف ہونے کے بیع کے واسطے پیش کیا پھر عیب سے صلح کی تو جائز نہیں ہے۔ اگر زید نے ایک غلام ہزار درم کو خرید کر کے قبضہ کیا پھر عمرو کے ہاتھ فروخت کیا پھر زید اس کے کسی عیب سے واقف ہوا اور اپنے بائع سے درموں پر صلح کی تو جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر وہ غلام دوسرے مشتری کے پاس مر گیا پھر دوسرا مشتری اس کے عیب سے واقف ہوا تو اپنے بائع یعنی مشتری اوّل سے نقصان عیب لے سکتا ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلے مشتری کو اس نقصان کی وجہ سے اپنے بائع سے نقصان لینے کا یا جو کچھ اس نے دیا ہے وہ واپس لینے کا اختیار نہیں ہے اور اگر صلح کی یعنی بائع اوّل سے مشتری اوّل نے بسبب اس عیب کے جس کا نقصان ادا کر دیا ہے صلح کی تو بھی جائز نہیں ہے۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک وہ اس نقصان کو بائع اوّل سے لے سکتا ہے اور اگر صلح کرے تو بھی جائز ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک شخص نے کوئی کپڑا خریدا اور اس کی قمیص قطع کرا کے سلائی پھر اس کو ہنوز فروخت کیا تھا یا نہیں فروخت کیا کہ اس کے عیب سے مطلع ہوا اور بیع بعد عیب ظاہر ہونے کے واقع ہوئی پھر اپنے بائع سے اس عیب سے کسی قدر

---

1. یعنی جس چیز کا دعویٰ تھا اسی میں سے بقدر حصہ عیب کے لے گا ۱۲
2. جدا ہونا اور الگ الگ ہو جانا ۱۲

درموں پر صلح کر لی تو جائز ہے اسی طرح اگر اس کو سرخ رنگا پھر فروخت کیا یا نہ کیا حتیٰ کہ عیب سے صلح کر لی تو بھی جائز ہے۔ اور اگر اس کو قطع کرایا اور نہیں سلایا یہاں تک کہ فروخت کر دیا پھر عیب سے صلح کی تو صحیح نہیں ہے۔ اور سیاہ رنگنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بمنزلہ قطع کرنے کے ہے اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک بمنزلہ قطع کر کے سلانے کے ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر عیب سے اس شرط پر صلح کی کہ تیرے اس ٹٹو پر اپنی حاجتوں کے واسطے ایک مہینہ سوار ہو کر جایا کروں گا تو جائز ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ تاویل اس کی یہ ہے کہ سوار ہونے کی شرط شہر ہی میں قرار دی کیونکہ اگر سواری کی شرط باہر شہر کے یا مطلق سواری لینے کی شرط کی تو جائز نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کسی عورت سے کوئی چیز خریدی اور اس میں عیب ظاہر ہوا پھر اس عورت نے اس عیب سے اس شرط پر صلح کی کہ مشتری کے ساتھ نکاح کر لے گی تو جائز ہے اور یہ امر اس کی طرف سے عیب کا اقرار ہے پس اگر اس عیب کا عوض دس درم تک ہوتا ہے تو وہی اس کا مہر ہو گیا اور اگر دس درم سے کم ہے تو اس کے مہر میں دس درم پورے کئے جائیں گے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر کوئی ٹٹو خریدا اور اس پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ بائع نے اس سے کسی چیز پر اس شرط سے صلح کی کہ بائع کو ہر عیب سے بری کر دے پھر اس میں کوئی عیب پیدا ہو گیا تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مشتری اس کی وجہ سے واپس نہیں کر سکتا ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ واپس کر سکتا ہے یہ حاوی میں ہے۔

اگر کسی قسم کے عیبوں سے صلح کر لی مثلاً کہا کہ میں تیرے ساتھ قروح[1] وشمط سے صلح کرتا ہوں تو جائز ہے اور بائع فقط اس قسم کے عیبوں سے بری ہو گا پس اگر اس قسم کے سوائے دوسری قسم کا عیب ظاہر ہوا تو مشتری مخاصمہ کر سکتا ہے۔ اور اگر مشتری کو کوئی عیب ظاہر نہ ہوا لیکن بائع کو اس سے خوف پیدا ہوا اس نے مشتری سے ہر عیب سے کسی چیز پر صلح کر کے اس کو دے دی تو صلح جائز ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر بائع نے پچیس سے اور پانچ محد ثات سے کسی قدر درموں معلومہ پر صلح کر لی تو جائز ہے اور یہ فقرہ اہل کوفہ کے چوپایوں کے سوداگروں کی اصطلاح امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے وقت میں تھی اور وجہ اس کی یوں ہوئی کہ ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بدون عیبوں کے بیان کئے عیبوں سے بری کرنا صحیح نہیں ہے پس نخاسیوں نے غور کیا تو ان کو چار پائیوں میں پچیس عیب معلوم ہوئے جو ہوا کرتے ہیں پھر اس کے بعد ان کو پانچ عیب اور بھی معلوم ہوئے تو ان کا نام خمسہ محد ثات رکھا ہے یعنی پانچ عیب کہ نئے معلوم ہوئے ہیں پس چار پائیوں کے فروخت کے وقت ابن ابی لیلیٰ کے قول سے بچنے کے واسطے ان سب کو بیان کرتے تھے کیونکہ ابن ابی لیلیٰ اس وقت کے قاضی تھے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر مشتری نے خرید کردہ چوپایہ کی آنکھ میں عیب لگایا اور اس سے کسی قدر درموں مسمی پر صلح کر لی اور عیب کو بیان نہ کیا تو جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص نے ایک باندی پچاس دینار کو خریدی اور باہم قبضہ کر لیا پھر مشتری نے اس میں کچھ عیب لگایا پھر دونوں نے باہم اس شرط پر صلح کی کہ بائع اس باندی کو واپس کرے اور پچاس دینار واپس دے پس اگر بائع نے یہ اقرار کیا ہے کہ یہ عیب میرے پاس کا ہے اس کو باقی دینار بھی واپس کر دینا چاہئے اسی طرح اگر ایسا عیب ہے کہ مشتری کے پاس پیدا نہیں ہو سکتا ہے تو بھی واپس کر دینا چاہئے اور اگر یوں کہا کہ میرے پاس تھا یا کچھ اقرار و انکار نہ کیا اور اس کے مثل مشتری کے پاس پیدا ہو سکتا ہے تو بائع کو وہ دینار جائز ہے اور یہ امام اعظم و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں صورتوں میں جائز ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر بائع نے مشتری سے کوئی کپڑا لے کر مبیع کو اس شرط سے واپس قبول کیا کہ تمام ثمن واپس کر دے گا تو واپس کرنا جائز ہے پھر اگر بائع اس امر کا مقر ہے کہ یہ عیب بائع کے پاس کا ہے تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک اس کو وہ کپڑا لینا حلال نہیں ہے مشتری کو واپس کر دینا چاہئے اور اگر بائع منکر ہے حالانکہ

---

[1] قروح جمع قرحہ بمعنی زخم ۱۲

عیب ایسا ہے کہ مشتری کے پاس پیدا نہیں ہو سکتا ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر منکر ہوا اور ایسا عیب ہو کہ مشتری کے پاس پیدا ہو سکتا ہے تو بائع پر واجب[1] نہیں ہے کہ کپڑا اس کو واپس کر دے یہ محیط میں ہے۔ اگر مشتری نے کوئی چوپایہ خرید ا اور باہمی قبضہ ہو گیا پھر مشتری نے اس میں عیب لگایا اور بائع نے انکار کیا پھر اس سے صلح کی کہ چوپایہ اور اس کے ساتھ ایک کپڑا لے کر تمام ثمن واپس دے گا تو جائز ہے۔ پھر اگر وہ کپڑا استحقاق میں لیا گیا تو بقدر اس کے حصہ ثمن کے اور وہ مقدار عیب ہے واپس لے پھر اگر وہ چوپایہ بائع سے استحقاق میں لیا گیا تو مشتری کو اپنا کپڑا واپس کر لینے کا اختیار ہے کیونکہ ثابت ہوا کہ صلح اور بیع دونوں باطل تھیں یہ حاوی میں ہے۔ اگر مبیع میں کوئی عیب پایا اور کسی قدر مال پر اس سے صلح کر لی اور مشتری نے اس کو وصول کر لیا پھر اس میں دوسرا عیب پایا تو مشتری کو اختیار ہے کہ مبیع کو مع بدل الصلح[2] کے واپس کر دے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

اگر زید نے عمرو سے ایک باندی ہزار درم کو خریدی اور باہمی قبضہ کر لیا ☆

اگر کوئی باندی خریدی اور اس کو منکوحہ پایا اور بائع کو واپس دینی چاہی اس نے کسی قدر درموں پر مشتری سے صلح کر لی پھر باندی کے شوہر نے بائن طلاق دے دی تو مشتری کو درم واپس کرنے چاہئیں یہ ذخیرہ میں ہے ایک کپڑا خرید کر قمیص قطع کرائی اور ہنوز نہ سلائی تھی کہ اس میں ایسا عیب پایا جس کو اپنے پاس ہونے کا بائع نے اقرار کیا اور بائع نے اس شرط سے صلح کر لی کہ بائع اس کپڑے کو قبول کر لے اور مشتری ثمن میں سے دو درم کم کر دے تو جائز ہے اور یہ کمی بمقابلہ نقصان فعل مشتری کے قرار دی جائے گی یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک باندی ہزار درم کو خرید کر باہمی قبضہ کر لیا اور مشتری نے اس میں عیب لگایا پھر دونوں نے باہم اس شرط سے صلح کی کہ دونوں میں سے ہر ایک دس درم کم کر دے اور باندی کو کوئی اجنبی[3] لے لے اور وہ اجنبی راضی ہوا کہ اس کمی کے بعد لے لے گا تو اجنبی کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے اور مشتری کی طرف سے کمی کرنا بھی جائز ہے اور بائع کی طرف سے کمی جائز نہیں ہے اور اجنبی کو اختیار رہے گا کہ چاہے تو باندی کو نو سو نوے درم میں لے لے اور وہی مشتری کو ملیں گے یا ترک کر دے یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر زید نے عمرو سے ایک باندی ہزار درم کو خریدی اور باہمی قبضہ کر لیا پھر زید نے دوسرے مشتری خالد کے ہاتھ دو ہزار درم کو فروخت کی اور باہم قبضہ کر لیا پھر خالد نے اس میں عیب لگایا پھر باہم اس شرط سے صلح کی کہ دوسرا مشتری اس کو پہلے بائع کو ایک ہزار پانچ سو درم میں واپس کر دے تو جائز ہے اور یہ از سر نو بیع ہے اور دوسرے بائع پر اس فعل سے کچھ لازم نہ آئے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے ایک کپڑا دس درم کو خرید ا اور باہم دونوں نے قبضہ کر لیا پھر مشتری نے اس میں عیب لگایا اور بائع نے انکار کیا پھر تیسرا شخص دونوں کے درمیان پڑا کہ وہ اس کپڑے کو آٹھ درم میں لے لے اور پہلا بائع دوسرے بائع سے یعنی مشتری اوّل سے ایک درم ثمن کم کر دے تو یہ جائز ہے اور تیسرے شخص کو وہ کپڑا آٹھ درم میں بیع ملے گا پھر اگر تیسرے شخص نے اس میں خواہ دوسرا عیب پا کر پہلے مشتری کو واپس کیا پس اگر پہلے مشتری نے اس کو بدون حکم قاضی واپس قبول کیا ہے تو اپنے بائع کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر بحکم قاضی واپس قبول کیا ہے تو اپنے بائع سے خصومت کر سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک کپڑا دس درم کو خرید کر کے باہم قبضہ کرنے کے بعد کسی کندی کرنے والے کو کندی کے واسطے دو بارہ اس کو پھٹا ہوا لایا اور مشتری نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ یہ بائع کے پاس سے پھٹا ہوا آیا ہے یا کندی والے نے اس کو پھاڑا ہے پھر باہمی صلح اس شرط پر قرار دی کہ مشتری کپڑے کو قبول کر لے اور بائع ایک درم ثمن کم کر دے اور کندی والا ایک درم مشتری کو دے اور کندی والا اپنی مزدوری مشتری سے لے لے تو جائز ہے اور اگر یہ صلح اس شرط سے ہو کہ بائع اس کپڑے کو قبول کرے اور مشتری ایک درم کم کر دے اور قصار اس کو ایک درم دے تو بھی جائز ہے۔ اور اگر

[1] اس میں ہے کہ بائع کو اختیار واپس کر دینے میں ہے ۱۲ [2] وہ مال جو بعوض صلح کے باہم قرار پایا ۱۲ [3] یعنی نو سو اسی کو لے لے ۱۲

اس طور سے باہم صلح نہ کی اور مدعی نے دعویٰ کیا تو اس سے کہا جائے گا کہ جس پر تیرا جی چاہے دعویٰ پیش کر پس اگر اس نے بائع پر دعویٰ کیا تو کندی والا بری ہو گیا کیونکہ مشتری نے اقرار کیا کہ اس کو دینے سے پہلے یہ کپڑا اچھا ہوا تھا اور اگر اس نے کندی والے پر دعویٰ کیا تو بائع بری ہو گیا کیونکہ اس نے اقرار کیا کہ یہ عیب کندی والے کے پاس پیدا ہوا ہے۔ اسی طرح اگر یہ معاملہ کسی رنگریز کے ساتھ جس نے وہ کپڑا اعصفر سے رنگا تھا پیش آیا پس سب نے باہم یوں صلح کی کہ یہ کپڑا تیسرا شخص نو درم میں لے لے بشرطیکہ بائع اوّل مشتری اوّل سے ایک درم کم کر دے اور رنگریز اس کو ایک درم دے دے تو بھی جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر زید نے کسی کو باندی خریدنے کے واسطے وکیل کیا اس نے خرید دی پھر موکل نے اس میں عیب لگایا اور بائع نے موکل کے ساتھ اس عیب سے کسی چیز پر بدون موجودگی مشتری کے صلح کر لی تو قیاساً صلح باطل ہے لیکن استحساناً جائز ہے یہ حاوی میں ہے۔ اگر کسی کو اپنا غلام فروخت کرنے کا وکیل کیا اور مشتری نے اس میں عیب لگایا پھر موکل نے اس سے اس شرط پر صلح کی کہ میں غلام کو قبول کر لوں اور تو ثمن میں سے اس قدر کم کر دے یا ثمن لینے میں اتنے دن تاخیر کر دے اور بائع کو بری کر دے تو جائز ہے۔ اسی طرح اگر موکل بیع اور موکل خرید دونوں نے مل کر باہم عیب سے اس شرط سے صلح کر لی کہ موکل بیع مبیع کو قبول کر لے اور موکل خرید ثمن میں سے اس قدر کم کر دے یا لینے میں اتنے دن تاخیر کر دے تو بھی جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے کوئی غلام کسی قدر درموں کو خریدا اور باہم قبضہ کیا پھر مشتری نے اس میں عیب لگایا اور دعویٰ کیا کہ بائع نے اس کو فریب کے واسطے چھپا ڈالا تھا پھر بائع نے اس سے اس شرط سے صلح کی کہ داموں میں سے اس قدر کم کر دے گا بشرطیکہ کل عیب سے بائع کو بری کر دے اور مشتری نے ایسا ہی کیا پھر ایک شخص نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ میں نے اس مشتری وک اپنے واسطے یہ غلام[1] خریدنے کا وکیل کیا تھا اور میں اس کی صلح سے راضی نہیں ہوں تو یہ صلح مشتری کے ذمہ لازم ہو گی موکل کے ذمہ لازم نہ ہو گی یہ محیط میں ہے۔

ایک باندی خریدی اور وہ مشتری کے پاس بچہ جنی پھر مشتری نے اس کو یک چشم پایا یعنی کانی تھی اور بائع نے اقرار کیا کہ میں نے مشتری سے فریب دہی کے لیے چھپا ڈالا تھا پھر اس سے صلح کی کہ مشتری باندی اور اس کے بچہ کو ایک کپڑا زیادہ کر کے واپس کرے اور بائع اس کو پورا ثمن واپس دے گا یہ[2] تو جائز ہے اور ایسا ہی نقص بناء دار اور زیادت بناء دار میں ہے یعنی مثل باندی کی زیادتی کے دار کی زیادتی یا کمی کا بھی صلح میں یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر خریدی ہوئی باندی میں عیب کا دعویٰ کیا اور بائع نے انکار کیا پھر دونوں نے اس شرط پر کسی قدر مال پر صلح کی کہ مشتری بائع کو اس عیب سے بری کر دے پھر ظاہر ہوا کہ اس باندی میں عیب نہ تھا یا تھا لیکن زائل ہو گیا تو بائع کو اپنے بدل صلح واپس کر لینے کا اختیار ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

قال المترجم ☆

قولہ (علیٰ ان یبری المشتری البائع من ذٰلك العیب) علیٰ روایة کتاب الاقرار اقرار من البائع بذلك العیب بکونه عنده فینبغی ان لا یقبل بینته بعد ذٰلك علی عدم ذٰلك العیب فوجه الظهور خفی فافهم۔ مشتری نے اگر کسی خریدے ہوئے چوپایہ کی آنکھ میں عیب لگایا اور بائع نے اس سے اس شرط پر کہ ایک درم ثمن سے کم کر دے صلح کر لی پھر وہ عیب مثلاً آنکھ کی سپیدی جاتی رہی تو بدل صلح کو واپس کر دے اور صلح باطل ہو گئی۔ اور ایسے ہی اگر مبیع کے حمل ہونے کے دعویٰ سے صلح کی پھر بعد صلح کے

[1] قولہ یہ غلام اقول واجب ہے کہ تعیین بہ لفظ اشارہ داخل وکالت نہ ہو فافہم ۱۲ [2] قولہ جائز ہے اقول ظاہراً یہ ایسی صورت پر محمول ہے کہ خرید کے وقت باندی کے چہرہ پر نقاب ہو ورنہ یہ ایسا عیب نہیں کہ کسی پر چھپا رہے تو بناء بر روایت المبسوط کے واپس نہیں کر سکتا ہے یا عور یعنی ایک قسم سے یہ مراد کہ فقط بینائی جاتی تھی۔ آنکھ کا دیدہ۔ فافہم

ظاہر ہوا کہ حمل نہ تھا تو بدل واپس کرے۔اسی طرح اگر کسی شخص مال کا دعویٰ کیا اور اس سے مال پر صلح کر لی پھر اس کا حق جس کے عوض صلح کی ہے کسی دوسرے شخص پر ظاہر ہوا تو بدل صلح واپس کرے۔ یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔ایک شخص نے ایک باندی خرید کر قبضہ کیا اور اس باندی کو مشتری کے پاس حیض نہ آیا اس نے اس عیب کی وجہ سے کہ یہ منقطعۃ الدم یعنی اس کے خون آنے کا انقطاع ہو گیا ہے واپس کرنا چاہا اور بائع نے اس سے کسی چیز پر صلح کر لی پھر اس کو حیض آیا تو بائع کو اختیار ہے کہ جو کچھ اس نے دیا ہے مشتری سے واپس کر لے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔اگر ایک کر گیہوں بعوض دوسرے کر گیہوں کے خریدے اور باہم قبضہ کر لیا پھر دونوں میں سے ایک شخص نے اپنے اناج میں عیب پایا اور دوسرے شخص نے اس سے کچھ درموں یا ایک قفیز گیہوں یا ایک قفیز جو پر صلح کرنی چاہی تو جائز نہیں ہے۔لیکن اگر دونوں نوع مختلف ہوں مثلاً ایک کر گیہوں بعوض ایک کر جو کے خریدے ہوں تو ایسی صلح جائز ہے اور ایسی صورت میں اگر اُدھار میعادی درموں پر صلح کی پس اگر گیہوں والے نے عیب لگایا اور جو بعینہ قائم ہیں تو جائز ہے اور اگر جو تلف کر دیئے ہوں تو جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔دو شخصوں نے کوئی چیز خریدی اور اس میں عیب لگایا پھر ایک شخص نے اپنے حصہ سے صلح کر لی تو جائز ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دوسرے شریک کو خصومت کرنے کا اختیار نہیں ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک دوسرا شریک باوجود اپنے شریک کے صلح کر لینے کے عیب کی بابت خصومت کر سکتا ہے کیونکہ امام کے نزدیک اگر ایک شخص نے بائع کو اپنے حصہ عیب سے بری کیا تو دوسرے شریک کا حق باطل ہوتا ہے اور صاحبینؒ نے اس میں اختلاف کیا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

اگر دو کپڑے ہر ایک دس درم کو خریدا اور دونوں پر قبضہ کر لیا پھر ایک میں عیب پایا پھر اس شرط سے صلح کی کہ اس کو بسبب عیب کے واپس کرے اور دوسرے کے داموں میں ایک درم بڑھائے تو واپس کرنا جائز ہے اور ایک درم کا زیادہ کرنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک باطل ہے یہ حاوی میں لکھا ہے۔اگر ایک شخص نے ایک باندی ہزار درم میں خریدی اور باہم قبضہ کر لیا پھر اس نے اسے کانی پایا اور بائع نے اس کا اقرار کیا پھر اس سے اس نے ایک غلام پر صلح کی اور اس پر قبضہ کر لیا پھر غلام میں اس نے عیب پایا اور پھر اس نے اس سے دس درم پر صلح کی تو جائز ہے پھر اگر باندی استحقاق میں لے لی گئی تو بقدر اس کے حصہ ثمن کے یعنی نصف واپس لے اور اگر اس امر پر گواہ قائم ہوئے کہ یہ باندی آزاد ہے تو غلام واپس کر کے پورے ہزار درم لے لے یہ مبسوط میں ہے۔

قال المترجم ☆

مراد یہ ہے کہ غلام مع بدل الصلح دس درم کے واپس کر کے ہزار درم لے لے واللہ اعلم۔اگر مکاتب نے کوئی باندی فروخت کی اور مشتری نے اس میں عیب لگایا پھر اس سے اس شرط سے صلح کی کہ کسی قدر ثمن کم کر دے تو استحساناً جائز ہے پھر جب کہ بسبب عیب کے کسی قدر ثمن کم کر دیا تو دیکھنا چاہئے کہ اگر کمی مثل نقصان عیب کے یا کم یا اس قدر زیادہ ہے کہ لوگ اتنا خسارہ برداشت کر لیتے ہیں تو بالاجماع جائز ہے اور اگر زیادتی اس قدر زیادہ ہے کہ لوگ اتنا خسارہ نہیں اٹھاتے ہیں تو اختلاف ہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک نہیں جائز ہے کذا فی المحیط۔

نواں باب ☆

رقیت وحریت کے دعوے سے صلح کرنے کے بیان میں

ایک شخص نے ایک مجہول النسب پر اپنے غلام ہونے کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا پھر مدعا علیہ نے سو درم پر اس دعویٰ سے صلح کر لی اور مدعی کو دے دیئے تا کہ اس دعویٰ سے باز رہے تو صلح جائز ہے پھر اگر مدعی نے اس کے بعد گواہ قائم کیے کہ یہ میرا غلام ہے تو رقیت ثابت ہونے کے حق میں یہ گواہ مقبول نہ ہوں گے اور استحقاق ولاء میں مقبول ہوں گے مگر بدون گواہوں کے وہ ولاء کا مستحق نہیں اور اگر مدعی نے اس سے مال کا کوئی کفیل لیا تو کفالت جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک باندی سے کہا کہ تو میری باندی ہے اس نے کہا نہیں بلکہ میں آزاد ہوں اور اس سے سو درم پر صلح کر لی تو جائز ہے پھر اگر اس باندی نے گواہ قائم کیے اس امر کے کہ میں اس مدعی کی باندی تھی مگر اس نے سال گذشتہ میں مجھے آزاد کیا ہے یا یہ کہ میں اصلی حرہ[1] ہوں اور میرے باپ وماں آزاد کئے ہوئے یا خالص آزاد تھے تو مدعی سے سو درم واپس لے گی۔ اور اگر اس امر کے گواہ قائم کیے کہ میں فلاں شخص کی باندی تھی اس نے سال گذشتہ میں مجھے آزاد کیا تو اس امر کے گواہ مقبول نہ ہوں گے اور سو درم واپس نہیں لے سکتی ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر اس مسئلہ میں بجائے باندی کے غلام ہو اور اس نے بعد صلح کے اپنی اصلی آزادی کے یا اس امر کے کہ مدعی نے سال گذشتہ میں بحال ملک مجھے آزاد کیا ہے گواہ قائم کیے پس اگر صلح غلام کے ساتھ باوجود انکار دعویٰ کے واقع ہوئی ہے تو غلام کے گواہ مقبول اور بالا جماع مال کو مولیٰ سے واپس لے گا۔ اور اگر غلام نے مدعی کے دعویٰ رقیت کا اقرار کیا پھر بھی صلح کر لی پھر موافق مذکورہ بالا کے گواہ قائم کیے تو ایسا ہی حکم ہے جیسا مذکور ہوا اور اگر اس نے مولیٰ سے مال صلح واپس لینا چاہا تو بھی صاحبینؒ کے نزدیک یہی حکم ہے کیونکہ غلام کی آزادی کے گواہ بدون دعویٰ کے صاحبینؒ کے نزدیک مقبول ہوتے ہیں پس دعویٰ میں تناقض ہونا گواہوں کے قبول ہونے کا مانع نہیں ہے جیسا کہ باندی میں مذکور ہوا اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بسبب تناقض دعویٰ کے گواہ مقبول نہ ہونے چاہئیں اور بدون دعویٰ کے غلام کی آزادی کے گواہ امام رحمۃ اللہ کے نزدیک قبول نہیں ہوتے ہیں پس اگر اس صورت میں قبول ہوں تو بلا دعویٰ مقبول ہونا لازم آتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر غلام مدعا علیہ نے اس امر کے گواہ دیئے کہ میں فلاں شخص کا غلام تھا اس نے سال گذشتہ میں مجھے آزاد کیا ہے اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو مقبول نہ ہوں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر ام الولد ومدبر نے عتق کا دعویٰ کیا اور مولیٰ نے اس شرط پر صلح کی کہ دونوں کو اس قدر مال دے گا ☆

اگر کسی غلام نے اس امر کا دعویٰ کیا کہ میرے مولیٰ نے مجھے آزاد کیا ہے پس مولیٰ نے سو درم پر اس شرط سے صلح کی کہ میں سو درم غلام کو دوں گا بشرطیکہ وہ اس دعویٰ سے بری کر دے تو صلح باطل ہے اور جب غلام اپنی آزادی کے گواہ قائم کرے گا آزاد ہو جائے گا اور باندی اس حکم میں مثل غلام کے ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر ام الولد ومدبر نے عتق کا دعویٰ کیا اور مولیٰ نے اس شرط پر صلح کی کہ دونوں کو اس قدر مال دے گا اور دونوں اس دعویٰ سے باز رہیں تو یہ صلح باطل ہے اسی طرح اگر دونوں نے ام ولد ہونے یا مدبر ہونے کا دعویٰ کیا اور مولیٰ نے ان دونوں سے اس شرط پر صلح کی کہ اس قدر مال دے گا اور دونوں دعویٰ سے باز رہیں تو بھی باطل ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر غلام نے اپنے مالک پر اعتاق صحیح کا دعویٰ کیا اس نے انکار کیا پھر غلام نے اس سے دو سو درم پر اس شرط سے صلح کی کہ عتق کو پورا کر دے تو جائز ہے پھر اگر غلام کو اس امر کے گواہ ملے کہ مولیٰ نے اس کو قبل صلح کے آزاد کر دیا تھا تو جو کچھ اس نے مولیٰ کو

[1] یعنی کسی کی مملوکہ نہ تھی کہ اس کے بعد آزاد ہوئی بلکہ اول ہی سے آزادہ تھی ۱۲

دیا ہے سب واپس لے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مکاتب نے اپنے مولیٰ[1] پر دعویٰ کیا کہ اس نے آزاد کر دیا ہے اور ہنوز مکاتب نے چھ مال کتابت ادا نہیں کیا تھا پھر مولیٰ نے اس سے اس شرط پر صلح کی کہ نصف مال کتابت ادا کرے اور نصف مال مولیٰ کم کر دے گا تو صلح جائز ہے کذا فی المحیط پھر اگر مکاتب نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ مولیٰ نے قبل صلح کے اس کو آزاد کیا ہے تو صلح باطل ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔

دسواں باب ☆

عقار اور اس کے متعلقات سے صلح کے بیان میں

اگر ایک شخص نے دوسرے کے دار مقبوضہ پر دعویٰ کیا اور دونوں نے کسی بیت معلومہ پر صلح قرار دی پس اگر یہ صلح مدعا علیہ کے کسی دوسرے دار کے بیت معلومہ پر واقع ہوئی تو جائز ہے اسی طرح اگر اسی دار کے بیت معلومہ پر جس کا دعویٰ کیا ہے صلح کی تو بھی جائز ہے پھر اگر باقی دار پر اس نے دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے تو شیخ الاسلام نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے کہ اگر اسی دار کے بیت معلومہ پر جس کا دعویٰ کیا ہے صلح کی ہے تو اس کے دعویٰ کے باقی دار پر بعد صلح کے ساعت نہ ہوگی اور یہی ظاہر الروایہ میں ہے۔ اور ابن سماعہ نے امام محمد رحمتہ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ ساعت ہوگی اور اسی پر امام ظہیر الدین فتویٰ دیتے تھے۔ اور اس امر پر روایات متفق ہیں کہ اگر مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ یہ دار مدعی کا ہے تو اس کو حکم کیا جائے گا کہ باقی کا دار مدعی کے سپرد کر دے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے مقبوضہ دار پر حق کا دعویٰ کیا اور حق بیان نہ کیا اور اس سے اُسی دار کے بیت معلومہ پر یا دوسرے دار کے بیت معلومہ پر صلح کی تو جائز ہے۔ پس اگر اسی دار کے بیت معلومہ پر جس میں حق کا دعویٰ کیا ہے صلح کی پھر مدعی نے گواہ قائم کیے کہ یہ سب دار میرا ہے تا کہ باقی دار بھی لے لے تو ظاہر الروایہ کے موافق گواہ قبول نہ ہوں گے اور ابن سماعہ نے امام محمد رحمتہ اللہ علیہ سے روایت کی کہ قبول ہوں گے اور اس کے نام باقی دار کی ڈگری کر دی جائے گی اور اگر مدعی نے گواہ قائم نہ کیے بلکہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ یہ مدعی کا ہے تو اس کو حکم کیا جائے گا کہ مدعی کے سپرد کر دے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر کسی شخص کے دار میں سے چند گزوں معلوم کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اس دعویٰ سے کسی قدر درموں معلومہ پر صلح کر لی تو بالاتفاق جائز ہے اور اگر مدعا علیہ نے اپنے حصہ دار سے جو کسی دوسرے شخص کے پاس ہے اور وہ مدعا علیہ کے حصہ کا مقر ہے صلح کی پس اگر مدعی جانتا ہے کہ مدعا علیہ کا اس کے دار میں اس قدر حصہ ہے تو صلح بالاجماع جائز ہے کیونکہ اگر اس نے کوئی حصہ کسی دار کا خریدا اور مشتری کو حصہ کی مقدار معلوم ہے تو جائز ہے اور اگر مشتری کو بائع کے حصہ کی مقدار نہیں معلوم ہے یا بائع و مشتری دونوں کو نہیں معلوم ہے تو امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک بیع جائز نہیں ہے پس ایسا ہی حال صلح کا ہے اور امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک بیع جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

قال المترجم ☆

پس حاصل مسئلہ کا یہ ہوا کہ اگر مدعی کو مدعا علیہ کے حصہ دار کی جو دوسرے مقر کے پاس ہے مقدار نہیں معلوم ہے تو امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک صلح جائز نہیں ہے اور امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک جائز فافہم۔ اگر ایک شخص کے مقبوضہ دار کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا پھر مدعی نے اس سے کسی قدر درموں پر صلح کر لی پھر مدعا علیہ نے اقرار کر دیا اور مدعی نے چاہا کہ صلح توڑ دے اور کہا کہ میں نے تو تیرے انکار کی وجہ سے صلح کر لی تھی تو اس کو صلح توڑنے کا اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص کے دار میں حق

---

[1] آزاد کرنے والا اور مطلق آقا کو بھی کہتے ہیں ۱۲

کا دعویٰ کیا پھر اس دعویٰ سے مسیل[1] آب پر یا اس شرط پر کہ اس دار کی کسی دیوار پر اس قدر حذوع شہتیر رکھے گا صلح کر لی تو باطل ہے بشرطیکہ اس کا کوئی وقت مقرر نہ کیا ہو اور اگر کوئی وقت مقرر کیا مثلاً ایک سال یا اس سے زیادہ کوئی معلوم وقت مقرر کیا تو مشائخ نے اختلاف کیا ہے کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صلح جائز ہے اور فقیہ ابو جعفر نے فرمایا کہ نہیں جائز ہے اور اگر کسی زمین میں حق کا دعویٰ کیا اور اس سے نہر سے ایک مہینہ تک پانی لینے پر صلح کی تو جائز نہیں ہے اور اگر دسویں حصہ نہر مع زمین پر صلح کی تو بیع پر قیاس کر کے صلح جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک دیوار کے دعویٰ سے راستہ پر صلح کر لی پس اگر راستہ سے راستہ کا رقبہ مراد ہے تو صلح بلا شک ناجائز ہے اور اگر راستہ سے آمد و رفت مراد ہے تو آمد و رفت کے فروخت پر قیاس کر کے دو روایتیں ہیں اس روایت کے موافق آمد و رفت کا حق فروخت کرنا جائز ہے اس کے موافق ایک شخص کی آمد و رفت کے حق پر صلح جائز ہو جائے گی یہ محیط میں ہے۔

قال المترجم ☆

راستہ سے طریق خاص مراد ہے چنانچہ قیاس بیع شاہد ہے۔ اگر کسی شخص کے بیت میں حق کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اس سے اس شرط سے صلح کی کہ ایک سال تک اس کی چھت پر رہا کرے تو کتاب میں مذکور ہے کہ جائز ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ چھت پتھر چنائی[2] ہو اور اگر ایسی نہ ہو تو جس طور سے چھت کا کرایہ دینا جائز نہیں ہے صلح بھی جائز نہیں ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ ہر حال میں صلح جائز ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر ایک شخص کے قبضہ میں ایک بیت ہے اس پر ایک شخص نے دعویٰ کیا اور دونوں نے اس شرط سے صلح کی کہ بیت ایک شخص کا اور چھت دوسرے شخص کی ہے تو جائز نہیں ہے جب کہ اس پر کوئی عمارت نہ ہو اور اگر عمارت ہو اور اس شرط سے صلح کی کہ نیچے کا مکان ایک کا اور بالا خانہ دوسرے کا ہے تو جائز ہے کذا فی الحاوی۔ ایک دار پر دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اپنے غلام کو ایک سال تک مدعی کی خدمت کے واسطے دینے پر صلح کر لی تو جائز ہے اور مدعی کو اختیار ہے کہ غلام کو اپنے گھر لے جائے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اپنے گھر لے جانے سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس کو سفر میں بمقدار سفر لے جائے بلکہ یہ مراد ہے کہ فنائے شہر اور گاؤں میں لے جائے اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ اس مقام پر مدعی کو سفر میں لے جانے کا اختیار ہے اور یہ بھی اختیار ہے کہ غلام کو دوسرے کی خدمت کے واسطے مزدوری پر دے دے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کے مقبوضہ دار پر کسی حق کا دعویٰ کیا پھر اس سے اس شرط پر صلح کی کہ میں اس دار کے فلاں بیت میں ہمیشہ رہوں گا یا مرتے دم تک رہوں گا تو جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کسی کے مقبوضہ دار پر دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اس دار کے کسی بیت معین میں کسی مدت معلوم تک کی اجازت پر صلح کر لی تو یہ صلح جائز ہے پھر[3] اگر مدعا علیہ نے مدعی سے اس بیت کی سکونت سے کسی قدر دراہم معلوم پر صلح کی تو جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کے مقبوضہ دار پر دعویٰ کیا اور باہم اس شرط سے صلح کی کہ قابض اس دار میں ایک سال تک رہ کر مدعی کے سپرد کر دے تو جائز ہے اسی طرح اگر باہم اس شرط سے صلح کی کہ مدعی اس میں ایک سال تک رہ کر قابض کو دے دے تو بھی جائز ہے اور اگر کسی پر قرضہ کا دعویٰ کیا اور دونوں نے اس شرط سے صلح کی کہ قرض دار اس دار میں ایک سال تک رہ کر مدعی کے سپرد کرے تو ناجائز ہے کذا فی الذخیرہ ایک شخص کی مقبوضہ زمین کی نسبت اپنی ملک کا دعویٰ کیا پھر دونوں نے اس شرط پر صلح کی کہ قابض اس میں پانچ برس تک زراعت کرے بشرطیکہ رقبہ زمین مدعی کا ہے تو یہ جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک دار میں حق کا دعویٰ

---

[1] قولہ مسیل آب اقول ظاہراً مراد پانی بہنے کا حق ہے نہ اس کا رقبہ پر قیاس مسئلہ طریق خاص فافہم ۱۲ [2] پتھر چنائی اصل میں مجر ہے پس بمعنی بردہ وار پتھر یلی فافہم والاول اقرب واللہ اعلم ۱۲ منہ [3] قولہ پھر اگر مدعی الخ یعنی صلح سے مدعا علیہ کو اس بیت میں یہ مدت معلوم سکونت کا حق حاصل ہو پھر مدعا علیہ نے مدعی سے یوں صلح کی کہ مدعی اس قدر درم لے اور اس بیت کی سکونت ترک کرے تو جائز ہے ۱۲

کیا پس قابض نے مدعی سے غلام یا کوئی حیوان ایک سال خدمت کے واسطے دینے پر صلح کی تو فاسد ہے خواہ صلح باقرار حق مدعی ہو یا بانکار ہو۔ پھر دیکھنا چاہئے کہ اگر مدعا علیہ نے وقت صلح کے یوں کہا تھا کہ میں نے تیرے حق سے یا تیرے حصہ سے صلح کی تو یہ مدعا علیہ کی طرف سے حق یا حصہ کا اقرار ہے پھر جب صلح فاسد ٹھہری تو اس سے کہا جائے گا کہ جس قدر تو نے اقرار کیا ہے اس کو مدعی کے واسطے بیان کر دے اور اگر یوں کہا تھا کہ میں نے تیرے دعوے سے صلح کر لی تو یہ اقرار نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک دار خریدا اور اس کو مسجد بنایا پھر ایک شخص نے اس میں دعویٰ کیا پھر اس سے اس مسجد بنانے والے نے یا جن کے درمیان وہ مسجد ہے ان لوگوں نے صلح کر لی تو صلح جائز ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر ایک دار تین شخصوں میں مشترک ہو یعنی تینوں اس پر قابض ہوں ہر ایک کے قبضہ میں اس کی ایک منزل ہے اور صحن اپنے حال پر ہے پھر سب نے اس میں جھگڑا کیا تو ہر ایک کو اس کی مقبوضہ منزل ملے گی اور صحن تینوں میں تین تہائی مشترک ہونے کا حکم ہوگا اور اگر قاضی کے اس حکم سے پہلے باہم اس طور سے صلح کر لی کہ ایک کو نصف صحن اور باقی دونوں کو چوتھائی ملے تو جائز ہے اسی طرح اگر صلح میں ایک نے اپنے واسطے دوسرے کی آدھی منزل مقبوضہ شرط کی تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک دار دو شخصوں کے قبضہ میں ہو اور دونوں نے جھگڑا کیا ہر ایک اپنے مالک ہونے کا مدعی ہے تو دونوں کے درمیان نصف نصف کا مثل ترکہ کے حکم دیا جائے گا پس اگر حکم قاضی سے پہلے باہم اس طور سے صلح کی کہ ایک کی دو تہائی اور دوسرے کی تہائی ہے تو جائز ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک دار دو شخصوں کے قبضہ میں اس طرح ہو کہ ایک کے قبضہ میں ایک منزل اور دوسرے کے قبضہ میں دوسری منزل ہو اور ایک نے کہا کہ یہ تمام دار میرے اور تیرے درمیان نصف نصف ہے اور دوسرے نے کہا بلکہ تمام دار میرا ہے تمام کے مدعی کو اس کا مقبوضہ اور نصف دوسرے کا مقبوضہ دیا جائے گا اور صحن دونوں میں مشترک ہوگا اور اگر حکم قاضی سے پہلے دونوں نے اس طرح صلح کر لی کہ دونوں میں برابر تقسیم ہو ایک ایک کا تہائی اور دوسرے کا دو تہائی ہے تو جائز ہے اسی طرح اگر بعد حکم قاضی کے اس طور سے صلح کر لی تو بھی جائز ہے اور اگر قبضہ کی یہ صورت ہو کہ ایک شخص منزل میں رہتا ہو اور دوسرا اس منزل کے بالا خانہ پر ہو اور ہر ایک نے کل کا دعویٰ کیا تو ہر ایک کو اس کا مقبوضہ دیا جائے گا اور صحن دونوں کو برابر تقسیم ہوگا پھر اگر حکم قضا کے بعد یا اس سے پہلے دونوں نے اس طور سے صلح کر لی کہ بالا خانہ والے کو نیچے کا مکان اور آدھا صحن اور نیچے والے کو بالا خانہ اور آدھا صحن ملے تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ دو شخصوں نے ایک دیوار میں جھگڑا کیا اور دونوں نے اس طرح صلح کی کہ ایک کی اصل دیوار اور دوسرے کی اس کے جذوع رکھنے کی جگہ ہے تو جائز ہے اور اگر یوں صلح کی کہ اس پر کوئی دیوار معلوم بنا کے اس پر اپنے جذوع معلومہ رکھے تو جائز نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر دو شخصوں نے ایک دیوار میں جھگڑا کیا اور اس طور سے صلح کی کہ دونوں اس کو گروا دیں اور درحقیت اس سے خوف تھا اور گروا کر اس شرط سے بنوا دیں کہ ایک شخص کا تہائی ہو اور دوسرے کی دو تہائی ہو اور جو کچھ خرچ پڑے وہ بھی اسی حساب سے دونوں میں تقسیم ہو اور اسی حساب سے ہر ایک اس پر اپنی دھنیاں رکھے تو یہ جائز ہے یہ حاوی میں ہے۔ اگر کسی شخص کے بالا خانہ میں کچھ حق کا دعویٰ کیا پھر اس علو کے کسی بیت معین پر یا کسی دوسرے بالا خانہ کے ایک بیت معین پر صلح کر لی تو جائز ہے کیونکہ اس نے مجہول حق سے معلوم بدل پر صلح کی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کی مقبوضہ عمارت دار میں دعویٰ کیا اور اس سے اس دعویٰ عمارت سے کچھ معلوم درموں پر صلح کر لی تو جائز ہے اسی طرح اگر یوں دعویٰ کیا کہ آدھی عمارت میری آدھی دوسرے کی ہے سطور سے کہ دونوں غاصب تھے دونوں نے آدھی آدھی عمارت بنوائی تو بھی صلح کا یہی حکم ہے بخلاف اس کے اگر دوسرے کی مقبوضہ بکری کے ہاتھ یا آنکھ کا دعویٰ کیا اور اس سے صلح کی تو جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر دو شخصوں نے ایک شخص کے مقبوضہ دار پر دعویٰ کیا اور کہا کہ ہم دونوں

نے اس کو اپنے باپ سے میراث پایا ہے اور قابض نے اس سے انکار کیا پھر ایک نے اس دعویٰ سے اپنے حصہ سے سودرم پر صلح کر لی اور اس کے شریک نے چاہا کہ اس سودرم میں اس کا شریک ہو تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے اور دوسرے کو بسبب اس صلح کے یہ اختیار نہ ہوگا کہ دار میں سے کچھ لے لے جب تک کہ گواہ قائم نہ کرے اور اگر ایک مدعی نے تمام دعویٰ سے سودرم پر صلح کی اور اپنے بھائی کی سپردگی کا ضامن ہوا پس اگر اس کے بھائی نے اس کے سپرد کیا تو صلح جائز ہے اور اس کا بھائی سو کے آدھے یعنی پچاس درم لے لے گا اور اگر اجازت نہ دی تو وہ اپنے دعویٰ پر باقی رہے گا اور صلح کرنے والا پچاس درم قابض کو واپس کر دے گا یہ مبسوط میں ہے اور اگر دو شخصوں میں سے ہر ایک کے قبضہ میں ایک ایک دار ہو اور ہر ایک نے دوسرے کے مقبوضہ دار میں اپنے حق کا دعویٰ کیا اور یوں صلح کی کہ ہر ایک دوسرے کے دار میں سکونت اختیار کرے تو جائز ہے یہ محیط میں ہے اور اگر ہر ایک نے دوسرے کے مقبوضہ دار میں اپنے حق کا دعویٰ کیا اور اس شرط سے صلح کی کہ ہر ایک دوسرے کو اپنا اپنا مقبوضہ بدوں تقسیم واقرار کے دے دے تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر ایک شخص نے دوسرے کے مقبوضہ میں دعویٰ کیا اور اس سے کسی قدر دراہم معلومہ پر صلح کی بشرطیکہ دوسرا ایک کر گیہوں زیادہ کرے۔ پس اگر اس شرط پر صلح ہوئی کہ مدعی وہ دار مدعا علیہ کے پاس چھوڑ دے اور کر اور درم مدعا علیہ کی طرف سے ملیں پس اگر کر معین ہو تو بیشک صلح جائز ہے اور اگر معین نہ ہو بلکہ وصف[1] جید یا درمیانی یا ردی بیان کر کے اس کے ذمہ رکھا گیا ہو تو بھی صلح جائز ہوگی خواہ فی الحال اس پر قبضہ دینا شرط ہو یا میعادی ادھار ہو اور اگر ایسا بھی نہ ہو یعنی کر وصف کر کے ذمہ بھی نہ رکھا گیا ہو بلکہ مطلقاً بلا وصف ہو تو تمام دار کی صلح باطل ہوگی یعنی بقدر حصہ دراہم کے بھی صحیح نہ ہوگی اور اگر کر مدعی کی طرف سے ہو اور دراہم مدعا علیہ کی طرف سے ہوں پس اگر کر معین بعینہ ہو تو سب کی صلح جائز ہوگی اور اگر غیر معین بذمہ رکھا گیا ہو پس اگر اس کا وصف کیا ہو اور تمام شرائط سلم کی اس میں پائی جاتی ہوں مثلاً کر ادا کرنے کی میعاد اور مکان کا ادا اور درموں سے کر کا حصہ بیان ہو تو کل کی صلح جائز ہوگی بشرطیکہ تمام درموں پر[2] مجلس صلح میں قبضہ کیا یا جو حصہ کر کے مقابل ہیں ان پر قبضہ کر لیا ہو اور اگر تمام دراہم کے قبضہ سے پہلے دونوں مجلس صلح سے جدا ہو گئے تو حصہ کر کی صلح باطل ہو جائے گی اور اگر کر میں تمام شرائط سلم کی بالاتفاق نہ پائی گئی ہوں مثلاً اس نے مکان ادا بیان نہ کیا یا درموں سے حصہ کر بیان نہ کیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کل کی صلح باطل ہو جائے گی خواہ درموں کے دینے میں تعجیل ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر راس المال کی تعجیل کی ہو تو کل کا عقد جائز ہوگا۔ اور اگر درموں کے دینے میں تعجیل نہ کی ہو تو فقط حصہ کر کی صلح فاسد ہوگی اور اگر کر کے ادا کرنے میں میعاد نہ ہو تو بالا جماع درموں میں سے حصہ کر کی صلح فاسد ہوگی اور حصہ دار کی صلح فاسد ہونے میں اختلاف ہے صاحبینؒ کے نزدیک جائز رہے گی بشرطیکہ کر کا وصف بیان کیا ہو اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز نہ ہوگی۔ اور اگر کر مدعا علیہ کی طرف سے اور درم مدعی کی طرف سے ہوں پس اگر کر معین ہو تو صلح تمام کی جائز ہوگی اور اگر وصف کر کے ذمہ رکھا گیا ہو تو اس کا حکم بعینہ اسی تفصیل سے ہے جو ہم نے مدعی کی طرف سے کر ہونے کی صورت میں بیان کیا ہے اور یہ سب حکم اس صورت میں ہے کہ صلح اس شرط سے واقع ہوئی کہ مدعی اپنے دعویٰ کو ترک کر دے اور اگر اس شرط سے صلح واقع ہوئی کہ مدعی اس دار کو لے لے اور باقی مسئلہ بحالہ رہے پس اگر کر اور درم مدعی کی طرف سے ہوں یا کر مدعا علیہ کی طرف سے اور درم مدعی کی طرف سے ہوں تو اس صورت کی سب وجہوں کا حکم وہی ہے جو ہم نے پہلی صورت میں تفصیل سے بیان کیا ہے پھر یہ سب جو ہم نے بیان کیا اس صورت میں ہے کہ تمام کر میں میعاد مقرر ہو اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ بعض کر میں میعاد ہو پس اگر کر میں سے جس قدر میعادی ہے وہ

[1] خالص اور بے میل جس کو ہمارے عرف میں کھرا بولتے ہیں ۱۲

[2] یعنی مدعی نے صلح کے درموں اور حصہ کر کے درموں پر یا صرف حصہ کر کے درموں پر قبضہ کیا ہو ۱۲

سلم کی مقدار کے لائق ہے تو صلح سب کی جائز ہوگی اور جس قدر کہ میعادی ہے وہ درموں کی طرف اور جو فی الحال ہے وہ حصہ دار کے ساتھ عقد کے جائز ہونے کے واسطے ملا دیا جائے گا اور اگر مدعا علیہ نے دار سے کسی معین حیوان پر اس شرط سے صلح کی کہ مدعی اس کو ایک کر گیہوں جید اپنے ذمہ لے کر ادا کرے اور میعادی نہیں ہیں یعنی قبل[1] افتراق کے یہ گیہوں ادا کرے میعادنہیں ہے تو صاحبینؒ نے فرمایا کہ جائز نہیں ہے اور امام کے نزدیک واجب ہے کہ جائز ہو اگرچہ کہ بعینہ نہ ہو مگر وصف کر کے ذمہ رکھا گیا ہو کیونکہ کیلی چیز جب ذمہ رکھی گئی اور وہ درموں و دیناروں کے سوائے دوسری چیز اعیان کے مقابل ٹھہرائی گئی تو ثمن ہو جاتی ہے اور ایسے ثمن کے ساتھ خریدنا امام کے نزدیک جائز ہے بشرطیکہ وصف کر کے ذمہ لیا ہو خواہ اس کا ادا کرنا فی الحال قرار پایا ہو یا میعادی ہو یہ محیط میں ہے۔

اگر اپنے دعویٰ سے جو اس نے کسی دار کی نسبت کیا ہے ایک کر درمیانی گیہوں پر صلح کی پھر اس کر سے ایک کر جو غیر معین پر صلح کر لی تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر دار کے دعوے سے درموں پر صلح واقع ہوئی اور بدل صلح پر قبضہ کرنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو صلح نہ ٹوٹے گی یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک دار کے دعوے سے جس کو گواہوں نے نہیں دیکھا ہے اور نہ اس کے حدود کو پہچانا ہے صلح کر لی یا کسی غیر معین دار کے دعویٰ سے صلح کر لی پھر ایک دار پر دعویٰ کیا اور کہا کہ یہ وہ دار نہیں ہے جس سے صلح کی ہے اور مدعا علیہ نے کہا کہ یہ وہی ہے تو دونوں سے باہم قسم لی جائے گی اور صلح رد کر دی جائے گی اور پھر مدعی دوبارہ دعویٰ کرے گا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کی دیوار میں موضع جذوع کا دعویٰ کیا یا اس کے دار میں کسی راستہ یا پانی کے مسیل کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا پھر اس سے کسی قدر دراہم معلومہ پر صلح کر لی تو جائز ہے کیونکہ مجہول حق سے معلوم بدل پر صلح کی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص کا دروازہ یا موکھلا موجود ہے اس پر اس کے پڑوسی نے جھگڑا کیا اور اس نے کسی قدر دراہم معلومہ پر اس شرط سے صلح کی کہ پڑوسی کو دے گا تا کہ وہ موکھلا بند نہ کرے اس کو کھلا رہنے دے تو یہ صلح باطل ہے اسی طرح اگر اس شرط سے صلح واقع ہوئی کہ موکھلے و دروازے کا مالک کچھ درم لے کر ان دونوں کو بند کر دے تو بھی باطل ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کچھ زمین خریدی پھر بائع نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دی اور مشتری ثانی نے وہ زمین لے لی اور مشتری اوّل نے اس سے خصومت کرنے کا قصد کیا پس دوسرے مشتری نے اس سے کہا کہ زمین میرے پاس رہنے دے اور مجھ سے کسی قدر مال معلوم پر صلح کر لے اس نے ایسا ہی کیا تو صلح جائز ہے اور وہ زمین دوسرے کی ملک پہلے مشتری کی طرف سے ہوئی اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ جو کچھ مال صلح اس نے اس شرط سے دیا ہے اس کو واپس لے لے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کی زمین میں سے چند گزوں کا دعویٰ کیا اور مالک زمین نے اس دعویٰ سے کسی قدر دراہم معلومہ پر صلح کر لی تو جائز ہے اور اگر زمین دو شخصوں کی ہو کہ اس میں دونوں کی کھیتی ہو اس پر ایک شخص نے دعویٰ کیا اور دونوں نے انکار کیا پھر ایک نے اس شرط سے صلح کی کہ اس کو سو درم دیوے اور وہ نصف کھیتی مدعی کو دے گا پس اگر کھیتی پک گئی ہو تو صلح جائز ہے اور اگر پکی نہ ہو تو بدوں شریک کی رضامندی کے صلح جائز نہ ہوگی اور یہ بخلاف اس کے ہے کہ اگر یوں صلح کی کہ آدھی کھیتی مع آدھی زمین کے سو درم کی صلح میں دے گا کہ یہ جائز ہے اور اگر تمام کھیتی ایک ہی شخص کی ہو پھر کسی نے آ کر دعویٰ کیا پھر مدعی نے اس کو سو درم اس شرط سے دیئے کہ آدھی کھیتی دے دے اور زمین نہ دے پس کھیتی پکی ہوئی ہو تو جائز ہے اور اگر پکی نہ ہو تو جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک قوم کے درمیان ایک نہر ہو اور سب نے اس کے کھودنے یعنی مٹی صاف کرنے یا مسناۃ و پل بندی کرنے پر اس شرط سے صلح کی کہ اس کا خرچہ کبھی پر موافق حصہ کے ڈالا جائے تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر کسی شخص کا چھتا یا پائخانہ[2] شارع عام پر ہے اور اس کے دور کرنے کے واسطے کسی شخص نے اس سے جھگڑا کیا اور چھتے والے نے اس

---

[1] علیحدہ علیحدہ ہونا ۱۲ [2] ہر کس و ناکس کی گذرگاہ جس کو ہمارے عرف میں ڈھرا کہتے ہیں ۱۲

کے ساتھ کسی قدر معلوم درموں پر اس شرط سے صلح کی کہ اس کو اپنی جگہ پر رہنے دے تو ایسی صلح جائز نہیں ہے اور لوگوں کو چاہئے کہ اس کے دور کرنے کے واسطے اس کے مالک سے خصومت کریں خواہ وہ چھتا قدیمی ہو یا جدید ہو یا اس کا حال معلوم نہ ہو اور اگر امام وقت نے اس سے دور کرنے کے واسطے خصومت کی پھر اس سے اس شرط سے صلح کر لی کہ اس کا چھتا اپنی جگہ پر چھوڑ دیا جائے گا بشرطیکہ وہ کچھ مال معلوم ادا کرے تو جائز ہے بشرطیکہ وہ جدید ہو اور امام وقت کو مسلمانوں کے حق میں یہ مصلحت معلوم ہو کہ اس کو چھوڑ کر اس کے عوض مال لے کر بیت المال میں داخل کرے بشرطیکہ عام لوگوں کو اس سے ضرر نہ ہو یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر مخاصم نے چھتا دور کرنے کے واسطے مال دیا ہو تو جائز ہے بشرطیکہ وہ قدیمی ہو اور اگر جدید ہو تو جائز نہیں ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر اس کا حال معلوم نہ ہو اور مخاصم نے اس کے دور کرنے کے واسطے مال دیا ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر چھتے کے مالک نے مخاصم کو چھتا دور کرنے کے واسطے مال دیا تو کیسا ہی ہو جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر چھتا خاص راستہ پر کسی کوچۂ غیر نافذہ میں ہو پس اگر صلح اس طور سے واقع ہوئی کہ مخاصم کچھ دراہم معلومہ مالک ظلہ یعنی چھتے سے لے کر ظلہ کو اسی طور سے چھوڑ دے تو صلح جائز نہیں ہے بشرطیکہ قدیمی ہو اور اگر جدید ہو پس اگر مخاصم اس کوچہ کا رہنے والا نہ ہو اور اس کو اس چھتے کے نیچے سے گذرنے کا حق حاصل نہ ہو تو جس شخص کو اس کے نیچے سے آمد و رفت کا حق حاصل ہے اس کی اجازت پر موقوف رہے گی اور اگر صلح کرنے والا اس کوچہ کا رہنے والا ہو پس اگر تمام چھتے سے صلح کی تو صلح جائز ہے اس کے حصہ کی صحیح ہوگی اور شریکوں کے حصہ کی موقوف رہے گی اگر اس کے سب شریکوں نے اجازت دے دی تو کل کی صلح جائز ہو جائے گی اور اگر انہوں نے اس کے صلح کی اجازت نہ دی اور چھتا دور کیا گیا تو بیشک اس کے شریکوں کے حصہ کی صلح باطل ہوگی یہاں تک کہ چھتے والوں کو ان شریکوں کے حصہ کا بدل صلح مصالح سے واپس کر لینے کا اختیار ہے اگر سب بدل صلح اس کو دے دیا ہے اور اس میں مشائخ کا اختلاف ہے کہ اس کے حصہ کا بدل صلح ابھی واپس لے سکتا ہے یا نہیں اور صحیح یہ ہے کہ واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر صلح صرف اسی صلح کرنے والے کے حصہ سے ہے تو صلح جائز ہے پھر بعد اس کے دیکھا جائے گا کہ اگر شریکوں نے چھتا اپنے حال پر چھوڑ دینے میں احسان کیا اور چھوڑ دیا تو تمام بدل صلح مصالح کو دیا جائے گا اور اگر انہوں نے چھتا دور کر دیا تو مصالح سے تمام بدل صلح واپس لینے میں مشائخ کا اختلاف ہے اور اگر چھتے کا حال معلوم نہ ہو کہ نیا بنا ہے یا پرانا ہے تو صلح جائز نہیں ہے اور اگر صلح اس چھتے کے دور کرنے پر واقع ہوئی پس اگر اس شرط پر واقع ہوئی کہ مخاصم درم لے کر چھتے کو دور کر دے تو ہر حال میں صلح جائز ہے۔ اور اگر یوں صلح واقع ہوئی کہ چھتے والا مخاصم سے کچھ درم معلومہ لے کر چھتا دور کر دے تو جائز ہے اگر چھتا قدیمی ہو اسی طرح اگر جدید ہو یا مجہول الحال ہو تو بھی یہی حکم ہے کذا فی المحیط اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک شخص کا ایک نخل اس کی ملک میں ہے اس کی شاخیں پھوٹ کر پڑوسی کے گھر میں جا نکلیں اس نے ان کا قطع کر دینا چاہا اور نخل کے مالک نے کسی قدر دراہم معلومہ پر اس شرط سے صلح کی کہ نخل کو ایسا ہی چھوڑ دے تو یہ ناجائز ہے اور اگر کاٹ ڈالنے پر صلح واقع ہوئی پس اگر مالک نخل نے پڑوسی کو کچھ درم اس کے قطع کے واسطے دیئے تو جائز ہے اور اگر پڑوسی نے نخل والے کو کچھ درم اس قطع کے واسطے دیئے تو صلح باطل ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے کسی زمین کے نخل کا مع اصل کے دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا پھر اس شرط سے صلح کی کہ امسال جو اس میں پھل آئیں وہ مدعی کے ہیں تو جائز نہیں ہے کیونکہ یہ صلح ایسے بدل پر واقع ہوئی کہ وہ معدوم و مجہول ہے حالانکہ اس کے سپرد کرنے کی ضرورت ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص کے[1] اجمہ مقبوضہ پر حق دعویٰ کیا پھر اس نے اس طور سے صلح کی کہ اس اجمہ کا شکار ایک سال تک مدعی کو دیا جائے گا پس اگر اجمہ کے صید مدعا علیہ کے مملوک نہ ہوں تو کسی حال میں صلح جائز

---

[1] نیستان مراد جائیکہ درختان بسیار دارد ۱۲ منہ

نہیں ہے اور اگر مملوک ہوں مثلاً پکڑ کے اجمہ میں چھوڑ دیئے ہوں پس اگر بدوں شکار کرنے کے ان کا پکڑنا ممکن ہے تو صلح جائز ہے اگر بدوں شکار کرنے کے ہاتھ نہیں آسکتے ہیں تو صلح جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ایسا دار خریدا جس کا کوئی شفیع ہے پس شفیع نے اس شرط سے صلح کی کہ مشتری اس کو کسی قدر دراہم معلومہ دے تا کہ وہ شفعہ سپرد کر دے تو مال واجب نہ ہوگا اور شفعہ باطل ہو جائے گا اور اگر مال لے لیا ہو تو مشتری کو واپس کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر مشتری نے شفیع کے ساتھ اس شرط سے صلح کی کہ اس کو دار دے دے اور شفیع ثمن پر کسی قدر شے معلوم بڑھائے تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر اس شرط سے صلح کی کہ نصف یا تہائی یا چوتھائی دار لے لے اور باقی کا شفعہ مشتری کو سپرد کر دے تو جائز ہے اور اگر شفیع کے طلب شفعہ اور گواہ کر لینے کے بعد جب شفعہ مؤکد ہو گیا تب ایسی صلح واقع ہوئی تو شفیع شفعہ سے نصف دار کا لینے والا ہو جائے گا حتی کہ جس میں سے نصف بطور شفعہ کے لے لیا ہے اس میں جدید شفعہ دوبارہ نہیں ہو سکتا ہے اور شفیع اس صلح سے باقی نصف کا شفعہ مشتری کو دے دینے والا ہو جائے گا حتی کہ اگر یہ شفیع بیع یا طریق میں شرکت رکھتا ہو تو پڑوسی کو اختیار ہوگا کہ جو نصف شفیع نے شفعہ میں نہیں لیا ہے اس کو[1] لے لے اور اگر شفیع کے طلب کرنے سے پہلے یہ صلح واقع ہوئی تو نصف کو از سر نو بیع جدید میں لینے والا قرار دیا جائے گا اور اس میں جدید شفعہ ہو سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔

اور اگر مشتری نے شفیع سے اس شرط سے صلح کی کہ دار کے کسی بیت کو اس کے حصہ ثمن کے عوض لے کر شفعہ سپرد کر دے تو صلح باطل ہے اور حق شفعہ باقی رہے گا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ شفیع کے شفعہ طلب کرنے کے بعد ایسی صلح واقع ہوئی ہو اور اگر قبل طلب کے ایسی صلح ہوئی تو صلح باطل ہے اور شفعہ بھی باطل ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کسی شخص نے کسی دار میں شفعہ طلب کیا اور مشتری نے اس سے اس شرط سے صلح کی کہ شفیع کو دوسرا دار بعوض کسی قدر دراہم معلومہ کے دے دے بشرطیکہ وہ شفعہ مشتری کے سپرد کر دے تو یہ فاسد ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک دار خریدا اس دار کے کسی حصہ کی نسبت ایک شخص نے خصومت کی اور باقی میں شفعہ کا دعویٰ کیا پھر اس سے اس شرط سے صلح کی کہ نصف دار نصف ثمن میں اس شرط سے دے دے کہ مدعی دعویٰ سے بری کرے تو جائز ہے اور اگر کسی دوسرے دار کے نصف دینے پر اس طور سے صلح کی تو جائز نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک زمین خریدی اور شفیع نے شفعہ سپرد کر دیا پھر شفیع نے شفعہ سپرد کر دینے سے انکار کیا پھر اس سے مشتری نے اس شرط سے صلح کی کہ نصف زمین نصف ثمن میں لے لے تو جائز ہے اور یہ بیع جدید قرار دی جائے گی۔ اسی طرح اگر[2] شفیع طلب شفعہ کے بعد مر گیا پھر مشتری نے اس کے وارثوں سے اسی طرح صلح کی تو بھی جائز ہے اور اگر بیع جدید قرار دی جائے گی اور مشتری مر گیا اور مشتری کے وارثوں نے اس شرط سے صلح کی کہ ہم نصف دار نصف ثمن میں دے دیں تو بھی جائز ہے اور یہ لینا شفعہ کی راہ سے ہوگا جدید بیع قرار نہ دی جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کسی دار کے شفعہ میں ایک شریک اور ایک پڑوسی نے جھگڑا کیا اور باہم اس شرط سے صلح کی کہ نصف نصف برابر دونوں لے لیں اور مشتری نے دونوں کو دے دیا تو جائز ہے کذافی الحاوی۔

---

[1] اور جو دیا ہے اس کو نہیں لے سکتا ہے ۱۲ منہ [2] شفعہ طلب کرنے والا ۱۲ م

باب گیارھواں ☆

قسم میں صلح کرنے کے بیان میں

ایک نے دوسرے پر مال کا دعویٰ کیا اس نے انکار کیا پھر دونوں نے صلح کی کہ مدعا علیہ قسم کھالے اور وہ مال سے بری ہے اور مدعا علیہ نے قسم کھالی تو صلح باطل ہے اور مدعی اپنے دعویٰ پر باقی رہے گا اگر اس نے گواہ قائم کئے تو مال لے گا اور اگر گواہ نہ پائے اور اس سے قسم طلب کی پس اگر پہلا قسم کھانا قاضی کے سامنے نہ تھا تو قاضی دوبارہ اس سے قسم لے گا اور اگر قاضی کے سامنے تھا تو دوبارہ قسم نہ لے گا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اور اگر دونوں نے اس شرط سے صلح کی کہ اگر مدعا علیہ قسم کھالے تو وہ خصومت سے اس وقت تک بری ہے جب تک مدعی کو گواہ ملیں اور اس نے قسم کھالی تو خصومت سے بری ہونے میں مشائخ کا اختلاف ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ خصومت سے بری نہ ہوگا اور یہی اصح ہے حتی کہ مدعی کو اختیار ہے کہ قاضی کے سامنے دوبارہ اس سے قسم لے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور اگر دونوں نے اس طرح صلح ٹھہرائی کہ مدعی اپنے دعویٰ پر قسم کھالے تو مدعا علیہ اس کے مال کا ضامن ہے اور اگر مدعی نے اس شرط پر قسم کھالی اور مدعا علیہ نے اس مال سے انکار کیا تو پھر اس کے ذمہ کچھ لازم نہ آئے گا مال کا ضامن ہے اور اگر مدعی نے اس شرط پر قسم کھالی اور مدعا علیہ نے اس مال سے انکار کیا تو پھر اس کے ذمہ کچھ لازم نہ آئے گا اور صلح باطل ہے۔ اسی طرح اگر دونوں نے اس طرح صلح کی کہ طالب و مطلوب دونوں قسم کھالیں پھر مدعا علیہ پر نصف مال دعویٰ لازم آئے گا تو بھی باطل ہے۔ اور اگر دونوں نے اس طرح صلح کی کہ طالب آج کے روز اپنے دعویٰ پر قسم کھالے اور اگر آج کا دن گذر گیا اور اس نے قسم نہ کھائی تو اس کا کچھ حق نہیں ہے پھر وہ دن گذر گیا اور مدعی نے قسم نہ کھائی تو صلح باطل ہے اور مدعی اپنے دعویٰ پر باقی رہے گا اسی طرح اگر یوں صلح کی کہ مطلوب قسم کھالے تو وہ مال کا ضامن ہے یا اس پر مال ہے یا مقر مال ہے تو بھی صلح باطل ہے اور مشروط پر لازم ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر یوں صلح ٹھہرائی کہ طالب یا مطلوب قسم کھالے اور آدھا مال مدعا علیہ پر ہوگا ☆

اگر ایک شخص نے دوسرے پر مال یا اس کے ماسوا کا دعویٰ کیا اور اس نے انکار کیا اور مدعی کے پاس گواہ نہیں ہیں اس نے مدعا علیہ کی قسم کی درخواست کی اور قاضی نے قسم اس پر رکھی اور اس نے کسی قدر دراہم معلومہ پر اس شرط سے صلح کی کہ اس طور سے قسم نہ لے تو صلح جائز ہے اور وہ اس صلح سے قسم سے بری ہوگا اسی طرح اگر یوں صلح کی کہ میں نے تجھ سے اس قسم سے جو تیری طرف سے مجھ پر لازم آئی ہے صلح کی یا یوں کہا کہ مجھ پر جو تیری طرف سے قسم آئی ہے اس قدر درموں پر فدیہ کی اور دوسرا شخص راضی ہوگیا تو صلح جائز ہے اور اگر قسم کو بعوض مال معلوم کے خریدا ہے اس قدر درموں پر فدیہ کی اور دوسرا شخص راضی ہوگیا تو صلح جائز ہے اور اگر قسم کو بعوض مال معلوم کے خریدا یا مشتری نے قسم اس کے ہاتھ معلوم پر فروخت کی تو جائز نہیں ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر یوں صلح ٹھہرائی کہ طالب یا مطلوب قسم کھالے اور آدھا مال مدعا علیہ پر ہوگا۔ یا آج کے روز طالب یا مطلوب قسم کھالے بشرطیکہ اگر آج قسم نہ کھائے تو مال اس پر ہے یا طالب آج کے روز قسم کھالے کہ جو لے گا وہ حق ہے تو یہ سب صورتیں صلح کی باطل ہیں کیونکہ یہ خلاف شرع ہیں یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر یوں صلح قرار دی کہ طالب اپنے غلام کی آزادی یا عورت کی طلاق یا حج یا[1] ایمان مؤکدہ کی قسم کھائے اگر اس طور سے قسم کھالے گا تو اس کا مال مجھ پر ہے تو اس صورت میں مطلوب پر کچھ لازم نہ آئے گا اور نہ طالب پر طلاق و عتاق لازم آئے گا لیکن اگر مطلوب اس امر کے گواہ قائم کرے کہ میں نے مدعی کو یہ مال ادا کر دیا ہے یا اس نے مجھے اس مال سے بری کر دیا ہے تو اس

[1] ایمان بفتح اول جمع یمین جس کے معنی قسم کے ہوتے ہیں ۱۲

وقت میں اس کا غلام آزاد ہو جائے گا اور اس کی جورو پر طلاق ہو جائے گی کیونکہ مدعی کا اپنی قسم میں حانث ہونا عادل گواہوں سے ثابت ہو گیا اسی طرح اگر اس شرط سے صلح کی کہ مدعا علیہ ان چیزوں کی اس طور سے قسم کھالے کہ اگر اس طور سے قسم کھالے گا تو وہ میرے دعویٰ سے بری ہے اس نے قسم کھالی تو بری نہ ہوگا اور طلاق وعتاق واقع نہ ہوگی لیکن اگر مدعی نے اپنے دعویٰ کے گواہ قائم کئے تو اس وقت میں مطلوب کا طلاق وعتاق واقع ہو جائے گا کیونکہ اس کا حانث ہونا عادل گواہوں سے ثابت ہو گیا یہ محیط میں لکھا ہے۔

بارھواں باب☆

خون اور زخموں سے صلح کرنے کے بیان میں

نفس اور نفس سے کم پر عمداً خطاءً جرم کرنے سے صلح کرنا جائز ہے لیکن اگر عمداً جرم کرنے سے دیت سے زیادہ پر بھی صلح کی تو بھی جائز ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور یہ مال جرم کرنے والے پر اسی کے مال سے فی الحال دینا واجب ہوگا اور اس کی مددگار برادری پر واجب نہ ہوگا کذا فی الحاوی اور خطا سے جرم کرنے میں اگر دیت سے زیادہ پر صلح کی تو جائز نہیں ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اور اگر یہ حکم اس وقت ہے کہ جب کسی مقدار دیت پر جو مقررہ ہیں صلح قرار دی ہو اور اس میں زیادتی کی ہو۔ اور اگر سوائے ان مقداروں کے کسی مال پر صلح قرار دی اور اس میں زیادتی کی تو جائز ہے لیکن اسی مجلس میں قبضہ کر لینا شرط ہے تاکہ دین سے بعوض دین کے بدوں قبضہ کے افتراق لازم نہ آئے۔ اگر قاضی نے مجرم پر سو اونٹ دیت کا حکم کیا اس نے سو اونٹ سے سو سے زیادہ گائیں پر جو اس کے پاس موجود ہیں صلح کی اور گائیں اس کو دے دیں تو جائز ہے اور اگر کسی قدر اونٹوں سے سوائے درم و دینار کے کسی کیلی یا وزنی چیز پر اُدھار میعادی صلح کی تو جائز نہیں ہے کیونکہ[1] معارضۃ الدین بالدین ہیا ور اگر دیت کے اونٹوں سے ان کے مثل قیمت پر یا اس قدر زیادت پر کہ لوگ برداشت کر لیا کرتے ہیں صلح کر لی تو جائز ہے اور اگر زیادتی میں اس قدر خسارہ ہے کہ لوگ برداشت نہیں کیا کرتے ہیں تو صلح جائز نہ ہوگی اور اگر قاضی نے اس پر درم یا دیناروں کا دیت میں حکم کیا اور قاتل نے ان سے گیہوں یا جو یا اونٹ و گائے وغیرہ پر جو اس کے پاس موجود نہیں ہیں صلح قرار دی تو جائز نہیں ہے اگرچہ جدا ہونے سے پہلے ان چیزوں کو دے دے کیونکہ ایسی چیز کی بیع کرنا جو آدمی کے پاس وقت عقد کے موجود نہ ہو سوائے سلم کے اور صورت میں جائز نہیں ہے۔ اور اگر قاضی نے اس پر اونٹ یا گائے کا دیت میں حکم کیا اور اس نے ان سے گیہوں وغیرہ پر صلح کی حالانکہ بدل اس کے پاس موجود نہیں ہے لیکن جدائی سے پہلے اس نے یہ اناج دے دیا تو جائز ہے اور اگر جدائی سے پہلے یہ اناج نہ دیا اور دونوں جدا ہو گئے تو صلح جائز نہ ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے۔

اور اگر مجرم کے سوائے دوسرے شخص نے دیت سے زیادہ پر صلح کی اور ضامن ہوا تو زیادتی باطل ہوگی اگرچہ صلح جنس دیت کے سوائے دوسری جنس پر ہو۔ اور اگر درموں کا اس پر حکم ہوا اور اس نے دو ہزار دینار پر صلح کر لی اور اسی مجلس میں قبضہ کر لیا تو جائز ہے اور اگر ڈگری ہونے سے پہلے دو سو اونٹ غیر معین پر صلح کر لی تو سو اس میں سے واجب ہوں گے اور خیار طالب کو ہے پس جس سن کے اونٹ دیت میں واجب ہوتے ہیں اگر اس سے نقصان ہو تو طالب کو اختیار ہوگا کہ صلح کو رد کر دے یہ حاوی میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو عمداً قتل کیا اور تیسرے کو خطا سے قتل کیا پھر دونوں کے ولیوں سے دونوں دیتوں سے زیادہ پر صلح کی تو صلح جائز ہے اور مقتول خطا کے ولی کو بقدر دیت کے ملے گا اور باقی عمداً مقتول کے ولی کو ملے گا اور اگر دونوں کے وارثوں سے دو دیت یا کم پر صلح کی تو دونوں

[1] یعنی قرض کا مقابلہ قرض کے عوض ۱۲

میں برابر تقسیم ہوں گی یہ محیط سرخسی میں ہے اور قتل عمد کے بدل الصلح کا حکم مہر کے مانند ہے تو جیسے جہالت مہر میں برداشت کر لی جاتی ہے وہی یہاں بھی برداشت کی جائے گی اور جو چیز تسمیہ صحیح ہونے کے مانع ہے وہ صلح میں وجوب بدل کی مانع ہے اور مسمی کے فاسد ہونے کے وقت قصاص ساقط ہو جاتا ہے اور نفس کا بدل یعنی دیت واجب ہوتی ہے جیسے نکاح میں مہر مثل واجب ہوتا ہے مثلاً ایک کپڑے پر صلح قرار دی لیکن ایک صورت میں نکاح و صلح میں فرق ہے وہ یہ ہے کہ اگر شراب پر نکاح کیا تو مہر مثل واجب ہوگا اور عمداً خون کرنے سے اگر شراب پر صلح کی تو کچھ واجب نہ ہوگا یہ کافی میں ہے اور قتل خطا میں دیت واجب ہوگی یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اور اگر عمداً ہاتھ کاٹنے سے شراب یا سور پر صلح کی تو تسمیہ جائز نہیں ہے لیکن عفو صحیح ہے یعنی قصاص معاف کر کے اس نے جو بدل مقرر کیا وہ بدل ناجائز اور عفو صحیح ہے اور مقطوع الید ہاتھ کاٹنے والے سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر خطا سے اس نے ہاتھ کاٹا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو ہاتھ کٹا ہوا اس سے دیت لے سکتا ہے اور اگر کسی آزاد کے دینے پر صلح واقع ہوئی تو یہ بھی مثل شراب و سور پر صلح واقع ہونے کے ہے یہ محیط میں ہے اور اگر ہر ایک کا خون دوسرے پر آتا ہے اور دونوں نے ایک دوسرے کو خون سے معاف کر دینے پر صلح کی تو جائز ہے جیسے[1] خلع میں ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔

ایک شخص کو عمداً زخمی کیا اور اس سے صلح کی تو دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو زخم سے اچھا ہو گیا یا مر گیا پس اگر زخم سے یا ضرب سے یا سر زخمی کرنے سے یا کاٹ ڈالنے ہاتھ سے یا کسی جرم سے فقط ان چیزوں سے صلح کی تو صلح جائز ہے بشرطیکہ اس طرح اچھا ہوا ہو کہ اس کا کچھ اثر باقی ہو اور اگر اس طرح اچھا ہو گیا کہ اثر باقی نہ رہا تو صلح باطل ہو گئی اور اگر اس جنایت سے مر گیا تو بخلاف صاحبین کے امام کے نزدیک یہ حکم ہے کہ صلح باطل ہو گئی اور دیت واجب ہوگی اور اگر ان پانچوں چیزوں اور جو کچھ ان سے حادث ہو صلح کی تو صلح جائز ہے اگر اس سے مر گیا اور اگر اچھا ہو گیا تو اس مقام پر مذکور ہے کہ صلح جائز ہے اور کتاب الوکالت میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے دوسرے کے سر میں ہڈی کھول دینے والا زخم لگایا پھر کسی کو وکیل کیا کہ اس سے صلح کرے اس طور سے کہ اس زخم سر سے اور جو کچھ اس سے نفس تک پیدا ہو صلح کرے یعنی نفس ضائع ہو جانے تک صلح کر لے پس اگر وہ شخص مر گیا تو صلح نفس سے قرار دی جائے گی اور اگر اچھا ہو گیا تو دس حصوں میں سے ساڑھے نو حصے مال واجب ہوگا اور نصف دسواں حصہ جس کے زخم آیا ہے وہ واپس کر دے گا اور عامہ مشائخ نے فرمایا کہ ان دونوں روایتوں میں اختلاف بسبب اختلاف وضع کے ہے کیونکہ اس مقام پر یوں صلح کی کہ جو کچھ اس زخم سر سے نفس ضائع ہونے تک پیدا ہو سب سے صلح کی اور یہ ایک شے معلوم ہے لہٰذا بدل صلح کو قائم و حادث دونوں پر تقسیم کرنا ممکن ہوا اور اس مقام پر زخم اور جو اس سے پیدا ہو صلح قرار دی ہے اور یہ امر مجہول ہے کبھی پیدا ہوتا ہے اور کبھی نہیں پیدا ہوتا ہے اور اگر پیدا ہوا تو بھی نہیں معلوم کہ کس قدر پیدا ہوگا اسی واسطے بدل کو قائم و حادث پر تقسیم کرنا متعذر رہا پس تمام بدل بمقابلہ موجود کے قرار پایا۔ لیکن اگر جنایت سے صلح کی تو سب صورتوں میں صلح جائز ہے لیکن اگر اس طور سے اچھا ہو گیا کہ بالکل اس کا اثر باقی نہ رہا تو جائز نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر جرم عمداً کیا ہو اور مجروح نے جرح کرنے والے سے تھوڑے سے بدل پر صلح کی حالانکہ وقت صلح کے وہ مرض الموت کا بیمار تھا تو صلح جائز ہے اور اگر جراحت خطا سے ہو اور اس سے صلح کی حالانکہ وقت صلح کے وہ مرض الموت کا مریض تھا اور بدل میں سے کم کر دیا تو یہ صلح تہائی مال سے معتبر ہوگی پھر یہ وصیت مددگار برادری کے واسطے صحیح ہوگی نہ قاتل کے واسطے اگرچہ دیت پہلے قاتل پر واجب ہوئی اور مددگار برادری اس کی طرف سے اس کو برداشت کرے گی یہ محیط میں ہے۔ اگر مریض نے عمداً خون کے حق سے جو اس کا چاہئے ہے ہزار درم نقد دینے پر صلح کر لی پھر بعد صلح کے ایک سال کی تاخیر دے دی تو تہائی مال سے تاخیر جائز ہوگی کذا فی المبسوط۔

---

[1] قولہ خلع یعنی عورت کا مرد پر مہر باقی منظور مرد کا عورت پر بدل خلع واجب ہو اور دونوں نے باہمی عفو پر صلح کی یا یہی بدلہ عوض خلع ٹھہرایا تو جائز ہے ۱۲

قال المترجم ☆

یعنی مریض کا تہائی مال اگر ہزار درم ہوں تو پوری ہزار درم کی تاخیر ایک سال تک روا ہے ورنہ جس قدر تہائی مال ہوتا ہو اس قدر کے حصہ کی تاخیر روا ہو گی اس عبارت سے جہاں مذکور ہے یہی مراد ہوتی ہے یاد رکھنا چاہئے واللہ اعلم بالصواب۔ اگر کسی نے دوسرے کی انگلی عمداً کاٹ ڈالی یا خطا سے کاٹی اور اس سے کسی قدر مال پر صلح کر لی پھر دوسری انگلی اسی کے پہلو کی شل ہو گئی تو کاٹنے والے پر امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا بھی ارش لازم آئے گا اور صاحبین کے نزدیک کچھ لازم نہ ہو گا یہ حاوی میں ہے۔ قلت ہذا اذا اشلت بسبب القطع۔ ایک شخص قتل کیا گیا اس کے دو بیٹے ہیں پھر ایک نے اپنے حصہ سے سو درم پر صلح کر لی تو جائز ہے اور اس کے بھائی کو اس میں شرکت کا اختیار نہیں ہے اور اگر قتل خطا سے واقع ہوا ہو اور ایک نے کسی قدر مال پر اس سے صلح کر لی تو اس کے شریک کو اس مال میں شرکت کا اختیار ہے لیکن اگر مصالح چاہے کہ اس کو چوتھائی ارش دے دے تو ہو سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر خون عمد سے ایک غلام یا باندی پر صلح کر لی تو جائز ہے اور درمیانی درجہ کی باندی یا غلام دلائے جائیں گے اور اگر کسی غلام معین پر صلح کر لی پھر وہ غلام آزاد نکلا تو قاتل پر دیت لازم آئے گی۔ قلت یعنی قصاص ساقط ہو گیا اور اگر دونوں میں اختلاف ہوا قاتل نے کہا کہ میں نے تجھ سے اس غلام پر صلح کی ہے اور ولی مقتول نے کہا کہ نہیں بلکہ اس غلام پر صلح کی ہے تو صلح جائز ہے اور قسم سے قاتل کا قول قبول ہو گا یہ محیط میں ہے۔

اگر قتل عمد سے کسی گھر میں ایک سال تک رہنے یا کسی غلام سے ایک سال تک خدمت لینے پر صلح کی تو جائز ہے ☆

اگر قتل عمد سے دو غلاموں پر صلح قرار دی پھر ایک غلام آزاد نکلا تو امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک یہ غلام پورا حق ہے اور امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک یہ غلام اور دوسرے آزاد کی قیمت اگر وہ غلام ہوتا تو جس قدر ہوتی دینی پڑے گی اور امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک یہ غلام اور پورا ارش درموں سے دینا پڑے گا یہ کافی میں ہے اور اگر قتل عمد سے کسی گھر میں ایک سال تک رہنے یا کسی غلام سے ایک سال تک خدمت لینے پر صلح کی تو جائز ہے اور اگر ہمیشہ کے واسطے یا جو کچھ قاتل کی باندی کے پیٹ میں ہے اس پر یا جو کچھ اس کے درخت سے پیدا ہو خواہ سالہائے معلومہ پر یا ہمیشہ کے واسطے صلح کی تو جائز نہیں ہے یہ نہایہ میں ہے۔ اور اگر قتل عمد سے جو کچھ اس کی بکریوں کے پیٹ میں ہے یا جو کچھ ان کے تھنوں میں ہے یا جس قدر اس کے درخت خرما پر دس برس تک پیدا ہو اس پر صلح کی تو قاتل پر دیت واجب نہ ہو گی کذا فی المحیط اور اگر اس طور سے صلح کی جو کچھ تیرے درخت خرما پر پھل میں ان پر صلح کی تو جائز ہے۔ یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مقتول کے ولی نے قاتل سے اس شرط سے صلح کی کہ میں تجھ کو یہ خون اس شرط سے معاف کرتا ہوں کہ تو تیرا خون فلاں شخص پر ہے تو اسے معاف کر دے تو جائز ہے اور یہ صلح درحقیقت بلا بدل کے عفو ہے پس اگر قاتل نے فلاں شخص کو اپنے خون واجب سے معاف کر دیا تو مقتول کا ولی اس سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر معاف نہ کیا تو دو صورتیں ہیں اگر قاتل کا خون جو دوسرے شخص پر آتا ہے وہ دوسرا شخص اس ولی مقتول کا باپ یا بیٹا یا ان کے مثل ہے تو ولی مقتول اس قاتل سے دیت لے لے گا اور اگر قاتل کا قصاص کسی اجنبی پر واجب ہے تو ولی مقتول کو قاتل سے کچھ لینے کا اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ منتقی میں ہے کہ ابن سماعہ نے امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کا داہنا ہاتھ کاٹ ڈالا پس ہاتھ کٹے ہوئے نے قاطع [1] سے اس شرط سے صلح کی کہ میں قاطع کا الٹا ہاتھ کاٹ ڈالوں اور کاٹ ڈالا تو یہ صلح پہلے جرم کا عفو ہے اور اس پر اس اُلٹے ہاتھ کاٹنے کا جرمانہ نہ آئے گا اور قاطع پر کچھ جرمانہ آئے گا اور اگر بعد اس صلح کے اُلٹے ہاتھ کاٹنے سے پہلے دونوں نے جھگڑا کیا تو صلح کرنے والے

[1] قاطع یعنی کاٹنے والا شخص

لو الٹے ہاتھ کاٹنے کا اختیار نہ ہوگا لیکن اپنے سیدھے ہاتھ کی دیت لے لے گا اور اگر اس شرط سے صلح کی کہ قاطع کا ہاتھ و پیر کاٹ ڈالے یا قاطع کے غلام کو قتل کر دے پس اگر اس کا ہاتھ و پاؤں کاٹا تو قاطع اس سے اپنے پاؤں کی دیت بھر لے گا اور اگر اس کے غلام کو قتل کیا تو قاطع کی اس پر اپنے غلام کی قیمت واجب ہوئی پس دونوں باہم بقدر دیت ہاتھ کے بدلا کر لیں گے اور جس قدر کسی کا حق زیادہ ہوگا وہ اس قدر لے لینا اور اگر اس شرط سے صلح کی کہ اس آزاد کا ہاتھ کاٹ ڈالے یا فلاں شخص کے غلام کو قتل کر دے اور ایسا ہی بعد صلح کے کیا تو دوسرے آزاد کے ہاتھ کی دیت دے گا اور دوسرے غلام کی قیمت دے گا اور اپنے ہاتھ کی دیت اپنے ہاتھ کاٹنے والے سے بھر لے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔اور اگر قتل عمد میں اس شرط سے صلح کی کہ اس کا پاؤں کاٹ ڈالے تو[1] یہ مفت معاف کرنا ہے اور اگر قتل خطا ہو تو اس پر دیت واجب ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔اور اگر عمداً ہاتھ کاٹ ڈالنے سے اس شرط پر صلح کی کہ اس کا پاؤں کاٹ ڈالے تو صلح باطل ہے اور مفت عفو ہو گیا اور قاطع سے کچھ نہیں لے سکتا ہے ایسا ہی عامہ روایات اس کتاب میں مذکور ہے اور اسی کتاب کی بعض روایات میں ہے کہ ارش لے لے گا اور اگر خطا سے ہاتھ کاٹنے کی صورت میں ایسا واقع ہو تو سب روایتوں کے موافق بالاتفاق اس سے ہاتھ کی دیت لے لے گا اور اگر قتل عمد میں کذا کذا مثقال چاندی وسونے پر صلح کی یعنی کسی قدر تعداد بیان کی مگر اس تعداد میں چاندی اور سونے کو داخل کیا تو جائز ہے اور اس پر ان دونوں میں سے ہر ایک کا نصف واجب ہوگا یہ محیط میں ہے۔اگر قتل عمد ہو پھر اس سے کسی شخص نے ہزار درم پر صلح کر لی اور ضامن نہ ہوا تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر قاتل نے خود ہی اس مصالح کو وکیل کیا تو بدل صلح قاتل پر واجب ہوگا اور اگر اپنے غلام پر ولی مقتول سے اس قول سے صلح کی اور اس غلام کی خلاص کا ضامن نہ ہوا۔یعنی یہ غلام تجھ کو حقوق غیر سے پاک کر کے سپرد کیا جائے گا اس کا ضامن نہ ہوا پس اگر وہ غلام ولی مقتول کے پاس سے استحقاق میں لے لیا گیا تو مصالح سے کچھ نہیں لے سکتا ہے لیکن قاتل سے اس کی قیمت لے لے گا بشرطیکہ قاتل نے اس کو صلح کا حکم کیا ہو اور اگر مصالح اس کی خلاص کا ضامن ہوا ہے اور خود از راہ احسان صلح کی ہے پھر وہ غلام استحقاق میں لے لیا گیا تو ولی اس سے غلام کی قیمت بھر لے گا یہ مبسوط میں ہے۔اگر فضولی نے خون عمد سے ہزار درم پر صلح کی اور ضامن ہو گیا پھر وہ ہزار درم استحقاق میں لے لیے گئے تو ولی مقتول اس کے مثل مصالح سے لے لے گا پھر جب فضولی نے درم صلح ضامن ہو کر دے دیئے تو قاتل سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر قاتل نے اس کو صلح کا وکیل کیا تھا اور ضامن ہونے کا وکیل نہیں کیا تھا اور اس نے ضامن ہو کر ادا کر دیئے تو جس قدر ادا کئے ہیں قاتل سے نہ لے لے گا یہ محیط میں ہے۔

ایک غلام اور ایک آزاد نے مل کر ایک شخص کو عمداً قتل کر ڈالا پھر غلام کے مالک اور آزاد نے کسی شخص کو وکیل کیا کہ دونوں کی طرف سے ولی مقتول سے صلح کرے اس نے دو قاتلوں کی طرف سے ہزار درم پر صلح کی تو ہر ایک پر نصف نصف لازم آئے گا اور بعض روایات میں مذکور ہے کہ اگر خطاء سے قتل کیا ہو اور ایسی صورت واقع ہوئی تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔اگر غلام نے کسی شخص کو عمداً قتل کیا اور مقتول کے دو ولی ہیں اور غلام کے مالک نے ایک ولی سے اس کے حصہ سے اسی غلام قاتل کے دینے پر صلح کر لی تو جائز ہے اور اس مصالح سے جس کو غلام ملا ہے کہا جائے گا تو اپنے شریک کو نصف غلام دے دے یا آدھی دیت اس کو دے اس شرط سے کہ غلام تیرا ہے اور اگر باوجود اس غلام کے دوسرے غلام پر بھی صلح کی تو دوسرے میں اس کا حق نہو گا اور اگر غلام قاتل کے نصف پر صلح قرار دی تو جائز ہے اور وہ غلام اس کے مالک اور مصالح کے درمیان نصف نصف ہوگا پھر اس صلح کے سبب سے دوسرے کا حق قصاص نہ رہا بلکہ مال سے متعلق ہو گیا اور نصف غلام غیر منقسم کا دونوں آدمیوں میں سے مستحق ہوا پس دونوں شریک غلام کے

[1] قولہ مفت یعنی صلح جائز نہ ہوئی تو قصاص یا دیت بھی واجب رہے گی پس مفت معاف ہوا کیونکہ ہاتھ کا عوض پاؤں ۱۲

دوسرے ولی کو یا تو آدھا غلام دیں گے یا نصف دیت اس کو دیں گے اور اگر اس سے درموں پر یا کسی کیلی یا وزنی چیز پر خواہ نقد یا میعادی اُدھار صلح کی تو جائز ہے اور دوسرے کا اس میں کچھ حق نہ ہوگا لیکن وہ غلام قاتل کو پکڑے گا پس غلام کا مولیٰ یا تو نصف غلام اس کو دے گا یا آدھی دیت دے گا اور باندی اور مدبرہ اور ام الولد عمداً قتل کرنے سے صلح کرنے میں یکساں ہیں یہ مبسوط میں ہے۔ اگر غلام ماذون نے کسی شخص کو عمداً قتل کیا تو اپنی طرف سے اس کا صلح کرنا جائز نہیں ہے اور اگر اس کے غلام نے کسی کو عمداً قتل کیا اور اس کی طرف سے غلام ماذون نے صلح کی تو جائز ہے یہ کنز میں ہے اور اگر غلام نے کسی کو خطا سے قتل کیا اور مولے نے بعضے اولیائے مقتول سے دیت سے کم پر صلح کر لی یا عروض یا کسی حیوان معین پر صلح کی تو جائز ہے اور باقی ولیوں کو اس میں شرکت کا اختیار ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک غلام نے زید کا عمداً ہاتھ کاٹ ڈالا اور مولیٰ نے غلام کو بحکم قاضی یا بلاحکم زید کو دے دیا اور زید نے اس کو آزاد کر دیا پھر زید اسی ہاتھ کاٹنے کی وجہ سے مر گیا تو غلام اس کے نفس کا بدل صلح ہو جائے گا اور اگر زید نے اس کو آزاد نہ کیا ہو تو غلام اس کے مالک کو واپس دیا جائے گا پھر زید کے ولیوں سے کہا جائے گا کہ تمہارا جی چاہے اس کو قتل کر دیا عفو کر دو یہ شرح جامع صغیر صدر الشہید میں ہے۔ اگر کسی باندی نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور اس کے دو ولی موجود ہیں وہ باندی بچہ جنی پھر اس کے مالک نے ایک ولی سے کہا کہ یہ باندی کا بچہ تیرے حق دیت کی صلح میں تجھے دیتا ہوں اس نے صلح کر لی تو جائز ہے اور دوسرے ولی کے مولی پر پانچ ہزار درم واجب ہوں گے اور اگر اس شرط سے صلح کی کہ اس کے حق میں اس کو تہائی باندی دے دے تو جائز ہے اور اس کے شریک کو چاہے نصف باندی دے دے یا نصف دیت دے دے پس اس کتاب کی روایت میں اس کا[1] بعض کے دینے کا اختیار کرنا دونوں حصوں کے دینے کا اختیار نہیں قرار دیا گیا۔ اور جامع کی روایت میں ہے کہ ایک حصہ میں دینے کا اختیار ہونا وہی دونوں کے حصہ میں اختیار ہے جیسا فدیہ کی صورت میں ہوتا ہے اور یہی روایت اصح ہے اور پہلی روایت مذکورہ کی تاویل یہ ہے کہ اس نے ایک سے تہائی باندی پر صلح کی اور یہ حصہ اس کے حق سے کم ہے تو مولی دوسرے سے یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے اس کے حصہ میں دینا اس سبب سے اختیار کیا کہ وہ اپنے حق سے کم پر راضی ہو گیا اور تو اس پر راضی نہیں ہوگا پس مجھ پر لازم یہ نہیں ہے کہ باندی ہی تیرا پورا حق تجھے دوں بلکہ مجھے اختیار ہے کہ باندی میں سے دوں یا اور سے اور اگر اس نے ایک شریک سے نصف باندی پر صلح کی تو یہ صلح اس کا اس امر کو اختیار کرنا ہے کہ باقی آدھی باندی دوسرے کو دے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مدبر نے کسی کو عمداً قتل کیا اور اس کے مولی نے اس سے ہزار درم پر صلح کر لی اور یہی اس مدبر کی قیمت ہے تو جائز ہے اور اگر اس کے بعد پھر مدبر نے کسی کو خطا سے قتل کیا تو مذکور ہے کہ اس کے مالک پر دوسری قیمت لازم آئے گی اور اگر پہلا قتل خطا سے ہو اور مولی نے ہزار درم پر جو اس کی قیمت ہے صلح کر لی پھر مدبر نے کسی دوسرے کو قتل کیا تو مولی دوسری قیمت کا ضامن نہ ہوگا پہلا ولی اور دوسرا دونوں ایک قیمت میں شریک قرار پائیں گے یہ محیط میں ہے۔

اگر مدبر نے ایک شخص کو خطاب سے قتل کیا اور دوسرے کی خطا سے آنکھ پھوڑ دی تو مولی کو اس کی قیمت دونوں کو دینی ہوگی کہ دونوں میں تین تہائی تقسیم ہوگی۔ پس اگر مولی نے آنکھ والے کو سو درم صلح کر کے دیئے حالانکہ مدبر کی قیمت چھ سو درم ہے اس نے سو درم پر قبضہ کر لیا اور باقی سو درم سے بری نہیں کیا تو دونوں مدعی اس سو درم کو باہم تین حصہ کر کے تقسیم کر لیں گے اور اگر بعد اس تقسیم کے اس کو سو درم سے بری کر دیا تو اس تقسیم میں تغیر نہ آئے گا اور اگر سو درم پر صلح کر لی اور باقی سے قبضہ اور تقسیم سے پہلے بری کر دیا تو یہ سو درم دونوں کو پانچ حصے ہو کر تقسیم ہوں گے اور ایک پانچواں آنکھ والے کو اور چار پانچواں خون کے ولی کو ملیں گے اور اگر سو درم پر قبضہ

---

[1] یعنی مولی کو باندی کے دینے اور فدیہ میں اختیار ہے اور جب اس نے ایک کو باندی دی تو اس نے باندی دینی اختیار کی لیکن اس روایت کے موافق ایسا نہیں ہے کیونکہ اس کو دوسرے کے حق میں فدیہ دینے کا اختیار بھی دیا ہے پس بعض باندی کے دینے کا اختیار کرنا الخ ۱۲ م

کر لیا پھر باقی سو درم سے تقسیم سے پہلے اس کو بری کر دیا تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ سو درم دونوں میں تین تہائی تقسیم پھر رجوع کر کے کہا کہ آنکھ والے کو اس میں سے پانچواں حصہ ملے گا اور یہی قول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مدبر نے کسی شخص کو خطا سے قتل کیا اور دوسرے کی آنکھ پھوڑ دی پھر دونوں سے مولی نے ایک غلام پر صلح کر کے دونوں کو دے دیا تو جائز ہے پھر اگر دونوں نے اختلاف کیا اور ہر ایک دعوے دار ہوا کہ ولی مقتول یعنی خون کا حق دار میں ہوں اور دونوں میں سے کسی کے پاس گواہ نہیں ہیں تو غلام دونوں کو برابر تقسیم ہوگا پس اگر مدبر کے مالک نے کہا کہ تو ولی مقتول ہے اور دوسرے سے کہا کہ تو آنکھ کا حق دار ہے تو قسم سے اس کا قول قبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر مدبر نے عمداً قتل کرنے کا اقرار کیا تو مثل مملوک محض کے اقرار اس کا جائز ہے پس اگر مولیٰ نے ایک ولی مقتول سے کسی کپڑے پر صلح کر لی تو جائز ہے اور دوسرے ولی کی مولیٰ پر مدبر کی نصف قیمت واجب ہوگی بشرطیکہ اس کے گواہ موجود ہوں یا مولیٰ اس کا اقرار کرے اور اگر گواہ نہ ہوئے تو کچھ نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔

مال جو کہ بوجہ زخم کے واجب آئے میں طلاق کی ایک صورت ☆

اگر کسی شخص نے اپنی عورت کو زخمی کیا پس عورت نے اس سے اسی عمداً جراحت سے خلع کرنے پر صلح کی اور سوائے جراحت کے خلع میں کچھ نہیں قرار دیا پس اگر وہ عورت اس زخم سے اچھی ہوگئی اور اثر رہ گیا تو خلع جائز اور تسمیہ جائز اور زخم کا ارش[1] بدل خلع قرار دیا جائے گا اور طلاق بائن ہوگی خواہ لفظ خلع کے ساتھ ہو یا صریح طلاق کے ساتھ ہو اور اگر اچھی ہوگئی اور اس کا اثر بھی باقی نہ رہا تو طلاق مفت واقع ہوگی حتی کہ عورت پر شوہر کو بدل خلع واپس کرنا واجب نہیں ہے اگرچہ خلع میں فقط جراحت کا نام لیا ہے یہ حکم اس وقت ہے کہ زخم سے اچھی ہوگئی ہو اور اگر اس زخم سے مرگئی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خلع جائز اور تسمیہ باطل ہے اور جب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تسمیہ باطل ہوا تو قیاس چاہتا ہے کہ قصاص واجب ہو اور استحساناً شوہر کے مال میں دیت واجب ہوگی پھر دیکھنا چاہئے کہ اگر طلاق بہ لفظ خلع واقع ہوئی تو بائن ہوگی اور اگر بلفظ طلاق ہوئی تو رجعی ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک خلع مفت واقع ہوگا حتی کہ شوہر پر دیت لازم نہ آئے گی اور عفو ہوگا پھر طلاق اگر بہ لفظ خلع واقع ہوئی تو بائن ہوگی اور اگر صریح واقع ہوئی تو روایت ابو سلیمان میں رجعی ہوگی اور ابو حفص کی روایت کے موافق بائن ہوگی یہ سب اس صورت میں ہے کہ فقط جراحت پر خلع کیا ہو اور اگر جراحت سے اور جو اس سے پیدا ہوئے خلع کیا تو سب کے نزدیک وہی ہے جو صاحبینؒ کے نزدیک فقط جراحت پر خلع کرنے کی صورت میں مذکور ہوا ہے۔ یہ حکم مذکور عمداً زخمی کرنے کی صورت میں ہے اور اگر خطا سے زخمی کرنے کی صورت ہو پس اگر فقط جراحت پر خلع کیا اور عورت اس زخم سے اچھی ہوگئی اور اثر باقی رہا تو خلع جائز اور تسمیہ جائز اور طلاق بائن ہوگی اور اگر اچھی ہوگئی اور اثر بھی نہ رہا تو طلاق مفت واقع ہوگی اور عورت پر مہر واپس کرنا لازم نہیں ہے اور اگر اس زخم سے مرگئی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس صورت کا حکم اور زخم سے اچھے ہو جانے اور اثر نہ باقی رہنے کا حکم یکساں ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک خلع جائز اور تسمیہ جائز ہے اور اگر جراحت پر اور جو اس سے پیدا ہو سب پر خلع کیا اور زخم سے ہے اور اس زخم سے مرگئی تو تسمیہ صحیح اور طلاق بائن ہوگی خواہ لفظ خلع سے واقع ہوتی یا لفظ طلاق سے اور مددگار برادری کے ذمہ سے یہ دور کیا جائے گا اور تہائی مال سے معتبر ہوگا بشرطیکہ صاحب فراش ہونے کے بعد اس نے خلع کیا ہو یہ بعض مشائخ کے نزدیک ہے اور اگر اس نے خلع کیا حالانکہ غالباً ایسے زخم سے موت آجاتی ہے پس اگر تمام بدل خلع تہائی مال کے برابر ہے تو مددگار برادری کے واسطے وصیت ہے اور جائز ہے اور اگر تمام بدل خلع تہائی مال کے برابر نہیں نکلتا ہے تو جس قدر تہائی نکلتی ہے اس قدر مددگار برادری سے دور کیا جائے گا اور باقی اس کے وارثوں کو دیں گے اور تمام مال سے اس کا اعتبار

[1] قولہ ارش جو مال کہ بعوض زخم کے واجب آئے ۱۲

ہوگا اگراس نے صاحب فراش ہونے سے پہلے خلع کیا ہے یہ بعض مشائخ کے نزدیک ہے اور بعض مشائخ کے نزدیک خواہ غالباً اس سے موت آجاتی ہو یا نہ آتی ہو یہی حکم ہے اور جو کچھ ہم نے جراحت پر خلع کرنے میں ذکر کیا ہے وہی ضربہ اور شجہ اور ہاتھ کٹنے اور ضرب ید سے خلع کرنے میں ہے اور جنایت پر اگر خلع کیا تو اس کا حکم وہی ہے جو جراحت سے اور جو اس سے پیدا ہو دونوں سے صلح کرنے کی صورت میں ہے اور ایسا ہی حکم اس صورت میں ہے کہ اگر کسی نے اپنی عورت کو مجروح کیا پھر اس کے ساتھ اس شرط سے صلح کی کہ اس کو ایک طلاق دے گا بشرطیکہ اس سب سے وہ اس کو معاف کردے تو اس کا حکم مثل اس صورت کے ہے کہ عورت سے جراحت اور جو اس سے پیدا ہو سب سے صلح کی یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی دوسرے کی جورو کو خطا سے زخمی کیا پھر اس کے شوہر نے اس عورت سے اس شرط سے صلح کی کہ اس کو ایک طلاق دے گا بشرطیکہ اس سب کو معاف کردے پھر وہ عورت اس زخم سے مرگئی تو عفو تہائی مال سے معتبر ہوگا اور طلاق بائن ہوگی اور اگر زخمی کرنا عمداً ہو تو یہ سب جائز ہے اور طلاق رجعی ہوگی۔ اگر کسی نے اپنی عورت کے دانت میں مارا پھر اس سے اس جنایت پر بشرط ایک طلاق کے صلح کی تو جائز ہے اور طلاق بائن ہوگی اور اگر وہ دانت سیاہ پڑ گیا یا گر گیا یا اس کی وجہ سے دوسرا دانت گر گیا تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مکاتب نے کسی شخص کو عمداً قتل کیا پھر مکاتب نے اس سے سو درم پر صلح کی تو جائز ہے پس اگر ادائے صلح کے بعد آزاد ہوگیا تو صلح گذر چکی اور ادا کرنا ہوگیا اور اگر ادائے بدل الصلح سے پہلے آزاد ہوا پس آزاد ہوتے ہی اس سے بدل الصلح کا مطالبہ کیا جائے گا اور اگر بعد ادائے بدل الصلح کے عاجز ہوا تو صلح پوری ہو چکی اور ادا بھی ہو چکا اور اگر ادا کرنے سے پہلے عاجز ہوا تو جب تک آزاد نہ ہو اس سے مطالبہ نہ کیا جائے گا اور یہ قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کے مالک سے فی الحال اس کے ادا کرنے کا مطالبہ ہوگا کہ یا تو غلام کو دے دے یا اس کا فدیہ دے اور اگر درموں یا اناج معین یا غیر معین پر صلح واقع ہوئی اور بدوں قبضہ کے دونوں جدا ہو گئے تو صلح اپنے حال پر رہے گی اور اگر مکاتب کی طرف سے کسی شخص نے کفالت کی اور بدل الصلح دین ہے تو کفالت جائز ہے اور اگر بدل صلح [1] عین ہو مثلاً کوئی غلام یا کپڑا معین ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ پس اگر جس چیز پر صلح واقع ہوئی ہے وہ غلام ہو اور اس کا کوئی کفیل ہوگیا پھر غلام دینے سے پہلے مرگیا تو ولی مقتول کو کفیل سے ضمان قیمت کا اختیار ہے اور اگر چاہے تو غلام کی قیمت مکاتب سے لے اور اگر وہ غلام بعینہ قائم ہو تو قبضہ سے پہلے اس کو فروخت کر سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مکاتب نے کسی شخص کو عمداً قتل کیا اور اس پر اس امر کے گواہ قائم ہوئے اور اس نے ولی مقتول کے ساتھ کسی قدر مال پر اُدھار میعادی صلح کر لی تو جائز ہے یہ محیط میں ہے اور اگر مکاتب نے خون کے عوض کسی قدر مال پر ذمہ میعادی اُدھار کر کے صلح کی اور قتل کرنا خود مکاتب کے اقرار یا گواہوں سے ثابت ہے اور کسی شخص نے بدل الصلح کی کفالت کر لی پھر وہ مکاتب عاجز ہو کر مملوک محض ہوگیا تو ولی مقتول کو مکاتب سے مواخذہ کرنے کا جب تک آزاد نہ ہو اختیار نہیں ہے لیکن کفیل کو مکاتب کے آزاد ہونے سے پہلے گرفتار کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر مکاتب نے کسی شخص کو عمداً قتل کیا اور اس کے دو شخص ولی ہیں پھر ایک نے سو درم پر اس سے صلح کر لی اور مکاتب نے اس کو ادا کر دیئے پھر عاجز ہو کر مملوک محض ہو گیا پھر دوسرا اوّل مقتول آیا تو مولی کو اختیار ہے چاہے نصف غلام قاتل اس کو دے دے یا اس کی نصف دیت ادا کر دے اور اگر عاجز نہ ہوا یا کہ آزاد ہو گیا پھر دوسرا ولی آیا تو اس کے واسطے مکاتب پر مکاتب کی نصف قیمت کی ڈگری کی جائے گی کہ وہ اس پر قرضہ ہوگی اور اگر دونوں ولیوں میں سے ایک نے خون سے بدوں صلح کے معاف کر دیا تو مکاتب پر حکم کیا جائے گا کہ دوسرے کے واسطے اپنی آدھی قیمت میں سعی کرلے پس اگر دوسرے نے مکاتب سے ان کے عوض کسی شے معین پر صلح کر لی تو جائز ہے لیکن جب تک اس پر

[1] یعنی وہ شے جو مقرر و معین ہو ۱۲

قبضہ نہ کر لے اس میں تصرف نہیں کر سکتا ہے اور اگر کسی شے غیر معین پر صلح کی اور قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو صلح باطل ہو گئی اور اگر کسی معین اناج پر اس کی نصف قیمت سے زیادہ پر صلح کی تو جائز ہے اور یہی حکم عروض کا ہے اور اگر درم یا دیناروں جو اس کی نصف قیمت سے زیادہ ہیں صلح کی تو جائز نہیں ہے یہ صلح بمنزلہ اس کے ہے کہ قرضہ سے اس کی مقدار سے زیادہ پر اسی جنس سے صلح کی حالانکہ یہ نا جائز ہے او راگر اس کے واسطے کسی شخص نے آدھی قیمت کی کفالت کر لی تو جائز ہے اور اگر کفیل نے اس سے اناج یا کپڑے پر صلح کر لی تو جائز ہے اور کفیل مکاتب سے نصف قیمت لے لے گا اور اگر مکاتب نے اس کو نصف قیمت کے عوض کچھ رہن دیا اور وہ تلف ہو گیا حالانکہ اس سے آدھی قیمت ادا ہو سکتی تھی تو وہ جس کے عوض رہن تھا اس میں گیا اور اگر اسکی قیمت میں کچھ زیادتی ہو تو زیادتی باطل ہو گی یہ مبسوط میں ہے۔

نیرھواں باب☆

عطیہ میں صلح کرنے کے بیان میں

اگر دفتر میں کوئی عطیہ کسی شخص کے نام لکھا ہوا ہے اور اس میں دوسرے نے اس سے جھگڑا کیا اور کہا کہ یہ میرا ہے اور مدعا علیہ نے اس سے کسی قدر درموں یا دیناروں پر خواہ نقد یا میعادی اُدھار صلح قرار دی تو صلح باطل ہے اسی طرح اگر کسی مال عین پر اس سے صلح کی تو بھی باطل ہے یہ مبسوط میں ہے۔ زید کے نام دیوان میں عطیہ لکھا ہوا ہے وہ دو بیٹے چھوڑ کر مر گیا اور دونوں نے اس شرط سے صلح کی کہ دفتر میں ایک کے نام سے لکھی جائے اور وہی اس کو لے اور دوسرے کو کچھ عطیہ نہ ملے اور جس کے واسطے عطیہ ہو جائے گا وہ کچھ مال معلوم دے تو صلح باطل ہے اور مال صلح واپس کرے اور عطیہ اسی کا ہو گا جس کے واسطے امام وقت نے مقرر کیا ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ اگر کوئی عورت مر گئی اور اس کے عطیہ میں دو شخصوں نے جھگڑا کیا اور ہر ایک نے دعوے کیا کہ عورت مذکورہ ہماری ماں یا بہن تھی پھر دونوں نے اس شرط سے صلح قرار دی کہ یہ عطیہ ایک کے واسطے دوسرے کے نام سے لکھا جائے بشرطیکہ وہ اس پر[1] جعل دے تو عطیہ اسی کو ملے گا جس کے نام ہے اور جو اس نے دوسرے کو دیا ہے وہ واپس کر لے گا اور اسی طرح اگر یوں صلح کی کہ وہ ایک کے نام لکھی جائے بشرطیکہ جو حاصل ہو گا وہ دونوں میں برابر تقسیم ہو گا تو بھی باطل ہے اور وہ عظیم اسی کو ملے گا جس کے نام سے ہے۔ اور اگر عورت کا ایک بیٹا ہو اور اس عورت کے عطیہ پر اس کے بھائی نے نام لکھا دیا پھر اس کے بیٹے نے اس سے جھگڑا کیا اور بھائی نے کسی قدر درم معلومہ پر یا کسی عرض معین پر اس شرط سے صلح کی کہ عطیہ بھائی کو دے دے تو جس قدر اس نے درم لیے ہیں وہ جائز نہیں ہیں اور جو کچھ عطیہ میں رزق وغیرہ حاصل ہو وہ اس کو ملے گا جس کا نام دفتر میں چڑھا ہوا ہے اسی طرح اگر وہ شخص جس کا نام چڑھایا گیا ہے کوئی اجنبی ہو کہ عورت کے اور اس کے درمیان قرابت نہ ہو تو بھی ایسا ہی ہے اور اگر عورت مر گئی اور اس کا بیٹا ہے پس امام وقت نے اس کے بیٹے کو عطیہ کا وارث اس شرط سے کیا کہ ان وارثوں میں میراث کے طور پر سے تقسیم ہو تو یہ ٹھیک ہے اور اگر اس نے یہ حکم دیا کہ سب[2] قرعہ ڈالیں جس کے نام سے قرعہ برآمد ہو اسی کا نام لکھا جائے پھر اگر اس شخص سے جس کے نام قرعہ پڑا ہے کچھ جعل لے لیا تو اس کو واپس کرنا چاہئے اور اگر کسی شخص کو عطیہ میں زیادتی پہنچی اس نے اپنے بیٹے کو دیوان میں داخل کرایا کہ جو کچھ حاصل ہو وہ میرے اس لڑکے اور بھائی کے درمیان برابر تقسیم ہو تو جس کے نام دفتر میں ہو اسی کو ملے گی اور شرط باطل ہے اور اگر کسی شخص نے بجائے اپنے لشکر میں کسی دوسرے شخص کو بھیج دیا اور اس کے واسطے کچھ جعل مقرر کر دی پھر وہ شخص قائم مقام اس لشکر جہاد میں گیا اور وہاں انہوں نے کثیر مال غنیمت حاصل کیا تو حصہ اس قائم مقام کو ملے گا اور جو شخص پیچھے رہ گیا تھا اور اس نے بجائے اپنے اس کو مقرر کر کے بھیجا تھا اس کو اس کے جعل کو جو اس نے دیا ہے واپس کر دے۔ اسی طرح اگر کسی شخص کو اجرت پر یعنی درموں معینہ پر چند ماہ کے

---

[1] یعنی کچھ مال معلوم ۱۲ [2] وہ غلام جس کو اس کے مالک نے تجارت کی اجازت دی ہو ۱۲

واسطے مزدور کیا کہ میری طرف سے اس لشکر جہاد میں جائے تو یہ جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

چودھواں باب☆

غیر کی طرف سے صلح کرنے کے بیان میں

درمیانی کا صلح کرنا اس وقت درست ہے کہ جب وہ آزاد بالغ ہو پس غلام[1] ماذون اور نابالغ کی صلح جائز نہیں ہے یعنی درمیانی بن کر غیر کی طرف سے صلح کر دینا جائز نہیں ہے یہ بدائع میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر حق کا دعویٰ کیا اور اجنبی نے مدعی سے صلح کی پس اگر مدعی نے دین کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا پھر اجنبی نے مدعی سے کہا کہ فلاں شخص سے اپنے دعویٰ سے ہزار درم پر صلح کر لے اس نے کہا کہ میں نے صلح کی تو موقوف رہے گی اگر مدعا علیہ نے اجازت دے دی تو جائز ہے اور بدل لازم آئے گا اور اگر رد کر دی تو باطل ہو گئی اور اجنبی درمیان سے نکل جائے گا اور اگر مدعی سے یوں کہا کہ میں نے تجھ سے تیرے دعویٰ سے جو فلاں شخص پر کیا ہے ہزار درم پر صلح کر لی تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ یہ اور پہلی صورت یکساں ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہ بمنزلہ اس قول کے ہے کہ مجھ سے صلح کر لے اپنے دعویٰ سے جو فلاں شخص پر کیا ہے ہزار درم پر اور اگر یوں کہا کہ مجھ سے ہزار درم پر صلح کر لے یا فلاں شخص سے میرے مال سے ہزار درم پر صلح کر لے یا فلاں شخص سے ہزار درم پر صلح کر لے بشرطیکہ میں ضامن ہوں تو ان تینوں صورتوں میں صلح کا نفاذ اجنبی پر ہو گا اور مال اسی پر لازم آئے گا اور مدعا علیہ سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ مدعا علیہ منکر ہو اور درمیانی نے بدوں اس کے حکم کے صلح کر لی اور اگر وہ منکر ہو مگر درمیانی نے اس کے حکم سے صلح کی پس اگر وکیل نے مدعی سے کہا کہ فلاں شخص سے اپنے دعویٰ سے ہزار درم پر صلح کر لے تو صلح مدعا علیہ پر نافذ ہو گی اور مال مدعا علیہ پر واجب ہو گا اور درمیانی درمیان سے نکل جائے گا اور اگر درمیانی مامور نے مدعی سے یوں کہا کہ میں نے تجھ سے ہزار درم پر صلح کر لی تو اس میں جس طرح ہم نے بیان کیا ہے ویسا ہی مشائخ کا اختلاف ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر یوں کہا کہ فلاں شخص سے صلح کر لے اس شرط سے کہ میں ضامن ہوں تو یہ مدعا علیہ کی اجازت پر موقوف ہے☆

اگر یوں کہا کہ مجھ سے صلح کر لے تو بھی صلح مدعا علیہ پر نافذ ہو گی لیکن بدل صلح دینے کے واسطے مصالح پکڑا جائے گا اور اگر یوں کہا کہ فلاں شخص سے میرے مال سے ہزار درم پر صلح کر لے تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کہا فلاں شخص سے ہزار درم پر اس شرط سے صلح کر لے کہ میں ضامن ہوں تو صلح مدعا علیہ پر نافذ ہو گی اور مدعی کو خیار ہے چاہے بحکم عقد مدعا علیہ سے بدل کا مطالبہ کرے اور چاہے بحکم کفالت مصالح سے مطالبہ کرے اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ مدعا علیہ منکر ہو پس اگر قرضہ کا مقر ہو اور اجنبی نے اس کے بلا حکم صلح کر لی۔ پس اگر اجنبی نے کہا کہ فلاں شخص سے ہزار درم پر صلح کر لے تو صلح مدعا علیہ کی اجازت پر موقوف رہے گی اور اگر یوں کہا کہ میں نے تجھ سے صلح کی تو مشائخ نے جیسا ہم نے ذکر کیا ہے اختلاف کیا ہے اور اگر کہا کہ مجھ سے ہزار درم پر صلح کر لے تو یہ صلح اجنبی پر نافذ ہو گی اور مال اسی کے ذمہ لازم ہوا اور مدعا علیہ سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر یوں کہا کہ فلاں شخص سے میرے مال سے ہزار درم پر صلح کرے تو بمنزلہ اس قول کے ہے کہ مجھ سے صلح کر لے یعنی صلح اسی پر نافذ ہو گی اور مال اسی کو لازم ہو گا اور مدعا علیہ سے واپس نہیں لے سکتا ہے۔ اور اگر یوں کہا کہ فلاں شخص سے صلح کر لے اس شرط سے کہ میں ضامن ہوں تو یہ مدعا علیہ کی

اجازت پر موقوف ہے۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ مدعا علیہ قرضہ کا مقر ہو اور اجنبی نے بدوں اس کے حکم کے صلح کی ہو اور اگر اس نے اجنبی کو صلح کرنے کا حکم کیا ہو پس اگر اس نے کہا کہ فلاں شخص سے صلح کر لے تو یہ صلح مدعا علیہ پر نافذ ہو گی اور اسی پر مال واجب ہو گا اور اگر یوں کہا کہ مجھ سے صلح کر لے تو بھی صلح مدعا علیہ پر نافذ ہو گی مگر اجنبی سے مال کا مطالبہ ہو گا پھر وہ مدعا علیہ سے واپس لے گا۔ اسی طرح اگر کہا کہ فلاں شخص سے ہزار درم پر میرے مال سے صلح کر لے یا ہزار درم پر صلح کر لے بشرطیکہ میں اس کا ضامن ہوں تو یہ صلح مدعا علیہ پر نافذ ہو گی اور مال اجنبی پر بحکم کفالت واجب ہو گا نہ بلا حکم عقد حتیٰ کہ قبل ادا کرنے کے موکل سے نہیں لے سکتا ہے۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اس نے کہا کہ میں نے تجھ سے صلح کی تو عقد صلح اسی کو لازم ہو گا جیسا کہ مجھ سے صلح کرنے کے کہنے کی صورت میں تھا یہ بعض کا قول ہے اور بعض نے کہا کہ صلح اس کے ذمہ لازم نہ ہو گی جیسا کہ فلاں شخص سے صلح کر لے کہنے کی صورت میں تھا یہ فصول عمادیہ میں ہے اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ مال دعویٰ دین ہو اور اگر عین ہو پس اگر مدعا علیہ منکر ہو اور اجنبی اس کے حکم سے یا بلا حکم صلح کر لے تو اس کا حکم وہی ہے جو دین کی صورت میں اس کے حکم سے یا بلا حکم صلح کرنے کا تھا اور اگر مدعا علیہ مقر ہو پس اگر اجنبی نے بدوں اس کے حکم کے صلح کی پس اگر یوں کہا کہ فلاں شخص سے صلح کر لے تو مدعا علیہ کی اجازت پر موقوف رہے گی اور یہ صلح اجنبی پر نافذ نہ ہو گی۔ اور اگر کہا کہ میں نے تجھ سے صلح کی تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے جیسا ہم نے سابق میں بیان کیا ہے اور اگر یوں کہا کہ مجھ سے صلح کر لے یا فلاں شخص سے صلح کر لے میرے مال سے ہزار درم پر یا میرے ان ہزار درموں پر تو یہ صلح اسی پر نافذ ہو گی اور مال عین اسی کا ہو گا اور اگر کہا کہ فلاں شخص سے ہزار درم پر اس شرط سے صلح کر لے کہ میں ضامن ہوں تو یہ صلح اجازت مدعا علیہ پر موقوف ہے اگر اس نے اجازت دے دی تو یہ شخص کفیل ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر صلح مدعا علیہ کے حکم سے ہو تو اس طور سے کہنے میں کہ فلاں شخص سے صلح کر لے صلح مدعا علیہ پر نافذ ہو گی اور یہ شخص مامور درمیان سے نکل جائے گا اور اس کہنے میں کہ میں نے تجھ سے صلح کر لی مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور اس کہنے میں کہ میں نے تجھ سے صلح کی یا فلاں شخص سے میرے مال سے ہزار درم پر صلح کر لے تو صلح مدعا علیہ پر نافذ ہو گی حتیٰ کہ اسی سے بدل کا مطالبہ کیا جائے گا اور اگر یوں کہا کہ فلاں شخص سے صلح کر لے بشرطیکہ میں ضامن ہوں تو بھی مدعا علیہ پر نافذ ہو گی اور گویا عقد صلح مدعی و مدعا علیہ کے درمیان جاری ہوا اور اجنبی پر کفالت کی وجہ سے ضمان لازم آئے گی عقد کی وجہ سے لازم نہ آئے گی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

اگر مصالح نے مدعی سے درموں پر صلح کر لی پھر کہا کہ میں یہ درم نہیں ادا کروں گا پس اگر عقد صلح کو اپنی طرف یا اپنے مال کی طرف نسبت کر چکا ہے یا بدل الصلح کا ضامن ہو چکا ہے تو اس پر ادا کے واسطے جبر کیا جائے گا اور اگر اس میں سے کوئی بات نہ ہو تو اس پر جبر نہ کیا جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کی طرف کچھ دعویٰ کیا اور بدوں حکم مدعا علیہ کے ایک شخص اجنبی نے مدعی سے صلح کر لی اور سو درم بدل صلح ٹھہرائے پھر مدعی نے وہ دراہم زیوف پائے یا کسی عرض پر صلح واقع ہوئی اور مدعی نے اس میں عیب پا کر واپس کیا تو مصالح پر کچھ لازم نہیں ہے اور مدعی اپنے دعویٰ پر باقی رہے گا یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی خاص غلام پر اس سے صلح کی اور اس میں استحقاق ثابت ہوا یا وہ آزاد یا مدبر یا مکاتب نکلا تو اپنے دعویٰ کی طرف عود کرے گا اور صلح کرنے والے پر کچھ واجب نہ ہو گا اور اگر اس سے کسی قدر دراہم معلومہ پر صلح کی اور ضامن ہو گیا اور دے دیئے پھر وہ استحقاق میں لیے گئے یا[1] زیوف یا ستوق نکلے تو مدعی کو اس شخص سے لینے کا اختیار ہے جس نے صلح کی ہے نہ مدعا علیہ سے چنانچہ اگر یہ صلح مدعا علیہ کے ساتھ واقع ہوئی ہو تو جس سے صلح کرے

[1] جو خالص نہ ہوں ۱۲

اسی سے لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر وہ چیز جس پر مدعی نے دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اس سے صلح کر لی تھی استحقاق ثابت کر کے لے لے گئی تو صلح کرنے والے کو اختیار ہے کہ بدل الصلح واپس کرے خواہ مصالح درمیانی ہو یا مدعا علیہ ہو یہ حاوی میں ہے اور اگر مدعی نے فضولی کے ساتھ کسی قدر مال معلوم پر اس شرط سے صلح کر لی کہ یہ مال جس میں دعویٰ ہوا ہے درمیانی کو ملے مدعا علیہ کو نہ ملے حالانکہ مدعا علیہ دعویٰ مدعی سے منکر ہے تو صلح جائز ہے خواہ درمیانی نے صلح کو اپنے مال کی طرف نسبت کیا یا نہ کیا ہو خواہ ضامن ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ پھر جب یہ صلح جائز ہے تو مصالح کو اختیار ہے کہ مدعی سے اس شے مدعا بہ کے سپرد کرنے کا مطالبہ کرے پس اگر اس سے سپرد کرنا ممکن ہوا مثلاً گواہ قائم کئے یا مدعا علیہ نے اقرار کیا تو اس کے سپرد کر دے گا اور اگر ممکن نہ ہوا تو مصالح کو صلح فسخ کر کے اپنا بدل صلح واپس لینے کا اختیار ہے۔ پس اگر مدعی نے مدعا علیہ کے ساتھ خصومت کرنی چاہی اور اس امر کے گواہ قائم کرنے چاہے کہ یہ شے مدعا بہ اس مصالح کی ملک ہے جس نے اس سے خریدی ہے یا مدعا علیہ سے قسم لینی چاہی تا کہ وہ نکول کرے حالانکہ مدعا علیہ منکر ہے تو مدعی کی خصومت اس کے ساتھ صحیح ہے پس اگر مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ یہ شے مدعی کی ہے تو اس کے قبضہ سے لے کر درمیانی کے سپرد کر دے گا اور اگر درمیانی نے مدعا علیہ سے خصومت کرنی چاہی پس اگر وہ منکر ہو تو خصومت صحیح ہے اور اگر اس نے مدعی کی ملک ہونے کا اقرار کیا تو درمیانی کی خصومت ان کے ساتھ مسموع نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اگر مدعی نے درمیانی سے اس طور سے صلح کی کہ مدعا بہ مدعا علیہ کی ہو بشرطیکہ مدعی اس کو اس مدعا بہ مسمیٰ کی دعویٰ سے بری کر دے اور درمیانی نے صلح کو اپنے مال کی طرف نسبت کیا یا بدل صلح کا ضامن ہو گیا تو جائز ہے اور وہ شے مدعا علیہ کی ہوگی خواہ مدعا علیہ منکر ہو یا مقر ہو یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اجنبی نے مدعا علیہ سے اس شرط سے صلح کر لی کہ وہ دار مدعی کے ہاتھ میں اس قدر مال صلح کے عوض سپرد کر دے تو جائز ہے ایسے ہی اس شرط سے کہ وہ دار مدعی کے واسطے اتنے کو خرید کی وجہ سے ہو جائے تو بھی جائز ہے اور اگر درمیانی صلح کے واسطے مامور ہو اور اس نے ضمانت کر کے بدل صلح ادا کر دیا تو صحیح یہ ہے کہ مدعی سے واپس لے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

ایک شخص پر ایک گیہوں قرض کا دعویٰ کیا اور اس نے انکار کیا اور ایک درمیانی نے اس سے دس درم کے عوض خرید کی شرط پر صلح کی اور درم دے دیئے تو صلح باطل ہے اور اگر خرید نہ کیا بلکہ دس درم پر صلح کر کے اس کو دے دیئے تو جائز ہے مبسوط میں ہے وکیل خصومت نے اگر صلح کر لی تو صحیح نہیں ہے بخلاف مامور کے یعنی صلح کے واسطے مامور ہو تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کسی شخص کو وکیل کیا کہ اس دار کے دعویٰ سے یا اس دار کے دعویٰ سے صلح کر لے پس جس سے وکیل نے صلح کر لی جائز ہے اسی طرح اگر فلاں پر[1] دین کے دعویٰ یا فلاں دوسرے پر دین کے دعویٰ سے صلح کرنے کا وکیل کیا اور اس نے دونوں میں سے کسی سے صلح کر لی تو جائز ہے اور اگر موکل نے کہا کہ میں نے تجھے اس دار کے دعویٰ میں خصومت کرنے کا یا اس دعویٰ سے صلح کرنے کا وکیل کیا تو توکیل صحیح ہے حتیٰ کہ اگر قبل خصومت کے اس نے صلح کر لی تو جائز ہے اور اگر اس دار کے دعویٰ میں خصومت کی پھر چاہا کہ صلح کرے تو اس کی صلح جائز نہ ہوگی اسی طرح اگر کہا کہ میں نے تجھے اپنے اس غلام کے فروخت کرنے کا یا فلاں شخص پر دعویٰ سے صلح کرنے کا وکیل کیا تو توکیل صحیح ہے اور دونوں کاموں میں سے جس ایک کام کو اس نے اختیار کیا جائز ہے اور اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ ایک میں شروع کرنے کے بعد دوسرے میں ہاتھ لگائے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص کو ایک دار میں دعویٰ سے صلح کرنے کے واسطے وکیل کیا اس نے قابض سے سو درم پر صلح کی اور صلح کو اپنے موکل کی طرف نسبت نہ کیا اور نہ تسمیہ کیا تو استحساناً جائز ہے کذا فی المحیط السرخسی۔

---

[1] جس کو ہمارے عرف میں قرض بولتے ہیں ۱۲

پندرھواں باب☆

وارثوں، وصی، میراث ووصیت میں صلح کرنے کے بیان میں

اگر ترکہ وارثوں میں مشترک ہو پھر انہوں نے ایک کو کچھ مال دے کر صلح کر کے خارج کیا حالانکہ ترکہ عقار یا عروض ہے تو صحیح ہے خواہ جو کچھ دیا ہے وہ قلیل ہو یا کثیر ہو اور اگر ترکہ سونا ہو اور چاندی دی یا چاندی ہو اور سونا دیا تو بھی یہی حکم ہے کیونکہ یہ بیع بخلاف جنس المبیع[1] ہے پس مساوات شرط نہ ہوگی لیکن مجلس میں باہم قبضہ شرط ہوگا پس اگر وہ شخص جس کے ہاتھ میں ترکہ ہے اس شخص کے حصہ سے منکر ہو تو اسی قبضہ پر اکتفا کیا جائے گا اور اگر مقر ہو مصالح کے حصہ سے مانع نہ ہو تو جدید قبضہ ہونا چاہئے یعنی قابض جس جگہ مال عین موجود ہے وہاں جائے اور اتنا وقت گذرے کہ اس پر قبضہ کر لینا اتنے عرصہ میں ممکن ہے یہ کافی میں ہے اور اگر ترکہ میں درم وعروض ہوں اور درموں پر صلح واقع ہوئی پس اگر جس قدر دراہم اپنے صلح میں لیے ہیں وہ اس کے حصہ ترکہ کے درموں سے زائد ہوں تو صلح جائز ہے اور درموں کے ترکہ کے برابر درم صلح مقابل کر دیئے جائیں گے اور باقی درم صلح کے بمقابلہ عروض کے رکھے جائیں گے اور دونوں بدلوں پر مجلس صلح میں قبضہ ہونا شرط ہے بشرطیکہ باقی وارث اس صلح کرنے والے کے حصہ کے مقر ہوں اور مانع نہ ہوں اور اگر منکر ہوں یا مقر ہوں مگر مانع ہوں تو مصالح کے حصہ پر مجلس میں قبضہ ہونا شرط نہیں ہے اور اگر بدل اس کے حصہ دراہم کے مثل ہو تو صلح جائز نہیں ہے ایسے ہی اگر کم ہوں تو بھی نہیں جائز ہے اور حاکم ابوالفضل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بدل صلح اگر اس کے حصہ دراہم کے مثل یا کم ہو تو صلح صرف اس وقت باطل ہوگی کہ جب باہم اقرار وتصادق ہو اور اگر انکار ہو تو صلح جائز ہے اور اگر ترکہ کے درموں سے اس کے حصہ کی مقدار معلوم نہ ہو تو صلح جائز نہیں ہے اور اگر عروض یا دیناروں پر صلح واقع ہوئی تو جائز ہے اگرچہ بدل کم ہو اور اگر ترکہ میں عروض ودینار ہوں اور صلح دیناروں پر واقع ہوئی تو اس میں بھی وہی تفصیل ہے جو ہم نے درموں کی صورت میں بیان کی ہے اور اگر درموں پر صلح واقع ہوئی تو ہر حال میں جائز ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر ترکہ کیلی ووزنی نہ ہو لیکن اعیان غیر معلومہ ہوں تو اصح یہ ہے کہ ایسی صلح جائز ہے☆

اور اگر ترکہ میں سونا و چاندی اور دوسری چیز بھی ہو اور صلح چاندی یا سونے کے پر واقع ہوئی تو ضرور ہے کہ بدل صلح اس کے حصہ سے جو سونے وچاندی میں ہے زائد ہو اور اس قدر کا جو سونے و چاندی حصہ کے مقابل ہے باہمی قبضہ شرط ہے اور اگر بدل صلح عروض ہو تو مطلقاً جائز ہے کیونکہ اس میں ربوا[2] یعنی سود کا خوف نہیں ہے اور اگر ترکہ میں درم ودینار ہوں اور بدل صلح میں بھی درم و دینار ہوں تو ہر طرح صلح جائز ہے لیکن باہمی قبضہ شرط ہے یہ کافی میں ہے اور اگر صرف عروض وعقار کے حصہ سے صلح کی یا سوائے بعض اعیان کے بعض سے صلح کی تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر ترکہ میں دین نہ ہو یعنی درم ودینار دین نہ ہوں اور اعیان ترکہ غیر معلوم ہوں تو کیلی ووزنی چیز پر صلح کرنے کو بعضوں نے جائز کہا اور بعضوں نے ناجائز کہا ہے اور اگر ترکہ کیلی ووزنی نہ ہو لیکن اعیان غیر معلومہ ہوں تو اصح یہ ہے کہ ایسی صلح جائز ہے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر عورت سے اس کے آٹھویں حصہ میراث اور مہر سے صلح کی گئی اور وارث لوگ اس کے نکاح کے مقر ہیں پس اگر ترکہ میں لوگوں پر دین ہو اور سب سے صلح اس شرط سے کی گئی کہ عورت کا حصہ دین وارثوں کا ہو یا صرف اس کے ترکہ سے صلح کی گئی اور زیادہ کچھ صلح میں بیان نہ کیا تو صلح باطل ہوگی۔ پس اگر وارثوں نے چاہا کہ اس شرط سے صلح ہو کہ عورت کا حصہ دیں اس کے وارثوں کا ہو جائے تو اس کی صورت یہ ہے کہ عورت کسی وارث سے کوئی مال عین

[1] شئے فروخت کردہ شدہ ۱۲ [2] ربوا جس کو ہندی زبان میں بیاج کہتے ہیں ۱۲

بعوض اپنے حصہ دین کی مقدار کے خریدے پھر وارث کو میت کے قرض دار پر اتنا حصہ دیں اتر او ے پھر باہم صلح قرار دیں بدوں اس کے کہ یہ امر صلح کے درمیان شرط کریں تو صلح جائز ہے۔ یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر وارثوں نے عورت کے ان شرط سے صلح کی کہ عورت قرض دار سے قرضہ لے لے اور باقی مالوں میں اپنا حصہ چھوڑ دے تو باطل ہے اور اگر صلح میں قرضہ کو داخل نہ کیا تو باقی ترکہ سے صلح جائز ہے اور قرضہ ان میں باہم مشترک بموجب فرائض کے قرض دار پر باقی رہے گا یہ محیط میں ہے۔ اگر عورت نے اپنے آٹھویں حصہ میراث اور مہر سے کسی قدر دراہم معلومہ پر صلح کر لی اور ترکہ میں کچھ دین یا نقد ظاہر نہ تھا حتی کہ صلح جائز ہوگئی پھر میت کا کوئی قرضہ ظاہر ہوا جس کو وارث نہیں جانتے تھے یا ترکہ میں کوئی مال معلوم ہوا جس کو وارث نہیں جانتے تھے تو اس دین وعین کی صلح میں داخل ہونے میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ داخل نہ ہوگا بلکہ تمام وارثوں میں بحساب ان کے حصہ میراث کے تقسیم ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ داخل ہوگا اور اس قول کے موافق اگر میت کا قرضہ ظاہر ہو تو صلح فاسد ہو جائے گی گویا یہ دین وقت صلح کے ظاہر ہوا ہے اور جس کے قول کے موافق داخل نہ ہوگا تو یہ دین وعین وارثوں میں تقسیم ہوگا اور صلح باطل نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر میت پر قرضہ ہو پھر عورت سے اس کے آٹھویں حصہ سے کسی چیز پر صلح قرار دی تو جائز نہیں ہے کیونکہ ترکہ میں قرضہ ہونا اگرچہ قلیل ہو تصرف کا مانع ہوتا ہے پس اگر وارثوں نے اس کا جائز ہونا چاہا تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ وارث میت کے قرضہ کا ضامن ہو جائے بشرطیکہ ترکہ میں سے واپس نہ لے گا یا کوئی اجنبی بشرط برأت میت کے ضامن ہو جائے یا میت کا قرضہ وارث لوگ کسی دوسرے مال سے ادا کر دیں پھر باہم اس عورت کے آٹھویں حصہ ومہر سے صلح کریں جس طرح بیان ہوا ہے تو جائز ہے اور اگر وارث نے قرضہ میت کے ضمان نہ کی لیکن کوئی مال جس میں میت کے قرضہ کی ادا ہو سکتی ہے جدا کیا پھر باقی مال میں اس عورت نے جس طرح بیان کیا ہے صلح کی تو جائز ہے پس اگر میت کے قرض خواہ نے وارثوں کے تقسیم کر لینے اور صلح کر لینے کی اجازت اپنے حق وصول پانے سے پہلے دے دی تو اس کو اختیار ہے کہ اس سے رجوع کرے یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک عورت نے اپنے شوہر کی میراث سے کسی معلوم مال پر صلح کر لی پھر میت پر کچھ قرضہ ظاہر ہوا تو عورت کی ذمہ بھی بقدر اس کے حصہ ترکہ کے لازم آئے گا اور وہ بدل صلح میں سے لے لیا جائے گا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

اگر کوئی عورت مرگئی اور خاوند بھائی چھوڑا اور بھائی نے اس کی تمام میراث سے شوہر سے کسی قدر درموں معلومہ پر اور ایک متاع پر اس عورت کے متاعوں میں سے صلح کر لی اور اس سب کو بیان کر لیا۔ پھر دونوں نے باہم اختلاف کیا پس اگر اصل صلح میں اس قدر اختلاف کیا کہ واقع ہوئی ہے یا نہیں تو منکر صلح سے قسم لی جائے گی اور اگر صلح وبدل صلح پر اتفاق کیا اور مصالح نے دعویٰ کیا کہ اس نے بدل صلح پر میرے قبضہ کرنے کے بعد مجھ سے غصب کر لیا ہے اور دوسرے نے انکار کیا تو اسی دوسرے کا قول قسم سے معتبر ہوگا اور باہم دونوں سے قسم نہ لی جائے گی اور اگر بدل صلح کی جنس یا مقدار میں اختلاف کیا تو دونوں سے باہم قسم لی جائے گی اور صلح رد کر لیں گے اور اگر دونوں نے بدل کی صفت میں اختلاف کیا پس اگر [1] صفت عین میں ہو تو منکر کا قول قبول اور باہمی قسم نہ لی جائے گی اور اگر صفت ذمہ میں ہو تو باہم قسم کھائیں اور صلح رد کر لے گے اور اگر کسی نے گواہ پیش کیے تو اس کے گواہ قبول ہوں گے اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو وہ گواہ قبول ہوں گے جو زیادتی کے مثبت ہوں اور اگر شوہر نے کہا کہ میں نے تجھ سے اس متاع پر صلح کی تھی لیکن تو نے اس میں تغیر کر دیا اور قطع کر دی اور بھائی نے کہا کہ میں نے ایسا نہیں کیا ہے تو قسم سے بھائی کا قول قبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک وارث غائب ہے اور باقی وارثوں نے میت کی جورو سے اس شرط سے صلح کر لی کہ اس کا حصہ وارث حاضر کو ملے تو جائز ہے اور اگر

[1] قولہ صفت میں یعنی بدل الصلح اگر مال عین ہے اور اس کی صفت میں اختلاف کیا یا وہ موصوف کر کے ذمہ لیا اور اس کی صفت میں اختلاف کیا ۱۲

بعض ترکہ پر اس شرط سے صلح کی کہ کل ترکہ شرکت میں رہے تو غائب کی اجازت اور حکم قاضی پر صلح موقوف رہے گی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ایک شخص مرگیا اور اس نے زید وعمرو دو بیٹے چھوڑے اور میت پر قرضہ ہے اور میت کی زمین اور قرضہ اس کا دوسروں پر ہے پھر زید نے عمرو سے کسی قدر دراہم معلومہ پر اس شرط سے صلح کر لی کہ زمین زید کو ملے اور وہ دراہم جو باپ کے دوسروں پر قرض ہیں وہ بحالہ دونوں میں مشترک رہیں اور جو قرضہ باپ پر ہے اس کا زید ضامن ہو اور وہ اس قدر دراہم ہیں تو امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ سے امالی میں روایت ہے کہ یہ صلح جائز ہے اور اگر میت پر جو قرضہ ہے اس کو بیان نہ کیا تو صلح باطل ہوگی کذا فی فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک وارث پر قرض خواہ نے ترکہ میں قرضہ کا دعویٰ کیا اور وارث نے انکار کیا پھر ترکہ میں سے کسی قدر مال پر صلح کی اور ضامن ہوا کہ اگر باقی وارث تیری صلح کو جائز نہ رکھیں گے اور جو مال تو نے ترکہ میں سے صلح میں دیا ہے اس کو طلب کریں گے تو میں ضامن ہوں تو یہ ضمان صحیح ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ایک شخص مرگیا اور اس نے زید وعمرو دو بیٹے چھوڑے پھر ایک شخص نے میت پر سو درم قرضہ کا دعویٰ کیا اور زید ایک بیٹے نے اقرار کر لیا اور کہا کہ اس میں سے میں بقدر اپنے حصے کے یعنی پچاس درم تجھے دیتا ہوں بشرطیکہ تو مجھے باقی قرضہ کے واسطے گرفتار نہ کرے تو امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ باطل ہے۔قرض خواہ کو باقی قرضہ کے واسطے گرفتار کرنے کا اختیار ہے اور امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ زید کو نہ پکڑے گا بلکہ عمرو سے باقی قرضہ وصول کرلے گا اگر وہ قرضہ عمرو سے وصول نہ ہوا ڈوب گیا یا اس نے انکار کیا تو مقر سے باقی وصول کرے گا اور اسی طرح اگر عمرو غائب ہو تو قرض خواہ کو اختیار ہے کہ حاضر کو تمام قرضہ کے واسطے پکڑے اور صلح باطل ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر دار تمام وارثوں میں مشترک ہو اور سب کے قبضہ میں ہو اور ایک شخص نے اس میں حق کا دعویٰ کیا اور بعض وارث غائب ہیں اور بعض حاضر ہیں اور حاضر نے اس مدعی سے انکار سے صلح کی پس اگر یہ صلح مدعی کے تمام دعویٰ سے واقع ہوئی جو کچھ اس مصالح کے قبضہ میں ہے اور جس قدر شریکوں کے قبضہ میں ہے سب سے یہ صلح جائز ہے اور مصالح اور اس کے شریک دعویٰ سے بری ہو گئے اور مصالح اپنے شریکوں سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر اس نے صرف اپنے مقبوضہ سے صلح کی تو بھی صلح جائز ہے اور مدعی کو اس کے شریکوں کے مقبوضہ میں دعویٰ کا اختیار باقی رہا اور اگر بعد اقرار کے مصالح نے صلح کی اس طور سے کہ حاضر نے مدعی کے تمام دعویٰ کا اقرار کیا ہے پھر اس سے صلح کی پس اگر اس نے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے تمام مقبوضہ سے صلح کی تو صلح جائز ہے اور مصالح مشتری سے اپنے زعم میں اپنے مقبوضہ اور اپنے شریکوں کا مقبوضہ خریدنے والا ہے پس اگر اس کو اپنے شریکوں کے مقبوضہ پر ملکیت کا مقبوضہ ممکن ہو امثلاً اس کے شریکوں نے تصدیق کی کہ یہ مقبوضہ مدعی کا ہے تو لے لے گا اور اس کو اختیار نہ ہوگا اور اگر اس کے شریکوں نے حق مدعی سے انکار کیا تو مصالح مشتری کو اختیار ہے چاہے صلح فسخ کر کے تمام بدل صلح واپس کر لے یا یہاں تک انتظار کرے کہ کسی حجت شرعی سے باقی وارثوں کا مقبوضہ لے سکے ایسا ہی شیخ الاسلام خواہر زادہ نے ذکر کیا ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے اس صورت میں یوں ذکر کیا ہے کہ مصالح مدعی سے شریکوں کے حصے جو اس کے سپرد نہیں ہوئے ہیں بقدر ان کے حصہ کے واپس لے گا اور اپنے حصہ کے عوض نہ لے گا۔ایسا ہی اگر حاضر نے مدعی سے اس شرط سے صلح کی کہ میرا حق مدعی کا ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر حاضر نے مدعی سے فقط اپنے مقبوضہ سے صلح کی تو اس کا مقبوضہ اس کے سپرد کیا جائے گا زیادہ نہ دیا جائے گا اور اس کو اختیار نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔بعض وارثوں پر میت کے قرضہ کا دعویٰ کیا پس وارث نے صلح کر لی حالانکہ بعض وارث غائب ہے پھر وہ غائب آیا اور اس نے صلح کی اجازت نہ دی پس اگر مدعی نے اپنا دعویٰ گواہی سے ثابت کر دیا اور اس وارث نے بدل صلح کو ترکہ سے بحکم قاضی ادا کیا تو صلح صحیح ہے اور اگر مصالح نے اپنے مال سے بحکم قاضی ادا کیا ہے تو اس کو اختیار ہوگا کہ باقی وارثوں سے اپنا مال موافق حصہ کے لے لے اور اگر اس نے ترکہ

میں سے بلا حکم قاضی دیا ہے تو غائب کو اختیار ہے کہ صلح کی اجرت نہ دے اور بقدر اپنے حصہ کے واپس کر لے اور اگر اپنے مال سے بلا حکم قاضی دیا ہے تو غائب سے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر دو شخصوں نے ایک شخص کے مقبوضہ گھر و زمین پر دعویٰ کیا اور دونوں نے کہا کہ یہ میراث ہے ہم نے اپنے باپ سے پائی ہے اور قابض نے انکار کیا پھر ایک مدعی نے اس دعویٰ سے اپنے حصہ سے سو درم پر صلح کر لی اور اس کے شریک نے چاہا کہ اس سو درم میں اس کا شریک ہو جائے تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر ایک نے تمام دعویٰ سے سو درم پر صلح کی اور ضامن ہوا کہ اپنے بھائی کے حصہ کو بھی مدعا علیہ کے سپرد کرے گا تو اس کے بھائی کو اختیار ہے چاہے اپنے حصہ کو سپرد کر کے آدھا بدل صلح یعنی پچاس درم لے لے اور اگر چاہے تو سپرد نہ کرے۔ پس اگر اس نے سپرد کیا تو کل کی صلح جائز ہو جائے گی اور بدل صلح دونوں میں برابر تقسیم ہو گا اور اگر سپرد نہ کیا تو صرف اسی کے حصہ کی باطل ہو جائے گی اور اس کے حصہ میں مدعی کو اپنے دعویٰ کرنے کا اختیار ہے اور مصالح کو آدھا بدل یعنی پچاس درم سپرد کر دے گا اور آیا مدعا علیہ کو مصالح کی صلح باقی رکھنے یا فسخ کرنے کا اختیار ہے یا نہیں ہے پس جاننا چاہئے کہ زیادات میں اس کے مشابہ ایک مسئلہ مذکور ہے وہ یہ ہے کہ ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہے ایک نے تمام غلام کسی مشتری کے ہاتھ فروخت کر دیا اور ضامن ہوا کہ شریک کا حصہ بھی سپرد کر دے گا پھر اس کے شریک نے اپنا حصہ سپرد نہ کیا تو مشتری کو اختیار ہے کہ چاہے بائع کے حصہ کی بیع تمام کر دے یا فسخ کر دے یہ امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک اس کو خیار نہ ہو گا۔ اغلام و دار میں کچھ فرق نہیں ہے پس جب غلام میں اختلاف ہوا تو دار میں بھی ایسا ہی اختلاف ہونا چاہئے یہ محیط میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں اگر بدل صلح عروض میں سے ہو تو مصالح کو خیار ہو گا ☆

اگر بالغ وارث نے وصی کی جانب درم و دینار و قیق و متاع کی قسم سے کسی میراث کا دعویٰ کیا اور وصی نے انکار کیا پھر اس سب دعویٰ سے کسی غلام یا کپڑے معلوم پر صلح کر لی تو جائز ہے اسی طرح اگر وصی نے کہا کہ میں اپنے قسم کے فدیہ میں تجھے یہ دیتا ہوں تو بھی جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر دو وارثوں نے اپنے وصی کی طرف کسی[1] عین یا دین کا دعویٰ کیا پھر وصی نے بدوں اقرار کے دونوں میں سے ایک سے صلح کر لی پھر دوسرے نے چاہا کہ وصی سے اپنا حصہ لے لے تو اس کو یہ اختیار نہ ہو گا اور اگر اس نے چاہا کہ اپنے بھائی مصالح کے ساتھ اس کے مقبوضہ میں شریک ہو جائے پس اگر مال دعویٰ وصی کے ہاتھ میں قائم ہو تو بھائی کے مقبوضہ میں اس کا شریک نہیں ہو سکتا ہے اور اگر وصی کے پاس تلف ہو گیا ہو حتی کہ اس پر دین ہو کر واجب ہوا اور دونوں میں مشترک ہوا اور غیر مصالح نے مصالح کے ساتھ شریک ہونا چاہا تو اسکو شرکت کا اختیار ہو گا لیکن اگر بدل صلح عروض میں سے ہو تو مصالح کو خیار ہو گا اور اگر بدل صلح درم ہوں اور قرضہ کے مثلاً سو درم ہوں اور صلح پچاس درم پر واقع ہوئی تو مصالح کو خیار نہ ہو گا بلکہ اس کو چوتھائی قرضہ یعنی پچیس درم دے گا۔ پس اگر وارث بالغ و نابالغ ہوں اور وصی نے بالغوں کے دعویٰ سے اور نابالغوں کے دعویٰ سے سب سے کسی قدر درموں معلوم پر صلح کر لی اور بالغوں نے اس پر قبضہ کر لیا اور نابالغوں کا حصہ جو کچھ اس میں سے ہوتا ہے وہ ان پر خرچ کیا تو یہ صلح نابالغوں پر جائز نہ ہو گی اور نابالغوں کو اختیار ہے کہ بقدر اپنے حصہ کے وصی سے پھر لیں لیکن یہ مذکور نہیں ہے کہ بدل صلح میں بقدر اپنے حصہ کے لیں گے یا اصل دعویٰ میں سے بقدر اپنے حصہ کو لیں گے اور اس کا حکم بہ تفصیل ہے یعنی اگر نابالغوں نے بالغ ہو کر اس صلح کی اجازت دی تو بدل صلح سے بقدر اپنے حصہ کے لے لیں گے اگر چاہیں اور وصی کو اختیار ہو گا کہ بالغوں سے بقدر ان کے حصہ کے واپس کر لے اور بالغوں کو یہ اختیار نہ ہو گا کہ نابالغوں سے کچھ واپس لیں اگر چہ انہیں نے اس کو انہیں پر خرچ کیا ہے اور اگر بالغ ہو کر انہوں نے صلح

---

[1] یعنی مال معین جیسے اسباب و مکان و جانور وغیرہ ۱۲

کو رد کر دیا تو بقدر حصہ دعویٰ کے رجوع کریں گے اور وصی کو اختیار ہوگا کہ جس قدر نابالغوں کا حصہ اس نے بالغوں کو دیا ہے وہ واپس کرے اور بالغ وارث نابالغوں سے کچھ بھی واپس نہیں لے سکتے ہیں اگر چہ انہیں پر اُس کو صرف کر دیا ہے یہ محیط میں ہے۔ایک شخص مر گیا اور اس نے ہزار درم چھوڑے اور دو شخصوں کے ہر ایک میت پر ہزار درم ہیں پھر ایک قرض خواہ آیا اس نے وارث سے پانچ سو درم ترکہ پر صلح کر لی اور لے لئے پھر دوسرا آیا تو وہ وارث سے باقی پانچ سو درم ترکہ لے لے گا اور پہلے صلح کرنے والے سے پانچ سو درم کا نصف لے لے گا پس پہلے کو ہزار کی چوتھائی اور دوسرے کو ہزار کی تین چوتھائی ملے گی اور اگر پہلا قرض خواہ آیا اور قاضی نے اس کے واسطے پانچ سو درم کا حکم کیا پھر دوسرا آیا تو اس کو سوائے باقی پانچ سو درم کے جو وارث کے پاس ہیں اور کچھ نہ ملے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ایک شخص نے دوسرے کے واسطے ایک غلام یا دار کی وصیت کی اور ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑی اور ان دونوں وارثوں نے موصی لہ سے غلام کے عوض سو درم پر صلح کر لی پس اگر صلح کے سو درم مال میراث میں سے ہوں تو غلام دونوں میں تین حصے ہو کر تقسیم ہوگا اور اگر یہ سو درم انہیں دونوں کا ذاتی مال ہو میراث نہ ہو تو غلام دونوں کو برابر تقسیم ہوگا کیونکہ یہ دونوں کی طرف سے مساوی معاوضہ ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔اگر وصی نے اقرار کیا کہ میرے پاس میت کے ہزار درم ہیں اور میت کے دو بیٹے موجود ہیں پس ایک نے اپنے حصہ سے چار سو درم مال وصی پر صلح کر لی تو جائز نہیں ہے۔اسی طرح اگر ہزار درم کے ساتھ کوئی متاع ہو تو بھی صلح اس طور سے جائز نہیں ہے اور اگر وصی نے اس کو تلف کر دیا ہو تو چار سو پر صلح جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ایک شخص زید مر گیا اور عمرو کے واسطے تہائی مال کی وصیت کر گیا اور بالغ و نابالغ وارث چھوڑے پس بعض وارثوں نے موصی لہ سے کسی قدر درموں معلومہ پر اس شرط سے صلح کی کہ موصی لہ کا حق اس وارث کو ملے تو یہ صورت صلح کی اور دوسری صورت یعنی بعض وارث کا بعض وارث سے اس طور سے صلح کر لینا یکساں ہے پس اگر ترکہ میں قرضہ نہ ہو اور نہ کوئی شے نقود میں سے ہو تو ایسی صلح جائز ہے اور اگر ترکہ میں میت کا کسی پر قرضہ ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر ترکہ میں نقود میں سے ہو پس اگر اس نقد کا تہائی مثل بدل صلح کے یا زیادہ ہو تو صلح جائز نہ ہوگی اور اگر کم ہو تو جائز ہے بشرطیکہ موصی لہ قبل افتراق کے بدل صلح پر قبضہ کر لے اور اگر قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو نقد کی صلح باطل ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر میراث چار آدمیوں میں مشترک ہو دو وارث نابالغ ہوں اور دو بالغ ہوں اور اس کا ایک وصی ہے اور میت نے کسی کے حق میں کچھ وصیت کی ہے وہ بھی موصی لہ موجود ہے پھر سب نے جمع ہو کر باہم اس طور سے صلح کر لی کہ اس سب مال کو متقوم[1] کر کے ایک وارث بالغ کو کچھ زیور معین اور کپڑے دیئے اور دوسرے بالغ وارث کو معین زیور اور متاع و رقیق دیئے اسی طرح دونوں نابالغوں اور موصی لہ کو زیور اور کوئی چیز حصہ رسد تقسیم کر دی تو جائز ہے لیکن زیور جو بمقابلہ زیور آئے گا وہ بیع صرف کے شرط سے اعتبار کیا جائے گا اور مقابلہ متاع و عروض میں بیع کا اعتبار ہے پس اگر دونوں قبضہ سے پہلے جدا ہو گئے تو زیور کے حصہ میں صلح باطل ہوگی حصہ متاع میں باطل نہ ہوگی اور حصہ زیور میں صلح فاسد ہونے کی وجہ سے حصہ متاع میں فساد آ جانا ضرور نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔اگر وارثوں نے موصی کے مرنے سے پہلے وصیت سے صلح کر لی تو جائز نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔باپ اگر غلام یا مکاتب ہو اور لڑکا آزاد ہو تو باپ کی صلح کی ہوئی اس پر جائز نہ ہوگی ایسے ہی کافر باپ کی صلح کی ہوئی بیٹے مسلمان پر جائز نہیں ہوتی ہے اور بالغ معتوہ و مجنوں ہمارے نزدیک خواہ مجنوں ہے یا بالغ ہوا ہو یا نابالغ ہونے کے وقت اچھا تھا پھر مجنوں ہو گیا بمنزلہ نابالغ کے ہے یہ محیط میں ہے۔اگر نابالغ کا کسی شخص پر قرضہ ہو اور باپ نے مال قلیل پر اس سے صلح کی حالانکہ گواہ قرضہ کے موجود نہیں ہیں اور قرض دار قرضہ کا منکر ہے تو جائز ہے اور اگر قرضہ گواہوں یا قرض دار کے اقرار سے ظاہر ہو اور باپ نے اس قدر کمی پر جو لوگ برداشت کر لیتے ہیں صلح کر لی تو جائز ہے

---

[1] کیونکہ جب تک موصی لہ موجود ہے تب تک موصی لہ کا عملدرآمد اس پر نہیں ہو سکتا ۱۲

اور اگر اس قدر کم کر دیا کہ لوگ اس قدر خسارہ نہیں اٹھاتے ہیں پس اگر وہ قرضہ بسبب اسی باپ کی خرید و فروخت کے واجب ہوا ہے تو صلح اس کی ذات کے لیے جائز ہوگی اور بقدر قرضہ کے ضامن ہوگا یعنی بیٹے کے واسطے ضامن ہوگا اور اگر باپ اس قرضہ کا وجوب سبب نہیں ہوا ہے یعنی مثلاً اس کی خرید و فروخت سے واجب نہیں ہوا ہے تو صلح جائز نہ ہوگی یہ سراجیہ میں ہے۔ وصی نے یتیم کے ہزار درم کا کسی شخص پر دعویٰ کیا اور گواہ نہیں ہیں پھر پانچ سو درم پر ان ہزار سے باوجود انکار مدعا علیہ کے اس سے صلح کر لی پھر عادل گواہ پائے تو قرض دار کو اختیار ہے کہ [1] گواہوں سے ہزار درم پر قسم لے۔ اسی طرح اگر یتیم نے بعد بلوغ کے گواہ پائے تو بھی یہی حکم ہے اور ان دونوں کو اس سے قسم لینے کا اختیار نہیں ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اگر نابالغ کا کوئی گھر یا غلام ہو اس میں کسی شخص نے دعویٰ کیا پھر باپ نے نابالغ کے مال سے صلح کر لی پس اگر مدعی کے پاس گواہ عادل موجود تھے تو صلح جائز ہے مگر مثل قیمت یا صرف اس قدر زیادتی پر ہو کہ لوگ برداشت کر لیتے ہیں اور اگر مدعی کے پاس گواہ ہی نہ ہوں یا گواہ عادل نہ ہوں تو صلح جائز نہیں ہے۔ اور اگر اس کے گواہوں کا حال مستور ہو تو ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ صلح جائز نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ بقول امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے صلح جائز ہے اس بنا پر کہ حکم ظاہری عدالت پر دینا جائز ہے اور بعضوں نے کہا کہ اگر مدعی کے گواہ مستور ہوں تو باپ کو بشروط صلح کرنی چاہئے اور اگر باپ نے اپنے مال سے صلح کر دی تو ہر حال میں جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر وارث سب نابالغ ہوں تو وصی کی صلح مثل باپ کی صلح کرنے کے ہے خواہ ان کا دعویٰ دائر ہوا ہو یا ان پر کسی نے دعویٰ کیا ہو اور خواہ دعویٰ عقار میں ہو یا مال منقول میں ہو اور اگر وارث لوگ سب بالغ ہوں اور حاضر موجود ہیں پس وصی نے ان پر نافذ ہونے کے لیے صلح کی تو نہیں جائز ہے خواہ دعویٰ ان پر دائر ہوا اور وصی نے ان کے واسطے صلح کر دی یا ان کے دعویٰ سے صلح کر لی خواہ دعویٰ منقول میں ہو یا عقار میں ہو۔ خواہ اس دعویٰ کے گواہ عادل موجود ہوں یا نہ ہوں یہ محیط میں ہے۔

اور اگر سب وارثان بالغ غائب ہوں پس اگر ان پر دعویٰ دائر ہو اور وصی نے صلح کر لی تو نہیں جائز ہے خواہ مدعی کے پاس گواہ ہوں یا نہ ہوں اور خواہ دعویٰ عقار میں واقع ہوا ہو یا منقول میں ہو اور اگر ان کی طرف سے دعویٰ ہو اور وصی نے صلح کر لی پس اگر عقار کے دعویٰ سے صلح کر لی تو ان کے حق میں نافذ نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ اجازت نہ دیں یہ ہر حال [2] میں ہے اور اگر منقول کے دعویٰ سے صلح کی پس اگر ان کے دعویٰ کے گواہ موجود ہوں تو صلح جائز ہے بشرطیکہ بدل صلح میں جس قدر دعویٰ کیا ہے اس کے مثل قیمت لی ہو یا کمی صرف اس قدر ہو کہ لوگ برداشت کر لیتے ہیں اور اگر اس قدر کمی ہو کہ لوگ نہیں برداشت کرتے ہیں تو صلح جائز نہیں ہے۔ اگر دعویٰ کے گواہ نہ ہوں تو جس طرح صلح کر لی ہو جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر وارثوں میں بالغ و نابالغ ہوں پس اگر بالغ حاضر موجود ہوں اور ان پر کسی نے دعویٰ کیا اور وصی نے اس سے صلح کر لی تو بالاجماع بالغوں کے حصہ میں صلح جائز نہ ہوگی خواہ دعویٰ عقار میں ہو یا منقول میں اور خواہ مدعی کے پاس اس امر کے گواہ ہوں یا نہ ہوں اور نابالغوں کے حصہ میں جائز ہے بشرطیکہ اس صلح میں ان کو ضرر نہ پہنچتا ہو۔ اور اگر ان کی طرف سے دعویٰ دائر ہوا اور صلح کی پس اگر دعویٰ مال منقول میں ہو تو وصی کی صلح بالغوں نابالغوں دونوں کے حق میں جائز ہے بشرطیکہ ان پر ضرر نہ آتا ہو اور اگر ان کو ضرر پہنچتا ہو تو جائز نہیں ہے خواہ ان کے پاس گواہ عادل موجود ہوں یا نہ ہوں اور یہ امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک نابالغوں کے حصہ میں صلح جائز ہے بشرطیکہ ان کو ضرر نہ پہنچتا ہو اور

---

[1] قولہ گواہوں میں کہتا ہوں کہ اصل میں ہے فلم ان یحلفھما علی الالف اور ظاہر یہ ہے کہ ضمیر بینہ کی جانب راجع ہوتی ہے اور یہ امر معلوم ہے کہ شاید پر قسم نہیں آتی جیسا کہ یہی اصل ہے پس ظاہر اس وقت یہ ہے کہ زمین جو ضمیر مجرور ہے وہ یتیم کی طرف راجع ہو اور یحلفھما میں ضمیر منصوبہ وصی اور مدعا علیہ کی جانب راجع ہو اور معنی یہ کہ یتیم کو اختیار ہے وصی اور مدعا علیہ سے ہزار درم پر قسم لے و فیہ تامل فلیتامل ۱۲

[2] خواہ گواہ ہوں یا نہ ہوں ۱۲

بالغوں کے حصہ میں جائز نہیں ہے خواہ ان کو ضرر پہنچتا ہو یا نہ پہنچتا ہو اور اگر بالغ وارث غائب ہوں پس اگر ان پر دعویٰ دائر ہوا اور وصی نے صلح کر دی تو بالاجماع یہ حکم ہے کہ نابالغوں کے حصہ کی صلح جائز ہو بشرطیکہ ان کے حق میں ضرر نہ ہو اور بالغوں کے حصہ میں جائز نہیں ہے خواہ ان کو ضرر ہو یا نہ ہو خواہ مدعی کے گواہ ہوں یا نہ ہوں خواہ دعویٰ عقار میں ہو یا منقول میں ہو۔ اور اگر ان کے دعویٰ سے صلح کر لی پس اگر منقول میں دعویٰ کیا اور صلح کر لی تو اس کی صلح بالغوں و نابالغوں دونوں کے حق میں بالاتفاق جائز ہے بشرطیکہ ان کو ضرر نہ پہنچتا ہو خواہ ان کے پاس گواہ ہوں یا نہ ہوں اور اگر عقار میں دعویٰ کیا ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بالغ و نابالغ سب کے حق میں اس کی صلح جائز ہے بشرطیکہ ان پر ضرر نہ ہوتا ہو اور اگر ضرر ہو تو نہیں جائز ہے خواہ ان کے گواہ ہوں یا نہ ہوں اور صاحبینؒ کے نزدیک نابالغوں کے حق میں جائز ہے بشرطیکہ ان کو ضرر نہ پہنچے اور بالغوں کے حق میں نہیں جائز ہے خواہ ان کو ضرر ہو یا نہ ہو اور باپ یا اس کے وصی کے موجود ہونے کی حالت میں دادا مثل باپ کے ہے یہ محیط میں ہے اور یہی حکم دادا کے وصی کا ہے اور ماں اور بھائی کی صلح نابالغ کے واسطے جائز نہیں ہے اور نہ اس کی طرف سے جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ماں کے وصی و چچا و بھائی کے وصی کی صلح نابالغ کے حق میں چچا و ماں و بھائی کے ترکہ میں مثل باپ کے وصی کے ہے بشرطیکہ دعویٰ صغیر کے لیے ماسوائے عقار کے واقع ہوا اور جو چیز کہ نابالغ کو ان لوگوں کے سوائے دوسرے کی طرف سے ملی ہے اس میں نابالغ کے واسطے ان کی وصیوں کا صلح کرنا جائز نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے اگر کسی شخص نے میت پر قرضہ کا دعویٰ کیا پس وصی نے یتیم کے کسی قدر مال پر اس سے صلح کر لی پس اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں تو یہ جائز نہیں ہے اسی طرح اگر بغیر صلح کے مال میت سے اس کو آزاد کر دیا تو بھی جائز نہیں ہے اور وارثوں کو خیار ہوگا کہ چاہیں تو وصی سے ضمان لیں یا جس کو ادا کیا ہی اس سے ضمان لیں پس اگر اس شخص سے جس کو ادا کیا ہے ضمان لی تو وہ کسی سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر وصی سے ضمان لی تو وصی اس شخص سے جس کو ادا کیا ہے واپس لے گا خواہ اس کے پاس وہ مال بعینہٖ قائم ہو یا تلف ہو گیا ہو یہ محیط میں ہے۔ اور اگر وصی نے کسی شخص کے ساتھ جس نے میت یا نابالغ پر دعویٰ کیا تھا صلح کر لی پس اگر مدعی نے پاس گواہ نہ ہوں یا قاضی کو اس کے دعویٰ کی صحت کا علم ہو یا قاضی نے حکم دیا ہو تو صلح جائز ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو نہیں جائز ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

ایسا معاوضہ جو بابت قطع کے لازم آتا ہے اُس کی صورت ☆

اگر نابالغ کا کسی پر عمداً خون ہو اور باپ یا وصی نے کسی قدر مال پر قاتل سے صلح کر دی تو جائز ہے لیکن اگر مال صلح دیت سے کم ہو تو جائز نہیں ہے یہ تہذیب میں ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنے غلام کی خدمت کی کسی کے واسطے ایک سال تک کے لیے وصیت کی اور یہ غلام اس کا تہائی مال ہوتا ہے پھر وارث نے اس خدمت سے کسی قدر درموں پر یا ایک مہینہ تک کسی بیت میں سکونت کرنے یا دوسرے خادم کی خدمت کرنے یا ٹٹو کی سواری لینے یا کسی کپڑے کے پہننے پر صلح کر لی تو استحساناً جائز ہے اسی طرح اگر نابالغ کے وصی نے ایسا کیا تو بھی جائز ہے پھر اگر وہ غلام جس سے صلح کی ہے بعد موصی لہ کے بدل صلح پر قبضہ کرنے کے مر گیا تو صلح جائز رہی اور اگر کسی کپڑے پر صلح کی اور موصی لہ نے اس میں عیب پایا تو اس کو اختیار ہے کہ واپس کر کے اس غلام سے خدمت لینی اختیار کرے اور اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ کپڑے پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کو فروخت کرے اور اگر کسی قدر درموں پر صلح کی تو قبل قبضہ کے ان کے عوض کپڑا خرید سکتا ہے اور اگر بعض وارث نے ان اشیائے مذکورہ کے عوض اس سے یہ وصیت کی خدمت خریدنی چاہی تو جائز نہیں ہے اور اگر[1] موصی لہ سے یوں کہا کہ میں نے تجھ کو یہ درم بجائے تیرے غلام سے خدمت لینے کے یا تیری خدمت کے عوض یا خدمت کے بدلے یا خدمت کے قصاص میں یا اس شرط سے کہ تو خدمت لینا ترک کر دے تو جائز ہے۔ اور اگر یوں کہا کہ میں تجھ کو یہ درم اس شرط

[1] جس کے حق میں وصیت واقع ہوئی ہے ۱۲

سے ہبہ کرتا ہوں کہ تو وصیت کا حق خدمت ہبہ کر دے تو بھی جائز ہے بشرطیکہ درموں پر قبضہ کر لے اور اگر وارث دو شخص ہوں اور ایک نے موصی لہ سے دس درم پر اس شرط سے صلح کی کہ اس خادم کی خدمت تو فقط میرے واسطے سوائے میرے شریک کے قرار دے تو جائز نہیں ہے اور اگر جمیع وارثوں کے واسطے قرار دینے کو شرط کرے تو استحسانا جائز ہے اور اگر وارثوں نے اس غلام کو فروخت کر دیا ہے اور موصی لہ نے جس کے واسطے اس غلام کی خدمت کی وصیت کی اجازت دے دی تو اس کا حق خدمت باطل ہو گیا اور اس کو ثمن میں سے کچھ نہ ملے گا۔ اسی طرح اگر وارثوں نے اس کو بعوض جنایت کے دے دیا اور موصی لہ نے اجازت دی تو جائز ہے اور اگر وہ غلام خطا سے مقتول ہوا اور وارثوں نے اس کی قیمت لے لی تو ان پر لازم ہے کہ اس قیمت کے عوض دوسرا غلام خرید یں کہ جو موصی لہ کی ایک سال تک خدمت کرے اور اگر اس سے کسی قدر دراہم معلومہ پر یا اناج پر عوض لے کر حق ساقط کر دینے کے طور پر صلح کی تو جائز ہے اور اگر غلام کا ایک ہاتھ کاٹا گیا اور وارثوں نے اس کا[1] ارش لے لیا تو اس میں مع غلام کے ایک سال تک موصی لہ کا حق خدمت ثابت ہو گا بوجہ اس کے جب بدل نفس میں حکم ہے اسی قیاس پر بدل الطرف یعنی ہاتھ پیر وغیرہ کے بدل میں حکم ہے پھر اگر وارثوں نے دس درم دے کر صلح کر لی تو موصی لہ اس حق کو مع غلام کے وارثوں کے سپرد کرے تو بطریق اسقاط حق بعوض کے جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر کسی شخص کے واسطے اپنے گھر میں رہنے کی وصیت کی اور مر گیا پھر موصی لہ سے وارثوں نے کسی قدر درموں معلومہ پر صلح کر لی تو جائز ہے۔ اسی طرح اگر دوسرے دار کی سکونت معلومہ پر صلح کر لی تو بھی جائز ہے۔ یا کسی غلام کی مدت معلومہ تک خدمت کرنے پر صلح کی تو بھی جائز ہے اور اگر دوسرے دار کی سکونت یا غلام کی خدمت پر زندگی بھر تک کے واسطے اس سے صلح کی تو جائز نہیں ہے۔ پھر پہلی صورت میں یعنی جب مدت معلومہ تک صلح کی ہو اگر مدت معلومہ گذرنے سے پہلے غلام مر گیا یا دار گر گیا تو صلح ٹوٹ جائے گی اور حق موصی لہ اسی دار سے جس کے رہنے کی اس کو وصیت تھی متعلق ہو جائے گا۔ ایسا ہی اگر کسی نے اپنے غلام کی خدمت کرنے کے واسطے کسی کے حق میں وصیت کی پھر وارث نے دوسرے غلام کی خدمت یا کسی دار کی سکونت مدت معلومہ تک اختیار کرنے پر موصی لہ سے صلح کر لی پھر مدت گذرنے سے پہلے مصالح علیہ مر گیا تو بھی اس کا حق اسی غلام سے متعلق ہو گا جس کی خدمت کی اس کے حق میں وصیت تھی پھر اس صورت میں یعنی سکونت دار کی وصیت کی صورت میں جب کہ حق موصی لہ اس دار سے جس کی اس کے حق میں وصیت تھی متعلق ہوا تو مذکور ہے کہ اگر اس کے واسطے یہ وصیت تھی کہ مرتے دم تک سکونت کرے تو اس کو مرتے دم تک سکونت کا اختیار ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت پر رکھا جائے گا کہ جب غلام مصالح علیہ نے موصی لہ کی کچھ خدمت نہ کی یا دار مصالح علیہ میں کچھ مدت نہ رہا ہو اور اگر کچھ مدت خدمت لی یا گھر میں رہا ہو تو اسی کے حساب سے اس کو باقی مدت اس دار وصیت میں سکونت کا اختیار ہو گا اور اس کا بیان یہ ہے کہ اگر مثلاً ایک سال تک اپنے غلام کی خدمت پر صلح کی اور موصی لہ اس سے چھ مہینے خدمت لی تھی کہ وہ مر گیا تو وہ موصی لہ کو اب دار وصیت میں صرف آدھی عمر تک رہنے کا حق حاصل ہو گا اس لیے ایک روز اس دار میں موصی لہ رہے گا اور دوسرے روز اس میں وارث رہیں گے اسی طرح موصی لہ کی باقی عمر تک ہو گا اور اگر موصی لہ کے واسطے ایک سال تک گھر میں سکونت کی وصیت ہو اور غلام مصالح علیہ بعد چھ مہینے کے مر گیا تو موصی لہ اس دار وصیت میں آدھے سال تک رہ سکتا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر یوں وصیت کی کہ جو کچھ میری بکریوں کے تھنوں میں ہے وہ فلاں شخص کو دیا جائے پھر وارثوں نے اس دودھ میں سے کم یا زیادہ پر صلح کر لی تو نہیں جائز ہے اور اگر اس سے کسی قدر درموں پر صلح کی تو جائز ہے اور صوف کا بھی یہی حکم ہے یہ حاوی میں ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کے واسطے اپنے غلام کی مزدوری کی وصیت کی اور وصیت کرنے والا مر گیا پھر وارث نے موصی لہ سے کسی قدر دراہم معلومہ

[1] معاوضہ جو بابت قطع کے لازم آتا ہے ۱۲

پر صلح کر لی تو جائز ہے اگرچہ اس کی مزدوری کا حاصل اس سے زیادہ ہو اور اگر اس کے حق میں ہمیشہ کے واسطے اپنے غلام کی مزدوری کی وصیت کی پھر وارث نے ایک مہینے کی مزدوری کے برابر صلح کی اور اس مزدوری کو بیان کر دیا تو جائز ہے اور اگر اس قدر مقدار کو بیان نہ کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر اس سے ایک ہی وارث نے اس شرط سے صلح کی کہ مزدوری غلام کی خاص میرے ہی واسطے ہو تو نہیں جائز ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کسی وارث نے موصی لہ سے وہ غلام مدت معلومہ تک اجارہ لیا تو جائز ہے جیسا کہ غیر وارث کا اجارہ لینا جائز ہے بخلاف اس شخص کے اجارہ لینے کے جس کے واسطے خدمت غلام کی وصیت کی گئی ہے کہ وہ نہیں جائز ہے ایسے ہی اگر دار کی سکونت کی وصیت کی ہو اور اس نے کرایہ لیا تو بھی نا جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر کسی شخص کے واسطے اپنے نخل کی حاصلات کی ہمیشہ کے واسطے وصیت کی پھر موصی لہ نے وارث کے ساتھ پھل نکلنے سے پہلے کسی قدر دراہم معلومہ پر صلح کی تو جائز ہے اور اگر کسی سال کا پھل نکلا ہے پھر بعد نکلنے کے اس رسیدہ اور ہر بار کے پھل سے جو آئندہ ہمیشہ تک اس درخت سے نکلے صلح کی تو جائز ہے اور امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے یہ ذکر نہیں فرمایا کہ بدل صلح اس موجود اور آئندہ کے پھلوں کی بہار پر کیونکر تقسیم ہوگا اور متاخرین مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے فقیہ ابوبکر محمد بن ابراہیم میدانی فرماتے ہیں کہ آدھا بدل اس موجودہ کے مقابلہ میں اور آدھا آئندہ دن کے مقابلہ میں ہوگا اور فقیہ ابو جعفر ہندوانی فرماتے ہیں کہ بدل الصلح بقدر قیمت ثمر کے تقسیم ہوگا پس اگر قیمت موجودہ کی اور جو نکلیں گے برابر ہو تو بدل نصفا نصف تقسیم ہوگا اور اگر تین تہائی کی نسبت ہو تو بدل کے بھی تین حصے ہوں گے اور اس اختلاف کا فائدہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ مثلاً موصلی لہ کے ساتھ کسی غلام پر صلح کر لی پھر آدھا غلام موصی لہ کے پاس سے استحقاق میں لیا گیا تو فقیہ ابوبکر محمد بن ابراہیمؒ کے قول پر موصی لہ مصالح[1] سے آدھے موجودہ پھل اور آدھے جو آئندہ پیدا ہوں واپس لے گا۔ اور فقیہ ابو جعفرؒ کے قول کے موافق اگر دونوں کی قیمت یکساں ہو تو یہی حکم ہے اور اگر قیمت میں تین تہائی کی نسبت ہو تو اس کے حساب سے واپس لے گا اور فقیہ محمد بن ابراہیم کے قول کی وجہ یہ ہے کہ جو آئندہ پیدا ہوں اس کا فی الحال جاننا ممکن نہیں ہے کیونکہ کبھی تو آئندہ بہار آتی ہے اور کبھی نہیں آتی ہے اور کبھی آئندہ کے پھل موجودہ سے زیادہ ہوتے ہیں اور کبھی کم ہوتے ہیں پس ہم نے اس کو مثل موجود فی الحال کے قرار دیا کہ یہی بدل ہے اور فقیہ ابو جعفر کے قول کی یہ وجہ ہے کہ آئندہ جو پھل آئیں ان کی قیمت فی الحال معلوم ہو سکتی ہے اس طور سے کہ یہ درخت ہمیشہ پھلدار ہونے کی حالت میں کتنے کو خریدا جا سکتا ہے اور ہمیشہ بے پھل ہونے کی حالت میں کتنے کو خریدا جائے گا پس پھلدار ہونے کی صورت میں ڈیڑھ ہزار درم کو اور بے پھل ہونے کی صورت میں ایک ہزار کو خریدا جائے تو معلوم ہوا کہ جو غلہ نکلے گا اس کی قیمت پانچ سو درم ہے پھر غلہ موجودہ کی قیمت دریافت کی جائے پس اگر یہ بھی پانچ سو درم ہو تو دونوں مساوی قیمت کے معلوم ہوئے اور اگر موجودہ کی قیمت دو سو پچاس درم ہوں تو معلوم ہوا کہ تہائی ہے پس اس کے حساب سے واپس ہوگی یہ محیط میں ہے۔

فقیہ ابو جعفر نے فرمایا کہ اگر دار میں مسیل آب یا موضع جذوع سے صلح واقع ہوئی تو بھی یہی حکم ہے کہ دیکھا جائے گا کہ اس دار کی درحالیکہ اس میں دوسرے شخص کے پانی بہانے کا حق ہے کیا قیمت ہے اور اس دار کی درحالیکہ یہ حق غیر نہیں ہے کیا قیمت ہے پس جو کچھ ان دونوں میں فرق نکلے وہی مسیل کی قیمت ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کسی معین نخل کے غلہ کی ہمیشہ کے واسطے کسی شخص کے حق میں وصیت کی اور وارثوں نے اس سے اس کے پھل نکلنے اور رسیدہ ہونے کے بعد ان پھلوں اور غلۂ بہار سے جو آئندہ ہمیشہ تک پیدا ہو کسی قدر گیہوں پر صلح کی اور موصی لہ نے ان گیہوں پر قبضہ کر لیا تو جائز ہے اور اگر گیہوں پر ادھار کر کے صلح کی تو جائز نہیں ہے اور اگر اس سے کسی تول کی چیز پر اُدھار صلح کی تو جائز ہے اور اگر خشک چھوہاروں پر صلح کی تو جائز نہیں ہے جب تک یہ معلوم ہو کہ یہ خشک

[1] وہ شخص جس کی جانب سے صلح ہو۱۲

چھوہارے ان پھلوں سے جو درخت پر موجود ہیں زیادہ ہیں اور اگر اس نخل کی حاصلات غلہ سے دوسرے نخل ے غلہ پر ہمیشہ کے واسطے یا کسی مدت معلومہ تک دینے پر صلح کی تو جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ۱ تعلقت انما لم یجز لمکان الربوا۔ ایک شخص نے اپنے نخل کے غلہ کی کسی شخص کے حق میں تین برس کے واسطے وصیت کی اور یہ نخل اس کا تہائی مال ہوتا ہے اور نخل میں پھل نہیں ہیں پھر موصی لہ نے وارثوں سے کسی قدر دراہم معلومہ پر وصیت سے صلح کر کے درموں پر قبضہ کر لیا اور شرط کر دی کہ میں نے یہ غلہ نخل وارثوں کو سپرد کیا اور ان کو حق وصیت سے بری کیا اور درخت میں اس تین سال تک کچھ نہ نکلا یا جس قدر وارثوں نے اس کو دیا ہے اس سے زیادہ پیدا ہوا تو قیاساً صلح باطل ہے لیکن استحساناً صلح جائز ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کے لیے وصیت کی کہ جو کچھ میری باندی کے پیٹ میں ہے وہ اس کو دیا جائے حالانکہ باندی حاملہ ہے اور وہ شخص وصیت کنندہ مر گیا پھر وارث موصی لہ سے کسی قدر دراہم معلومہ پر صلح کر لی اور اس کو دے دیئے تو جائز ہے مگر جائز اس طور سے ہے کہ صلح میں عوض لے کر اپنا حق ساقط کر دیا نہ یہ کہ موصی لہ نے وارث کو وصیت کا مالک کیا ہے کیونکہ تملیک کے طور پر صلح نہیں ہو سکتی ہے اور اگر ایک وارث نے اپنی خصومت پر کہ میرے ہی واسطے ہو صلح کی تو جائز نہیں ہے بخلاف اس کے اگر اس شرط سے صلح کی کہ یہ تمام وارثوں کے واسطے ہو تو جائز ہے یا مطلقاً صلح کی تو بھی جائز ہے اور اگر وارثوں کی طرف سے غیر شخص نے ان کے حکم سے یا بدوں وارثوں کے حکم کے موصی لہ سے صلح کر لی تو جائز ہے کذا فی المحیط۔ اگر کسی شخص کے واسطے جو کچھ اپنی باندی کے پیٹ میں ہے وصیت کی پھر وارثوں نے دوسری باندی کے پیٹ کے عوض پر صلح کر لی تو جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی باندی کے پیٹ کی دوسرے شخص کے واسطے وصیت کی اور وارثوں سے کسی قدر دراہم معلومہ پر صلح واقع ہوئی پھر اس باندی کے مردہ لڑکا پیدا ہوا تو صلح باطل ہے اور اگر کسی شخص نے باندی کے پیٹ میں کچھ مار دیا کہ جس کے صدمہ سے اس کے مردہ جنین کر گیا تو اس کا ارش وارثوں کو ملے گا اور صلح جائز رہی یہ حاوی میں ہے اور اگر دو برس گذر گئے اور وہ کچھ نہ جنی تو صلح باطل ہو گئی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے وصیت کی کہ جو کچھ فلاں عورت کے پیٹ میں ہے اس کو ہزار درم دیئے جائیں پھر اس جنین سے یعنی جو پیٹ میں ہے اس کے باپ نے اس وصیت سے کسی قدر مال پر صلح کی تو جائز نہیں ہے اسی طرح اگر اس کی ماں نے وصیت سے صلح کر لی تو بھی جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کسی شخص نے جو کچھ اس کی باندی کے پیٹ میں ہے کسی نابالغ معتوہ کے دینے کے واسطے وصیت کی پھر اس کے باپ یا وصی نے وارثوں سے کسی قدر درموں پر صلح کر لی تو جائز ہے اسی طرح اگر وصیت کسی مکاتب کے حق میں ہو تو بھی اس کی صلح جائز ہے اور اگر کسی چیز کی وصیت کی کہ جو کچھ فلاں عورت کے پیٹ میں ہے اس کو یہ چیز دی جائے اور وہ حبل غلام تھا اس کے مولا نے اس کی طرف سے صلح کی تو جائز نہیں ہے پھر اس کے مولیٰ نے مریض کے مرنے کے بعد کسی چیز پر صلح کی پھر مولا نے اس حاملہ باندی کو آزاد کیا اور جو اس کے پیٹ میں ہے اس کو بھی آزاد کیا پھر وہ ایک غلام جنی تو غلام آزاد ہو جائے گا مگر وصیت کا مال اس کو نہ ملے گا بلکہ اس کے آزاد کرنے والے کو ملے گا اور صلح بھی جائز نہ ہو گی۔ اسی طرح اگر اس باندی کو فروخت کیا تو بھی یوں ہی رہے گا یعنی مال وصیت بائع کو ملے گا مشتری کو نہ ملے گا۔ اسی طرح اگر مالک نے جو باندی کے پیٹ میں ہے اس کو مدبر کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مالک کی باندی و بچہ کے آزاد کرنے یا فقط باندی کے آزاد کرنے کی روز وصیت کرنے والا زندہ تھا پھر مرا ہے تو یہ وصیت غلام کی ہو گی مولیٰ کے حق میں نہ ہو گی یہ مبسوط میں ہے۔

---

۱ مترجم کہتا ہے کہ اس کا جائز نہ ہونا ربوا کے قائم مقام ہونے کی وجہ سے ہے ۱۲

سولہواں باب☆

مکاتب وغلام تاجر کی صلح کے بیان میں

اگر مال کتابت ہزار درم ہوں اور مکاتب نے دعویٰ کیا کہ میں نے یہ درم ادا کر دیئے ہیں اور مالک نے اس سے انکار کیا پھر اس شرط سے صلح کی کہ پانچ سو درم ادا کرے اور باقی زیادتی سے بری کر دے تو جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر مولیٰ نے اپنے مکاتب سے اس شرط سے صلح کی کہ میعاد سے پہلے تھوڑا مال کتابت یعنی کسی قدر مال کو کہا کہ یہ میعاد سے پہلے ادا کر دے اور باقی اس کے ذمہ سے دور کر دیا تو جائز ہے اور اگر مال کتابت ہزار درم ہوں اس میں کسی قدر زیادتی پر اس شرط سے صلح کی کہ میعاد آنے کے بعد ایک سال کی مہلت دے تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مال کتابت کی میعاد آ جانے کے بعد اس شرط سے صلح کی کہ بعض مال ادا کرے اور بعض مال میں تاخیر دے گا تو جائز اور اگر مال کتابت میں درم ہوں ان درموں سے دینار بہ تعجیل دے دینے پر صلح کر لی تو جائز ہے اور اگر دیناروں پر میعادی اُدھار صلح کی تو جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہے اور اگر دونوں نے اس شرط سے صلح کر لی کہ مال کتابت میں سے درم باطل کر کے اس قدر دیناروں پر کتابت مقرر کریں تو جائز ہے اسی طرح اگر ان کی جگہ[1] وصیف اُدھار مقرر کیا تو بھی جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک غلام یا باندی پر اُدھار کتابت ٹھہرائی پھر ہزار درم پر صلح کر لی اور ایک سال کی میعاد مقرر کی تو جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر مکاتب نے کسی شخص پر قرضہ کا دعویٰ کیا اس نے انکار کیا پھر مکاتب نے اس سے اس شرط سے صلح کی کہ تھوڑا لے لے اور تھوڑا چھوڑ دے پس اگر مکاتب کے پاس قرضہ کے گواہ ہوں تو چھوڑ دینا صحیح نہیں ہے اور باقی بھی لے لے گا اور اگر گواہ نہ ہوں تو جائز ہے اور اگر مکاتب نے بعض قرضہ کی تاخیر کرنے پر صلح کی تو جائز ہے بشرطیکہ یہ قرضہ اس پر بطور[2] اقراض واستقراض نہ ہو یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے مکاتب پر قرضہ کا دعویٰ کیا اور مکاتب نے انکار کیا پھر اُس سے اس شرط پر صلح کی کہ بعض ادا کرے اور بعض وہ چھوڑ دے تو جائز ہے اور مکاتب کا بیٹا حکم میں باپ کے ہے اور مکاتب کی طرف کسی وصیت کا دعویٰ کیا جائے اور وہ انکار کر کے صلح کر لے تو اس میں اس کی صلح مثل آزاد کی صلح کے ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر مکاتب نے عاجز ہو کر رقیق ہو جانے کے بعد صلح کی پس اگر مکاتب کے پاس اس کا حاصل کیا ہوا کچھ مال نہ ہو تو یہ صلح مولیٰ کے حق میں روا نہ ہوگی اور مکاتب کے حق میں روا ہوگی یہاں تک کہ بعد آزاد ہونے کے اس سے مواخذہ کیا جائے گا لیکن اگر عاجز ہونے سے پہلے اس پر گواہ قائم ہوں تو اس کی صلح جائز ہوگی۔ اور اگر اس کے پاس اس کا کمایا ہوا کچھ مال ہو تو امامؒ کے نزدیک صلح جائز ہے اور صاحبینؒ نے اس میں اختلاف کیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر مکاتب کے مولیٰ نے مکاتب پر قرضہ کا دعویٰ کیا اور مکاتب نے اس سے اس شرط سے صلح کی کہ کچھ لے لے اور کچھ چھوڑ دے تو جائز ہے اور اگر مکاتب نے اپنے مولیٰ پر مال کا دعویٰ کیا اور مولیٰ نے انکار کیا پھر اس سے شرط سے صلح کی کہ کچھ لے لے اور کچھ چھوڑ دے پس اگر مکاتب کے پاس اس کے گواہ ہوں تو جائز نہیں ہے اور اگر نہ ہوں تو صلح جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اور غلام تاجر کا حکم چھوڑ دینے یا تاخیر کرنے یا صلح میں مثل مکاتب کے ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر غلام تاجر نے کسی کے ساتھ اپنے قرضہ کے دعویٰ سے کچھ کچھ لینے اور کچھ چھوڑ دینے پر صلح کی تو جائز نہیں ہے بشرطیکہ اس کے گواہ ہوں اور اگر نہ ہوں تو جائز ہے یہ حاوی میں ہے۔ اگر غلام تاجر پر کسی شخص نے قرضہ کا دعویٰ کیا اور غلام نے باقرار یا بانکار اس سے اس شرط سے صلح ٹھہرائی کہ تہائی وہ چھوڑ دے اور تہائی میں تاخیر دے اور تہائی غلام تاجر ادا کرے تو جائز ہے اور اگر

---

[1] قولہ وصیف وہ غلام و باندی جو خرد سال ہو ۱۲ [2] قولہ اقراض یعنی کسی معاملہ کا اُدھار ہو اور بعینہ یہ چیز نقد قرض نہ دے ۱۲

مولیٰ نے اس غلام کو مجور کر دیا پھر اس پر کسی شخص نے دعویٰ کیا اور مدعی کے پاس گواہ نہیں ہیں اور غلام مجور نے اس سے صلح کی پس اگر غلام کے پاس اس کی کمائی کا کچھ مال نہیں ہے تو فی الحال صلح حق مولیٰ میں نہیں جائز ہے لیکن غلام کے حق میں جائز ہے حتی کہ بعد آزاد ہونے کے اس کا دامن پکڑا جائے گا اور اگر اس کے پاس کچھ مال اس کی کمائی کا موجود ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک صلح جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک نہیں جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر غلام مجور پر کسی نے قرضہ کا دعویٰ کیا اور غلام نے اس سے اس شرط سے صلح کی کہ بعض چھوڑ دے اور بعض میں میعاد مقرر کر دے تو جائز نہیں ہے اور اگر غلام مجور کے ہاتھ سے کسی آزاد نے غلام کے مالک کی کوئی متاع تلف کر دی اور غلام مجور نے کسی قدر دراہم معلومہ پر جو اس متاع کی قیمت سے کم ہیں اس سے صلح کی تو جائز نہیں ہے اور اگر کسی قدر اناج پر صلح کی تو بھی جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کسی آزاد نے اس غلام مجور سے مولیٰ کے کچھ درم غصب کر لئے اور اس نے دیناروں پر اس کے ساتھ صلح کی تو بھی جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر کسی غلام مجور نے کسی غلام تاجر پر قرضہ کا دعویٰ کیا اور تھوڑے دعویٰ پر اس سے صلح کر لی پس اگر مدعی کے پاس گواہ دعویٰ ہوں تو صلح جائز نہیں ہے اور اگر نہ ہوں تو جائز ہے اور اگر مدعی غلام تاجر ہو اور مدعا علیہ غلام مجور ہو تو ایسی صلح جائز نہیں ہے خواہ مدعی کے پاس گواہ ہوں یا نہ ہوں۔ پس اگر گواہ نہ ہوں تو مولائے مدعا علیہ کے حق میں یہ صلح جائز نہیں ہے کیونکہ اس نے ایسے حق کا التزام کیا جو اس سے نہیں ہو سکتا ہے وہ در حالیکہ وہ مجور ہے لیکن اس کے حق میں یہ صلح صحیح ہے کہ بعد آزادی کے اس سے مواخذہ کیا جائے گا اور اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں تو مولائے مدعا علیہ کے حق میں یہ صلح جائز نہ ہو گی کذا فی المحیط۔

سترھواں باب☆

ذمیوں اور حربیوں کی صلح کے بیان میں

ہر صلح کی جو دو مسلمانوں میں جائز ہے وہ دو ذمیوں میں بھی جائز ہے اور جو دو مسلمانوں میں نہیں جائز ہے وہ ذمیوں میں بھی نہیں جائز ہے سوائے ایک صلح کے کہ شراب و سور سے صلح کرنا ذمیوں میں جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک ذمی نے دوسرے سے دس درم بعوض ایک درم کے خریدے اور باہم قبضہ کر لیا پھر دونوں نے اس شرط سے صلح کی کہ اس کو دس میں سے پانچ درم واپس کر دے پس اگر وہ دس درم بعینہٖ قائم ہوں تو بسبب ربوا کے صلح جائز نہیں ہے اور اگر اس نے تلف کر دیئے ہوں تو بہ طریق اسقاط حق کے صلح جائز ہے اور اگر ایک نصرانی نے دوسرے نصرانی کی ایک سور غصب کر لی پھر اس سے سوائے درم و دینار کے کسی وزنی یا کیلی چیز پر صلح کی پس اگر وہ سور بعینہٖ قائم ہو تو جائز ہے خواہ[1] مصالح علیہ معین ہو یا وصف کر کے ذمہ رکھا گیا ہو خواہ ذمہ لے کر فی الحال ادا کرنے کی شرط ہو یا کچھ مدت مقرر ہو اور اگر سور تلف کیا ہے تو صلح جائز نہیں ہے جب کہ کیلی یا وزنی چیز غیر معین ہو اور اگر معین ہو یا غیر معین فی الحال ہو اور اسی مجلس میں قبضہ کر لیا ہو تو جائز ہے اور اگر درم و دیناروں پر کچھ میعاد مقرر کر کے صلح کی تو جائز ہے اور اگر وہ سور قائم ہو اور اس سے کسی دوسرے سور پر اُدھار صلح کی تو نہیں جائز ہے اور اگر دونوں معین قائم ہوں تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی حربی نے دوسرے کا مال غصب کر لیا خواہ اس کو تلف کر دیا یا نہیں تلف کیا پھر اس سے صلح کی تو طرفین کے نزدیک نہیں جائز ہے بخلاف امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے۔ اسی طرح اگر کسی تاجر مسلمان نے یا ایسے مسلمان نے جو وہیں دار الحرب میں مسلمان ہوا ہے کسی حربی کا مال تلف کر دیا یا اس کا مال غصب کر لیا پھر دونوں نے صلح کی خواہ مال مغصوب قائم ہو یا تلف کر دیا ہو تو طرفین کے نزدیک نہیں جائز ہے

[1] جس چیز پر صلح واقع ہوئی ۱۲

بخلاف قول امام ابو یوسف کے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر اسی طرح دار الحرب میں کسی حربی مسلمان کا مال غصب کیا تو صلح جائز نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر مسلمان تاجر نے دار الحرب میں کسی حربی کی کوئی چیز غصب کر لی اور پھر دونوں نے باہم صلح کر لی تو بالا جماع صلح نہیں جائز ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے دوسرے کو کچھ قرضہ دیا پھر اس شرط سے صلح کی کہ کچھ چھوڑ دے اور کچھ قرضہ میں تاخیر دے دے پھر حربی مسلمان ہو گیا تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر دو حربی دار الحرب میں مسلمان ہو گئے پھر ایک نے دوسرے کی کوئی چیز غصب کر لی یا اس کو کچھ زخمی کیا پھر اس سے کسی چیز پر صلح کر لی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز نہ ہونا چاہئے اور یہی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے یہ حاوی میں ہے۔

اگر معاملہ دو حربیوں میں ہو اور دونوں امان لے کر دار الاسلام میں آئے تو قاضی کسی کی دوسرے پر ڈگری نہ کرے گا☆

اگر کسی مسلمان نے دار الحرب میں کسی حربی کو کچھ قرضہ دیا پھر اس سے اس شرط سے صلح کی کہ کچھ چھوڑ دے اور کچھ قرضہ تاخیر کر دے پھر جس قدر میں تاخیر کی تھی اس کی میعاد آ گئی اور حربی امان لے کر دار الاسلام میں آیا اور مسلمان نے اپنے قرضہ کے واسطے اس کو گرفتار کرنا چاہا اور جو چھوڑ دیا تھا وہ بھی لینا چاہا تو جس قدر اس پر ہے اس کے واسطے گرفتار نہیں کر سکتا ہے خود وہ چاہے دے دے اور جس قدر چھوڑ دیا ہے اس میں رجوع نہیں کر سکتا ہے۔ اسی طرح اگر حربی مسلمان سے طالب ہو تو بھی یہی حکم ہے اور یہی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور اگر ایسا معاملہ دو حربیوں میں ہو اور دونوں امان لے کر دار الاسلام میں آئے تو قاضی کسی کی دوسرے پر ڈگری نہ کرے گا لیکن اگر دونوں مسلمان ہو گئے یا ذمی ہو گئے تو قاضی ان کے درمیان فیصلہ یوں کرے گا کہ کچھ چھوڑ دینا اور باقی میں[1] تاخیر دینا بطریق صلح کے جائز رکھے اور باقی کی میعاد آنے پر اس کو ادا کرنے کے واسطے طالب کی درخواست پر مجبور کرے گا اور اگر کوئی حربی امان لے کر دار الاسلام میں آیا اور اُدھار دیا یا لیا یا غصب کیا یا اس کا کچھ غصب کیا گیا پھر کم کر دینے اور تاخیر دینے پر صلح کی تو جائز ہے خواہ یہ معاملہ اس کا کسی مسلمان سے ہوا ہو یا کسی مستامن سے جو اسی دار الحرب کا یا غیر دار الحرب کا ہی واقع ہوا اسی طرح اگر یہ دونوں حربی اپنے اپنے ملک میں چلے گئے پھر امان لے کر لوٹ آئے تو یہ صلح جو واقع ہوئی تھی دونوں پر نافذ ہو گی کذا فی المبسوط۔

اٹھارھواں باب☆

صلح کے بعد مدعی یا مدعا علیہ یا مصالح علیہ کے بغرض صلح باطل کرنے کے گواہ قائم کریں گے بیان میں

اگر مدعی نے بعد صلح کے گواہ قائم کئے تو مسموع نہ ہوں گے لیکن اگر بدل صلح میں عیب ظاہر ہوا اور مدعا علیہ نے انکار کیا اور مدعی نے بسبب عیب کے واپس کرنے کے گواہ قائم کئے تو مسموع ہوں گے یہ بدائع میں ہے۔ ہشام نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ اگر مدعا علیہ نے گواہ قائم کئے کہ مدعی نے قبل صلح کے یا بدل پر قبضہ کرنے سے پہلے یہ اقرار کیا ہے کہ میرا مدعا علیہ پر کچھ نہیں ہے تو صلح باطل نہ ہو گی اور اگر اس امر کے گواہ دیئے کہ مدعی نے بعد صلح کے ایسا اقرار کیا ہے تو صلح باطل ہو گی اور اگر قاضی کو علم ہوا کہ مدعی نے قبل صلح کے قاضی کے سامنے اقرار کیا تھا کہ میرا مدعا علیہ فلاں پر کچھ نہیں ہے تو صلح باطل ہو جائے گی بعد انعقاد مذکور کے اور اس مقام پر

[1] یعنی کسی قدر مدت کے واسطے مہلت دینا ۱۲

قاضی کا علم بمنزلہ مدعی کے بعد صلح کے اقرار کرنے کے ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ کسی شخص پر ہزار درم کا دعویٰ کیا اس نے انکار کیا پھر کسی چیز پر صلح کر دی گئی پھر مدعا علیہ نے[1] ایفا یا ابراء کے گواہ دیئے تو مقبول نہ ہوں گے اور اگر اس پر ہزار درم کا دعویٰ کیا اس نے ادا کر دینے یا ابراء کا دعویٰ کیا پھر کسی چیز پر صلح کر دی گئی پھر مدعا علیہ نے ایفاء یا ابراء کے گواہ پیش کئے تو قبول ہوں گے اور بدل واپس دلایا جائے گا یہ وجیز کردری میں ہے۔ اگر کسی شخص کے مقبوضہ دار پر دعویٰ کیا اور اس سے ہزار درم پر اس شرط سے صلح کی کہ قابض کو یہ دار مدعی سپرد رکھے پھر قابض نے گواہ قائم کئے کہ یہ دار میرا ہے یا فلاں کا تھا میں نے اس سے خریدا ہے یا میرے باپ کا تھا اس نے میرے واسطے میراث چھوڑا ہے تو ہزار درم کی واپسی نہیں ہو سکتی ہے اور اگر اس امر کے گواہ دیئے کہ میں نے صلح سے پہلے طالب سے اس کو خریدا ہے تو گواہ قبول ہوں گے اور صلح باطل ہو جائے گی اور اگر خرید پر گواہ قائم نہ کئے بلکہ اس امر کے گواہ دیئے کہ قبل اس صلح کے دوسرے دار پر صلح کی ہے تو پہلی صلح تمام کی جائے گی اور دوسری باطل کی جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ہر صلح کی ایک صلح کے بعد واقع ہو وہ باطل ہے اور پہلی صلح صحیح ہے۔ اسی طرح ہر صلح کے بعد خرید نے کے واقع ہو وہ باطل ہے اور اگر ایک خرید کے بعد دوسری خرید واقع ہو تو دوسری صحیح ہے اور اگر پہلے صلح کی پھر مصالح عنہ کو خرید لیا تو خرید جائز اور صلح باطل کی جائے گی یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص کے مقبوضہ گھر پر دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اس سے پہلے صلح واقع ہونے کا دعویٰ کیا اور اس پر گواہ قائم نہ کئے اور قاضی نے مدعی کے نام اس گھر کی ڈگری کر دی اور مدعی نے وہ گھر کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر مدعا علیہ نے چاہا کہ مدعی سے قسم لے کہ واللہ میں نے تجھ سے اس دار کے دعویٰ سے قبل اس دعویٰ کی صلح نہیں کی ہے تو اس کو اختیار ہے پس اگر قسم لینے پر مدعی نے قسم سے انکار کیا تو مدعا علیہ کو اختیار ہے چاہے بیع کی اجازت دے کر ثمن لے لے یا مدعی سے ضمان لے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کسی شخص کے مقبوضہ دار پر دعویٰ کیا کہ میرے باپ سے مجھے میراث ملا ہے پھر کسی شے پر صلح کر لی پھر مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ یہ دار میں نے اس مدعی کے باپ سے اس کی زندگی میں اس سے خریدا ہے یا یوں گواہ دیئے کہ میں نے اس کو فلاں شخص سے خریدا ہے اور فلاں شخص نے اس مدعی کے باپ سے خریدا تھا تو گواہ مقبول نہ ہوں گے یہ محیط میں ہے۔ اگر زید پر ہزار درم و ایک دار کا دعویٰ کیا زید نے اس سے سو درم پر اس کے دعویٰ سے صلح کر لی پھر مدعی نے اقرار کیا کہ ان دونوں چیزوں میں سے ایک مدعا علیہ کی تھی تو صلح باقی سے جائز رہے گی اور مدعا علیہ اس سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے۔ اسی طرح اگر مدعی نے بعد صلح کے ہزار درم اور دار دونوں پر گواہ قائم کئے تو ہزار باطل ہیں اور دار میں اپنے حق پر رہے گا بخلاف اس کے اگر ایک غلام و باندی کا دعویٰ کیا پھر کسی قدر مال پر صلح کر لی اور دونوں کی ملکیت کے گواہ دیئے تو صحیح ہے اور دونوں اس کو ملیں گے اور اگر ہزار درم اور ایک دار کا دعویٰ کیا اور ہزار درم پر صلح کر لی پھر نصف ہزار اور نصف دار پر گواہ قائم کئے تو دونوں میں کوئی چیز اس کو نہ ملے گی اور اگر ہزار درم و نصف دار کے گواہ دیئے تو صلح کے ہزار ان ہزار سے ادا ہو گئے اور نصف دار لے لے گا کیونکہ یہ صلح بعض حق کا لینا اور باقی کا ساقط کرنا ہے اور ساقط عود کرنے کا احتمال نہیں رکھتا ہے۔ اور اگر مدعا علیہ کے قبضہ سے وہ دار استحقاق میں لے لیا گیا تو ہزار درم صلح میں سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کے مقبوضہ دار کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اس کو صلح میں ایک غلام دیا اس نے قبضہ کر لیا پھر غلام نے گواہ دیئے کہ میں آزاد ہوں اور قاضی نے اس کی آزادی کا حکم دیا تو صلح باطل ہو گئی اسی طرح اگر اس امر کے گواہ دیئے کہ میں مدبر یا مکاتب ہوں تو بھی یہی[2] حکم ہے۔ اسی طرح اگر باندی ہو اور اس نے گواہ قائم کئے کہ میں ام ولد ہوں یا مکاتبہ یا مدبرہ ہوں اور گواہی دونوں کی قاضی نے قبول

---

[1] ایفاء وصولیابی ابراء ذمہ داری سے بری کرنا ۱۲ [2] یعنی جس طرح اس غلام پر جس نے اپنی آزادی بذریعہ گواہوں کے ثابت کر دی صلح باطل ہو گی اسی طرح اگر مدبر یا مکاتب نے اپنا مدبر یا مکاتب ہونا ثابت کر دیا تو صلح باطل ہو گی ۱۲

کر لی تو صلح باطل ہو گئی یہ محیط میں ہے۔امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم ہیں پھر طالب نے گواہ قائم کئے کہ میں نے اس سے سو درم اور اس کپڑے پر صلح کی ہے اور مطلوب نے گواہ دیئے کہ اس نے مجھے ان درموں سے بری کر دیا ہے تو صلح کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر طالب نے اس امر کے گواہ دیئے کہ اس نے مجھ سے فقط سو درم پر صلح کی ہے تو مطلوب کی بریت کے گواہ اولیٰ ہیں یعنی وہی قبول ہوں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ہزار درم کے قرض دار نے گواہ پیش کئے کہ طالب نے مجھ سے چار سو درم پر اس شرط سے صلح کی کہ میں اس کو ادا کر دوں اور باقی سے مجھے بری کر دے اور ایسا ہی ہوا ہے اور طالب نے کہا کہ میں نے تجھے پانچ سو درم سے بری کیا اور پانچ سو پر صلح کی ہے اور دونوں کے گواہوں نے ایک ہی وقت بیان کیا یا دو وقت علیحدہ علیحدہ بیان کیے یا باطل وقت بیان نہ کیا تو سب صورتوں میں مطلوب کے گواہ مقبول ہوں گے یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر دعویٰ مثلی چیزوں میں واقع ہو جیسے گیہوں و کر جو پھر اس کے نصف پر صلح کی پھر مدعی نے گواہ دیئے کہ یہ سب کر میرا ہے تو دعویٰ صحیح نہیں اور اگر گواہ مسموع نہ ہوں گے یہ محیط میں ہے۔اگر کسی شخص کی طرف ایک دار و ہزار درم کا دعویٰ کیا پھر اس سے پانچ سو درم اور آدھے گھر پر صلح کر لی پھر گواہ قائم کئے کہ پانچ سو درم اور پورا دار میرا ہے تو ہزار درم میں سے کچھ اس کے نام ڈگری نہ ہو گی اور باقی دار کی ڈگری ہو جائے گی۔اور اگر پورے دار اور تہائی پانچ سو درم کے گواہ دیئے تو اس کے نام کچھ ڈگری نہ ہو گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔اگر مستہلک مال کی قیمت سے کم پر درموں یا دیناروں سے صلح ہوئی پھر تلف کر دینے والے نے گواہ قائم کئے کہ جس قدر پر صلح ہوئی ہے اس سے مستہلک مال کی قیمت بہت کم تھی اس میں کھلا ہوا خسارہ ہے تو امام کے نزدیک گواہ غیر مقبول اور صاحبینؒ کے نزدیک مقبول ہیں یہ تاتارخانیہ میں ہے۔اگر کسی شخص نے دوسرے کے دار میں دعویٰ کیا پس قابض نے دو گواہ اس امر کے دیئے کہ اس نے مجھ سے کسی چیز پر صلح کی اور راضی ہوا اور میں نے اس کو دے دیئے تو جائز ہے اگرچہ گواہوں نے مصالح کی مقدار بیان نہ کی ہو۔اسی طرح اگر ایک نے دراہم بیان کئے اور دوسرے نے کچھ بیان نہ کیا تو بھی جائز ہے یا دونوں نے یوں گواہی دی کہ مدعی نے سب مصالح بھر پایا ہے تو بھی جائز ہے۔اور اگر ایسی صورت ہو کہ قابض دار نے انکار کیا اور مدعی نے صلح کا دعویٰ کیا اور دو گواہ لایا کہ ایک نے بدل میں دراہم معینہ بیان کئے اور دوسرے نے کوئی شے غیر مسمی[1] کی بیان کی یا دونوں نے بدل کا تسمیہ چھوڑ دیا تو گواہی قبول نہ ہو گی اور اگر ایک گواہ نے کسی قدر دراہم معلومہ پر صلح واقع ہونے کی بالمعائنہ گواہی دی اور دوسرے نے اس طور سے صلح واقع ہونے کے اقرار کی گواہی دی تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔اگر ایک شخص نے دوسرے کے دار میں دعویٰ دائر کیا پھر دونوں گواہوں نے مقدار مسمیٰ میں اختلاف کیا ایک نے گواہی دی کہ اس نے سو درم پر صلح کی ہے اور دوسرے نے ڈیڑھ سو درم پر صلح کی گواہی دی پس اگر مدعی دار وہی صلح کا مدعی ہو تو یہ گواہی قبول ہو گی بشرطیکہ مدعی دونوں میں سے زیادہ مال کا دعویٰ کرتا ہو اور اگر مدعی صلح وہ ہو جو مدعی علیہ ہے تو یہ گواہی نا مقبول ہو گی خواہ دونوں گواہوں نے مدعی کے قبضہ کر لینے کی گواہی دی ہو یا نہ دی ہو کذا فی المحیط۔

[1] یعنی اس کا نام نہ لیا گیا ۱۲

انیسواں باب ☆

جو مسائل صلح متعلق باقرار ہیں ان کے بیان میں

اگر ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم کا دعویٰ کیا اس نے انکار کیا پھر اس سے اس شرط سے صلح کی کہ جن ہزار درم کا مدعا علیہ پر دعویٰ کیا ہے ان کے عوض ایک غلام فروخت کر دے تو یہ جائز ہے اور مدعا علیہ مقر قرضہ ہو جائے گا حتیٰ کہ اگر مدعی سے وہ غلام استحقاق میں لے لیا گیا یا اس نے کچھ عیب پا کر اس کو واپس کیا تو مدعا علیہ سے ہزار درم لے لے گا اور اگر مدعا علیہ نے کہا کہ میں نے تجھ سے ان ہزار درم سے جن کا تو نے مجھ پر دعویٰ کیا ہے اس غلام پر صلح کی۔ تو اس قول سے مدعا علیہ قرض کا مقر نہ ہو جائے گا حتیٰ کہ اگر غلام استحقاق میں لیا گیا یا بسبب عیب کے واپس کیا تو ہزار درم نہیں لے سکتا ہے مگر اپنا ہزار درم کا دعویٰ کر سکتا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر دو شخصوں نے اس طور سے صلح کی کہ ایک دوسرے کو ایک دار دے اور دوسرا اس کو ایک غلام دے تو باقرار نہیں ہے اسی طرح اگر اس شرط سے صلح کی کہ زید عمرو کو یہ غلام دے دے بشرطیکہ عمرو اس کو اپنے قرضہ سے جو زید پر ہے بری کر دے تو یہ زید کی طرف سے وہ غلام عمرو کا ہونے کا اقرار نہیں ہے اور اگر دونوں نے زید جو عمرو سے یوں کہا کہ زید اس دار سے بری ہو یعنی باز دعویٰ دے اور عمرو اس غلام سے بری رہے تو یہ صلح ہے اقرار نہیں ہے اور اگر دونوں نے اس طور سے صلح کی کہ زید مثلاً اس میں سے نکل جائے اور عمرو کے سپرد کر دے تو یہ صلح صحیح ہے اقرار نہیں ہے اور نہ انکار ہے اور جو چیز دونوں کی صلح کی کسی کے استحقاق میں لی گئی تو دونوں باقی کے واسطے اپنی حجت پر رہیں گے جیسے کہ قبل صلح کے تھے یہ مبسوط میں ہے۔

ایک مرد نے ایک عورت پر دعویٰ کیا کہ میں نے اس سے نکاح کیا ہے اس نے انکار کیا ☆

اگر کسی دار میں حق کا دعویٰ کیا اور کسی غلام معین پر میعادی یا وصف بیان کر کے ذمہ رکھ کر صلح کی تو جائز نہیں ہے۔ پھر اگر اس کے حق سے صلح کی یعنی صلح میں کہا کہ تیرے حق سے صلح کی تو اس کے حق کا اقرار کیا اور چونکہ وہی (۱) مجمل ہے اس واسطے حق کے بیان میں اس کا قول لیا جائے گا اور اگر دعویٰ حق سے صلح کی تو اقرار نہیں ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کے مقبوضہ مال معین پر دعویٰ کیا اس نے انکار کیا پھر اس سے کسی قدر مال پر اس واسطے صلح کی کہ مدعی کے واسطے اس مال معین کا اقرار دے تو جائز ہے اور منکر کے حق میں مثل بیع کے ہوگا اور مدعی کے حق میں ایسا ہے کہ گویا ثمن میں زیادتی کر دی یہ اختیار شرح میں ہے۔ ایک مرد نے ایک عورت پر دعویٰ کیا کہ میں نے اس سے نکاح کیا ہے اس نے انکار کیا پھر اس عورت سے صلح کی کہ سو درم صلح میں دیتا ہوں تا کہ تو اقرار کر دے اس نے اقرار کر دیا تو جائز ہے اور مال لازم آئے گا پس اگر یہ اقرار گواہوں کے سامنے ہو تو عورت کو اس مرد کے ساتھ رہنا جائز ہے اور اگر گواہوں کے سامنے نہ ہو تو عند اللہ اس عورت کو حلال نہیں ہے کہ اس مرد کے ساتھ رہے جب کہ وہ عورت جانتی ہے کہ ہم دونوں میں نکاح نہیں واقع ہوا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص پر ہزار درم کا دعویٰ کیا اور مدعی نے اس سے کہا کہ تو میرے واسطے ہزار درم کا اقرار اس شرط پر کر دے کہ میں سو درم گھٹا دوں گا اس نے اقرار کیا تو گھٹا دینا جائز ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کسی شخص پر خون یا زخم کا دعویٰ کیا پس اگر عمداً خون کرنے یا زخمی کرنے کا دعویٰ کیا پھر مدعی نے سو درم پر اس شرط سے صلح کی کہ مدعا علیہ اقرار کر دے تو صلح اور اقرار دونوں باطل ہیں اس اقرار سے وہ گرفتار نہ ہوگا اور اگر خطاء سے خون یا زخم کا دعویٰ کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کسی شخص کی طرف اپنے قذف کی وجہ سے حد قذف کا [۲] دعویٰ کیا اور سو درم پر مدعا علیہ سے اس شرط

(۱) حق کا اجمال کرنے والا ۱۲ ۔ ۲ یعنی اس نے مجھ پر تہمت زنا کی لگائی اور اس کو ثابت نہ کر سکا پس اس کو حد قذف ماری جائے ۱۲

سے صلح کی کہ وہ اقرار کردے تو صلح و اقرار باطل ہے۔ اور اگر مدعا علیہ نے سو درم پر اس شرط سے صلح کی کہ مدعی اس کو بری کردے تو بھی جائز نہیں ہے اور اگر پہلی صورت میں اپنے اقرار پر حد مارا بھی گیا تو اس کی گواہی جائز ہے۔ اور اگر کسی پر شراب خواری یا زنا کاری کا دعویٰ کیا اور سو درم پر اس شرط سے صلح کی کہ وہ اقرار کردے تو بھی باطل ہے اور اگر کسی کی طرف کسی متاع کے سرقہ کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے سو درم پر اس شرط سے صلح کی کہ مدعی اس کو سرقہ سے بری کردے تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر متاع کی چوری کا دعویٰ کیا پھر اس سو درم پر اس شرط سے صلح کی کہ مدعی چور کو سو درم دے گا بشرطیکہ چور چوری کا اقرار کردے اس نے ایسا ہی کیا پس اگر سرقہ عروض میں سے ہو اور وہ بعینہٖ قائم ہو تو صلح جائز اور سرقہ بعوض ان درموں کے جو سارق کو دیئے ہیں مدعی کی ملک ہو جائے گا اور اگر تلف کر دیا ہو تو صلح جائز نہیں ہے اور اگر چوری میں دراہم ہوں تو کتابت میں مذکور ہے کہ صلح جائز نہیں ہے خواہ وہ بعینہٖ قائم ہوں یا تلف کر دیئے ہوں اور مشائخ نے فرمایا کہ تاویل اس حکم کی یہ ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے وہ دراہم مسروقہ کی مقدار معلوم نہ ہو اور اگر معلوم ہو کہ وہ سو درم تھے تو صلح جائز ہے جب کہ سو درم بدل صلح پر مجلس میں قبضہ کر لیا ہو اور اگر چوری میں سونا ہو اور صلح درموں پر واقع ہوئی تو جائز ہے خواہ سرقہ بعینہٖ قائم ہو یا تلف کر دیا ہو لیکن تلف کر دینے کی صورت میں جواز کی یہ تاویل ہے کہ اس وقت جائز ہے کہ جب مسروقہ سونے کا وزن معلوم ہو ورنہ نہیں جائز ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر دو شخصوں نے ایک دار میں جھگڑا کیا حالانکہ وہ ایک کے قبضہ میں ہے پھر دونوں نے اس شرط سے صلح کی کہ ہر واحد دوسرے کے واسطے نصف دار کا اقرار کردے اور ہر ایک نے تسلیم کیا تو جائز ہے۔ اسی طرح اگر یوں صلح کی کہ ایک شخص دوسرے کے واسطے کسی بیت معلوم کا اقرار کرے اور دوسرا اس کے لیے باقی دار کا اقرار کرے تو بھی جائز ہے۔ پھر اگر وہ بیت معلوم جس پر صلح واقع ہوئی تھی استحقاق میں لیا گیا تو مدعی کو اپنے دعویٰ کی طرف رجوع کرنے کا اختیار ہے کہ باقی دار میں دعویٰ کرے۔ اسی طرح اگر کسی غلام پر صلح کی بشرطیکہ مدعی دوسرے قابض کے واسطے تمام دار کا اقرار کرے تو صلح جائز ہے اور اگر غلام استحقاق میں لیا گیا تو مدعی اپنے دعویٰ کی طرف رجوع کرے گا چنانچہ اگر بدوں اقرار کے اس طور پر صلح واقع ہو تو بھی ایسا ہی ہے کذا فی المحیط۔

بیسواں باب ☆

اُن امور کے بیان میں جو بعد صلح کے بدل الصلح میں تصرف کرنے میں پیدا ہوتے ہیں

اگر ایک دار کے دعویٰ سے کسی غلام کی ایک سال خدمت پر یا کسی گھر کی سکونت پر یا ہر ایسی چیز پر جس کا اجارہ دینا جائز ہے صلح کی تو جائز ہے اور اس کا حکم مثلاً اجارہ کے ہو گا حتیٰ کہ کسی ایک کے مرنے سے باطل ہو جائے گی اور مدعی اور اس کے وارث اس دار کو لے لیں گے اگر صلح باقرار ہو گی اور اگر انکار سے ہو گی تو دعویٰ و خصومت کی طرف رجوع کریں گے اور اگر کچھ منفعت صلح حاصل کرنے کے بعد دونوں میں سے کوئی مرا تو بقدر باقی کے دار میں سے لے گا جب کہ با اقرار ہو اور اگر با انکار ہو تو خصومت کی طرف رجوع کرے یہ تہذیب میں ہے۔ غلام یا چوپایہ جس پر صلح واقع ہوئی اگر بدوں کسی نفع اٹھانے کے مر گیا تو صلح باطل ہو جائے گی اور مدعی اپنے دعویٰ کی طرف رجوع کرے گا اور اگر نصف نفع اٹھانے کے بعد مر گیا تو نصف میں صلح جائز اور نصف میں باطل ہو گی اور مدعی نصف دعویٰ کی طرف رجوع کرے گا یہ بالا جماع ہے اور نیز صاحب خدمت کو اختیار ہے کہ غلام کو اجرت پر دے دے کذا فی محیط السرخسی اور اگر مالک نے اس کو کرایہ پر لیا تو امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے یہ کافی میں ہے۔ اگر کسی دار میں دعویٰ کر کے ایک سال غلام کی خدمت کرنے پر صلح کر لی پھر مالک نے اس غلام کو آزاد کیا تو آزاد ہو جائے گا اور غلام کو خیار ہو گا کہ چاہے مصالح کی خدمت

کرے یا نہ کرے پس اگر اس نے خدمت کر دی تو صلح باطل نہ ہوگی اور اگر نہ کی تو باطل ہو جائے گی اور مابقی [1] کے واسطے پھر اپنے دعویٰ کی طرف رجوع کرے گا اور آزاد کرنے والا صاحب خدمت کے واسطے کچھ ضامن نہ ہوگا اور اگر صاحب خدمت نے اسے آزاد کیا تو آزاد نہ ہوگا اور اگر مالک نے غلام کو قتل کیا تو بھی مثل آزاد کرنے کی صورت کے ضامن نہ ہوگا اور جس قدر اس نے خدمت نہیں لی اس قدر کی صلح باطل ہو جائے گی اور اگر صاحب خدمت نے اسے قتل کیا تو قیمت کا ضامن ہوگا اور صلح ٹوٹ جائے گی یہ امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور اسی طرح اگر اس کو کسی اجنبی نے خطا سے قتل کیا اور مالک نے اس کی قیمت لے لی تو بھی یہی حکم ہے اور صلح ٹوٹ جانے پر مدعی اپنے دعویٰ کی طرف رجوع کرے گا یہ امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اور بعض نسخوں میں ہے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک صلح نہ ٹوٹے گی اور مالک کو اختیار ہے چاہے اس کو دوسرا غلام اس قیمت میں خرید دے یا مدعی اپنے دعویٰ کی طرف رجوع کرے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر مالک نے اس غلام کو جس کی خدمت کرنے پر صلح کی تھی کسی دوسرے کے ساتھ فروخت کیا تو بیع جائز نہیں ہے اور اگر مدعی نے اس کو فروخت کیا تو جیسے اس کا آزاد کرنا نہیں جائز ہے بیع بھی نہیں جائز ہے یہ محیط میں ہے اور بدل صلح میں اگر منقول ہو تو قبل قبضہ کے تصرف نہیں جائز ہے پس مدعی اس کو بیع و ہبہ وغیرہ نہیں کر سکتا ہے اور اگر بدل صلح عقار ہو تو شیخین کے نزدیک جائز ہے یہ بائع میں ہے۔ اگر کسی کے مقبوضہ دار پر دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کسی کپڑے یا حیوان معین پر یا کیلی یا وزنی معین پر صلح کر لی اور مدعی نے قبل قبضہ کے اس کو فروخت کرنا چاہا تو جائز نہیں ہے اور اگر کیلی و وزنی وصف کر کے ذمہ رکھی ہو تو قبضہ سے پہلے اس سے استبدال یعنی دوسری چیز بدل لینا جائز ہے لیکن اگر کیلی و وزنی ذمہ لی ہو اور اس سے کسی شے معین پر استبدال کیا اور بدوں قبضہ کے دونوں جدا ہو گئے تو صلح ثانی باطل نہ ہوگی اور اگر غیر معین ہو اور قبضہ سے پہلے جدا ہوئے تو صلح باطل ہوگی اس کو امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں ذکر کیا ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر عمداً خون سے کسی غلام پر صلح کی تو قبل قبضہ کے اس کا فروخت کرنا جائز ہے اور اگر دار کے دعویٰ سے کسی غلام پر صلح کر لی تو قبل قبضہ کے اس کی بیع ناجائز ہے کیونکہ یہ اپنے قبضہ میں آنے سے پہلے مبیع کا فروخت کرنا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کسی دار میں حق کا دعویٰ کیا اور دو غلاموں پر صلح کر لی اور مدعا علیہ نے ایک اس کو دے دیا اور دوسرا اس کے پاس ہی مر گیا تو مدعی کو اختیار ہے چاہے مقبوضہ غلام واپس کر دے اور اپنے دعویٰ کی طرف رجوع کرے یا اس کو رہنے دے اور باقی دوسرے غلام کے حصہ کے موافق دعویٰ کرے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی کی مقبوضہ زمین میں حق کا دعویٰ کیا اس نے دوسری زمین پر صلح کر لی اور مدعی کے قبضہ سے پہلے غرق ہو گئی تو مدعی کو اختیار ہے اگر چاہے تو صلح توڑ کر اسی زمین کی طرف رجوع کرے جس پر دعویٰ کیا تھا بشرطیکہ صلح باقرار ہوئی ہو۔ اور اگر صلح باانکار ہوئی ہے تو اس زمین کے دعویٰ کی طرف رجوع کرے اور اگر چاہے تو انتظار کرے یہاں تک کہ پانی اس زمین میں جذب ہو جائے پس اگر اس غرق سے زمین میں کچھ نقصان آ گیا ہے اور اس نے انتظار کیا تو مدعی کو خیار ہوگا خواہ صلح باقرار ہو یا باانکار ہو اور اگر غرق سے کچھ نقصان نہیں آیا ہے تو خیار نہ ہوگا اور اگر وہ زمین غرق ہوگی جس سے صلح کی تھی پس اگر صلح اقرار سے واقع ہوئی اور غرق سے زمین میں کچھ نقصان آ گیا ہے پس اگر اس وقت ہوئی کہ مدعی نے صلح کی زمین پر جا کر قبضہ کا قابو پا لیا ہے تو مدعا علیہ کو کچھ خیار نہ ہوگا اور اگر ہنوز اس نے زمین صلح پر جا کر قبضہ کا قابو نہیں پایا ہے کہ [2] مصالح عنہ زمین غرق ہو کر ناقص ہوئی تو مدعا علیہ کو خیار ہوگا اور اگر صلح انکار کے ساتھ واقع ہوئی ہے تو مدعا علیہ کو خیار نہ ہوگا خواہ صلح کی زمین پر مدعی نے قبضہ کا قابو پایا ہو یا نہ پایا ہو اور یہ بالاجماع سب ائمہ کے نزدیک ہے یہ محیط میں ہے۔ ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے مقبوضہ دار پر دعویٰ کیا

---

[1] جو کچھ کہ بیچ رہا ہو ۱۲ [2] مصالح عنہ وہ چیز کہ جس سے صلح واقع ہوئی ۱۲

پھر اس سے ہزار درم اور ایک سال تک غلام کی خدمت پر صلح کی پھر اس نے ہزار درموں اور غلام پر قبضہ کر لیا پھر خدمت کرنے سے پہلے وہ غلام مرگیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اپنے دعویٰ کی طرف کر لے پس اگر اپنے حق کے گواہ قائم کیے تو اس کا ہزار درم اور قیمت خدمت پر تقسیم ہوگا پس جو ہزار درم کے پڑتے ہیں پڑے وہ قابض کو ملے گا اور جو خدمت کے پڑتے ہیں پڑے وہ مدعی کو ملے گا اور اگر گواہ قائم نہ ہوئے تو ہزار درم اس کے سپرد رہیں گے اور حق خدمت باطل ہوگیا اور صلح صحیح رہی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر صلح اقرار سے واقع ہوا اور کچھ مصالح عنہ استحقاق میں لے لیا گیا تو مدعا علیہ بقدر حصہ استحقاق کے بدل صلح میں سے واپس لے گا اور اگر کل مصالح عنہ استحقاق میں لیا گیا تو کل بدل صلح واپس لے گا پھر مدعی کو اختیار ہے چاہے مستحق سے خصومت کرنے کی طرف رجوع کرے اور اگر بعض مصالح عنہ یا تہائی یا چوتھائی وغیرہ استحقاق میں لیا گیا تو بقدر اس کے مستحق سے چاہے خصومت کرے یہ غایۃ البیان میں ہے اور اگر صلح انکار یا سکوت سے واقع ہوئی اور مصالح عنہ استحقاق میں لیا گیا تو مدعی بدل صلح مدعا علیہ کو واپس کر کے مستحق کے ساتھ خصومت کرے گا اور اگر کچھ مصالح عنہ استحقاق میں لیا گیا تو بقدر اس کے حصہ کے واپس کرے اور اسی قدر میں مستحق سے خصومت کرے یہ کافی میں ہے۔

اگر مدعی نے نصف معین کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اس سے صلح کی پھر وہی نصف جس کا مدعی نے دعویٰ کیا تھا استحقاق میں لیا گیا ☆

ایک شخص نے نصف دار پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا اور قابض نے کسی قدر دراہم معلومہ پر اس سے صلح کر کے دراہم مدعی کو دے دیئے پھر نصف دار میں استحقاق ثابت ہوا پس اگر مدعی نے نصف دار شائع پر دعویٰ کیا تھا پس اگر یوں کہا تھا کہ نصف دار میرا ہے اور نصف مدعا علیہ کا ہے تو استحقاق کی صورت میں مدعا علیہ مدعی سے نصف بدل واپس لے گا اور اگر یوں کہا تھا کہ نصف میرا ہے اور باقی نصف میں نہیں جانتا ہوں کہ کس کا ہے یا اس نے کہا کہ نصف میرا ہے اور خاموش رہا پھر نصف دار غیر منقسم استحقاق میں لیا گیا تو مدعا علیہ مدعی سے کچھ بدل واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر مدعی نے کہا کہ نصف میرا ہے اور نصف فلاں شخص کا سوائے مدعا علیہ کے بیان کیا پھر مدعا علیہ نے اس سے صلح کی پھر نصف دار میں استحقاق ثابت ہوا تو مدعا علیہ مدعی سے کچھ بدل واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر مدعی نے نصف معین کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اس سے صلح کی پھر وہی نصف جس کا مدعی نے دعویٰ کیا تھا استحقاق میں لیا گیا تو مدعی سے بدل واپس لے گا اور اگر دوسرا نصف استحقاق میں لیا گیا تو کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر نصف غیر منقسم پر استحقاق ثابت ہوا تو نصف بدل مدعی سے واپس لے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر زید کے دار میں حق بلا بیان کا دعویٰ کیا اس نے کسی قدر درموں پر اس سے صلح کر لی اور دے دیئے پھر کسی قدر دار میں استحقاق ثابت ہوا تو کچھ بدل واپس نہ دے گا کیونکہ شاید اس کا حق استحقاق کے سوائے باقی میں ہو اور اگر کل دار استحقاق میں لیا گیا تو اپنے دراہم پر صلح واپس لے سکتا ہے یہ کافی میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے مقبوضہ دار میں نصف کا دعویٰ کیا اور باقی نصف کے حق میں کچھ نہ کہا اور قابض نے دعویٰ مدعی کا اقرار کیا اور سو درم پر اس سے صلح کر لی۔ پھر دوسرے شخص نے نصف دار کا دعویٰ کیا اور باقی نصف کی بابت کچھ نہ کہا اور مدعا علیہ نے اس کا بھی اقرار کیا اور اس کے ساتھ کسی قدر دراہم معلومہ پر صلح کر لی اور دے دیئے پھر نصف دار استحقاق میں لے لیا گیا تو مدعا علیہ دونوں سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر تین چوتھائی دار استحقاق میں لیا گیا تو دونوں سے نصف ہر ایک کا واپس لے گا۔ اسی طرح اگر مدعا علیہ نے دوسرے مدعی کے واسطے اقرار نہ کیا ہو لیکن اس نے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کئے اور قاضی نے اس کے نام ڈگری کر دی اور ہنوز اس نے قبضہ نہ کیا تھا کہ مدعا علیہ نے کسی قدر دراہم معلومہ پر اس سے صلح کی پھر یہ صورت واقع ہوئی کہ نصف دار کی قاضی نے مستحق کے نام ڈگری کر دی تو مدعا علیہ مدعی اوّل یا ثانی سے کچھ بدل صلح واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر مدعی نے موافق حکم قاضی کے نصف پر قبضہ کر لیا

پھر قابض دار نے اس مدعی ڈگری دار سے اس کا مقبوضہ خرید لیا پھر نصف دار میں استحقاق ثابت ہوا تو مدعا علیہ پہلے مدعی اور دوسرے مدعی سے نصف اس کا جوان کو دیا ہے واپس لے گا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے مقبوضہ دار میں دعویٰ کیا اس نے ایک غلام پر صلح کر لی پھر وہ غلام استحقاق میں لے لیا گیا تو مدعی اپنے دعویٰ کی طرف رجوع کرے گا اور یہ اس وقت ہوگا کہ مستحق اس صلح کی اجازت نہ دے اور اگر اس نے اجازت دے دی تو صلح جائز رہے گی اور وہ غلام مدعی کو دیا جائے گا اور مستحق اس کی قیمت مدعا علیہ سے لے لے گا اور اگر اجازت نہ دی اور غلام لے لیا تو صلح باطل ہو جائے گی اور مدعی اپنے دعویٰ کی طرف رجوع کرے گا پس اگر صلح اقرار سے واقع ہوئی ہو تو مدعا علیہ سے وہ چیز جس کا دعویٰ کیا ہے لے لے گا۔ اور اگر صلح با انکار یا با قرار ہوئی ہو تو اپنے دعویٰ کرنے کی طرف رجوع کرے گا اور اگر نصف غلام میں استحقاق ثابت ہوا اور لے لیا گیا تو مدعی کو خیار ہوگا چاہے باقی نصف پر راضی ہو کر نصف دعویٰ کی طرف رجوع کرے یا پورا غلام واپس کر کے تمام دعویٰ کی طرف رجوع کرے کذا فی شرح الطحاوی۔

قال المترجم[1] ☆

وینبغی ان یکون الرجوع علی ما فصل فی الفصل الاوّل۔

اگر بدل صلح میں مجلس صلح میں یا بعد افتراق کے استحقاق ثابت ہوا یا مدعی نے اس کو ستوق یا رصاص یا زیوف یا نبہرہ پایا پس اگر بدل صلح جنس دعویٰ سے ہو مثلاً ہزار درم کا دعویٰ کر کے سو درم پر صلح کی ہو تو مدعی بدل صلح کا مثل لے لے گا اور یہ سو درم کھرے ہوتے ہیں اور اصل دعویٰ کی طرف رجوع نہ کرے گا اور اگر بدل صلح جنس دعویٰ کے خلاف ہو مثلاً جو سو دینار کا دعویٰ کیا اور سو درم پر صلح واقع ہوئی تو یہ صلح معاوضہ ہے پس اگر استحقاق مجلس صلح میں ثابت ہو تو مثل بدل صلح کے واپس لے گا اور اگر بعد افتراق کے استحقاق ثابت ہوا تو مثل نہیں لے سکتا ہے بلکہ اصل دعویٰ کی طرف رجوع کرے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر زید پر ایک کر گیہوں ہوں اور اس سے ایک کر جو پر صلح کی اور دے دیا اور دونوں جدا ہو گئے پھر کر جو میں استحقاق ثابت ہوا اور لے لیا گیا تو صلح باطل ہو گئی اور بعد باطل ہونے کے مدعی اصل حق یعنی ایک کر گیہوں لے لے گا اور اگر ہنوز دونوں مجلس صلح میں موجود ہوں کہ ایک کر جو میں استحقاق پیدا ہوا تو اس کے مثل ایک کر جو لے لے گا اور اصل باقی رہے گی یہ محیط میں ہے اور اگر درموں سے[2] فلوس پر صلح کر کے قبضہ کر لیا پھر استحقاق میں لے گئے تو درم واپس لے گا کذا فی الحاوی۔ ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم اور ایک دار کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے سو دینار پر اس سے صلح کر لی پھر وہ دار مدعا علیہ کے قبضہ سے استحقاق میں لیا گیا تو مدعی سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر کسی نے دوسرے کے مقبوضہ دار میں حق کا دعویٰ کیا اور اس نے سو درم و ایک غلام پر صلح کر لی تو جائز ہے پس اگر غلام استحقاق میں لیا گیا تو غلام کی قیمت دیکھنی چاہئے اگر دو سو درم ہوں تو تہائی صلح باقی رہی اور دو تہائی ٹوٹ گئی پس دو تہائی دعویٰ کی طرف رجوع کرے گا اور اگر اس کی قیمت سو درم ہوں تو آدھی صلح ٹوٹ گئی پس آدھے دعویٰ کی طرف رجوع کرے گا اور اگر اسی مسئلہ میں مدعی نے مدعا علیہ کو ایک کپڑا بھی دیا ہو تو غلام کے استحقاق میں لئے جانے کی حالت میں جب کہ غلام کی قیمت سو درم ہو تو مدعا علیہ سے آدھا کپڑا واپس لے گا اور آدھے دعوے کی طرف رجوع کرے گا اور اگر مدعا علیہ کے قبضہ سے کپڑا استحقاقاً لیا گیا تو مدعا علیہ مدعی سے نصف غلام اور پچاس درم پھر اگر مدعی و مدعا علیہ میں اختلاف ہوا کہ مدعی نے کس قدر دار میں اپنے حق کا دعویٰ کیا ہے پس مدعی نے کہا کہ میں نے نصف دار کے حق کا دعویٰ کیا ہے اور دار کی قیمت مثلاً دو سو درم ہیں پس اس میں سے میرا حق سو درم ہے اور کپڑے کے سو درم ہیں پس میرا حق دار و کپڑے میں غلام و سو درم پر منقسم ہوا اور برابر تقسیم ہوا پس جب کپڑا استحقاق میں لیا گیا تو تجھ کو جو کچھ تو نے مجھے دیا ہے یعنی غلام و سو درم سے نصف واپس لینے کا

---

[1] مترجم کہتا ہے اور لائق یہ ہے کہ رجوع اس تفصیل پر ہو جو کہ فصل اوّل میں مذکور ہوئی ۱۲ [2] تانبے کا سکہ جس کو ہمارے عرف میں پیسا بولتے ہیں ۱۲

حق پہنچتا ہے اور مدعا علیہ نے کہا کہ نہیں بلکہ دار میں سے تیرا حق دسواں حصہ ہے اور اس کی قیمت بیس درم ہیں اور کپڑے کی قیمت سو درم ہیں اور اس کو غلام وسو درم پر تقسیم کرنے سے چھ حصے کئے جائیں گے پس بمقابلہ کپڑے کے غلام وسو درم کے پانچ چھٹے حصے پڑتے ہیں پس جب کپڑا استحقاق میں لیا گیا تو میں تجھ سے پانچ چھٹے حصے غلام وسو درم کے واپس لے سکتا ہوں پس اگر ایسا اختلاف واقع ہوا تو قسم سے مدعا علیہ کا قول قبول ہوگا اور وہ پانچ چھٹے حصے غلام وسو درم کے واپس لے گا یہ محیط میں ہے اور اگر اصل عقد نکاح میں مہر مقرر نہیں کیا لیکن مہر سے عورت کے ساتھ اس شرط سے صلح کر لی کہ یہ غلام اس کے مہر میں قرار دے یا بعد نکاح کے یہ مہر مقرر کیا پھر وہ غلام استحقاق میں لے لیا گیا تو عورت قیمت لے لے گی بخلاف اس کے اگر ہزار درم مہر مقرر کیا پھر ہزار درم سے ایک غلام پر صلح کر لی پھر وہ غلام استحقاق میں لیا گیا تو عورت اس سے ہزار درم لے لے گی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر دار کا دعویٰ ہوا اور دوسرے دار پر صلح واقع ہوئی اور ہر ایک نے دونوں میں عمارت بنائی تو دار مثل باندی کے اور عمارت مثل اولاد کے قرار دی جائے گی اس حکم میں کہ وقت استحقاق کے ہر واحد دوسرے سے اپنی عمارت کی قیمت مثل قیمت اولاد باندی کے لے لے گا اور ہر ایک ملتزم سلامت ہے۔ دو شخصوں نے ایک میدان میں اختلاف کیا ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا اور میرے قبضہ میں ہے تو بدوں گواہوں کے کسی کے نام ملک یا قبضہ کی ڈگری نہ ہوگی اور اگر ایک نے دوسرے کو بعوض ایک غلام کے سپرد کر دیا اور اس نے اس میں عمارت بنا کر سکونت اختیار کی پھر غلام میں استحقاق ثابت ہوا یا وہ آزاد نکلا تو صلح باطل ہوگئی اور ہر ایک اپنے دعویٰ کی طرف رجوع کرے گا اور مدعی کو اختیار نہیں ہے کہ اس کی عمارت کو توڑ ڈالے یا رہنے سے ممانعت کرے۔ جب تک کہ گواہوں سے اپنا دعویٰ ثابت نہ کرے اور اگر اس نے بعوض غلام کے اس سے خریدا ہو اور عمارت بنائی ہے پھر غلام استحقاق میں لیا گیا تو مشتری پر عمارت توڑ ڈالنے کے واسطے جبر کیا جائے گا یہ کافی میں لکھا ہے۔

اکیسواں باب ☆

متفرقات میں

امام وقت یا قاضی نے اگر شراب خوار سے کچھ مال لے کر معاف کر دینے کی شرط پر صلح کی تو جائز[1] نہیں ہے خواہ اس کے پکڑ کر پیش ہونے سے پہلے ہو یا پکڑے جانے اور پیش ہونے کے بعد واقع ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر اپنی عورت پر زنا کی تہمت لگائی یہاں تک کہ لعان واجب ہوا پھر اس عورت سے کسی قدر مال پر اس شرط سے صلح کی کہ اس سے لعان کا مطالبہ نہ کرے تو باطل ہے اور بعد قاضی کے سامنے پیش ہونے کے عفو کرنا بھی باطل ہے اور بعضوں نے کہا کہ جائز ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کی جورو سے زنا کیا اور شوہر کو معلوم ہوا اور اس نے دونوں کو ماخوذ کرنا چاہا پھر دونوں نے معاً اس سے صلح کی یا ایک نے صلح کی اس شرط سے کہ اس قدر درم معلومہ یا کوئی اور چیز لے لے اور دونوں سے عفو کر دے تو صلح باطل ہے مال واجب نہ ہوگا اور عفو کرنا بھی باطل ہے خواہ قاضی کے سامنے پیش ہونے سے پہلے ہو یا بعد ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اسی عورت نے جس کے ساتھ زنا کیا گیا ہے اس کے ساتھ صلح کی اور کچھ درموں پر اس کو دینے یا اس سے لینے پر صلح کی تو باطل ہے اور ہر ایک اپنا مال صلح واپس لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے اور جن صورتوں میں صلح جائز ہے اور قاضی نے چاہا تو قاضی کو چاہئے کہ خود صلح کرنے والا نہ بن جائے بلکہ درمیانی درجہ کے آدمیوں کے سپرد کرے اور قاضی کو چاہئے کہ حکم قضا میں جلدی نہ کرے بلکہ ان خصوم کو دو تین مرتبہ صلح کے

[1] کیونکہ حدود شرعیہ حقوق اللہ ہیں یہ حقوق عباد پس ان کے معاف کرنے کا بھی بندہ کو اختیار نہیں ہے ۱۲

واسطے واپس کر دے بشرطیکہ ان میں صلح باہمی ہو جانے کی امید ہو مثلاً سب کا میلان صلح کی طرف ہو اور لامحالہ حکم قاضی کے خواہش مند نہ ہوں لیکن اگر لامحالہ حکم قاضی کے طالب ہوں اور صلح سے منکر ہوں پس اگر وجہ قضا میں التباس ہو اور کھلی ہوئی ظاہر نہ ہو تو قاضی کو چاہئے کہ ان کو صلح کی طرف پھیرے اور اگر وجہ قضا کھلی ہوئی ظاہر ہو پس اگر خصومت دو اجنبیوں میں واقع ہو اور صلح سے منکر ہوں تو ان کو صلح کی طرف نہ پھیرے بلکہ دونوں میں فیصلہ کر دے اور اگر دو اہل قبیلہ یا اہل محارم میں جھگڑا ہو تو ان کو دو تین مرتبہ صلح کے واسطے پھیر دے اگرچہ صلح سے منکر ہوں یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر غنم میں دعویٰ کیا اور نصف پر صلح کر لی بشرطیکہ سال بھر تک تمام بچے مطلوب کے ہوں گے تو جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اگر طالب کے واسطے تمام بچوں کی شرط پر صلح کی تو بھی ناجائز ہے اور اگر صوف غنم پر اس شرط سے کی فی الحال کاٹ لے گا صلح کی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے بخلاف قول امام محمدؒ کے۔ اور بعض نے کہا کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بھی اسی صورت میں جائز ہے کہ جب کہ انہیں غنم کے صوف پر صلح کی ہو اور اگر دوسرے غنم کے صوف پر صلح کی ہو تو ناجائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر اس شرط سے صلح کی کہ اس کے تھن میں جو دودھ ہے یا اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ اسی کا ہے تو بالاتفاق نہیں جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی غلام میں کچھ دعویٰ کیا اور مدعا علیہ سے اس شرط سے صلح کی کہ اس گیہوں کے آٹے کی اس قدر رگونین دے یا اس بکری زندہ کا اتنے رطل گوشت دے تو یہ صلح جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اگر بھاگے ہوئے غلام پر صلح کی تو بھی جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے پر مال یا حق کا کسی شے میں دعویٰ کیا پھر اس سے کسی قدر مال پر صلح کر لی پھر ظاہر ہوا کہ مدعا علیہ پر یہ مال نہ تھا یا حق اس پر ثابت نہ تھا تو مدعا علیہ کو مال صلح کے واپس کر لینے کا حق حاصل ہو گا یہ خزانۃ الفتاویٰ میں ہے۔ اگر مدعی نے بعد صلح کرنے اور بدل صلح لے لینے کے کہا کہ میں اپنے دعویٰ میں مبطل تھا یعنی محق نہ تھا جھوٹا تھا تو مدعا علیہ کو اس سے بدل صلح واپس کر لینے کا اختیار ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص پر مال کا دعویٰ کیا اور اس سے کسی قدر مال پر صلح کر لی پھر یہ حق اس کا کسی دوسرے شخص پر ظاہر ہوا تو پہلے شخص سے جو بدل صلح لیا ہے اس کو واپس کر دے یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ میرے پچاس دینار اس کے قبضہ میں مال شرکت کے ہیں اور پچاس دینار اس پر قرض ہیں اور مدعا علیہ مال شرکت کا مقر ہے پھر دونوں نے باہم پچاس دینار پر صلح کر لی تو حصہ شرکت میں صحیح نہیں ہے اور حصہ قرض میں صحیح ہے اور اگر مدعا علیہ نے مال شرکت سے انکار کیا پھر دونوں نے صلح کر لی تو یہ صلح حصہ شرکت و قرض دونوں میں صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر کوئی دار کسی شخص کے قبضہ میں ہو وہ کہتا ہے کہ مجھے یہ دار فلاں شخص نے صدقہ دیا اور میں نے قبضہ کر لیا ہے ☆

مطلوب نے اگر طالب کا حق ادا کر دیا اور طالب انکار کر گیا اور کسی قدر مال پر صلح کی تو ظاہر میں صلح جائز ہے مگر باطن میں فیما بینہ و بین اللہ طالب کو یہ مال صلح لینا حلال نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر کوئی دار کسی شخص کے قبضہ میں ہو وہ کہتا ہے کہ مجھے یہ دار فلاں شخص نے صدقہ دیا اور میں نے قبضہ کر لیا ہے اور فلاں شخص کہتا ہے کہ میں نے تجھے ہبہ کیا تھا اور میں چاہتا ہوں کہ واپس لوں پھر دونوں نے اس شرط سے صلح کر لی کہ سو درم لے کر صدقہ میں قابض کے سپرد کرے تو جائز ہے اور پھر بعد صلح کے اس کو رجوع کرنے کے مجال نہ ہو گی اسی طرح اگر قابض دار نے اقرار کیا کہ یہ ہبہ ہے اور واہب نے رجوع کرنا چاہا پھر سو درم پر اس شرط سے کہ وہ دار قابض کے سپرد کر دے صلح کر لی تو جائز ہے اور اگر مالک دار نے ہبہ و صدقہ سے انکار کر کے اپنا دار لینا چاہا پھر دونوں نے ایک کپڑے پر اس شرط سے صلح کی کہ قابض یہ کپڑا اس کو دے دے بشرطیکہ مالک موافق دعویٰ قابض کے صدقہ میں یہ دار اس کے سپرد کر دے تو جائز ہے اور اگر دونوں نے یوں صلح کی کہ یہ دار دونوں میں برابر نصف نصف رہے بشرطیکہ قابض سو درم مالک کو دے تو جائز ہے۔ اگر کوئی شخص غلام کا قابض ہو اور زید نے دعویٰ کیا کہ مجھے اس نے یہ غلام صدقہ دے کر قبضہ کرا دیا تھا اور قابض نے اس سے انکار کیا پھر

قابض نے غلام کے فدیہ میں ایک کپڑا اس کو دے کر اس شرط سے صلح کی کہ اپنے دعویٰ سے بری ہو جائے تو جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ دس سے پانچ پر صلح کی پھر دونوں نے صلح توڑ دی تو نہ ٹوٹے گی کذافی القنیہ۔ نوادر ابن سماعہ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ہزار درم کو ایک غلام فروخت کر کے ثمن پر قبضہ کر لیا اور غلام مشتری کو نہ دیا اور ایک شخص مشرق کے واسطے اس امر کا ضامن ہو گیا تھا کہ میں غلام تیرے سپرد کروں گا اور مشتری نے غلام طلب کیا پس ضامن نے مشتری سے اس شرط سے صلح کی کہ ثمن مشتری کو واپس دے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ جائز ہے اور وہ ثمن جو بائع نے قبضہ کر لیا ہے اس کا ہو گا اور یہ غلام ضامن کا ہو گا اور امام ثانی نے فرمایا کہ کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر کسی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے میرے ہاتھ یہ غلام اپنا جو اس کے قبضہ میں ہے ہزار درم کو فروخت کیا ہے اور قابض غلام نے انکار کیا پھر مدعی کے دعویٰ سے اس شرط سے صلح کر لی کہ ثمن مدعی کو واپس دے اور مدعی نے ثمن پر قبضہ کر لیا پھر مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ بیع واقع ہوئی تھی تو غلام اسی کو ملے گا اور ثمن مدعی کو ملے گا یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے قرضہ سے ایک غلام پر صلح کر لی حالانکہ قرض دار مقر ہے اور اس نے غلام پر قبضہ کر لیا تو اس کو قرضہ پر مرابحۃً فروخت کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ زید کے عمرو پر ہزار درم ہیں اور عمرو نے اس کے آدھے بوجہ صلح زید کو دیئے اور صلح کا لفظ نہ کہا پھر واپس لینے چاہے تو واپس لے سکتا ہے اور اگر کوئی شے عروض میں سے دی ہو تو واپس نہیں لے سکتا ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔ کفیل بالنفس نے اگر مال پر اس شرط سے صلح کی کہ اس کو کفالت سے بری کر دے تو صلح باطل ہے اور آیا کفالت باطل ہو گی یا نہیں اس میں دو روایتیں آئی ہیں ایک روایت کے موافق ساقط ہو جائے گی کذافی البدائع اسی پر فتویٰ دیا جائے کذافی الذخیرہ۔

كتاب المضاربة

اِس کتاب میں تیس ابواب ہیں

باب اوّل☆

مضاربت کی تفسیر' رکن' شرائط اور احکام کے بیان میں

شرعاً ایک طرف سے مال اور دوسری طرف سے عمل کے ساتھ نفع میں شریک ہونے کے عقد کو مضاربت کہتے ہیں پس اگر باوجود ایک طرف سے مال اور دوسری طرف سے عمل ہونے کے نفع میں شرکت نہ ہو بلکہ کل نفع کی رب المال کے واسطے شرط ہو تو یہ بضاعت ہوگی اور اگر کل مضارب کے واسطے شرط ہو تو قرض ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ پس اگر مضارب نے اس شرط پر مال اپنے قبضہ میں لیا اور بعد قبضہ کے ہنوز کوئی کام نہیں کیا تھا کہ اس کو کچھ نفع ملا یا اس نے گھٹی اُٹھائی یا مال تلف ہو گیا تو نفع مضارب کا ہوگا اور گھٹی اور تلف ہونا بھی اسی پر رہے گا یہ محیط میں ہے اور مضاربت کا رکن ایجاب و قبول ہے اور یہ ایجاب و قبول ایسے الفاظ سے جو مضاربت پر دال ہوں جیسے لفظ مضاربت و مقارضہ و معاملہ وغیرہ اور ایسے الفاظ جو اس معنی پر دلالت کرتے ہوں مثلاً رب المال یوں کہے کہ یہ مال مضاربت اس شرط سے لے کہ اس میں اللہ تعالیٰ جو نفع سے روزی یا رزق دے وہ ہم دونوں میں آدھی یا تہائی یا چوتھائی وغیرہ اجزائے معلومہ پر ہے یا اسی طور سے کہا کہ مقارضۃً یا معاملۃً لے اور مضارب نے اس کے قول کے بعد کہا کہ میں راضی ہوں یا میں نے قبول کیا یا اس کے مثل تو رکن مضاربت کے تمام ہو جائیں گے یہ بدائع میں لکھا ہے۔

اگر یوں کہا کہ یہ ہزار درم لے اور آدھے یا تہائی یا دسویں حصہ پر کام کر یا یہ ہزار درم لے اور اس کے کوئی چیز خرید پس جو ملک سے بڑھتی ہو ادھیاؤ ہے اس سے زیادہ کچھ نہ کہا یا کہا کہ یہ مال آدھے پر یا آدھے کے ساتھ اور اس سے زیادہ نہ کہا تو استحساناً جائز ہے اور اگر یوں کہہ دیا کہ اس مال کے ساتھ کام کر اس شرط سے کہ جو اللہ تعالیٰ رزق دے یا جو بڑھے وہ ہم دونوں میں مشترک رہے تو مضاربت قیاساً و استحساناً جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر کہا کہ یہ ہزار درم لے اس کے عوض ہروی کپڑا آدھے پر خرید دیا کہا کہ اس کے عوض غلام آدھے پر خرید تو یہ فاسد ہے اور جو چیز اس کے عوض خرید دے گا وہ رب المال کی ہوگی اور مضاربت کو اجر المثل ملے گا یعنی جو ایسے کام کی اجرت ہوئی ہے دی جائے گی اور جو خریدا ہے اس کو بدوں حکم رب المال کے فروخت نہیں کر سکتا ہے اور اگر بلا حکم فروخت کیا تو مثل بیع فضولی کے اس کا حکم ہے کہ بدوں اجازت رب المال کے جائز نہ ہوگی اور اگر خریدی ہوئی چیز اس نے فروخت کی اور وہ تلف ہو گئی یا مشتری سے واپس لینے پر قادر نہ ہوا تو اس چیز کے فروخت کے روز کی قیمت کا ضامن ہوگا اور جس ثمن کو فروخت کی ہے وہ مضارب کا ہوگا پس اگر اس ثمن میں اس قیمت سے جو ڈانڈ دی ہے کچھ زیادتی ہو تو اس کو صدقہ کرے اور اگر رب المال نے مضارب کے بیع کی اجازت دے دی پس اگر مبیع بعینہٖ قائم ہو تو بیع نافذ ہوگی اسی طرح اگر اس کا قائم ہونا یا تلف ہونا کچھ نہ معلوم ہو تو بھی نافذ ہوگی اور ثمن رب المال کو تمام حلال ہوگا اس میں سے کچھ صدقہ نہ دے جیسا کہ ابتداء میں بیع کے واسطے حکم دینے کی صورت میں ہے۔ اور اگر اجازت دینے کے وقت مبیع کا تلف ہو جانا معلوم ہو تو اس کی اجازت باطل ہے اور جب اجازت باطل ہوئی تو

مضارب اس کی قیمت کا جو بیع کے روز تھی ضامن ہوگا اور ثمن مضارب کا ہوگا اگر اس میں قیمت سے زیادہ ہو تو زیادتی صدقہ کر دے یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اگر یوں کہا کہ یہ ہزار درم مضاربت لے اور ان کے عوض ہروی کپڑے آدھے پر خرید یا غلام آدھے پر خرید آیا یہ مضاربت جائز ہے یا نہیں اس کی کوئی روایت کسی کتاب میں نہیں ہے

فقیہ ابو بکر محمد بن عبد اللہ بلخیؒ ☆

فرماتے ہیں: کہ یہ جائز نہ ہونا چاہئے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

مضاربت کے شرائط☆

صحیح بہت ہیں کذا فی النہایہ۔ از اں جملہ راس المال میں درم و دینار ہوں امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اور فلوس رائجہ ہوں امام محمدؒ کے نزدیک حتی کہ اگر راس المال مضاربت میں سوائے درم و دینار و فلوس کے ہوئے تو بالاجماع مضاربت نہیں جائز ہے اور اگر راس المال میں فلوس ہوں تو شیخینؒ کے نزدیک ناجائز اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے کذا فی المحیط اور فتویٰ سے پرے ہے۔ کہ جائز ہے تاتارخانیہ میں کبریٰ سے نقل ہے اور اگر سونا و چاندی سکہ معروبہ نہ ہو تو روایت الاصل بموجب جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور کبریٰ میں ہے کہ تبر سے مضاربت میں دو روایتیں ہیں پس جن مقامات میں تبر کا رواج مثل اثمان کے ہے یعنی درم و دینار و فلوس سے طور پر رواج ہے وہاں مضاربت جائز ہے یہ تاتارخانیہ اور مبسوط و بدائع میں ہے اور مضاربت دراہم نبہرہ و زیوف کے ساتھ جائز اور ستوقہ کے ساتھ ناجائز ہے اور اگر ستوقہ رائج ہوں تو مثل فلوس کے ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

درموں کے وصف و مقدار میں قسم سے مضارب کا قول قبول ہوگا☆

اگر مضارب کو کوئی غلام یا عرض دیا اور کہا کہ اس کو فروخت کر کے دام وصول کر کے اس میں مضاربت کر اس نے درم یا دینار سے فروخت کر کے مضاربت کی تو جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر ہزار درم قیمت کا غلام سو درم میں فروخت کیا اور مضاربت کی تو امام اعظمؒ کے نزدیک سو درم میں یہ مضاربت جائز ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اگر اس غلام کو کسی کیلی یا وزنی چیز کے عوض فروخت کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک بیع جائز ہے اور مضاربت فاسد ہوگی کیونکہ کیلی وزنی راس المال سے مضاربت نہیں جائز ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ میرا غلام مضاربت کے طور پر لے اس شرط پر کہ میرا راس المال اسی کی قیمت ہے تو مضاربت فاسد ہے اور اگر کہا کہ میرے واسطے ایک غلام اُدھار خرید اور پھر اس کو فروخت کر کے اس کے ثمن سے مضاربت کر اس نے غلام خریدا اور اس کو نقدی کے عوض بیچا پھر مضاربت کی تو جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ازانجملہ یہ ہے کہ راس المال عقد کے وقت معلوم ہوتا کہ ثانی الحال میں دونوں میں جھگڑا نہ پڑے اور اس کا معلوم ہونا یا تسمیہ سے یا اشارہ سے ہوتا ہے کیونکہ امام محمدؒ نے ذکر فرمایا ہے کہ اگر ایک نے دوسرے کو کچھ درم دیئے کہ دونوں میں سے کوئی ان کا وزن نہیں جانتا ہے تو یہ جائز ہے کیونکہ وقت عقد کے اگرچہ تسمیہ راس المال کا کہ اتنے ہیں پایا نہ گیا لیکن وقت عقد کے راس المال کی طرف اشارہ پایا گیا ہے کذا فی المحیط۔ اور ان درموں کے وصف و مقدار میں قسم سے مضارب کا قول قبول ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے ازانجملہ یہ ہے کہ راس المال نقد عین ہو دین نہ ہو کہ دیون سے مضاربت نہیں جائز ہے حتی کہ اگر کسی کے دوسرے پر ہزار درم قرضہ ہوں اور صاحب قرضہ نے قرض دار کو حکم دیا کہ ان سے مضاربت کرے تو نہیں جائز ہے کذا فی النہایہ اور یہ بالاجماع ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر اس حکم کے بعد قرض دار نے ہزار درم قرضہ کے عوض کوئی چیز خریدی اور فروخت کر کے نفع یا نقصان اُٹھایا تو نفع اور نقصان اسی پر ہوگا اور قرض خواہ کا قرضہ اس پر بحالہ باقی رہے گا اور یہ قول امام اعظمؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جو خرید و فروخت کی وہ قرض خواہ پر جائز ہوگی اور نفع و نقصان اسی کا ہوگا اور قرض دار قرضہ

سے بری ہو جائے گا اور اس کا اجر المثل قرض خواہ پر ثابت ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر زید کا قرضہ عمرو پر ہو اس نے بکر سے کہا کہ میرا مال عمرو سے وصول کر لے پس اس سے مضاربت کو جائز ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر زید کا عمرو پر ہزار درم قرضہ ہو اس نے بکر سے کہا کہ میرا قرضہ عمرو سے وصول کر کے اس سے مضاربت کو اس نے ہزار میں سے تھوڑا وصول کر کے مضاربت کی تو جائز ہے اور اگر یوں کہا کہ میرا قرضہ عمرو سے وصول کر لے پھر اس سے مضاربت کر یا پس اس سے مضاربت کر اس نے تھوڑا وصول کر کے مضاربت کی تو جائز نہیں ہے اور ایسے ہی اگر کہا کہ میرا قرضہ وصول کر لے تاکہ اس سے مضاربت کرے یا اس سے مضاربت کر۔ تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر رب المال نے غاصب یا مستودع یا مستبضع سے کہا کہ جو تیرے پاس ہے اس میں آدھے پر مضاربت کر تو امام ابو یوسفؒ اور حسن بن زیاد کے نزدیک جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے فتاویٰ رشید الدین میں ہے کہ اگر اپنے قرض دار سے یوں کہا کہ جو میرا قرضہ تجھ پر ہے وہ خالد کو دے دے تاکہ خالد اس سے کپڑے خرید کر فروخت کرے اس شرط سے کہ جو نفع حاصل ہو وہ ہم دونوں میں برابر تقسیم ہو اور قرض دار نے دے دیا تو بطور مضاربت کے صحیح ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ ازانجملہ یہ ہے کہ راس المال مضارب کے سپرد ہو اس میں رب المال کا کچھ قبضہ نہ ہو پس اگر دونوں نے یہ شرط لگائی کہ مضارب کے ساتھ رب المال بھی عمل کرے تو مضاربت فاسد ہوگی خواہ مالک عاقد ہو یا غیر عاقد ہو مثل باپ یا وصی کے اگر دونوں نے مال صغیر کو مضاربت پر دیا اس شرط سے کہ صغیر اس کے ساتھ کام کرے تو فاسد ہے یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر مضارب نے اس طور سے عمل کیا تو مضاربت فاسد ہے لیکن مضارب کو اپنے کام کے مثل مزدوری ملے گی کہ وہ باپ یا وصی پر واجب ہوگی کہ پھر دونوں اس کو صغیر کے مال سے ادا کریں گے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اگر دو شریک متفاوض یا دو شریک عنان میں سے ایک نے کسی کو مال مضاربت دیا اور مضارب کے ساتھ اپنے شریک کے کام کرنے کی شرط کی تو صحیح نہیں ہے یہ حاوی میں ہے۔

اگر عاقد مضاربت کے مال کا مالک نہ ہو اور اسے اپنے کام کرنے کی مضاربت کے ساتھ شرط کی پس اگر وہ عاقد ایسا ہو کہ خود اس کو مضاربت کے طور پر لینا ناجائز ہو تو جائز ہے جیسے باپ یا وصی کہ اگر ان دونوں نے نابالغ کا مال مضاربت پر دیا اور اپنے کام کرنے کی مضارب کے ساتھ کسی قدر نفع پر شرط کی تو مضاربت جائز ہے اور اگر مضاربت کا عقد کرنے والا ایسا ہو کہ خود وہ مال بطور مضاربت کے نہیں لے سکتا ہے اور نفع کے کسی حصہ پر اپنے واسطے مضارب کے ساتھ کام کرنے کی شرط لگائی تو عقد فاسد ہوگا۔ جیسے غلام ماذون نے کسی کو مال مضاربت دیا اور شرط کی کہ خود مضارب کے ساتھ کام کرے گا تو فاسد ہے۔ اگر ماذون نے اپنے مولیٰ کے واسطے مضارب کے ساتھ کام کرنے کی شرط کی حالانکہ ماذون پر قرضہ نہیں ہے تو بھی مضاربت فاسد ہے اور اگر ماذون پر قرضہ ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی کو مال مضاربت دینے کے واسطے وکیل کیا پس وکیل نے مضارب کو مال مضاربت کے واسطے دیا اور اپنے واسطے کسی قدر نفع معلوم پر مضاربت کے ساتھ کام کرنے کی شرط کی تو فاسد ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور مکاتب نے اگر کسی کو مال مضاربت کے واسطے دیا اور اپنے مولیٰ کے مضارب کے ساتھ کام کرنے کی شرط لگائی تو مطلقاً جائز ہے کیونکہ وہ مثل اجنبی کے ہے خواہ مکاتب پر قرضہ ہو یا نہ ہو کذا فی التبیین۔ پس اگر کچھ کام کرنے سے پہلے مکاتب عاجز ہوا حالانکہ اس پر کچھ قرضہ نہیں ہے تو مضاربت فاسد ہو جائے گی پھر اگر اس کے بعد دونوں نے کوئی چیز خریدی یا فروخت کی اور نفع اٹھایا تو کل نفع رب المال کا ہوگا اور مضارب کو اس کے کام کی کچھ مزدوری نہ ملے گی اور اگر دونوں نے مال سے کوئی باندی خریدی پھر مکاتب عاجز ہوا یعنی مال کتابت نہ کر سکا پھر دونوں نے اس کو بعوض ایک غلام کے فروخت کیا پھر دونوں نے غلام کو چار ہزار درم کو فروخت کیا تو مولیٰ اس میں سے راس المال پورا لے لے گا اور جو باقی رہے گا دونوں میں موافق شرط کے تقسیم ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی کو ہزار

درم مضاربت پر دیئے اور کہہ دیا کہ اس میں اپنی رائے سے کام کر تو مضارب کو اختیار ہو گیا کہ کسی دوسرے کو مضاربت کے واسطے دے دے پس اگر اس نے دوسرے مضارب کو اس شرط سے دیا کہ خود اس کے ساتھ کام کرے یا رب المال اس کے ساتھ کام کرے تو دوسری مضاربت فاسد ہو گی اور نفع جو حاصل ہو وہ پہلے مضارب اور رب المال میں موافق اس شرط کے تقسیم ہوگا جو شرط کہ مضاربت اوّلی میں قرار پائی ہو اور رب المال کو کچھ مزدوری نہ ملے گی۔ اگرچہ اس نے کام کیا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور دوسرے مضارب کو اجر المثل ملے گا یعنی اس کے مثل کام کی جو مزدوری ہوتی ہے۔ وہ ملے گی یہ محیط سرخسی میں ہے از انجملہ یہ ہے کہ نفع میں سے مضارب کا حصہ ایسے طور سے معلوم ہو کہ نفع میں شرکت منقطع نہ ہو کذا فی المحیط۔ پس اگر یوں کہا کہ اس نفع پر سو درم زائد یا آدھے و تہائی وغیرہ نفع کے ساتھ دس درم کی شرط لگائی تو مضاربت صحیح نہ ہو گی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر مضارب کے واسطے آدھے یا تہائی مال کا نفع شرط کیا تو مضاربت جائز ہے اور اگر کسی کے واسطے راس المال سے سو درم غیر متعین کا نفع شرط کیا تو جائز ہے اور اگر کسی کے واسطے سو درم کا نفع یا اس نصف راس المال کا نفع شرط کیا یعنی معین نصف کا نفع شرط کیا تو مضاربت فاسد ہے اور اگر کسی کے واسطے نصف نفع سوائے دس درم کے یا تہائی نفع سوائے پانچ درم کے شرط کیا تو مضاربت فاسد ہے۔

قال المترجم ☆

یعنی نصف یا ثلث وغیرہ کسی جزو معلوم نفع میں سے کچھ استثناء کیا تو فاسد ہے۔ فافہم۔

از انجملہ یہ ہے کہ جو مضارب کے واسطے مشروط ہے وہ راس المال سے نہ ہو حتیٰ کہ اگر راس المال میں سے یا راس المال و نفع میں سے اس کے لیے کچھ شرط کر دیا تو مضاربت فاسد ہو گی یہ محیط سرخسی میں ہے اور مضاربت میں شروط فاسدہ بھی ہیں مجملہ ان کے بعض ایسی ہیں کہ مضاربت کو باطل کرتی ہیں اور بعض ایسی ہیں کہ مضاربت کو باطل نہیں کرتی ہیں بلکہ خود باطل ہو جاتی ہیں۔ اگر رب المال نے مضارب سے کہا کہ تجھ کو تہائی نفع ملے گا اور دس درم ہر مہینہ میں کہ تو مضاربت کا کام کرے تو مضاربت جائز ہے اور شرط باطل ہے یہ نہایہ میں ہے۔ پس اگر اس نے اس شرط پر کام کیا اور نفع اٹھایا تو نفع موافق شرط کے تقسیم ہوگا اور اس میں مضارب کو کچھ مزدوری نہ ملے گی۔ اسی طرح اگر اس مزدوری کی اپنے کسی غلام کے واسطے جو اس کے ساتھ مضاربت کا کام کرتا ہے شرط کی یا کسی دوکان کے کرایہ کے واسطے شرط کی جس میں خرید و فروخت کرتا ہے تو بھی نفع موافق شرط کے ہے اور غلام مضارب کو یا کرایہ مکان کے واسطے کچھ نہ ملے گا اور وہ غلام جس کے واسطے مضارب نے مزدوری شرط کی ہے۔ قرض دار ہو یا مضارب کا مکاتب ہو یا اس کا بیٹا یا باپ ہو تو موافق شرط کے جائز ہے اور جس نے مضارب کے ساتھ راس المال میں ان لوگوں میں سے کام کیا اس کو موافق شرط کے دس درم ماہواری ملیں گے اور اگر یہ شرط کی کہ رب المال کا غلام مضارب کے ساتھ دس درم ماہواری پر کام کرے تو شرط فاسد ہے اور تمام نفع رب المال اور مضارب میں موافق شرط کے تقسیم ہوگا اور اگر رب المال کے غلام پر قرضہ ہو اور اس کے واسطے یہ شرط لگائی یا اپنے بیٹے یا مکاتب کے واسطے یہ شرط کی تو جائز یہ مبسوط میں ہے۔

اگر آدھے کی مضاربت پر ہزار درم مضارب کو اس شرط سے دیئے کہ رب المال ایک سال تک اپنی زمین مضارب کو دے تا کہ اس میں وہ اپنی زراعت کرے یا کوئی دار اس کو دے کہ وہ اس میں رہے تو شرط باطل اور مضاربت جائز ہے اور اگر مضارب نے رب المال کے واسطے اس طور سے زمین یا دار دینے کی شرط کی تو مضاربت فاسد ہو گی یہ نہایہ میں ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر اپنا مال مضاربت پر اس شرط سے دیا کہ مضارب رب المال کے گھر یا اپنے گھر میں خرید فروخت کرے تو جائز ہے اور اگر یہ شرط کی کہ مضارب رب المال کے دار یا اپنے دار میں سکونت کرے تو نہیں جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ امام قدوری نے فرمایا کہ جو شرط

نفع میں بموجب جہالت یا قطع شرکت ہو تو وہ موجب فساد مضاربت ہے اور جو شرط ان باتوں کو موجب نہیں ہے وہ مضاربت کے فاسد ہونے کی بھی موجب نہیں ہے مثلاً یوں شرط کریں کہ وضیعہ دونوں پر رکھی جائے یعنی بیچ کی گھٹی دونوں پر پڑے یہ ذخیرہ میں ہے۔

مضاربت ☆

مضاربت کا حکم یہ ہے کہ مضارب اوّل میں امین ہوتا ہے اور کام شروع کرنے میں وکیل ہو جاتا ہے اور جب اس نے نفع حاصل کیا تو شریک ہے اور جب مضاربت فاسد ہو تو وہ اجیر ہے یعنی مزدور ہے اور اگر رب المال کی مخالفت کی یعنی جو وقت عقد کے قرار پایا ہے اس میں خلاف کیا تو غاصب ہے اگرچہ بعد کو اسے اجازت حاصل ہو جائے اور اگر کل نفع رب المال کے لیے شرط کیا تو بضاعت ہے اور اگر کل نفع مضارب کے لیے شرط کیا تو قرض ہے ہکذا فی الکافی مضارب نے اگر مضاربت فاسدہ میں کام اور نفع اٹھایا تو تمام نفع رب المال کو ملے گا اور مضارب کو اس کے کام کے مثل مزدوری ملے گی لیکن[1] مسمی سے زیادہ نہ ملے گی یہ قول امام ابو یوسفؒ کا ہے اور اگر نفع نہ اٹھایا تو مضارب کو اجر مثل ملے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور یہی حکم ظاہر الروایت ہے کذا فی المحیط اور اگر مضاربت صحیحہ اور مضارب نے کچھ نفع نہ اٹھایا تو اس کو کچھ نہ ملے گا اور اگر مضاربت فاسدہ میں مضارب کے پاس مال تلف ہو گیا تو مضارب ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اس کو اپنے کام کا اجر مثل یعنی اس کام کی سی مزدوری ملے گی کذا فی المبسوط۔

دوسرا باب ☆

ان مضاربتوں کے بیان میں جن میں بدوں صریح نفع کے ذکر کرنے کے مضاربت جائز ہے اور جن میں نہیں جائز ہے اور ان شرطوں کے بیان میں جو ایسی مضاربت میں جائز ہیں اور جو نہیں جائز ہیں

اگر رب المال نے مضارب سے کہا کہ اس شرط پر مضاربت کر کہ جو نفع اللہ تعالیٰ روزی کرے[2] وہ ہم دونوں میں مشترک ہو تو جائز ہے اور نفع دونوں کو برابر تقسیم ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر ہزار درم مضاربت میں اس کو دے کر کہا کہ اس شرط سے کہ ہم دونوں نفع میں شریک ہیں اور مقدار بیان نہ کی تو مضاربت جائز ہے اس لیے کہ مطلق شرکت برابری چاہتی ہے۔ اسی طرح اگر اس کو مال دیا اور کہا کہ اس میں میری شرکت کے ساتھ مضاربت کر اور اس سے زیادہ نہ کہا تو یہ مضاربت جائز ہے اور نفع برابر تقسیم ہوگا اور اگر کہا کہ اس شرط سے کہ مضارب کی کچھ شرکت یا شرکت ہے یا شرک ہے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دونوں یکساں ہیں اور نفع برابر تقسیم ہوگا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ مضاربت فاسد ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کو ہزار درم مضاربت کے واسطے اس شرط سے دیئے کہ جو فلاں شخص فلاں مضارب کے واسطے نفع مقرر کیا ہے وہی ہم دونوں میں ہے پس اگر رب المال و مضارب کو فلاں شخص کا فلاں مضارب کے واسطے نفع مقرر کرنا معلوم ہے تو مضاربت جائز ہے اور اگر دونوں نہیں جانتے ہیں تو نہیں جائز ہے اسی طرح اگر ایک جانتا ہے دوسرا نہیں جانتا ہے تو بھی فاسد ہے یہ محیط میں ہے اور اگر ہزار درم مضاربت میں اس شرط سے دیئے کہ مضارب کا جو جی چاہے نفع رب المال کو دے تو یہ فاسد ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر مضاربت میں یہ شرط لگائی کہ مضارب کو تہائی یا چھٹا حصہ نفع میں

---

[1] قولہ مسمی یعنی بر تقدیر مضاربت کے جو مقدار ان کے لیے ٹھہری ہے ۱۲ [2] واضح ہو کہ دونوں میں باہم میں یا ہمارے درمیان ایسے الفاظ جب مطلق ہوں تو برابری کی شرکت ہے ۱۲

ملے گا۔ یا رب المال کو تہائی یا چھٹا حصہ نفع ملے گا تو بھی فاسد ہے کیونکہ اس نے دونوں حصوں میں سے کوئی مبہم حصہ مقرر کیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کو ہزار درم مضاربت پر اس شرط سے دیئے کہ مضارب کو تہائی نفع ملے گا یا کہا کہ نصف ملے گا اور رب المال کے واسطے کچھ تعرض نہ کیا تو مضاربت جائز ہے اور مضاربت کو موافق شرط کے دے کر باقی رب المال کو ملے گا اور اگر کہا کہ رب المال کو نصف ملے گا یا تہائی ملے گا اور مضارب کے واسطے کچھ بیان نہ کیا تو بھی استحسانا جائز ہے اور رب المال کا حصہ نکال کر باقی مضارب کو دیا جائے گا۔ یہ محیط میں ہے اور اگر رب المال نے مضارب سے یہ شرط کی کہ میرے لیے نصف نفع اور تجھ کو تہائی ملے گا تو مضارب کو تہائی نفع دے کر باقی رب المال کو دیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر مضارب میں کچھ نفع کی کسی غیر شخص کے واسطے شرط لگائی کہ وہ مضارب یا رب المال نہیں ہے پس اگر اس اجنبی کے حق میں مضاربت کے کام کرنے کی شرط ہے تو مضاربت جائز ہے اور شرط جائز ہے اور رب المال ایسا ہوگا کہ گویا اس نے دو شخصوں کو مال مضاربت دیا ہے اور اگر اجنبی کے کام کرنے کی شرط نہیں ہے تو مضاربت جائز ہے اور شرط غیر جائز ہے اور جس قدر حصہ اجنبی کے واسطے شرط کیا تھا وہ مسکوت عنہ قرار دیا جائے گا پس رب المال کو ملے گا اور اگر کچھ نفع کی رب المال یا مضارب کے غلام کے واسطے شرط کی پس اگر غلام کا کام کرنا شرط ہے تو ہر حال میں مضاربت اور شرط دونوں جائز ہیں اور اگر کام کرنا شرط نہیں ہے پس اگر غلام پر قرضہ نہ ہو تو شرط صحیح ہے۔ خواہ غلام مضارب کا ہو یا رب المال کا اور اگر غلام پر قرضہ ہو پس اگر مضارب کا غلام ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک شرط صحیح نہیں ہے اور یہ نفع مشروط مثل مسکوت عنہ کے ہوگا۔ پس رب المال کو ملے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک شرط صحیح ہے اس کو وفا کرنا واجب ہے اور اگر غلام رب المال کا ہو تو بلا خلاف مشروط رب المال کا ہوگا اور اگر کسی ایسے شخص کے واسطے کچھ نفع میں سے دینے کی شرط کی جس کے حق میں مضارب دیا رب المال کی گواہی مقبول نہیں ہوتی ہے جیسا بیٹا جورو و مکاتب وغیرہ ان کے مانند تو اس کا حکم وہی ہے جو اجنبی کے واسطے کسی قدر نفع کی شرط کرنے میں مذکور ہوا ہے اور اگر بعض نفع کی مضارب کے قرضہ یا رب المال کے قرضہ ادا کرنے کے واسطے شرط کی تو جائز ہے۔ اور جس کے قرضہ ادا کرنے کی شرط ہو مشروط اسی کو ملے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر کچھ نفع کی مساکین یا حاجیوں کے لیے یا غلاموں کی آزاد کرنے کے لیے شرط کی تو شرط صحیح نہیں ہے کیونکہ[1] مشروط لہ کا راس المال نہیں اور نہ عمل ہے پس مشروط مثل سکوت عنہ کے قرار پا کر رب المال کو دیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کسی کو ہزار درم مضاربت میں دیئے اس شرط سے کہ تہائی نفع مضارب کا اور تہائی رب المال کا اور تہائی جس کو مضارب چاہئے اس کا ہے تو شرط باطل ہے اور دو تہائی رب المال کو ملے گا اور اگر اس سے کہا کہ تہائی نفع جس کو رب المال چاہے تو یہ اور سکوت عنہ یکساں ہے پس رب المال کو ملے گا یہ مبسوط میں ہے اور اگر دو شخصوں نے ہزار درم کسی کو مضارب پر دے اس شرط سے کہ مضارب کو تہائی نفع اور باقی کی تہائی ایک رب المال کو اور دو تہائی دوسرے کو ملے گی پس مضارب نے کام کیا اور نفع اٹھایا تو تہائی مضارب کو اور باقی دونوں کو برابر تقسیم ہوگی اور اگر مضارب نے تہائی نفع کی اپنے واسطے اس طور سے شرط کی کہ اس تہائی کی تہائی ایک کے حصہ میں سے اور دو تہائی دوسرے کے حصہ میں سے لے گا تو صحیح ہے اور باقی نفع دونوں مالکوں کو بارہ حصہ ہو کر اس طور سے تقسیم ہوگا کہ پانچ اس کو ملیں گے جس کے حصہ سے دو تہائی کی شرط کی ہے اور سات دوسرے کو ملیں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر دو آدمیوں نے دو شخصوں کو ہزار درم اس شرط سے مضاربت پر دیئے کہ آدھا نفع تم دونوں کا اس شرط سے کہ فلاں کو دو تہائی کہ جن میں سے ایک تہائی فلاں رب المال کے حصہ اور دو تہائی فلاں دوسرے رب المال کے حصہ سے ملے گی اور فلاں دوسرے مضارب کو ایک تہائی کی کہ جس میں سے دو تہائی فلاں رب

[1] یعنی جس کے لیے نفع شرط کیا گیا ۱۲

المال کے حصہ سے یعنی اس رب المال کے حصہ سے جس نے پہلے مضارب کو ایک تہائی دی ہے اور ایک تہائی دوسرے رب المال کے حصہ سے ملے گی اور باقی آدھا نفع دونوں رب المال کو برابر تقسیم ہوگا پس دونوں نے اس شرط سے کام کیا اور نفع اٹھایا تو آدھا نفع دونوں مضاربوں کو موافق شرط کے ملے گا اور باقی آدھا دونوں رب المال کو نو حصے ہو کر تقسیم ہوگا پس جس نے مضارب کے واسطے اپنے حصہ سے نصف کی دو تہائی کی شرط کی ہے اس کو چار حصہ اور دوسرے کو پانچ حصے ملیں گے یہ مبسوط میں ہے۔ایک شخص کو ہزار درم اس شرط سے دیئے کہ مضارب کو دو تہائی نفع اس شرط سے ملے گا کہ اپنے مال سے ہزار درم ملائے اور دونوں سے کام کرے اس نے ملا کر دونوں سے مضاربت کی اور نفع اٹھایا تو موافق شرط کے تقسیم ہوگا کہ مضارب کو اس کے ہزار کا نفع خاص کر اسی کو ملے گا اور باقی آدھے نفع میں سے دو تہائی اس کی مضاربت کا اور ایک تہائی رب المال کا ہوگا اور اگر رب المال نے دو تہائی نفع کی اپنے واسطے اور ایک تہائی کی مضارب کے واسطے شرط کی تو نفع دونوں کو ان کے مال کے موافق تقسیم ہوگا کیونکہ مال دینے والے نے شرط کر دی ہے کہ اس کے مال کا کل نفع اسی کو ملے اور وہ آدھا نفع ہے تو یہ از سر نو[1] بضاع ہے نہ مضاربت یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر ہزار درم اس کو مضاربت میں دیئے بشرطیکہ ہزار درم اپنی طرف ان میں ملا دے اور دونوں ہزار سے مضاربت کرے اس شرط سے کہ مضارب کو دو تہائی نفع ملے گا نصف اس میں کا رب المال کے نفع سے اور آدھا خود اس کے ذاتی[2] مال کے نفع ہے بشرطیکہ جس قدر نفع باقی رہا وہ رب المال یعنی ہزار درم دینے والے کا ہے تو یہ جائز ہے مضارب کو موافق شرط کے دو تہائی نفع ملے گا اور ایک تہائی رب المال کو ملے گا اور اگر اس کو دو ہزار درم اس شرط سے دیئے کہ اپنے پاس سے ایک ہزار درم ملا کر مضاربت کرے بشرطیکہ نفع دونوں میں مساوی تقسیم ہو تو جائز ہے اور اگر رب المال یعنی دو ہزار دینے والے نے یہ شرط کی کہ اس کو تین چوتھائی ملے اور مضارب کو ایک چوتھائی تو موافق دونوں کے مال کے تین تہائی ہو کر تقسیم ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

ایک شخص کو ہزار درم دیئے اور کہا کہ اگر ان کے گیہوں خریدے تو مضارب کو نصف نفع اور اگر آٹا خریدے تو چوتھائی نفع اور اگر جو خریدے تو تہائی نفع ملے گا تو صحیح ہے اور جو چیز ان میں سے خریدے گا اسی کی شرط کے موافق نفع ملے گا اور اگر اس نے گیہوں خرید لئے تو پھر دوسری چیز نہیں خرید سکتا ہے کیونکہ شرکت واقع ہو جائے گی اور عقد اس پر ہوگا حالانکہ یہ شرط عقد میں نہ تھی اور اگر یہ شرط کی کہ اگر مضارب سفر کو نکلے تو نفقہ اسی پر ہے تو شرط باطل اور مضاربت جائز ہے یہ وجیز کردری میں منتقی سے منقول ہے اور اگر کہا کہ اگر تو شہر میں مضاربت کرے تو تجھے تہائی اور اگر سفر کرے تو آدھا نفع ملے گا پھر اس نے شہر میں خرید کر بیچنے کو سفر کیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ مضاربت خرید پر ہے اگر اس نے شہر میں خریدا تو شہر کی مضاربت کے موافق اس کو نفع دیا جائے گا خواہ شہر ہی میں فروخت کرے یا غیر جگہ چلا جائے اور اگر اس نے تھوڑے مال سے شہر میں اور تھوڑے سے سفر میں کام کیا تو ہر ایک کی شرط کے موافق ہر ایک کا نفع ملے گا اگر دو شخصوں کو مضاربت پر مال اس شرط سے دیا کہ ایک کو تہائی نفع اور باقی رب المال کو ملے اور دوسرے شخص کے واسطے اجر المثل رب المال پر واجب ہوا اور رب المال اور دوسرے کے درمیان بسبب اس کے کہ نفع میں شرکت نہ ہوئی تو مضاربت فاسد ہوگی بخلاف اوّل کے کہ اس کے ساتھ جائز ہے لیکن کوئی ایک فقط اس مال میں تصرف نہیں کر سکتا ہے کیونکہ دونوں کے واسطے تصرف کی اجازت ویسے ہی قائم ہے کذا فی محیط السرخسی۔

---

[1] یعنی بضاعت پر رہا ۱۲ [2] ذاتی مال الخ۔ لیس المراد ان ربح الالف التی دفع الدافع منہما نصف الثمن بعینہ للمضارب وکذا من مالہ خاصۃ لہ فان بعد مخلط اذا الشرط الثمین یجب ان یلتمسہ لعقد علی المرئی الاصل فقد بل المراد الاستحقاق بہذا الوجہ تامل

نبسرا باب☆

ایسے شخص کے بیان میں جس نے بعض مال مضاربت پر دیا اور بعض مضاربت پر نہیں دیا

اگر کسی نے دوسرے کو ہزار درم دیئے اور کہا کہ آدھے تجھ پر قرض ہیں اور آدھے تیرے پاس ادھیاؤ کی مضاربت پر ہیں اس نے لے لیے تو موافق تقرر کے جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ پس اگر وہ مال اس کے کام کرنے سے پہلے تلف ہو تو وہ آدھے کا ضامن ہوگا اور اگر کام کر کے نفع اٹھایا تو نصف نفع خاص مضارب کا ہوگا اور باقی نصف دونوں میں موافق شرط کے تقسیم ہوگا اور اگر مضارب نے خواہ کام کرنے سے پہلے یا اس کے بعد اپنے اور رب المال کے درمیان مال تقسیم کیا حالانکہ رب المال حاضر نہیں ہے تو اس کا تقسیم کرنا باطل ہے کیونکہ ایک تنہا تقسیم نہیں کر سکتا ہے اور اگر قسمت کا ایک حصہ قبل اس کے کہ رب المال اپنے حصہ پر قبضہ کرے تلف ہو گیا تو دونوں کا مال گیا اور اگر تلف نہ ہوا یہاں تک کہ رب المال نے آ کر تقسیم کی اجازت دی اس طرح کہ اپنے حصہ پر قبضہ کر لیا تو تقسیم جائز ہے اور اگر اس نے اپنا حصہ اپنے قبضہ میں نہ لیا تھا کہ تلف ہو گیا تو مضارب کا آدھا حصہ لے لے گا اور اگر خود مضارب کا حصہ گیا تو وہ رب المال کے حصہ میں سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر دونوں حصے تلف ہوئے بعد ازاں کہ رب المال تقسیم پر راضی ہو چکا ہے تو رب المال مضارب سے جس قدر مضارب کا ہوا ہے آدھا اس میں سے لے لے گا اور رب المال کے پانچ سو درم مضارب پر بحالہ قرض رہیں گے یہ مبسوط میں ہے اور اگر رب المال نے یوں کہا کہ یہ ہزار درم اس شرط سے لے کہ ان کے نصف تجھ پر قرض ہیں اور نصف سے تو مضاربت کر بشرطیکہ تمام نفع میرا ہے تو جائز ہے مگر مکروہ ہے کیونکہ یہ قرض نفع کھینچنے کے واسطے ہو گیا ہے یہ محیط و ذخیرہ و مبسوط و محیط سرخسی میں ہے۔

کیا ہبہ فاسد کی ضمان دینی پڑتی ہے؟

پس اگر مضارب نے اس شرط سے مضاربت کر کے نفع اٹھایا یا نقصان اٹھایا تو نفع و نقصان دونوں میں برابر تقسیم ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر کہا کہ یہ ہزار درم اس شرط سے لے کہ اس کے آدھے تجھ پر قرض ہیں اور آدھے مضاربت میں ہیں تو ادھیاؤ پر کام کر تو یہ جائز ہے اور اگر کہا کہ آدھے اس کے نصف کی مضاربت پر ہیں اور آدھے مضارب کو ہبہ ہیں اور مضارب نے اسی شرط سے بلا تقسیم کے قبضہ کر لئے تو یہ ہبہ فاسد ہے اور مضاربت جائز ہے پس اگر مضارب کے پاس مضاربت کا کام کرنے سے پہلے یا اس کے بعد سب مال تلف ہو گیا تو مضارب حصہ ہبہ یعنی آدھے کا ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے اور کسی کتاب میں کوئی روایت ایسی نہیں پائی جاتی ہے کہ ہبہ فاسدہ مضمون ہوتا ہے یعنی ہبہ فاسد کی ضمان دینی پڑتی ہے مگر یہی روایت اس کتاب میں ایسی ہے اور اگر اس نے نفع اٹھایا تو آدھا نفع حصہ ہبہ کا ہے وہ مضارب کو ملے گا اور باقی آدھا موافق شرط کے مضاربت میں تقسیم ہوگا اور گھٹی دونوں برابر پڑے گی پھر یہ ذکر نہ کیا کہ ہبہ کے حصہ کا نفع آیا مضارب کو حلال ہے یا نہیں ہے اور فقیہ ابو جعفرؒ نے فرمایا کہ امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک حلال نہیں ہے اس کو صدقہ کر دے اور فقیہ ابو اسحٰق الحافظ نے فرمایا کہ بالاجماع حلال ہے اس کو صدقہ نہ کرے۔ یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر آدھے کو بضاعت پر اور آدھے کو نصف کی مضاربت پر مقرر کر دیا تو جائز ہے پس اگر کام کرنے سے پہلے یا اس کے بعد مال تلف ہو گیا تو رب المال کا مال گیا اور اگر نفع اٹھایا تو تین چوتھائی نفع رب المال کو اور ایک چوتھائی مضارب کو ملے گا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر اس شرط سے دیا کہ نصف مضارب کے پاس ودیعت ہے اور نصف آدھے کی مضاربت پر ہے تو موافق تقرر کے جائز ہے پس اگر اس نے تمام مال میں تصرف کیا تو حصہ ودیعت کے نصف کا ضامن ہوگا اور اگر نصف میں نفع اٹھائے تو اسی کا اور گھٹی اٹھائے تو اسی

پر پڑے گی۔ یہ مبسوط میں ہے اور اگر مضارب نے مال کے دو حصے برابر کئے اور ایک حصہ میں مضاربت شروع کی اور گھٹی اٹھائی تو اس پر رب المال پر آدھی آدھی گھٹی پڑے گی اور اگر نفع اٹھایا تو نفع برابر تقسیم ہوگا لیکن جو حصہ ودیعت کا نفع ہو اس کو مضارب صدقہ کر دے یہ امام اعظمؒ وامام محمدؒ کے نزدیک ہے یہ محیط میں ہے اور اگر ہروی کپڑوں کی گٹھری آدمی ایک کے ہاتھ پانچ سو درم کو فروخت کر کے دے دی پھر اسے حکم کیا کہ باقی کو فروخت کر کے تمام ثمن سے مضاربت کرے پس اگر یہ شرط کی کہ نفع دونوں میں برابر تقسیم ہو تو نفع اور گھٹی دونوں میں برابر رہے گی اور یہ قیاس قول امام اعظمؒ ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک تین چوتھائی نفع رب المال کو اور چوتھائی مضارب کو ملے گا اور گھٹی سب رب المال پر پڑے گی اور اگر اس نے دونوں مالوں کو خلط نہ کیا تو جس میں مضاربت فاسد ہے اس میں مضارب کو اجرالمثل ملے گا اور اگر ملا دیا تو اس نصف میں اس کو اجرالمثل نہ ملے گا اور اگر یوں شرط کی کہ مضارب کو دو تہائی نفع اور رب المال کو تہائی ملے تو امام اعظمؒ کے قول پر نفع دونوں میں اسی حساب سے اور گھٹی دونوں میں برابر تقسیم ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک مضارب کو تہائی نفع اور رب المال کو دو تہائی ملے گا اور اگر رب المال کے واسطے دو تہائی نفع کی اور مضارب کے واسطے ایک تہائی کی شرط کی تو امام کے نزدیک نفع دونوں کو برابر اور صاحبینؒ کے نزدیک مضارب کو چھٹا حصہ اور باقی رب المال کو ملے گا کذا فی المحیط السرخسی۔

والمتصل بھذا الباب[1] ☆

اگر کسی نے دوسرے کو ہروی کپڑوں کی ایک گٹھری دے کر آدھی اس کے ہاتھ پانچ سو درم کو فروخت کر دی پھر اسے حکم کیا کہ باقی فروخت کر کے تمام ثمن سے مضاربت کرے اس شرط سے کہ جو اللہ تعالیٰ رزق دے وہ ہم دونوں میں نصفا نصف تقسیم ہو پس مضارب نے باقی آدھی بھی پانچ سو درم کو فروخت کی اور ان درموں سے اور جو اس پر ہیں مضاربت کی تو امام اعظمؒ کے نزدیک نفع اور گھٹی دونوں برابر تقسیم ہوگی یہ مبسوط میں ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک رب المال کو تین چوتھائی نفع اور مضارب کو ایک چوتھائی نفع ملے گا اور گھٹی سب رب المال پر پڑے گی یہ محیط میں ہے اور اگر رب المال نے اس کو حکم دیا کہ دونوں مالوں سے اس شرط سے مضاربت کرے کہ مضارب کو دو تہائی نفع ہے اس نے اسی شرط سے کام کیا تو مضارب کو دو تہائی نفع ملے گا یہ مبسوط میں ہے اور اگر گھٹی اُٹھائی تو امام اعظمؒ کے نزدیک گھٹی دونوں پر برابر پڑے گی اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر مضارب نے دونوں مالوں سے کام کیا تو اس کو تہائی نفع ملے گا اور رب المال کو دو تہائی نفع ملے گا اور سب گھٹی رب المال پر پڑے گی یہ محیط میں ہے

اگر رب المال نے اپنی ذات کے واسطے دو تہائی نفع کی اور مضارب کے واسطے ایک تہائی نفع کی شرط کی اور مسئلہ بحالہ ہے تو نفع دونوں میں مساوی اور گھٹی دونوں برابر رہے گی یہ مبسوط میں ہے اور یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک رب المال کو پانچ چھٹے حصہ اور مضارب کو چھٹا نفع ملے گا یہ محیط میں ہے اور دیکھا جائے گا کہ اگر مضارب نے دونوں کو خلط کر دیا ہے تو اس کو اس نصف میں جس کی مضاربت فاسد ہے اجر مثل نہ ملے گا اور اگر خلط نہیں کیا ہے تو اس نصف میں جس کی مضاربت فاسد ہے مضارب کو رب المال سے اجر مثل بھی ملے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

[1] واضح ہو کہ اس متصل میں وہی مسئلہ مذکورہ بالا پھر اعادہ کیا فلیحفظ ۱۲ ام

چوتھا باب☆

ان تصرفات میں جن کا مضارب کو اختیار ہے اور جن کا اختیار نہیں ہے

اصل یہ ہے کہ مضارب کے افعال تین طرح کے ہیں ایک وہ کہ جن کا مطلق مضاربت سے مالک ہوتا ہے یہ وہ ہیں کہ ارباب مضاربت و اس کے توابع سے ہیں از انجملہ بیع و خرید کے واسطے وکیل مقرر کرنا جب ضرورت پڑے اور رہن دینا اور لینا اور اجارہ دینا اور لینا اور ودیعت رکھنا اور بضاعت دینا اور مسافرت کرنا اور دوم وہ افعال کہ جن کا مطلق مضاربت سے مالک نہیں ہوتا ہے اور جب یہ اس سے کہہ دیا جائے کہ اپنی رائے سے کام کر تو مالک ہو جاتا ہے اور ایسے وہ افعال ہیں کہ جو مضاربت سے ملحق ہو سکتے ہیں۔ پس دلالت پائی جانے پر لاحق کئے جائیں گے جیسے کچھ مال مضاربت یا شرکت میں غیر کو دینا یا اپنے دوسرے کے مال کو مال مضاربت میں ملانا اور سوم وہ افعال کہ جن کا مطلق عقد سے اور نیز اپنی رائے سے عمل کرنے کی اجازت دینے سے مالک نہیں ہوتا ہے مگر اس وقت مختار ہوتا ہے کہ جب صریح طور سے اس فعل کو رب المال بیان کر دے اور وہ استدانۃ ہے یعنی راس المال سے کوئی اسباب خریدنے کے بعد اس کو درم و دینار سے خریدنا یا جو اس کے مشابہ ہیں اسے خریدنا اور سفتجہ لینا اور دینا اور مال کے عوض یا بلا مال آزاد کرنا یا قرض یا ہبہ یا صدقہ دینا کذا فی الہدایہ۔

مضارب کے واسطے جائز ہے کہ نقد یا اُدھار فروخت کرے کذا فی الکافی اور اگر مضاربت کا کوئی مال فروخت کیا اور ثمن میں تاخیر دے دی تو رب المال پر بھی اس کا جواز ہوگا اور مضارب کچھ ضامن نہ ہوگا یہ غایۃ البیان میں ہے اور اگر عیب مبیع کی وجہ سے تاجر دن کے مانند کچھ دام کم کر دیئے یعنی جس طرح تاجر ایسے عیب میں کم کر دیا کرتے ہیں یا لوگ اتنا خسارہ برداشت کر لیتے ہیں اس قدر کم کر دیا تو جائز ہے کیونکہ یہ تاجرانہ افعال میں سے ہے اور اگر بدوں عیب کے کچھ کم کر دیا یا کھلے خسارہ کے ساتھ کمی کر دی کہ لوگ اس قدر برداشت نہیں کرتے تو امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک خاص مضارب پر جائز ہوگا اور وہ رب المال کے واسطے اس کا ضامن ہوگا اور جو ثمن وصول کیا اور اس سے کام کیا وہ خاص مضاربت میں ہوگا اور راس المال اس میں سے وہی ہوگا جو مشتری سے وصول کیا ہے یہ مبسوط میں ہے اور سواری کے واسطے اس کو ٹٹو خریدنے کا اختیار ہے اور سواری اس کے واسطے کشتی خریدنے کا اختیار نہیں اور اس کو اختیار ہے کہ کشتی کو کرایہ کر لے اور اس کو اختیار ہے کہ مضاربت کے غلام کو تجارت کی اجازت دے یہی مشہور روایت ہے کذا فی الکافی اور اس غلام پر کسی فروخت کی ہوئی چیز کا عہدہ نہ ہوگا عہدہ اس کی فروخت کی ہوئی چیز کا صرف مضارب پر ہے یہ محیط میں ہے اور جو شخص مضارب کی طرف سے ماذون ہو وہ اسی قدر تصرفات کا مختار ہوگا۔ جن کا مضارب مالک ہے نہ اس کا جن کا مضارب مالک نہیں ہے۔ پس اگر غلام ماذون نے کسی غلام کو خریدا اور اس نے کوئی جرم کیا تو یہ ماذون اس کو دے نہیں سکتا ہے اور نہ اس کا فدیہ دے سکتا ہے تاوقتیکہ مضارب یا رب المال حاضر نہ ہو۔ اور اگر کسی غلام پر مضاربت میں سے قرضہ پیدا ہو گیا تو مضاربت کو وہ غلام اس قرضہ میں بیچنا جائز ہے خواہ مولیٰ حاضر ہو یا غائب ہو اور اگر مضارب نے اس غلام کو اس کے قرضہ میں رہن کر دیا تو جائز نہیں ہے خواہ اس میں قرضہ سے زیادتی ہو یا نہ ہو کیونکہ رہن حکماً قرضہ کا ایفاء ہے حالانکہ اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس کا قرضہ مال مضارب سے ادا کر دے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر اس نے بعوض قرضہ مضاربت کے وہ غلام رہن کر دیا خواہ اس میں زیادتی ہے یا نہیں ہے تو رہن جائز ہے اور اگر رہن نہ کیا لیکن غلام نے کسی شخص کا مال تلف کر دیا یا اس کا چوپایا مار ڈالا اور مضارب نے اس کو اس سبب سے فروخت کیا حالانکہ رب المال حاضر نہیں ہے یا اس شخص کے قرضہ میں وہ غلام دے دیا یا مال مضاربت اس کا قرضہ ادا کر دیا تو یہ جائز ہے یہ مبسوط میں

ہے۔اور اگر مضارب نے تنگدست یا خوش حال پر داموں کا اترانا قبول کیا تو جائز ہے کذافی الکافی اور اس کو اختیار نہیں ہے کہ مال مضاربت کے کسی غلام یا باندی کا نکاح کر دے۔ یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر مضارب نے مال مضاربت یا کچھ اس میں سے رب المال کو بضاعت دیا اور رب المال نے اس سے خرید و فروخت کی تو یہ مضاربت بحالہ باقی رہے گی اور رب المال مضارب کا کام میں مددگار ہو گیا اور اس میں کچھ فرق نہیں ہے کہ مال مضاربت نقد یعنی درم و دینار ہوں یا عروض ہو گیا ہو اور اگر رب المال نے مضارب کی بلا اجازت اس کے گھر سے مال مضاربت لے لیا اور اس سے خرید و فروخت کی پس اگر راس المال وہی درم و دینار نقدی ہو تو یہ مضاربت کا نقض یعنی توڑ دینا ہے اور اگر راس المال عروض ہو گیا تو مضاربت کا توڑنا نہیں ہے پھر اگر راس المال کے عروض ہونے کی صورت میں رب المال نے عروض کو دو ہزار درم کو فروخت کیا اور راس المال ہزار درم تھے پھر دو ہزار درم کو کوئی اسباب جو چار ہزار کی قیمت کا ہے خریدا تو یہ اسباب خریدا ہوا رب المال کا ہوگا اور وہ مضارب کے لیے پانچ سو درم کا ضامن ہوگا کذافی المحیط۔

قلت ☆

یہ ضمان اس صورت میں ہے کہ مضارب آدھے پر قرار پائی ہو اور اگر مضارب نے رب المال کو راس المال مضاربت پر دیا تو دوسری مضاربت صحیح نہیں ہے اور پہلی مضاربت ہمارے نزدیک فاسد نہ ہوگی اور نفع دونوں میں پہلی مضاربت کی شرط کے موافق تقسیم ہوگا یہ کافی میں ہے اگر رب المال نے مال مضاربت مضارب کے ہاتھ بیچا یا مضارب نے رب المال کے ہاتھ بیچا تو جائز ہے خواہ مال میں راس المال سے زیادتی ہو یا نہ ہو لیکن جس صورت میں کہ رب المال نے مضارب کے ہاتھ فروخت کیا تو مضاربت باطل ہو جائے گی اور اگر مضارب نے رب المال کے ہاتھ بیچا تو مضاربت باطل نہ ہوگی اور رب المال کو جائز ہوگا کہ چاہے ثمن مضارب کو دے دے اور مضاربت کو باقی رکھے یا نہ دے اور مضاربت کو توڑ دے یہ محیط میں ہے اور مضارب کو اختیار ہے کہ کوئی کھیت اجارہ لے کر بعض مال سے اس میں زراعت کے واسطے گیہوں خریدے کذافی الحاوی اور اگر کوئی کھیت درخت یا رطب بونے کے واسطے کرایہ پر لیا اور کہا کہ یہ مضاربت میں سے ہے تو جائز ہے اور گھٹی ہو تو رب المال پر اور نفع ہو تو دونوں میں موافق شرط کے تقسیم ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر کوئی درخت یا نخل یا رطب بٹائی پر لیا بدیں شرط کہ مال مضاربت ہے اس پر خرچ کرے تو جائز نہیں ہے اور جو کچھ خرچ کیا اس کا ضامن ہوگا اگرچہ اس سے کہا گیا ہو کہ اپنی رائے پر عمل کرے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کوئی زمین مزارعت پر لی اور اس میں وہ گیہوں جو کسی قدر مال مضاربت سے خریدے ہیں بوئے تو جائز ہے بشرطیکہ اس سے کہا گیا ہو کہ اپنی رائے سے عمل کرے اور اگر بیج اور ہل کے بیل مالک زمین کی طرف سے ہوں اور بونا مضارب پر ہو تو جو حاصل ہو وہ مضارب کا ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اسی طرح اگر ہل کے بیلوں کی شرط مضارب پر ہو تو بھی یہی حکم ہے کذافی الحاوی۔ اور اگر زمین کو بدوں دانہ کے مزارعت پر دے دیا تو جائز ہے خواہ رب المال نے اس سے کہا ہو کہ اپنی رائے سے عمل کرے یا نہ کہا ہو۔ یہ محیط میں ہے۔ اور مضارب اور رب المال کو یہ جائز نہیں ہے کہ جو باندی مضاربت کے واسطے خریدی ہے۔ اس سے وطی کرے اور نہ اس کو بوسہ لینا جائز ہے اور نہ مساس جائز ہے خواہ اس میں راس المال سے زیادتی ہو یا نہ ہو یہ مبسوط میں ہے اور اگر رب المال نے اس کو باندی کے ساتھ وطی کی اجازت دے دی تو بھی اس کو اس سے وطی کرنا اور بوسہ و مساس وغیرہ حلال نہیں ہے یہ محیط میں ہے اور اگر رب المال نے اس کو مضارب کے ساتھ بیاہ دیا پس اگر اس میں راس المال سے زیادتی ہو تو نکاح باطل ہے اور وہ مضاربت پر باقی رہے گی جیسے تھی اور اگر اس میں زیادتی نہ ہو تو مثل اجنبی کے ساتھ نکاح کر دینے کے جائز ہے یہ مبسوط میں ہے اور یہ باندی مال مضاربت سے نکل جائے گی اور رب المال کے راس المال

① یعنی مضارب کی مزدوری کا حصہ کیونکہ کھیتی زمین داری کی ہے ۱۲

میں محسوب ہوگی یہ محیط میں ہے اور مضارب کو اس کے بعد فروخت کرنے کا اختیار نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور مضارب کو یہ اختیار نہیں ہے کہ ایسے شخص کو خریدے کہ وہ رب المال کی طرف سے سبب قرابت کے آزاد ہوتا ہو یا رب المال نے اس کے آزاد کرنے کی بوقت ملک کے قسم کھائی ہو اور یہ بھی جائز نہیں ہے کہ ایسے شخص کو خریدے جو خود مضارب کی طرف سے آزاد ہوتا ہو بشرطیکہ مال میں نفع ظاہر ہو پس اگر اس نے ایسے شخص کو خریدا جو رب المال یا مضارب کی طرف سے ہوتا ہے آزاد تو اپنی ذات کے واسطے خریدنے والا قرار دیا جائے گا مضاربت سے نہ ہوگا اور اگر اس کے دام مضاربت سے دیئے ہوں تو ضامن ہوگا اور اگر مال میں نفع ظاہر نہ ہو تو ایسے شخص کا خریدنا جو مضارب کی طرف سے آزاد ہوتا ہے جائز ہے پس اگر بعد خریدنے کے اس کی قیمت بڑھ گئی حتی کہ نفع ظاہر ہوا تو مضارب کا حصہ اس میں سے آزاد ہو گیا اور رب المال کے واسطے کچھ ضامن نہ ہوگا اور غلام رب المال کے حصہ کی قیمت کے واسطے سعی کرے گا اور اگر آدھا غلام مال مضاربت سے جس میں نفع نہیں ہے اور آدھا اپنے مال سے خریدا تو دونوں کے حق میں صحیح ہے۔ کذا فی الکافی اور مضاربت مطلقہ میں مضارب کو اختیار ہے کہ مال مضاربت کے ساتھ خشکی یا تری کا سفر کرے یہی ظاہر الروایہ ہے اور اس کو ایسے خوفناک سفر کا جس سے لوگ بچتے ہوں بالاتفاق اختیار نہیں ہے اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور فتاوائے ابواللیث میں ہے کہ اگر کسی نے دوسرے کو ہزار درم مضاربت میں دیئے اور یہ نہ کہا کہ اپنی رائے سے عمل کرے لیکن اس ملک کے تاجروں کا یہ معاملہ ہے کہ مضارب لوگ اپنا مال اس میں ملا دیتے ہیں اور رب المال ان کو منع نہیں کرتے ہیں پس اس مضارب نے بھی لوگوں کے معاملات پر کام کیا پس اگر یہ تعارف ان لوگوں میں غالب ہے تو مجھے امید ہے کہ مضارب اس صورت میں ضامن نہ ہوگا اور یہ صورت تعارف الناس پر محمول کی جائے گی یہ محیط میں ہے۔

اگر کسی شخص نے نابالغ لڑکے یا غلام مجور کو مال مضاربت دیا اس نے خریدا اور نفع یا نقصان اٹھایا حالانکہ لڑکے کے والد یا غلام کے مولیٰ کی اجازت نہ تھی تو یہ خرید و فروخت رب المال پر جائز ہوگی اور نفع دونوں میں بالشرط تقسیم ہوگا اور خرید و فروخت کا عہدہ رب المال پر رہے گا پھر یہ عہدہ لڑکے کی طرف بعد بالغ ہونے کے بھی منتقل نہ ہوگا لیکن غلام کی طرف بعد آزاد ہونے کے منتقل ہوگا اور اگر غلام مضاربت کے کام میں مر گیا یا لڑکا مضاربت کے کام میں قتل ہوا حالانکہ دونوں نے نفع حاصل کیا ہے تو غلام کا مالک رب المال سے غلام کی وہ قیمت لے گا جو رب المال کی اجازت سے مضاربت کا کام شروع کرنے کے روز تھی پس جب رب المال نے یہ قیمت اس کے مولیٰ کو دے دی تو بعد دینے کے اس کا مالک ہو گیا پس جس قدر غلام نے مضاربت میں نفع اُٹھایا ہے وہ رب المال کا ہے نہ مولیٰ کا اور لڑکے کا حال یہ ہے کہ قاتل کی مددگار برادری پر دیت لازم آئے گی اور وارثان طفل کو یہ بھی اختیار ہے کہ چاہیں رب المال کی مددگار برادری سے دیت وصول کریں پھر رب المال کی مددگار برادری قاتل کو مددگار برادی سے اس قدر دیت وصول کر لے گی پھر وارثان طفل کو اس کے حصہ کا نفع دیا جائے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مضارب نے شراب یا سور یا ام ولد یا مکاتب خریدا تو راس المال کا ضامن ہوگا خواہ اس کو علم ہو یا نہ[1] ہو یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر مضارب نے بیع فاسد سے کوئی ایسی چیز خریدی جس کا قبضہ سے مالک ہو سکتا ہے۔ تو خلاف کرنے والا قرار نہ دیا جائے اور خریدی چیز مضاربت میں رکھی جائے گی کیونکہ تصرف کا حکم عام ہے اس میں صحیح و فاسد دونوں داخل ہیں یہ محیط میں ہے اور اگر ایسی کوئی چیز خریدی جس کے دام اس قدر زیادہ دیئے کہ لوگ اندازہ میں اتنا خسارہ برداشت نہیں کرتے ہیں تو مخالف ہوگا خواہ رب المال نے اس سے کہا ہو کہ اپنی رائے سے عمل کرے یا نہ کہا ہو اور اگر مضاربت کا مال اس قدر خسارہ سے فروخت کیا کہ لوگ اندازہ نہیں کرتے ہیں یا غیر متعارف میعاد پر اُدھار یا تو امام اعظمؒ کے نزدیک

[1] یعنی مدبر و ام ولد ہونا خریدنے کے وقت جانتا ہو یا نہیں ۱۲

جائز ہے بخلاف صاحبینؒ کے قول کے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ مضارب نے کسی ایسے شخص کے ساتھ خرید وفروخت کی جس کی گواہی اس کے حق میں بسبب قرابت یا زوجیت کے یا مالک کے مقبول ہے جیسے مکاتب یا غلام مدیوں پس اگر یہ خرید وفروخت بعوض مثل قیمت کے واقع ہوئی تو بالا جماع جائز ہے اور اگر ایسی قیمت پر ہو کہ لوگ اس قدر خسارہ مثل قیمت ہے کم اندازہ نہیں کرتے ہیں تو بالا جماع نہیں جائز ہے اور اگر اس قدر خسارہ ہو کہ لوگ اُٹھا سکتے ہیں تو امام اعظمؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہے مگر مکاتب اور غلام مدیوں کے ساتھ ان کے نزدیک بھی نہیں جائز ہے یہ محیط میں ہے اور اگر مضارب نے ایسے شخص کے واسطے جس کی گواہی اس کے حق میں نامقبول ہے یا اپنے مکاتب کے واسطے یا اپنے غلام قرض دار یا غیر قرض دار کے واسطے مضاربت میں قرضہ کا اقرار کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک خاصتہً اسی کے مال میں لازم آئے گا مگر وہ قرضہ جو اس نے مضاربت میں اپنے غلام غیر قرض دار کے واسطے اقرار کیا وہ اس پر لازم نہ ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک اس کا اقرار ان سب کے واسطے جائز ہے مگر اپنے غلام یا مکاتب کے واسطے اگر اقرار کیا تو نہیں جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ مال مضاربت میں زیادتی نہ ہو اور اگر زیادتی ہو تو اس کا اقرار ان لوگوں کے واسطے اس کے حصہ میں جائز ہے یہ مضاربت جامع صغیر میں صریح مذکور ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر مضارب نے ہزار در مضاربت سے ایک باندی خریدی اور اس پر قبضہ کر لیا پھر اس کو ہزار درم کو فروخت کیا اور ہنوز اس کے دام وصول نہ کئے تھے کہ اپنے واسطے اس کو پانچ سو درم کو خرید لیا تو جائز نہیں۔ اسی طرح اگر رب المال نے اپنے لیے پانچ سو درم کو خریدی تو جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اگر مضارب نے اسے دو ہزار کو بیچا اور سوائے ایک درم کے سب دام وصول کئے ہوں اور پہلے ثمن سے کم پر مضارب یا رب المال نے اسے اپنے واسطے خرید اتو جائز نہیں اسی طرح اگر دونوں میں سے کسی کے بیٹے یا باپ یا غلام یا مکاتب نے اس کو خرید اتو بھی امام اعظمؒ کے نزدیک ناجائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک سوائے مکاتب وغلام کے باقی لوگوں کی خریداری جائز ہے اور اگر مضارب نے اپنے یا رب المال کے بیٹے کو اس کے یا اپنے لیے خریدنے کے واسطے وکیل کیا تو بھی جائز نہیں ہے یہ امام اعظمؒ کا قول ہے کہ نہ وکیل کے واسطے روا ہے نہ موکل مضارب کے واسطے اور اگر رب المال نے اپنے واسطے مضارب کو وکیل کیا یا مضارب نے اس کو وکیل کیا تو بھی جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔

بشیر بن غیاث نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ دو شخصوں نے ایک ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیئے اور اس کو شرکت کرنے سے منع کر دیا پھر وہ تھیلی جس میں راس المال تھا پھٹ گئی اور اس کے درم مضارب کے درموں میں بدوں فعل مضارب کے مل گئے تو اس کو ان کی عوض خرید وفروخت کا اختیار ہے اور وہ ضامن نہ ہوگا اور شرکت دونوں میں ثابت ہوگئی اور اس کو اختیار نہ ہوگا کہ کسی متاع کو اس میں سے خاص اپنے واسطے فروخت کرنے کا ارادہ کرے اور نہ اس کے ثمن سے کوئی شے خاص اپنے واسطے خرید کرے لیکن اگر مال کے عوض کسی شے کے خریدنے سے پہلے اس نے ہزار درم کو مضاربت کے لیے کوئی شے خریدی اور گواہ کر لیے پھر مال سے نقد دام دے دیئے پھر اپنے واسطے کوئی شے ہزار درم کو خریدی اور مال سے دام دے دیئے تو جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر مضارب نے مال مضاربت سے کوئی باندی خریدی پھر اس نے بعد گواہ کئے کہ میں نے اس باندی کو اپنے واسطے بطور خرید مستقبل کے بعوض مثل اس مال کے یا نفع سے خریدا ہے اور رب المال نے خواہ اس کو اس کی رائے پر عمل کرنے کی اجازت دی تھی یا نہیں دی تھی تو اس کا اپنی ذات کے لیے خریدنا باطل ہے اور اس کو اس سے وطی کرنا نہ چاہیے اور وہ باندی کا بحالہ مضاربت پر باقی رہے گی یہ مبسوط میں ہے اور اگر امام محمدؒ کا یہ قول کہ اس نے گواہ کئے کہ میں نے اس باندی کو اپنے واسطے خریدا ہے دو صورتوں کو متحمل ہے۔ ایک یہ کہ باندی جو مضاربت کی ہے اس کو خود ہی اپنے واسطے اپنے سے بعوض ثمن اوّل کے یا بہ نفع یا بوضع خرید کرتا ہے اور دوسری یہ کہ باندی کو دوبارہ

پہلے بائع سے اپنے واسطے بعوض ثمن اوّل کے یا نفع سے یا گھٹی سے خریدتا ہے پس اگر پہلی صورت مراد ہے تو خرید اس کی ناجائز ہے خواہ مثل ثمن اوّل کے خریدے یا نفع سے یا کسی سے کیونکہ خرید وفروخت میں ایک ہی شخص دونوں طرف سے عقد کرنے والا نہیں ہوسکتا ہے سوائے باپ کے کہ اس نے اگر مال صغیر خرید وفروخت کیا تو خود ہی خریدنے والا اور بائع ہوسکتا ہے اس میں اتفاق ہے یا وصی کے کہ وہ بھی علی الاختلاف ایسا کرسکتا ہے اور اگر دوسری وجہ مراد ہے تو امام محمدؒ کے نزدیک تفصیل نہ کرنے میں یہ اشارہ ہے کہ یہ بھی جائز نہیں ہے اور اگر مال مضاربت سے خریدنے کے وقت اس نے گواہ کر لئے ہوں کہ میں اپنے واسطے خریدتا ہوں پس اگر رب المال نے اس کو یہ اجازت دی ہے تو جائز ہے اور جو خریدی وہ اسی کی ہوگی اور جس قدر اس نے دام دیئے ہیں ان کا رب المال کے واسطے ضامن ہوگا اور اگر رب المال نے اس کو ایسی اجازت نہیں دی ہے تو باندی مضاربت میں ہوگی مگر باندی خریدنے کے وقت اگر رب المال حاضر ہو اور اس نے کہہ دیا کہ میں اس کو اپنے واسطے خریدتا ہوں تو ہوسکتا ہے یہ محیط میں ہے۔

امام محمدؒ نے زیادات میں فرمایا کہ اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ یہ ہزار درم مضاربت میں لے اور مضارب نے لے لیے اور ایک باندی ہزار درم میں مضاربت کے لیے خریدی اور کھرے درم قرار دیئے گئے جیسا کہ مطلق درم کہنے کا بیع میں حکم ہوتا ہے پھر اس نے مضاربت کے درم دیکھے تو نبہرہ یا زیوف پائے پس اگر لینے و دینے کے وقت دونوں کو اس مشار الیہ کا علم نہ ہوا یا ایک کو معلوم ہوا اور دوسرے کو معلوم نہ ہوا یا دونوں کو معلوم ہوا مگر ایک کو دوسرے کے معلوم ہونے کی خبر نہیں ہے تو خرید مضاربت میں جائز ہے پھر اگر مضارب نے باندی کے بائع کو وہی درم دیئے اور اس نے چشم پوشی کر کے لے لیے تو مضارب رب المال سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور راس المال وہی زیوف درم قرار دیئے جائیں گے اور اگر بائع نے چشم پوشی نہ کی اور مضارب کو واپس دیئے تو مضارب رب المال کو واپس دے کر اس سے کھرے لے لے گا اور راس المال میں کھرے درم قرار پائیں گے۔ پس اگر مضارب نے خریدنے سے پہلے درموں کو دیکھا اور معلوم کیا کہ یہ زیوف ہیں پھر اس طور سے باندی خریدی تو یہ خرید مضارب ہی پر نافذ ہوگی اور راس المال میں زیوف درم قرار دیئے جائیں[1] گے اور اگر وہ دراہم جن کو مضارب نے اپنے قبضہ میں لیا ہے ستوق یا رصاص ہوں اور مضارب نے کھرے ہزار درم کو ایک باندی خریدی تو تینوں صورتوں میں جو ہم نے ذکر کی ہیں کسی صورت میں مضاربت کی نہ ہوگی رب المال کی ہوگی اور مضارب کو جیسے اس کام کی مزدوری ہوتی ہے وہ ملے گی اور اگر مضاربت کے درم کھرے ہوں لیکن جس قدر کہے گئے تھے اس سے کم ہوں مثلاً پانچ ہی سو ہوں اور مضارب نے ہزار درم کو باندی خریدی تو تینوں صورتوں میں آدھی باندی مضاربت کی ہوگی اور آدھی رب المال کو دی جائے گی۔ پھر اگر اس باندی کو مضارب نے فروخت کر کے نفع اٹھایا تو آدھے دام رب المال کے ہوں گے اور باقی آدھے میں سے اپنا پورا راس المال نکال لے گا باقی نفع رہ جائے گا کہ دونوں کو موافق شرط کے تقسیم ہوگا اور جو کچھ مضارب نے رب المال کو خرید دیا ہے یعنی آدھی باندی اس میں مضارب کو اجر المثل نہ ملے گا اور اگر مضارب و رب المال دونوں جانتے تھے کہ دراہم زیوف یا ستوق ہیں یا کم ہیں اور ہر ایک دوسرے کے آگاہ ہونے کو بھی جانتا تھا تو مضاربت اسی مشار الیہ سے متعلق ہوگی پس اگر درم زیوف یا نبہرہ ہوں اور اس کے عوض باندی خریدی تو خرید مضاربت کے واسطے ہوگی اور اگر کھرے درموں سے خریدے تو اپنے واسطے خریدنے والا شمار ہوگا اور اگر دراہم ستوق یا رصاص ہوں اور ان کے عوض کوئی شے خریدی تو وہ رب المال کی ہوگی اور مضارب کو ایسی چیز خریدنے کی مزدوری ملے گی اور دراہم کم ہوں تو جس قدر پر قبضہ کیا ہے اسی پر مضاربت رہے گی حتیٰ کہ اگر پانچ سو پر قبضہ کیا

[1] مالک سے کھرے نہیں لے سکتا ہے ۱۲

ہے اور خریدی ہزار درم کو تو آدھی باندی مضاربت اور آدھی باندی مضارب کی رہے گی[۱] یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر مضارب نے مال سے کوئی متاع خریدی خواہ اس میں زیادتی ہے یا نہیں ہے اور رب المال نے اس کو فروخت کرنا چاہا اور مضارب نے انکار کیا اور نفع پانے تک روکنا چاہا تو مضارب اس کی بیع پر مجبور کیا جائے گا لیکن اگر چاہے کہ رب المال کو دے دے تو ہو سکتا ہے پس اس سے کہا جائے گا کہ اگر روکنا منظور ہے تو رب المال کا مال دے دے اور اگر اس میں نفع ہو تو کہا جائے گا کہ راس المال اور اس کا حصہ نفع اسکو دے دے اور متاع تجھے سپرد کر دی جائے گی۔ یہ بدائع میں ہے اور رب المال کو اختیار نہیں ہے کہ اس سے انکار کرے یہ مبسوط میں ہے اگر مضارب نے مال سے کوئی متاع خریدے پھر مضارب نے کہا کہ میں اسے روک رکھوں گا جب تک مجھے نفع کثیر حاصل نہ ہو اور رب المال نے اسے فروخت کرنا چاہا تو اس کی دو صورتیں ہیں یا تو مال مضاربت میں زیادتی ہوگی یا نہ ہوگی اور دونوں صورتوں میں بدوں رب المال کی رضامندی کے مضارب کو متاع روکنے کا اختیار نہیں ہے لیکن اگر رب المال کو اس کا راس المال درصورت عدم زیادتی کے یا راس المال مع حصہ نفع کے درصورت[۱] زیادتی کے دے دے تو روک سکتا ہے اور اگر اس نے رب المال کو یہ نہ دیا اور اس کو روکنے کا حق حاصل نہ ہوا تو آیا بیع کے واسطے مجبور کیا جائے گا پس اگر مال میں زیادتی ہو تو بیع کے واسطے مجبور کیا جائے گا لیکن اگر رب المال سے کہے کہ میں تجھے تیرا راس المال اور تیرا حصہ نفع دیئے دیتا ہوں درصورتیکہ مال میں زیادتی ہے یا فقط تیرا راس المال دیئے دیتا ہوں درصورتیکہ زیادتی نہیں ہے اور اس کو اختیار کرے تو بیع کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا اور رب المال اس کے قول کرنے پر مجبور کیا جائے گا اور اگر مال میں زیادتی نہ ہو تو بیع پر مجبور نہ کیا جائے گا اور رب المال سے کہا جائے گا کہ تمام متاع خالص تیری ملک ہے پس یا تو اس کو بعوض اپنے راس المال کے لے لے یا اس کو فروخت کر دے تاکہ تجھے تیرا راس المال وصول ہو جائے یہ محیط میں ہے اور جو فعل مضارب کو مثل بیع و شراء و اجارہ بضاعت وغیرہ کے مضاربت صحیحہ میں جائز ہے وہی مضاربت فاسدہ میں جائز ہے اور مضارب پر ضمان نہیں ہے اسی طرح اگر اس سے کہہ دیا کہ اپنی رائے سے عمل کر تو جو افعال اس کو مضاربت صحیح میں جائز ہو جاتے تھے وہی جائز ہو جائیں گے کذا فی الفصول العمادیہ۔

پانچواں باب☆

دو شخصوں کو مال مضاربت دینے کے بیان میں

اگر ایک شخص نے دو شخصوں کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دے پس اس کے عوض ایک غلام جو دو ہزار کی قیمت کا ہے دونوں نے خریدا اور قبضہ کر لیا پھر اس کو ایک نے بدوں دوسرے کی اجازت کے ایک عرض کے بدلے جو ہزار کی قیمت کا ہے فروخت کیا اور رب المال نے اس کی اجازت دے دی تو یہ جائز ہے اور مضارب عامل پر دو ہزار درم غلام کی قیمت واجب ہوگی۔ ایک ہزار ان میں سے رب المال اپنے راس المال میں لے لے گا اور دوسرا ہزار نفع میں ہے کہ اس کا آدھا رب المال لے گا اور باقی آدھا دونوں میں برابر تقسیم ہوگا۔ پس حصہ عامل یعنی چہارم ہزار درم کی طرح دے کر باقی اس کو ڈانڈ بھرنی پڑے گی اور دوسرے مضارب کا حق رب المال کے حق کا تابع ہے۔ پس اس کے حق کی وجہ سے اس کے ایک حصہ میں اجازت رب المال کی ممنوع نہ ہوگی یعنی نافذ ہو جائے گی اور اگر مضارب نے وہ غلام دو ہزار درم کو بیچا اور رب المال نے اجازت دے دی تو دونوں مضاربوں پر جائز ہے اور بائع پر ضمان نہ

[۱] قلت و لم ینکرانہ کیف جازت المضاربتہ مع عدم قولہ اعمل فیہ برایک ولعلہ مبتنی علی مثل تلک الاجازۃ۔ واللہ اعلم ۱۲

(۱) زیادتی الخ ہزار سے دو ہزار کی چیز مل گئی

ہوگی اور مشتری سے دو ہزار لیے جائیں گے اور دونوں ہزار مضاربت میں رکھے جائیں گے گویا دونوں نے اس کو فروخت کیا ہے اور اگر مضارب نے وہ غلام دو ہزار سے کم کو فروخت کیا خواہ کمی اس قدر ہے کہ قلیل ہے یا کثیر ہے مگر ایسی کہ لوگ برداشت کر جاتے ہیں اور رب المال نے اجازت دے دی تو اس کی اجازت باطل ہے اور اگر رب المال نے خود ہی فروخت کیا اور ایک مضارب نے اجازت دے دی پس اگر اس نے مثل قیمت پر فروخت کیا ہے تو جائز ہے اور اگر قیمت سے کم پر تھوڑی کمی یا بہت کمی سے فروخت کیا تو جائز نہیں ہے جب تک کہ دونوں مضارب اس کی اجازت نہ دیں اور اگر ایک مضارب نے کسی ثمن کے عوض جو ہم نے ذکر کئے ہیں فروخت کیا اور دوسرے مضارب نے اجازت دے دی اور رب المال نے اجازت نہ دی تو جائز ہے بشرطیکہ اس کو اس قدر کمی سے بیچا ہو کہ لوگ اس قدر خسارہ برداشت کر لیتے ہیں اور اگر اس قدر خسارہ ہو کہ لوگ نہیں اُٹھاتے ہیں تو صاحبینؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے بمنزلہ اس کے کہ گویا دونوں نے اس کو فروخت کیا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر دو شخصوں کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیئے اور یہ کہا کہ دونوں اپنی رائے سے کام کرنا یا نہ کہا تو ایک شخص تنہا خرید و فروخت نہیں کر سکتا ہے۔ پس اگر ایک شخص نے آدھے مال میں بدوں دوسرے کے حکم کے تصرف کیا تو وہ اس نصف کا ضامن ہوگا کذا فی محیط السرخسی اور جو کہ اس کے تصرف سے نفع حاصل ہوا وہ اس کا ہے لیکن اس نفع کو صدقہ کر دے کیونکہ حرام سبب سے حاصل ہوا ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر اس صورت میں ایک نے باجازت دوسرے کے کام کیا تو ضامن نہ ہوگا اور رب المال اپنا راس المال ہر ایک سے نصف نصف لے گا اور جس قدر عامل کے پاس نفع رہا وہ دونوں عاملوں اور رب المال میں موافق شرط کے تقسیم ہوگا اور اگر وہ مال جو مضارب[1] مخالف پر تھا ڈوب گیا یعنی تلف ہوا تو اپنا سب راس المال مضارب موافق سے وصول کر لے گا اور اگر کچھ باقی نفع رہ گیا تو اس میں سے رب المال آدھا لے گا اور باقی چوتھائی میں جو مخالف کا حصہ ہے لحاظ کیا جائے گا کہ اگر اسی قدر ہے جس قدر مضارب مخالف پر ڈوبا ہے تو اس میں محسوب کر لیا جائے گا اور اگر یہ چوتھائی اس سے زیادہ ہے جس قدر اس پر ہے تو جس قدر اس پر ہے وہ اس میں سے محسوب کر کے باقی اس کو دیا جائے گا تا آنکہ اس کے تمام حصہ نفع تک پورا ہو جائے اور اگر یہ تہائی اس سے کم ہو جس قدر اس پر ہے تو اس نفع کی مقدار تک اس سے محسوب کر لیا جائے گا اور جو اس پر باقی رہا اس کو وہ وقت فراخ دستی کے ادا کرے اور اس کی یعنی مسئلہ مذکورہ کی مثال یہ ہے کہ راس المال ہزار درم ہے اور مضارب موافق کے پاس ڈیڑھ ہزار درم ہیں ہزار درم نفع کے ہیں اور پانچ سو درم راس المال کے ہیں اور پانچ سو درم راس المال کے مضارب مخالف پر قبضہ ہیں پس رب المال اپنے راس المال میں ہزار درم لے گا اور مضارب موافق کے پاس پانچ سو درم رہ جائیں گے یہ نفع ہیں ان کو پانچ سو درم کے ساتھ جو مضارب مخالف پر قرض ہیں ملایا جائے پس ہزار درم نفع ہو گئے اس کے چار حصے کئے جائیں دو حصہ رب المال کو ملیں گے اور ایک حصہ مضارب موافق کو اور باقی ایک حصہ مضارب مخالف کا رہا پس معلوم ہوا کہ مضارب مخالف کا حصہ نفع ڈھائی سو درم ہیں اور قرضہ کے اس پر پانچ سو درم ہیں پس یہ دو سو پچاس درم اس کے نفع کے اس میں محسوب کر لیے جائیں گے اور اس پر ڈھائی سو درم قرضہ باقی رہیں گے وہ اس سے جب آسودہ حال ہو جائے تو وصول کر لیے جائیں گے اور اگر مضارب ہو موافق کے پاس دو ہزار پانچ سو درم ہوں پس رب المال کے ہزار درم دیگر باقی ہیں پانچ سو درم جو مضارب مخالف پر ہیں ملانے سے کل دو ہزار درم نفع کے ہوئے اس میں سے موافق تقسیم کے مخالفت مضارب کا چوتھائی نفع پانچ سو درم ہوئے اور یہ اسی قدر ہیں جتنے اس پر قرضہ ہیں پس اس کو کچھ واپس دینا نہ پڑے گا اور اگر مضارب موافق کے پاس تین ہزار درم ہوں تو رب المال کا راس المال دینے کے بعد جو کچھ مضارب مخالف پر قرضہ ہے وہ ملانے سے دو ہزار پانچ سو درم

[1] شرط کے خلاف کرنے والا ۱۲ام

نفع کے ہوئے اس میں سے مخالف کا چوتھائی حصہ یعنی چھ سوپچیس درم ہوئے پس اس میں سے اس قدر جو اس پر ہے یعنی پانچ سو درم نکال لینے کے بعد ایک سوپچیس درم باقی رہے وہ اس کو واپس کر دیئے جائیں گے اور یہی اس کا تمام حصہ ہے اور باقی نفع رب المال او رمضارب موافق کے درمیان تین حصوں میں موافق ان کے حصہ کے تقسیم ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر مضارب مخالف کا مقبوضہ تلف نہ ہوا بلکہ اس عامل کا مقبوضہ تلف ہوا جس نے دوسرے کے حکم سے کام کیا ہے تو رب المال اس مضارب مخالف سے نصف راس المال کی ضمان لے گا اس کے سوا اس سے کچھ نہ ملے گا اور اگر دونوں مضاربوں نے ہزار درم مضاربت پر قبضہ کرنے کے بعد اس کو باہم برابر تقسیم کر لیا پھر ایک نے نصف سے ایک غلام خریدا پھر دوسرے نے اس کے خرید کی اجازت دی تو اس کی اجازت سے وہ غلام مضاربت میں سے نہ ہوگا اور اگر دونوں نے ایک غلام ہزار درم کو خریدا پھر ایک نے اس کو کسی ثمن معلوم کے عوض بیچا اور دوسرے نے اجازت دی تو جائز ہے۔ اسی طرح اگر رب المال نے اجازت دے دی تو جائز ہے۔ یہ مبسوط میں ہے۔

اگر ایک مضارب نے بدوں دوسرے کی اجازت کے کسی قدر مال کسی شخص کو بضاعت میں دیا ☆

ایک غلام دونوں نے خریدا پھر ایک نے اس کو بعوض کسی اسباب یا باندی کے فروخت کیا اور دوسرے نے اجازت دے دی تو قیاساً جائز نہیں ہے اور استحساناً جائز ہے اور اگر دوسرے نے اجازت نہ دی یہاں تک کہ بائع نے اس اسباب یا باندی پر قبضہ کر لیا اور اس کو ہزار درم کو فروخت کیا پھر دوسرے نے اجازت دی تو جائز نہیں ہے اور وہ غلام مضاربت میں واپس دلایا جائے گا اور دونوں کے قبضہ میں رہے گا اور مضارب بائع کو اس اسباب یا باندی کی قیمت اس کے مالک کو دینی پڑے گی اور اس کا ثمن اس کو ملے گا اور اگر شریک نے غلام کے بعوض باندی یا اسباب کے بیچنے کی اجازت نہ دی مگر رب المال نے اجازت دی تو بیع جائز ہو جائے گی اور غلام بیچنے والے کو غلام کی قیمت رب المال کو دینی پڑے گی اور جو اس نے خریدا ہے وہ اسی کا ہوگا اور مضاربت باطل ہو جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر ایک مضارب نے بدوں دوسرے کی اجازت کے کسی قدر مال کسی شخص کو بضاعت میں دیا اور بضاعت لینے والے نے خرید و فروخت کی اور نفع یا نقصان اُٹھایا تو یہ نفع و نقصان اسی مضارب بضاعت دینے والے پر پڑے گا اور رب المال کو ضمان لینے میں اختیار ہے چاہے بضاعت لینے والے سے لئے اور وہ بضاعت دینے والے سے پھر لے گا اور چاہے مضارب بضاعت دینے والے سے لے اور وہ اپنے بضاعت لینے والے سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر دونوں مضاربوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کو اجازت دے دی کہ جس قدر مال چاہے بضاعت میں دے دے پس ایک نے کسی کو بضاعت دی اور دوسرے نے دوسرے کو دی تو یہ دونوں پر اور رب المال پر بھی جائز ہے اور اگر دونوں مضاربوں نے کوئی غلام کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا تو ہر ایک کو اختیار ہے کہ مشتری سے آدھے دام وصول کر لے اگرچہ اس کے شریک نے اس کو اجازت نہ دی ہو اور آدھے دام سے زیادہ نہیں لے سکتا ہے الا اس صورت میں کہ شریک اس کا اجازت دے پس اگر اجازت دے دی تو آدھے سے زیادہ وصول کر لینا جائز ہے اور اگر رب المال نے مضاربت دیتے وقت دونوں سے کہہ دیا تھا کہ یہ مال بضاعت میں نہ دینا پھر دونوں نے بضاعت میں دیا تو دونوں ضامن ہوں گے اور اگر دونوں نے رب المال کو بضاعت میں دیا تو یہ مضاربت پر قرار دے کر جائز ہوگا کذا فی المبسوط۔

چھٹا باب☆

مضارب پر شرطیں قائم کرنے کے بیان میں

اصل یہ ہے کہ رب المال نے جب مضاربت میں مضارب پر کوئی شرط قائم کی پس اگر ایسی شرط ہو کہ اس میں رب المال کا فائدہ ہو تو مضارب کو اس کی نگاہ داشت ضروری ہے اور اس کا وفا کرنا واجب ہے اور اگر وفا نہ کی تو مخالف اور عامل بلا اجازت قرار دیا جائے گا اور اگر اس میں رب المال کا کوئی فائدہ نہیں ہے تو صحیح نہیں اور مثل کالعدم مسکوت عنہ کے قرار دی جائے گی کذا فی المحیط اور اگر رب المال نے مضارب کے واسطے مال میں تصرف کرنے کی خصوصیت کسی شہر خاص یا کسی متاع[(۱)] خاص کے ساتھ کر دی تو مضاربت اسی کے ساتھ مقید ہو گی اور مضارب کو اس سے تجاوز کرنا روا نہیں۔ اسی طرح ایسے شخص کو بضاعت بھی نہیں دے سکتا ہے جو اس کو اس شرط سے باہر لے جائے۔ پس اگر مضارب اس کو اس شہر سے باہر لے گیا اور دوسرے شہر میں جا کر خرید و فروخت کی تو ضامن ہو گا اور یہ اسی کے واسطے ہو گا اور نفع بھی اسی کا ہو گا اور نقصان بھی اسی پر پڑے گا اور اگر کوئی چیز خرید و فروخت نہ کی حتیٰ کہ واپس کر کے اسی شہر میں جو معین کیا ہے لے آیا تو ضمان سے بری ہو گیا اور وہ حال مضاربت میں بحالہ ہو گیا۔ اسی طرح اگر کسی قدر مال سے اسی شہر مشروط میں خریدی اور باقی کو جو باہر لے گیا تھا واپس کر لایا تو سب مضاربت میں قرار دیا جائے گا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر آدھے مال سے کوفہ میں نہ خریدا حالانکہ کوفہ رب المال نے معین کیا تھا بلکہ کوفہ سے خارج خریدی اور باقی آدھے مال سے واپس لا کر کوفہ میں خرید و فروخت کی تو جس قدر کوفہ سے خارج خریدا اس کا ضامن ہے اور اس کا نفع اسی کا اور گھٹی اسی پر پڑے گی اور جس قدر سے واپس لا کر کوفہ میں خرید و فروخت کی ہے وہ مضاربت میں ہو گا اور اصل میں ہے کہ مضارب اس صورت میں امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک[۱] مخالفت کا نفع سب صدقہ کر دے گا یہ محیط میں ہے اور اگر یہ شرط کی کہ کوفہ کے بازار میں مضاربت کرے اس نے دوسری جگہ کام کیا تو استحساناً جائز ہے اور اگر اس طرح کہا کہ سوائے بازار کوفہ کے کہیں مضاربت نہ کرے اور اس نے دوسرے جگہ کام کیا تو ضامن ہو گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

جن الفاظ سے تقیید ہو جاتی ہے یعنی کسی جگہ کام کرنا خاص مقید ہو جاتا ہے یہ ہیں کہ میں نے تجھے مال مضاربت میں دیا بشرطیکہ تو کوفہ میں کام کرے یا تاکہ تو کوفہ میں کام کرے۔ یا پس اس کے ساتھ کوفہ میں مضاربت کر یا یوں کہا کہ کوفہ میں آدھے کی مضاربت پر میں نے تجھے مال دیا تو ان صورتوں میں خاص کوفہ ہی میں کام کر سکتا ہے غیر جگہ نہیں کر سکتا ہے اور جو الفاظ اس معنی کو مفید نہیں ہیں وہ اس طرح ہیں کہ میں نے تجھے مضاربت میں مال دیا اور تو کوفہ میں کر یا تو کوفہ میں کام کر پس اس سے خصوصیت منحصر کوفہ پر نہیں ثابت ہوتی ہے۔ اور ضابطہ یہ ہے کہ اگر اس نے مضاربت کے ساتھ ایسا لفظ ذکر کیا کہ جو مبتدا نہیں ہو سکتا ہے بلکہ کلام سابق پر مبنی کیا جا سکتا ہے تو اس صورت میں کلام سابق سے متعلق و مبنی کیا جائے گا جیسا کہ پہلے الفاظ میں ہے کہ اس میں مضاربت کے کام کے ساتھ کوفہ میں کام کرنا مقید ہے مبتدا نہیں قرار دیا جا سکتا ہے اور یہ زبان اردو کے قواعد میں جاری ہے اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ جو لفظ اس نے قید کے واسطے ذکر کیا ہے وہ ایسا ہو کہ[۲] مبتدا ہو سکتا ہے تو اس کو مبتدا قرار دیں گے جیسے کہ دوسرے الفاظ میں ظاہر ہے پس یہ کلام زائد بطور مشورہ کے قرار دیا جائے گا اور مضارب کو اختیار ہو گا کہ کوفہ میں یا غیر جگہ کام کرے یہ کافی میں ہے مگر مترجم نے اپنی زبان کے

۱؎ یعنی جس قدر مال میں مخالفت کی ہے ۱۲ ۲؎ یہ غرض نہیں کہ مبتدا و خبر جملہ اسمیہ ہو بلکہ غرض یہ ہے کہ وہ مستقل کلام ہو سکتا ہے ۱۲

(۱) متاع خاص جیسے تجارت گندم ۱۲

موافق تشریح کی ہے قدوری میں ہے کہ اگر مضارب کو ہزار درم دیئے اور یہ کہا کہ یہ ہزار درم آدھے کی مضاربت پر اس شرط سے لے کہ تو اس سے طعام خریدے تو یہ قید یعنی[1] طعام کی صرف گیہوں اور اس کے آٹے پر قرار دی جائے گی اسی طرح اگر یوں کہا کہ یہ ہزار درم آدھے کی مضاربت پر لے پس اس سے طعام خرید کر تو بھی ایسا ہی ہے یا کہا کہ یہ ہزار درم آدھے کی مضاربت پر لے تاکہ اس سے طعام خریدے یا کہا کہ طعام کی مضاربت میں لے تو ان سب سے مضاربت طعام کے ساتھ مقید ہوگی حتی کہ اگر اس نے طعام کے سوا کوئی اور چیز خریدی تو مخالف اور ضامن ہوگا۔ اور اس کو اختیار ہے کہ طعام خواہ شہر میں خریدے یا دوسری جگہ خریدے اور طعام میں بضاعت دے کیونکہ تخصیص صرف طعام کو ثابت ہوئی ہے اور باقی خریدنے کی جگہ وغیرہ سب عام رہے گی اور اگر یوں کہا کہ یہ ہزار درم لے اور اس سے خرید تو اس کو اختیار ہے کہ چاہے آٹا گیہوں کا اور گیہوں خریدے یا اور کوئی چیز خریدے اور اس کا یہ کہنا کہ اس سے طعام خرید یہ بطور مشورہ کے قرار دیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

قال المترجم ☆

طعام کے لفظ سے گیہوں اور اس کے آٹے کی خصوصیت ہونا باعتبار اطلاق اہل کوفہ کے ہے اور ہماری زبان میں اگر اس لفظ کو استعمال کیا تو یہ خصوصیت نہ ہوگی بلکہ میرا گمان ہے کہ گیہوں یا اس کا آٹا خصوصاً مراد نہ ہو کیونکہ طعام سے اگر اناج کہا جائے گا تو سب قسم کے اناج کو شامل ہے اور اگر مطعوم فی الحال مراد ہے تو ہر چیز جو کھائی جائے اور از قسم طعام ہو وہ مراد ہوگی واللہ اعلم اور بعض مشائخ نے اس لفظ طعام کو اپنی زبان فارسی میں ان معنی سے منحرف کر کے تصریح کر دی ہے کہ ہماری زبان میں اس سے گیہوں اس کا آٹا مراد نہ ہوگا۔ فاحفظہ۔ اگر اس کو ہزار درم اس شرط سے دیئے کہ مضاربت میں خاصۃً طعام خریدے تو اس کو اختیار ہے کہ جب خاصۃً طعام کے واسطے نکلے تو اپنے واسطے خواہ ٹٹو کرایہ کر لے جیسا کہ طعام کے واسطے کرایہ کرے گا اور یہ بھی اس کو اختیار ہے کہ کوئی ٹٹو اپنے سفر کے واسطے خریدے جیسا کہ تاجر لوگ کیا کرتے ہیں اور بھی اس کو اختیار ہے کہ اگر کرایہ میں نہ پائے تو طعام لادنے کے واسطے بار برداری خریدے بلکہ خرید لینا کرایہ کرنے سے زیادہ موافق ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور طعام لادنے کے واسطے کشتی نہ خریدے الا اس ملک میں جہاں تاجروں کی ایسی عادت ہو پس اگر مضاربت علی العموم ہے تو کشتی خریدنا بھی جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اس کو اختیار ہے کہ بعض مال سے کوئی ایسا بیت خریدے کہ جس میں طعام کی حفاظت کرے اور اس میں فروخت کرے یہ مبسوط میں ہے اور اگر رقیق[2] میں مضاربت کے واسطے اس کو ہزار درم دیئے تو سوائے رقیق کے اور کوئی چیز نہیں خرید سکتا ہے ہاں اس کو اختیار ہے کہ اسی شہر میں جس میں مال دیا ہے رقیق خریدے یا دوسرے شہر میں خریدے اور اس کو رقیق میں بضاعت دینے کا بھی اختیار ہے اور اس کو رقیق لادنے کے واسطے ٹٹو کرایہ لینے بھی جائز ہیں اور یہ بھی اختیار ہے کہ رقیقوں کے واسطے کھانا کپڑا اس مال سے خرید دے یہ محیط میں ہے اور اگر مضاربت میں یہ شرط لگائی کہ فلاں شخص سے خریدے اور اسی کے ہاتھ فروخت کرے تو تقیید صحیح ہے اور اس کے سوا دوسرے سے خرید و فروخت نہیں کر سکتا ہے یہ کافی میں ہے اور اگر اس کو اس شرط سے مضاربت میں مال دیا کہ اہل کوفہ سے خرید و فروخت کرے اس نے کوفہ میں ایسے شخص سے خرید و فروخت کی جو کوفی نہیں ہے تو جائز ہے اسی طرح اگر اس کو بیع صرف کے واسطے اس شرط سے مال مضاربت دیا کہ صرافوں سے خرید و فروخت کرے تو اس کو غیر صرافوں سے بھی خرید و فروخت کا اختیار ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر عقد مضاربت کے واسطے کوئی وقت معین کر دیا تو مضاربت اسی وقت تک مقید ہوگی حتی کہ اس وقت کے گذر جانے سے مضاربت باطل ہو

[1] قولہ طعام یہ ان کا عرف تھا کہ طعام سے گیہوں یا آٹا مراد لیتے تھے اور ہماری عرف میں طعام جملہ اناج پر بلکہ ایسی چیز پر جو سروست کھانے کے لیے مہیا ہو بولا جاتا ہے کما صرح الشائخ الیضانی باب الیمین والمس ۱۲ [2] غلام و باندی یعنی بردے ۱۲

جائے گی یہ کافی میں ہے اور اگر کسی کو مضاربت میں ہزار درم اس شرط سے دیئے کہ نقدی سے خریدے اور نقدی سے فروخت کرے تو سوائے نقدی سے خرید وفروخت کرنے کے اس کو اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے اور اگر اس کو حکم کیا کہ اُدھار بیچنے اور نقد نہ بیچے اور اس نے نقدی سے بیچا تو جائز ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ اس وقت ہے کہ اس نے نقد سدے اس کے مثل پر قیمت پر یا زیادہ پر بیچا ہو جس قدر اس سے ثمن بیان کیا ہے اس کے مثل پر فروخت کیا ہو اور اگر اس سے کم کو نقد فروخت کیا تو وہ مخالف قرار دیا جائے گا یہ مبسوط میں ہے اور اگر کہا کہ اس کو ہزار سے زیادہ پر نہ بیچے اس نے زیادہ پر بیچا تو جائز ہے کیونکہ اس میں رب المال کی بہتری ہے کذا فی الحاوی اور اگر مضاربت پہلے مطلقہ ہو پھر بعد عقد مضاربت کے مضارب کے عمل کرنے سے پہلے یا اس کے عمل کرنے اور خرید وفروخت کر کے دام وصول کر کے مال نقدی یعنی درم و دینار ہو جانے کے بعد رب المال نے کوئی قید لگائی مثلاً کہا کہ ادھار نہ بیچے یا گیہوں و اس کا آٹا وغیرہ نہ خریدے یا فلاں شخص سے نہ خریدے یا سفر نہ کرے تو یہ تخصیص جائز ہے اور اگر مضارب نے کام شروع کیا اور راس المال عروض ہو گیا پھر ایسی تخصیص کی تو صحیح نہیں ہے اور اگر اس کو سفر کرنے سے منع کر دیا تو موافق روایت کے مضاربت مطلقہ میں سفر جائز ہے اور اگر مال عروض ہو گیا ہو تو منع کرنا صحیح نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور جب اس نے تھوڑے مال سے کوئی چیز خریدی پھر رب المال نے کہا کہ اس مال سے سوائے گیہوں کی تجارت کے کوئی کام نہ کرے تو باقی مال سے اس کو سوائے گیہوں کی مضاربت کے کوئی کام کرنا جائز نہیں ہے اور جب اس شے کو فروخت کیا اور نقد دام آئے تو ان سے بھی سوائے گیہوں کے کچھ نہیں خرید سکتا ہے یہ حاوی میں ہے۔ اگر کسی مال مضاربت اس شرط سے دیا کہ اس سے ثیاب خرید وفروخت کرے پس ثیاب بنی آدم کے ملبوس کا اسم جنس ہے یعنی جامہ جو بنی آدم پہنتے ہیں تو اسکو اختیار ہے کہ اس مال سے خز وحریر وقز وسوت کے کپڑے وکتان و چادریں وطیلسان واخنیات وغیرہ ایسے کپڑے خریدے اور اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ پلاس و پردے وانماط وتکیہ وخیمہ ابرے وغیرہ ایسے کپڑے خریدے اور اگر اس شرط سے دیا کہ اس کے عوض ثیاب البز خریدے تو بز میں فقط روئی وکتان کے کپڑے شامل ہوں گے اور اس کو حریر وخز وقز کی چادریں وطیلسان وغیرہ خریدنے کا اختیار نہ ہوگا کذا فی المبسوط۔

ساتواں باب ☆

مضارب کے مال مضاربت غیر کو دینے کے بیان میں

اگر مضارب نے رب المال کی بلا اجازت دوسرے کو راس المال مضاربت کے واسطے دیا تو جب تک دوسرا اس میں تصرف نہ کرے مضارب دینے والا ضامن نہ ہوگا اور یہی ظاہر الروایہ ہے یہ تبیین میں لکھا ہے پھر رب المال کو اختیار ہے چاہے اول سے اپنے راس المال کی ضمان لے یا دوسرے سے ضمان لے پس اگر اس نے اوّل سے ضمان لے لی تو اوّل وثانی میں مضاربت صحیح ہوگی اور نفع دونوں میں موافق شرط کے مشترک ہوگا اور اگر اس نے ثانی سے ضمان لی تو وہ اوّل کی طرف رجوع کرے گا اور جس قدر اس نے ضمان میں دیا ہے وہ اس سے لے لے گا اور اوّل وثانی میں مضاربت صحیح ہوگی اور نفع دونوں میں موافق شرط کے مشترک ہوگا اور نفع ثانی کو حلال ہوگا اور اوّل کو حلال نہ ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر رب المال نے یہ اختیار کیا ہے کہ جو نفع مضارب ثانی نے حاصل کیا ہے اس میں سے اپنا اس قدر حصہ جو پہلے مضارب سے شرط کیا تھا لے لے اور کسی سے دونوں میں سے کچھ ضمان نہ لے لے تو یہ نہیں کر سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے اور یہ سب اس وقت ہے کہ دونوں مضاربتیں صحیح ہوں کذا فی التبیین اور اگر مضارب اولیٰ فاسد ہو اور دوسری جائز ہو تو دونوں سے کسی پر ضمان نہیں ہے اور تمام نفع رب المال کو ملے گا اور پہلے مضارب کو اجر المثل ملے گا اور دوسرے مضارب کا پہلے مضارب

پر نفع مشروط کے برابر لازم آئے گا اور اگر پہلی مضاربت جائز اور دوسری فاسد ہو تو بھی کسی پر ضمان نہ ہوگی اور دوسری کا اجرالمثل پہلے اور پہلے کو موافق شرط کے نفع ملے گا اسی طرح اگر دونوں مضاربتیں فاسد ہوں تو بھی کوئی ضامن نہ ہوگا یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر دوسرے مضارب نے مال تلف کر دیا یا کسی کو ہبہ کر دیا تو خاصۃً اسی پر ضمان ہوگی پہلے پر نہ آئے گی کیونکہ اُس نے اس فعل میں مضارب اوّل کی مخالفت کی یعنی ضمان اسی پر مقصود ہوگی بخلاف اس کے اگر اس نے مضاربت کا کام کیا ہو تو اس نے اوّل کے حکم کی فرمانبرداری کیا اسی واسطے رب المال کو دونوں میں سے ہر ایک سے ضمان یعنی کا اختیار ہوتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر دوسرے مضارب کے کام شروع کرنے سے پہلے تمام مال اس کے پاس سے کسی غاصب نے غصب کیا تو دونوں میں سے کسی پر ضمان نہ آئے گی بلکہ ضمان خاصۃً غاصب پر آئے گی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر دوسرے مضارب نے کسی تیسرے کو وہ مال بضاعت میں دے دیا وہ خرید و فروخت کرتا ہے تو رب المال کو اختیار ہے کہ تینوں میں سے جس سے چاہے ضمان لے اور جو نفع ہو وہ دونوں مضاربوں میں موافق شرط کے تقسیم ہوگا رب المال کو کچھ نہ ملے گا اور گھٹی پہلے مضارب پر پڑے گی پس اگر رب المال نے پہلے مضارب سے ضمان لے لی تو دوسری مضاربت صحیح ہو جائے گی اور اگر دوسرے مضارب سے ضمان لی تو وہ اوّل سے واپس لے لے گا اور اگر مستبضع سے یعنی جس کے پاس بضاعت ہے اس سے ضمان لی تو وہ دوسرے سے لے لے گا اور دوسرا پہلے سے واپس لے لے گا۔ یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو مال مضاربت میں اس شرط سے دیا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نفع رزق دے وہ ہم دونوں میں مشترک ہوگا یا ہم دونوں میں نصفا نصف ہوگا اور اس سے کہہ دیا کہ اپنی رائے سے اس میں عمل کرے پس اوّل نے دوسرے مضارب کو تہائی نفع کی شرط سے دے دیا تو جائز ہے۔ اور دوسرے کو تہائی نفع اور رب المال کو آدھا اور پہلے کو چھٹا حصہ نفع ملے گا اور اگر پہلے مضارب نے دوسرے کے واسطے آدھے نفع کی شرط لگائی تو اس کو آدھا نفع اور رب المال کو آدھا نفع ملے گا۔ اور پہلے مضارب کو کچھ نہ ملے گا۔ اور اگر پہلے مضارب نے دوسرے مضارب کے واسطے دو تہائی نفع کی شرط کی تو نفع رب المال اور دوسرے مضارب میں نصفا نصف تقسیم ہوگا اور پہلا مضارب دوسرے کو چھٹے حصے نفع کے مثل ڈانڈ دے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر رب المال نے پہلے مضارب سے یوں کہا کہ جو کچھ تو نے اس میں نفع حاصل کیا وہ ہم دونوں میں آدھا آدھا ہوگا یا جو کچھ تجھے نفع یا زیادتی ملے۔ یا کہا کہ جو کچھ تو نے اس میں حاصل کیا یا جو کچھ تجھے اللہ تعالیٰ نے اس میں رزق دیا یا کہا کہ جو کچھ تجھے اس میں نفع پہنچا وہ ہم دونوں میں نصفا نصف ہوگا اور اس نے کہہ دیا کہ اپنی رائے سے اس میں عمل کرے اس نے دوسرے کو آدھے یا دو تہائی یا پانچ چھٹے حصے کے نفع سے دے دیا تو سب جائز ہے اور دوسرے کو تمام وہ نفع جو اس کے لیے شرط کیا ہے دیا جائے گا اور باقی نفع پہلے اور رب المال کے درمیان برابر تقسیم ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ منتقیٰ میں ہے کہ بشر بن الولیدؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیئے اور حکم کیا کہ اپنی رائے سے عمل کرے پس مضارب نے دوسرے کو مضاربت پر دے دیا اور کہا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ رزق دے وہ ہمارے اور تیرے درمیان ہے پس آدھا نفع رب المال کا اور باقی آدھا دونوں مضاربوں میں برابر تقسیم ہوگا یہ محیط میں ہے اگر کسی شخص نے دوسرے کو ہزار درم مضاربت میں دیئے اور کہا کہ اپنی رائے سے عمل کرے اس نے دوسرے کو مضاربت پر دیئے اور کہہ دیا کہ اپنی رائے سے کام کرے تو دوسرے کو بھی اختیار ہے کہ تیسرے کو مضاربت پر دے دے اور دوسرا مضارب اس امر میں مثل اوّل کے ہوگا۔ کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر اوّل نے دوسرے کو مضاربت پر دیا اور اس سے یہ نہ کہا کہ اپنی رائے سے عمل کرے تو دوسرا اس کو تیسرے کو مضاربت میں نہیں دے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک شخص کو آدھے کی مضاربت پر مال دیا اور اس سے یہ نہ کہا کہ اپنی رائے سے عمل کرے اس نے دوسرے کو تہائی کی مضاربت پر

دے دیا اور یہ نہ کہا کہ اپنی رائے سے عمل کرے اور دوسرے نے تیسرے کو چھٹے حصہ کی مضاربت پر دے دیا اس نے کام کیا اور نفع یا نقصان اٹھایا تو پہلا مضارب ضمان سے بری ہے اور رب المال کو اختیار ہے کہ چاہے دوسرے سے اپنے راس المال کی ضمان لے یا تیسرے سے ضمان لے پس اگر اس نے دوسرے سے ضمان لی تو وہ کسی سے نہیں لے سکتا ہے۔ اور اگر تیسرے سے ضمان لی تو دوسرے سے واپس لے سکتا ہے اور نفع دونوں کو موافق شرط کے تقسیم ہوگا اور اگر پہلے مضارب نے دوسرے کو تہائی پر مال دیتے وقت کہہ دیا تھا کہ اپنی رائے سے کام کرے پس دوسرے نے تیسرے کو چھٹے حصے کے نفع پر دے دیا اور اس نے نفع یا نقصان اُٹھایا تو رب المال کو تینوں میں سے ہر ایک سے ضمان لینے کا اختیار ہے پس اگر تیسرے سے ضمان لی تو وہ دوسرے سے واپس لے گا اور دوسرا پہلے سے واپس لے گا اور اگر دوسرے سے ضمان لی تو وہ پہلے سے واپس لے گا اور اگر پہلے سے ضمان لی تو وہ کسی سے نہیں لے سکتا ہے پھر جب پہلے مضارب کی ملک مستقر ہو گئی تو دوسری اور تیسری دونوں مضاربتیں صحیح ہو گئیں اور گھٹنے پہلے مضارب پر پڑے گی اور نفع تیسرے کو چھٹا حصہ اور دوسرے کو چھٹا حصہ اور پہلے کو دو تہائی ملے گا یہ مبسوط میں ہے اور مضارب کو اختیار ہے کہ دوسرے سے شرکت عنان کرے اور نفع دونوں میں موافق شرط کے تقسیم ہوگا اور جب نفع دونوں میں تقسیم ہوا تو مال مضاربت مع حصہ نفع مضارب کے ہوگا پس اس میں سے رب المال اپنا راس المال لے لے گا اور جو بڑھا وہ دونوں میں شرکت میں ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر مضارب اوّل نے مال کسی کو مضاربت پر اس شرط سے دیا کہ دوسرے کو نفع میں سے سو درم ملیں گے اس نے کام کیا پس نفع یا نقصان اٹھایا یا کام کرنے کے بعد مال اس پر ڈوب گیا تو رب المال کسی سے ضمان نہیں لے سکتا ہے اور گھٹی اسی پر ہوگی اور مال کا ڈوب جانا یعنی ضائع ہونا بھی اسی پر ہوگا اور دوسرے کو اجر مثل پہلے مضارب پر ہوگا اور پہلا مضارب اس کو رب المال سے واپس لے گا اور اگر اس میں نفع ہو تو اوّلاً مال میں سے عامل کو اجر المثل دیا جائے گا پھر نفع رب المال اور مضارب اوّل میں موافق شرط کے تقسیم ہوگا اور اگر رب المال نے پہلے مضارب کے واسطے سو درم نفع کی شرط کی اور یہ نہ کہا کہ اپنی رائے سے کام کرے پھر مضارب نے دوسرے کو آدھے کی مضاربت پر دے دیا اس نے کام کیا تو گھٹی یا تلف ہونے کی صورت میں دونوں مضاربوں پر ضمان آئے گی اور اس صورت میں اگر نفع حاصل ہو تو سب رب المال کا ہے اور رب المال پر پہلے مضارب کے واسطے اجر المثل اور پہلے مضارب پر دوسرے مضارب کے واسطے مثل نصف نفع کے جو اس کے خاص مال میں حاصل کیا ہے۔ واجب ہوگا کذا فی المبسوط۔

آٹھواں باب☆

مفارقت میں صرابحہ اور تولیہ کے بیان میں

اس میں تین فصلیں ہیں

فصل اوّل☆

مضارب کے رقم وغیرہ پر مرابحہ یا تولیہ سے فروخت کرنے کے بیان میں

قال المترجم

یہ اصطلاحات کتاب البیوع میں گزر چکی ہیں لیکن اعادہ کیا جاتا ہے۔ مرابحہ وہ بیع کہ ثمن اوّل سے نفع پر فروخت کرے۔ اور تولیہ برابر ثمن اوّل سے فروخت کرے اور رقم تاجروں کی نشانی جس سے حال ثمن کا معلوم ہو جس کو ہندی میں آنکھ بولتے ہیں۔

فاحفظه قال محمدؒ فی الجامع صغیر اگر مضارب نے کوئی متاع کچھ خرچہ کے بعد مرابحہ سے فروخت کی تو متاع کے لادنے وغیرہ میں جو کچھ خرچ کیا ہے اس کا حساب کر لے اور جو اس نے اپنے کھانے، کپڑے، تیل، سواری، کپڑے دھلائی واشیائے ضروری میں خرچ کیا ہے اس کو محسوب نہ کرے۔

قال المترجم ☆

یعنی مثلاً کوئی متاع بصرہ سے خرید لایا اور اس کی بار برداری میں دس درم خرچ ہوئے اور ثمن متاع کا سو درم ہے اور اپنے سفر خرچ میں پانچ درم خرچ ہوئے تو یوں کہے کہ مجھے ایک سو دس درم میں پڑی ہے اس پر نفع قرار دے اور ایک سو پندرہ درم نہ کہے اور نہ اس پر نفع لگائے اور اصل فقہی اس باب میں یہ ہے کہ جس چیز سے مال عین میں حقیقت یا حکماً زیادتی ہو وہ راس المال کے معنی میں ہے پس وہ راس المال میں داخل کی جائے گی اور جو ایسی نہیں ہے وہ راس المال کے معنی میں نہیں ہے پس وہ راس المال میں ملائی نہ جائے گی اور جس جگہ ملانا صحیح ہوا وہاں مضارب کو چاہئے کہ بیع مرابحہ کے وقت یوں کہے کہ مجھے اتنے کو پڑی ہے تاکہ کذب سے بچے یہ محیط میں ہے۔اور اگر مضارب نے کوئی متاع ہزار درم کو خریدی اور اس پر دو ہزار کی رقم ڈال دی پھر خریدار سے کہا کہ میں اس کو رقم پر مرابحہ سے بیچتا ہوں پس اگر مشتری کو اس کی رقم بتلائے تو جائز ہے اس میں کچھ ڈر نہیں ہے ور اگر مشتری کو رقم نہ معلوم ہوئی تو بیع فاسد ہے پھر جب اس کو معلوم ہوا کہ اس کی رقم اس قدر ہے تو مشتری کو خیار ہوگا چاہے اس کو لے یا چھوڑ دے اور اگر اس نے قبضہ کر لیا اور فروخت کر دی پھر معلوم کیا کہ اس کی رقم اس قدر ہے اور راضی ہو گیا تو اس کی رضامندی باطل ہے اور اس پر اس کی قیمت واجب ہوگی اور اس باب میں تولیہ مثل مرابحہ کے ہے۔اگر مضارب نے اس کو رقم پر تولیہ کے طور پر فروخت کیا اور مشتری نہیں جانتا ہے کہ اس کی رقم کیا ہے پھر مضارب نے اس کے بعد دوسرے کے ہاتھ بطور صحیح کے فروخت کیا تو جائز ہے بشرطیکہ اول نے قبضہ نہ کیا ہو اور اسی طرح اگر اول کو اس کی رقم معلوم ہوئی اور وہ خاموش رہا قبول نہ کیا یہاں تک کہ مضارب نے دوسرے کے ہاتھ بطور بیع صحیح کے فروخت کر دیا تو بھی بیع ثانی جائز ہے اور اگر اول مشتری رقم معلوم کرنے کے بعد راضی ہو گیا پھر مضارب نے اس کو دوسرے کے ہاتھ بطور بیع صحیح کے فروخت کیا تو دوسری بیع باطل ہے اور اگر اول مشتری نے ان صورتوں میں مضارب سے لے کر متاع پر قبضہ کر لیا پھر مضارب نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو بیع ثانی باطل ہوگی اور اگر مشتری اول نے بعد رقم جاننے کے بیع توڑ دی تو بھی دوسری بیع حسب جائز نہ ہو جائے گی اور اگر مضارب نے کوئی متاع ہزار درم کو خریدی پھر ایک شخص سے کہا کہ میں تیرے ہاتھ یہ متاع دو ہزار درم کو سو درم کے نفع سے فروخت کرتا ہوں اور کچھ رقم وغیرہ کا نام نہ لیا اور اس شخص نے خرید لی پھر اس کو معلوم ہوا کہ مضارب نے ہزار درم کو خریدی تھی تو بیع دو ہزار ایک سو درم کو لازم ہوگی اور جو فعل مضارب نے کیا اس میں کچھ ڈر نہیں ہے۔کذا فی المبسوط۔اگر یوں کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ اس کو درم کے ساتھ ایک درم نفع لے کر بیچا تو اگر دس درم کو خریدی ہو تو بیس درم کی ہوئی اور اگر دس درم کی خریدی ہوئی پر ایک درم کے ساتھ دو درم نفع سے بیچی تو تیس درم کی ہوئی اور اگر کہا کہ دس درم کے ساتھ پانچ درم نفع سے بیچی تو پندرہ درم کی ہوئی ایسے ہی اگر ہر درم کے ساتھ نصف نفع سے کہا تو بھی پندرہ درم ہوئے اور اگر یوں کہا کہ بربح العشرۃ خمسہ عشر یعنی دس درم کے ساتھ پندرہ درم نفع تو قیاساً پچیس درم ہوئے اور استحساناً پندرہ درم ہوئے۔

قال المترجم ☆

زبان اردو میں یوں شائع ہے کہ دس درم کی چیز نفع کے ساتھ پندرہ درم کو بیچی اور مترجم کا گمان ہے کہ صورت مسئلہ میں شاید استحساناً حکم جو کتاب میں ہے حاوی ہو واللہ اعلم بالصواب۔اسی طرح اگر کہا کہ بربح العشرۃ احد عشر و نصفاً یعنی دس درم کی چیز نفع سے

ساڑھے گیارہ کو تو نفع ڈیڑھ درم کا ہوگا اور کہا کہ بربح العشرۃ عشرۃ وخمسۃ اور خمسۃ وعشرۃ دس درم کی چیز کے ساتھ دس و پانچ کا پانچ و دس کا نفع ہے تو دام پچیس درم ہوں گے۔

قلت ☆

یہ بھی بلحاظ ایک نوع کی عربی عبارت کے ہے فافہم۔

کذا فی المحیط السرخسی اگر مال مضاربت سے ایک کپڑا دس درم کو خریدا اور اس کے پاس نقصان پا کر تین درم کا رہ گیا پھر اس نے ہر درم پر ایک درم گھٹی کے ساتھ فروخت کیا تو دام پانچ درم ہوں گے اور اگر ایک درم کے ساتھ دو درم کی گھٹی پر بیچا تو دام تین درم تہائی درم ہوں گے اور اگر فی درم نصف درم کی گھٹی کے ساتھ دیا تو دام چھ درم و دو تہائی درم ہوں گے ایسے ہی اگر کہا کہ بوضیعۃ العشرۃ خمسۃ عشر دس درم کے ساتھ گھٹی پندرہ درم کی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مضارب نے ایک غلام خریدا اور اس پر قبضہ کر لیا پھر اس کو ایک باندی کے عوض بیچا اور باندی پر قبضہ کر کے غلام دے دیا تو اس کو اختیار نہیں ہے کہ باندی کو مرابحہ یا تولیہ کے ساتھ فروخت کرے الا اسی شخص سے ساتھ جس کی ملک میں غلام ہے اور اگر وہ شخص جس نے غلام خریدا ہے اس نے غلام دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا یا اس کو ہبہ کر کے اس کو سپرد کر دیا پھر مضارب نے باندی کو مرابحہ یا تولیہ سے فروخت کیا تو جائز نہیں ہے۔ اور اگر مضارب نے باندی مرابحہ یا تولیہ سے اس شخص کے ہاتھ بیچی جس کو غلام ہبہ کیا گیا ہے تو یہ جائز ہے اور اگر مضارب نے ایسے شخص کے ہاتھ جو غلام کا مالک نہیں ہے باندی کو راس المال دس درم پر نفع لے کر فروخت کیا اور غلام کے مالک نے اجازت دے دی تو جائز ہے۔ پھر باندی مضارب کی طرف سے مشتری کی ملک ہوگی اور مضارب غلام لے لے گا اور جس نے اس سے باندی خریدی ہے مضارب دس درم اس سے لے لے گا اور غلام کا مولیٰ مشتری سے قیمت غلام کی لے گا اگر مضارب کے قبضہ میں مضاربت کی باندی ہو اس نے بعوض غلام کے فروخت کر دی اور باہم قبضہ کر لیا پھر مضارب نے وہ غلام اس مشتری کے ہاتھ جس نے باندی خریدی ہے دس کے گیارہ درم نفع کے حساب سے بیچا یعنی دس درم کی چیز پر ایک درم نفع کے حساب سے بیچا تو بیع فاسد ہے اور اگر اسی کے ہاتھ دس کے ساتھ گیارہ کی گھٹی سے فروخت کی تو جائز ہے اور مشتری اس مضارب کو اس باندی کے گیارہ جزو کے دس جزو دے گا اور اگر یوں کہا کہ میں تیرے ہاتھ یہ غلام دس درم نفع سے بیچتا ہوں تو جائز ہے اور مضارب وہ باندی اور دس درم لے لے گا اور اگر کہا کہ دس درم راس المال سے گھٹی سے بیچتا ہوں تو بیع باطل ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔

اگر راس المال ہزار نیشاپوری ہوں اور اس سے ایک غلام خریدا اور غلام ہزار مردری کے عوض فروخت کیا اور کہا کہ میں نے اس کو ہزار درم نیشاپوری کو خریدا تھا اور تیرے ہاتھ سو درم نفع پر بیچتا ہوں تو مشتری پر ہزار درم نیشاپوری اور سو درم مزدوری واجب ہوں گے اور اگر کہا کہ دس کے گیارہ نفع کے ساتھ بیچتا ہوں یعنی اس حساب سے نفع لوں گا تو ثمن اور نفع دونوں نیشاپوری ہوں گے اور اگر کہا کہ سو درم گھٹی سے بیچتا ہوں تو یہ سو درم بھی نیشاپوری ہوں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کسی شخص کو مال مضاربت دیا اس نے اس مال سے باندی خریدی اور قبضہ کر لیا اور اس کو بعوض ایک غلام کے فروخت کیا اور باہم قبضہ کر لیا پھر مشتری کے پاس اس باندی میں زیادتی ہوگئی یا بچہ جنی۔ پھر مضارب نے وہ غلام اس باندی کے مالک کے ہاتھ سو درم نفع سے بیچا حالانکہ اس کو باندی کے بچہ جننے کا حال معلوم نہ ہے پس اگر باندی میں بدوں کی زیادتی ہو تو باندی اور سو درم لے لے گا اور اگر بچہ کی زیادتی ہے تو مضارب کو اختیار ہے چاہے باندی و سو درم لے لے یا بیع توڑے اور بچہ نہیں لے سکتا ہے اور بیع تولیہ اس صورت میں مثل مرابحہ کے ہے۔ اور مضاربت کا مال ہزار درم ہو اور اس کے عوض باندی خریدی اور اس کو ڈیڑھ ہزار کو فروخت کیا پھر اس کو ایک ہزار کو خریدا تو صاحبینؒ کے نزدیک اس کو ہزار کے

مرابحہ پر فروخت کرے اور امام اعظمؒ کے نزدیک پانچ سو درم کے مرابحہ سے فروخت کرے یعنی نفع کا حساب پانچ سو درم سے کر لے اور اگر اس کو ہزار درم و ایک کر درمیانی گیہوں سے فروخت کیا ہو یا ہزار درم و یک دینار سے بیچا ہو پھر اس کو ہزار درم میں خرید لیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کو مرابحہ سے فروخت نہ کرے اور اگر اس کو سو دینار کو فروخت کیا ہو اور قیمت اس کی ہزار درم سے زیادہ ہو پھر اس کو ہزار درم کو خریدا تو امام اعظمؒ کے قیاس قول میں اس کو مرابحہ سے فروخت نہ کرے اور اگر مضارب نے دو باندی کسی کیلی وزنی چیز یا کسی عرض کے عوض کہ جس کی قیمت ہزار درم سے زیادہ ہے فروخت کی پھر اس کو ہزار درم میں خریدا تو اس کو ہزار پر نفع اسباب سے بمرابحہ فروخت کرنا جائز ہے یہ محیط میں ہے۔

فصل دوم ☆

رب المال و مضارب سے خرید و فروخت میں مرابحہ کے بیان میں

اگر مضارب نے رب المال سے یا رب المال نے مضارب سے کوئی چیز خریدی اور اس کو مرابحہ سے فروخت کرنا چاہا تو ہر دو ثمن سے[1] کمتر و نفع حصہ مضارب پر مرابحہ سے فروخت کر سکتا ہے یہ تاتارخانیہ میں اسبیجابی سے منقول ہے۔ اگر کسی کو ہزار درم مضاربت میں دیئے اور رب المال نے ایک غلام پانچ سو درم کو خریدا اور مضارب کے ہاتھ ہزار درم کو بیچا تو مضارب اس کو پانچ سو درم پر مرابحہ سے فروخت کر سکتا ہے لیکن اگر اس خرید و فروخت کو جیسی واقع ہوئی ہے۔ سب صاف بیان کر دے تو جس طرح چاہے فروخت کر سکتا ہے۔ کذا فی البدائع اور اگر مضارب نے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور رب المال کے ہاتھ ایک ہزار سو درم کو فروخت کیا تو رب المال اس کو ایک ہزار ایک سو مرابحہ سے فروخت کر سکتا ہے کذا فی الکافی۔

قال المترجم ☆

یہ اس وقت ہے کہ مضاربت آدھے پر ہو فافہم[2]۔

اگر رب المال نے ہزار کو ایک غلام لیا اور مضارب کے ہاتھ پانچ سو درم پر مال مضاربت سے فروخت کیا تو مضارب اس کو پانچ سو پر مرابحہ سے فروخت کر سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر رب المال نے پانچ سو درم کو خریدا اور مضارب کے ہاتھ ایک ہزار ایک سو کو فروخت کیا تو وہ اس کو پانچ سو پچاس پر مرابحہ سے فروخت کر سکتا ہے اور اگر مضارب نے اس کو چھ سو کو خریدا ہو تو مضارب اس کو پانچ سو پر مرابحہ سے فروخت کرے اپنے ذاتی حصہ نفع کو محسوب نہ کرے گا تاوقتیکہ جو اس نے نقد دیا ہے ہزار سے زیادہ نہ ہو اور جب زیادہ ہو تو اپنے ذاتی حصہ کو ہزار سے زیادہ پر محسوب کرے گا اور اسی قیاس پر تمام مسائل جاری ہوتے ہیں یہ حاوی میں ہے اور اگر رب المال نے اس کو ہزار میں خریدا حالانکہ اس کی قیمت دو ہزار ہے پھر اس کو مضارب کے ہاتھ دو ہزار کو بیچا بعد ازانکہ مضارب ایک ہزار درم راس المال سے مضاربت کا کام شروع کر چکا ہے اور اس میں ایک ہزار کا نفع پا چکا ہے تو وہ اس کو ایک ہزار پانچ سو پر مرابحہ سے فروخت کرے گا۔ اسی طرح اگر رب المال نے پانچ سو کو دو ہزار کی قیمت کا غلام خریدا اور مضارب کے ہاتھ دو ہزار کو بیچا تو وہ اس کو ہزار پر مرابحہ سے فروخت کرے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر رب المال نے اس کو ہزار میں خریدا اور قیمت بھی اس کی ہزار ہے اور مضارب کے ہاتھ دو ہزار کو فروخت کیا تو مضارب اس کو ہزار پر مرابحہ سے فروخت کرے اور اگر رب المال نے اس کو پانچ سو

[1] قولہ کمتر یعنی خرید مضارب کے دام اور خرید رب المال کے دام میں سے جو دام کم ہو وہ اور اسکے ساتھ مضارب کا حصہ نفع ملا کر مرابحہ کا راس المال ٹھہرا دے ۱۲
[2] قولہ فافہم یعنی ہزار درم راس المال اور سو درم نفع مضارب ملا کر فروخت کرے ۱۲ م

میں خریدا اور قیمت اس کی ایک ہزار ہے اور مضارب کے ہاتھ دو ہزار کو فروخت کیا تو مضارب اس کو پانچ سو پر مرابحہ سے فروخت کرے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کوئی غلام ڈیڑھ ہزار کی قیمت کا ہو اور رب المال نے اس کو ہزار درم میں خریدا اور مضارب کے ہاتھ ہزار میں فروخت کیا تو مضارب اس کو ایک ہزار دو سو پچاس پر مرابحہ سے فروخت کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر رب المال نے اس کو دو ہزار میں خریدا اور قیمت اس کی ایک ہزار ہے اور مضارب کے ہاتھ اس کو دو ہزار میں فروخت کیا تو مضارب اس کو ہزار پر مرابحہ سے فروخت کرے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر رب المال نے ڈیڑھ ہزار کا اسباب ایک ہزار میں خریدا اور مضارب کے ہاتھ ڈیڑھ ہزار میں فروخت کیا تو مضارب اس کو ایک ہزار دو سو پچاس پر مرابحہ سے فروخت کرے گا لیکن اگر صورت واقعہ کو ویسا ہی بیان کر دے تو اختیار ہے جس طرح چاہے۔ فروخت کرے۔ کذا فی البدائع اور اگر رب المال بدوں عوض کے کسی غلام کا مالک ہوا اور مضارب کے ہاتھ مضارب کے ہزار درم پر فروخت کیا تو وہ اس کو مرابحہ سے فروخت نہ کرے تاوقتیکہ بیان نہ کر دے کہ میں نے اس کو رب المال سے خریدا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ مضارب نے ہزار کی قیمت کا غلام پانچ سو درم میں خریدا اور رب المال کے ہاتھ ہزار کو بیچا تو وہ اس کو مرابحہ سے پانچ سو درم پر فروخت کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایک غلام دو ہزار کی قیمت کا مضارب نے ہزار کو خریدا اور رب المال کے ہاتھ ہزار کو بیچا تو وہ اس کو ہزار پر مرابحہ سے فروخت کرے☆

اگر کسی کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیئے اور مضارب نے اس سے غلام خریدا اور رب المال کے ہاتھ دو ہزار درم کو فروخت کیا تو رب المال اس کو ڈیڑھ ہزار پر مرابحہ سے فروخت کرے گا۔ اور اگر مضارب نے پانچ سو درم مضاربت سے غلام خریدا اور رب المال کے ہاتھ دو ہزار کو فروخت کیا تو وہ ڈیڑھ ہزار ثمن پر یعنی جس کے عوض مضارب نے خریدا ہے مع نفع مضاربت کے اس پر مرابحہ سے فروخت کرے اور پانچ سو درم نفع رب المال کو طرح دے دے اور وہ پانچ سو درم بھی جس کے ساتھ ملا کر راس المال پورا ہوتا ہے اور اگر مضاربت میں سے پانچ سو درم مضارب پاس رہے تو اس کا اس غلام کے ثمن میں حساب نہ کیا جائے گا اور اس صورت میں غلام کی قیمت اس سے زیادہ ہونا یا کم ہونا دونوں برابر ہیں کچھ فرق نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک غلام دو ہزار کی قیمت کا مضارب نے ہزار کو خریدا اور رب المال کے ہاتھ ہزار کو بیچا تو وہ اس کو ہزار پر مرابحہ سے فروخت کرے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر مضارب نے ہزار کو ایک غلام خریدا اور رب المال کے ہاتھ دو ہزار کو فروخت کیا پھر رب المال نے اس کو کسی اجنبی کے ہاتھ تین ہزار کو فروخت کیا پھر مضارب نے اس کو اجنبی سے دو ہزار کو خریدا تو مرابحہ سے اس کو بقول امام اعظمؒ کے نہیں فروخت کر سکتا ہے الا اس صورت میں کہ صورت واقعہ کو صاف بیان کر دے تو اس کو جس طرح چاہے فروخت کر سکتا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک دو ہزار پر مرابحہ سے فروخت کر سکتا ہے یہ حاوی میں ہے

اگر مضارب نے رب المال کے ہاتھ ڈیڑھ ہزار کو وہ غلام فروخت کیا اور رب المال نے اجنبی کے ہاتھ ایک ہزار چھ سو درم کو بیچا پھر مضارب نے ڈیڑھ ہزار سے مضاربت کر کے دو ہزار تک بڑھا لئے پھر دو ہزار کو اجنبی سے وہ غلام خریدا تو اس کو دو ہزار پر مرابحہ سے صاحبینؒ کے نزدیک فروخت کر سکتا ہے اور یہ ظاہر ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک ایک ہزار چار سو پر مرابحہ سے فروخت کر سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ مضارب نے ہزار کو خریدا اور تولیہ میں رب المال کو دیا اس نے اجنبی کے ہاتھ ڈیڑھ ہزار کو مرابحہ سے فروخت کیا پھر مضارب کے دو ہزار کو مرابحہ سے لیا پھر رب المال نے اجنبی کے ذمہ سے تین سو درم یعنی پانچواں حصہ ثمن کم کر دیا تو اجنبی مضارب سے پانچواں حصہ یعنی چار سو درم کم کر دے گا اور امام اعظمؒ کے نزدیک اسی کو ایک ہزار دو سو پر مرابحہ سے فروخت کرے

گا الا اگر صورت واقعہ صاف بیان کر دی تو جس قدر کو چاہے فروخت کرے اور صاحبینؒ کے نزدیک ایک ہزار چھ سو پر مرابحہ سے فروخت کرے اور (۱) دلیل یہ ہے کہ جس قدر رب المال نے اجنبی کے ذمہ سے کم کیا اس کے تین حصے کئے جائیں گے دو حصے راس المال میں اور ایک حصہ نفع میں رہے گا پس نفع میں سے سو درم گئے اور چار سو باقی رہے پھر اجنبی پر واجب ہے کہ ایسے ہی مضارب سے کم کرے پس اجنبی ثمن میں سے چار سو درم کم کرے گا پھر ثمن مضارب سے نفع رب المال بھی طرح دیا گیا اور یہ چار سو درم ہیں پس جب ایک ہزار چھ سو سے چار سو درم کم ہوئے تو ایک ہزار دو سو باقی رہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر مضارب نے رب المال کے ذمہ سے تولیہ کے ثمن سے دو سو درم کم کئے تو رب المال اجنبی کے ذمہ سے دو سو درم اور اس کا حصہ نفع یعنی سو درم کم کر دے گا پھر اجنبی مضارب کے ذمہ سے یہ تین سو درم اور اس کا حصہ نفع سو درم کم کر دے گا تو مضارب کے ہاتھ میں وہ غلام اجنبی کے پاس سے ایک ہزار چھ سو کی خرید میں آیا پھر اگر اس کو مرابحہ سے فروخت کرنا چاہا تو صاحبینؒ کے نزدیک ایک ہزار چھ سو پر مرابحہ سے فروخت کرے اور امام اعظمؒ کے نزدیک ایک ہزار دو سو پر مرابحہ سے فروخت کرے گا یہ مبسوط میں ہے۔

تیسری فصل ☆

دو مضاربوں میں مرابحہ کے بیان میں

قال ☆

محمدؒ فی الاصل اگر کسی نے ایک مضارب کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیئے پھر دوسرے مضارب کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیئے۔ پھر ایک مضارب نے ایک غلام پانچ سو درم کو مضاربت میں خریدا اور دوسرے مضارب کے ہاتھ ہزار درم میں اس کو فروخت کیا پھر دوسرے مضارب نے اس کو مرابحہ سے فروخت کرنا چاہا تو ہر دو ثمن سے کمتر پر مرابحہ سے فروخت کرے اور اگر اوّل نے دوسرے کے ہاتھ دو ہزار کو ایک ہزار مضاربت کے اور ایک ہزار اپنے مال سے دینے میں فروخت کیا تو دوسرا اس کو ایک ہزار دو سو پچاس پر مرابحہ سے فروخت کرے کیونکہ دوسرے نے آدھا اپنے واسطے خریدا ہے اور اوّل نے یہ آدھا ڈھائی سو کو خریدا تھا کذا فی البدائع۔ اگر ایک کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیئے اور دوسرے کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیئے پھر دوسرے نے اس مال سے مضاربت کر کے دو ہزار کر لئے پھر اوّل نے ان ہزار درم مضاربت سے ایک غلام خریدا اور دوسرے کے ہاتھ دو ہزار کو جو اس کے پاس ہیں فروخت کیا اور قیمت اس کی دو ہزار درم ہے تو دوسرا اس کو ڈیڑھ ہزار پر مرابحہ سے فروخت کرے۔ اور اگر اوّل نے اس کو ایک ہزار کو اس طور سے خریدا کہ پانچ سو درم مضاربت کے دیئے ہوں اور پانچ سو درم اپنے ذاتی دیئے ہوں اور باقی مسئلہ بحالہ رہا تو دوسرا اس کو ڈیڑھ ہزار مرابحہ سے فروخت کرے اور اگر اوّل نے اس غلام کو ہزار درم اپنے ذاتی سے اور پانچ سو درم مضاربت کے ملا کر خریدا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو دوسرا اس کو ایک ہزار آٹھ سو تینتیس اور ایک تہائی درم پر بمرابحہ فروخت کرے گا۔ اور اگر اوّل نے ہزار درم مضاربت اور پانچ سو درم ذاتی سے وہ غلام خریدا ہو تو بھی دوسرا اس کو ایک ہزار آٹھ سو تینتیس و ایک تہائی درم پر مرابحہ سے فروخت کرے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر ایک کو ہزار درم مضاربت میں دیئے ہوں اور دوسرے کو دو ہزار درم دیئے ہوں پس اوّل نے ہزار درم سے ایک غلام خریدا اور دوسرے کے ہاتھ دو ہزار کو فروخت کیا تو وہ اس کو ڈیڑھ ہزار پر مرابحہ سے فروخت کرے گا اور اگر اوّل نے اس کو پانچ سو درم کو خریدا ہو تو دوسرا اس کو ہزار درم پر مرابحہ سے فروخت کرے گا اور اگر اوّل نے ہزار درم مضاربت

(۱) یعنی امام اعظمؒ کے قول کی دلیل ۱۲

سے خریدا اور دوسرے کے ہاتھ تین ہزار کو فروخت کیا دو ہزار اس نے مضاربت کے دیئے اور ایک ہزار اپنے مال سے دیئے تو دوسرا اس کو دو ہزار اور ایک چھٹے حصے ہزار پر مرابحہ سے فروخت کرے گا اور اگر اوّل نے اس کو مضاربت کے پانچ سو درم سے لیا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو دوسرا اس کو ایک ہزار اور پانچ[1] چھٹے حصے ہزار پر مرابحہ سے فروخت کرے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک شخص کو ہزار درم مضاربت میں اور دوسرے کو دو ہزار درم دیئے پس اوّل نے ایک غلام ہزار درم مضاربت اور پانچ سو درم اپنے مال سے ملا کر خریدا پھر اس کو دوسرے کے ہاتھ تین ہزار درم کو دو ہزار مضاربت سے اور ایک ہزار اپنے مال سے ملا کر فروخت کیا تو دوسرا اس کو چھ سو چھیاسٹھ درم اور دو تہائی درم پر مرابحہ سے فروخت کرے گا یہ مبسوط میں ہے اور اگر اوّل نے اس کو ہزار درم مضاربت اور پانچ سو درم ذاتی مال سے مال کر خریدا ہو پھر دوسرے کے ہاتھ اس کو دو ہزار درم مضاربت اور ایک ہزار ذاتی سے فروخت کیا ہو تو دوسرا اس کو دو ہزار پانچ سو درم پر مرابحہ سے فروخت کرے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کسی کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیئے اور دوسرے کو دو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیئے پھر اوّل نے ایک باندی ہزار درم ذاتی اور پانچ سو درم مضاربت کے ملا کر خریدی اور دوسرے کے ہاتھ دو ہزار درم اس کی ذاتی اور ایک ہزار مضاربت کے ملا کے فروخت کی تو وہ اس کو دو ہزار آٹھ سو تینتیس درم و ایک تہائی درم پر مرابحہ سے فروخت کرے گا پھر جب اس نے ثمن پر قبضہ کیا تو اپنی ذات کے واسطے ہزار درم کا حصہ نکال لے گا اور باقی مضاربت میں رہیگا اور اگر وہ ثمن جس کے عوض فروخت کیا ہے چار ہزار درم ہوں تو اس میں سے اس کے ذاتی سترہ جزوں میں سے بارہ جزو ہوں گے اور باقی مضاربت میں رہے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر کوئی غلام ہزار درم مضاربت اور پانچ سو درم ذاتی مال سے خریدا ہو اور دوسرے کے ہاتھ ایک ہزار درم مضاربت اور دو ہزار درم اس کے ذاتی مال کے عوض فروخت کیا ہو تو دوسرا اس کو دو ہزار درم و دو[2] تہائی ہزار درم پر مرابحہ سے فروخت کرے گا کذافی محیط السرخسی۔

نواں باب ☆

مضاربت میں استدانت کے بیان میں

قلت استدانت ☆

ادھار لینا۔ اگر رب المال نے مضارب کو ادھار لینے کی اجازت دے دی تو قرضہ دونوں پر برابر تقسیم ہوگا اور اگر رہن کیا اور اس کی قیمت اور دین دونوں برابر ہیں تو مضارب پر اس کی نصف قیمت ہوگی۔ کیونکہ استدانت کی اجازت دینا[3] دوسرا عقد ہے اور جو نفع مضاربت میں حاصل ہو اور وہ موافق شرط کے رہے گا اور جو استدانت سے حاصل ہو پس اگر عقد مطلقاً ہو تو دونوں میں برابر تقسیم کرنے کا حکم کیا جائے گا خواہ مضاربت میں نفع نصفا نصف ہو یا تین تہائی ہو کیونکہ اس عقد کو مضاربت سے باہم کوئی تعلق نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم مضاربت میں دیئے تو مضارب کو اس سے زیادہ کے عوض مضاربت کے لیے کسی چیز کے خریدنے کا اختیار نہیں ہے خواہ رب المال نے اس سے کہا ہو کہ اپنی رائے سے عمل کرے یا نہ کہا ہو پس اگر اس سے زیادہ مال کو کوئی شے خریدی تو بقدر حصہ ہزار کے مضاربت میں ہوگی اور اس سے زیادہ مضارب کی ہوگی اس کا نفع و نقصان اسی پر رہے گا اور اس کا ثمن خاصۃً اسی کو دینا پڑے گا اور اس خلط کرنے سے مضارب ضامن[4] نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر ہزار درم مضاربت کے

---

[1] پانچ چھٹے حصہ ہزار پانچ ہزارویں کے چھ حصوں میں سے پانچ حصہ ۱۲ [2] قولہ دو تہائی ہزار یعنی ایک ہزار تین حصوں میں سے دو حصہ ۱۲

[3] قولہ دوسرا عقد یعنی شرکت الوجوہ ہے اور کتاب الشرکت دیکھو ۱۲ [4] یعنی مال مضاربت کو ذاتی مال میں خلط کرنے سے غاصب و ضامن نہ ہو جائے گا بلکہ مضاربت باقی رہے گی ۱۲

عوض کوئی چیز خرید لی پھر اس کو دوسری چیز خریدنے کی مضاربت میں اختیار[1] نہیں ہے راس المال درم ہوں اور مضارب نے اثمان کے سوا یعنی درم و دینار کے سوا کیلی و وزنی چیز کے عوض کوئی اسباب خریدا تو اپنی ذات کے واسطے خریدنے والا ہوگا کیونکہ اس نے مال مضاربت کے سوا دوسری چیز کے عوض خریدا ہے پس مضاربت میں استدانت کی اور یہ اس کو جائز نہیں ہے۔ اور اگر راس المال درم ہوں اور اس نے بعوض دینار کے خریدکیا یا دینار ہوں اور بعوض دراہم کے خریدا تو استحساناً مضاربت میں جائز ہے کیونکہ درم و دینار ثمن ہوتے ہیں و حق (ف) مضاربت میں مثل جنس واحد کے ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اسی طرح اگر فلوس سے خریدا تو اس امام کے موافق جو فلوس سے مضاربت جائز کہتا ہے تو بھی یہی حکم ہے۔ اسی طرح اگر دودھیا درموں سے خریدا حالانکہ مضاربت کے درم سیاہ ہیں یا ثابت درموں سے خرید کیا حالانکہ مضارب کے دراہم (۱) مکسورہ ہیں تو بھی یہی حکم ہے۔ کذا فی الحاوی۔ اور اگر سونے و چاندی کے[2] تبر مرضوضہ سے جو ثمن ہو سکتے ہیں کوئی چیز خریدی تو اپنی ذات کے واسطے خریدنے والا ہوگا اور اگر مضاربت میں ہزار درم ہوں اور اس نے سو دینار کو کوئی چیز خریدی اور دیناروں کی قیمت ہزار درم سے زیادہ ہے تو بقدر حصہ ہزار کے مضاربت میں جائز ہے اور زیادتی مشتری کے ذمہ پڑے گی اور وہ مضاربت میں شریک ہوگا اور اگر قیمت سو دیناروں کے ہزار درم ہوں اور اس نے دیناروں سے کوئی چیز خریدی کہ جس کی نیت مضاربت کے واسطے کی تھی پھر دیناروں کا بھاؤ گراں ہو گیا قبل اس کے کہ مضارب دام ادا کرے اور ڈیوڑھا ہو گیا یعنی سو دینار کی قیمت ڈیڑھ ہزار درم ہو گئی تو یہ گھٹی مال پر آئی پس ہزار درم کے دینار خرید کر کے ادا کر دے پھر متاع کو فروخت کر کے اس کے ثمن سے باقی دینار ادا کرے یہ محیط میں ہے اگر مضاربت کے ہزار درم ہوں اس نے پانچ سو درم اور ایک کر گیہوں وسط سے ایک باندی خریدی اور اس پر قبضہ کر لیا اور دراہم مضارب کے پس تلف ہو گئے تو مضارب باندی کو اپنی ذات کے واسطے خریدنے والا ہوگا اور اس پر باندی کا ثمن واجب ہوگا اور مضاربت کی ضمان اس پر نہ ہوگی۔ اور اگر مضارب نے اس کو پچاس دینار کو خریدا ہو اور قبضہ کر لیا ہو اور دام دینے سے پہلے اس کے پاس مضاربت کے درم سب تلف ہو گئے ہوں تو رب المال سے استحساناً پچاس دینار پھر لے کر بائع کو دے گا۔ پھر اگر مضارب نے اس کے بعد وہ باندی تین ہزار درم یا کم و بیش کو فروخت کی تو رب المال اس میں سے اپنا مال ہزار درم و پچاس دینار لے لے گا پھر جو باقی رہے وہ دونوں میں نفع مشترک ہوگا۔ اگر اسی طرح راس المال نقد بیت المال ہو یعنی جو نقد بیت المال قبول کرتا ہے ویسا ہو اور مضارب نے باندی کو ہزار درم (۲) غلہ سے خریدا تو بھی حکم مذکورہ بالا جاری ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر مضارب نے خرید و فروخت کی اور مال مضاربت میں تصرف کیا ☆

اگر اس نے پہلے پانچ سو درم کو ایک غلام خریدا تو بھی بعد اس کے پانچ سو درم کی مقدار سے زیادہ کو کچھ نہیں خرید سکتا ہے۔ ایسا ہی ہر طرح کا دین جو راس المال میں لائق ہوتا ہو تو یہی حکم ہے کیونکہ بقدر مستحق کے مضاربت سے خارج ہوگا۔ اسی طرح اگر اس کے قبضہ میں کوئی باندی یا عرض ہو پس اس نے مضاربت میں باندی خریدی تاکہ عروض کو فروخت کر کے اس سے اس کے دام ادا کر دے تو جائز نہیں ہے خواہ دام فی الحال دینے کی شرط ہو یا میعادی اُدھار ہوں اور اگر میعاد آ جانے سے پہلے اپنے مقبوضہ کو فروخت کیا تو اس کو کچھ فائدہ نہ ہوگا کیونکہ خریدنے کے وقت عقد بیع اسی کے واسطے ہو چکا ہے وہ بدل کر مضاربت کا نہ ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر مضارب نے خرید و فروخت کی اور مال مضاربت میں تصرف کیا یہاں تک کہ اس کے پاس کیلی و وزنی و عددی ہر قسم کے

[1] کیونکہ مال نہیں ہے ۱۲ [2] یعنی گلائے ہوئے کو خستہ ٹوٹے ہوئے ٹکڑے ۱۲ (۱) قولہ مکسورہ یعنی روپیہ ٹوٹے ہوئے یعنی اٹھنیاں اور چوانیاں وغیرہ پرکاری ۱۲ام (۲) قولہ غلہ یعنی کھرے و کھوٹے و ٹوٹے سب ملے ہوئے ۱۲ (ف) درم و دینار مضاربت میں بمنزلہ جنس واحد کے ہیں ۱۲

اموال جمع ہو گئے اور درم و دینار اس کے پاس نہ رہے اور نہ فلوس رہے تو اس کو اختیار[1] ہے۔ کہ ایسے ثمن سے کوئی متاع خریدے جس کے مثل جنس وصف وقدر میں اس کے پاس نہیں ہے۔ مثلاً ایک غلام بعوض ایک کر گیہوں وصف کر کے ذمہ رکھ کر خریدا پس اگر وہ کر درمیانی گیہوں کا ذمہ لیا ہے اور اس کے پاس درمیانی گیہوں کا کر موجود ہے تو جائز ہے اور اگر جید ذمہ لئے اور اس کے پاس جید ہیں تو جائز ہے اور اگر اس کے پاس جیسے ذمہ لئے ہیں اس سے جید یا ردی موجود ہیں (کمرے درجہ اوّل کے) تو وہ غلام مضاربت کا نہ ہوگا مضارب ہی کا ہوگا کذا فی البدائع اور اگر اُدھار گیہوں سے خریدا حالانکہ اس کے پاس گیہوں موجود ہیں تو جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر مضارب کو رب المال نے حکم کیا کہ اپنی رائے سے عمل کرے اس نے کچھ کپڑے خرید کے ان کو اپنے پاس سے عصفر سے رنگا تو بقدر عصفر کی زیادتی کے وہ مضاربت میں شریک ہوگا اور اصل کپڑے مال مضاربت میں قرار دیئے جائیں گے اور رنگ ان میں خاص مضارب کے ملک ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر رب المال نے اس کو اپنی رائے سے عمل کرنے کا حکم نہ دیا ہو اور اس نے کپڑوں کو اپنے پاس سے رنگا تو وہ کپڑوں کا ضامن ہوگا اور رب المال کو خیار ہوگا چاہے کپڑے لے کر اس کو رنگ کی زیادتی دے دے یا مثل غصب کے اس سے سپید کپڑوں کی قیمت لے لے بشرطیکہ اس قیمت میں راس المال پر زیادتی نہ ہو پس اگر رب المال کے کسی امر کو اختیار کرنے سے پہلے اس نے کپڑوں کو مساومت یا مرابحہ سے فروخت کر دیا تو جائز ہے اور وہ ضمان سے بری ہو گیا اور مساومت سے فروخت کرنے کا تمام ثمن بے رنگے ہوئے کپڑوں پر اور رنگ کی زیادتی پر تقسیم ہوگا۔ پس رنگ کا حصہ مضارب کا ہوگا اور باقی مضاربت میں رہے گا اس میں سے رب المال اپنا راس المال پورا لے لے گا پھر جو باقی رہا وہ دونوں کا نفع ہے اور مرابحہ کی صورت میں تمام ثمن ان داموں پر جن کے عوض مضارب نے کپڑے خریدے ہیں اور رنگ کی قیمت پر جو رنگنے کے روز تھی تقسیم ہوگا اور اگر اس میں زیادتی ہو مثلاً کپڑے ہزار کو خریدے ہوں حالانکہ اس وقت ان کی قیمت دو ہزار کے برابر تھی پس رب المال کو اختیار ہے چاہے سپید کپڑوں کے اعتبار سے تین چوتھائی قیمت کی ضمان لے یا اس سے تین چوتھائی لے کر تین چوتھائی میں جس قدر رنگ سے زیادتی ہوتی ہے۔ وہ مضارب کو دے دے اور اگر مضارب کے پاس ثمن تلف ہو گیا تو ضامن نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر ان کو سیاہ رنگا تو صاحبینؒ کے نزدیک مثل سرخ رنگنے کے حکم کے ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک سیاہی کپڑے میں نقصان شمار ہے پس اس میں مضارب کا کچھ حصہ نہ ہوگا جیسے لدائی و کندی میں نہیں ہوتا ہے اور نہ وہ ضامن ہوگا اور اصح یہ ہے کہ یہ حکم ان کپڑوں میں ہے جن میں سیاہی سے کپڑے کی قیمت گھٹ جاتی ہے۔ مگر جن میں سیاہی سے بڑھتی ہے ان میں سیاہی کا حکم مثل سرخی و زردی کے ہے۔ یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر اس نے تمام مال مضاربت سے کپڑے خریدے پھر ان کی بار برداری و کندی و چنائی وغیرہ میں اپنے پاس سے مال لگایا تو مضارب احسان کرنے والا شمار ہوگا کیونکہ اگر یہ زیادتی بطور احسان کے اس کی طرف سے نہ قرار دی جائے تو مضاربت میں استدانت ہوئی اور اس کا وہ مختار نہیں ہے اور مضارب پر ضمان نہ ہو گی خواہ رب المال نے اس سے کہہ دیا ہو کہ مضاربت میں اپنی رائے سے عمل کرے یا نہ کہا ہو بہر صورت یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اسی طرح اگر مضارب کی خریدی ہوئی چیز کے ثمن میں جو اس نے تمام مال مضاربت سے خریدا ہے کچھ زیادتی کر دی تو یہ زیادتی اس کی طرف سے احسان ہے اور یہ زیادتی خاص اسی پر اس کے مال سے لازم آئے گی مال مضاربت سے دین واجب نہ ہو گی اور اس کو مرابحہ سے فقط ثمن پر فروخت کرے نہ زیادتی پر یہ کافی میں لکھا ہے۔ اور اگر مضارب نے کپڑوں کو رنگا نہیں بلکہ سو درم ان کی کندی میں اپنے مال سے دیئے اور اس سے خواہ کپڑوں میں کچھ خوبی بڑھ جاتی ہے یا نقصان آتا ہے تو مضارب پر ضمان نہ ہو گی خواہ زیادتی ہو یا نقصان آئے پھر اگر اس نے نفع یا

[1] ھکذا فی النسخۃ الموجودۃ والظاھر انہ خطاء من الکاتب الصحیح اختیار نہیں ہے فافہم ۱۲

نقصان سے فروخت کی تو جس قدر راس نے کندی میں دیا ہے اس قدر مال میں وہ متبرع یعنی احسان کرنے والا شمار ہوگا اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ موافق قول صاحبینؒ کے ہے لیکن امام اعظمؒ کے نزدیک مثل مسئلہ کرایہ کے حکم ہونا چاہئے کیونکہ تجارت کے خرچ میں یہ رسم جاری ہے کہ بمنزلہ کرایہ کے اس کو راس المال میں ملاتے ہیں یہ مبسوط میں ہے۔ منتقیٰ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم مضاربت میں دیئے اس نے سو درم کو ایک کشتی[1] خریدی حالانکہ مال اس کے پاس بحالہ باقی ہے پھر اس نے پورے ہزار درم سے طعام خریدا اور اس کو کشتی پر لادلایا تو وہ کرایہ میں احسان کرنے والا ہوگا اور اگر اس نے سو درم باقی رکھے اور نو سو درم کو اناج خریدا اور سو درم باقی کے کرایہ میں خرچ کئے تو احسان کرنے والا نہ ہوگا اور کرایہ بھی ملا کر مرابحہ سے فروخت کرے گا اسی طرح اگر سو درم کرایہ میں دے دیئے پھر ہزار درم سے اناج خریدا اور رب المال نے حکم دے دیا تھا کہ اپنی رائے سے عمل کرے تو اس کو اختیار ہے کہ ایک ہزار ایک سو درم پر مرابحہ سے فروخت کرے اس میں سے ہزار درم مضاربت کے ہوں گے اور سو درم خود مضارب کے ہوں گے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی کو ہزار درم آدھے کی مضاربت میں دیئے اور اس کو حکم کیا کہ رب المال پر استدانت کرلے تو جائز ہے کیونکہ استدانت اُدھار خریداری ہے اور اگر کسی کو ادھار خریدنے کے واسطے اس شرط سے وکیل کرے کہ خریدی ہوئی چیز پوری موکل کی ہوگی تو جائز ہے۔ پس اسی طرح نصف[2] میں جائز ہے۔ پس اگر مضارب نے مال مضاربت سے ایک غلام خریدا پھر ایک باندی مضاربت میں اُدھار ہزار درم کو خریدی اور ہزار درم اس کے دام اُدھار کئے اور اس پر قرضہ کرلیا پھر اس باندی کو دو ہزار کو فروخت کیا اور دام لے لئے پھر وہ دام مقبوضہ اس کے پاس تلف ہو گئے حالانکہ اس نے باندی ہنوز سپرد نہیں کی تھی تو مضارب پر اس کا آدھا ثمن اور آدھا رب المال پر لازم آئے گا اور اگر باندی تلف نہ ہوئی تو وہ دونوں میں برابر تقسیم ہوگی دونوں اس کے ثمن سے اپنا اپنا قرضہ دے دیں گے اور باقی دونوں میں برابر تقسیم ہوگا پس اگر مضارب نے باندی فروخت نہ کی ہو بلکہ اس کو آزاد کردیا ہو اور راس المال سے اس میں زیادتی نہیں ہے تو آدھے کا عتق اس کا جائز ہے اور اگر رب المال نے ہزار درم اس کو مضاربت میں دیئے اور حکم کیا کہ استدانت کرے اس شرط سے دیئے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ اس میں رزق دے وہ دونوں میں اس طرح تقسیم ہو کہ مضارب کے لیے دو تہائی اور رب المال کی ایک تہائی رہے پس مضارب نے ہزار درم کو ایک باندی جو دو ہزار قیمت کی ہے خریدی اور مضاربت میں ادھار ایک غلام ہزار درم کو جس کی قیمت دو ہزار درم ہے خریدا پھر دونوں کو چار ہزار درم کو فروخت کیا تو باندی کے ثمن سے رب المال اپنا راس المال پورا لے لے گا اور جو کچھ باقی رہا وہ دونوں میں موافق شرط کے تقسیم ہوگا۔ یعنی دو تہائی مضارب کو اور ایک تہائی رب المال کو ملے گا اور غلام کے ثمن سے اس کا آدھا ثمن ادا کر کے باقی وہ ان میں برابر تقسیم ہوگا۔ اور اگر اس کو یوں حکم کیا ہو کہ مضاربت پر قرضہ لے اس شرط سے کہ قرضہ سے جو چیز خریدے اس میں رب المال کا تہائی اور مضارب کا دو تہائی ہے بشرطیکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ ہم کو رزق دے وہ ہم دونوں میں برابر تقسیم ہو پس مضارب نے راس المال سے دو ہزار قیمت کی باندی خریدی اور مضاربت میں ادھار ہزار دینار کو ایک باندی دو ہزار قیمت کی خریدی پھر دونوں کو چار ہزار درم میں فروخت کیا تو مضاربت کی باندی میں سے رب المال اپنا ہزار درمال لے لے گا اور باقی دونوں میں آدھا آدھا تقسیم ہوگا اور جو باندی ادھار خریدی ہے اس کا ثمن دونوں میں تین حصہ ہو کر موافق دونوں کی ملک تقسیم ہوگا اور نفع میں دونوں میں آدھے آدھے کی شرط ہونا باطل ہے اور اگر اس کو ہزار درم مضاربت میں دیئے اس شرط سے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ رزق دے وہ دونوں کو اس طرح تقسیم ہو کہ رب المال کو تہائی اور مضارب کو دو تہائی ملے گی اور حکم کیا کہ مضاربت پر قرضہ لے اس شرط سے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ دے وہ بھی دونوں میں اسی طرح تقسیم ہوگا پھر اس نے مضاربت کے مال سے دو ہزار قیمت کی باندی خریدی

---

[1] شاید یہ مراد نہ ہو کہ کرایہ پر لے ۱۲ [2] قولہ نصف یعنی آدھی چیز موکل کی ہوگی کیونکہ مضاربت یہاں نصف پر ہے ۱۲م

پھر مضاربت پر ادھار ایک باندی دو ہزار کو ہزار دینار کو خریدی پھر دونوں کو چار ہزار کو فروخت کیا تو مضاربت کا حصہ دونوں کو موافق شرط کے رب المال کے مال اصل نکال دینے کے بعد تقسیم ہوگا اور قرضہ کی باندی کا حصہ دونوں میں برابر تقسیم ہوگا اسی طرح اگر اس کو حکم کیا کہ رب المال پر قرضہ لے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر حکم کیا کہ اپنے اوپر قرضہ لے تو چیز قرض خریدی وہ مضارب پر ہوگی رب المال پر نہ ہوگی۔ اور اگر رب المال نے حکم کیا کہ رب المال یا مال پر استدانہ کرے اس نے مال مضاربت سے ایک باندی خریدی پھر ہزار درم قرض لے کر ایک غلام خریدا تو خود اپنے واسطے خریدنے والا ہوگا اور قرض اسی پر ہوگا کیونکہ استدانہ ادھار خرید کو کہتے ہیں اور قرض لینا اور چیز ہے یہ مبسوط میں ہے۔

رب المال نے اس کو مال پر استدانہ کرنے کا حکم کیا اس نے مال مضاربت سے کوئی متاع خریدی ☆

اگر رب المال نے اس سے کہا کہ مجھ پر ہزار درم قرض لے اور مضاربت پر کوئی چیز خرید اس نے ایسا ہی کیا تو خود اسی پر رہے گا[1] حتی کہ اگر رب المال کے دینے سے پہلے اس کے پاس تلف ہو گئی تو وہی ضامن ہوگا کیونکہ قرض لینے کا حکم باطل ہے۔ کذا فی الحاوی اگر کسی کو ہزار درم تہائی کی مضاربت پر دیئے اور حکم کیا کہ اپنی رائے سے اس میں کام کرے اور حکم کیا کہ مال پر استدانت کرے اس نے ہزار درم سے کپڑے خریدے اور کسی رنگریز کو دیئے کہ ان کو زرد رنگ دے اور سو درم اس کی مزدوری کے ٹھہرائے اور کوئی معروف چیز بیان کر دی کہ جس سے اس نے یہ کپڑے زرد رنگ دیئے پھر مضارب نے مرابحہ سے دو ہزار درم کو فروخت کر دیئے تو رب المال اپنا راس المال ہزار درم لے لے گا اور مضارب رنگریز کی مزدوری کے سو درم دے دے گا اور باقی نفع گیارہ حصہ کر کے دس حصہ اس میں سے دونوں میں ٹکڑے کر کے مضاربت میں تقسیم ہوگا اور ایک حصہ سو درم قرضہ کا دونوں کو آدھا آدھا تقسیم ہوگا اور اگر اس نے کپڑوں کو[2] مساومة کے طور سے فروخت کیا تو ثمن کو کپڑوں کی قیمت اور زیادتی رنگ پر یعنی جس قدر[3] زیادتی رنگ میں بڑھ گئی ہے اس پر تقسیم کریں گے پس جس قدر کپڑوں کے حصہ میں پڑے وہ مال مضاربت اس میں سے رب المال اپنا راس المال لے لے گا اور باقی ان دونوں کو تین تہائی موافق شرط کے نفع میں تقسیم ہوگا۔ اور جو قیمت رنگ میں آئے اس میں سے سو درم رنگریز کی اجرت دی جائے گی اور باقی دونوں کو برابر تقسیم ہوگا اور اگر اس نے ہزار درم مضاربت میں کسی قسم کے کپڑے خریدے اور مال مضاربت پر سو درم قرض لیے اس سے زعفران خریدی اور کپڑے رنگے پھر ان کو مال مضاربت و قرضہ پر مرابحہ سے دو ہزار درم کو فروخت کیا تو ثمن کے گیارہ حصہ کئے جائیں گے تو دس حصہ اس میں سے مضاربت کا مال موافق شرط کے تقسیم ہوگا اور ایک حصہ خاص مضارب کا ہوگا۔ اور اگر ان کو اس نے مساومة سے فروخت کیا تو ثمن کو کپڑوں کی قیمت اور زیادتی رنگ کی قیمت پر تقسیم کریں گے پس جس قدر کپڑوں کے پرتے میں پڑے وہ مضاربت میں اور جو رنگ کے پرتے ہیں آئے وہ مضارب کا ہوگا۔ اور اس پر ادائے قرض اپنی ذات سے فقط واجب ہوگا۔ اور اگر اس نے زعفران سو درم کو اُدھار خریدی یا رنگریز سے سو درم اجرت رنگائی ٹھہرائی تو سب صورتوں میں جو ہم نے ذکر کی ہیں دونوں کا حکم یکساں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ رب المال نے اس کو مال پر استدانہ کرنے کا حکم کیا اس نے مال مضاربت سے کوئی متاع خریدی اور اس کے لادنے کے واسطے سو درم کو ٹٹو کرایہ کئے تو یہ سو درم مشترک ہوں گے اگر اس نے متاع کو مرابحہ سے فروخت کیا تو سب گیارہ ہو کر کے دس جزو مضاربت میں رکھے جائیں گے اور ایک جزو دونوں میں مساوی ہوگا مگر پہلے اس ایک جزو میں سے کرایہ ادا کر دیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر مساومة میں بیچا تو تمام ثمن دونوں میں موافق شرط کے مضاربت میں رہے گا پھر

---

[1] رب المال پر نہ ہوگا ۱۲ [2] قولہ مساومة یعنی بیچک پر نہیں بلکہ سری نے چکا کر خریدی ۱۲ [3] اس کے دریافت کرنے کی یہ صورت ہے کہ کپڑوں کی بے رنگ قیمت اندازہ کی جائے اور رنگ کے ساتھ اندازہ کی جائے پس جس قدر فرق ہوا ہے رنگ سے وہ زیادتی ہوئی ۱۲

کرایہ کا ادا کرنا مضارب اور رب المال پر آدھا آدھا واجب ہے اور اگر اس نے سو درم کو کرایہ نہ کیا بلکہ سو درم قرض لئے اور بعینہ ان سے کرایہ کر لیا تو اس کو اختیار ہے کہ متاع کو ایک ہزار ایک سو پر مرابحہ سے فروخت کرے اور یہ قول امام اعظمؒ کا ہے و صاحبینؒ کے نزدیک کپڑوں کو ہزار درم پر مرابحہ فروخت کرے اور قول امام اعظمؒ کا ہے و صاحبینؒ کے نزدیک کپڑوں کو ہزار درم پر مرابحہ فروخت کرے گا اور اس میں کرایہ کا حصہ داخل نہ ہوگا اور اگر مساومتہ سے فروخت کیا تو تمام مضاربت میں رکھا جائے گا اور کرایہ کی ضمان خاصتہً مضارب کے مال میں ہوگی کیونکہ اسی نے قرض لیے ہیں اور اگر مضارب نے کہا کہ میں نے ٹٹو فقط تیرے مال کے لادنے کے واسطے کرایہ کئے تھے۔ اور رب المال نے کہا کہ تو نے اپنی ذات کے واسطے اپنا مال لادنے کے واسطے کرایہ کئے تھے پھر تو نے اس پر میرے کپڑے لادے تو رب المال کا قول قبول ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ کسی نے ہزار درم تہائی کی مضاربت پر دیئے اور حکم کیا کہ مضاربت پر استدانہ کرے اس نے ہزار درم مضاربت کے اور تین ہزار اُدھار کو ایک باندی پانچ ہزار کی قیمت کی خریدی اور بعد قبضہ کے پانچ ہزار کو فروخت کر دی اور دام وصول کر لئے پھر پہلے ہزار درم اور باندی اور اس کے دام سب اس کے قبضہ میں تلف ہو گئے تو ہزار کا ضامن ہوگا چار ہزار باندی کے بائع کو دے گا اور پانچ ہزار اس کے مشتری کو دے گا یہ محیط سرخسی میں ہے پھر رب المال سے پانچ ہزار پانچ سو اکتالیس اور دو تہائی درم واپس لے گا اور مضارب کو اپنے ذاتی مال سے تین ہزار چار سو اٹھاون و ایک تہائی درم قرض خواہ کو دینے پڑیں گے۔ پس اگر ہزار درم مضاربت کے اولاً تلف ہوئے پھر باندی اور پانچ ہزار درہم پیچھے تلف ہوئے اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو بھی اس کو نو ہزار درم دینے پڑیں گے جیسا کہ ہم نے بیان کیا لیکن رب المال سے پانچ ہزار چھ سو چھبیس درم واپس لے گا۔ یہ مبسوط میں ہے۔

دسواں باب☆

خیار عیب و خیار رویت کے بیان میں

اگر کسی نے دوسرے کو ہزار درم مضاربت میں دیئے اس نے ان کے عوض میں ایک غلام خریدا پھر مضارب نے غلام میں عیب لگایا تو مخاصم اس باب میں مضارب ہی ہوگا۔ رب المال نہ ہوگا اور جب اس نے اس امر کے گواہ قائم کئے کہ یہ عیب بائع کے پاس کا ہے تو اس کو واپس کر دے پھر اگر بائع نے دعویٰ کیا کہ مضارب اس عیب پر راضی ہو گیا تھا تو مضارب سے قسم لی جائے گی کہ واللہ میں اس عیب پر راضی نہیں ہو گیا تھا اور نہ میں نے کسی بیع کے واسطے یہ غلام پیش کیا ہے۔ اور اگر مضارب نے اقرار کر دیا کہ میں عیب پر راضی ہو گیا تھا یا میں نے بائع کو اس سے بری کر دیا تھا یا جب سے دیکھا ہے۔ تب سے اس کو بھی بیع کے واسطے پیش کیا ہے تو اس کو بائع کو واپس نہیں دے سکتا ہے جیسا وکیل خاص کا حکم ہے لیکن جب کہ اس کو بائع کو واپس کرنا ممکن نہ ہوا تو یہ غلام مضاربت میں رہے گا اور مضارب کے ذمہ نہ پڑے گا اور کتاب الوکالت میں وکیل خاص کا یہ حکم لکھا ہے کہ اگر وہ عیب پر راضی ہوا پس اگر قبل قبضہ کے راضی ہوا تو موکل کے ذمہ پڑے گا اور اگر بعد قبضہ کے راضی ہوا ہے تو وکیل کے ذمہ پڑے گا لیکن اگر موکل اس کو عیب داری لینا چاہے تو لے سکتا ہے اور مضارب میں ان دونوں کی تفصیل نہیں مذکور ہے پس بعض مشائخ نے فرمایا کہ جیسا حکم تفصیلی وکیل خاص میں ہے وہی مضارب میں بھی ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ بخلاف وکیل خاص کے ہے یعنی جب مضارب عیب پر راضی ہوا تو وہ ہر حال میں مضاربت میں رہے گا خواہ قبضہ سے پہلے عیب پر راضی ہوا یا اس کے بعد راضی ہوا۔ اور اگر بائع نے رب المال پر دعویٰ کیا کہ رب المال عیب پر راضی ہو گیا ہے اور مضارب نے انکار کیا اور مدعی نے رب المال اور مضارب سے کس پر قسم لینی چاہی تو دونوں میں سے

کسی سے قسم نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر مضارب نے ایسا غلام خریدا جس کو اس نے نہیں دیکھا اور رب المال نے دیکھا ہے تو مضارب کو اختیار ہے کہ اپنے دیکھنے پر اسے واپس کر دے۔ اور اگر مضارب نے اس کو دیکھ لیا ہے پھر خرید کیا تو دونوں میں سے کسی کو خیار رویت نہ ہوگا۔ اگر چہ رب المال نے اس کو نہ دیکھا ہے۔ مضارب کے خریدنے سے پہلے رب المال کو معلوم ہو گیا کہ وہ غلام کانا ہے پھر مضارب نے اس کو خریدا حالانکہ خود یہ عیب نہیں جانتا ہے تو اس کو اختیار ہے کہ بسبب عیب کے واپس کر دے اور جو شخص کسی غیر معین غلام کے ہزار درم کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا گیا وہ سب امور مذکورہ بالا میں مثل مضارب کے ہے۔ اور اگر کسی شخص نے مال مضاربت اس شرط سے دیا کہ فلاں شخص کا غلام خاص خریدے۔ پھر فروخت کرے پھر مضارب نے اس کو خریدا حالانکہ نہیں دیکھا ہے اور رب المال اس کو دیکھ چکا ہے تو مضارب کو اس میں خیار رویت نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر مضارب اس کو دیکھ چکا ہے اور رب المال نے نہیں دیکھا ہے تو یہ صورت بھی اس حکم میں مثل اوّل کے ہے اور اگر غلام کانا ہو اور دونوں میں سے کوئی یہ جانتا تھا تو مضارب اس کو کبھی واپس نہیں کر سکتا ہے اسی طرح اگر کسی معین غلام کے خریدنے کا وکیل ہو اور اس غلام کو موکل دیکھ چکا ہے یا اس کے عیب سے آگاہ ہو چکا ہے اور وکیل نے خریدا تو واپس نہیں کر سکتا ہے۔ یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مضارب نے کوئی مضاربت کا غلام فروخت کیا اور مشتری نے بعد قبضہ کے اس میں عیب لگایا حالانکہ عیب ایسا ہے کہ ویسا پیدا ہو سکتا ہے اور مضارب نے اقرار کر لیا کہ یہ میرے پاس کا ہے اور قاضی نے بسبب اس کے اقرار کر کے اس کو واپس کر دیا یا مضارب نے خود ہی بدوں حکم قاضی قبول کر لیا یا مشتری نے اقالہ طلب کیا اور مضارب نے اقالہ کر لیا تو یہ سب رب المال پر جائز ہے۔ اور اگر مضارب نے عیب کا اقرار نہ کیا بلکہ انکار کیا پھر مشتری سے کسی شے پر اس عیب سے صلح کر لی پس اگر مصالح علیہ کی قیمت اس ثمن کے برابر ہو جو عیب کے حصہ میں پڑتا ہے یا زیادہ ہو مگر صرف اتنی زیادتی ہو کہ لوگ[1] برداشت کر لیتے ہیں تو جائز ہے اور اگر اس قدر زیادہ ہو کہ لوگ برداشت نہیں کر سکتے ہیں تو جائز نہیں ہے اور کتاب میں یہ مسئلہ بلا ذکر خلاف مذکور ہے اور بعض مشائخ نے کہا ہے کہ یہ حکم صاحبینؒ کے قول پر ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک ہر حال میں جائز ہے۔ اور بعض مشائخ نے کہا ہے کہ یہ بالاتفاق سب کا قول ہے کذا فی الذخیرہ۔

گیارھواں باب ☆

علی الترادف آگے پیچھے دو مال مضاربت کے دینے اور ایک کو دوسرے میں ملا دینے اور مال مضاربت کو غیر مضاربت میں ملا دینے کے بیان میں

قال ☆

محمد رحمتہ اللہ علیہ اگر کسی نے دوسرے کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیئے پھر دوسرے ہزار درم بھی آدھے کی مضاربت پر دیئے پس مضاربت نے پہلے اور دوسرے دونوں مالوں کو ملا دیا تو اس جنس کے مسائل میں اصل و کلیہ یہ ہے کہ جب مضاربت نے رب المال کا مال رب المال سے ملایا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر رب المال کا مال اپنے مال یا غیر کے مال کے ساتھ ملایا تو ضامن ہوگا اور اس مسئلہ میں تین صورتیں حاصل ہیں یا تو رب المال نے دونوں مضاربتوں میں اس سے کہا تھا کہ اپنی رائے سے عمل کرے یا دونوں میں اس کو اجازت نہ دی تھی یا ایک میں یہ اجازت دی تھی دوسری میں نہیں دی تھی اور مضارب کا ملا دینا تو یا دونوں میں نفع اٹھانے کے

[1] یعنی اندازہ کرنے والے اتنا خسارہ اٹھا لیتے ہیں ۱۲

بعد واقع ہوا ہے یا دونوں میں نہیں یا ایک میں بدوں دوسرے کے نفع اٹھانے کے بعد واقع ہوا۔ پس اگر مضارب سے رب المال نے دونوں مضاربتوں میں کہہ دیا ہو کہ اپنی رائے سے عمل کرے اور اس نے ایک مال کو دوسرے مال میں ملا دیا تو ضامن نہ ہوگا۔ خواہ ان دونوں مالوں کو دونوں میں نفع اٹھانے کے بعد ملایا ہو یا دونوں میں نفع اٹھانے سے پہلے یا ایک میں بدوں دوسرے کے نفع اٹھانے کے بعد ملایا ہو اور اگر دونوں مضاربتوں میں اپنی رائے سے عمل کرنے کو نہیں کہا تھا اور اس نے دونوں مالوں میں نفع اٹھانے سے پہلے ایک کو دوسرے میں ملا دیا تو کچھ ضامن نہ ہوگا۔ اور اگر دونوں میں نفع اٹھانے کے بعد ملایا ہے تو دونوں مالوں کا ضامن ہوگا اور دونوں کے حصہ نفع کا بھی جو رب المال کا قبل ملانے کے تھا ضامن ہوگا۔ اور اگر ایک میں نفع اٹھایا تھا دوسرے میں نہیں اُٹھایا تھا کہ دونوں کو ملا دیا تو وہ اس مال کا ضامن ہوگا جس میں نفع نہیں اٹھایا ہے اور جس میں نفع اٹھایا اس کا ضامن نہ ہوگا۔ اور اگر اس نے پہلی مضاربت میں اس سے اپنی رائے سے عمل کرنے کو کہا ہے اور دوسری میں نہیں کہا ہے اور اس نے پہلے مال کو دوسرے میں ملایا تو مسئلہ چار صورتوں سے خالی نہیں ہے یا تو اس نے قبل کسی میں نفع اٹھانے کے ایک کو دوسرے میں ملایا یا دونوں میں نفع اٹھانے کے بعد ملایا یا پہلے میں نفع اٹھانے اور دوسرے میں قبل نفع اٹھانے کے ملایا یا دوسرے میں نفع اٹھا کر پہلے میں نفع اٹھانے سے پہلے دونوں کو ملایا پس دو صورتوں میں دوسری مضاربت کے مال کا جس میں رب المال نے اس سے اپنی رائے سے عمل کرنے کو نہیں کہا ہے ضامن ہوگا ایک یہ ہے کہ جب دونوں میں نفع اٹھانے کے بعد ملایا اور دوسری یہ ہے کہ جب پہلی مضاربت کے مال میں جس میں رب المال نے اپنی رائے سے عمل کرنے کی اجازت دی ہے نفع اُٹھا کر دوسری مضاربت کے مال سے بدوں دوسرے میں نفع اٹھانے کے ملا دیا ہو تو پہلی مضاربت کے مال کا ضامن نہ ہوگا دوسری کے مال کا ضامن ہوگا اور دو صورتوں میں پہلی اور دوسری دونوں مضاربت کے مال کا ضامن نہ ہوگا۔ ایک یہ کہ دونوں مالوں کو دونوں میں نفع اٹھانے سے پہلے ملا دیا اور دوسری یہ کہ مال ثانیہ میں جس میں اپنی رائے سے عمل کرنے کو نہیں کہا ہے نفع حاصل کیا اور جس میں رائے سے عمل کرنے کو کہا ہے یعنی پہلی میں نفع نہیں اٹھایا اور دونوں کو ملا دیا۔ اور اگر دوسری مضاربت میں اس سے اپنی رائے سے عمل کرنے کو کہا اور پہلی میں نہ کہا ہو تو بھی جیسا ہم نے بیان کیا مسئلہ چار صورتوں سے خالی نہیں ہے اور ان میں سے دو صورتوں میں پہلی مضاربت کے مال کا ضامن ہوگا دوسری مضاربت کا ضامن نہ ہوگا ایک یہ ہے کہ دونوں مالوں کو دونوں میں نفع اٹھانے کے بعد ملایا دوسری یہ کہ صرف دوسری مضاربت میں جس میں رائے سے عمل کرنے کو کہا ہے نفع اٹھا کر ملا دیا ہو اور ان میں سے دو وجہوں میں کسی مال کا ضامن نہ ہوگا وہ دونوں یہ ہیں کہ دونوں میں نفع نہیں اٹھایا اور قبل نفع اٹھانے کے خلط کر دیا یا دوسری میں نفع نہیں اٹھایا پہلی میں نفع حاصل کر کے ملایا یہ محیط میں ہے۔

اگر کسی شخص نے دوسرے کو مال مضاربت دیا اور اس سے رائے سے عمل کرنے کو نہیں کہا اور مضارب نے مال کسی شخص کو دیا اور کہا کہ اپنے اس مال سے یا میرے اس مال سے ملا کر دونوں سے کام کر پس اس شخص نے لے لیا لیکن ہنوز نہیں ملایا تھا کہ اس کے پاس سے ضائع ہو گیا تو مضارب پر یا اس شخص پر جس نے اس سے لیا ہے ضمان نہیں آتی ہے کیونکہ وہ مال اس کے ہاتھ میں جب تک نہ ملائے بمنزلہ ودیعت کے ہے اور مطلق عقد سے مضارب ودیعت دینے یا بضاعت دینے کا مالک ہوتا ہے پس مضارب دینے سے مخالف نہ ہو جائے گا اور لینے والا جب تک نہ ملائے تب تک فقط لینے سے غاصب نہ ہو جائیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی کو ہزار درم آدھے کی مضاربت میں اور ہزار درم تہائی کی مضاربت میں دیئے اور دونوں میں اس سے اپنی رائے سے عمل کرنے کو نہیں کہا پس مضارب نے دونوں کو ملا دیا اور ہنوز کچھ کام نہیں کیا تھا پھر کام شروع کیا تو اس پر ضمان نہ ہوگی اور دونوں آدھے نفع کو نصفا نصف اور

آدھے کو تین تہائی تقسیم کر لیں گے اور اگر ملانے سے پہلے ایک میں نفع اور دوسرے میں گھٹی اُٹھائی تو گھٹی میں وہ مال داخل نہ ہوگا جس میں نفع ہے کیونکہ یہ مضاربتیں دو ہیں پھر اگر اس کے بعد دونوں کو ملا دیا تو اس مال کا جس میں گھٹی ہے ضامن ہوگا اور جس میں نفع اٹھایا ہے اس کا ضامن نہ ہوگا پھر اگر گھٹی کے مال میں نفع اُٹھایا تو وہ مضارب کا ہے اور امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک اس کو صدقہ کر دے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کسی شخص کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیئے کہ اس[1] میں اپنی رائے سے عمل کرے۔ (یعنی نفع کو) اس نے اس میں ہزار درم کا نفع اٹھایا پھر رب المال نے دوسرے کو دوسرے ہزار درم آدھے نفع کی مضاربت پر دیئے کہ اس میں اپنی رائے سے عمل کرے پھر پہلے مضارب نے دونوں ہزار درم کسی شخص کو تہائی نفع پر دیئے کہ اپنی رائے سے عمل کرے اور دوسرے مضارب نے بھی اس شخص کو ہزار درم مضاربت کے تہائی نفع پر دیئے کہ اپنی رائے سے عمل کرے اس نے ان ہزار کو پہلے کے دونوں ہزار سے ملا دیا تو اس پر کچھ ضمان نہ ہے پھر اگر ان سب پر ایک ہزار کا نفع اٹھایا تو ایک تہائی خود لے لے اور باقی دو تہائی دونوں مضاربوں کو دے دے کہ وہ دونوں باہم بحساب اپنے مال کے تین حصہ کر کے تقسیم کر لیں یعنی اس میں سے دو تہائی پہلا مضارب لے اور ایک تہائی دوسرا لے پھر جب پہلے مضارب نے اس میں سے دو تہائی لیا تو رب المال کو اس کے راس المال کے ہزار درم دے دیئے اور جو خود مضارب نے نفع حاصل کیا تھا یعنی ہزار درم اس میں سے نصف یعنی پانچ سو درم رب المال کو دے اور پانچ سو درم خود لے اور جو مضارب کے مضارب نے اس کو نفع دیا ہے یعنی دو تہائی ہزار کی دو تہائی اس میں سے رب المال تین چوتھائی لے لے گا اور باقی ایک چوتھائی مضارب کے پاس رہ جائے گی وہ اس کی ہوگی۔ اور دوسرا مضارب بھی اپنے مضارب سے دو تہائی ہزار کی تہائی لے لے گا اور رب المال کو اس کے ہزار درم راس المال کے دے دے گا پھر اس نفع کے چار حصہ کر کے تین چوتھائی رب المال کو دے گا اور ایک چوتھائی خود لے گا یوں باہم تقسیم کر لیں گے۔ اور اگر مضارب اوّل نے جس وقت اپنے مضارب کو تہائی نفع پر مال دیا اور اپنی رائے سے کام کرنے کی اجازت دی تھی خود کچھ نفع حاصل نہ کیا تھا پھر اس کے مضارب نے کام کر کے ہزار درم نفع پائے۔ پھر دوسرے مضارب نے اسی شخص کو ہزار درم اپنی مضاربت کے بھی تہائی کے نفع پر دیئے اور اپنی رائے سے کام کرنے کی اجازت دے دی پھر اس شخص نے دونوں ہزار کے ساتھ ایک ہزار کو ملا دیا اور کام کیا اور ایک ہزار نفع اٹھائے تو نفع اور نقصان باعتبار مال کے تین ٹکڑے کیا جائے گا۔ تین ہزار درم کے حصہ میں ایک ٹکڑا یعنی مثلاً تہائی نفع پڑے گا اور ایک ہزار دوسرے مضارب کے ہیں پس اس تہائی میں سے دوسرے مضارب کا مضارب اپنا حصہ نفع یعنی تہائی کا تہائی لے لے گا اور باقی مضارب کو دے گا پھر مضارب سے رب المال اپنا راس المال لے لے گا اور باقی نفع دونوں میں چار حصہ ہو کر تین چوتھائی رب المال کو اور ایک چوتھائی مضارب کو ملے گا۔ (ایک ہزار) اور دو ہزار کے حصہ میں دو ٹکڑے یعنی دو تہائی ہزار آئیں گے پس ان دو تہائی ہزار میں سے اور نیز پہلے ایک ہزار نفع میں سے وہ شخص یعنی پہلے مضارب کا مضارب اپنا حصہ یعنی ایک تہائی تقسیم کرا لے گا اور باقی نفع مع ایک ہزار راس المال کے مضارب اوّل کے پاس آیا اس میں سے رب المال اپنا راس المال ہزار درم لے لے گا اور باقی نفع کے چار حصے ہو کر تین چوتھائی رب المال کو اور ایک چوتھائی مضارب کو ملے گی یہ مبسوط میں ہے۔

اگر کسی کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر بایں اجازت دیئے کہ اپنی رائے سے عمل کرے اس نے کام کر کے ہزار درم نفع پائے پھر دوسرے ہزار درم تہائی کی مضاربت پر اس اجازت سے کہ اپنی رائے سے کام کرے دے دیئے اس نے ان ہزار میں سے پانچ سو درم پہلی مضاربت میں ملا دیئے اور بعد ملانے کے ہزار درم تلف ہو گئے تو یہ تلف ہونے والے پہلے مال کا نفع قرار دیئے جائیں

[1] یعنی اجازت دے دی ۱۲

گے اور ایسا ہو جائے گا کہ گویا اس نے نفع نہیں اُٹھایا ہے۔ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہزار درم اس کل میں سے حساب سے تلف شدہ قرار پائیں گے یعنی پانچ حصہ کرے چار پانچویں پہلے مال سے اور ایک پانچواں حصہ دوسرے مال سے قرار دیا جائے گا یہ کافی میں ہے اور اگر تلف نہ ہوئے بلکہ اس نے ملا کر کام کیا یہاں تک کہ دوسرے ایک ہزار درم نفع پائے تو اس نفع کا پانچواں حصہ دوسری مضاربت کے درموں کا اور چار پانچویں حصہ پہلی مضاربت میں قرار پائیں گے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کسی کو ہزار درم مضاربت میں دیئے پس مضارب نے ان ہزار درم سے اور اپنے پاس سے ہزار درم سے ایک باندی خریدی پھر خریدنے کے بعد دام دینے سے پہلے دونوں ہزار ایک دوسرے میں ملا کر دام دے دیئے تو وہ ضامن نہ ہوگا پھر اگر اس کے بعد اس نے وہ باندی فروخت کر دی اور ملا ہوا ثمن وصول کیا تو اس میں بھی اس پر ضمان نہیں ہے اور اس کو اختیار ہے کہ پھر ثمن سے خرید و فروخت کرے پس اس میں سے نصف یعنی اس قدر حصہ ثمن باندی کا جو اس نے مال مضاربت سے خریدا ہے مضاربت میں ہوگا اور نصف ثمن کا یعنی اس قدر حصہ ثمن باندی کا جو اپنے سے خریدا ہے اس کا ہوگا اور اگر بدوں موجودگی رب المال کے مضارب نے مال تقسیم کیا تو قسمت باطل ہے اور اگر مضارب نے ہزار درم مضاربت کے لے کر قبل اس کے کہ اس کے عوض کوئی چیز خریدے (بٹوارہ) اپنے مال سے ہزار درم کے ساتھ ملا دیئے پھر ان سے کوئی چیز خریدی تو خرید اسی کی ذات کے واسطے ہوگی اور رب المال کے واسطے ہزار کا ضامن ہوگا اور اگر اس نے مال مضاربت کے عوض خریدنے کے بعد مال میں اپنا مال ملا دیا اور ہنوز اس نے خریدی ہوئی چیز کے دام بائع کو نہ دیئے تھے کہ اس کے پاس سے مال ضائع ہوا تو ہزار درم مضاربت کا ضامن ہوگا اور جو کچھ اسے بائع کو دینا پڑے گا اپنے مال سے دے گا اور رب المال سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور جب اس نے باندی پر قبضہ کر لیا تو آدھی باندی مضاربت میں ہوگی اور آدھی اس کی ہوگی کذانی المبسوط[1] اگرچہ مضاربت ٹوٹ گئی کیونکہ مضاربت قائم رہنے کی شرط یہ ہے کہ راس المال اس کے پاس امانت میں ہو یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر مضارب نے کسی دوسرے شخص کے ساتھ ہزار درم مضاربت سے اور ہزار درم اس شخص کے پاس سے ایک باندی خریدی اور دونوں ہزار کے ملانے سے پہلے دام ادا کر دیئے پھر دونوں نے باندی پر قبضہ کیا تو آدھی باندی مضاربت کی اور آدھی اس شخص کی ہوگی پھر اگر دونوں نے ایک ہی ثمن سے اس باندی کو فروخت کیا اور ملا ہوا ثمن وصول کیا تو جائز ہے اور مضارب پر ضامن آئے گی پھر اگر مضارب نے اس شخص سے دام بٹوا لئے تو یہ بٹوارہ رب المال پر جائز ہے۔ پھر اگر بعد تقسیم کر لینے کے مال مضاربت کو اس شخص کے مال سے ملا دیا تو مضارب مال مضاربت کا ضامن ہوگا اور اگر مضارب نے مال مضاربت کے ساتھ رب المال کی اجازت سے دوسرے سے شرکت کر لی پھر مضارب نے شریک سے کہا کہ میں نے تجھ سے باہمی بٹوارہ کر لیا ہے اور یہ جو میرے پاس ہے یہ مضاربت کا ہے اور دوسرے نے تکذیب کی تو قسم سے شریک کا قول قبول ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

قال ☆

محمدؒ نی الجامع کا ایک شخص نے دوسرے کو سو دینار جن کی قیمت ڈیڑھ ہزار درم ہے دیئے اور کہا کہ ان سے اور اپنے پاس سے ایک ہزار سے کام کر اس شرط سے کہ نفع ہم دونوں میں برابر تقسیم ہو تو یہ جائز ہے اور اگر نفع میں یہ شرط نہ ہوئی تو نفع دونوں میں پانچ حصہ ہو کر بقدر دونوں مالوں کے دونوں کو تقسیم ہوتا۔

قلت ☆

یعنی تین حصہ رب المال کو اور دو حصہ مضارب کو ملتے۔ اور جب باہم آدھے آدھے کی شرط ہوئی تو گویا دینار والے سے

[1] یعنی مال مضاربت مضمون ہو جانے کے باوجود نصف باندی مضاربت میں ہوگی ۱۲

چھٹے حصے کی شرط ہوئی پس یہ مضاربت چھٹے حصہ نفع پر ہے اور یہ صورت اگر چہ شرکت کے طور پر ہے کیونکہ مال دینے کی شرط دونوں سے کی گئی ہے لیکن شرط کی تصحیح اس وجہ سے ممکن نہیں ہے کہ کام کرنے کی شرط دونوں نے صرف اسی کی طرف کی ہے جس کو مال دیا ہے اور شرکت میں دونوں پر کام کرنے کی شرط ہوتی ہے پس یہ عقد صورت میں شرکت معلوم ہوتا ہے اور معنی میں مضاربت ہے اور دینار والے کا یہ کہنا کہ اپنے مال سے ایک ہزار سے کام کر اس کا فائدہ یہ ہے کہ اگر مضارب اپنے مال سے اس کو ملا دے تو مضارب کے ذمہ سے ضمان دور ہو جائے اور جب یہ عقد حق دینار میں مضاربت ہوا تو ان کا سپرد کرنا اور حاضر کرنا شرط ہوا اور اگر کوئی مال قبل خرید واقع ہونے کے تلف ہوا تو اس کے مالک کا تلف ہوا مگر بات یہ ہے کہ اگر دینار تلف ہو جائیں گے تو مضاربت باطل ہو جائے گی اور اگر درم تلف ہو جائیں گے تو مضاربت اپنے حال پر رہے گی پھر اگر دیناروں کی قیمت گھٹ گئی اور ایک ہزار رہ گئی پھر مضارب نے ان کے عوض اور اپنے مال سے ہزار درم کے عوض ایک باندی خریدی اور باندی کو ہزار درم نفع پر فروخت کیا تو ہر ایک مال کا نفع پانچ سو درم ہوگا مگر مال دینار کا نفع جو پانچ سو درم ہوں گے موافق شرط کے اس کے چھ حصے کر کے پانچ چھٹے حصہ مالک دینار کو دیئے جائیں گے اور چھٹا حصہ درم والے کو ملے گا اور درموں کے جو پانچ سو درم نفع ہیں وہ مالک درم کو خاصۃً ملیں گے اور اگر مضارب نے ہر مال سے ایک اسباب علیحدہ خریدا پھر جو درموں سے خریدا ہے اس کو فروخت کیا اور کچھ نفع نہ پایا اور جو دیناروں سے خریدا ہے اس کو فروخت کر کے پانچ سو درم نفع اٹھایا تو موافق شرط کے اس کو اس نفع میں سے چھٹا حصہ ملے گا اور اگر دیناروں سے خریدے ہوئے اسباب کے فروخت میں کچھ نفع نہ پایا اور جو درموں سے خریدا ہے اس میں پانچ سو درم نفع اُٹھایا تو کل نفع مالک درم یعنی مضارب کو ملے گا اور اگر دیناروں کی قیمت اس قدر گھٹے کہ آٹھ سو رہ گئی پھر مضارب نے دیناروں اور اپنے درموں سے ایک غلام خریدا تو مضارب کو اس میں سے نو حصوں میں سے پانچ حصہ ملیں گے اور باقی چار حصہ مضاربت میں رہیں گے پس اگر مضارب نے وہ غلام فروخت کیا اور اس میں نفع اٹھایا تو ثمن میں سے ہر ایک اپنا راس المال لے لے گا پھر اس میں سے مضارب پانچ نویں حصہ نفع کے خاصۃً اپنے مال کے نکال لے گا اور باقی چار نویں حصہ مضاربت میں رہیں گے وہ دونوں کو چھ حصہ ہو کر موافق شرط کے تقسیم ہوں گے اور اگر مضارب نے اس غلام کو فروخت نہ کیا یہاں تک کہ دیناروں کی قیمت ہزار درم ہو گئی پھر اس کو تین ہزار کو فروخت کیا تو دونوں اس ثمن کے نو حصہ کریں گے ان میں سے پانچ حصہ یعنی ایک ہزار چھ سو چھیاسٹھ درم دو تہائی درم مضارب کے پاس آئیں گے جس میں ایک ہزار اس کا راس المال ہے اور باقی خاصۃً اسی کا نفع ہے اور باقی چار حصہ یعنی ایک ہزار تین سو تینتیس درم اور ایک تہائی درم مضاربت میں ہوں گے جس میں سے ایک ہزار درم راس المال کے ہوں گے اور باقی دونوں میں چھ حصہ ہو کر نفع تقسیم ہوگا یہ محیط میں ہے۔

بارہواں باب ☆

مضارب کے نفقے کے بیان میں

اگر مضارب نے شہر میں کام کیا تو اس کا نفقہ راس المال میں نہیں ہے اور اگر اس نے سفر کیا تو اس کا کھانا و پینا و سواری خواہ خرید سے یا کرایہ سے مال مضاربت میں رکھی جائے گی پھر اگر اس کے پاس کچھ باقی رہ جائے جب کہ اپنے شہر میں آ جائے تو اس کو مضاربت میں ڈال دے اور اگر اس کا نکلنا سفر سے کم ہو پس اگر اتنی مسافت ہو کہ صبح جاتا ہے اور شام کو چلا آتا ہے اور اپنے اہل و عیال میں رات بسر کرتا ہے تو وہ بمنزلہ شہر کے بازاریوں کے ہے کہ جو شہر میں فروخت کرتے ہیں اور اگر ایسا ہے کہ اپنے گھر میں اہل و عیال کے ساتھ رات نہیں بسر کرتا ہے تو اس کا نفقہ مال مضاربت میں قرار دیا جائے گا۔ کذا فی الہدایہ اور راستہ ضرورت میں جو صرف

ہو وہ نفقہ ہے اور وہ کھانا، پانی، کپڑا، بچھونا، سواری، ٹٹو کا چارا ہے۔ کذا فی محیط السرخسی وازانجملہ کپڑے دھولائی اور مقام ضرورت میں تیل اور حمام کا کرایہ اور حجامت بنوائی ہے اور ان سب میں اس کو اجازت مطلق بطور معروف کے ہو گی حتی کہ اگر معروف طور سے خرچ نہ کیا تو زیادتی کا ضامن ہوگا یہ کافی میں ہے اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ ان سے گوشت کو دریافت کیا گیا فرمایا کہ جس طرح کھاتا تھا کھائے یہ ذخیرہ میں ہے لیکن دوا اور پچھنے دلوانے اور سرمہ وغیرہ کا صرف اس کے ذاتی مال سے ہوگا مال مضاربت سے نہ ہوگا۔ اسی طرح وطی کرنے کی اور خدمت کی باندی کا ثمن کا حساب مضاربت میں نہ لگایا جائے گا اور اگر کسی شخص کو مزدور کر لیا کہ وہ سفر میں اس کی خدمت کرتا ہے اور جس شہر میں اترتا ہے وہاں اس کے لیے روٹے سالن پکاتا ہے اور اس کے کپڑے دھوتا ہے اور جو کام ضروری ہے سب کرتا ہے تو اس کا حساب مضاربت میں کیا جائے گا اسی طرح اگر اس کے ساتھ اس کے چند غلام ہوں کہ مال مضاربت میں کام دیتے ہیں تو وہ لوگ بھی بمنزلہ اسی مزدور کے ہوں گے اور ان کا نفقہ مال مضاربت میں ہوگا۔ اسی طرح اگر مضارب کے چوپائے ہوں کہ ان پر مضاربت کا مال لاد کر کسی شہر کو لے جاتا ہے تو اس کا چارہ بھی جب تک وہ اس کام میں ہیں مال مضاربت سے دیا جائے گا یہ مبسوط میں ہے اور اگر رب المال نے اپنے غلاموں یا چوپاؤں سے سفر میں اس کی اعانت کی تو مضاربت فاسد نہ ہو گی اور ان غلاموں و چوپاؤں کا نفقہ خود رب المال پر ہوگا مال مضاربت میں نہ ہوگا اور اگر مضارب نے بلا اجازت رب المال کے ان کو نفقہ دیا تو اپنے مال سے ضمان دے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور جب وہ ضامن قرار پایا پس اگر اس نے مال میں کچھ نفع اٹھایا تو پہلے رب المال اپنا راس المال سب لے لے گا اور جو باقی رہا وہ دونوں میں موافق شرط کے نفع تقسیم ہوگا پھر جو نفع حصہ مضارب میں آیا ہے وہ اس مال میں محسوب کیا جائے گا جو اس پر ضمان ہے پس اگر اس کے حصہ کا نفع اس مال سے جو اس پر ضمان ہے کم ہوئے تو مضارب بقدر کمی کے رب المال کو پورا کر دے گا اور اگر اس کا حصہ نفع مال مضمون سے زیادہ ہو تو بقدر ضمان کے کاٹ کر باقی پورے حصہ تک نفع اس کو دے دیا جائے گا اور اگر رب المال نے اس کو حکم دیا کہ میرے غلاموں و چوپاؤں کو نفقہ دے تو یہ اس کے مال مضاربت میں محسوب ہوگا یعنی اصل مال رب المال میں حساب کیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر اس نے باوجود اجازت رب المال کے غلاموں و چوپاؤں کے نفقہ میں اسراف وزیادتی کر دی تو راس المال میں سے فقط نفقہ مثل کا حساب کیا جائے گا یعنی اسراف وزیادتی کا حساب نہ کیا جائے گا یہ محیط سرخسی ومبسوط میں ہے اور اس نفقہ کا حساب کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اگر راس المال میں نفع ہو تو پہلے نفع میں سے محسوب کیا جائے کیونکہ نفقہ جزو تلف شدہ ہے اور اصل تلف شدہ میں یہ ہے کہ نفع کی طرف پھیرا جائے اور اگر نفع نہ ہو تو راس المال میں محسوب ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مضارب نے اپنے مال سے خرچ کیا یا مضاربت پر ادھار لیا تو یہ مضاربت میں لے لے گا۔ اس طرح کہ پہلے راس المال نکال کر پھر دوسری مرتبہ نفقہ محسوب کرے گا پھر نفع تقسیم ہوگا اور اگر مال مضاربت تلف ہو گیا تو رب المال سے کچھ نفقہ واپس نہیں لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر مضارب نے قبل خرید وفروخت کے راس المال میں سے کچھ اپنی ذات پر صرف کیا تو رب المال اس سے اپنا راس المال بھرپور لے لے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر متاع مضاربت لادنے کے واسطے کوئی جانور خریدا یا مضاربت کے واسطے اناج خریدا اور دام دینے سے پہلے راس المال تلف ہو گیا تو رب المال سے دوبارہ لے لے گا یہ مبسوط میں ہے اور اگر اپنا کھانا کپڑا تیل خریدا یا سواری کرایہ پر کی پھر راس المال ضائع ہو گیا تو رب المال سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر مضارب کے اہل وعیال کوفہ میں بھی ہوں اور اس کے اہل وعیال بصرہ میں بھی ہوں اور دونوں جگہ اس کا وطن ہو پھر وہ راس المال لے کر کوفہ سے بصرہ کو چلا تاکہ وہاں تجارت کرے تو وہ راستے بھر مال مضاربت سے اپنا نفقہ لے گا اور جب بصرہ میں داخل ہو گیا تو جب تک وہاں رہے اس کا نفقہ اس کے ذمہ ہے پھر جب

وہاں سے کوفہ کو لوٹ چلا تو راستہ میں نفقہ مال مضاربت سے لے گا اور اگر مضارب کے اہل یہاں کوفہ میں ہوں اور رب المال کے بصرہ میں ہوں اور رب المال کے ساتھ وہ بصرہ کو تجارت کے واسطے چلا تو راستہ میں اور بصرہ میں اور بصرہ سے لوٹ کر راہ میں اس کا نفقہ مال مضاربت سے ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر کسی شخص نے دوسرے کو ہزار درم مضاربت میں دیئے حالانکہ دونوں کوفہ میں موجود ہیں لیکن کوفہ مضارب کا وطن نہیں ہے تو جب تک مضارب کوفہ میں ہے اس کا نفقہ اس کی ذات پر ہے۔ پھر اگر مال مضاربت لے کر سفر کر گیا پھر لوٹ کر تجارت کی غرض سے کوفہ میں آیا تو جب تک کوفہ میں ہے اس کا نفقہ مال مضاربت سے ہوگا اور کوفہ اور دوسرے شہر اس کے حق میں یکساں ہوں گے یہ محیط میں ہے۔ پھر اگر اس نے کوفہ میں کسی عورت سے نکاح کر لیا اور اس کو وطن بنا لیا تو مال مضاربت سے اس کا نفقہ ہونا باطل ہو گیا یہ مبسوط میں ہے اور اگر مضارب مال مضاربت لے کر تجارت کی کوئی چیز خریدنے کے واسطے کسی شہر کو گیا اور وہاں پہنچ کر کچھ نہ خریدا یہاں تک کہ پھر اپنے شہر کو واپس آیا اور مال میں سے اپنے نفقہ میں خرچ کیا ہے تو یہ نفقہ مال مضاربت میں قرار دیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص کو مال مضاربت دیا اور حکم کیا کہ اپنی رائے سے عمل کرے۔ پس مضارب نے دوسرے کو مضاربت میں دیا وہ مال لے کر کسی شہر کو خرید و فروخت کے واسطے سفر کر گیا تو اس کا نفقہ مضاربت میں ہوگا کیونکہ وہ بمنزلہ مضارب دل کے ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مضارب نے کسی شہر میں اقامت کی نیت کر لی تو نفقہ اس کا مال مضاربت سے رہے گا اور اقامت کی نیت سے اس وقت مضاربت سے نہیں رہتا ہے کہ جب اپنے شہر میں اقامت کرے یا کسی شہر کو دار الاقامت بنا لے یعنی وطن قرار دے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر مضارب نے مال مضاربت کسی شخص کو بضاعت میں دیا تو مستبضع یعنی بضاعت لینے والے کا نفقہ مال مضاربت میں نہ ہوگا۔ اور اگر مضارب نے رب المال کو بضاعت دیا اس نے کام کیا تو یہ مضاربت میں رہے گا اور نفع دونوں میں موافق شرط کے تقسیم ہوگا اور رب المال کا نفقہ مضاربت میں نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر مضارب نے مال مضاربت لے کر اور اپنا مال لے کر سفر کیا تو نفقہ دونوں مالوں پر تقسیم کیا جائے گا خواہ اس نے دونوں مالوں کو ملایا ہو یا نہ ملایا ہو خواہ رب المال نے اس سے اپنی رائے سے عمل کرنے کو کہا ہو یا نہ کہا ہو اور مقدار سفر یا اس سے کم دونوں اس باب میں برابر ہیں[1] بشرطیکہ اپنے اہل و عیال میں رات بسر نہ کرتا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اسی طرح اگر دو شخصوں کا مال مضاربت لے کر اس نے سفر کیا تو اس کا نفقہ دونوں کے مالوں کی مقدار پر ہوگا۔ اور اگر ایک مال بضاعت کا ہو تو اس کا نفقہ مال مضاربت سے ہوگا الا اس صورت میں کہ بضاعت کا کام کرنے کے واسطے فارغ ہوا[2] ہو تو اپنا ذاتی مال خرچ کرے بضاعت میں سے خرچ نہ کرے اور نہ مضاربت میں سے خرچ کرے لیکن اگر صاحب بضاعت نے اس کو اجازت دے دی ہو تو بضاعت میں سے خرچ کرے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

قال ☆

محمدؒ فی الزیادات ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیئے پس مضارب نے اس کے عوض ایک باندی جو ہزار درم[3] قیمت کی ہے خریدی اور باندی کے نفقہ کی ضرورت ہوئی تو اس کا نفقہ رب المال پر واجب ہوگا اور مضارب کے حصہ میں اس کا نفقہ نہ لگایا جائے گا اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور حسنؒ نے امام اعظمؒ سے روایت کی ہے کہ اس کا نفقہ رب المال و مضارب دونوں پر بقدر ان کی ملک کے ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر مضارب کسی شہر میں آیا اور کوئی چیز خریدی پھر رب المال مر گیا اور اس کو خبر نہیں ہے پھر متاع کو کسی دوسرے شہر میں لایا تو مضارب کا نفقہ اس کے ذاتی مال سے ہوگا اور جو راہ میں تلف ہو اس کا ضامن ہے اور اگر اس صحیح سالم

[1] یعنی سفر سے کم ایسا نزدیک نہ ہو کہ رات اپنے الخ ۱۲ [2] قولہ فارغ یعنی مضاربت کے کام سے تعلق نہ ہو ۱۲ [3] یعنی اس میں نفع نہیں ہے ۱۲ ام

بک گئی تو متاع کا فروخت کرنا جائز ہے کیونکہ حق بیع میں مضاربت باقی ہے یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر مضارب متاع کو لے کر رب المال کے مرنے سے پہلے اس شہر سے باہر ہوا تو ضائع ہونے کا وہ ضامن نہ ہوگا۔ اور سفر کا نفقہ مال سے ہوگا یہاں تک کہ شہر میں پہنچ جائے اور متاع کو مال سے فروخت کردے یہ مبسوط میں ہے۔

اور اگر مضارب راستہ میں ہو اور رب المال نے ایک ایلچی بھیج کر اس کو سفر سے منع کردیا یا رب المال مرگیا تو اس کو اختیار ہے جس شہر کی طرف چاہے توجہ کرے اور اس کا نفقہ مال مضاربت میں ہوگا لیکن اگر مال مضاربت نقدی ہو حالانکہ وہ شہر یا راستہ میں ہے پھر رب المال کے شہر کے سوائے دوسرے شہر کی طرف نکلا تو ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر رب المال مرگیا درحالیکہ مضارب رب المال کے شہر کے سوائے دوسرے شہر میں ہے اور مضاربت میں متاع اس کے پاس ہے۔ پھر اس کو لے کر رب المال کے شہر کی طرف چلا تو استحساناً اس پر تلف ہونے کی ضمان نہیں ہے اور نفقہ مضاربت سے واجب ہے یہاں تک کہ رب المال کے شہر میں پہنچ جائے۔ اسی طرح اگر رب المال زندہ ہو اور اس نے ایلچی بھیج کر مضارب کو خرید و فروخت سے منع کردیا حالانکہ اس کے پاس متاع تجارت موجود ہے پھر وہ اس کو لے کر رب المال کے شہر کی طرف نکلا تو سفر میں اگر متاع تلف ہو جائے تو استحساناً ضمان نہ ہوگی اور استحساناً اس کا نفقہ مال مضاربت سے ہوگا اور اگر مال مضاربت سے اس کے پاس نقدی درم و دینار ہوں اور رب المال مرگیا درحالیکہ مضارب دوسرے شہر میں موجود ہے یا کوئی ایلچی بھیج کر رب المال نے اس کو خرید و فروخت سے منع کردیا پھر مضارب مال لے کر رب المال کے شہر کی طرف متوجہ ہوا اور مال راستہ میں تلف ہوگیا تو اس پر ضمان نہیں ہے اور اگر سالم بچ کر آیا اور اس میں سے مضارب نے راہ میں اپنی ذات پر خرچ کیا تو وہ نفقہ کا ضامن ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر مضارب نے ہزار درم مضاربت اور ہزار درم اپنے مال سے ایک غلام خریدا اور اس پر کچھ خرچ کیا تو اس نے تطوع و احسان کیا اور اگر اس نے قاضی کے سامنے پیش کرکے بحکم قاضی اس پر کچھ خرچ کیا تو دونوں پر بقدر ہر ایک کے راس المال کے واجب ہوگا کذا فی الحاوی اور جو مضاربت فاسد ہو اس میں مضارب کا نفقہ مال مضاربت میں نہ ہوگا پس اگر اس نے اپنی ذات پر خرچ کیا تو اس کے کام کا جو اجرالمثل اس کو چاہیے اس میں محسوب کرلیا جائے گا جو باقی بچے گا وہ اس کو ملے گا اور اگر زیادہ خرچ کیا ہے تو بقدر زیادتی کے مضارب سے لیا جائے گا یہ مبسوط میں ہے۔

تیرھواں باب ☆

مضاربت کے غلام کے آزاد کرنے اور مکاتب کرنے اور مضاربت کی باندی کے بچہ کی دعوت نسب کے بیان میں

اگر مضارب نے مضاربت کا غلام آزاد کیا پس یا تو مضاربت میں نفع ہوگا یا نہ ہوگا اور یا غلام کی قیمت میں راس المال پر زیادتی ہوگی یا نہ ہوگی۔ پس اگر مضاربت میں نفع نہ ہو تو عتق صحیح نہیں ہے اور اگر رب المال نے اس کو آزاد کیا ہو تو صحیح ہے اور وہ اپنا راس المال بھر پانے والا شمار ہوگا اور اگر مضاربت میں نفع ہو اور غلام کی قیمت میں زیادتی نہ ہو مثلاً ایک غلام پانچ سو درم کو جو ہزار کی قیمت کا ہے خریدا اور راس المال بھی ہزار درم ہیں اور مضارب نے اس کو آزاد کیا تو بھی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ مال مضاربت ہر گاہ دو جنس مختلف ہوں اور قیمت ہر ایک کی مثل راس المال کے ہو تو ہر واحد دونوں مالوں میں سے راس المال کے ساتھ مشغول اعتبار کیا جائے گا گویا کہ

اس کے ساتھ دوسرا نہیں ہے اور راس المال دونوں میں شائع اعتبار کیا جائے گا۔ کذافی محیط السرخسی اور اگر رب المال ہی نے خود آزاد کیا ہو تو عتق جائز ہوگا اور آزاد کرنے کی وجہ سے وہ اپنے تمام مال بھر پانے والا شار ہوگا اور پانچ سو درم نفع باقی رہے۔ وہ دونوں کو برابر[1] تقسیم ہو جائیں گے یہ محیط میں ہے اور اگر اس غلام کی قیمت میں زیادتی ہو مثلاً پانچ سو درم کو دو ہزار کا غلام خریدا اور اس کو آزاد کیا تو چوتھائی میں[2] اس کا آزاد کرنا جائز ہے یہ محیط سرنسی میں ہے۔ پس رب المال مضارب کے ہاتھ کے باقی پانچ سو درم اپنے راس المال میں اس کا آزاد کرنا جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ پس رب المال مضارب کے ہاتھ کے باقی پانچ سو درم اپنے راس المال میں وصول کر لے گا اور غلام میں سے مضارب کی ملکیت بقدر سات سو پچاس درم ہو جائے گی پس مضارب کی ملکیت غلام میں زیادہ ہوگئی کہ جو آزاد کرنے کے روز نہ تھی اور جو اس کی زیادتی غلام میں پیدا ہوئی ہے وہ آزاد ہو جائے گی پھر ہم کہتے ہیں کہ اگر مضارب خوش حال ہو تو رب المال کو تین طور سے اختیار حاصل ہوگا چاہے مضارب سے ایک ہزار دو سو پچاس درم کی ضمان لے لے پھر مضارب کو اختیار ہوگا کہ غلام سے ایک ہزار پانچ سو درم اگر چاہے تو لے لے اور اس کی تمام ولاء مضارب کی ہوگی اور اگر رب المال چاہے تو غلام سے ایک ہزار دو سو پچاس درم کے واسطے سعی کرادے اور مضارب کو خیار ہوگا کہ چاہے غلام سے دو سو پچاس درم کے واسطے سعی کرا دے یا چاہے تو اس قدر غلام کو آزاد کرے اور ولاء ان دونوں میں آٹھ حصوں میں منقسم ہوگی پانچ حصہ رب المال کے اور تین حصہ مضارب کے ہوں گے اور اگر رب المال چاہے تو غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کرے اور وقت آزاد کرنے کے غلام کے پانچ حصہ آزاد ہو جائیں گے اور مضارب کو ایک حصہ میں اختیار باقی رہے گا اور یہ وہی ہے جو بعد آزاد کرنے کے اس کے حق میں زیادتی پیدا ہوگئی ہے۔ پس چاہے تو اس کو آزاد کر دے یا اس سے سعی کرائے اور جو فعل اس میں سے چاہے اختیار کرے مگر ولاء ان میں آٹھ حصوں میں تقسیم ہوگی اور اگر مضارب تنگدست ہو تو رب المال کو دو طرح کا اختیار ہوگا چاہے غلام سے ایک ہزار دو سو پچاس درم کے واسطے سعی کرائے یا چاہے تو اس قدر غلام آزاد کر دے۔ اور مضارب کو بھی جس قدر اس کے حق میں زیادتی پیدا ہوگئی ہے اس میں خیار ہوگا اور اس کی ولاء دونوں کو آٹھ حصہ ہو کر تقسیم ہوگی جیسا کہ ہم نے سابق میں ذکر کیا ہے اور یہ سب امام اعظمؒ کا قول ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک ہرگاہ مضارب نے نفع ہونے کی حالت میں آزاد کیا تو تمام غلام رب المال و مضارب سے آزاد ہو جائے گا پھر رب المال اپنے پانچ سو درم باقی راس المال کے مضارب سے وصول کر لے گا پھر مضارب سے اگر وہ خوش حال ہو تو ایک ہزار دو سو پچاس درم کی ضمان لے گا اور مضارب اس کو غلام سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر مضارب تنگدست ہے تو رب المال غلام سے ایک ہزار دو سو پچاس درم کے واسطے سعی کرائے گا اور تمام ولاء مضارب کی ہوگی یہ محیط میں ہے۔

اگر مضارب نے ہزار درم مضاربت سے دو غلام خریدے ہر ایک دونوں میں سے ہزار درم قیمت کا ہے اور مضارب نے دونوں کو آزاد کر دیا تو ہمارے نزدیک اس کا آزاد کرنا باطل ہے اور اگر اس کے بعد اس کی قیمت بڑھ جائے تو بھی عتق باطل رہا کذافی المبسوط اور اگر رب المال نے دونوں کو آزاد کیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر دونوں کو ایک ساتھ آزاد کیا ہے تو دونوں آزاد ہو جائیں گے اور مضارب کو پانچ سو درم کی ضمان دے گا خواہ تنگدست ہو یا خوش حال ہو اور غلام پر سعی کرنا لازم نہ آئے گا اور اگر ایک کو بعد دوسرے کے آزاد کیا تو پہلا کل آزاد ہو جائے گا اور اس کی ولاء رب المال کی ہوگی اور دوسرے میں سے آدھا آزاد ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر ہزار درم کو دو غلام ایسے خریدے کہ ایک کی قیمت ہزار درم اور دوسرے کی دو ہزار درم ہے پھر مضارب نے دونوں کو معاً آزاد کر دیا یا متفرق آزاد کر دیا حالانکہ وہ خوش حال ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک ہزار درم کی قیمت والا غلام آزاد نہ ہوگا اس کا آزاد کرنا صحیح نہیں ہے

[1] جب مضاربت آدھے پر ہو ۱۲ [2] یعنی مضارب کا ۱۲

اور دو ہزار والے کا چوتھائی آزاد ہو جائے گا اور اس کی مضاربت ٹوٹ گئی اور ہزار درم والے کی مضاربت باقی رہی پھر جب رب المال نے اپنا تمام راس المال وصول کرنے کا قصد کیا تو مضارب اس غلام کو فروخت کر دے گا اور اس کے ثمن سے رب المال اپنا راس المال بھرپور لے لے گا پس وہ غلام جس کی قیمت دو ہزار تھی وہ راس المال میں مشغول رہا بلکہ تمام نفع رہا کہ دونوں میں آدھا آدھا تقسیم ہونا چاہئے تھا پس مضارب نے رب المال کا آدھا غلام آزاد کیا ہے۔ حالانکہ وہ خوش حال ہے۔ تو امام اعظمؒ کے نزدیک رب المال کو تین طور سے خیار حاصل ہوگا چاہے رب المال مضارب سے ہزار درم کی ضمان لے پھر اگر مضارب چاہے غلام سے ڈیڑھ ہزار درم لے لے گا اور اس کی تمام ولاء مضارب کی ہوگی اور اگر اس نے غلام سے سعی کرانا اختیار کیا تو وہ اپنی آدھی قیمت کے واسطے سعی کرے گا اور مضارب بھی اس سے پانچ سو درم کے واسطے سعی کر سکتا ہے اور یہ پانچ سو درم چوتھائی وہ ہیں۔ جو رب المال کا راس المال دینے کے بعد اس کی زیادتی اس غلام میں پیدا ہوئی ہے اور اس چوتھائی کے واسطے جو آزاد کرنے کے روز مضارب کی ملک تھی سعی نہ کرائے گا اور غلام کی ولاء دونوں میں برابر مشترک ہوگی اور اگر اس نے غلام کو آزاد کر دینا اختیار کیا تو مضارب کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ غلام سے اس چوتھائی کے واسطے جو رب المال کا راس المال دینے کے بعد اس کو غلام میں حاصل ہوئی ہے سعی کرا دے اور اگر چاہے تو آزاد کر دے اور چاہے جو فعل ان دونوں میں سے اختیار کرے ہر صورت غلام کی ولاء دونوں میں برابر تقسیم ہوگی۔ اور اگر مضارب تنگدست ہو تو بھی سب صورتوں میں یہی حکم ہوگا جو ہم نے ذکر کیا ہے الا یہ کہ رب المال کو صرف دو[1] ہی طور کا خیار حاصل ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر مضارب نے دونوں کو آزاد نہ کیا بلکہ رب المال نے ایک ہی لفظ سے دونوں کو آزاد کر دیا پس ہزار درم قیمت والا غلام رب المال کے مال سے آزاد ہو جائے گا اور اس پر کچھ سعی کرنی لازم نہ آئے گی اور جس غلام کی قیمت دو ہزار درم ہیں اس کا تین چوتھائی رب المال کے مال سے آزاد ہو جائے گا اور باقی ایک چوتھائی میں اگر رب المال خوش حال ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک مضارب کو اختیار ہے کہ چاہے یہ چوتھائی آزاد کر دے یا غلام سے سعی کرائے یا رب المال سے ضمان لے پھر رب المال غلام سے لے سکتا ہے[2] اور اگر رب المال تنگدست ہو تو چاہے آزاد کرے یا غلام سے سعی کرائے اور یہ امر ظاہر ہے اور بھی مضارب رب المال سے اپنے پورے حصہ تک نفع کی ضمان لے گا اور یہ پانچ سو درم ہوئے کیونکہ یہی باقی رہے ہیں خواہ رب المال خوش حال ہو یا تنگدست ہو پھر رب المال کو اختیار نہیں کہ ان دوسرے پانچ سو درموں کو غلام سے واپس لے یہ مبسوط میں ہے اور اگر رب المال نے دونوں کو متفرق آزاد کیا پس اگر دو ہزار والا اولاً آزاد کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک تین چوتھائی اس کا آزاد ہوگا۔ اور چوتھائی آزاد نہ ہوگا اور ہر ہزار قیمت والے میں سے وقت آزاد کرنے کے نصف آزاد ہوگا پھر مضارب کو دونوں غلاموں میں تین طور سے خیار ہے اگر رب المال خوش حال ہو تو چاہے رب المال سے پہلے غلام کی چوتھائی کی ضمان لے اور دوسرے کے نصف قیمت کی ضمان لے یا چاہے پہلے کا چوتھائی اور دوسرے کا نصف آزاد کر دے یا چاہے پہلے غلام سے چوتھائی کے واسطے اور دوسرے سے آدھے کے واسطے سعی کرا دے پس اگر مضارب نے رب المال سے ضمان لینا اختیار کیا تو وہ پہلے غلام سے چوتھائی قیمت اور دوسرے سے آدھی قیمت واپس لے گا اور جب لے لے تو ان دونوں کی کل ولاء رب المال کی ہوگی اور اگر مضارب نے سعی کرانا یا آزاد کر دینا اختیار کیا تو پہلے غلام کی ولاء دونوں میں چار حصہ ہو کر منقسم ہوگی تین حصے رب المال کے اور ایک حصہ مضارب کا ہوگا اور دوسرے کی ولاء دونوں کو برابر تقسیم ہوگی

[1] قال فی نسخۃ الکتاب ثبت لرب المال ان الاولان انتہی یعنی رب المال کو پہلے دو طور کا خیال حاصل ہوگا اور پہلے دو طور یہ ہیں کہ مضارب سے ضمان لینا یا غلام سے سعی کرانا اور تیسری صورت یہ تھی کہ چاہے غلام کو آزاد کر دے لیکن مترجم کے نزدیک یہ کاتب کی غلطی ہے اور صحیح یہ ہے کہ اخیر دونوں خیار حاصل ہوں گے اور مقدمہ کے باب اغلاط الاصل میں دیکھو واللہ اعلم بالصواب ۱۲ منہ [2] یعنی سعی کرا کر ۱۲

اور اگر رب المال نے پہلے ہزار کی قیمت والا غلام آزاد کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک یہ غلام پورا بدوں سعایت کے آزاد ہو جائے گا اور جب اس نے دوسرے کو یعنی دو ہزار والے کو آزاد کیا تو اس میں سے نصف آزاد ہوگا اور پھر اس میں وہی حکم جاری ہوگا جو دو شخصوں کے مشترک غلام میں ایک شریک کے آزاد کرنے کی صورت میں جاری ہوتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ہزار درم میں دو غلام خریدے کہ ہر ایک دونوں میں سے ہزار درم کی قیمت کا ہے پھر مضارب نے دونوں غلاموں کو ایک ساتھ یا ایک بعد دوسرے کے آزاد کیا پھر رب المال نے ایک کی آنکھ پھوڑ دی یا ہاتھ کاٹ دیا تو نصف راس المال کا بھر پانے والا اقرار دیا گیا پھر دوسرے غلام میں زیادتی ظاہر ہوئی لیکن مضارب کے آزاد کرنے کے بعد اس میں زیادتی ظاہر ہوئی ہے یعنی پیدا ہوئی ہے تو عتق باطل ہے اور اگر مضارب نے اس کے بعد دونوں کو آزاد کیا تو جس غلام پر جنایت واقع ہوئی یعنی آنکھ پھوڑی گئی یا ہاتھ کاٹا گیا ہے تو اس کا آزاد کرنا جائز نہ ہوگا کیونکہ اس میں باقی راس المال سے زیادتی نہیں ہے اور رہا دوسرا غلام پس اس میں سے چوتھائی آزاد ہوگا جو کہ نصف زیادتی اس راس المال میں سے ہے جو باقی رہی ہے پھر وہ غلام جس پر جنایت واقع ہوئی فروخت کیا جائے گا اور رب المال کو تمام راس المال دیا جائے گا اور مضارب اگر خوش حال ہے تو رب المال کو آدھی قیمت اس غلام کی جس کا آزاد کرنا جائز ہے ضمان دے گا کیونکہ ظاہر ہوا کہ وہ تمام نفع ہے اور آدھا اس میں رب المال کا ہے۔ پس یہ ضمان رب المال کو دے گا اور غلام سے واپس لے گا اور بھی امام اعظمؒ کے نزدیک دو سو پچاس درم اس سے لے گا یہ مبسوط میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رب المال کو اسکے حصہ میں تین طرح کا خیار حاصل ہوگا ☆

اگر مضارب نے مضاربت کا کوئی غلام یا باندی مکاتب کر دی پس اگر اس کی قیمت مثل راس المال کے ہو تو کتابت جائز نہیں اور جب غلام نے مال کتابت ادا کیا تو آزاد نہ ہوگا اور جو اس نے مال کتابت دیا ہے وہ مضاربت میں قرار دیا جائے گا۔ اور اگر قیمت میں راس المال پر زیادتی ہو مثلاً قیمت دو ہزار ہو اور دو ہزار پر اسے مکاتب کیا اور راس المال ہزار درم ہیں تو امام اعظمؒ کے نزدیک بقدر اس کے حصہ کے یعنی چوتھائی کے کتابت صحیح ہے اور جو اس میں رب المال کا حصہ ہے اس کی کتابت صحیح نہیں ہے۔ لیکن رب المال کو اختیار ہے کہ اس کی کتابت توڑ دے پس اگر اس نے کتابت نہ توڑی یہاں تک کہ غلام نے تمام بدل کتابت ادا کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک حصہ مضارب آزاد ہوگا زیادہ آزاد نہ ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک کل آزاد ہو جائے گا اور جس قدر مضارب نے بدل کتابت ادا کیا ہے اس میں سے چوتھائی اس کو دیا جائے گا اور تین چوتھائی بالاتفاق مضاربت میں رکھا جائے گا۔ اور جب حصہ مضارب آزاد ہوا تو مضاربت ٹوٹ جائے گی پس رب المال اپنا راس المال تین چوتھائی مال کتابت سے وصول کر لے گا اور باقی پانچ سو درم اور کل غلام نفع میں رہے گا پس پانچ سو درم برابر اور غلام برابر دونوں میں تقسیم ہوگا پس مضارب کے واسطے ایسی زیادتی شرکت کی پیدا ہوئی جو آزاد کرنے کے روز اس کو حاصل نہ تھی پس امام اعظمؒ کے نزدیک اس قدر آزاد نہ ہوگا جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے۔ اور امام اعظمؒ کے نزدیک رب المال کو اس کے حصہ میں تین طرح کا خیار حاصل ہوگا بشرطیکہ مضارب خوش حال ہو یہ محیط میں ہے اور اگر مکاتب نے کچھ ادا نہ کیا اور مر گیا اور آٹھ ہزار درم سے کم چھوڑے تو مملوک غلام مرا اور کتابت باطل ہو گئی کیونکہ وہ عاجز مرا ہے اس لیے کہ جس قدر اس کی ملک ہے یعنی چوتھائی کمائی وہ بدل کتابت ادا کرنے کے واسطے پوری نہیں ہے پس رب المال اس میں سے ایک ہزار درم اپنے راس المال کے لے لے گا اور باقی دونوں میں برابر تقسیم ہوں گے اور اگر پورے آٹھ ہزار درم چھوڑے تو ادا کر کے مرا ہے پس آزاد مرد مرا پس مضارب اس میں سے دو ہزار درم لے لے گا اور رب المال کے واسطے ایک ہزار پانچ سو درم غلام کی تین چوتھائی قیمت کی ضمان دے گا کیونکہ اس قدر پر مولیٰ کی ملک باقی رہی تھی اور مضارب نے اس کو فاسد کیا اس واسطے ضامن ہوگا اور باقی چھ ہزار

درم جو اس کی کمائی کے باقی رہے ہیں وہ رب المال اور مضارب کے درمیان برابر تقسیم ہوں گے اور اگر مکاتب نے نو ہزار درم چھوڑے تو مضارب اس میں سے دو ہزار بدل کتابت لے لے گا اور غلام آزاد مرا اور ایک ہزار درم زائد بھی میراث کے حق میں لے لے گا کیونکہ تمام ولاء اسی کی رہی کیونکہ تمام غلام اسی کی طرف سے آزاد ہوا ہے اس لئے کہ بسبب ضمان دے دینے کے مضارب اس کا مالک ہو گیا۔ پھر اگر کتابت کے روز غلام کی قیمت ایک ہی ہزار درم ہوں پھر بڑھ گئی ہو تو کتابت نافذ نہ ہوگی۔ اور اگر کتابت کے روز اس کی قیمت دو ہزار درم ہوں پھر کم ہو گئی پھر اس نے بدل ادا کیا یا مر گیا تو اس کا حکم وہی ہوگا جو پہلے مسئلہ میں گذر چکا ہے کیونکہ چوتھائی اس کی ملک تھی پس اس میں کتابت کا نفاذ ہوگا لیکن مکاتب اس کی اس قیمت کا ضامن ہوگا جو ادا کرنے کے روز رہ گئی ہے پس اس مسئلہ میں مسئلہ اولیٰ سے وقت ضمان میں مخالف ہو گئی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ (یعنی ادائے مال کتابت) اگر مضارب نے کسی غلام مضاربت کو جس کی قیمت مثل راس المال کے یا اس سے کم تھی دو ہزار درم پر آزاد کیا اور راس المال کے ہزار درم ہیں تو اس کا عتق باطل ہے جیسے بلا مال آزاد کرنے کی صورت میں عتق باطل ہوتا ہے اور اگر غلام کی قیمت راس المال سے زائد ہو مثلاً دو ہزار درم ہوں اور راس المال ایک ہزار درم ہیں اور مضارب نے دو ہزار درم پر آزاد کیا تو غلام میں سے امام اعظمؒ کے نزدیک خاصۃً مضارب کا چوتھائی حصہ آزاد ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک تمام غلام آزاد ہو جائے گا اور مضارب کو بدل عتق میں سے اس کا حصہ یعنی چوتھائی دیا جائے گا اور باقی غلام کو سپرد کیا جائے گا۔ پس بالاتفاق مضاربت میں سے نہ ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ مضارب نے غلام سے کہا ہو کہ میں نے تجھے ہزار درم پر آزاد کیا اور غلام نے قبول کیا ہو یہاں تک کہ نفس قبول سے آزاد ہو گیا ہو یا مکاتب ہو گیا ہو اور جو اس نے اس کے بعد کمایا وہ مکاتب کی یا آزاد قرض دار کی کمائی کے مثل ہو لیکن اگر مضارب نے غلام سے یوں کہا کہ اگر تو نے مجھے دو ہزار درم ادا کئے تو تو آزاد ہے اور اس نے دو ہزار درم دے دیئے اور غلام میں سے مضارب کا حصہ آزاد ہو گیا پس جو کچھ اس نے غلام سے لیا ہے وہ مضاربت میں ہوگا کیونکہ وہ مضاربت کے غلام کی کمائی ہے پس اس میں سے رب المال اپنا راس المال لے لے گا اور باقی دونوں میں موافق شرط کے نفع تقسیم ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر مضارب کے پاس ہزار درم آدھے کی مضاربت پر ہوں پس مضارب نے اس کے عوض ایسی باندی جس کی قیمت ہزار درم ہے خریدی اور اس سے وطی کی اور اس سے ایک بچہ پیدا ہوا جو ہزار درم کا ہے پھر مضارب نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے پھر اس بچہ کی قیمت بڑھ کر ڈیڑھ ہزار درم ہو گئی اور مضارب خوش حال ہے پس رب المال کو اختیار ہے چاہے غلام سے ایک ہزار دو سو پچاس درم کے واسطے سعی کرائے یا چاہے اس کو آزاد کرے اور اگر رب المال نے غلام سے ہزار درم وصول کئے تو مضارب کو باندی کی آدھی قیمت خواہ خوش حال ہو یا تنگدست ہو ضمان دینی پڑے گی یہ کافی میں ہے اگر ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم آدھے کی مضاربت میں دیئے پس اس کے عوض ایک باندی خریدی کہ ہزار درم قیمت کی ہے پھر اس کے ایک بچہ پیدا ہوا جو ہزار کی قیمت کا ہے پھر مضارب نے اس کے نسب کا دعویٰ کیا تو دعوت نسب باطل ہے اور وہ باندی کے عقر کا ضامن ہوگا اور اس کو اختیار ہے کہ باندی اور اس کے بچہ کو فروخت کرے پس اس مقام پر امام محمدؒ نے حکم مبہم بیان کیا ہے حالانکہ اس میں تفصیل ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر وقت خرید سے چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہوا ہے تو اس کو باندی کے فروخت کا اختیار ہے لیکن مضارب پر عقر لازم نہ ہوگا اور اگر چھ مہینے سے زیادہ میں بچہ پیدا ہوا ہے تو اس پر عقر لازم ہوگا اور اس کو اختیار ہے کہ جب تک رب المال نے اس سے عقر نہیں وصول کر لیا ہے اس وقت تک باندی کو فروخت کر دے اور جب اس سے عقر وصول کر لیا اور وہ سو درم ہیں تو مضارب کی دعوت نسب صحیح ہو گئی اور بچہ کا نسب اس سے ثابت ہو گیا اور باندی اس کی ام ولد ہو گئی پھر رب المال کے واسطے باندی کی قیمت کے نو سو درم تمام راس المال اس کا اور پچاس درم باقی کے

ڈانڈ دے گا خواہ تنگدست ہو یا خوش حال ہو اور رہا بچہ وہ تمام نفع ہے اس میں سے مضارب کا حصہ آزاد ہو جائے گا یعنی نصف اور باقی نصف کی قیمت کے واسطے رب المال کے لیے سعی کرے گا اور اس میں مضارب پر ضمان نہ ہوگی اگرچہ وہ خوش حال ہو اور اگر اس نے دونوں میں سے کسی کو فروخت نہ کیا اور رب المال نے اپنا عقر وصول نہ کیا یہاں تک کہ باندی کی قیمت بڑھ گئی پس دو ہزار کی ہو گئی تو وہ مضارب کی ام ولد ہو گئی اور مضارب پر اس کی تین چوتھائی کی قیمت خواہ خوش حال ہو یا تنگدست ہو لازم آئے گی اور رہا بچہ پس وہ بحالہ مملوک رہے گا تاوقتیکہ مضارب اس قیمت کو جو اس پر باندی کی واجب ہے۔ ادا نہ کرے یا رب المال کچھ عقر نہ لے اور مضارب کو اختیار ہے کہ اس کو فروخت کر دے اور اگر اس غلام کو فروخت نہ کیا یہاں تک کہ بڑھ کر دو ہزار درم کا ہو گیا تو وہ مضارب کا بیٹا ہو جائے گا اور اس میں سے اس کا چوتھائی آزاد ہو جائے گا یہ مبسوط میں ہے اور مضارب پر غلام کی ضمان نہیں آتی ہے صرف غلام پر اپنی قیمت کے واسطے سعی کرنا چاہیے ہے اگرچہ مضارب خوش حال ہوئے اور جب غلام میں سے امام اعظمؒ کے نزدیک چوتھائی اور صاحبینؒ کے نزدیک کل آزاد ہو گیا تو مضارب سے اپنا راس المال ہزار درم لے لے گا جب کہ مضارب خوشحال ہو نہ غلام کی سعایت سے۔ اور جب مضارب سے اپنا راس المال لے لیا پس جس قدر باندی کی قیمت اور اس کا عقر مضارب پر باقی رہا وہ سب نفع ہوگا اور تمام غلام نفع رہا پس جس قدر باندی کی قیمت اور اس کا عقر رہا وہ سب نفع مخصوص رب المال کو دیا جائے گا پس اگر عقر کے سو درم ہوں تو یہ سب رب المال کا قرار دیا جائے گا اور مضارب اس کو رب المال کو ادا کرے گا پس حاصل یہ ہے کہ مضارب اس صورت میں رب المال کے واسطے تمام باندی کی قیمت ہزار درم کا اور اس کے عقر سو درم کا ضامن ہوگا پس رب المال اس میں سے ہزار درم اپنے راس المال کا اور ایک ہزار ایک سو درم نفع کا بھر پانے والا ہو جائے گا پھر مضارب کے واسطے غلام میں سے اسی کے مثل قرار دیا جائے گا جس قدر رب المال نے نفع پالیا ہے یعنی ایک ہزار ایک سو درم پس غلام یعنی اس کے بیٹے میں سے ایک ہزار ایک سو درم بقدر حصہ مضارب کے آزاد ہو جائے گا پس اس قدر بدوں سعی کرنے کے مضارب کی طرف سے آزاد ہو جائے گا اور باقی نو سو درم لڑکے میں سے نفع رہ گئے۔ پس وہ دونوں میں برابر تقسیم ہوں گے پس مضارب کے حصہ میں اس میں سے چار سو پچاس درم آئے پس لڑکے میں سے چار سو پچاس درم بقدر حصہ مضارب کے بدوں سعی کرنے کے آزاد ہوگا اور باقی چار سو پچاس درم کے واسطے وہ سعی کرے گا اور رب المال کو دے گا پھر جب اس نے رب المال کو دے دیئے تو کل آزاد ہو گیا پس رب المال کی ولاء اس غلام میں سے دو دسویں حصہ اور ایک دسویں کا چوتھائی حصہ ہوگی اور مضارب کے واسطے سات دسویں حصہ اور ایک دسویں کی تین چوتھائی حصہ ہوگی اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک پوری ولاء مضارب کی ہوگی یہ محیط میں ہے۔

اگر مضارب تنگدست ہو کہ ادا کرنے پر قادر نہیں ہے اور رب المال نے چاہا کہ باندی سے اپنے راس المال اور حصہ نفع کے واسطے سعی کرا دے تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا اور اگر بچہ سے سعی کرانی چاہی تو اس سے ڈیڑھ ہزار درم کے واسطے سعی کرا سکتا ہے اس میں سے ہزار درم اس کے راس المال کے ہوں گے اور پانچ سو درم اس غلام میں نفع کے ہوں گے پھر رب المال کو اس غلام کی تین چوتھائی ولاء ملے گی یہ مبسوط میں ہے اور مضارب پر باندی کی آدھی قیمت اور آدھا عقر باقی رہے گا کہ جب وہ آسودہ حال ہوگا تو اس کو ادا کرنا پڑے گا۔ پس اگر غلام نے سعایت سے ادا کیا پھر اس نے چاہا کہ مضارب سے واپس لے تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر باندی ہزار کی قیمت کے برابر ہو اور اس کے ایک بچہ ہوا جو ہزار کی قیمت کے مساوی ہے اور مضارب نے اس کے نسب کا دعویٰ کیا اور رب المال نے اس سے سو درم عقر بھر لئے اور مضارب نے باندی لے لی تو باندی مضارب کی ام ولد ہو جائے گی اور بچہ آزاد ہو جائے گا اور اس کا نسب مضارب سے ثابت ہوگا اور باندی کی قیمت میں مضارب نو سو پچاس درم کا ضامن ہوگا اور نو سو باقی راس المال

کے اور پچاس درم حصہ نفع رب المال منجملہ ان سو درم کے جو باندی میں ہے پھر جب رب المال نے ان پر قبضہ کر لیا تو نصف ولد مضارب کی طرف سے آزاد ہو جائے گا اور باقی نصف کی قیمت کے واسطے رب المال کے لئے سعی کرے گا اور اس کی ولاء دونوں میں برابر تقسیم ہوگی اور اگر مضارب تنگدست ہو حالانکہ اس نے عقر ادا کر دیا تو رب المال کو اختیار ہوگا کہ غلام سے نوسو درم باقی راس المال کے واسطے سعی کرائے پھر باقی سو درم اس میں سے نفع رہے کہ جس کے آدھے کے واسطے رب المال کے لیے غلام پھر سعی کرے گا اور رب المال کو اس کی ولاء میں ساڑھے نو[1] دسویں حصہ ملیں گے اور رب المال کی آدمی قیمت باندی کی مضارب پر قرضہ رہے گی یہ قول امام اعظمؒ کا ہے۔ یہ مبسوط میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیئے اس نے اس مال کے عوض ایک باندی ہزار کی قیمت کی خریدی اس کے ایک بچہ ہوا جو ہزار کی قیمت کے برابر ہے اور اس کے نسب کا رب المال نے دعویٰ کیا تو وہ اس کا بیٹا قرار پائے گا اور باندی اس کی ام ولد ہوگی اور مضارب کے واسطے باندی یا بچہ کی قیمت میں کچھ ڈانڈ دے گا اور عقر دے گا اور اسی طرح اگر وہ بچہ دو ہزار کی قیمت کے برابر ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر باندی دو ہزار کی قیمت کی ہو اور رب المال نے نسب کا دعویٰ کیا تو دعوت نسب صحیح ہے اور باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی اور بچہ کا نسب اس سے ثابت ہوگا اور رب المال باندی کی چوتھائی قیمت مضارب کو ڈانڈ دے گا خواہ آسودہ حال ہو یا تنگدست ہو اور بچہ کی قیمت میں سے کچھ ڈانڈ دے گا اور بھی باندی نے عقر کا آٹھواں حصہ مضارب کو دے گا۔ اور اگر خود مضارب ہی نے باندی سے وطی کی اور قیمت باندی کی دو ہزار درم ہیں اور اس کے بچہ ہوا اور بعد بچہ پیدا ہونے کے مضارب نے اس کے نسب کا دعویٰ کیا اور قیمت بچہ کی ہزار درم ہے تو باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی اور تین چوتھائی اس کی قیمت رب المال کو دے گا اور تین آٹھویں حصہ عقر کے دے گا خواہ خوش حال ہو یا تنگدست ہو اور بچہ کی قیمت میں کچھ ضامن نہ ہوگا اور یہ بچہ مضاربت میں غلام ہوگا کہ مضارب اس کو فروخت کر سکتا ہے اور اس کا نسب مضارب سے ثابت نہ ہوگا۔ پھر جب مضارب نے جو کچھ اس پر باندی کی قیمت اور عقر واجب ہوا تھا رب المال کو دیا اور اس نے قبضہ کر لیا تو بچہ کا نسب مضارب سے ثابت ہو جائے گا اور اس میں سے آدھا آزاد ہو جائے گا اور نصف قیمت کے واسطے رب المال کے لیے سعی کرے گا خواہ مضارب خوش حال ہو یا تنگدست ہو اور امام اعظمؒ کے نزدیک اس کی ولاء رب المال و مضارب میں برابر رہے گی اور صاحبینؒ کے نزدیک کل ولاء مضارب کی ہوگی کذا فی المحیط۔

چودھواں باب☆

خرید و فروخت کرنے سے پہلے یا اس کے بعد مال مضاربت کے تلف ہو جانے کے بیان میں

مال مضاربت میں سے جو تلف ہو وہ نفع میں رکھا جائے گا نہ راس المال میں یہ کافی میں ہے اگر مال مضاربت میں تصرف کرنے سے پہلے مال مضاربت تلف ہو گیا تو مضاربت باطل ہو گئی اور تلف ہونے کے باب میں قسم سے مضارب کا قول مقبول ہوگا اور اگر مضارب نے راس المال تلف کر دیا یا اس کو خرچ کر دیا یا دوسرے شخص کو دے دیا اس نے تلف کر دیا تو اس کو مضاربت پر

---

[1] یعنی دس حصوں میں سے ساڑھے نو حتیٰ کہ اگر یہ لڑکا لاوارث ہزار درم چھوڑ مرے تو رب المال اس کے عصبہ کو اس میں سے ساڑھے نو سو درم ملیں گے ۱۲ام

کوئی چیز خرید نے کا اختیار نہیں ہے اور اگر اس کو اس شخص سے جس نے تلف کیا ہے لے لیا تو اس کو اس کے عوض مضاربت پر خرید نے کا اختیار ہے یہ حسنؒ نے امام اعظمؒ سے روایت کی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ امام محمدؒ سے مروی ہے کہ مضارب نے راس المال کے درم کسی شخص کو قرض دیئے پس اگر وہی دراہم بعینہا واپس ملے تو مضاربت میں آ گئے اور اگر ان کے مثل واپس لے تو مضاربت میں رجوع نہ ہو جائیں گے۔ یہ ذخیرہ میں ہے اگر مضارب کے پاس ہزار درم ہوں اس نے ان کے عوض ایک غلام خریدا اور ہنوز دام نہ دیئے تھے کہ یہ دراہم اس کے پاس سے تلف ہو گئے تو رب المال اس کو دوسرے ہزار درم دے گا اور اگر دوسرے ہزار بھی ثمن میں ادا کرنے سے پہلے تلف ہوئے تو وہ پھر رب المال سے لے سکتا ہے ایسے ہی جب تک ایسا ہوتا رہے لے سکتا ہے اور راس المال جتنے بار رب المال نے دیئے ہوں سب کا مجموعہ قرار پائے گا یہ کافی میں ہے پھر اگر اس کے بعد مضارب نے اس کو مرابحہ سے فروخت کرنا چاہا تو ہزار پر مرابحہ سے فروخت کرے اور اگر اس امر کو جو واقع ہوا ہے ویسا ہی بیان کر دے اور کل پر مرابحہ سے فروخت کرنا چاہے تو اس کو اختیار ہے یہ محیط میں ہے اور اگر مضارب نے ہزار درم کو ایک باندی خریدی اور ہنوز اس پر قبضہ نہ کیا تھا کہ مضارب نے دعوے کیا کہ میں نے اس کا ثمن ادا کر دیا ہے اور بائع نے انکار کیا اور قسم کھالی تو مضارب رب المال سے دوسرے ہزار درم لے کر بائع کو دے کر باندی پر قبضہ کر لے گا پھر جب دونوں مال مضاربت کو تقسیم کریں تو رب المال اس میں سے اپنے راس المال میں دو ہزار درم لے لے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کو ہزار درم نصف کی مضاربت پر دیئے اس نے ان کے عوض ایک باندی خریدی اور دام ادا کرنے سے پہلے یہ ہزار درم تلف ہو گئے پس رب المال نے کہا کہ تیرے باندی کے خریدنے کے پہلے مال ضائع ہوا ہے پھر تو نے اپنے واسطے باندی خریدی ہے نہ مضاربت کے واسطے اور مضارب نے کہا کہ نہیں بلکہ مال اس وقت ضائع ہوا ہے کہ میں باندی خرید چکا ہوں اور اب میں تجھ سے اس کا ثمن لینا چاہتا ہوں اور حالت یہ ہے کہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ مال کب ضائع ہوا ہے تو رب المال کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو مضارب کے گواہ قبول ہوں گے اور اگر رب المال نے مضارب سے کہا کہ تو نے مال ضائع ہونے سے پہلے باندی خریدی ہے پس اس کی خرید مضاربت میں رہی اور مضارب نے کہا کہ مال ضائع ہونے کے بعد میں نے باندی خریدی ہے پس اس کی خرید میرے واسطے رہی تو مضارب کا قول قبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر ہزار درم تلف نہ ہوئے اور باندی کے ثمن میں ادا نہ کئے لیکن ان سے ایک دوسری باندی مضاربت میں خریدی اور کہا کہ اس کو بیچ کر پہلی باندی کے دام اس کے داموں سے ادا کروں گا تو دوسری باندی کی خرید اس کی ذات کے واسطے واقع ہوگی مضاربت میں نہ ہوگی اور اگر پہلی باندی پر قبضہ کر کے اس کے عوض دوسری باندی خریدی ہو تو جائز ہے اور دوسری باندی مضاربت میں رہے گی یہ مبسوط میں ہے اور اگر ہزار درم کو ایک باندی دو ہزار کی قیمت کی خریدی اور دام دینے سے پہلے مال ضائع ہوا تو رب المال کل ہزار کی ڈانڈ بھرے گا یہ حاوی میں ہے اور اگر دو ہزار کی قیمت کی باندی بعوض ہزار کی قیمت کی باندی کے خریدی اور خرید کردہ باندی پر قبضہ کر لیا اور جس کے عوض خریدی ہے وہ ہنوز نہ دی تھی کہ دونوں مر گئیں تو مضارب خرید شدہ باندی کی قیمت میں پانچ سو درم ڈانڈ دے گا اور باقی رب المال پر واجب ہوں گے اور اگر خرید شدہ باندی کی قیمت ایک ہزار درم ہوں اور جس کے عوض خریدی ہے اس کی قیمت دو ہزار ہوں اور رب المال نے اس کو اجازت دے دی ہو کہ قلیل و کثیر سے خریدتا کہ یہ خریدار جائز ہوئے۔ پس مضارب نے خرید شدہ پر قبضہ کیا اور دونوں مر گئیں تو رب المال سے قیمت لے گا یہ محیط میں ہے۔ اگر مضارب کے پاس ہزار درم آدھے کی مضاربت پر ہوں اس نے بعوض ان کے ایک گٹھری کپڑوں کی خریدی اور اس کو دو ہزار کو فروخت کیا پھر دو ہزار کو ایک غلام خریدا اور ہنوز دام نہ دیئے تھے کہ دونوں ہزار اس کے پاس سے ضائع ہو گئے تو رب المال ایک ہزار پانچ سو درم اور مضارب پانچ سو درم دے گا اور غلام میں سے

چوتھائی مضارب کا اور تین چوتھائی مضاربت کا ہوگا اور راس المال دو ہزار پانچ سو درم ہو جائیں گے اور غلام کو مرابحہ سے فقط دو ہزار پر فروخت کر سکتا ہے پھر اگر غلام چار ہزار درم کو فروخت کیا تو چوتھائی ثمن مضارب کا ہوا اور تین چوتھائی مضاربت میں رہا اس میں سے دو ہزار پانچ سو درم راس المال کے نکال دیئے جائیں باقی پانچ سو درم رب المال و مضارب کے درمیان نفع رہ گیا یہ کافی میں ہے اور اگر مضاربت میں کام کر کے دو ہزار تک بڑھا لئے پھر دونوں ہزار سے ایک باندی خریدی جس کی قیمت دو ہزار سے کم ہے اور اس پر قبضہ کرلیا پھر یہ سب اس کے پاس معاً تلف و ہلاک ہو گئے تو مضارب پر باندی کے ثمن دو ہزار درم واجب ہوں گے اور اس میں سے تین چوتھائی رب المال سے واپس لے گا یہ مبسوط میں ہے۔ ہزار درم مضاربت سے ایک باندی دو ہزار کی قیمت کی خریدی اور ہنوز دام نہ دیئے تھے کہ اس کو دو ہزار کو فروخت کیا اور دام لے لئے اور باندی نہ دی یہاں تک کہ یہ سب تلف ہو گیا تو یہ چار صورتوں سے خالی نہیں ہے یا تو تمام اموال ایک ساتھ تلف ہوئے یا ہزار مضاربت کے پہلے تلف ہوئے پھر دو ہزار درم اور باندی ساتھ ہی یا آگے پیچھے تلف ہوئی یا باندی پہلے مری پھر دونوں مال ساتھ ہی یا آگے پیچھے تلف ہوئے یا دو ہزار درم پہلے تلف ہوئے پھر باندی و مال ہزار درم ساتھ ہی یا آگے پیچھے تلف ہوئے پس یہ چار صورتیں ہیں پس اگر پہلی صورت واقع ہوئی ہو تو مضارب تین ہزار درم کا ضامن ہوگا ہزار درم باندی کے بائع کو اور دو ہزار درم اس کے مشتری کو دے گا اور رب المال سے دو ہزار پانچ سو درم واپس لے گا اور اگر دوسری صورت واقع ہوئی تو ضمانت کے تینوں ہزار درم سب رب المال پر واجب ہوں گے اور اگر تیسری صورت واقع ہوئی تو دو ہزار پانچ سو درم رب المال پر اور پانچ سو درم مضارب پر واجب ہوں گے۔ اور اسی طرح اگر چوتھی صورت واقع ہوئی ہو تو بھی یہی حکم ہے تیسری صورت میں مذکور ہوا ہے اور اصل یہ ہے کہ جس قدر مال کا مضارب رب المال کے واسطے عامل ہو اور اس کے لیے کام کرتا ہو تو اس قدر کی ضمان رب المال پر قرار پائے گی کیونکہ اسی کا کام کی وجہ سے مضارب پر ضمان آئی ہے تو جس کے نفع کے لیے کام تھا وہی ضمان دے اور اس وجہ سے کہ اس نے مضارب کو اس بلا میں ڈالا ہے تو اسی پر اس کی رہائی اور بلا سے نکالنا واجب ہے اور جس قدر مال کا اپنی ذات کے لیے عامل اور اپنے واسطے کام کرتا تھا اس کی ضمان مضارب پر ہوگی کیونکہ اس کا نفع خود کھائے گا تو اس کا نقصان بھی خود ہی اٹھائے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کسی شخص کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیئے پس اس نے اس کے عوض ایک باندی ہزار درم کی قیمت کی خریدی اور دام نہ دیئے یہاں تک کہ باندی مقبوضہ کو دو ہزار درم میں فروخت کیا پھر باندی نہ دی اور ثمن دونوں ہزار وصول کر لیے پھر دو ہزار کو دو ہزار قیمت کی باندی خریدی اور دام نہ دیئے مگر باندی پر قبضہ کر لیا پھر سب درم اور دونوں باندیاں تلف و ہلاک ہو گئیں تو مضارب پر واجب ہے کہ ان لوگوں کو پانچ ہزار درم دے اس میں سے پہلی باندی کے بائع کو ہزار درم دے اور اس کے مشتری کو ثمن مقبوضہ یعنی دو ہزار درم واپس دے کیونکہ باندی کے سپرد کرنے سے پہلے اس کے مرجانے سے بیع فسخ ہو گئی ہے اور دوسری باندی کے بائع کو دو ہزار اس کا ثمن دے پھر رب المال سے اس میں سے چار ہزار درم لے لے گا اس طرح کہ ہزار درم پہلی باندی کے دام اور ڈیڑھ ہزار درم جو اس کو فروخت کر کے دام لئے تھے اس میں اور ڈیڑھ ہزار دوسری باندی کے دام لے گا اور اگر پہلے ہزار درم اولاً تلف ہوئے پھر ماتحتی سب ساتھ ہی تلف ہوئے تو رب المال سے پورے پانچ ہزار درم تاوان لے گا اور اگر دوسری باندی اولاً ہلاک ہوئی یا دو ہزار درم اولاً تلف ہوئے تو بھی یہی حکم ہے کہ یہ صورت اور کل کا ساتھ ہی تلف ہونا معنی میں یکساں ہے اور اگر ہزار درم مضاربت سے ہزار درم کی قیمت کی باندی خریدی اور اس پر قبضہ کر لیا اور دام نہ دیئے پھر باندی کے عوض دو ہزار قیمت کا غلام خرید کر قبضہ کر لیا اور باندی نہ دی پھر غلام کے عوض ہروی کپڑوں کی گٹھری تین ہزار قیمت کی خرید کر قبضہ میں لے لی اور غلام نہ دیا پھر اس کے پاس یہ چاروں چیزیں تلف ہو گئیں تو اس کی پانچ صورتیں ہیں اگر سب اموال ایک ساتھ تلف ہوئے تو مضارب پر چھ ہزار درم لازم آئیں

گے ان میں سے ایک ہزار باندی کی قیمت اور دو ہزار غلام کی قیمت اور تین ہزار ہروی گٹھری کی قیمت ہوگی پس رب المال سے چار ہزار پانچ سو لے گا اور اپنے مال سے ایک ہزار پانچ سو دے گا پس پورے چھ ہزار ادا کرے گا اور اگر ہزار درم پہلے تلف ہوئے پھر باقی ایک ساتھ تلف ہوئے تو مضارب رب المال سے پانچ ہزار پانچ سو درم لے کر اپنے مال سے پانچ سو درم ملا کر دے و اگر پہلے غلام ہلاک ہوا پھر باقی معاً تلف ہوئے تو رب المال سے چار ہزار پانچ سو درم لے گا یعنی اپنے پاس سے ڈیڑھ ہزار دے گا اور اسی طرح اگر پہلے کپڑوں کی گٹھری تلف ہوئی پھر سب باقی ساتھ ہی تلف ہوئے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر باندی پہلے مرگئی پھر باقی سب ایک ساتھ تلف ہوئے تو رب المال سے چار ہزار سات سو پچاس درم لے گا اور اگر ہزار درم سے ایک باندی ہزار درم کی قیمت کی خریدی اور اس پر قبضہ کرلیا پھر اس باندی سے دو باندیاں ہر ایک ہزار درم کی خریدیں اور ان پر قبضہ کرلیا پھر سب باندیاں اور راس المال ایک ساتھ تلف ہوئے تو مضارب پر پہلی باندی کے ہزار درم اور دوسری دونوں باندیوں کے دو ہزار درم واجب ہوں گے اور یہ سب رب المال سے لے گا بخلاف اس کے اگر پہلی باندی کے عوض ایک باندی دو ہزار کی قیمت کی خریدی ہو اور اس پر قبضہ کیا ہو اور باقی مسئلہ یوں ہی واقع ہو تو مضارب پر پہلی باندی کے ہزار درم اور دوسری باندی کے دو ہزار درم[1] واجب ہوں گے اور رب المال سے دو ہزار پانچ سو درم لے گا۔ اسی طرح اگر دو باندیوں میں سے ایک پہلے مرگئی پھر باقی سب ساتھ ہی تلف ہوئے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ہزار درم پہلے تلف ہوئے پھر باقی سب ساتھ ہی تلف ہوئے تو مضارب سب تین ہزار درم رب المال سے لے لے گا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر کسی کو ہزار درم آدھے کی مضاربت میں دیئے اس نے بعوض ان کے ہزار درم کی قیمت کی باندی خریدی اور اس پر قبضہ کر لیا پھر اس کو دو ہزار کو بیچ کر دام لئے اور باندی نہ دی پھر ان دو ہزار اور پہلے ایک ہزار سے چار ہزار کی قیمت کی باندی خرید کر قبضہ کرلیا پھر پہلی باندی کے بائع کو راس المال درم ہزار دے دیے اور دو ہزار اس کو دیئے جس سے دوسری باندی خریدی ہے تو اس پر ایک ہزار درم اس کے مال سے دوسری باندی کے بائع کے واسطے واجب ہوں گے پس اگر اس نے پہلے ہزار درم ادا نہ کئے یہاں تک کہ تلف ہو گئے اور دوسری باندی چھ ہزار درم کو فروخت کردی تو خود مضارب کے ہزار درم کے حصہ کے مقابلہ میں اس باندی کے ثمن کی تہائی ہوگی یعنی دو ہزار درم اور باقی چار ہزار درم مضاربت میں رہیں گے کہ اس میں سے ایک ہزار درم اس شخص کو دے دے جس سے پہلی باندی خریدی ہے پھر رب المال ہزار درم اپنا راس المال لے لے گا اور باقی دو ہزار درم موافق شرط کے ان دونوں میں نفع کے تقسیم ہوں گے اور اگر مضارب نے وہ دو ہزار درم جس سے دوسری باندی خریدی ہے ادا نہ کئے ہوں یہاں تک کہ ضائع ہو گئے اور مسئلہ بحالہ رہے تو یہ درم بھی ادوسری باندی کے ثمن سے باقی دو تہائی میں سے ادا کرے گا پس کچھ نفع[2] باقی نہ رہے گا یہ مبسوط میں ہے۔ نوادر ابن سماعہ امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر مضارب نے ہزار درم مضاربت سے کوئی متاع خرید کر اس پر قبضہ کرلیا اور ہزار درم نہ دیئے یہاں تک کہ تلف ہو گئے پھر بائع نے اس کو بری کردیا تو مضارب کو رب المال سے کچھ لینے کا اختیار نہیں ہے اور وہ متاع مضاربت میں رہے گی یہ محیط میں ہے اور اگر مضاربت سے اس نے کام کیا یہاں تک کہ چار ہزار درم ہو گئے دو ہزار انمیں سے دین ہیں اور دو ہزار عین ہیں اس نے ان دو ہزار سے ایک باندی خریدی اور ہنوز اس پر قبضہ نہ کیا تھا کہ دونوں میں ہزار تلف ہو گئے تو وہ رب المال سے اس کی تین چوتھائی لے لے گا اور جب اس نے باندی پر قبضہ کیا تو بدوں مضاربت کے چوتھائی باندی اس کی ہوگی پھر اگر باندی اس کے پاس تلف ہوگئی پھر اس کے بعد دین برآمد ہوا تو یہ سب رب المال کا ہوگا کیونکہ یہ اس کے راس المال سے کم ہے اس واسطے کہ اس کا

---

[1] یعنی کل تین ہزار درم ۱۲ [2] قولہ باقی نہ رہے گا کیونکہ دو تہائی میں سے صرف دو ہزار باقی تھے ۱۲

راس المال دو ہزار پانچ سو درم ہیں اور مضارب ان دو ہزار میں سے رب المال سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے اور جس قدر مال مضاربت میں سے تلف ہو گیا وہ نفع میں سے محسوب کیا جائے گا نہ راس المال سے کذا فی الکافی۔

پندرھواں باب ☆

مضارب کے مال سے منکر ہو جانے کے بیان میں

امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر رب المال سے مضارب نے کہا کہ تو نے مجھے کچھ نہیں دیا ہے پھر کہا کہ مجھے تو نے ہزار درم مضاربت میں دیئے ہیں تو وہ مال کا[1] ضامن ہوگا۔ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر ان درموں سے باوجود انکار کے کوئی چیز خریدے تو اپنے واسطے خریدنے والا ہوگا۔ اور اگر بعد اقرار کے خریدے تو قیاس چاہتا ہے کہ اپنے واسطے خریدنے والا ہو مگر استحساناً مضاربت میں ہوگی اور یہ ضمان سے بری ہو جائے گا کذا فی المحیط۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر مضارب نے کہا کہ یہ ہزار درم راس المال ہیں اور یہ پانچ سو درم نفع ہیں اور خاموش رہا پھر کہا کہ مجھ پر فلاں شخص کا قرضہ ہے تو اس کا قول قبول نہ ہوگا حسنؒ نے کہا کہ اگر اس نے اپنے قول کو ملا کر بیان کیا تو مقبول ہوگا اور اگر جدا کر کے بیان کیا تو مقبول نہ ہوگا اور یہ قیاس قول امام اعظمؒ ہے کذا فی الحاوی۔ اگر مضارب کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیئے پس مضارب نے اقرار کیا کہ میں نے اس میں ایک ہزار کا نفع اٹھایا ہے اور دو ہزار درم لایا پھر اس نے انکار کیا اور کہا کہ مجھے اس میں صرف پانچ سو درم کا نفع حاصل ہوا ہے پھر اس کے پاس دونوں ہزار درم تلف ہو گئے اور گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے اس قدر نفع کا اقرار کیا ہے تو اس سے ان پانچ سو درم نفع کی ضمان لی جائے گی جس کا اس نے انکار کیا تھا اور رب المال ان کو راس المال میں لے لے گا اور سوائے ان پانچ سو درم کے اس سے کچھ ضمان نہیں لے سکتا ہے اور اگر اس نے یوں انکار کیا ہو کہ میں نے کچھ بھی نفع نہیں اٹھایا ہے اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو پوری ہزار درم نفع کی ضمان اس سے لی جائے گی اور رب المال اس کو اپنے راس المال میں لے لے گا اور پھر[2] راس المال کی ضمان اس پر نہیں آتی ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مضارب نے رب المال سے کہا کہ میں نے تجھے تیرا راس المال دے دیا ہے اور یہ جو میرے پاس ہے یہ نفع ہے پھر کہا کہ میں نے تجھے دیا نہیں ہے لیکن میرے پاس تلف ہو گیا ہے تو وہ ضامن ہو گیا کذا فی الحاوی۔

سولہواں باب ☆

نفع کے تقسیم کرنے کے بیان میں

اصل یہ ہے کہ رب المال کے اپنے راس المال پر قبضہ کرنے سے پہلے نفع کی تقسیم موقوف رہتی ہے اگر اس نے راس المال پر قبضہ کر لیا تو تقسیم صحیح ہو گئی اور اگر قبضہ نہ کیا تو باطل ہو گئی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر مضارب نے مال مضاربت میں کام کیا اور ایک ہزار درم کا نفع اٹھایا پھر دونوں نے نفع تقسیم کر لیا حالانکہ مضاربت مضارب کے پس بحالہ باقی ہے پس رب المال نے پانچ سو درم نفع لئے اور پانچ سو درم مضارب نے لئے۔ پھر جس کو دونوں نے راس المال قرار دیا ہے وہ مضارب کے

---

[1] قولہ ضامن ہوگا اس واسطے کہ جب اس نے مال سے اول انکار کیا تو ضامن ہو گیا پھر اقرار کرنے سے وہ ضمان سے بری نہ ہوگا جب تک کہ رب المال کے ہاتھ میں یہ مال پہنچ نہ جائے یا دو مالک کے بے مال خریدے ۱۲

[2] یعنی جب ان ہزار درم نفع کی اس سے ضمان لی گئی تو یہ ہزار موجود ہیں اور ایک ہزار معدوم ہوئے پس وہ نفع میں رہے اور یہ راس المال رہا ۱۲

پاس کام کرنے سے پہلے یا اس کے بعد تلف ہو گیا تو دونوں کا نفع تقسیم کر لینا باطل ہو گیا اور جو رب المال نے وصول کیا ہے وہ راس المال میں شمار ہو گا اور جو مضارب نے لیا ہے وہ رب المال کو دے کر اس کے ہزار درم پورے کر دے اگر بعینہ قائم ہو اور اگر اس نے تلف کر دیئے ہوں یا ضائع ہوئے ہوں تو اس کے مثل رب المال کو دے دیئے اور ایک ہزار درم جو مضارب کے پاس سے تلف ہوئے یہ نفع میں قرار دیئے جائیں گے یعنی نفع تلف ہوا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر نفع کے دو ہزار درم ہوں ہر ایک نے ایک ایک ہزار لے لئے پھر راس المال تلف ہوا پس وہ ہزار درم جو رب المال نے نفع قرار دے کر لئے ہیں وہی راس المال ہیں اور مضارب اپنے مقبوضہ میں پانچ سو درم اس کو دے گا اور اگر رب المال نے راس المال وصول کر لیا پھر دونوں نے نفع تقسیم کیا پھر رب المال نے وہ ہزار درم جو راس المال میں لیے ہیں مضارب کو دے دیئے اور کہا کہ اس سے مضاربت سابقہ پر کام کر پھر اگر اس میں نفع یا نقصان ہو تو پہلی تقسیم باطل نہ ہو گی کیونکہ یہ مضاربت جدیدہ ہے اور پہلی مضاربت تو اس وقت ختم ہو گئی جس وقت دونوں نے نفع تقسیم کیا اور یہ جو کہا کہ اس مضاربت میں جو پہلے تھی کام کر اس سے یہ مراد لی جائے گی کہ جس شرط سے پہلے مضاربت تھی اس شرط سے اس مضاربت میں کام کر یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر دونوں نے نفع تقسیم کر لیا اور مضاربت فسخ کر دی پھر دوبارہ عقد مضاربت قرار دیا پھر اس کے بعد راس المال تلف ہو گیا تو پھر پہلے نفع کو باہم واپس نہ کریں گے پس جس صورت میں مضارب کو خوف ہو کہ بعد تقسیم کے بسبب اس کے مقبوضہ راس المال کے تلف ہو جانے کے نفع واپس لیا جائے گا تو اس صورت میں یہی حیلہ ہے یعنی عقد جدید قرار دے یہ تبیین میں ہے۔ جس شخص نے دوسرے کو ہزار درم آدھے کی مضاربت میں دیئے اور مضارب نے دو ہزار نفع اٹھایا پھر دونوں نے نفع باہم تقسیم کر لیا پھر مضارب نے رب المال کو ہزار درم راس المال اس کا دے دیا پھر مضارب نے اپنا حصہ نفع ہزار درم لے لیا اور حصہ رب المال رہ گیا وہ اس نے نہ لیا یہاں تک کہ مضارب کے پاس تلف ہو گیا پس ہزار درم جو اس کے پاس ضائع ہوئے ہیں دونوں کے ضائع ہوئے اور جو مضارب کے پاس باقی رہے وہ دونوں کے باقی رہے پس رب المال اس سے پانچ سو درم واپس لے گا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ حصہ رب المال کا قبل قبضہ کے ضائع ہو گیا اور اگر مضارب کا حصہ ہزار درم بعد اس کے قبضہ کر لینے کے ضائع ہوا تو تقسیم نہ ٹوٹے گی اور جس قدر ضائع ہوا وہ مضارب کا مال گیا اور جو باقی رہا یعنی غیر مقبوضہ حصہ رب المال وہ رب المال کا ہے رب المال اس کو لے لے گا یہ محیط میں ہے۔

اور اگر مضارب نے رب المال سے بٹائی کر لی اور اپنا حصہ لے لیا اور رب المال نے اپنا حصہ نہیں لیا یہاں تک کہ جو کچھ مضارب نے اپنے واسطے قبضہ میں لیا تھا اور جو اس کے پاس باقی تھا سب ضائع ہو گیا تو جس قدر رب المال نے اپنے حصہ کا نفع اپنے قبضہ میں نہیں لیا تھا وہ دونوں کا مال گیا اور ایسا ہو گیا کہ گویا تھا ہی نہیں کیونکہ مضارب اس قدر میں امین باقی رہا تھا اور مضارب اس قدر میں سے جو اس نے اپنی ذات کے واسطے اپنے قبضہ میں لیا ہے نصف حصہ رب المال کو ڈانڈ دے گا چونکہ اس پر قبضہ کرنے کی وجہ سے اس کا بھر پانے والا ہو گیا تھا اس وجہ سے تلف ہونا مال مضمون کا تلف ہونا قرار پائے گا پس اس کی ضمان لازم آئی اور چونکہ یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ وہی تمام نفع ہے اس لئے کہ جو حصہ رب المال تلف ہوا وہ امانت کی راہ سے گیا اور ایسا گیا کہ گویا تھا ہی نہیں تو بسبب امانت کے اس کی ضمان نہ آئے گی رہ گیا صرف اس قدر حصہ جو مضارب کے قبضہ میں ہے پس چونکہ یہ مال مضمون ہے اور اسی قدر حصہ نفع ہے اس واسطے مضارب اس میں سے نصف رب المال کو ڈانڈ دے گا یہ مبسوط میں ہے۔ کسی نے دوسرے کو آدھے کی مضاربت پر کچھ مال دیا اس نے اس مال سے خرید و فروخت کی خواہ نفع اٹھایا یا نہیں اور ایک اسباب خریدا اور اس کو فروخت نہیں کیا یہاں تک کہ رب المال نے مضارب کے لیے نفع میں کچھ[1] بڑھا دیا یا کچھ گھٹا دیا پھر اس کے بعد نفع اٹھایا تو جائز ہے اور دونوں اس اقرار پر تقسیم کریں گے خواہ نفع

اس کے بعد حاصل ہوا یا پہلے اور اگر دونوں نے بانٹ لیا پھر ایک نے زیادتی یا کمی کر دی تو بھی ایسا ہی ہے اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ رب المال کی طرف سے مضارب کے لیے کمی جائز ہے زیادتی نہیں جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر رب المال نے مضارب سے دس بیس لے لیے اور مضارب باقی مال سے کام کرتا رہا پس اگر مضارب نے ہر بار جب رب المال کو دیا تو یہ کہہ دیا کہ یہ نفع ہے تو یہ نفع میں رکھا جائے گا اور پھر اس کے بعد مضارب کا یہ کہنا کہ میں نے نفع نہیں اٹھایا ہے جو کچھ تو نے مجھ سے لیا ہے اور وہ راس المال میں تھا مقبول نہ ہوگا۔ اور اگر اس نے دیتے وقت یہ نہیں کہا تو امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ حساب کے روز رب المال اپنا پورا مال لے لے گا اور باقی دونوں میں مشترک ہوگا اور جو کچھ رب المال نے حساب سے پہلے لے لیا ہے وہ راس المال میں سے کم نہ کیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص کو ہزار درم مضاربت میں دیئے اس نے اس میں ایک ہزار کا نفع اٹھایا اس سے رب المال نے کہا کہ میرا راس المال مجھے دے اور جو باقی رہ گیا وہ تیرا ہے تو جائز نہیں ہے۔ جس صورت میں کہ مال بعینہٖ قائم ہو کیونکہ یہ مجہول ہبہ ہے اور اگر تلف کیا گیا ہو تو جائز ہے کیونکہ جو کچھ مضاربت کا اس پر تھا اس سے بری کر دیا ہبہ نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

سترھواں باب ☆

رب المال و مضارب میں اور دو مضاربوں میں اختلاف کے بیان میں

اس باب میں سات فصلیں ہیں

فصل اول ☆

مضارب کی خریدی ہوئی چیز میں اس طور سے اختلاف کرنے کے بیان میں کہ یہ مضارب کی ہے یا نہیں ہے

اگر کسی نے دوسرے کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیئے اس نے ایک ہزار درم کو ایک غلام خریدا اور خریدتے وقت یہ نہ کہا کہ میں اس کو مضاربت کے واسطے خریدتا ہوں پھر جب اس پر قبضہ کیا تو کہا کہ خریدنے کی حالت میں میری نیت تھی کہ مضاربت میں ہے اور رب المال نے اس کی تکذیب کی اور کہا کہ تو نے اپنے واسطے خریدا ہے تو اس مسئلہ کے اندر چار صورتیں ہیں یا تو مضارب کے اقرار کے وقت مال مضاربت اور غلام دونوں قائم ہوں گے یا دونوں تلف ہو گئے ہوں گے۔ یا غلام قائم ہوگا اور مال تلف ہو گیا ہوگا یا مال قائم ہوگا اور غلام تلف ہو گیا ہوگا پس پہلی صورت میں قسم سے مضارب کا قول قبول ہوگا پھر اگر بائع کو مال مضاربت یعنی غلام کا ثمن دینے سے پہلے اس کے پاس تلف ہو گیا تو رب المال سے پھر لے لے گا اور بائع کو دے دے گا اور دوسری صورت میں بدوں گواہوں کے مضارب کے قول کی تصدیق نہ ہوگی اور مضارب بائع کو ہزار درم ڈانڈ دے گا اور رب المال سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور یہی حکم تیسری صورت میں ہے اور چوتھی صورت میں مذکور ہے کہ مضارب کی اس باب میں رب المال پر تصدیق کی جائے گی کہ جس قدر اس کے پاس راس المال ہے وہ بائع کو دے دے اور اس باب میں تصدیق نہ ہوگی کہ در صورت اس مال مقبوضہ کے تلف ہو جانے کے دوبارہ رب المال سے پھر لے لے یہ محیط میں ہے اور اگر مضارب نے مال مضاربت ہزار درم سے ایک غلام خریدا پھر اس

۱؎ قولہ بڑھا دیا یعنی مثلاً بجائے آدھے نفع کے دو تہائی یا چوتھائی شرط ٹھہرائی ۱۲ م

کے دام اپنے مال سے دیئے اور کہا کہ میں نے اپنے واسطے خریدا ہے اور رب المال نے اس کی تکذیب کی تو رب المال کا قول لیا جائے گا یعنی وہ غلام مضاربت میں رکھا جائے گا اور مضارب ہزار درم مضاربت کے اپنے داموں کے بدلے جو اس نے ادا کئے ہیں لے لے گا اور اگر ہزار درم کو ایک غلام خریدا اور مضاربت یا غیر مضاربت کا کچھ نام نہ لیا پھر کہا کہ اپنے واسطے میں نے خریدا ہے تو اسی کا قول قبول ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر اس امر پر اتفاق کیا کہ مضارب کے دل میں خریدنے کے وقت کچھ نیت نہ تھی تو امام ابو یوسفؒ کے قول پر داموں پر حکم ہوگا اگر اس نے مضارب سے دام دیئے ہیں تو وہ غلام و مضاربت کا ہے اور اگر اپنے پاس سے دیئے ہیں تو اس کا ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک یہ خرید مضارب کے واسطے ہوگی خواہ اس نے مال مضاربت سے دام دیئے ہوں یا اپنے مال سے دیئے ہوں جیسا کہ وکیل خاص کا حکم کتاب البیوع میں معلوم ہو چکا ہے یہ محیط میں ہے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور کچھ نام نہ لیا پھر دوسرا ہزار درم کو خریدا اور کچھ بیان نہ کیا پھر کہا کہ دونوں کی میں نے مضاربت کے واسطے نیت کی تھی اور ہنوز مال دیا نہیں ہے پس اگر دونوں میں اس کی تصدیق کی تو پہلا مضاربت میں ہوگا دوسرا نہ ہوگا اسی طرح اگر دونوں میں اس کی تکذیب کی یا اوّل میں تصدیق کی اور دوسرے میں تکذیب کی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر دوسرے میں تصدیق کی اوّل میں نہ کی تو رب المال کا قول قبول ہوگا اور دوسرا غلام مضاربت میں قرار دیا جائے گا اور اگر دونوں کو ایک ہی صفقہ میں خریدا ہو ہر واحد ہزار درم کو خریدا اور کہا کہ میں نے نیت کی تھی کہ ہر واحد دونوں میں سے بعوض ہزار درم مضاربت کے ہے پس اگر رب المال نے دونوں میں اس کی تصدیق کی تو ہر ایک کا نصف مضاربت میں قرار دیا جائے گا اور باقی مضاربت کا ہوگا اور اگر دونوں میں تکذیب کی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کسی معین میں تصدیق کی اور کہا کہ یہ غلام تو نے مضاربت کے واسطے خریدا ہے تو وہی مضاربت میں ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر مضارب نے کہا کہ میں نے دونوں کو بعوض اپنے ہزار درم مضاربت کے ہزار درم کے خریدا ہے پس رب المال نے کہا کہ تو نے یہ غلام معین بعوض مال مضاربت کے خریدا ہے تو مضارب کا قول قبول ہوگا اور دونوں غلاموں کا نصف مضاربت کا ہوگا اور نصف مضارب کا ہوگا کذا فی المبسوط۔

دوسری فصل ☆

مضاربت کے عموم و خصوص میں اختلاف کے بیان میں

اگر مضارب نے دعویٰ کیا کہ مضاربت ہر تجارت کے واسطے عام تھی اور رب المال نے[1] خصوص کا دعویٰ کیا تو مضارب کا قول قبول ہوگا یہ کافی میں ہے۔ مضارب و رب المال نے اگر اختلاف کیا پس مضارب نے کہا کہ تو نے مجھے آدھے کی مضاربت پر مال دیا ہے اور کسی چیز کا نام نہیں لیا ہے اور رب المال نے کہا کہ میں نے صرف روئی کے کپڑوں یا اناج تجارت کی اجازت دی ہے پس اگر یہ اختلاف تصرف سے پہلے واقع ہوا ہو تو رب المال کا قول قبول ہوگا اور رب المال کا تجارت عام ہونے سے انکار کرنا بطور عموم کے تصرف کرنے سے ممانعت ٹھہرایا جائے گا اور مضارب کے بطور عموم کے تصرف کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر تصرف کرنے کے بعد یہ اختلاف ہوا تو استحساناً قسم کے ساتھ مضارب کا قول قبول ہوگا اور رب المال پر گواہ لانے ہوں گے اور اسی کو یعنی استحسان ہی کو ہمارے علماء ثلثہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے اختیار کیا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر رب المال عموماً مضاربت کا مدعی ہو تو قیاساً و استحساناً اسی کا قول قبول ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر عموم و خصوص میں اختلاف کرنے کی صورت میں دونوں نے گواہ قائم کئے پس اگر دونوں فریق گواہوں نے آگے پیچھے کا وقت مقرر کیا یعنی گواہی میں بیان کیا تو اس کو گواہی پر حکم کیا جائے گا جو دونوں میں آخر امر کو ثابت کرتا ہے

[1] یعنی کسی خاص چیز کی تجارت کا ۱۲

یعنی اخیر[1] وقت والے گواہوں کی گواہی پر حکم ہوگا اور اگر دونوں فریق نے وقت بیان نہ کیا یا ایک ہی وقت بیان کیا یا ایک نے وقت بیان کیا اور دوسرے نے بیان نہ کیا اور معلوم نہیں ہوتا کہ کون امر پہلے تھا اور کون امر بعد کا ہے تو مدعی خصوص کے گواہوں پر ڈگری ہوگی۔ ایسا ہی کتاب الاصل میں مذکور ہے اور قدوری میں ہے کہ اگر دونوں نے گواہ قائم کئے اور مضارب عموم مضاربت کا دعویٰ کرتا ہے پس اگر اس کے گواہوں نے صریح گواہی دی کہ رب المال نے اس کو ہر تجارت کے واسطے مال دیا ہے تو اسی کے گواہ قبول ہوں گے اور اگر اسطور سے گواہی نہ دی تو رب المال کے گواہ مقبول ہوں گے یہ محیط میں ہے۔ اسی طرح اگر سفر سے ممانعت وعدم ممانعت میں اختلاف کیا تو بھی مثل عموم وخصوص تجارت کے اختلاف کے حکم ہے کذا فی الحاوی۔ اگر مضارب مال میں تصرف کر چکا ہو پھر دونوں نے مضاربت کے خاص ہونے میں تو اتفاق کیا مگر اس نوع میں اختلاف کیا جس کے ساتھ خصوصیت واقع ہوئی ہے اور دونوں نے گواہ قائم کئے تو جس طرح عموم وخصوص کے اختلاف میں دونوں کے گواہ قائم کرنے کی صورت میں مفصلاً حکم مذکور ہوا ہے وہی یہاں بھی ہے اگر دونوں فریق نے وقت بیان کیا اور ایک نے دوسرے کے وقت سے پیچھے کا وقت بیان کیا تو پچھلے وقت والوں پر حکم ہوگا اور یہ امر اخیر امر اوّل کا ناسخ قرار دیا جائے گا اور اگر اوّل وآخر معلوم نہ ہو سکے مثلاً دونوں نے ایک ہی وقت بیان کیا یا وقت ہی بیان نہ کیا یا صرف ایک ہی نے وقت بیان کیا تو مضارب کی گواہی مقبول ہوگی یہ محیط میں ہے۔ امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر مضارب نے کہا کہ تو نے مجھے سب شہروں میں جانے کی اجازت دی تھی یا تو نے کچھ قید نہیں لگائی تھی اور رب المال نے کہا کہ میں نے تجھے صرف بصرہ جانے کی اجازت دی تھی تو مضارب کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر مضارب نے کہا کہ مجھے تو نے بصرہ کوفہ جانے کی اجازت دی تھی اور رب المال نے کہا کہ فقط بصرہ جانے کی اجازت دی تھی تو رب المال کا قول قبول ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر مضارب نے کہا کہ مجھے تو نے نقد و اُدھار دونوں کی اجازت دی تھی اور رب المال نے کہا کہ میں نے تجھے نقد کا حکم کیا تھا تو مضارب کا قول قبول ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے

تیسری فصل ☆

مضارب کے واسطے جو نفع شرط کیا گیا اس کی مقدار میں اختلاف کرنے اور راس المال کی مقدار میں اختلاف کرنے اور جہت قبض المال میں اختلاف کرنے کے بیان میں

اگر کسی شخص نے دوسرے کو ہزار درم مضاربت میں دیئے اس نے اس میں ایک ہزار درم کا نفع اٹھایا پھر دونوں نے اختلاف کیا مضارب نے کہا کہ تو نے میرے لئے آدھے نفع کی شرط کی تھی اور رب المال نے کہا کہ تہائی کی شرط کی تھی تو رب المال کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو مضارب کے گواہ قبول ہوں گے یہ محیط میں ہے۔ اگر دونوں نے نفع میں اختلاف کیا رب المال نے کہا کہ میں نے تیرے لیے تہائی کی شرط کی تھی اور مضارب نے کہا کہ تو نے میرے واسطے نصف کی شرط کی تھی پھر مضارب کے پاس مال تلف ہو گیا تو مضارب چھٹے حصہ نفع کا ضامن ہوگا اور خاص اپنے مال سے مالک کو ادا کرے گا اور اس کے ماسوا کی اس پر

[1] قولہ اخیر وقت یعنی مثلاً ایک فریق گواہ نے کہا کہ رمضان ۱۳۱۵ھ میں رب المال نے خاص گیہوں کی اجازت دی تھی اور فریق دوم نے گواہی دی کہ شوال سنہ مذکور میں عام اجازت دی تو یہ گواہی اخیر مقبول ہوگی ۱۲

ضمان نہیں ہے یہ حاوی میں ہے۔ اگر مضارب نے کہا کہ تو نے میرے واسطے آدھے نفع کی شرط کی تھی اور رب المال نے کہا کہ میں نے نفع میں سے سو درم کی تیرے واسطے شرط کی تھی یا کہا کہ میں نے تیرے واسطے کچھ شرط نہیں کی تھی اور مضاربت فاسد ہے اور تجھ کو اجر المثل ملے گا تو قسم سے رب المال کا قول قبول ہوگا۔ اسی طرح اگر مضارب نے کہا کہ تو نے میرے لیے آدھے نفع کی شرط کی تھی اور رب المال نے کہا کہ میں نے تیرے واسطے دس درم کم تہائی نفع کی شرط کی تھی تو بھی رب المال کا قول قبول ہوگا اور اگر ان دونوں مسئلوں میں دونوں نے گواہ قائم کیے تو مضارب کے گواہ قبول ہوں گے یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایک مضارب کے پاس دو ہزار درم ہیں اس نے کہا کہ تو نے مجھے راس المال میں ہزار درم دیئے تھے ☆

اگر مضارب نے کہا کہ میرے واسطے تہائی نفع کی شرط کی تھی اور رب المال نے کہا کہ میں نے تیرے واسطے تہائی نفع اور دس درم کی زیادتی کی شرط کی تھی یعنی مضاربت فاسد ہے اور اجر المثل واجب ہے تو مضارب کا قول قبول ہوگا اس کو تہائی نفع ملے گا اور رب المال کے قول کی جو مضاربت فاسد ہونے کے دعویٰ میں ہے تصدیق نہ کی جائے گی۔ پھر اگر دونوں نے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کیے تو رب المال کے گواہ قبول ہوں گے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مال میں گھاٹا کھایا اور رب المال نے کہا کہ میں نے تیرے واسطے نصف نفع کی شرط کی تھی اور مضارب نے کہا کہ تو نے میرے واسطے سو درم دینے کی شرط کی تھی یا کچھ نہیں شرط کی تھی پس اجر المثل ملنا چاہیے تو قول رب المال کا قبول ہوگا اور اگر دونوں نے اپنے اپنے دعویٰ کے گواہ قائم کیے تو گواہ بھی رب المال کے قبول ہوں گے بشرطیکہ مضارب اس دعوے کے گواہ قائم کرے کہ رب المال نے بلا شرط مال دیا تھا اجر المثل چاہیئے ہے اور اگر مضارب نے اس دعویٰ کے گواہ دیئے کہ رب المال نے سو درم دینے کی شرط کی تھی تو رب المال کے گواہ قبول نہ ہوں گے بلکہ مضارب کے گواہ قبول ہوں گے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک مضارب کے پاس دو ہزار درم ہیں اس نے کہا کہ تو نے مجھے راس المال میں ہزار درم دیئے تھے اور ہزار درم میں نے نفع کمایا ہے اور رب المال نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے تجھے دو ہزار درم مضاربت میں دیئے ہیں تو مضارب کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر دونوں نے مقدار راس المال و نفع میں اختلاف کیا اور رب المال نے کہا کہ میں نے راس المال میں تجھے دو ہزار درم دیئے ہیں اور تہائی نفع کی شرط کی ہے اور مضارب نے کہا کہ راس المال میں ایک ہزار درم دیئے ہیں اور نصف نفع کی شرط کی ہے تو راس المال کی مقدار میں مضارب کا قول قبول ہوگا اور نفع کی شرط میں رب المال کا قول قبول ہوگا اور دونوں میں سے جس نے اپنی[1] زیادتی کے دعویٰ کے گواہ قائم کیے اس کے گواہ قبول ہوں گے یہ کافی میں ہے۔

اگر[2] دونوں نے گواہ قائم کیے تو مقدار راس المال میں رب المال کے گواہ قبول ہوں گے اور وہ دو ہزار درم راس المال کے لے لے گا اور اگر مال کے تین ہزار درم ہوں تو نفع کے دعوے میں مضارب کے گواہ قبول ہوں گے حتیٰ کہ دو ہزار سے زیادہ ایک ہزار جو نفع رہا وہ دونوں میں نصفا نصف تقسیم ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر مضارب تین ہزار درم لایا اور کہا کہ ایک ہزار راس المال کے ہیں اور ایک ہزار نفع کے ہیں اور ایک ہزار کسی شخص کی ودیعت ہیں یا غیر کی مضاربت یا بضاعت کے ہیں یا شرکت کے ہیں یا مجھ پر ہزار درم قرضہ ہیں تو ودیعت و شرکت و بضاعت و قرضہ میں مضارب کا قول قبول ہوگا یہ بدائع میں ہے۔ اگر رب المال نے بضاعت ہونے کا دعویٰ کیا اور مضارب نے مضاربت صحیحہ یا فاسدہ کا دعویٰ کیا تو رب المال کا قول قبول ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کو کچھ مال دیا اس نے کچھ نفع حاصل کیا پھر عامل نے کہا کہ مجھے تو نے یہ مال قرض دیا ہے اور دینے والے نے کہا کہ میں نے تجھے

---

[1] یعنی مثلاً رب المال نے دو ہزار کے یا مضارب نے نصف نفع کے ۱۲

[2] الاصل فی جنس تلک المسائل ترک النظر من کان لہ نظر لنفسہ بالاتحاد فی مادعاہ لیترک الشرع ایضاً النظر فی حقہ حیث ترک ہو لنفسہ فافہم ۱۲

بضاعت میں یا تہائی کی مضاربت میں دیا ہے یا مضاربت میں دیا ہے اور کچھ نفع مقرر نہیں کیا ہے یا تیرے واسطے سو درم نفع سے مقرر کر دیئے ہیں تو رب المال کا قول قبول ہوگا۔ اسی طرح اگر رب المال نے بضاعت یا مضاربت کا دعویٰ کیا اور قابض مال نے کہا کہ مجھے تو نے قرض دیا ہے تمام نفع میرا ہے تو بھی رب المال کا قول قبول ہوگا اور گواہ مضارب کے مقبول ہوں گے یہ ذخیرہ میں ہے۔ پس اگر مضارب نے بضاعت ہونے کا اقرار کیا تو اسے کچھ نہ ملے گا اور اگر تہائی پر مضاربت کا اقرار کیا تو تہائی نفع دیا جائے گا اور اگر مضاربت فاسدہ کا اقرار کیا تو اجر المثل ملے گا یہ مبسوط میں ہے اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو مضارب کی گواہی مقبول ہوگی یہ بدائع میں ہے اور اگر مال عامل کے پاس بعد اس کہنے کے کہ یہ میرے پاس قرض تھا تلف ہوگیا اور رب المال نے کہا کہ یہ بضاعت یا مضاربت صحیحہ یا فاسدہ تھا تو[1] اصل و نفع کا ضامن ہوگا لیکن اگر رب المال نے کہا کہ میں نے تجھے تہائی کی مضاربت پر دیا ہے تو اس صورت میں سوائے تہائی کے باقی کا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر مضارب نے کہا کہ تو نے مجھے مضاربت میں دیا ہے اور رب المال نے کہا کہ میں نے تجھے قرض دیا ہے تو رب المال کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر اس کے بعد مضارب کے پاس یہ مال تلف ہوگیا پس اگر قبل عمل کے تلف ہوا تو وہ ضامن نہ ہوگا اور اگر بعد عمل کے تلف ہو تو مضارب مال کا ضامن ہوگا اور اگر دونوں نے اپنے اپنے دعویٰ پر گواہ دیئے تو رب المال کے گواہ قبول ہوں گے اور مضارب ضامن ہوگا خواہ مال قبل عمل کے ضائع ہوا یا اس کے بعد ضائع ہوا ہو یہ محیط میں ہے۔ اگر مضارب نے کہا کہ تو نے مجھے مضاربت میں دیا ہے اور میرے کام کرنے سے پہلے وہ ضائع ہوگیا اور رب المال نے کہا کہ تو نے غصب کر لیا ہے تو مضارب پر ضمان نہ ہوگی اور اگر اس نے عمل کیا پھر ضائع ہوا ہے تو وہ مال کا ضامن ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو دونوں وجہوں میں مضارب کے گواہ قبول ہوں گے۔ اور اگر مضارب نے کہا کہ میں نے تجھ سے یہ مال مضاربت میں لیا اور اس سے کام کرنے سے پہلے یا بعد وہ میرے پاس سے ضائع ہوا اور رب المال نے کہا کہ تو نے مجھ سے غصب کر لیا ہے تو رب المال کا قول مقبول ہے اور مضارب دونوں صورتوں میں ضامن ہے یہ مبسوط میں ہے۔ منتقی میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ مضارب نے کہا کہ میں نے تجھ سے غصب کر لیا ہے پس ضمان دے کر سب نفع میرا ہے اور رب المال نے کہا کہ میں نے تجھے اس سے تجارت کرنے کا حکم کیا تھا تو رب المال کا قول قبول ہوگا اور اگر گواہ قائم ہوں تو اس کے گواہ بھی قبول ہوں گے۔ اور اگر رب المال نے اس امر کے گواہ دیئے کہ عامل نے اقرار کیا ہے کہ میں نے یہ مال بضاعت لیا ہے اور عامل نے گواہ دیئے کہ رب المال نے اقرار کیا ہے کہ عامل نے اس کو غصب کر لیا ہے تو رب المال کے گواہ قبول ہوں گے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ یہ معلوم نہ ہو کہ ان دونوں اقراروں میں سے کوئی مقدم ہے اور اگر معلوم ہو تو موخر اقرار والے کے گواہ مقبول ہوں گے یہ محیط میں ہے۔

[1] لانہ جحد ولوم نیکر لم یضمن شیئا گواہ نما یضمن الربح لکون المضاربۃ غیر مسماۃ فیجب اجر المثل اذا سمی ثلث لم یضمن الفضل علی المقدار المسمی کما تبلو ۱۲ھ

چوتھی فصل ☆

رب المال کو راس المال خواہ دونوں کے نفع تقسیم کرنے سے پہلے یا بعد وصول ہونے یا نہ وصول ہونے میں اختلاف واقع ہونے کے بیان میں

امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے کو ہزار درم آدھے کی مضاربت میں دیئے اس نے اس میں ہزار درم کا نفع اٹھایا اور رب المال سے کہا کہ میں نے تجھے ہزار درم راس المال دے دیا ہے اور یہ باقی میرے پاس نفع موجود ہے اور رب المال نے کہا کہ میں نے تجھ سے کچھ وصول نہیں پایا ہے تو قسم سے رب المال کا قول قبول ہوگا پس اس سے یوں قسم لی جائے گی کہ واللہ میں نے مضارب سے راس المال لے کر قبضہ نہیں پایا ہے پس اگر اس نے اس طرح قسم کھالی تو باقی ہزار درم راس المال میں لے لے گا اور درم ضاربت کے استحلاف کا انتظار نہ کیا جائے گا پھر مضارب سے قسم لی جائے گی کہ واللہ میں نے راس المال کو تلف نہیں کیا اور نہ ضائع کیا ہے پس اگر اس نے قسم کھائی تو ضمان سے بری ہو گیا اور رب المال کا قبضہ کرنا ثابت نہ ہوگا اور اگر مضارب نے قسم سے انکار کیا تو یہ اقرار ہوا کہ راس المال اس کے پاس تھا اور وہ انکار کر گیا ہے تو راس المال کا ضامن ہوگا اور یہ ظاہر ہوا کہ مال مضاربت ہزار معین موجود ہیں تو رب المال ان ہزار درموں کو اپنے راس المال میں لے لے گا پس باقی ہزار درم مضارب پر دین رہیں گے تو رب المال مضارب سے اپنا حصہ نفع یعنی پانچ سو درم لے لے گا یہ محیط میں ہے اور اگر جس وقت رب المال نے اس سے قسم لینی چاہی اس وقت مضارب نے اقرار کیا کہ میں نے تجھے دیا نہیں ہے لیکن میرے پاس سے ضائع ہو گیا ہے اور اس پر قسم کھالی تو وہ رب المال کو اس کی آدھی ڈانڈ[1] دے گا اور اگر گواہ قائم کیے گئے تو مضارب کے گواہ قبول ہوں گے اور اگر مضارب نے اس امر کے گواہ دیئے کہ رب المال نے اقرار کیا ہے کہ میں نے ہزار درم راس المال پر قبضہ کیا ہے اور رب المال نے اس امر کے گواہ دیئے کہ مضارب نے اقرار کیا ہے کہ رب المال نے اپنے راس المال میں سے کچھ وصول نہیں کیا ہے پس اگر یہ معلوم نہ ہو کہ کون اقرار اوّل کا ہے تو مضارب کے گواہ قبول ہوں گے اور اگر یہ معلوم ہو کہ یہ اقرار پہلا ہے تو پچھلے اقرار والے کے گواہ قبول ہوں گے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر رب المال و مضارب نے نفع تقسیم کیا اور ہر ایک نے اقرار کیا اور ہر ایک نے اپنا حصہ لینے کا اقرار کیا پھر اختلاف کیا اور مضارب نے کہا کہ میں رب المال کو اس کا راس المال دے چکا ہوں حالانکہ رب المال منکر ہے تو اسی کا قول قبول ہوگا اور اس کا نفع کی تقسیم کا[2] اقرار کرنا راس المال وصول پانے کا اقرار نہ رکھا جائے گا اور یہ جو کتاب میں ہے کہ اسی کا قول قبول ہوگا یعنی رب المال کا اس سے یہ مراد ہے کہ جو مضارب رب المال پر دعویٰ کرتا ہے یعنی خالص پانچ سو درم جو اس نے اپنے قبضہ میں لئے ہیں اس میں رب المال کا قول قبول ہوگا لیکن مضارب کے راس المال کی ضمان سے بری ہونے کے حق میں مضارب ہی کا قول قبول ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ ہر ایک سے دوسرے کے دعویٰ پر قسم لی جائے گی پھر اگر دونوں نے قسم کھالی تو مضارب کے قسم کھالینے سے اس پر سے ضمان اتر جائے گی اور رب المال کے قسم کھالینے سے اس کا راس المال وصول پانا بھی[3] منتفی ہو جائے گا پس ہزار درم مال مضاربت سے تلف شدہ قرار دیئے جائیں گے اور اس قدر مال تلف شدہ نفع میں سے رکھا جائے گا پس جس قدر رب المال نے وصول کیا ہے یعنی پانچ سو

---

[1] خواہ عمل سے پہلے تلف ہوا ہو یا بعد ۱۲ [2] قولہ اقرار کرنا یعنی رب المال اقرار کر چکا ہے کہ ہمارے درمیان نفع تقسیم ہو چکا ہے پس یہ راس المال وصول پانے کا اقرار نہیں ہے ۱۲ [3] قولہ منتفی الخ یعنی جب رب المال نے قسم کھائی کہ میں نے راس المال وصول نہیں پایا تو وصول پانا ثبوت نہ ہوگا ۱۲

درم نفع کے وہ راس المال میں سے شمار کئے جائیں گے اور جو مضارب نے پانچ سو درم لئے ہیں وہ بھی راس المال میں شمار ہوں گے اور مضارب رب المال کو واپس کر دے گا بشرطیکہ بعینہٖ قائم ہوں اور اگر تلف ہوئے ہوں تو رب المال کو ان کی ڈانڈ دے کر رب المال کا راس المال پورا کرے گا یہ محیط میں ہے۔ اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو مضارب کے گواہ قبول ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

پانچویں فصل ☆

دو مضارب کے اختلاف میں

درحالیکہ ایک رب المال کے ساتھ ہے اگر کسی شخص نے دو شخصوں کو مال مضاربت دیا اور آدھے کی شرط کی پھر دونوں تین ہزار درم لائے اور رب المال نے کہا کہ میرا راس المال دو ہزار درم ہیں اور ایک ہزار نفع ہے اور ایک مضارب نے اس کی تصدیق کی اور دوسرے نے کہا کہ راس المال ایک ہزار درم ہیں اور دو ہزار نفع ہیں تو رب المال دونوں مضاربوں سے ہزار درم لے لے گا اور ہر ایک کے پاس ہزار درم رہ جائیں گے پھر رب المال اس مضارب سے جس نے تصدیق کی ہے پانچ سو درم حساب میں اپنے مال اصل کے لے گا پھر دوسرے کے مقبوضہ سے پانچ سو درم مقاسمہ کرے گا اور تین تہائی تقسیم کرے گا کیونکہ رب المال کے زعم میں یہ پانچ سو درم بھی اس کے راس المال کے ہیں اور قابض منکر ہے وہ کہتا ہے کہ نفع ہے اور رب المال کا حق اس میں میرے حق سے دو چند ہے کیونکہ رب المال کا حق نصف نفع میں ہے اور ہر ایک مضارب کا حق چوتھائی نفع ہے اس واسطے پانچ سو کو تین تہائی تقسیم کرے گا ایک تہائی رب المال اپنے راس المال کے حساب میں لے گا پس اس کے پاس ایک ہزار آٹھ سو تینتیس و تہائی درم جمع ہوئے پھر باقی ہزار کو چار حصوں میں تقسیم کریں گے پس رب المال کے پاس پانچ سو درم نفع کے آئیں گے اور اس مضارب کے پاس جس نے اس کی تصدیق کی ہے وہ دو سو پچاس درم آئیں گے پھر ان دونوں کو جمع کر کے اس میں سے رب المال اپنا باقی راس المال لے لے گا اور جو کچھ بچا وہ دونوں میں تین حصہ ہو کر تقسیم ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر دو شخصوں کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیئے اور دونوں کو حکم کیا کہ دونوں اپنی رائے سے اس میں عمل کریں ☆

دو شخصوں کو ایک ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیئے پھر دونوں دو ہزار درم لائے اس میں سے پانچ سو درم دودھیا ہیں اور ایک ہزار پانچ سو درم سیاہ ہیں پس ایک نے کہا کہ یہ پانچ سو درم دودھیا فلاں شخص کے ہمارے پاس ودیعت ہیں یا دین ہیں یا میری ملک ہیں اور پانچ سو درم سیاہ نفع کے ہیں اور دوسرے مضارب نے اقرار کیا کہ دودھیا و سیاہ دونوں کو ملا کر ہزار درم سب نفع ہیں تو اس کی چند صورتیں ہیں یا تو مال دونوں کے قبضہ میں ہوگا یا سب مال منکر کے قبضہ میں ہوگا یا سب مال مقر کے قبضہ میں ہوگا یا دودھیا منکر کے قبضہ میں اور باقی مقر کے قبضہ میں ہوگا یا دودھا درم مقر کے قبضہ میں اور سیاہ منکر کے قبضہ میں ہوں گے پس اگر پہلی صورت ہو تو رب المال ہزار درم سیاہ پہلے لے گا یعنی راس المال میں اور مقرلہ یعنی جس فلاں شخص کے واسطے اقرار کیا ہے وہ آدھے دودھیا درم مقر کے مقبوضہ سے لے گا۔ اور جس قدر دودھیا درم منکر کے مقبوضہ ہیں وہ اس کے اور رب المال کے درمیان میں تین حصہ ہو کر تقسیم ہوں گے دو حصہ رب المال کو اور ایک حصہ مضارب کو ملے گا۔ اور پانچ سو درم سیاہ چار حصہ ہو کر تقسیم ہوں گے آدھے رب المال کو اور چوتھائی ہر مضارب کو ملیں گے اور دوسری صورت میں جب تمام مال منکر کے پاس ہو تو بھی یہی حکم ہے کیونکہ جس مضارب نے ودیعت سے انکار کیا ہے اور تمام مال پر قبضہ کیا ہے اقرار کرتا ہے کہ تمام مال جو میرے قبضہ میں ہے وہ مضاربت کا ہے پس معنی اس کی طرف سے یہ

اقرار ہو گیا کہ اس میں سے آدھا میرے پاس ہے اور آدھا دوسرے مضارب مقر کے پاس ہے پس وہی پہلی صورت ہو گئی اور اگر تیسری صورت ہو تو وہ پانچ سو دو دھیا مقرلہ کو دے دے گا اور ہزار درم رب المال کو دے دے گا اور پانچ سو درم چار حصوں میں تقسیم ہوں گے اور اگر دو دھیا منکر کے پاس ہوں اور مقر کہتا ہے کہ مجھے ودیعت نہیں دی ہے بلکہ میرے ساتھی کو دی ہے تو رب المال اپنا راس المال لے لے گا اور باقی چار حصوں پر تقسیم ہو گا پھر مقر اپنا دو دھیا درموں کا حصہ مقرلہ کو دے دے گا اور اگر دو دھیا سب مقر کے پاس ہوں تو مقرلہ لے لے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر دو شخصوں کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیئے اور دونوں کو حکم کیا کہ دونوں اپنی رائے سے اس میں عمل کریں پھر دونوں ہزار درم اپنے قبضہ میں لائے پھر ایک نے کہا کہ اس میں ہزار درم راس المال ہیں اور پانچ سو درم نفع کے ہیں اور پانچ سو درم فلاں شخص کے ہیں اس نے ودیعت دیئے تھے جو ہم نے اس کی اجازت سے مال میں ملا دیئے ہیں پس وہ شخص مال میں پانچ سو درم کا ہمارا شریک ہے اور اس مقرلہ شخص نے تصدیق کی اور دوسرے مضارب نے کہا کہ یہ ہزار پورے نفع کے ہیں تو رب المال اپنا راس المال ہزار درم لے لے گا اور جس نے شرکت کا اقرار کیا ہے اس سے دو سو پچاس درم مقبوضہ مقرلہ لے لے گا اور باقی پانچ سو درم رب المال اور دونوں مضارب چار حصہ کر کے باہم تقسیم کر لیں گے اور اس میں سے مضارب مقر کو ایک سو پچیس درم ملیں گے وہ ان کو مقرلہ کے درموں میں ملا کر پھر دونوں پانچ حصوں میں تقسیم کریں گے اس میں سے ایک حصہ مضارب کو اور چار حصہ مقرلہ کو ملیں گے۔ اور اگر اقرار کے روز تمام مال مقر کے قبضہ میں ہو تو جس کے واسطے اس نے اقرار کیا ہے وہ شخص پورے پانچ سو درم مال میں سے لے لے گا اور رب المال اپنا راس المال ہزار درم لے لے گا اور باقی پانچ سو درم دونوں مضاربوں اور رب المال میں چار حصہ ہو کر تقسیم ہوں گے اور اگر تمام مال منکر کے قبضہ میں ہو تو رب المال اپنے ہزار درم راس المال لے لے گا پھر باقی ہزار درم کو وہ اور دونوں مضارب باہم چار حصوں میں بانٹ لیں گے اور جس قدر مقر کو ملا وہ اس کو اپنے اور مقرلہ کے درمیان پانچ حصوں پر تقسیم کرے گا جس میں سے مقرلہ کو چار حصے ملیں گے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر دونوں مضارب دو ہزار درم لائے اور ایک نے کہا کہ راس المال کے ہزار درم تھے پھر ہمارے ساتھ فلاں شخص پانچ سو درم کا شریک ہو گیا جو ہم نے مال میں ملا دیئے اور کام کیا پھر ہم کو پانچ سو درم نفع ہوئے اور دوسرے مضارب نے انکار کیا اور رب المال نے بھی انکار کیا اور مال دونوں مضاربوں کے قبضہ میں ہے تو رب المال ہزار درم اپنا راس المال لے لے گا اور دو سو پچاس درم مقرلہ کو دے گا پھر مقر کے مقبوضہ سے تراسی و دو تہائی درم مقرلہ نفع لے گا اور دوسرے کے مقبوضہ سے بھی مثل اس کے دیا جائے گا اور یہ تین سو تینتیس و ایک تہائی ہے اور رب المال اور مضارب منکر کے درمیان تین تہائی تقسیم ہو گا پھر جو کچھ دونوں مضاربوں کے قبضہ میں باقی رہا اور وہ تین سو تینتیس و ایک تہائی ہے چار حصہ ہو کر تقسیم ہو گا آدھا رب المال کو ملے گا اور ہر ایک مضارب کو اس کا چوتھائی دیا جائے گا اور جب مقرلہ نے جو کچھ اس کو پہنچتا ہے وصول کر لیا تو جمع کر کے اس کے اور مقر کے درمیان نو حصے ہو کر تقسیم ہو گا اس میں سے نواں ایک حصہ مقر کو اور آٹھ حصے مقرلہ کو ملیں گے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

چھٹی فصل ☆

مضارب کی خریدی ہوئی کے نسب میں اختلاف کے بیان میں

مضارب نے ہرگاہ مضاربت میں ایسی چیز خریدی جس کی بیع کرنا ممکن نہیں ہے تو مضاربت میں سے نہ ہوگی اور اپنی ذات کے واسطے خریدنے والا شمار ہوگا اور اگر خلاف[1] و وفاق میں اختلاف کیا تو مدعی وفاق کا قول قبول ہوگا۔ مضارب نے ہزار درم مضاربت سے ایک غلام خریدا اور اس کا نسب معروف نہیں ہے اور مضارب نے راس المال سے کہا کہ یہ تیرا بیٹا ہے اور اس نے تکذیب کی تو اس کی دو صورتیں ہیں یا تو غلام میں راس المال پر زیادتی ہوگی یا نہیں ہوگی اور ان میں سے ہر ایک صورت تین وجوہ سے خالی نہیں ہے یا تو رب المال اس کی تصدیق کرے گا یا تکذیب کرے گا یا مضارب سے کہے گا کہ بلکہ وہ تیرا بیٹا ہے۔ پس اگر غلام کی قیمت میں راس المال پر زیادتی ہو مثلاً اس کی قیمت دو ہزار درم ہو اور رب المال نے اس کی تصدیق کی تو رب المال سے نسب ثابت ہو جائے گا اور وہ مضارب کا غلام رہا اور اگر رب المال نے تکذیب کی تو غلام آزاد ہو جائے گا اور دونوں کے واسطے اپنی قیمت کے چار حصہ[2] کر کے سعی کرے گا اور اگر مضارب سے کہا کہ نہیں بلکہ وہ تیرا بیٹا ہے تو وہ مضارب کا غلام رہا اور مضارب راس المال کی ضمان رب المال کو دے گا اور اگر اس کی قیمت میں زیادتی نہ ہو مثلاً ہزار ہی درم اس کی قیمت ہو اور مضارب نے کہا کہ وہ تیرا بیٹا ہے پس اگر رب المال نے تصدیق کی تو اس کا نسب رب المال سے ثابت ہو جائے گا اور مضارب کا غلام رہے گا۔ اور وہ راس المال کا ضمان دے گا اور اگر تکذیب کی تو مضاربت میں رہے گا پھر اگر اس کی قیمت دو ہزار ہو گئی تو آزاد ہو جائے گا اور تین چوتھائی قیمت کے واسطے رب المال کے لیے سعی کرے گا اور ایک چوتھائی کے واسطے مضارب کے لیے سعی کرے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر رب المال نے کہا کہ نہیں بلکہ وہ تیرا بیٹا ہے تو وہ مضاربت میں رہے گا پھر اگر اس کو فروخت نہ کیا یہاں تک کہ قیمت اس کی دو ہزار درم ہو گئی تو آزاد ہو جائے گا اور اپنی قیمت کے واسطے دونوں کے لیے چار حصہ کر کے سعی کرے گا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر رب المال نے مضارب سے کہا کہ وہ تیرا بیٹا ہے تو غلام میں زیادتی ہوگی یا نہ ہوگی پس اگر زیادتی ہو اور مضارب نے تصدیق کی تو آزاد ہو جائے گا اور مضارب راس المال کی ضمان دے گا اور اگر مضارب نے تکذیب کی تو غلام آزاد ہو جائے گا اور رب المال کے واسطے سعی نہ کرے گا۔ اور اگر مضارب نے رب المال سے کہا کہ نہیں بلکہ وہ تیرا بیٹا ہے تو غلام مضارب کا ہے اور راس المال کی ضمان دے اور اگر غلام میں[3] زیادتی نہ ہو پس اگر مضارب نے اس کی تصدیق کی تو مضارب کا بیٹا مضاربت میں مملوک رہے گا اور اگر اس کی قیمت بڑھ گئی تو مضارب سے اس کا نسب ثابت ہو جائے گا اور آزاد ہو جائے گا اور رب المال کے واسطے تین چوتھائی قیمت کے لیے سعی کرے گا اور مضارب پر ضمان نہ آئے گی اور اگر مضارب نے تکذیب کی تو غلام مضاربت میں رہے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر اس کی قیمت بڑھ گئی اور دو ہزار ہو گئی تو وہ آزاد ہو جائے گا اور دونوں کے لیے اپنی قیمت کے چار حصے کر کے سعی کرے گا تین چوتھائی رب المال کے واسطے اور ایک حصہ مضارب کے واسطے یہ مبسوط میں ہے۔ اسی طرح اگر مضارب نے کہا کہ نہیں بلکہ وہ تیرا بیٹا ہے تو بھی ایسا ہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر ایک غلام دو ہزار درم کی قیمت کا (۱) خریدا پھر مضارب نے کہا کہ وہ میرا بیٹا

[1] قولہ خلاف یعنی عقد مضاربت کی شرطوں سے برخلاف عمل کرنے والا قولہ وفاق یعنی موافق شرط کے عمل کرنے والا ۱۲

[2] یعنی دو ہزار کے واسطے اس طرح سعی کرے گا کہ چوتھائی مضارب کے لیے اور تین چوتھائی رب المال کے لیے ۱۲

[3] یعنی راس المال سے اس کی قیمت زیادہ نہ ہو ۱۲ (۱) راس المال ہزار درم ہے ۱۲

ہے اور رب المال نے کہا کہ تو جھوٹا ہے تو نسب مضارب سے ثابت ہو جائے گا پھر چونکہ یہ دعوت دعوت تحریر ہے پس بمنزلۂ آزاد کرنے کے قرار پائے گی اور رب المال کو اپنے حصہ میں خیار حاصل ہوگا کہ چاہے آزاد کرے یا تین چوتھائی کے لیے سعی کرا دے یا مضارب سے تاوان لے اگر وہ خوش حال ہو اور ولاء اس کی دونوں میں چار حصے ہو کر مشترک ہوگی اور اگر رب المال نے اس کی اس امر کی تصدیق کی ہو تو مضارب سے وہ آزاد ہو جائے گا اور مضارب راس المال کا ضامن ہوگا۔ اور اگر اس نے تصدیق نہ کی لیکن اس کے بعد اس کے بیٹے ہونے کا دعویٰ کیا تو وہ مضارب کا بیٹا ہے آزاد ہو جائے گا اور مضارب راس المال کی ضمان دے گا کہ ہزار کی قیمت کا غلام خریدا اور مضارب نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہے اور رب المال نے تکذیب کی تو نسب ثابت نہ ہوگا اور وہ بحالہ مضاربت میں مملوک رہے گا پھر اگر دو ہزار اس کی قیمت ہو گئی تو اس کا چوتھائی آزاد ہو جائے گا اور مضارب سے اس کا نسب ثابت ہوگا اور اپنی تین چوتھائی قیمت کے واسطے رب المال کے لیے سعی کرے گا اور مضارب پر اس کی ضمان نہ[1] آئے گی۔

اگر رب المال نے اس کی تصدیق کی ہو حالانکہ اس کی قیمت ایک ہزار ہو تو اس کا نسب مضارب سے ثابت ہو جائے گا اور وہ مضاربت میں رہے گا پھر اگر اس کی قیمت بدو ہزار ہو گئی تو اس کا چوتھائی آزاد ہو جائے گا اور تین چوتھائی کے واسطے رب المال کے لیے سعی کرے گا اور اگر پہلے ہی اس کی قیمت بڑھ کر دو ہزار درم ہو گئی پھر مضارب نے اس کے بیٹے ہونے کا دعویٰ کیا اور رب المال نے تکذیب کی تو نسب ثابت ہو جائے گا اور یہ بمنزلۂ چوتھائی آزاد کرنے کے قرار دیا جائے گا پس رب المال کو خیار حاصل ہوگا کہ اگر مضارب خوش حال ہے تو چاہے اس سے ضمان لے یعنی تین چوتھائی قیمت کے یا غلام سے سعی کرائے یا آزاد کر دے اور اگر مضارب سے ضمان لے لی تو مضارب اس قدر مال کو غلام سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر سعی کرانا یا آزاد کرنا اختیار کیا تو رب المال کو اس کی تین چوتھائی ولاء پہنچے گی اور اگر رب المال نے اس کی تصدیق کی ہو تو اس کی کچھ ضمان مضارب پر واجب نہ ہوگی ہاں یہ اختیار ہوگا کہ چاہے غلام سے سعی کرائے یا اس کو آزاد کرے اور اگر اس غلام کی قیمت ہزار سے نہ بڑھی اور مضارب نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہے اور رب المال نے کہا کہ تو جھوٹا ہے بلکہ وہ میرا بیٹا ہے تو وہ رب المال کا بیٹا اس کے مال سے آزاد ہوگا اور مضارب پر اس صورت میں ضمان نہ آئے گی۔ اگر اس کے نسب کا دونوں میں سے کسی نے دعویٰ نہ کیا یہاں تک کہ اس کی قیمت دو ہزار درم ہو گئی پھر مضارب نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور رب المال نے کہا کہ تو جھوٹا ہے بلکہ وہ میرا بیٹا ہے تو مضارب کا بیٹا ہوگا اور دونوں سے آزاد ہو جائے گا اور ولاء دونوں میں چار حصہ ہو کر مشترک رہے گی اور کسی کے لیے دوسرے پر ضمان نہ آئے گی۔ اگر خریدنے کے روز غلام دو ہزار کی قیمت کا تھا اور مضارب نے اس کا ثمن یعنی ہزار درم دے دیئے اور رب المال نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہے اور مضارب نے اس کی تکذیب کی تو رب المال سے اس کا نسب ثابت ہوگا اور تین چوتھائی غلام[2] نفس دعوت نسب سے آزاد ہو جائے گا اور مضارب کو چوتھائی میں ویسا ہی خیار ہوگا جیسا ہم نے رب المال کی صورت میں بیان کیا ہے۔

اور اگر مضارب نے اس کی تصدیق کی تو یہ غلام رب المال کا بیٹا اور مضارب کا ذاتی غلام ہوگا اور مضارب رب المال کے مال کا ضامن ہوگا۔ اور اگر مضارب نے اس کی تصدیق نہ کی بلکہ کہا نہیں یہ تو میرا بیٹا ہے تو وہ مضارب کا بیٹا اس کے مال سے آزاد ہوگا اور راس المال کی ضمان رب المال کو دے گا اور اگر وہ غلام ایک ہزار درم کی قیمت کا ہو اور رب المال نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور مضارب نے تکذیب کی تو اس کا بیٹا اس کے مال سے آزاد قرار پائے گا اور اگر مضارب نے تصدیق کی تو رب المال کا بیٹا

---

[1] لان الذی لشتری لمضاربة لم یکن ممن یعتق علیه وان صار بعد ذلك كك فی حصیة ۱۲ منه
[2] قولہ نفس دعوت یعنی فقط دعویٰ کرتے ہی بغیر کمائی وغیرہ کے ۱۲

مضارب کا[1] غلام ہوگا اور مضارب راس المال کا ضامن ہوگا اور اگر مضارب نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ میرا بیٹا ہے تو رب المال ہی کا بیٹا اس کے مال سے آزاد ہوگا اور کسی کو دوسرے پر کچھ ضمان نہ آئے گی اور اگر دونوں نے ایسا نہ کیا یہاں تک کہ اس کی قیمت دو ہزار درم ہوگئی پھر رب المال نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہے اور مضارب نے کہا کہ تو جھوٹا ہے تو رب المال سے نسب ثابت اور تین چوتھائی آزاد ہوگا اور مضارب کے چہارم میں خیار ہوگا اور اگر مضارب نے تصدیق کی تو وہ رب المال کا بیٹا اور مضارب کا غلام ہے اور مضارب راس المال کا ضامن ہوگا اور اگر مضارب نے کہا کہ نہیں بلکہ وہ میرا بیٹا ہے تو غلام سے تین چوتھائی کا عتق رب المال سے ثابت ہوگا اور نسب ثابت ہوگا پھر مضارب نے بھی اس ثابت النسب میں دعویٰ کیا تو نسب ثابت نہ ہوگا لیکن مثل اپنا حصہ آزاد کرنے کے شمار ہوگا پس اس کا حصہ بھی آزاد ہوگا اور کوئی دوسرے سے ضمان نہیں لے سکتا ہے اور ولاء دونوں میں چار حصہ ہوکر مشترک ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔

ساتویں فصل ☆

اِس باب کے متفرقات میں

نوادر ابن سماعہ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر مضارب نے کہا کہ تو نے مجھے ہزار درم زیوف یا نبہرہ مضاربت میں دیئے ہیں اور مضارب صحیحہ تھی اور رب المال نے کہا کہ میں نے تجھے کھرے درم دیئے ہیں پس اگر مضارب نے اس سے کام شروع نہیں کیا ہے تو مثل ودیعت کے ہیں پس مضارب کے قول کی تصدیق کی جائے گی خواہ اس نے کلام ملا کر کہا ہو یا جدا کر کے کہا ہو مگر صرف ستوقہ کے دعویٰ میں بدوں ملا کر کلام کرنے کے تصدیق نہ کی جائے گی اور اگر کام شروع کر دیا ہے تو زیوف و نبہرہ میں بھی تصدیق نہ کی جائے گی اور نیز نوادر ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ کسی مضارب کے قبضہ میں مال ہے وہ اس سے کام کرتا ہے اور مضارب نے اقرار کیا کہ جو ہزار درم فلاں شخص پر میرے نام سے ہیں وہ رب المال کے ہیں اور مضاربت ہزار درم پر تھی پھر مضارب نے بعد اس کے کہا کہ میرے پانچ سو درم ان ہزار کی مضاربت سے ہیں جن کا میں نے اقرار کیا کہ وہ مضاربت کے ہیں اور رب المال نے کہا کہ وہ ہزار درم میرے ہیں مضاربت کے نہیں ہیں تو رب المال کا قول قبول ہوگا اور اگر مضارب نے اپنے اقرار کے ساتھ اس کلام کو ملایا ہو تو اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیئے اور ظاہر میں مضبوطی کی غرض سے اس امر کے گواہ کر لئے کہ یہ قرض ہیں تا کہ مضارب ان کی حفاظت میں کوشش کرے اس خوف سے کہ رب المال قرض کے دعویٰ سے وصول نہ کرے پس مضارب نے عمل کیا اور نفع یا نقصان اٹھایا پھر اگر دونوں نے ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ قرض کا نام ظاہر میں تلجیہ تھا اور واقع میں دربردہ مضاربت تھی تو موافق دونوں کی تصدیق کے[2] رکھا جائے گا اگر دونوں نے باہم اختلاف کیا اور رب المال نے کہا کہ حقیقت میں قرض تھے تلجیہ نہ تھا اور مضارب نے کہا کہ قرض میں تلجیہ تھا در حقیقت مضاربت تھی اور مضارب نے اپنے قول پر گواہ قائم کئے تو یہ صورت اور قرض کے تلجیہ ہونے پر باہم تصدیق کرنے کی صورت یکساں ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر دونوں گواہوں نے مضاربت کی گواہی دی اور دو گواہوں نے قرض کی گواہی دی اور اس کے سوائے کچھ تفسیر بیان نہ کی تو مدعی کے قرض کے گواہوں کی گواہی مقبول ہوگی یہ مبسوط میں ہے اور اگر مضاربت کے گواہوں نے اس تفسیر سے گواہی دی کہ قرض بطور تلجیہ کے تھا اور در حقیقت مضاربت تھی تو ان کی گواہی اولیٰ ہے وہی مقبول ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر رب المال نے مضارب کے

[1] قولہ غلام الخ اس لئے کہ جب مضارب نے مالک مال کا بیٹا خریدا تو مال کا ضامن ہوا اور یہ خرید اسی کے واسطے ہوئی پس وہ مضارب کا غلام ٹھہرا ۱۲

[2] یعنی نفع وغیرہ تقسیم کر لیں گے ۱۲

واسطے چھٹے حصہ نفع کا اقرار کیا اور مضارب نے کہا کہ میرا نصف نفع مشروط ہے اور دو گواہ لایا ایک نے گواہی دی کہ تہائی نفع مشروط ہے اور دوسرے نے آدھے نفع کی گواہی دی تو امام اعظمؒ کے نزدیک دونوں کی گواہی باطل ہے اور مضارب کو وہی ملے گا جو رب المال نے اقرار کیا ہے یعنی چھٹا حصہ اور صاحبینؒ کے نزدیک گواہی جائز ہے اور تہائی نفع پر جواز ہوگا اس کو[1] تہائی نفع ملے گا۔ اور اگر مضارب نے نصف کا دعویٰ کیا اور اس کے ایک گواہ نے تہائی نفع کی اور دوسرے نے دو تہائی کی گواہی دی تو بالاتفاق گواہی باطل ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر رب المال نے کہا کہ میں نے تجھے مال صرف بضاعت کے طور پر دیا تھا حتی کہ قول رب المال ہی کا رہا اور مضارب نے دو گواہ دیئے ایک نے گواہی دی کہ رب المال نے مضارب کے لئے دو سو درم شرط کی ہے اور دوسرے نے سو درم مشروط ہونے کے گواہی دی پس اگر مضارب سو درم کا مدعی ہے تو یہ گواہی نامقبول ہے اور اس کو کچھ نفع نہ ملے گا اور نہ اجر المثل ملے گا اور دو سو درم کا مدعی ہے تو مسئلہ میں اختلاف ہے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک نامقبول اور صاحبینؒ کے نزدیک مقبول ہے مگر سو درم پر مقبول ہوگی اور اس کے واسطے اجر المثل[2] کی ڈگری کی جائے گی یہ محیط میں ہے اور اگر مضارب نے دعویٰ کیا کہ اس نے ڈیڑھ سو درم کی شرط کی تھی پس ایک گواہ نے ایسی ہی گواہی دی اور دوسرے نے سو درم کی گواہی دی تو بالاجماع اس کے واسطے اجر المثل[3] کی ڈگری ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔

ایک شخص نے دو شخصوں کو ہزار درم مضاربت میں دیئے اور دونوں نے کام کیا اور نفع اٹھایا پس ایک نے دعویٰ کیا کہ رب المال نے ہم دونوں کے واسطے آدھے نفع کی شرط کی ہے اور دونوں نے کام کیا اور نفع اٹھایا پس ایک نے دعویٰ کیا کہ رب المال نے ہم دونوں کے واسطے آدھے نفع کی شرط کی ہے اور دوسرے نے دعویٰ کیا ہے ہم دونوں کے واسطے تہائی نفع کی شرط کی ہے اور رب المال نے دعویٰ کیا کہ دونوں کے واسطے سو درم نفع سے مشروط کئے ہیں یہاں تک کہ قول رب المال کا رہا پھر اگر دونوں نے گواہ قائم کئے ایک فریق آدھے نفع کی اور دوسرے نے تہائی نفع کی گواہی دی تو امام اعظمؒ کے قیاس قول میں یہ گواہی نامقبول ہے اور دونوں کے واسطے اجر المثل رب المال کا اقرار کی وجہ سے ملے گا جیسا کہ اگر بالکل گواہ قائم نہ کرتے تھے تو بھی یہی ہوتا لیکن صاحبینؒ کے نزدیک جس نے نصف کا دعویٰ کیا اس کو چھٹا حصہ ملے گا اور اجر المثل نہ ملے گا اور دوسرے کو رب المال کے اقرار سے اجر المثل ملے گا یہ محیط میں ہے۔

اٹھارہواں باب ☆

مضارب کے معزول ہونے اور اس کے تقاضا سے امتناع کرنے کے بیان میں

رب المال کے مرنے سے مضاربت باطل ہو جاتی ہے خواہ مضارب کو اس کا علم ہو یا نہ ہو حتی کہ اس کے بعد مال مضاربت سے خریدا یا سفر کرنے کا اختیار نہیں رکھتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور دونوں میں سے کسی کے مجنون ہونے سے بھی باطل ہوتی ہے بشرطیکہ مجنون مطبق ہو اور اگر رب المال مرتد ہو گیا اس کے بعد مضارب نے خرید و فروخت کی تو یہ سب امام اعظمؒ کے نزدیک موقوف ہے اگر پھر وہ مسلمان ہو گیا تو اس کا نفاذ ہوگا اور تمام احکام میں اس کا مرتد ہونا کالعدم شمار کیا جائے گا۔ اسی طرح اگر دار الحرب میں جا ملا لیکن ہنوز اس کے دار الحرب میں جا ملنے کا حکم قاضی کی طرف سے جاری نہ ہوا تھا کہ وہ مسلمان ہو کر واپس آیا تو بھی یہی حکم ہے موافق اس روایت کے کہ جس میں اس کی موت اور میراث کے واسطے حکم حاکم شرط ہے اور اگر وہ مر گیا یا مرتد ہونے

[1] یعنی جس قدر پر دونوں گواہوں کا اتفاق ہے حالانکہ مدعی اکثر کا دعویٰ کرتا ہے ۱۲ منہ

[2] قلت هذا يحمل جهين احد بماانه يقضى له باجر المثل بالغا بلغ مأته لواكثر ولما قبول الشهادة انما هو لنفى البضاعة و قوله يقبل على المأته انما ذلك لبيان وجه القبول كما مر انفاذ والثانى انه يقضى له باجر المثل ولا يزاد على المأته وبذا لا يصح ۱۲

[3] بكذا اذا كرت المسئله فى الكتاب وليتامل فيه ۱۲

سے قتل ہوا یا دارالحرب میں جا ملا اور قاضی نے اس کے جاملنے کا حکم جاری کر دیا تو امام اعظمؒ کے قاعدہ پر مرتد ہونے کے روز سے مضاربت باطل ہوگئی کذا فی البدائع اگر کسی شخص کو آدھے کی مضاربت پر مال دیا اور مضارب مرتد ہو گیا یا اس کے مرتد ہونے کے بعد اس کو مال دیا پھر اس نے خرید و فروخت کی اور نفع یا نقصان اٹھایا پھر وہ مرتد ہونے پر قتل کیا گیا یا مر گیا یا دارالحرب میں جا ملا جو کچھ اس نے کیا ہے وہ سب جائز ہے اور نفع دونوں میں موافق شرط کے تقسیم ہوگا اور جو کچھ اس نے خرید و فروخت کی ہے اس کی ذمہ داری یعنی عہدہ رب المال پر ہے یہ قول امام اعظمؒ کا ہے اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک تصرف کرنے میں اس کا حال مرتد ہونے کے بعد مثل اس کے ہے جیسا قبل مرتد ہونے کے تھا پس عہدہ اسی پر ہوگا اور رب المال پر اس کا رجوع کیا جائے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مضارب مر گیا یا قتل ہوا یا دارالحرب میں جا ملا تو مضاربت باطل ہوگئی پھر اگر وہ دارالحرب میں جا ملا اور وہیں اس نے خرید و فروخت کی پھر وہ مسلمان ہو کر واپس آیا تو جو کچھ اس نے دارالحرب میں خرید و فروخت کی ہے سب اسی کی ہوگی اور کسی چیز کی اس پر ضمان نہ ہوگی لیکن عورت کا مرتد یا نہ مرتد ہونا ہونا بالاجماع یکساں ہے خواہ وہ عورت رب المال ہو یا مضارب ہو اور مضاربت بحالہ صحیح رہے گی تاوقتیکہ وہ مر نہ جائے یا دارالحرب میں نہ جاملے یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر رب المال نے مضاربت کو معزول کیا اور مضارب کو اس کے معزول ہونے کی خبر نہ ہوئی یہاں تک کہ اس نے خرید و فروخت کی تو جائز ہے اور اپنے معزول ہونے سے آگاہ ہونے پر معزول ہوگا۔ اور اگر اپنے معزول ہونے سے آگاہ ہوا حالانکہ مال مضاربت میں اسباب موجود ہے تو اس کو اختیار ہے کہ اس اسباب کو خود فروخت کرے اور معزول ہو جانا اس کا مانع نہیں ہے پھر یہ نہیں جائز ہے کہ اس کے ثمن سے کوئی دوسرا اسباب خریدے اور اگر مال مضاربت راس المال کی جنس سے ہو تو مضارب کو اس میں تصرف کرنے کو اختیار نہیں ہے۔ اور اگر راس المال کی جنس سے نہ ہو مثلاً راس المال دینار ہیں اور یہ مال درم ہیں یا اس کے برعکس ہے تو اس کو استحساناً اختیار ہے کہ راس المال کی جس سے فروخت کرے اور اسی قیاس پر حق عروض و اس کے اشباہ میں رب المال کے مرنے یا مرتد ہو کر دارالحرب میں جاملنے کے بعد حکم[1] جاری ہے یہ کافی میں ہے۔

ہر وکیل بیع کہ تقاضے سے انکار کرے تو اس پر تقاضے کے واسطے جبر نہ کیا جائے گا ☆

اگر مال مضاربت فلوس ہوں اور رب المال نے ممانعت کر دی تو اس کا حکم بھی ویسا ہی ہے جیسا مال مضاربت کے درم ہونے اور راس المال کے دینار ہونے کا حکم تھا کہ اس صورت میں اس کی ممانعت سے جو خرید ہر وجہ سے خرید ہے اس کی ممانعت ہو جائے گی اور جو ایک وجہ سے خرید دوسری وجہ سے بیع ہے اس کی ممانعت نہ ہوگی حتی کہ اگر فلوس کو درموں کے عوض فروخت کیا تو جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مضارب نے تصرف کیا ہے اور مال مضاربت لوگوں پر ادھار ہو گیا ہے اور مضارب تقاضے سے باز رہا پس اگر مال میں نفع نہ ہو تو اس کو اختیار ہے کہ تقاضے سے باز رہے اور اس کو حکم کیا جائے گا کہ رب المال کو قرض داروں پر حوالہ کر دے یعنی رب المال کو وکیل کر دے اور اگر مال میں نفع ہے تو وہ تقاضے سے باز نہیں رہ سکتا ہے بلکہ اس کو تقاضے کا حکم کیا جائے گا کہ راس المال درم و دینار نقدی ہو جائے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اسی طرح پر ہر وکیل بیع کہ تقاضے سے انکار کرے تو اس پر تقاضے کے واسطے جبر نہ کیا جائے گا[2] لیکن بجز حکم کیا جائے گا کہ ثمن رب المال کو مشتری پر اتر ادے اور یہی[3] حکم مستبضع میں ہے یہ کافی میں ہے لیکن جو شخص اجرت پر فروخت کرتا ہے جیسے بیاع اور دلال وغیرہ تو ان پر تقاضے کے واسطے ضرور جبر کیا جائے گا کہ وصول کر دیں اور بحکم عادت یہ بمنزلہ اجارہ صحیحہ کے قرار پائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر مال مضاربت لوگوں پر قرضہ ہو گیا اور رب المال نے مضارب کو اس

---

[1] قولہ جاری الخ یعنی اگر متاع و اثاثہ و زمین وغیرہ ہو تو اس کو بھی جنس راس المال کے عوض فروخت کر سکتا ہے ۱۲

[2] یعنی انکار کرنے تو مجبور کیا جائے گا ۱۲ [3] مستبضع جو مفت بضاعت پر کسی کا مال بغرض تجارت لے گیا ہو ۱۲

خوف سے منع کر دیا کہ مضارب اس کو کھانہ جائے اور کہا کہ میں خود تقاضا کرلوں گا پس اگر مال میں نفع ہو تو تقاضا مضارب کا حق ہے اور اگر مال میں نفع نہ ہو تو رب المال کو ممانعت کا اختیار ہے اور مضارب پر جبر کیا جائے گا کہ رب المال کو قرض داروں پر حوالہ کر دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ پھر اگر مال میں نفع ہو اور مضارب تقاضے کے واسطے مجبور کیا گیا پس اگر قرضہ اسی شہر میں جہاں مضاربت ہے موجود ہو تو اس کا نفقہ تقاضے کے ایام میں مال مضاربت سے نہ ہوگا اور اگر دوسرے شہر میں ہو تو اس سفر و آمد و رفت کا خرچہ جب تک وہ تقاضے میں رہے مال مضاربت سے ہوگا اور اگر مضارب کے سفر و مقام نے طول کھینچا یہاں تک کہ تمام دین سب نفقہ میں گیا پس اگر نفقہ دین سے بڑھ گیا تو بقدر دین کے نفقہ محسوب کر دیا جائے گا اور جو بڑھا وہ مضارب پر پڑے گا یہ محیط میں ہے۔

انیسواں باب☆

مضارب کے مرنے اور مرض میں اقرار کرنے کے بیان میں

اگر مضارب مر گیا اور اس پر قرضے ہیں اور مال مضاربت اس کے پاس ہونا معروف معین ہے اور وہ درم ہیں اور راس المال بھی درم تھے قرض خواہوں سے پہلے رب المال کو اس کا راس المال دیا جائے گا یہ مبسوط میں ہے پھر اگر مضاربت میں نفع بھی معروف ہو اور مضارب کو وصول ہو جانا معلوم ہو تو رب المال اپنا حصہ نفع بھی قرض خواہوں سے پہلے لے لے گا پھر جو مضارب کا حصہ نفع رہا وہ قرض خواہوں میں تقسیم ہوگا یہ محیط میں ہے۔ پس اگر مضارب کے وارثوں اور قرض خواہوں نے کہا کہ جو قرضہ مضارب پر ہے وہ مضاربت کا ہے اور رب المال نے ان کی تکذیب کی تو رب المال کا قول اس کی علمی[1] قسم سے مقبول ہوگا اور اگر مضاربت کا مال اس کے مرنے کے وقت عروض یا دینار ہوں حالانکہ راس المال درم تھے اور رب المال نے چاہا کہ اس کو مرابحہ سے فروخت کرے تو نہیں کر سکتا ہے اس کی بیع کا اختیار مضارب کے وصی کو ہے اور اگر اس کا کوئی وصی نہ ہو تو قاضی اس کی طرف سے ایک وصی مقرر کرے گا کہ اس مال کو فروخت کرے اس میں سے رب المال کو اس کا راس المال و حصہ نفع دے دے گا اور مضارب کا حصہ نفع اس کے قرض خواہوں کو ملے گا اور مضاربت صغیرہ میں لکھا ہے کہ اس مال کو میت کا وصی و رب المال فروخت کریں گے اور جو اول مذکور ہوا وہ اصح ہے یہ مبسوط میں ہے۔ پھر اگر رب المال نے چاہا کہ دیناروں میں سے بقدر اپنے راس المال و حصہ نفع کے لے لے اور وصی نے دے دیئے تو جائز ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر مضاربت بطور معین نہ ہوئی تو رب المال بھی تمام ترکہ میں قرض خواہوں کے مثل[2] قرار دیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کسی نے ایک ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دے پھر مضارب نے اپنی موت کے قریب ذکر کیا کہ میں نے اس مال سے خرید و فروخت کی اور ایک ہزار درم نفع اٹھائے پھر مضارب مر گیا اور مال مضاربت معین طور سے شناخت میں نہیں ہے حالانکہ مضارب کا اس قدر مال موجود ہے کہ اس سے مال اصل و نفع کی وفاء ممکن ہے تو رب المال اپنے راس المال کے ہزار درم لے لے گا اور اس کو کچھ نفع نہ ملے گا اور اگر مضارب نے یہ اقرار کیا ہو کہ میں نے نفع پر قبضہ بھی کر لیا ہے تو بقدر حصہ رب المال کے ضامن[3] ہوگا۔ اور اگر مضارب نے مرض میں یوں کہا کہ میں نے اس مال میں ہزار کا نفع حاصل کیا اور میرے قبضہ میں آ گیا پھر سب مال ضائع ہو گیا اور رب المال نے کہا نہیں بلکہ تیرے پاس ہے اور تو بسبب انکار کرنے کے ضامن ہو گیا تو قسم کے ساتھ مضارب کا قول قبول ہوگا۔ اور

---

[1] یعنی اپنی دانست پر قسم کھائے کہ مضاربت پر نہیں ہے ۱۲ [2] قولہ مثل یعنی حصہ رسدان کا سا جھی ہوگا ۱۲
[3] یعنی ترکہ سے حصہ نفع بھی لیا جائے گا

اگر مضارب قسم کھانے سے پہلے مرگیا تو اس کے وارثوں سے ان کے علم پر قسم لی جائے گی پس اگر سب لوگ قسم کھا گئے تو سب بری ہو گئے اور اگر کوئی قسم سے باز رہا تو خاصۃً اسی کے حصہ میں سے راس المال وحصہ نفع رب المال کو دلایا جائے گا اسی طرح اگر مضارب نے مرض الموت میں یوں کہا کہ میں نے راس المال اور حصہ رب المال کو دے دیا ہے اور رب المال نے انکار کیا تو بھی قسم سے مضارب کا قول قبول ہوگا اور وہ ضامن نہ ہوگا اور اگر قسم سے پہلے مضارب مرگیا تو جیسا ہم نے پہلی صورت میں بیان کیا ہے رب المال کو اختیار ہے کہ اس کے وارثوں سے قسم لے لیکن یہ صورت پہلی صورت سے ایک بات میں خلاف ہے وہ یہ ہے کہ اس صورت میں جس قدر حصہ نفع مضارب کے پاس اس کے زعم میں اس کا موجود ہے اس میں سے رب المال اپنا راس المال لے لے گا پھر اگر کچھ باقی رہا تو موافق شرط کے دونوں کو تقسیم ہوگا۔ پس اگر مضارب پر اس قدر قرضہ ہو کہ اس کے تمام مال کو محیط ہو اور اس کا حصہ نفع معین طور سے شناخت میں نہ ہو اور یہ معلوم ہے کہ مضارب نے ہزار درم نفع اٹھائے اور وصول پائے ہیں تو رب المال باقی قرض خواہوں سے بقدر حصہ نفع کے حصہ بانٹ لے گا اور بقدر راس المال واپنے حصہ نفع کے حصہ نہ بٹائے گا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مضارب نے مرض میں درحالیکہ اس پر اس قدر قرضہ ہے کہ اس کے تمام مال کو محیط ہے یہ اقرار کیا کہ میں نے مال مضاربت میں ہزار درم نفع اٹھایا ہے اور مال مضاربت مع نفع کے فلاں شخص پر قرضہ ہے پھر مرگیا پھر اگر قرض خواہوں نے اس کا اقرار کر دیا تو رب المال کا کچھ حق مضارب کے ترکہ میں نہ ہوگا لیکن فلاں شخص قرض دار کا پیچھا پکڑے گا اور اس سے اپنا راس المال وصول کرے گا اور باقی کا آدھا بھی اپنا حصہ نفع لے لے گا اور جو بچا اس کو مضارب کے قرض خواہ مضارب کے مال میں ملا کر باہم بانٹ لیں گے۔ اور اگر قرض خواہوں نے انکار کیا اور کہا کہ مضارب نے راس المال میں کچھ نفع نہیں اٹھایا ہے اور جو قرضہ فلاں شخص پر ہے وہ مضارب کا نہیں ہے تو یہ قرضہ تمام ترکہ کے ساتھ رب المال وقرض خواہوں کو موافق حصہ کے تقسیم ہوگا اور رب المال کا حصہ بقدر راس المال کے لگایا جائے گا اور نفع سے کچھ نہ لگایا جائے گا یہ مبسوط میں ہے۔

یہ حکم اس وقت ہے کہ مضاربت حالت صحت میں معروفہ ہو الا یہ کہ مال مضاربت اسی کے قول سے پہچانا گیا اور اگر مضاربت معروفہ نہ ہو صرف اسی کے قول سے پہچانی گئی ہو تو رب المال حالت صحت کے قرض خواہوں کے ساتھ بقدر راس المال کے بھی شریک نہیں کیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اس نے کہا کہ یہ ہزار درم میرے پاس فلاں کی مضاربت ہیں اور مثلاً ایک ہزار درم فلاں دوسرے کی ودیعت ہیں اور فلاں شخص تیسرے کا مجھ پر اس قدر قرضہ ہے تو پہلے مال مضاربت ادا کرنا شروع کیا جائے گا اور اگر مضاربت کے مال کا[1] معین طور سے اقرار نہ کیا تو مضارب کا تمام مال پر رب المال اور صاحب ودیعت اور قرضہ کے درمیان موافق حصوں کے تقسیم ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ فلاں شخص کے ہزار درم مضاربت کے میرے پاس اس صندوق میں ہیں اور فلاں دوسرے کے مجھ پر ہزار درم آتے ہیں پھر صندوق میں کچھ پایا نہ گیا تو تمام ترکہ رب المال اور قرض خواہ میں موافق حصہ کے تقسیم ہوگا اور اگر صندوق میں ہزار درم ملے تو رب المال ہی لے لے گا اور اگر دو ہزار درم صندوق میں نکلے تو رب المال کو ہزار درم اس میں سے ملیں گے اور باقی ہزار درم قرض خواہ کے ہیں خواہ دونوں ہزار مخلوط ہوں یا جدا جدا رکھے ہوں پھر اگر یہ معلوم ہو کہ مضارب ہی نے بدون اجازت رب المال کے مال خلط کر دیا ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک سب میں موافق حصہ کے تقسیم ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک آدھا رب المال کو اور آدھا قرض خواہوں کو ملے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ مجھ پر ہزار درم مضاربت کے ہیں اور یہ وہی ہیں جو میرے عمرو پر آتے ہیں اور خالد کے مجھ پر ہزار درم ہیں اور اس کے سوا اس کا کچھ مال نہیں ہے تو یہ قرضہ رب المال کو دلایا جائے

[1] قولہ معین الخ یعنی اس طرح بتلایا کہ اس کی شناخت ہو جائے بلکہ وہ مجہول رہا تو ودیعت کی طرح ضامن ہوگیا اور رب المال بھی سب کا شریک ہوگیا ۱۲

گا۔اور اگر مضارب نے مرض میں کسی خاص معین مال میں اقرار کیا پھر اس کے بعد اس مال کی نسبت کی کسی ودیعت ہونے کا اقرار کیا پھر تیسرے شخص کے کچھ قرضہ ہونے کا اقرار کیا پھر مر گیا تو پہلے مال مضاربت ادا کر دیا جائے گا پھر جو کچھ ترکہ رہ گیا اس کو صاحب ودیعت وقرض خواہ حصہ رسد شرکت سے تقسیم کر لیں گے یہ مبسوط میں ہے۔

مال تلف ہونے میں مضارب میت کی بات پر کس صورت میں اعتبار کیا جائے گا ☆

دو شخصوں کو ہزار درم مضاربت میں دیئے پھر ایک مر گیا اور دوسرے نے کہا کہ مال تلف ہو گیا تو اس کے حصہ میں اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی اور دوسرے کا حصہ اس کے ذمہ اس کے ترکہ میں قرضہ رہے گا پھر اگر یہ بات معلوم ہو جائے کہ مضارب میت نے اپنا حصہ بھی زندہ مضارب کے پاس ودیعت رکھا تھا تو سب مال تلف ہونے میں اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی اور اگر زندہ مضارب نے کہا کہ میں نے اپنا حصہ دوسرے مضارب میت کو دیا تھا تو قسم سے اس کی تصدیق کی جائے گی اور وہ میت کے ترکہ میں سب قرضہ قرار دیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

بیسواں باب☆

مضاربت کے غلام پر جنایت واقع ہونے یا اس کے کسی پر جنایت کرنے کے بیان میں

اگر کسی کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیئے اس نے اس کے عوض ہزار کی قیمت کا ایک غلام خریدا اس نے خطا سے کسی پر جنایت کی تو مضاربت کو یہ اختیار نہیں ہے کہ جرمانہ میں وہی غلام دے دے یا اس کا فدیہ مال مضاربت سے ادا کرے اگرچہ غلام کے ساتھ کچھ مال اور مال مضاربت بھی موجود ہو اور اگر مضارب نے اپنے مال سے اس کا فدیہ ادا کیا تو احسان ہے اس کو مال مضاربت سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور وہ غلام مضاربت میں باقی رہے گا جیسا کہ کوئی اجنبی فدیہ دے دے تو یہی حکم ہوتا ہے اور یہ صورت بخلاف اس کے ہے کہ اگر مضارب کی غلام میں کچھ شرکت[1] ہو اور اس نے فدیہ دینا اختیار کیا تو یہ مضاربت باطل ہو جائے گی۔اور اگر دونوں حاضر ہوں تو رب المال سے کہا جائے گا کہ یا تو غلام دے یا اس کو فدیہ دے پس جب اس نے کوئی بات اختیار کی تو مضاربت ٹوٹ جائے گی پس اگر رب المال نے غلام دے دینا اختیار کی اور مضارب نے کہا کہ میں اس کا فدیہ دیئے دیتا ہوں تاکہ غلام مضاربت پر رہ جائے میں اس کو فروخت کر کے نفع اٹھاؤں گا تو رب المال اس کو نہیں دے سکتا ہے اور اگر مضارب غائب ہو تو رب المال غلام کو نہیں دے سکتا ہے صرف اس کو یہ اختیار ہے کہ غلام کا فدیہ دے دے یہ محیط میں ہے۔اور اگر مضاربت کا مال ہزار درم ہو اور مضارب نے اس سے دو ہزار کی قیمت کا غلام خریدا اور اس نے خطا سے جرم کیا تو مضارب سے اس کے دینے یا فدیہ دینے کو نہ کہا جائے گا جس صورت میں کہ رب المال حاضر نہ ہو غائب ہو اور حقدار جرم کا مضارب یا غلام پر کوئی بس نہیں ہے صرف ان کو یہ اختیار ہے کہ غلام کے مالک کے حاضر ہونے تک غلام کی طرف سے کوئی کفیل لے لیں اسی طرح اگر مضارب غائب ہو تو مولیٰ سے غلام دینے کو نہ کہا جائے گا اور دونوں میں سے کوئی ایک شخص فدیہ نہیں دے سکتا ہے جب تک کہ دونوں حاضر نہ ہوں اور اگر ایک نے فدیہ دے دیا تو اس نے احسان کے طور پر دیا پھر جب دونوں حاضر ہوئے تو غلام دے دیں گے یا فدیہ دیں گے پس اگر غلام دے دیا تو دونوں کا کچھ نہیں ہے اور اگر فدیہ دے دیا تو فدیہ دونوں پر چار حصہ ہو کر تقسیم ہوگا اور غلام مضاربت سے نکل جائے گا اور یہ امام اعظم و امام محمدؒ کا قول ہے اور اگر ایک نے غلام دینا اور دوسرے نے فدیہ دینا اختیار کیا تو دونوں کو اختیار ہے یہ بدائع میں ہے۔امام محمدؒ نے

---

[1] قولہ شرکت ہو مثلاً غلام ڈیڑھ ہزار کی قیمت کا ہو تو بقدر نفع کے مضارب کی شرکت ہے یا اس سے پانچ سو درم اپنے پاس سے ملا کر خریدا ہو ۱۲

اصل میں فرمایا ہے کہ اگر کسی کو ہزار درم مضاربت میں دیئے اور مضارب نے اس کے عوض ہزار درم قیمت کا ایک غلام خریدا یا اس سے کم یا زیادہ قیمت کا تھا پھر اس غلام پر کچھ لوگوں نے دعویٰ کیا کہ اس نے ہمارے باپ کو عمداً قتل کیا ہے اور غلام نے انکار کیا پھر ان لوگوں نے اس امر کے گواہ قائم کئے پس اگر مضارب و رب المال دونوں حاضر ہوں تو غلام پر گواہ مسموع ہوں گے اور اگر دونوں غائب ہوں یا ایک غائب ہو تو موافق روایت ابوحفص کے گواہ غلام پر مسموع نہ ہوں گے اور اس روایت میں کوئی اختلاف منقول نہیں ہے اور ابوسلیمان کی روایت میں یہ ہے کہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک مسموع نہ ہوں گے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مقبول ہوں گے یہ محیط میں ہے اور اس میں اختلاف نہیں ہے کہ اگر غلام نے قتل عمد کا اقرار کر لیا تو اس پر قصاص کا حکم دیا جائے گا خواہ دونوں حاضر ہوں یا نہ ہوں اور اگر غلام نے قتل عمد کا اقرار کیا اور مضارب و رب المال دونوں حاضر ہیں اور غلام کی تکذیب کرتے ہیں اور مقتول کے دو ولی ہیں پس ایک نے اس کو عفو کر دیا تو دوسرے ولی کا حق باطل ہوا اسی طرح اگر مضارب نے غلام کی تصدیق کی ہو حالانکہ غلام تمام راس المال میں مشغول ہے یعنی مضارب کا اس میں کچھ استحقاق نہیں ہے تو مضارب مثل اجنبی کے شمار ہوگا اور یہی حکم ہوگا اور اگر غلام میں زیادتی ہو اور مضارب نے تصدیق کی تو اس کے حصہ کی طرف زیادتی میں سے لحاظ کر کے مضارب سے کہا جائے گا کہ یا تو اپنا نصف حصہ اس ولی کو دے جس نے معاف نہیں کیا ہے یا اس قدر کا فدیہ دے پھر جب اس نے کسی بات کو اختیار کیا تو مضاربت باطل ہو جائے گی اور رب المال غلام میں سے بقدر راس المال اور اپنے حصہ نفع کے لے گا اور مضارب باقی حصہ لے لے گا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر مضارب نے تکذیب کی اور رب المال نے تصدیق کی تو اس کی دو صورتیں ہیں یا تو غلام کی قیمت راس المال کے برابر یا کم ہوگی اور یا زیادہ ہوگی پس پہلی صورت میں رب المال کی تصدیق صحیح ہے اور اس سے کہا جائے گا کہ یا تو نصف غلام دے دے یا فدیہ دے یعنی نصف دیت دے پس اگر اس نے دینا منظور کیا تو آدھے کی مضاربت باطل ہو گئی اور آدھے کی رہ گئی اور اسی طرح اگر دیت دینی اختیار کی اور نصف غلام دیت میں دیا تو بھی آدھا مضاربت میں رہ گیا اور اگر اس میں مضاربت نے تصرف کر کے نفع اٹھایا تو تقسیم کرنے کی یہ صورت ہے کہ اگر غلام کی قیمت ہزار درم ہوں تو رب المال باقی میں سے نصف راس المال جو باقی ہے لے لے گا۔ اگر ہزار سے کم قیمت ہو مثلاً چھ سو درم ہوں تو آدھا غلام دیت میں دینے سے اس نے اپنا راس المال تین سو درم بھر پایا سات سو رہ گئے پس اس نفع میں سے باقی سات سو درم لے لے گا پھر جو بچا وہ دونوں میں نفع رہا موافق شرط کے بانٹ لیں اور دوسری صورت میں رب المال کی اس کے حصہ کی قدر میں تصدیق ہوگی پس اس سے کہا جائے گا کہ یا تو اپنا نصف حصہ دے دے یا نصف دیت فدیہ دے اور جو امر اختیار کرے گا مضاربت باطل ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر مال مضاربت سے کوئی غلام خریدا اس کو کسی نے عمداً قتل کیا پس اگر اس میں زیادتی ہو تو قصاص نہیں آتا ہے اور اس کی قیمت تین برس میں وصول کی جائے گی اور وہ مضاربت میں قرار دی جائے گی اور اگر اس میں زیادتی نہ ہو تو دیکھا جائے گا اگر مضارب کے پاس سوائے غلام کے کچھ اور مال مضاربت ہے تو قصاص نہیں آتا ہے اور اگر کچھ اور مال مضاربت نہیں ہے تو اس میں قصاص واجب ہوگا اور حق قصاص مولیٰ کو حاصل ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ پھر اگر مولیٰ نے قاتل سے ہزار درم پر صلح کر لی تو یہ راس المال ہوگا جب کہ راس المال ہزار درم ہوں اور اگر دو ہزار پر صلح کی تو اس میں سے راس المال رب المال بھرپور لے لے گا اور باقی بمنزلہ نفع کے دونوں کو موافق شرط کے تقسیم ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر ہزار درم راس المال کی صورت میں مضارب کے پاس دو غلام ہوں کہ ہر ایک کی قیمت ہزار درم ہوں پھر ایک کو کسی نے عمداً قتل کیا تو قصاص واجب نہ ہوگا قیمت واجب ہوگی کذا فی الحاوی۔

اکیسواں باب☆

مضاربتہ میں شفعہ کے بیان میں

اگر کسی نے دوسرے کو ہزار درم دیئے اس نے ایک دار خریدا جو ہزار کی قیمت کا یا کم و بیش ہے اور رب المال اس دار کا اپنے ایک دار کے ساتھ شفیع ہے تو اس کو اختیار ہے کہ یہ دار مضارب سے شفعہ میں لے لے اور اس کو ثمن دے دے کہ وہ ثمن مضاربت میں ہوگا۔ اور اگر مضارب نے کسی قدر مال مضاربت سے ایک دار خریدا پھر رب المال نے اس کے پہلو میں ایک دار خریدا تو مضارب کو اختیار ہے کہ شفعہ کے رو سے وہ دار رب المال سے بعوض باقی مال مضاربت کے خریدے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مضارب نے دار مضاربت فروخت کیا اور رب المال اپنے دار سے اس کا شفیع ہے تو اس کا شفعہ کچھ نہیں ہے خواہ اس دار میں نفع ہو یا نہ ہو۔ اور اگر رب المال نے اپنا کوئی گھر فروخت کا اور مضارب کسی دار مضاربت سے اس کا شفیع ہے پس اگر مضارب کے قبضہ میں اس قدر مال مضاربت ہے کہ اس سے ثمن دار ادا ہو سکتا ہے تو شفعہ واجب نہ ہوگا اور اگر اس کے قبضہ میں اس قدر نہیں ہے پس اگر دار مضاربت میں نفع نہ ہو تو شفعہ نہیں ہے اور اگر نفع ہو تو مضارب کو اپنے واسطے لینے کا اختیار ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کسی اجنبی نے کوئی دار مضاربت کے دار کے پہلو میں خریدا پس اگر مضارب کی پاس اس قدر مال ہے کہ اس کے ثمن کو ادا کر سکتا ہے تو مضاربت کے واسطے اس کو شفعہ میں لے سکتا ہے اور اگر شفعہ مشتری کو دے دیا تو حق شفعہ باطل ہو گیا اور رب المال کو اختیار نہیں رہا کہ اپنے واسطے اس کو شفعہ میں لے اور اگر مضارب کے پاس اس قدر نہ ہو کہ ثمن ادا کر سکے پس اگر دار مضاربت میں نفع ہے تو شفعہ مضارب اور رب المال دونوں کا ہے اگر ایک نے شفعہ سپرد کر دیا تو دوسرا اپنے واسطے پورا دار شفعہ میں لے سکتا ہے اور اگر دار میں نفع نہ ہو تو شفعہ خاصۃً رب المال کا ہے یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر مضارب کو شفعہ کا حال معلوم نہ ہوا یہاں تک کہ دونوں نے مضاربت توڑ دی اور مضاربت کے دار کو بقدر راس المال اور نفع کے بانٹ لیا پھر چاہا کہ دار بیعہ کو شفعہ میں لے لیں تو دونوں کے لیے اپنی ذات کے واسطے اختیار ہے پس اگر دونوں نے طلب کیا تو دونوں کو نصف نصف ملے گا اور دونوں میں سے جس نے مشتری کو شفعہ دے دیا تو دوسرے کو اختیار ہے کہ پورا دار اپنے واسطے شفعہ میں لے لے۔ اور اگر کسی شخص نے دو شخصوں کو مال مضاربت دیا اور دونوں نے اس سے ایک گھر خریدا اور رب المال اس کا شفیع ہے تو اس کو اختیار ہے کہ ایک کا حصہ شفعہ میں لے لے اور دوسرے کا نہ لے اسی طرح اگر شفیع کوئی اجنبی ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مضارب ایک ہی شخص ہو اور شفیع نے چاہا کہ میں تھوڑا دار شفعہ میں لے لوں تو یہ نہیں ہو سکتا ہے خواہ شفیع کوئی اجنبی ہو یا رب المال ہو۔ اور اگر دو شخصوں نے کسی ایک شخص کو مال مضاربت دیا اس نے اس کے عوض کوئی دار خریدا اور ایک رب المال اس کا شفیع ہے اس نے چاہا کہ تھوڑا اس میں سے لے لے تو ایسا نہیں کر سکتا ہے یا تو کل لے لے یا کل چھوڑ دے اور اگر مضاربت کے واسطے شفعہ واجب ہوا اور دو مضاربوں میں ایک نے شفعہ مشتری کو دے دیا تو دوسرا اس کو لے نہیں سکتا ہے۔ اگر راس المال کے ہزار درم ہوں ان کے عوض مضارب نے کوئی گھر ہزار یا کم و بیش قیمت کا خریدا اور اس کا شفیع رب المال اپنے ایک دار کی وجہ سے اور اجنبی اپنے دار کی وجہ سے ہے تو دونوں کو اختیار ہے کہ دار کو نصفا نصف لے لیں پھر اگر رب المال نے شفعہ دے دیا اور اجنبی نے لینا چاہا تو قیاس چاہتا ہے کہ اجنبی شفعہ میں نصف دار لے لے اس کے سوائے اس کو نہ ملے اور استحساناً اس کو یہ حکم ہے کہ اجنبی چاہے کل دار لے لے یا ترک کر دے کذا فی المبسوط۔

بائیسواں باب☆

اہل اسلام واہل کفر کے درمیان مضاربت کے بیان میں

اگر مسلمان نے نصرانی کو آدھے کی مضاربت پر مال دیا تو جائز ہے لیکن مکروہ ہے۔ پس اگر اس نے شراب وسور میں تجارت کی اور نفع اٹھایا تو امام اعظمؒ کے نزدیک مضاربت میں جائز ہے لیکن مسلمان کو واجب ہے کہ اپنا حصہ نفع صدقہ کرے اور صاحبینؒ یعنی امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک شراب وسور میں اس کا تصرف مضاربت پر جائز نہیں ہے۔ اور اگر اس نے کوئی مردار خرید کر مضاربت میں سے مال دیا تو بالا جماع مضاربت[1] خلاف کرنے والا ضامن ہوگا اور اگر اس نے ربوا یعنی سود لیا مثلاً ایک درم کے عوض دو درم خریدے تو بیع فاسد ہوگی لیکن مال مضاربت کا ضامن نہ ہوگا اور نفع دونوں میں موافق شرط کے تقسیم ہوگا۔ اور مسلمان کو نصرانی کا مال مضاربت پر لینے میں کچھ ڈر نہیں ہے اس کے حق میں یہ مکروہ نہیں ہے اور اگر اس نے شراب یا سور یا مردار خریدی اور مال مضاربت دیا تو مخالف اور ضامن ہوگا اور اگر اس میں نفع کمایا تو جس سے نفع لیا ہے اس کو واپس دے اگر اس کو پہچانتا ہو اور اگر نہ پہچانتا ہو تو صدقہ کر دے اور رب المال نصرانی کو اس میں سے کچھ نہ دے اور اگر کسی مسلمان نے ایک مسلمان ونصرانی کو مضاربت میں مال دیا تو بلا کراہت جائز ہے۔ یہ مبسوط میں ہے۔

اگر رب المال نے اس کو دار الحرب میں مال لے جانے کی اجازت دی ہو کہ وہاں لے جا کر خرید و فروخت کرے تو استحساناً میں اس کو مضاربت میں جائز رکھتا ہوں☆

اگر کوئی حربی امان لے کر ہمارے ہاں آیا اور کسی مسلمان نے اس کو آدھے کی مضاربت پر مال دیا اور حربی نے اس کو کسی مسلمان کے پاس ودیعت رکھا اور دار الحرب میں چلا گیا پھر امان لے کر آیا اور مستودع سے ودیعت لے لی اور اس سے خرید وفروخت کی تو یہ کام اس کا اس کی ذات کے واسطے ہے اور رب المال کو اس کے راس المال کی ضمان[2] دے۔ اور اگر حربی مال لے کر دار الحرب میں چلا گیا اور وہاں خرید وفروخت کی تو وہ اسی کی ہے اور ضامن نہ ہوگا کیونکہ جب وہ دار الحرب میں مال کو بدوں اجازت رب المال کے لے کر چلا گیا تو وہ مال پر مستولی ہو گیا۔ اور اگر رب المال نے اس کو دار الحرب میں مال لے جانے کی اجازت دی ہو کہ وہاں لے جا کر خرید وفروخت کرے تو استحساناً میں اس کو مضاربت میں جائز رکھتا ہوں اور موافق شرط کے نفع دونوں میں مشترک قرار دوں گا بشرطیکہ وہاں کے لوگ مسلمان ہو جائیں یا مضارب مسلمان ہو کر یا معاہدہ کی وجہ سے یا امان لے کر واپس آئے یہ مبسوط میں ہے اور اگر مسلمانوں نے دار الحرب میں اس پر قابو پایا تو راس المال اور رب المال کا حصہ نفع رب المال کا ہوگا اور باقی تمام مسلمانوں کا ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر دو حربی امان لے کر دار الاسلام میں آئے اور ایک نے دوسرے کو اپنا مال مضاربت میں دیا اور آدھے نفع کی شرط قرار دی پھر ایک حربی دار الحرب کو چلا گیا تو مضاربت نہ ٹوٹے گی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی حربی نے مسلمان کو مال مضاربت دیا پھر وہ مسلمان دار الحرب میں با اجازت رب المال کے لے گیا تو وہ مال مضاربت پر باقی ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر ایک

---

[1] قولہ خلاف کرنے والا یعنی مضارب مذکور ایسے فعل کا مرتکب ہوا جو خلاف عقد مضاربت ہے کیونکہ اس نے مردار خرید اپس مال کا ضامن ہوا جیسے اگر رب المال کا قرابتی محرم خریدتا تو ضامن تھا اور اس کا بیان شروع مضاربت میں ہو چکا ہے ۱۲

[2] قولہ ضمان دے کیونکہ وہ مخالف سے جب دار الحرب میں لے گیا تو مال کا مالک ہو گیا اور صورتیکہ مالک نے اجازت دی تو بھی قیاس یہی تھا کہ حربی اس مال کا مالک ہو گیا لیکن اگر آخر مضارب مسلمان ہو جائے یا کل مسلمان ہو جائیں استحساناً مضارب باقی رہے گی ۱۲

حربی نے دوسرے کو مال مضاربت اس شرط سے دیا کہ اس کو نفع میں سے سو درم ملیں گے تو مضاربت فاسد ہے اور دونوں کا حکم اس باب میں بمنزلہ دو مسلمان یا دو ذمیوں کے ہے حالانکہ انہوں نے خود التزام کر لیا ہے کہ معاملات تجارت میں احکام اسلام کا برتاؤ کریں گے جس وقت کہ وہ مال لے کر ہمارے ملک میں تجارت کے واسطے داخل ہوئے تھے ایسا ہی دو مسلمانوں کے درمیان مضاربت فاسدہ کا حکم دارالحرب اور دارالاسلام میں یکساں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کوئی مسلمان یا ذمی امان لے کر دارالحرب میں گیا اور کسی حربی کو سو درم نفع کی شرط سے مال مضاربت دیا یا اس کو کسی حربی نے اسی شرط سے دیا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے اور نفع دونوں میں موافق شرط کے تقسیم ہوگا حتیٰ کہ اگر صرف سو ہی درم نفع اُٹھائے ہوں تو کل اسی کو ملیں گے یعنی مضارب کو اور گھٹی رب المال پر پڑے گی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مضاربت فاسد ہے اور مضارب کو اجر المثل ملے گا پس اگر مال میں نفع کے سو ہی درم ہوں تو اسی کو ملیں گے اور اگر کم ہوں تو کم ہی ملیں گے اور رب المال پر کچھ اور واجب نہ ہوگا یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر کوئی مسلمان امان لے کر دارالحرب میں گیا اور ایسے شخص کو جو وہیں مسلمان ہوا ہے ہمارے ملک میں ہجرت کر کے نہیں آیا ہے کچھ مال سو درم نفع کی شرط سے مضاربت میں دیا یا اسی شرط پر اس سے لیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے اور موافق شرط کے رکھا جائے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک مضاربت فاسد ہے کذافی المبسوط۔

بیسواں باب ☆

متفرقات میں

اگر کسی کو ہزار درم مضاربت میں اس شرط سے دیئے کہ ان کے عوض کپڑے خریدے اور اپنے ہاتھ سے قطع کر کے ان کو سیے بشرطیکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ اس میں رزق دے وہ ہم دونوں میں برابر تقسیم ہو تو یہ موافق شرط کے جائز ہے کیونکہ جیسے کام کرنے کی اس پر شرط لگائی ہے ایسا کام تاجر لوگ نفع حاصل کرنے کی غرض سے کیا کرتے ہیں اسی طرح اگر یہ شرط لگائی کہ ان سے نری و کھالیں خریدے اور اس سے موزے اور ڈول اور پکھال اپنے دکار یگروں کے ہاتھ سے بنائے تو یہ سب تاجروں کے کام ہیں ایسی شرط مضارب پر جائز ہے کذافی المبسوط۔ اور اگر اس کو ہزار درم اس شرط سے دیئے کہ لکڑیوں و گھاس کے گٹھے کاٹ کر لائے بشرطیکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ اس میں رزق دے وہ ہم دونوں میں برابر تقسیم ہو تو مضاربت نہیں جائز ہے اگرچہ لکڑیاں لادلانے یا گھاس کاٹ لانے کے واسطے اجارہ کرنا جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر اپنے مرض میں آدھے کی مضاربت پر ہزار درم دیئے اور مضارب نے کام کر کے ہزار درم نفع اٹھائے پھر رب المال اس مرض میں مر گیا اور اجر المثل اس کام میں مضارب کا اس نفع سے جو اس کے واسطے شرط کر دیا ہے کم ہوتا ہے اور رب المال پر اس قدر قرضہ ہے کہ اس کے مال کو محیط ہے تو مضارب کو نصف نفع دیا جائے گا اور مریض کے قرضہ سے پہلے اس کا نفع دے دیا جائے گا اور اگر مضارب کے واسطے کچھ نفع مقرر نہ کیا ہوتا تو اس کو اجر المثل دینے کا حکم ہوتا اور یہ مریض پر قرضہ ہوتا تو مضارب بھی باقی قرض خواہوں کے ساتھ ترکہ میں حق دار کر کے شامل کیا اور نفع میں اس کا کچھ حق نہ ہوتا۔ اور اگر کسی تندرست آدمی نے کسی مریض کو ہزار درم مال مضاربت اس شرط سے دیا کہ مضارب کو دسواں حصہ نفع و اجر المثل و پانچ سو درم ملیں گے اس نے کام کر کے ہزار درم نفع اٹھائے پھر اپنے مرض میں مر گیا اور اس پر بہت سے قرضہ ہیں تو مضارب کو دسواں حصہ نفع ملے گا اس سے زیادہ کچھ نہ دیا جائے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی شخص کو دس مہینہ کے واسطے کسی قدر اُجرت معلومہ پر مزدور کیا تاکہ کپڑے خریدے تو جائز ہے اگر اس مدت میں کچھ مال اس کو آدھے نفع کی مضاربت پر دیا اس نے کام کیا اور نفع اٹھایا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کل مال رب المال کا ہوگا اور اس

شخص کو وہی اجرت ملے گی جو اس کے واسطے شرط کر دی گئی ہو اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس کو آدھا نفع ملے گا اور اس مدت کو اجرت ساقط ہو جائے گی چنانچہ اگر غیر شخص نے اس کو مال مضاربت دیا تو جائز ہے اور جس قدر مدت اس نے مضاربت کا کام کیا اتنی مدت کی اُجرت ساقط ہو جائے گی یہ کافی میں ہے۔ اور اگر اجیر نے مال مضاربت رب المال کو آدھے کی مضاربت پر دیا تو جائز ہے اور اجیر اجارہ پر رہا اور مستاجر مضاربت میں رہا اور اگر رب المال نے اجیر کو بضاعت میں مال مضاربت دیا کہ وہ مضاربت پر خرید وفروخت کرتا ہے تو جائز ہے اور مضاربت کی شرط بحالہ رہے گی اور اُجرت بھی بحالہ رہے گی یہ مبسوط میں ہے اگر کسی نے دوسرے کو ہزار درم مضاربت میں دیئے اور کہا کہ یہ تیرے پاس ایک مہینہ تک مضاربت میں ہے اور جب مہینہ گذر گیا تو قرض ہے تو یہ مال ایسا ہی ہوگا پھر جب مہینہ گذرا اور وہ مال اس کے پاس درم موجود ہے تو قرض ہو جائیں گے یعنی جب اس پر جدید قبضہ کر لے۔ اور اگر عروض موجود ہے تو قرض نہ ہوگا تاوقتیکہ اس کو فروخت کر کے دراہم نہ کر لے پھر جب اس کے پاس درم ہو گئے تو قرض ہو جائیں گے یہ محیط میں ہے۔

اگر مدت معلومہ تک قرض دیئے پھر اس پر مضاربت کی بنا کر لی تو مضاربت میں نہ ہوں گے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ نوادر بشر میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص کے پاس ہزار درم مضاربت میں ہیں اس نے رب المال سے کہا کہ یہ درم مجھے قرض دے دیئے اس نے ایسا ہی کیا حالانکہ وہ درم بعینہ قائم ہیں پھر اس کے عوض کوئی چیز خرید لی تو امام ثانیؒ نے فرمایا کہ مضارب نے اگر ان کو اپنے ہاتھ میں اس کے ہاتھ سے یا صندوق یا تھیلی سے لے کر اپنی ضرورت میں صرف کئے تو یہ اس پر قرض ہوں گے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو مال مضاربت میں دیا پھر مضارب نے غیر شخص کے ساتھ چند درموں سے سوائے مال مضاربت کے شرکت کی پھر مضارب اور اس کے شریک نے شیرۂ انگور دونوں کی شرکت میں خریدا پھر مضارب مضاربت میں سے کچھ گیہوں کا آٹا لایا اور شیرہ انگور اس میں ملا کر مٹھائی بنائی تو مشائخؒ نے فرمایا کہ دیکھا جائے گا کہ اگر شریک کی اجازت سے مٹھائی بنائی ہے تو آٹے کی قیمت مٹھائی بنانے سے پہلے دیکھی جائے گی اور شیرہ انگور کی قیمت بھی دیکھی جائے گی تو جس قدر حصہ آٹے کے پڑتے میں پڑے وہ مضاربت میں قرار دیا جائے گا اور جس قدر شیرہ انگور کے مقابل ہو وہ مضارب وشریک کے درمیان مشترک ہوگا۔ لیکن یہ حکم اس وقت ہے کہ رب المال نے اس کو اجازت دے دی ہو کہ اپنی رائے سے عمل کرے اور اگر رب المال نے اس کو یہ اجازت نہ دی ہو اور بلا اجازت شریک کے اس نے مٹھائی بنائی تو مٹھائی تمام مضارب کی ہوگی اور رب المال کے واسطے آٹے کا اور شریک کے واسطے شیرہ انگور کا بقدر اس کے حصہ کے ضامن ہوگا اور اگر رب المال نے اس کو اجازت دی اور شریک نے اجازت نہیں دی تو مٹھائی مضاربت میں ہوگی اور مضارب شریک کے حصہ کا جتنا شیرہ انگور میں تھا ضامن ہوگا اور اگر شریک نے اس کو اجازت دی اور رب المال نے نہیں دی ہے تو تمام مٹھائی اس کے اور شریک کے درمیان مشترک ہوگی اور وہ رب المال کے واسطے آٹے کے مثل کا ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کو فلوس مضاربت میں دیئے اور نصف نفع کی شرط کی پھر اس نے ہنوز کوئی چیز نہ خریدی تھی کہ یہ فلوس کاسد ہو گئے اور بجائے ان کے دوسے فلوس رائج ہوئے تو مضاربت فاسد ہو گئی پھر اگر اس کے بعد مضارب نے ان سے کوئی چیز خریدی اور اس میں نفع یا نقصان اُٹھایا تو یہ سب رب المال کے واسطے ہے اور مضارب کو اجر المثل ملے گا اور اگر کاسد نہ ہوئے یہاں تک کہ مضارب نے ان سے کوئی کپڑا خرید کیا اور یہ فلوس دے کر قبضہ کر لیا پھر یہ فلوس کاسد ہو گئے تو مضاربت بحالہ جائز رہی پھر اگر یہ کپڑا درموں یا عروض کے عوض فروخت کیا تو وہ مضاربت میں قرار دیا جائے گا پھر اگر نفع اٹھایا اور تقسیم کرنا چاہا تو رب المال اپنے فلوس کی وہ قیمت لے لے گا جو کاسد ہونے کے روز تھی پھر باقی دونوں میں موافق شرط کے نفع تقسیم ہوگا یہ مبسوط میں ہے

نوادر معلیٰؒ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو طبرستان میں ہزار درم مضاربت پر دیئے اور یہ درم طبریہ ہیں پھر دونوں سے بغداد میں ملاقات ہوئی و امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ راس المال وہی ہوگا جو خصومت کے روز طبرستان میں ان طبریہ درموں کی قیمت ہو یہ محیط میں ہے اگر مضارب نے مال میں نفع اٹھایا اور نفع اور راس المال کا اقرار کیا پھر کہا کہ کام کرنے اور نفع اٹھانے سے پہلے میں نے مال مضاربت اپنے مال میں ملا دیا تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی پھر اگر اس کے بعد راس المال وغیرہ اس کے پاس تلف ہوا تو رب المال کو اس کے راس المال کی اور اس کے حصہ نفع کی ضمان دے گا یہ مبسوط میں ہے۔ نوادر بشر میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم آدھے کی مضاربت میں دیئے کہ اس سے خرید و فروخت و شرکت کرے وا پنی رائے سے عمل کرے پس ان کے عوض اور اپنے پاس سے ہزار درم ملا کر کوئی چیز خریدی اور دونوں مالوں کو خلط نہیں کیا پھر چاہا کہ خاصۃً حصہ مضاربت یا اپنا حصہ فروخت کرے تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے اس جہت سے کہ مبیع میں شرکت واقع ہوئی ہے پس دونوں میں سے کسی کو اپنے نفس کی خصوصیت کا اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے مضاربت صغیرہ میں لکھا ہے کہ اگر مضارب نے ہزار درم مضاربت سے کوئی غلام خریدا یا باندی خریدی پھر ہزار درم تلف ہو گئے پھر اس نے رب المال سے دوسرے ہزار درم ان کے مثل لے کر ادا کر دیئے پھر خادم کو تین ہزار درم لے کر فروخت کیا اور اس سے ایک متاع خریدی مگر یہ سب درم ادا کرنے سے پہلے تلف ہوئے تو رب المال سے دو ہزار پانچ سو درم لے کر اور پانچ سو درم اپنے پاس سے ملا کر ادا کرے پھر اگر اس کے بعد وہ متاع دس ہزار کو فروخت کی تو مضارب کو چھٹا حصہ ثمن کا ملے گا اور باقی مضاربت میں رہے گا اس میں سے رب المال اپنا راس المال کئی مرتبہ ڈانڈ بھرا ہے سب لے لے گا یعنی چار ہزار پانچ سو درم لے لے گا اور باقی ان دونوں کے نفع تقسیم ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر مضارب نے مال مضاربت سے دو باندیاں خریدیں ہر ایک کی قیمت ہزار درم ہے پھر ایک کو ہزار درم کو فروخت کیا اور دوسری کو دو ہزار کو بیچا ☆

نوادر ابن سماعہ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ہزار درم آدھے کی مضاربت میں دیئے اور مضارب نے ان سے کام کر کے خرید و فروخت میں نفع اٹھایا یہاں تک کہ تین ہزار درم ہو گئے پھر تین ہزار سے تین غلام خریدے کہ ہر ایک کی قیمت ہزار درم ہے اور ان کے دام ہنوز نہ دیئے تھے کہ سب مال ضائع ہو گیا تو یہ سب رب المال پر ہوگا اور راس المال چار ہزار درم ہو جائیں گے۔ اور اگر رب المال نے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور مضارب نے اس سے بعوض ہزار درم مضاربت کے جو اس کے پاس ہیں جو خرید لیا اور دام دینے سے پہلے وہ مال ضائع ہو گیا اور کچھ زیادہ اس کے پاس نہیں ہے تو رب المال مضارب سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور مضارب اس غلام کو بدوں کچھ دیئے لے لے گا اور وہ مضاربت میں رہے گا اور راس المال اس مضاربت میں دو ہزار درم ہوں گے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مضارب نے مال مضاربت سے دو باندیاں خریدیں ہر ایک کی قیمت ہزار درم ہے پھر ایک کو ہزار درم کو فروخت کیا اور دوسری کو دو ہزار کو بیچا اور مشتری نے دونوں پر قبضہ کر لیا پھر مضارب اس سے ملا اور کہا کہ دونوں کے ثمن میں مجھے کچھ بڑھا دیئے اس نے سو درم بڑھا دیئے اور مضارب نے سب وصول کر لئے اور بمقابلہ دونوں کے یہ وصول کئے ہیں تو دونوں کی قیمت پر حسّ اصلی ثمن کے[1] پھیلائے جائیں گے جب کہ اس نے دونوں کے مقابلہ میں ان کو رکھا ہے اور قیمت دونوں کی مساوی ہے اور اگر مشتری نے دونوں میں عیب لگایا اور مضارب نے اس سے ایک درم ثمن سے کم کر دیئے پر صلح کی پھر مشتری نے اس میں عیب پایا جس کو ہزار درم میں خریدا ہے تو اس کو ہزار درم میں سوائے تینتیس و تہائی درم کے واپس کرے۔ اور اگر مضارب نے مشتری سے دونوں

[1] یعنی سو درم کی دو تہائی دو ہزار والی میں اور ایک تہائی ایک ہزار والی میں ڈالی جائے گی ۱۲

باندیاں جتنے کو فروخت کی ہیں اس سے سو درم نفع پر خریدیں پھر ایک میں عیب پایا تو بعوض اس کے ثمن اور اس حصہ نفع سے جو دونوں کے ثمن پر تقسیم کرنے سے اس کے پڑتے ہیں پڑتا ہے واپس کر دے۔ اور اگر مشتری نے ایک باندی ہزار درم کو اور دوسری دو ہزار کو خریدی اور دونوں کو تین ہزار پر مرابحہ سے فروخت کرنا چاہا تو اس کو اختیار ہے اور اگر ایک باندی کو علیحدہ اس کے ثمن پر مرابحہ سے فروخت کرنا چاہا تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے پھر اگر دونوں کے ثمن میں سو درم بڑھا دیئے اور مرابحہ سے فروخت کرنا چاہا تو دونوں کو تین ہزار ایک سو درم پر مرابحہ سے فروخت کرے اور اگر ایک ہی کو علیحدہ مرابحہ سے فروخت کرنا چاہا تو نہیں کر سکتا ہے چنانچہ اگر دونوں کو ایک ہی ثمن میں خریدا ہو اور مرابحہ سے فروخت کرنا چاہا کہ ایک کو علیحدہ اس کے حصہ ثمن پر مرابحہ سے فروخت کرے تو نہیں جائز ہے اور دونوں کو پورے ثمن پر مرابحہ سے فروخت کرنا جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ منتقیٰ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیئے اور مضارب نے اس سے ایک غلام دو ہزار کی قیمت کا خریدا پھر رب المال نے اس کو ممانعت کر دی کہ سوائے نقدی کے فروخت نہ کرے اور مضارب نے کہا کہ میں اس کو ادھار فروخت کروں گا یا اپنا چوتھائی حصہ ادھار فروخت کروں گا تو اس کو سوائے نقدی کے بیچنے کا اختیار نہیں ہے۔ پھر اگر مضارب نے اس کی تین چوتھائی نقد فروخت کر دی تو بھی اس کو ایک چوتھائی ادھار فروخت کرنے کا اختیار نہ ہوگا تاوقتیکہ تین چوتھائی کے دام لے کر رب المال کو اس کے راس المال اور حصہ نفع میں نہ دے دیئے اور جب دے دیئے تو پھر اس کو اختیار ہے کہ چاہے اُدھار فروخت کر دے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ہزار مضاربت میں ایک باندی اُدھار خریدی تو اس کو ہزار پر مرابحہ سے فروخت نہیں کر سکتا ہے تاوقتیکہ واقعی حال بیان نہ کر دے یہ مبسوط میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے کو کوئی اسباب مضاربت میں دیا پھر مضارب نے دعویٰ کیا کہ میں نے تجھے وہ اسباب واپس کر دیا ہے تو شیخ ابوبکر محمد بن الفضلؒ نے فرمایا کہ اس بات میں قول اسی کا قبول ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ہشامؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو یوسفؒ سے سنا کہ فرماتے تھے کہ مضارب کو کوئی اسباب مضاربت میں خریدنا بدوں مال عین مضاربت کے نہیں روا ہے حتیٰ کہ اگر مضارب نے مضاربت کا مال اُدھار فروخت کیا پھر اس ادھار کے عوض مضاربت میں کوئی شے خریدی تو نہیں جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر مضارب نے مال مضاربت آدھے یا کم و بیش کے نفع پر دیا یا خود لیا تو جائز ہے اسی طرح وہ غلام جس کو تجارت کی اجازت ہے اس سے بھی یہ فعل جائز ہے ایسے ہی وہ نابالغ لڑکا جس کو تجارت کی اجازت ہے ایسا کر سکتا ہے اور اگر کسی لڑکے نے جس کو تجارت کی اجازت نہیں ہے بدوں اجازت اپنے باپ یا وصی کے مال مضاربت دوسرے کو دیا اور مضارب نے اس میں کام کیا تو مضارب ضامن ہے اور ضمان دے کر اس کا مالک ہو جائے گا اور نفع اسی کا ہوگا لیکن نفع صدقہ کر دے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مضارب نے مال مضاربت سے گیہوں کا آٹا خریدا اور رب المال نے اس کو اور آٹا دیا اور کہا کہ اسی میں[1] بطریق قرار داد ملا دے اس نے ملا دیا پھر کل کو فروخت کر دیا تو مشائخ نے فرمایا کہ مضاربت کے آٹے کا مقدار ثمن موافق شرط کے جو مضاربت میں ہوئی ہے قرار پائے گا اور دوسرے آٹے کا مقدار ثمن سب رب المال کا ہوگا اس کو نفع و نقصان اسی پر ہوگا اور مضارب کو اس فروخت کر دینے کا اجر مثل ملے گا یہ امام ابو بکر بلخی نے فرمایا ہے اور فقیہ ابو اللیثؒ نے فرمایا کہ مضارب کو اجر مثل اس وقت ملے گا کہ جب اس نے مال مضاربت میں خلط نہ کیا ہو اور اگر خلط کیا ہو تو نہ ملے گا کیونکہ اس نے ایسی چیز میں کام کیا جس کے کام میں خود شریک ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ بشر بن الولید نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ مضارب نے مال مضاربت سے ایک باندی خریدی کہ اس کی قیمت میں راس المال پر زیادتی ہے پھر مضارب نے اس کو ام ولد بنایا پھر وہ استحقاق میں لے لی گئی اور مضارب

[1] یعنی جو شرط مضاربت قرار پائی ہو اسی میں بطریق قرار داد ۱۲ ام

سے اس کا عقر اور بچہ کی قیمت لے لے گئی تو مضارب بائع سے بچہ کی قیمت واپس لینے کا اختیار نہیں رکھتا ہے یہ محیط میں ہے۔امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر وصی نے یتیم کے مال میں کام کر کے نفع یا نقصان اُٹھایا اور کہا کہ میں نے مضاربت میں کام کیا ہے تو نقصان کی حالت میں اس کی تصدیق ہوگی نفع کی صورت میں[1] نہ ہوگی۔لیکن اگر کام کرنے سے پہلے اس امر کے گواہ کر لئے تو نفع کی صورت میں بھی تصدیق کی جائے گی اور اگر کہا کہ میں نے قرض لے لیا تھا تو تصدیق نہ ہوگی تاوقتیکہ کام کرنے سے پہلے اس قرض لینے کے گواہ نہ کر لے بشرطیکہ اس میں نفع ہو اور اگر اس میں خسارہ ہو تو ضامن[2] ہوگا۔اسی طرح اگر وصی نے دوسرے کو دے دیا اس نے کام کر کے نفع اُٹھایا پھر وصی نے کہا کہ میں نے اس کو قرض دیا تھا یا خود قرض لے کر دیا تھا اور اس شخص دیگر نے تصدیق کی تو بھی یہی حکم[3] ہے۔اور اگر یوں کہا کہ میں نے اس کو مضاربت یا بضاعت میں دیا ہے اور اس شخص نے تصدیق کی پس اگر اس میں نقصان ہوا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر نفع ہے تو کل نفع تقسیم ہوگا الا اس صورت میں کہ دینے سے پہلے گواہ کر لے یہ محیط سرخسی میں ہے۔امام حسن ابن زیادؒ نے امام اعظمؒ سے روایت کی ہے کہ اگر مضاربت میں دینار ہوں اور مضارب نے وہ دینار کسی صراف کے پاس ودیعت رکھے پس صراف نے بدوں اس کی اجازت کے اپنے مال میں ملا دیئے پھر مضارب نے کوئی شے بعوض دیناروں کے خریدی تو مخالف قرار دیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کسی غلام کو مال مضاربت دیا حالانکہ غلام کو تجارت کی اجازت ہے اس نے اپنی ذات کو مضاربت کے واسطے خریدا تو جائز ہے اور وہ غلام مجور ہوگا یعنی تصرف مال میں نہیں کر سکتا ہے اور وہ فروخت کیا جائے گا اور راس المال رب المال کا ہوگا۔اسی طرح اگر اس نے اپنی ذات کو اور اپنے بیٹے اور جورو کو مضاربت میں مال مضاربت سے خریدا تو بھی یہی حکم ہے یہ ملتقط میں ہے۔نوادر بن سماعہ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیئے پس مضارب نے اس سے ایک باندی خرید کر رب المال کے ہاتھ دو ہزار کو فروخت کی پھر مضارب نے رب المال سے دو ہزار ایک سو درم کو خریدی تو باندی مضارب میں رہے گی اور یہ فعل مضاربت کا توڑنا نہیں ہے اور مضارب کے اس میں سو درم خاصۃً ہوں گے یہ محیط میں ہے۔اگر ہزار درم مضاربت سے خرید و فروخت کی یہاں تک کہ اس کے پاس دو ہزار درم ہو گئے اس سے ایک باندی خرید کر قبضہ کر لیا پھر اس کو چار ہزار درم کو ایک سال کے اُدھار پر فروخت کیا اور اس کی قیمت فروخت کے روز ایک ہزار یا کم و بیش ہے اور مشتری کو باندی دے دی پھر دو ہزار درم[4] بائع جاریہ کو دینے سے پہلے تلف ہو گئے تو مضارب ایک ہزار پانچ سو درم رب المال سے لے کر اور پانچ سو درم اپنے پاس سے ملا کر دے دے گا پھر جب سال کے بعد چار ہزار درم وصول ہوں گے تو اس میں ایک چوتھائی مضارب کی ہوگی وہ اس کو نکال لے گا اس کو مضاربت سے تعلق نہیں ہے پھر باقی سے رب المال دو ہزار پانچ سو درم راس المال لے لے گا یہ مبسوط میں ہے۔مال مضاربت سے ایک باندی دو ہزار کی قیمت کی خریدی پھر ایک سال گذر گیا اور سوائے اس کے دوسرا کچھ مال نہیں ہے تو رب المال پر اس کی تین چوتھائی کی زکوٰۃ دینی واجب ہوگی اور مضارب پر ایک چوتھائی کی زکوٰۃ واجب ہوگی اور اگر اس نے دو باندیاں ہر ایک ہزار کی قیمت کی خریدی تو رب المال پر دونوں کی تین چوتھائی کی زکوٰۃ واجب ہوگی اور مضارب پر زکوٰۃ نہ ہوگی یہ امام اعظمؒ کا خاصۃً قول ہے۔اور اگر ایک باندی دو ہزار قیمت والی خریدی ہے پھر بسبب عیب یا کمی نرخ کے اس میں نقصان آ گیا حتیٰ کہ ہزار کی قیمت کی رہ گئی پھر وہ بڑھی اور جس روز خریدی گئی تھی تو دو ہزار کی قیمت کے برابر تھی اس روز سے ایک سال گذر گیا تو مضارب پر زکوٰۃ نہ ہوگی اور رب المال پر تین چوتھائی کی زکوٰۃ واجب ہوگی اور اگر اس باندی کی قیمت ہزار سے

---

[1] یعنی کل نفع یتیم کا ہوگا ۱۲ [2] یعنی دعویٰ قرض مقبول ہوگا ۱۲ [3] یعنی نفع کی صورت میں بدوں اشہاد سابق کے تصدیق قبول نہ ہوگی بلکہ کل نفع یتیم کا ہے ہاں نقصان کی صورت میں اپنے قول سے ضامن ہو جائے گا ۱۲ [4] باندی کا پہلا بیچنے والا ۱۲

بڑھتی رہی ہو تو مضارب پر بھی زکوٰۃ آئے گی۔ اور اگر اہل مضاربت سے گیہوں، جو، اونٹ، بکریاں خریدیں کہ ہر جنس کی قیمت ہزار ہے تو مضاربت پر زکوٰۃ نہ آئے گی اور اگر ایک ہی جنس ہو تو مضارب پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر رب المال نے چاہا کہ میرا مال مضارب کے ذمہ قرضہ رہے اور نفع کا نفع مجھے ملے تو مشائخ نے فرمایا کہ اس کی صورت یہ ہے کہ مضارب کو مال قرض دے دے اور سپرد کر دے پھر اس سے مضاربت پر لے لے پھر اس کو خود بضاعت پر دے دے اور وہ اس میں کام کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنے نابالغ لڑکے کا مال آدھے یا کم وبیش نفع کی مضاربت پر دے دیا تو جائز ہے اسی طرح اگر خود مضاربت پر لے لیا تو بھی جائز ہے اور اگر باپ نے اپنے نابالغ لڑکے کے واسطے کسی شخص کا مال آدھے کی مضاربت پر اس شرط سے لیا کہ باپ اس میں بیٹے کے واسطے کام کرے اور خود اس مضاربت کا کام کیا اور نفع اٹھایا تو نفع اس کا رب المال اور باپ کے درمیان نصفا نصف تقسیم ہوگا اور بیٹے کا اس میں کچھ نہیں ہے۔ اور اگر وہ لڑکا ایسا ہے کہ ایسے لڑکے خرید وفروخت کرتے ہیں پھر باپ نے اس شرط سے لیا کہ لڑکا خرید وفروخت کرے تو جائز ہے اور نفع رب المال اور لڑکے کے درمیان نصفا نصف موافق شرط کے تقسیم ہوگا۔ اسی طرح اگر اس صورت میں باپ نے لڑکے کی اجازت سے اسی کے واسطے خود کام کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر لڑکے نے اس کو کام کرنے کی اجازت نہ دی تو باپ مال کا ضامن ہوگا اور تمام نفع اسی کا ہوگا کہ اس کو صدقہ کر دے۔ اور وصی ان سب صورتوں میں بمنزلۂ باپ کے ہے یہ مبسوط میں ہے اگر رب المال نے مال مضاربت بعوض مثل قیمت یا زیادہ کے فروخت کیا تو جائز ہے اور اگر کم قیمت پر فروخت کیا تو نہیں جائز ہے خواہ کمی اس قدر ہو کہ لوگ برداشت کر لیتے ہیں یا نہیں برداشت کرتے ہیں لیکن اگر مضارب اس بیع کی اجازت دے دے تو جائز ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر دو شخص مضارب ہوں اور ایک نے باجازت رب المال کے فروخت کیا تو سوائے مثل یا قیمت یا زیادہ پر فروخت کرنے کے کسی صورت میں جائز نہیں ہے لیکن اگر دوسرا مضارب اجازت دے دے تو جائز ہو جائے گی یہ حاوی میں ہے۔

ایک مضارب کسی سرائے کی کوٹھری میں آ کر اترا اس کے ساتھ اس کے تین رفیق ہیں پھر مضارب دو رفیقوں کے ساتھ باہر چلا گیا اور چوتھا اسی حجرہ میں بیٹھا رہا پھر وہ بھی دروازہ کھلا چھوڑ کر باہر چلا گیا اور مال مضاربت تلف ہو گیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر چوتھے پر حفاظت اسباب کا اعتماد تھا تو مضارب ضامن نہ ہوگا اور چوتھا شخص ضامن ہوگا اور اگر اس پر اعتماد نہ تھا تو مضارب ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر دوسرے کو ہزار درم مضاربت میں دیئے اور یہ شرط کی کہ جس قدر اس سے ہروی کپڑے خریدے ان میں خاصۃً نصفا نصف نفع تقسیم ہوگا اور جس قدر اس سے نیشاپوری خریدے اس کا کل نفع رب المال کا ہے اور جس قدر اس سے زطی خریدے اس کا کل نفع مضارب کا ہے تو یہ موافق تسمیہ کے جائز ہے پس اگر اس نے ہروی خریدے تو مضاربت میں موافق شرط کے ہے اور اگر نیشاپوری خریدے تو یہ بضاعت ہے نفع رب المال کا اور نقصان اسی پر ہوگا اور اگر زطی خریدے تو مال قرض ہے اور نفع و نقصان مضارب پر ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مضارب سلطان کی طرف سے گذرا اور اس کو کوئی چیز دی تا کہ اس کا[1] ہاتھ رُکے تو ضامن ہوگا اور اگر سلطان نے زبردستی یا کراہ لے لیا تو اس پر ضمان نہ آئے گی جیسا کہ اس سے کچھ مال غصب کر لیا گیا تو ضمان نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر مضارب کسی عشر لینے والے عاشر کی طرف گذرا اور مال مضاربت اس کے ساتھ ہے اور اس کو مال مضاربت سے خبردار کر دیا اور عاشر نے اس سے عشر لے لیا تو جس قدر عاشر نے اس سے لیا ہے اس کی ضمان مضارب پر نہیں ہے اور اگر بدوں لازم کرنے عاشر کے خود اس نے عاشر کو دے دیا تو ضامن ہے۔ اسی طرح اگر چاپلوسی کر کے اس کو کچھ رشوت دے دی تا کہ وہ باز رہے تو جس قدر اس نے دیا ہے اس کا ضامن ہوگا اور شیخ امامؒ نے فرمایا کہ ہمارے زمانہ میں حکم اس کے برخلاف ہے اور اگر کسی شاطر نے طمع کر کے بطریق غصب کے مال لینا چاہا اور مضارب نے اس کو کچھ مال مضاربت دیا تو مضارب ضامن نہ ہوگا اسی طرح اگر وصی نے مال یتیم میں سے کچھ رشوت کے طور پر اسی غرض سے دے دیا تو بھی یہی حکم ہے کذا فی المبسوط۔

---

[1] یعنی ظلم سے کچھ مال نہ لے ۱۲